UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222885
UNIVERSAL
LIBRARY

The Drinched Book

text fiy book

اردو

جلد ۸

جنوری سنہ ۱۹۲۸ء

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

کا

سہ ماہی رسالہ

٥٥ ف

فہرستِ مضامین



نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	سنہ ۱۲۶۱ھ کے مشاعرے کی تصویر	اڈیٹر	الف
۲	قدیم اُردو	مولوی عبدالحق صاحب بی۔اے اڈیٹر	۱
۳	اساتذہ کی اصلاحیں	جناب صفدر مرزا پوری صاحب	۱۱
۴	ہندوستانی مصنفین اور اُن کی تصانیف	ترجمہ از گارسان دتاسی	۵۳
۵	ایک پرانی کہانی	جناب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب دہلوی، بی۔اے	۱۰۱
۶	سراغ مہم (نظم)	مولوی سید ہاشمی صاحب فرید آبادی رکن دارالترجمہ حیدرآباد۔ دکن	۱۱۵
۷	ہوشیار! اے مرد عاقل ہوشیار! (نظم)	جناب شبیر حسن خاں صاحب جوش ملیح آبادی رکن دارالترجمہ	۱۱۸
۸	بادۂ کہن اچھی نرائن و شفیق (نظم)	اڈیٹر	۱۲۵
۹	تبصرے	اڈیٹر و دیگر حضرات	۱۳۱

1928ء

قدیم اُردو

بیجاپور کے اولیاءاللہ کا ایک شاعر خاندان

۳ - حضرت شاہ امین‌الدین اعلیٰ

(از اڈیٹر)

آپ شاہ برہان‌الدین جانم کے فرزند ہیں اور اپنے والد کی وفات کے بعد تولد ہوے - مادر زاد ولی سمجھے جاتے تھے اور اِن کی کرامات کے تذکرے کتابوں میں بہت پاے جاتے ہیں جو ہماری بحث سے خارج ہیں - اس پر سب تذکرہ نویسوں کو اتفاق ہے کہ یہ ولیٔ کامل اور مجذوب واصل تھے - اور با وجود جذب کمال اور محویت کے معارف و اسرار کی تلقین فرماتے تھے —

ارکان شرعی اور صوم و صلوٰۃ کے پابند نہ تھے - لکھا ہے کہ سید محمد بخاری جو اس زمانے کے بڑے عالم اور جامع شریعت و طریقت تھے، جب انھیں یہ اطلاع ملی تو وہ چند اور عالموں اور بزرگوں کےساتھہ شاہ‌صاحب کی خدمت میں حاضرہوے اورکہا کہ بزرگان دین باوجود شہود و استغراق اور محویت کے ارکانِ شرع کو ترک نہیں کرتے تھے، آپ کا یہ فعل مناسب اہل طریقت اور شایان اداب شریعت نہیں ہے - آپنے یہ سنکر اپنے ایک خلیفہ کو شاہ پور کے تالاب کے وسط میں (جو اُس زمانے میں پانی سے لبریز رہتا تھا) مصلّی بچھانے کے لئے فرمایا - اس نے حکم کی تعمیل کی اور آپ نے وہاں جاکر دوگانہ ادا کیا- سب علما حیران رہ گئے اور چپ چاپ چلے گئے - بعض نے اس روایت کو کسی قدر اختلاف سے بیان کیا ہے - لکھا ہے کہ ایک روز بیجاپور کے علما سکندر شاہ ثانی کی خدمت میں حاضر ہوے اور اس معاملے میں اس سے مدد کی درخواست کی - اس نے

یہ حکم جاری کیا کہ یا تو شاہ صاحب نماز پڑھیں ورنہ شرع کا حکم اُن پر جاری ہوگا - خادموں نے اس کی اطلاع حضرت کو ندی - اس کے بعد بادشاہ کا حکم ہوا کہ خادموں کو مجلس میں آنے کی اجازت ندی جاے اور شہر کے دکاندار کوئی چیز ان کو ندیں - آخر خادموں نے عاجز آکر عرض کی - فرمایا ' کل سے احکام شرع کی اتباع کروں گا ' سب تالاب کے کنارے حاضر رہیں - چنانچہ دوسرے روز بادشاہ اور تمام علما تالاب کے کنارے حاضر ہوے - آپ نے تالاب پر مصلی بچھانے کا حکم دیا - پھر آپ نے سب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ جو صاحب میرے امام ہوں وہ تشریف لائیں - کسی نے جواب ندیا - آخر آپ نے تنہا دوگانہ ادا فرمایا —

آپ کے خلیفہ بہت سے ہوے ہیں - ان میں شاہ میراں جی سید حسن خدا نما (حیدر آبادی) ' سیدخداوند خدانما (چچولی والے) اور قادر لنگا انکل کوتال (شاہ عبدالقادر لنگ بند) زیادہ مشہور ہیں —

وفات ۲۴- رمضان سنہ ۱۰۸۶ھ میں ہوی - مادۂ تاریخ ختم ولی ہوا ہے - اور ایک شاعر نے بھی تاریخ کہی ہے - مادۂ تاریخ کا شعر یہ ہے —

تاریخ در اسم و خطاب از ہاتفم آمد ندا
شاہ امین‌الدین علی فرد قطب‌الاولیا

دوسرے مصرعے سے تاریخ نکلتی ہے - تذکرۂ اولیاے دکن میں جو تاریخ وفات سنہ ۱۱۱۶ ہجری اور مادہ تاریخ ختم‌الولی (سنہ ۱۱۱۷ھ) لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے —

دکنی اُردو میں ان کا کلام کثرت سے ہے جس کا ذکر اِن اوراق میں کیا جاتا ہے —

اِن کا جس قدر کلام مجھے ملا ہے' اس کی تفصیل یہ ہے —

۱-قصیدہ درمدح حضرت شاہ برہان- نمونے کے لئے اس کے چند شعر یہاں درج کئے جاتے ہیں - قصیدے کے عنوان میں یہ شعر ہے —

برهان بن میراں اُپر تن کفش جان صدقے کروں
احساں مقابل بھی نہیں منج تھا جے کچ آگل دھروں

برهان حجت نام ہے ، در دین پیش اقدام ہے
اسرار حق با نام ہے ، برهان بن میراں اُپر
اکمل ولایت تج عطا ، ثابت ثبوت نافی خطا
جزعین حق دیگر نہ تھا ، برهان بن میراں اُپر
علم لدن مقدور تج ، نکتے خفی مکشوت تج
اشکال مشکل حل تج ، برهان بن میراں اُپر

آخری شعر یہ ہے :—

آکھیں امیں خادم کہیں ، دم دم سرن کل برزمیں
مقبول ہو گفتار امیں ، برهان بن میراں اُپر

۲- کتاب محب نامہ (یا محبت نامہ) یہ نظم بھی قصیدے کے طرز میں ہے مگر عاشقانہ رنگ میں ہے - بعض اشعار ملاحظہ ہوں - قافیہ تو ایک ہی ہے لیکن ردیف کی پروا نہیں کی جو زبان سے نکل گیا وہی لکھہ دیا —

قمریں نین تیرے ساحر ہوے ہمون کوں
گمراہ کر بھلاوے قوس قزح بھون کوں
پیچوں بھریاں زلف تج موجوں دے بحرموں
ہر لہر پُر کرشمہ عشاق کے ربجن کوں
راہ صراط پُل جوں سر سانگ جو چھپی ہے
کاہے کشاں سما پر محب بلا و نے کوں
سیما عرش علامت کُرسی مُکت سہاوے
روشن شمع منور پروانے جالنے کوں

دند ان مثال بجلیاں رخشاں کلام کرتیں
زہرہ دھرے نہ دیدہ خوبیں نجھاونے کوں
چاہ زنخ کا تیرا مانند حوض کوثر
مقتول ہیں جو تیرے انکار نے غسل کوں

اسی طرح سراپا بیاں کرنے کے بعد فرماتے ہیں—

تیرے قدم مبارک سوں سب ظہور جلوہ
قصد قدم کیا جب اول توں آونے کوں
فیضوں قدم کے تیرے پر نور ہر جہالت
اے صاحب جمالہ یہ فیض تج قدم کوں
چرخ فلک کواکب گرداں ہیں تج خدامت
ملزوم کرلئے ہیں سجدے ترے قدم کوں

آخر شعر یہ ہے :—

آکھیں امیں جے کچ اپنے قدر قیاسوں
بے باک باکہ سبتی بخشندہ ہے تو ہم کوں

۳- رمزالسالکیں یا رموزالسالکیں —

اس نظم میں وحدۃ اور نور و روح اور دل و نفس پر بحث کی ہے - ابتدا یوں کی ہے —

الہہ پاک منزہ ذات ؛ اسوں صفتاں قایم سات
علم، ارادت، قدرت، بار ؛ سنتا ، دیکھتا ، بولنہار
ہے صفت یہ جاں حیات ؛ اس کوں ناہیں کد ممات
ایساں صفتاں سوں ہے ذات ؛ جونکے چندنا چاند سلگھات

اس طرح وحدۃالوجود ، فراق و وصال ، فنا و بقا وغیرہ کے مسائل بیان کرتے چلے گئے ہیں - اسی ضمن میں ادنیٰ اور اعلیٰ عاشق اور نبوت اور ولایت کا فرق

یوں بیان کرتے ھیں :—

ادنیٰ عاشق اعلیٰ بوجھ ؛ یہ دو مقصود آکھوں تج
عاشق ادنیٰ جوں پتنگ ؛ اعلیٰ موم بتی کا رنگ
جوں پتنگا دیکھہ پرتانا ؛ آپ جل کر ھوے فنا
ولے ولایت جوں پتنگ ؛ موم بتی یہ نبوت رنگ
یہسب بوجھے اس کا سوز ؛ بوجھے مجلس شب اور روز
آخر تو ھے فنا نہات * ؛ اِس کی اُس کی یکھی بات
پتنگ دیوانا جلنے تھی ؛ نا سد جانے ملنے کی
قوی ولایت اُس کی ھوے ؛ جے تابع نبی برتے کوے

آخر کے اشعار یہ ھیں۔ اس میں کتاب کا نام اور اپنا تخلص دونوں آگئے ھیں۔

نا ؤ رموز السالکیں ؛ سالک پھر دیکھہ لاؤ یقین
واصل سنکر ھوے فدا ؛ عاشق خود تھی ھوے جدا
عارف جے ھیں باعرفاں ؛ حیرت میں ڈوب ھوے حیراں
طالب سن کر اُلا شوق ؛ اُمید راکھے حق کے ذوق
جسکوں اللہ دیوے راہ ؛ اسکوں دیوے سب سمجاہ +
بندا لوڑے اُمید وار ؛ حق کی درگاہ دیکھہ بچار
تر اُمید میں پکڑیا تھاؤں : ھردم جپیں اس کا ناؤں
حق کی راہ میں پکڑیقیں ؛ کیوں نا اس کوں ھوے امیں

تمت اس تھی کیا تمام
حق تھی بولیا حق کلام

۴۔ ایک نظم وجود یہ ھے ۔ جس میں روح اور وحدۃالوجود اور دیگر مسائل کا ذکر ھے بیچ میں کہیں کہیں بعض اشعار کی تشریح فارسی نثر میں کی ھے ۔ اس کے

* نہایت . + سمجھا

چند اشعار یہ ھیں —

نفس کا دوز ناھی دستھار　　یو تو آھے نفس بیچار
نفس کو لیاؤ تو دمکے جاکا　　لائیں ذکر نہیں تو جاوے بھاکا
روح کو سہج من راکھیں رے　　ھورتلتل پیو کوں مانگیں رے
عقل ھوش دل کر رکھوال　　جے محبت نا تلے کس حال
روح کوں پادشاہ جان　　عقل روح کی ھے پر دھان

۵- ان کے علاوہ اور نظمیں بھی اسی مضمون کی ھیں ' جن کی تفصیل غیر ضروری ھے —

اس قسم کی نظموں کے سوا دھرے بھی بہت سے ھیں- اور ھر دھرے کے ساتھہ اس کی راگنی بھی لکھہ دی ھے - اس سے ذوق موسیقی معلوم ھوتا ھے - یہ اس خانداں کی خاص صفت ھے - مثال کے طور پر ایک دھرا نقل کیا جاتا ھے —

مرنا ھار' جیونا بسار ' جیونا ھار' مرنا بسار
سودہ سوریجن کی دیکھہ بچار
لال سوریجن دیکھوں پاوے　　آپس میں دیکھہ آپ گنواوے
من رانی حضرت قول بھوا وے
لال کی صورت ایما نہ پاوے　　سب سوں بن سب سہج اُوکاوے
روپ اروپ چیتک سہاوے
جانم حال سوز بھراوے　　حق کے تولوں حق تولاوے
آکھے شاہ امین علی گیاں ھراوے

بعض دھروں میں عربی الفاظ کثرت سے ھیں - مثلاً —

نبی پرگٹ ذات ظہور ھے　　معشوق حق اللہ نورعلی نور ھے
حقیقت حقائق ذات کمال ھے　　صورت معنی ذوالجلال ھے

درود نبی پر شب معراج ہے ساری اُمتیوں نت جم کاج ہے
سبھوں پرشاھد ذات رحمان ہے آکھیں علی امین الدین گنج لسان ہے

لیکن ایسے دھرے کم ہیں —

۶- ایک بات نئی ان کے کلام میں یہ پائی جاتی ہے کہ بخلاف اپنے والد کے اُنھوں نے ریختے میں غزلیں بھی کہی ہیں- ایک غزل تو بالکل اُس زبان میں ہے جسے ابتدا میں ریختہ کہتے تھے، یعنے آدھا مصرع فارسی اور آدھا ہندی- چنانچہ ایک غزل کے، جس کے عنوان پر خیال ریختہ لکھا ہے، چند شعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں —

ضمیرم زار کاں دل یار منجسوں بات کرتا نہیں
بہ بینم راہ اے شہنشاہ یک تل آکے جاتا نہیں
نباشم جز تو اے رعنا منجے کی جالتا را جے
دلم پر خوں جگر فاسد تبھی تج مہر آتا نہیں
ز دستم رفت عناں صبر رھیا نا ھوش منج میرا
بیا اے ماہ ظلماتم دھرک دلکوں کی دیتا نہیں
چرا ایں قدر مستغنی ھوا تو منجھتے اے پیارے
ایا وقت کدام آید کہ منج تج بیچ پردا نہیں
محض فریاد می دارم کہ تج سنگ میل اچھنے کوں
امیں گوید بیان ھجر بن ساتی نیارا نہیں

ایک دوسری غزل اور بھی ہے، لیکن اس میں ریختے کی یہ ابتدائی شان نہیں پائی جاتی؛ یعنے اس میں آدھی فارسی آدھی ہندی نہیں ہے- ردیف اس کی امین ہے مگر قافیے کی پوری پابندی نہیں کی- کہیں "کاجیں" ہے تو

کہیں " توں "، کہیں " پرکار " ہے اور کہیں "باریک" وغیرہ۔ یا تو شاہ صاحب نے قافیہ بالکل اُڑا دیا ہے یا یہ ہے کہ کاتبوں نے ایک ہی بحر کی مختلف غزلوں کو ملا جلا دیا ہے - اس غزل کے بھی چندشعر نقل کئے جاتے ہیں —

(مطلع) دل بحر میں غواص ہو روح صدف کے کاجیں امیں
بے باہ در تس صدف میں نور جاں توں سمجھیں امیں
گُرگیاں کے عرفان سوں سنبھال سینے چیر کر
موتی مزین ہات لیہ عرفان انگوں پر کار امیں
اس ذوق کی تمثیل کوں کس موکھہ سوں کیا کر کہوں
ناھر کسی زھرا تہاں نا آؤ کدسکتا امیں
بیچار یو وسواس سب پردا اہے تج اوس میں
مرداں حق تِن نام ہے جن پیم اوس پیتھا امیں
تہت کیا یک غزل میں ابیات خامی پنج دہ
مفہوم کر ستار ہو نا عیب جو ہونا امیں

یہ پندرہ شعر کی غزل ہے، چنانچہ آخر شعر میں اس کا اظہار بھی کردیا ہے—

۷- شاہ صاحب نے بعض رسالے نثر میں بھی لکھے ہیں - ایک چھوٹا رسالہ گفتار حضرت شاہ امین کے نام سے ہے جس میں تصوف کے بعض مسائل اور بعض اصطلاحات کی تشریح کی ہے - ایک دوسرا مختصر رسالہ گنج مخفی نام ہے اُس میں شاھد و شہود کی بحث ہے - نمونے کے لئے چند سطریں نقل کی جاتی ہیں —

اللہ تعالیٰ گنج مخفی کو عیاں کرنے چاہا تو اول اُس میں سوں یک نظر نکلی ، سو اُس سے امین دیکھہ ہوا ، امین شاھد کہتے ہیں یو دونوں ذات کے دو طور ہیں - ذات نے اپس کو دیکھا ، اُسے نظر کہتے ہیں - دیکھہ کر گواھی دیا تو اُسے شاھد کہتے ہیں- یہ تینوں مرتبے ذات کے ہیں —

حضرت شاہ امین کی زبان اپنے دادا شمس العشاق میرانجی اور اپنے والد شاہ برہان سے کسی قدر سادہ ہے - زبان کی خصوصیات وہی ہیں جو شاہ برہان کے ذکر میں اس سے پہلے بیان ہوچکی ہیں اور یہاں ان کی صراحت کی ضرورت نہیں۔ ان کے خاندان میں تالیف وتصنیف اور شاعری مدت تک قایم رہی اور ان کے بعض مرید بھی مؤلف اور شاعر ہوے ہیں - ان کا مختصر سا ذکر آیندہ کسی وقت کیا جائے گا۔

اساتذہ کی اصلاحیں

از

(جناب صفدر مرزا پوری صاحب)

———(منشی حیات بخش 'رسا' مرحوم)———

حضور احمد ' حضور ' مرادآبادی :—

حضور: اک دل ہے بتاؤ تو کس کس‌کو دوں صاحب
شوخی کو کرشمہ کو شرارت کو حیا کو

اصلاح: اک دل ہے مرے پاس بتاؤ تو کسے دوں
شوخی کو کرشمہ کو شرارت کو حیا کو

پہلا مصرع ترمیم کر کے لفظ " صاحب " پر یہ لکھدیا کہ متروک ہے —

حضور: والدہ حسینوں کی عجب داد ستد ہے
یہ گالیاں دے دے کے بھی لیتے ہیں دعا کو

اصلاح: والدہ حسینوں کی عجب داد ستد ہے
دشنام یہ دیتے ہیں تو لیتے ہیں دعا کو

اس اصلاح سے مصرعۂ ثانی کسی قدر صاف ہوگیا اور تقابل بھی ٹھیک رہا مگر میرے خیال میں "دعائیں لینا" محاورہ ہے۔ دعا کو لینا درست نہیں۔ جناب 'رسا' سے غالباً چوک ہوگئی—

حضور: کہتے ہیں کہ مرا ہے 'حضور' جگر افگار
جس وقت کہ سن لیتے ہیں نالوں کی صدا کو

اصلاح: کہتے ہیں کہ وہی ہے یہ 'حضور' جگر افگار
جس وقت کہ سن لیتے ہیں نالوں کی صدا کو

ظاہر ہے کہ اس تصرف سے پہلا مصرع کس قدر صاف ہوگیا —

حضور: جب سے سنا ہے گھر میں وہ پردہ نشیں نہیں
واللہ دم میں دم مرے اے ہمنشیں نہیں

اصلاح: جب سے سنا ہے گھر میں وہ زہرہ جبیں نہیں
واللہ دم میں دم مرے اے ہمنشیں نہیں

پہلے مصرع میں بجائے " پردہ نشیں " کے " زہرہ جبیں " بنایا اور یہ نوٹ لکھا " کہ اس مطلع میں صنعت ایہام ہے۔ تعجب ہے کہ آپ نے خیال نہ فرمایا۔ کیا آپ اس مسئلہ کو ابھی سمجھے نہیں "—

حضور: رہ رہ کے تو مچلتی ہے کیوں ہجر یار میں
یہ تھنگ ترے کام کے جان حزیں نہیں

اصلاح: جاتی ہے ہجر یار میں تو مجکو چھوڑ کر
یہ تھنگ ترے کام کے جان حزیں نہیں

اصلاح کے بعد یہ نوٹ لکھا ہے - " حافظ صاحب جان کا مچلنا مجھے کچھہ پسند نہیں آیا "۔ اصلاحی مصرع سے شعر کسقدر بلند ہوگیا۔ اُستادانہ اصلاح ہے —

حضور: کیا جانو ابھی درد محبت کا مزا تم
جب آپ کا دل آئے کسی پر تو خبر ہو

اصلاح: کیا جانیں ابھی آپ محبت کے مزے کو
جب آپ کا دل آئے کسی پر تو خبر ہو

اصلا کے بعد یہ نوٹ لکھا " پہلے مصرع میں تم اور دوسرے مصرع میں آپ

یہ شتر گربہ ہے اس لئے مصرعہ اولیٰ درست کیا گیا "—

حضور: برباد ہوے جس کی محبت میں ہم اُس نے
ہر گز یہ نہ پوچھا کبھی کیوں خاک بسر ہو

اصلاح: بر باد ہوے جس کی محبت میں ہم اُس نے
یہ بھی تو نہ پوچھا کیوں خاک بسر ہو

دوسرے مصرع کی ترمیم سے شعر میں لطف زبان کے علاوہ روانی و سلاست پیدا ہوگئی —

حضور: پریوں کے بھی ہوش اُڑتے ہیں بس دیکھ کے جس کو
وہ تم اس عالم کے حسینوں میں بشر ہو

اصلاح: پریوں کے بھی ہوش اُڑتے ہیں دیدار سے جن کے
عالم کے حسینوں میں تمہیں تو وہ بشر ہو

دونوں مصرعوں کو درست کیا اور یہ نوٹ لکھا کہ " دوسرے مصرع میں " عالم " کا عین گرتا تھا اور پہلے مصرع میں " بس " کا لفظ زاید تھا " اصلاح سے دونوں عیب رفع ہوگئے —

حضور: مضطرب ہوکے گیا ہے کوئی اغیار کے گھر
ایک نقش کف پا سے یہ پتا چلتا ہے

اصلاح: مضطرب ہو کے گیا ہے کوئی گھر دشمن کے
ایک نقش کف پا سے یہ پتا چلتا ہے

اول مصرع میں "اغیار کے گھر" کاٹ کر "گھر دشمن کے" بنا یا اور یہ نوٹ لکھدیا " اغیار کا گھر ٹھیک نہ تھا اس لئے درستی کی گئی —

حضور: دل کی اُس وقت کی پھڑکن کا نہ پوچھو احوال
کوئی بچھڑا ہوا ارمان جو آملتا ہے

اصلاح: دل کے اُس وقت پھڑکنے کا نہ پوچھو عالم
کوئی بچھڑا ہوا ارمان جو آملتا ہے

پہلے مصرع میں " پھڑکن " کے بجاے پھڑکنے بنایا - کیونکہ پھڑکن کوئی چیز نہیں ہے اور بجاے " احوال " کے "عالم" کا لفظ لکھدیا - کیونکہ "احوال" کو فصحاے متاخرین نے متروک کردیا ہے —

حضور: سیہ قسمت تھا میں ایسا کہ ہاے سوگ میں میرے
حسینوں نے بھی تو اپنے کئے ہیں پیرھن کالے

اصلاح: سیہ قسمت تھا میں ایسا کہ میرے سوگ اور غم میں
حسینوں نے بھی تو اپنے کئے ہیں پیرھن کالے

اول مصرع کو ترمیم کرکے یہ نوٹ لکھا کہ " ہاے اتنا کھینچ کر غیر فصیح سا تھا " مؤلف کہتا ہے کہ حقیقت میں غیر فصیح بلکہ نا جایز ہے —

حضور: بچو اس آہ عالم سوز سے جلدی بچو ورنہ
یہی وہ کہ جس نے کر دئے ہیں بن کے بن کالے

اصلاح: نہ پوچھو مجھہ سے مری آہ عالم سوز کا عالم
یہی وہ کہ جس نے کردئے ہیں بن کے بن کالے

پہلا مصرع کچھہ اُلجھا ہوا سا تھا اور اس " عالم سوز " سے یہ بھی نہ پتا چلتا تھا کہ اس سے اشارہ کس طرف ہے - مگر اصلاح میں " مری آہ عالم سوز " نے اس نقص کو رفع کرکے لطف زبان پیدا کردیا —

حضور: اب تو میں ہوں مبتلا جب تو کسی کو چاہے گا
تیری حالت بھی یونہی نوع دگر ہو جائے گی

اصلاح: تیرا دل بھی مبتلا ہوگا اگر مری طرح
تیری حالت بھی یونہی نوع دگر ہوجائے گی

پہلے مصرع میں "چاہیگا" پوری طرح ادا نہیں ہوتا تھا اس لئے مصرع ترمیم کرکے اس سقم کو اُستاد نے نکال دیا—

حضور: بولے عابد کیا بتائیں کون ہیں ہم اے یزید
دل دکھے۔ لوٹے ہوے۔ بچھڑے ہوے۔ چھوٹے ہوے

اصلاح: بولے عابد کیا بتائیں کون ہیں ہم اے یزید
دل شکستہ۔ غمزدہ۔ بچھڑے ہوے۔ چھوٹے ہوے

دوسرے مصرع میں " دل دکھے لوٹے ہوے " کی جگہ دل شکستہ غمزدہ بنایا اور یہ نوٹ درج کیا ہے (" دکھے ") ایسے الفاظ بلا تشدید کہنا غیر فصیح ہے۔ دوسرے آپ نے لکھا ہے " لوٹے ہوے " بجاے اس کے لٹے ہوے چاہئے تھا' اس لئے ترمیم کی ضرورت ہوئی۔ ایسے الفاظ عندالضرورت بلا تشدید سنتا تو نہیں مگر جب ہی کہ شعر ہاتھ سے جاتا ہو —

نوٹ مؤلف :- ممکن ہے دہلی میں مشدد بولنا ہی فصیح ہو۔ مگر لکھنؤ میں بلا تشدید ہی فصیح ہے اور تمام شعرا کہتے ہیں۔ مثال میں ایک شعر بھی حضرت جلیل جانشین 'امیر' مینائی کا ہم لکھے دیتے ہیں —

درد مندان محبت کو دوا سے کیا غرض
اے مسیحا درد کا دل ہم نہ کھا سکتے نہیں

حضور : دل میں اُلفت کسی کی نہ کسی کا ہے فراق
ہم بڑے چین سے اب زیر زمیں سوتے ہیں

اصلاح : دل میں اُلفت کسی کی نہ ہمیں رنج فراق
چین سے بعد فنا اب زیر زمیں سوتے ہیں

دونوں مصرعوں کی ترمیم سے شعر میں صفائی پیدا ہوگئی —

حضور: دیکھ برباد نہ کر خانۂ دل کو ظالم
تیر آتے ہیں جو تیرے وہ یہیں رہتے ہیں

اصلاح: دیکھ برباد نہ کر خانۂ دل کو ظالم
جتنے ارمان ہیں تیرے وہ یہیں رہتے ہیں

دوسرے مصرع کی ترمیم سے شعر میں اور ترقی ہوگئی —

حضور: وہ کون ہے جسے مرے مرنے کا غم نہیں
لیکن قسم خدا کی تمہیں کچھہ الم نہیں

یہ نوٹ لکھکر شعر کو قلم زد کردیا " اس میں ایطا کا شبہ ہے غم و الم ایک ہی معنی رکھتا ہے " —

مؤلف - شبہ نہیں درحقیقت ایطا ہے —

حضور: دست دعا اُٹھے ہوے دیکھا تو یہ کہا
تو نامراد ہے تری قسمت میں ہم نہیں

اصلاح : اُٹھے جو مرے دست دعا ہنس کے یوں کہا
تو نامراد ہے تری قسمت میں ہم نہیں

اصلاح سے پہلے مصرے میں لطف زباں پیدا ہوگیا —

حضور: اللہ ! ناتوانی سے کیا حال ہوگیا
ہم اُٹھہ کے بیٹھہ جائیں اب اتنا بھی دم نہیں

لایق شاگرد نے پہلے مصرع پر یہ نوٹ لکھدیا ہے کہ مصرعۂ اولیٰ میں لفظ " ناتوانی " کی (ی) دبتی ہے جس طرح راے عالی ہو - قابل اُستاد نے لکھا ہے کہ راے کو کیا دخل ہے فارسی کی (ی) گرانا دبانا ہرگز جایز نہیں ہے —

نوٹ مولف: شعرا کا اُصول ہے کہ فارسی کی (ی) اگر کسی ترکیب کے ساتھہ وابستہ ہو تو اُس کو گرانا جایز نہیں رکھتے- جیسے- جشن شاہی- غم و شادی وغیرہ - لیکن مفرد لفظ کی (ی) گرنا جایز رکھا ہے - سب سے پہلے ہم حضرت 'داغ' اُستاد جناب ' رسا ' کا شعر پیش کرتے ہیں اس کے بعد اور اساتذہ کے اشعار بھی لکھے دیتے ہیں —

داغ : وہ بت کرے خدائی کی باتیں خدا کی شان
جو حرف پڑھ سکے نہ کلام مجید کا

ناسخ : صبح فراق میں ہوئی قدر شب وصال
آیا ہے یاد پیری میں عالم شباب کا

ذوق : عجب نہیں ہے کہ آرایش زمانے سے
حنائی بیچتے ہوں تاک و چنار و بید انجیر

رند: اُجاڑا موسم گُل ہی میں آشیاں میرا
الٰہی ٹوٹ پڑے تجھہ پہ آسماں صیاد

جلال: وہ تم کو وصل میں کیا رونمائی میں دیتا
کہ جس کے دل سے اک ارماں تک نکل نہ سکا

اس نازک فرق کو ارباب نظر ہی خوب سمجھہ سکتے ہیں —

حضور : اب ظلم سے بھی ہاتھہ اُنھوں نے اُٹھا لیا
الٰہ اُن کے جور کے قابل بھی ہم نہیں

اصلاح : اب تو اُنھوں نے ظلم سے بھی ہاتھہ اُٹھا لیا
الٰہ اُن کے جور کے قابل بھی ہم نہیں

اُستاد نے اصلاح تو دی مگر غالب کے مشہور مصرع سے توارد ہوگیا ۔ یہ شعر زبانوں پر ہے —

غالب: اب ستم سے بھی ہیں محروم ہم الٰہ الٰہ
اس قدر دشمن ارباب وفا ہو جانا

حضور: الزام سخت جانی کا مجھہ پر نہ لگا
ظالم اُسے تو دیکھہ کہ خنجر میں دم نہیں

اصلاح: کیوں سخت جان کہتا ہے مجھہ نیم جان کو
ظالم اُسے تو دیکھہ کہ خنجر میں دم نہیں

یہ نوٹ لکھکر اُستاد نے پہلا مصرع بدلا ۔ " جانی " کہ (ی) دبتی تھی، مگر بےہنرمؤلف صفدر کو اس مصرع پر دو اعتراض ہیں کہ اول تو نیم جان اور سخت جان

میں اعلان نون درست نہیں کیونکہ یہ فارسی ترکیب سے اسم فاعل سماعی مرکب ہیں - دوسرے (ی) کا گرانا اس محل پر ناجایز نہیں جس کی مثالیں پیشتر ہم لکھہ چکے ہیں —

حضور: آج میخانے میں ہیں واعظ سالوس اُترے
دختر رز پہ طبعیت تو نہیں آئی ہے

اصلاح: روز میخانے میں واعظ کے قدم آے ہیں
دختر رز پہ طبعیت تو نہیں آئی ہے

پہلا مصرع کتنا نفیس بنایا گیا کہ شعر سحر سامری کا چلتا ہوا جادو بن گیا- اصل مصرعہ میں لفظ " سالوس " جس کے معنی مکار و فریبی کے ہیں غیر مانوس ہے- دوسرے " اترے " بے محل تھا —

حضور: اپنے کشتے ہی کو جب کر نہیں سکتا زندہ
کس مرض کی یہ دوا تیری مسیحائی ہے

اصلاح: تجھہ سے جب ترا ہی کشتہ نہیں ہوتا زندہ
کس مرض کی یہ دوا تیری مسیحائی ہے

لفظوں کے اُلٹ پھیر سے مصرع میں صفائی پیدا ہوگئی—

حضور: نگہ ناز میں شوخی ہے قیامت کی بھری
جو ادا پائی ہے کافر نے غضب پائی ہے

اصلاح: نگہ ناز کی شوخی نے مٹایا دل کو
جو ادا پائی ہے کافر نے غضب پائی ہے

اصلاح سے پہلا مصرع اور شوخ ہوگیا اور تعقید کا عیب بھی رفع ہوگیا —

حضور: جدھر دیکھو اُدھر اک حشر برپا ہے دھائی سے
لڑائی سی لڑائی تم نے باندھی ہے خدائی سے

اصلاح: جدھر دیکھو اُدھراک حشربرپا ھے زمانےمیں
لڑائی سی لڑائی تم نے باندھی ھے خدائی سے

اول مصرع میں " دھائی سے " یہ ٹکڑا حشو تھا اس کے بجاے " زمانے میں " بنادیا اور ایک مصرع بھی مطلع کے مصرع پر لکھدیا، وہ یہ ھے:—

گلا ھر اک کے لب پر ھے تمہاري کج ادائی کا

حضور: میں کیونکر کرنے بیٹھوں تم سے دشمن کے گلے شکوے
مجھے کیا کام دنیا کی بھلائی اور برائی سے

اصلاح: بھلا میں اور گلہ تم سے عدو کی بے وفائی کا
مجھے کیا کام دنیا کی بھلائی اور برائی سے

" میں کیونکر کرنے بیٹھوں " اس پر لکھا ھے کہ یہ مذموم فقرے ھیں- غزل پر ایک نوٹ بھی ھے وہ بھی لکھا جاتا ھے —

حافظ صاحب - تسلیم - آپ کی دونوں غزلیں بھیجتا ھوں (میں کیونکر کرنے بیٹھوں) اس میں ایسا ذم کا پہلو ھے کہ اس کو وہ لوگ جو فصاحت کو مدنظر رکھکر دنیا کو اپنے اوپر ھنسواتے ھیں لکھا کرتے ھیں- آپ کا یا آپ کے خاندان والوں کا یہ کام نہیں ھے - خصوصاً آپ ایسے فصیح و لایق شاعر کا - اُمید ھے کہ میں آیندہ آپ کے اشعار میں ایسی باتیں نہ دیکھوں گا - " ساقیا " کی بابت صرف یہ جواب ھے کہ میں ھرایک شاگرد کی لیاقت و حیثیت کے موافق اصلاح و مشورہ دیتا ھوں- ابھی یہ باتیں اُن سے کہنے کی نہیں ھیں- رفتہ رفتہ میں اُن کو منع کر دوں گا- علاوہ ازیں دلا- زاھدا—

محمدسعید- 'سعید' تري تیغ نظر آکر جو سینے میں نہاں ھوتی
نہ کرتی دل کو وہ بسمل تو کیوں لب پرفغاں ھوتی

صلاح: جو وہ تیغ نظر آکر نہ سینے میں نہاں ھوتی
تو کیوں بسمل یہ دل ھوتا تو کیوں لب پر فغاں ھوتی

شاگرد کے خیالات کو اُستاد نے اپنے لفظوں میں ادا کر کے مطلع کو درست کر دیا —

سعید: شہید ناز کا مقتل میں مجکو مرتبہ ملتا
مری گردن پہ جو شمشیر تری مہرباں ہوتی

اصلاح: شہید ناز کا مقتل میں مجکو مرتبہ ملتا
جو گردن پر مری شمشیر تری مہرباں ہوتی

دوسرے مصرع میں تعقید کا عیب تھا۔ اُسے لفظوں کے اُلٹ پھیر سے اُستاد نے دور کردیا —

سعید: شکایت تھی کسی کی اور نہ پھر شکوہ مقدر کا
مجھے صحبت کبھی اُس کی جو اے پیر مغاں ہوتی

اصلاح: شکایت تھی کسی کی اور نہ پھر شکوہ مقدر کا
کہیں تیری نظر سیدھی جو اے پیر مغاں ہوتی

دوسرے مصرع میں " صحبت" میں ذم کا پہلو پیدا ہوتا تھا اس لئے " کہیں تری نظر سیدھی " بنایا —

سعید: جان تک ہم نے تو تج دی عشق میں
اور کیا حالت ہو دیکھا چاہئے

اصلاح: جان تک ہم نے گنوادی عشق میں
اور کیا حالت ہو دیکھا چاہئے

پہلے مصرع میں " تج دی " سے " گنوادی " زیادہ فصیح ہے —

سعید: شیخ پھر میکدے میں گُھس آیا
اُس پہ کہنے کا کچھہ اثر ہی نہیں

اصلاح: شیخ پھر میکدے میں آ پہنچا
اُس پہ کہنے کا کچھہ اثر ہی نہیں

پہلے مصرع میں " گھس آیا " یہ ٹکڑا مذموم تھا - اس لئے آپھنچا بنا کر شعر سے اس عیب کو نکالا* —

——— (سید بندہ کاظم ' جاوید' لکھنوی مرحوم) ———

سید مجاور حسین عرف مجن صاحب 'تمنا' جانشین 'جاوید' مرحوم :—

تمنا : کوئی ظاہر نہ کسی پر ہوا مرنے کا سبب
تیرا بیمار کچھہ اس طرح سے خاموش رہا

اصلاح: کبھی ظاہر نہ کسی پر ہوا مرنے کا سبب
تیرا بیمار کچھہ اس طرح سے خاموش رہا

پہلے مصرع میں بجاے "کوئی" کے " کبھی " بنادیا - جس سے بیماری کا طولانی ہونا بھی ثابت ہوگیا - اور وضاحت بھی ہوگئی —

تمنا : پوچھہ لیں دن سے مرا احوال مجھہ سے چارہ گر
شب ہوئی اور پھر وہی درد جگر ہونے لگا

اصلاح: پوچھنا ہو جس کو مرا حال دن سے پوچھہ لے
شب ہوئی اور پھر وہی درد جگر ہونے لگا

پہلے مصرع میں چارہ گر کی تخصیص اچھی نہ تھی- دوسرے لفظ " احوال " غیر فصیح تھا - جسے فصحاے متاخرین نے متروک کردیا ہے- اصلاح سے شعر میں صفائی ہی نہیں پیدا ہوئی بلکہ معنی میں بھی ترقی ہوگئی- اُستادانہ اصلاح ہے —

تمنا : غش جو آیا ہے تو پھر دامن ہلا دو ایک بار
اور کہا لینے دو دنیا کی ہوا بیمار کو

اصلاح: غش جو آیا ہے تو پھر دامن ہلادو ناز سے
کچھہ تو کہالینے دو دنیا کی ہوا بیمار کو

---

* یہ اصلاحیں حضرت 'مضطر' لکھنوی کے ذریعہ سے مجھے اب ملیں تھیں کہ جب پہلا حصہ زیور طبع سے آراستہ ہوکر بازار ادب میں آگیا تھا - اب دوسرے حصے میں شکریہ کے ساتھہ درج کی جاتی ہیں —

مصرع اولیٰ میں " ایک بار " کچھہ نہ تھا اس لئے بجاے اُس کے " ناز سے" بنایا - اور مصرعۂ ثانی میں بجاے " اور " کے " کچھہ تو " کا ٹکڑا کتنا پیارا اور با محل رکھدیا - جس سے زبان کا لطف اور بڑہ گیا —

تمنا : کس‌قدر جلدی مریض ہجر کا نکلا ہے دم
ہچکیاں دوچار آکر رہ گئیں بیمار کو

اصلاح : واہ کیا جلدی مریض ہجر کا نکلا ہے دم
ہچکیاں دوچار آکر رہ گئیں بیمار کو

پہلے مصرع میں " کس قدر " کو قلم‌زد کر کے "واہ کیا" بنا کر شعر میں صفائی پیدا کردی —

تمنا : ہجر میں فصل بہاری کا مزا ملتا ہے
دل کے زخموں کا یہ اک بار ہرا ہوجانا

اصلاح : ہجر میں فصل بہاری کا مزا ملتا ہے
دل کے زخموں کا ہوا کھا کے ہرا ہوجانا

مصرعۂ ثانی میں بجاے " یہ اک بار " کے " ہوا کھا کے " بنایا - فصل بہاری کی رعایت سے " ہوا کھاکے " خوب بنایا —

تمنا: دیکھنا ہے جو اِسے وسعت میدان جنوں
کشش دل سے بڑھی جاتی ہے ہمت مری

اصلاح : دیکھنا ہے جو اِسے سرحد میدان جنوں
وسعت دل سے بڑھی جاتی ہے ہمت مری

دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ بدلے گئے پہلے مصرع میں‌بجاے "وسعت" کے " سرحد " اور دوسرے مصرع میں بجاے "کشش" کے "وسعت" بناکر شعر میں صفائی پیدا کردی —

تمنا : پھر آرزو ہو موت کی اتنا نہ دے فشار
ہم اے زمیں ستائے ہوے آسماں کے ہیں .

اصلاح : پھر آرزو ہو زیست کی اتنا نہ دے فشار
ہم اے زمیں ستائے ہوے آسماں کے ہیں

پہلے مصرع میں "موت" کا لفظ بے معنی تھا کیونکہ جو مرچکا ہے وہ کیا موت کی آرزو کریگا اس لئے "زیست" کا لفظ بنایا گیا —

تمنا : کیوں روؤ کیوں دکھاؤ مرے دل کو بار بار
رہنے بھی دو وہیں پہ جو ناوک جہاں کے ہیں

اصلاح : کیوں کھنچو کیوں دکھاؤ مرے دل کو بار بارہا
رہنے بھی دو وہیں پہ جو ناوک جہاں کے ہیں

پہلے مصرع میں " روؤ " کے بجاے " کھنچو " بنا دیا کیونکہ دل دکھانے کے لئے یہاں کھنچنے ہی کی ضرورت تھی —

تمنا : تھم تھم کے آرہے ہیں جو جھونکے نسیم کے
ٹوٹے ہوے نفس یہ کسی سخت جاں کے ہیں

اصلاح : تھم تھم کے آج آئے ہیں جھونکے نسیم کے
اُکھڑے ہوے نفس یہ کسی ناتواں کے ہیں

پہلے مصرع میں " جو جھونکے " غیر فصیح تھا - کیونکہ دوجیم یکجا ہوگئے تھے اس لئے " آج آتے ہیں جھونکے " بنایا - دوسرے مصرع میں "ٹوٹے ہوے" سے 'نفس' کے لئے 'اُکھڑے ہوے' خوب ہے - " سخت جاں " کا ٹکڑا بھی بے محل تھا اس لئے " ناتواں " بنایا —

تمنا : اے جوش گریہ حشر تلک اب نہ ہو کمی
میں رو کے چپ ہوا تو وہ پھر مسکرا دیا

اصلاح : اے جوش گریہ حشرتلک اب نہ ہو کمی
میں رو کے چپ ہوا تھا کہ وہ مسکرادیا

مصرعۂ ثانی میں تو ترمیم کرکے شعر میں روانی و سلاست پیدا کردی مگر مصرعۂ اولیٰ میں " تلک " بدستور رہنے دیا - جسے فصحاے متاخرین نے باتفاق راے متروک کردیا - مگر بعض اساتذہ اب تک " تلک " کو جائز رکھتے ہیں —

مرزاکاظم حسین محشر لکھنوی : اثر کیا ہے یہ آخر کو سوز باطن نے
کہ ایک آبلہ ہے دل میں لاکھہ چھالوں کا

اصلاح : غضب کی آگ لگائی ہے سوز باطن نے
کہ ایک آبلہ ہے دل میں لاکھہ چھالوں کا

پہلے مصرع میں " اثر کیا ہے یہ آخر کو " یہ ٹکڑا زبان اور محاورے سے کسی قدر گرا ہوا تھا اس لئے اُستاد نے " غضب کی آگ لگائی ہے " بناکر شعر میں لطف زبان پیدا کر دیا —

محشر : اِدھر سے ہم تری محفل میں جانے والے تھے
کہ اُس طرف سے ترا حکم سد باب آیا

اصلاح : کیا تھا عزم کہ درکھولیں لوگ زنداں کا
کہ اُس طرف سے ترا حکم سد باب آیا

پہلے مصرع کی ترمیم سے دوسرے مصرع کا صحیح مفہوم ادا ہو گیا " سدباب " اس ٹکڑے کا ثبوت اب ہوا —

محشر : بہت سے غیر بھی آے تھے بے بلاے ہوئے
مجھی پہ بزم میں ہر پھر کے کیوں عتاب آیا

اصلاح : بہت سے غیر بھی آے تھے بے بلاے ہوئے
مجھی پہ بزم میں کیوں آپ کو عتاب آیا

دوسرے مصرے کی ترمیم سے شعر میں صفائی اور لطف زبان پیدا ہوگیا —

محشر : بتاؤں کس لئے غیروں کو راز کی باتیں
ہر ایک پوچھتا ہے مجھ سے کیا جواب آیا

اصلاح : لکھا جو ہے خط شوق اُن کو تو یہ عالم ہے
ہر ایک پوچھتا ہے مجھ سے کیا جواب آیا

پہلا مصرع بدل دیا گیا - کیونکہ المعنی فی بطن الشاعر کا مصداق تھا - اور جب تک پہلے مصرع میں خط کا ذکر نہ کیا جاتا تب تک دوسرے مصرع کا صحیح مفہوم ادا نہ ہوتا —

محشر : میانِ لحد تیرے دم پہ کیا گزری
ہزار بار پکارا نہ کچھہ جواب آیا

اصلاح : وہ آکے قبر پہ کہتے ہیں نیند ہے کیسی
ہزار بار پکارا نہ کچھہ جواب آیا

پہلے مصرع سے دوسرے مصرع کو ربط نہ تھا اس لئے پہلا مصرع بدلا گیا اس اصلاح سے شعر میں جان آگئی —

محشر : اُسی کی یاد میں فرقت کی شب کٹی آخر
اُسی کو خواب میں دیکھا کبھی جو خواب آیا

اصلاح : اُسی کی یاد میں فرقت کی شب کٹی ساری
اُسی کو خواب میں دیکھا جو دن کو خواب آیا

پہلے مصرع میں بجائے " آخر " کے " ساری " بنایا - دوسرے مصرع میں " کبھی جو " اس ٹکڑے کو نکال کر " جو دن کو " بنایا - چونکہ پہلے مصرع میں شب کا ذکر ہے اس لئے دوسرے مصرع میں دن کی ضرورت تھی —

محشر : تمام رات وہ کل ساتھہ غیر کے جاگے
تو میرے گھر میں سر شام ہی سے خواب آیا

اصلاح: تمام رات وہ کل ساتھہ غیر کے جاگے
جو آے گھر میں مرے سرشام ھی سے خواب آیا

پہلے مصرع کی مناسبت سے دوسرے مصرع کی ترمیم کی گئی - بالفرض پہلا مصرع یوں ھوتا " وہ ساری رات جو کل ساتھہ غیر کے جاگے" تو مصرعۂ ثانی میں ترمیم کی ضرورت نہ پڑتی —

محشر: غضب کی نیند یہ سوے ھیں رھروان عدم
کہ جاگتے ھی نہیں سر پہ آفتاب آیا

اصلاح: غضب کی نیند یہ سوے ھیں خفتگان عدم
کہ جاگتے نہیں گو سر پہ آفتاب آیا

پہلے مصرع میں "رھروان عدم" سے " خفتگان عدم " یہ تکرار زیادہ مناسب ھے- دوسرے مصرع میں بھی ترمیم کی گئی مگر ابھی دوسرا مصرع اور وضاحت چاھتا ھے —

محشر: غریب و بے کس و نا آشنا سمجھہ کے مجھے
ھماری لاش پہ رونے کو بس سحاب آیا

اصلاح: غریب و بے کس و نا آشنا سمجھہ کے ھمیں
ھماری لاش پہ رونے فقط سحاب آیا

پہلے مصرع میں " مجھے " اور دوسرے مصرع میں "ھماری" یہ شتر گربہ تھا اس لئے بجاے " مجھے " کے " ھمیں " بنا یا - اور مصرعۂ ثانی میں " بس " کا لفظ زاید تھا - اُسے قلم زد کر کے " فقط " بناکر شعر کو فصیح کر دیا —

محشر: لحد سے اُٹھہ کے چلو آج حضرت محشر
میان حشر سنا ھے وہ بے نقاب آیا

اصلاح: لحد سے اپنی چلوں اُٹھہ کے کیوں نہ اے محشر
سنا ھے آج وہ محشر میں بے نقاب آیا

اصلاح کے بعد گو دونوں مصرعوں میں محشر کی تکرار ہے مگر پھر بھی پہلے سے شعر بہت صاف ہوگیا —

محشر: وفور ہجر سے بڑھتا ہی جائیگا خیال اُن کا
رہیں وہ دور جتنے اُتنے ہی نزدیک ہیں دل سے

اصلاح: مجھے اے شام غم بڑھتا ہی جائیگا خیال اُن کا
رہیں وہ دور جتنے اُتنے ہی نزدیک ہیں دل سے

پہلے مصرع میں " وفور ہجر سے" اس ٹکڑے کو قلم زد کر کے " مجھے اے شام غم" کیا خوب بنا یا —

محشر: جسے دیکھا جدھر دیوانہ اُس کو کردیا فورا
پریشاں ہیں حسینان جہاں محشر ترے دل سے

اصلاح: تصدق یہ نگاہوں پر فدا آنکھوں پہ رہتا ہے
پریشاں ہیں حسینان جہاں محشر ترے دل سے

پہلا مصرع کچھہ اُلجھا ہوا تھا- سمجھہ میں نہیں آتا تھا کہ کسنے دیکھا اور کدھر دیکھا اور دیوانہ کس کو کردیا - اسی وجہ سے پورا مصرع بدلا گیا - اب مقطع بہت صاف ہوگیا —

محشر: جستجو میں دل غمگیں کے گیا تھا لیکن
میرے سینے سے ترا تیر پریشاں نکلا

اصلاح: جستجوے دل گم گشتہ میں آیا تھا مگر
میرے سینے اسے ترا تیر پریشاں نکلا

مصرعۂ اولی میں " دل غمگیں " بےمحل تھا - اس لئے "دل گم گشتہ" بنایا - دوسرا مصرع اسی کا محتاج تھا —

محشر: فصل گل آگئی کیا باغ جہاں میں آمیں
اپنے گھر سے جو ہراک چاک گریباں نکلا

اصلاح: رونق افروز چمن کیا ہوئی پھر فصل بہار
اپنے گھر سے جو ہر اک چاک گریباں نکلا

مصرعۂ اولیٰ میں لفظ "آمیں" برائے بیت تھا - اس لئے پورا مصرع بدلا گیا جس سے شعر میں روانی و سلاست پیدا ہوگئی - اور معنی بھی صاف ہو گئے —

محشر: ایک ادنیٰ یہ تباہی دل پر درد کی تھی
جملہ بھی منہ سے جو نکلا تو پریشاں نکلا

اصلاح: عاشق زلف تھا کیا کوئی شریک محفل
ذکر بھی بزم میں نکلا تو پریشاں نکلا

اصلاح سے شعر کا رخ ہی بدل گیا اور اب شان ہی اور ہوگئی - گویا اُستاد نے دوسرا شعر کہدیا —

محشر: دشت وحشت میں بس اب وقت مدد ہے اے دل
جوشش شوق میں بے سر و ساماں نکلا

اصلاح: کوئی کانٹوں سے یہ کہدے کہ مبارک ہو تمہیں
گھر سے میں شوق میں پھر بے سر و ساماں نکلا

پہلا مصرع زرا سست تھا اُسے اُستاد نے چست کیا - دوسرے مصرع میں بھی ترمیم کی گئی - مگر وہ ' رند ' مرحوم کے مصرع سے ٹکرا گیا - ' رند ' مرحوم کا مصرع یہ ہے : —

گھر سے وحشت میں جو میں بے سر و ساماں نکلا

اکثر ایسے توارد ہوجاتے ہیں —

محشر: جھیلنا تری شب حجر کا آساں نہ تھا
چادر شب سے رخ ماہ پریشاں نکلا

اصلاح : آج پھربزم میں اُس رخ سے ہٹیں ہیں زلفیں ·
ابر تاریک سے بھر ماہ درخشاں نکلا

پہلے مصرع میں "تری شب ہجر" کا ٹکڑا تاریک تھا جسے اُستاد نے "رخ سے زلفیں ہٹاکر" روشن کردیا - دوسرے مصرع میں "چادر شب سے رخ ماہ" کے پریشاں نکلنے کا کوئی ثبوت نہ تھا اس لئے دونوں مصرعوں میں ترمیم کی گئی —

محشر : پھاڑ کر پھینک دیا تھا جو جنوں میں ہمنے
دشت وحشت میں جو دیکھا تو وہ داماں نکلا

اصلاح : سچ ہے وحشت کا سبب ترک وطن ہوتا ہے
باغ سے پھول ہر اک چاک گریباں نکلا

پہلے مصرع میں کہا جاتا ہے "پھاڑ کر پھینک دیا تھا" اور دوسرے مصرع میں اُسی کو کہتے ہیں ۔ "داماں نکلا" جو شے پھینک دی گئی پھر اسکا اُسی پھینکنے والے کے پاس نکلنا ناممکن ہے - دوسرا نقص پہلے مصرع میں "جوجنوں" کا ٹکڑا تھا جس میں "دو جیم" جمع ہوگئے تھے - لہذا اُستاد نے شعر ہی دوسرا کہدیا - جو نہایت اچھا ہے - یہ بھی اساتذہ کا قاعدہ ہے کہ جب شعر لفظوں کی ترمیم سے درست نہیں ہوتا تو دوسرا شعر کہدیتے ہیں اور اُس کمی کو پورا کردیتے ہیں - مگر یہ طریقہ اساتذہ کا شاگردوں کے لئے کارآمد و مفید نہیں ہوسکتا —

محشر : سرخرو سینۂ بسمل سے جو پیکاں نکلا
دل پکار اُٹھا مبارک ہو وہ ارماں نکلا

اصلاح : رودئے زخم جو سینے سے وہ پیکاں نکلا
ہاتھہ خالی میرے گھر سے مرا مہمان نکلا

اصل مطلع بہت ہلکا تھا اس لئے دوسرا مطلع کہدیا گیا جو اس سے بہت غنیمت ہے —

محشر : ہوں عندلیب گلشن خیرالانام کا
اور نوحہ خواں حسین علیہ‌السلام کا

اصلاح : ہوں عندلیب گلشن خیرالانام کا
ہر شعر لاجواب ہے مرے سلام کا

مصرعۂ اولیٰ کو مصرعۂ ثانی سے ایسا ربط نہ تھا جیسا کہ اصلاح کے بعد پیدا ہو گیا —

محشر : گلشن میں بے سبب نہیں افسردگیٔ گل
ثابت ہے غم حسین علیہ السلام کا

اصلاح : سینے میں بے سبب نہیں افسردگیٔ داغ
ثابت ہے غم حسین علیہ‌السلام کا

پہلے مصرع میں بجائے " گلشن " کے " سینے " بنایا اور آخر میں بجائے " گل " کے " داغ " لکھدیا - جس سے شعر میں اور ترقی ہوگئی - اصلاح اسی کا نام ہے کہ ایک لفظ کی ترمیم سے شعر کا حسن دوبالا ہو جائے —

محشر : اے چرخ مصطفیٰ کے نواسے پہ یہ ستم
کیا مرتبہ نہ جانتا تھا تو امام کا

اصلاح : اے چرخ مصطفیٰ کے نواسے پہ ظلم و جور
رتبہ نہ جانتا تھا شقی کیا امام کا

پہلے مصرع میں بجائے " یہ ستم " کے " ظلم و جور " بنایا - اور مصرعۂ ثانی کی ترمیم سے شمر کی طرف ضمیر پھیر دی جو قاتل حضرت حسین علیہ‌السلام تھا اور مخاطب وہی چرخ رہا جو پہلے تھا - اصلاح سے شعر میں معنوی خوبیاں بڑھگئیں —

محشر : اُترے گلے سے نزع کے ہنگام کیا دوا
مشتاق ہو رہا ہوں میں کوثر کے جام کا

اصلاح : محشر نہ کس طرح سے پئے جاوں اشک غم
مشتاق ہو رہا ہوں میں کوثر کے جام کا

نزع کے وقت بالعموم حلق میں پانی ٹپکایا جاتا ہے - اُسی مناسبت سے پہلا مصرع ترمیم کیا گیا مگر " سے " زاید ہے —

لکھنوی : چارہ گر مانا کہ بیرحم بہت تھے لیکن
تمنے کس دل سے نکلتے ہوے پیکاں دیکھا

اصلاح : چارہ گر جو تھے وہ بیرحم بھی سفاک بھی تھے
تم نے کس دل سے نکلتے ہوے پیکاں دیکھا

مصرعۂ اولیٰ میں لفظ " سفاک " اُستاد نے ایسا بامحل لفظ رکھدیا کہ جس کی تعریف نہیں ہوسکتی - جس سے شعر میں لطافت اور پیدا ہوگئی —

بہار : نگاہ ناز کے تیروں نے حسرتوں سے کہا
جگر سے کہدو کہ دل کی زرا خبر لینا

اصلاح : نگاہ ناز کے تیروں سے حسرتوں نے کہا
جگر کے بعد زرا دل کی بھی خبر لینا

دونوں مصرعوں کی ایک ادنیٰ ترمیم سے شعر کا رخ ہی دوسرا ہوگیا اور روانی و سلاست کے علاوہ لطف زبان بڑہ گیا دوسرے مصرع میں " بھی " کا لفظ بھی قابل تعریف رکھا —

بہار : حنا کا رنگ چھپیگا یہ شوخیاں کیسی
زرا نہ خون میں تم اپنے ہاتھہ بھر لینا

اصلاح : حنا کا رنگ چھپیگا یہ شوخیاں کیسی
کہیں نہ خون میں تم اپنے ہاتھہ بھرلینا

مصرعۂ ثانی میں بجاے " زرا " کے " کہیں " بنا کر شعر میں فصاحت پیدا کردی —

بہار : بہار گو ہوں مگر ہے خزاں سے ربط مجھے
جو دل میں آئے تو کروٹ ادھر بھی کر لینا

اصلاح : بہار گو ہوں مگر ہے خزاں سے ربط مجھے
جودل میں آئے تو منہ اس طرف بھی کرلینا

مصرعۂ ثانی میں " کروٹ ادھر بھی کر لینا " زبان نہ تھی - بلکہ کروٹ پھرنا - کروٹ پھیرنا - کروٹ بدلنا اور کروٹ لینا محاورہ ہے - اسی وجہ سے " منہ اس طرف بھی کر لینا " بنایا گیا —

سید وقارآغا عرف بنے صاحب اختر لکھنوی :

رن میں جو تیر کہ شبیر پہ چل جائیں گے
کام کرتے ہوے اپنا وہ نکل جائیں گے

اصلاح : رن میں جو تیر کہ مظلوم پہ چل جائیں گے
توڑ کر سینۂ شبیر وہ نکل جائیں گے

پہلے مصرع میں بجاے " شبیر " کے " مظلوم " بنایا - دوسرے مصرع میں " کام کرتے ہوے " مبہم تھا - اس لئے " توڑ کر سینۂ شبیر " بنا کر واضح کردیا —

اختر خلف خورشید لکھنوی :

مشک بھر کر کے جری بولا کہ اے نہر فرات
پیاسے آئے یونہیں پیاسے نکل جائیں گے

اصلاح : مشک بھر کر کہا عباس نے اے نہر فرات
پیاسے آئے ہیں تو پیاسے ہی نکل جائیں گے

مصرعۂ اولیٰ میں " بولا " کا الف گرتا تھا ،گو ناجایز تو نہ تھا مگر غیر فصیح ضرور تھا ، اس لئے مصرع میں ترمیم کی گئی - دوسرے مصرع کی ترمیم سے شعر اور صاف ہو گیا —

اختر : بولے شہ زینب مضطر سے کہ رہنا ہشیار
بچے کوزے لئے ہاتھوں میں نکل جائیں گے

اصلاح : بولے شہ زینب مضطر سے کہ رہنا ہشیار
بچے کوزے لئے خیمے سے نکل جائیں گے

مصرعۂ ثانی میں بجائے " ہاتھوں میں " کے " خیمے سے " بنایا کیونکہ یہ پتا نہ چلتا تھا کہ کہاں سے نکل جائیں گے —

اختر : دیکھو مکیں سے ہوتی ہے رونق مکان کی
مجنوں کے بعد دشت میں ویرانہ ہو گیا

اصلاح : سچ ہے مکیں سے ہوتی ہے رونق مکان کی
مجنوں کے بعد دشت میں ویرانہ ہو گیا

مصرع اولیٰ میں " دیکھو " بھرتی کا لفظ تھا - اس لئے بجائے اُس کے " سچ ہے " بنا دیا - دشت کو مکان کہنا نئی بات ہے - میری نظر سے اب تک نہیں گزرا —

اختر : چرچا ہر ایک جا ہے جوانی کی موت کا
افسوس میرا ذکر بھی افسانہ ہو گیا

اصلاح : چرچا ہر ایک جا ہے جوانی کی موت کا
دنیا میں میرا ذکر بھی افسانہ ہو گیا

مصرعۂ ثانی میں بجائے " افسوس " کے " دنیا میں " بنا کر شعر میں اور سلاست پیدا کردی —

نوٹ :- افسوس کہ بعض وقت کا کہا سچ ہوکر رہتا ہے - اسی کو اگن کہتے ہیں - افسوس کہ جناب اختر جوانی ہی میں نذر اجل ہوے - مجھ پر بھی ایک ایسا ہی واقعہ گزر چکا ہے وہ یہ کہ ایک مشاعرہ میں جو غالباً اختر ہی مرحوم کے کسی شاگرد کے مکان پر تھا میں نے یہ شعر پڑھا —

ہمارے جینے سے کیا یاس ہوگئی اُن کو
اُٹھا کے نبض سے کیوں ہاتھہ رکھہ لیا دل پر

یہ شعر مشاعرے میں بہت مقبول ہوا اور مولانا 'رضا' و دیگر احباب موجودہ مشاعرے نے بار بار پڑھوایا اُس کے دوسرے ہی دن میں ریل کے پل سے اتفاقیہ گر پڑا اور بعینہ وہی حالت رہی جو شعر میں نظم کی گئی تھی - میں نے اس واقعہ کو اس لئے حوالۂ قلم کیا ہے کہ اور شعرا ایسے اشعار نظم کرنے سے احتراز کریں - اچھا اب اسی افسانے کے قافیہ میں ایک شعر اپنا بھی نذر ناظرین کرتا ہوں جس کی اکثر ارباب نظر نے بے انتہا مجھے داد دی —

کرتا ہوں ایک ایک سے اس انجمن کا ذکر
آنکھوں سے جس کو دیکھا تھا افسانہ ہوگیا

سید وجاہت حسین ممتازالافاضل و صدرالافاضل ' ناظم ' لکھنوی :—

ناظم: دئے ہیں اس قدر شبنم نے چھینٹے سرخ پھولوں کے
چھلک آیا لہو آخر کو رگ ہاے گُل تر سے

اصلاح: دئے ہیں اس قدر شبنم نے چھینٹے رنگ کھلنے کو
چھلک آیا لہو آخر کو رگ ہاے گُل تر سے

پہلے مصرع میں '' سرخ پھولوں کے '' کے بجاے ''رنگ کھلنے کو'' بنا یا- جس سے چھینٹے دیئے جانے کا سبب بھی ظاہر ہوگیا - اور سرخ پھولوں کی شرط بھی اچھی نہ تھی - کیونکہ جب پھول قدرتی طور پر سرخ ہیں تو اب کون سی سرخی لہو بن کے چھلکی —

ناظم: سحر ہونے کو ہے نغمہ سرا ہے باغ میں بلبل
زمین باغ بھی شاداب ہے پھولوں کے بستر سے

اصلاح: سحر ہونے کو ہے نغمہ سرا ہے باغ میں بلبل
حسینان چمن اب اُٹھتے ہیں پھولوں کے بستر سے

دونوں مصرعوں میں " باغ " کی تکرار اُستاد کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی اس لئے ایک دار با مصرع لگا دیا - اب پہلے مصرع سے دوسرے مصرع کو ربط پیدا ہوگیا —

ناظم : کسی کے عشق میں دل آبلہ شاید ہوا اُس کا
سنا ہے یہ کہ پانی بھی نکل آتا ہے پتھر سے

اصلاح : کسی کے عشق میں دل جل رہا ہے اس کا بھی شاید
کہ دیکھا شرر اکثر نکل آتے ہیں پتھر سے

پہلے مصرع میں دل کے آبلہ ہونے کا ثبوت نہ تھا- بلکہ " دل جل رہا ہے "اسی کی ضرورت تھی - دوسرا مصرع بھی پہلے مصرع کی مذا سبت سے خوب بنایا گیا ہے - لایق شاگرد نے کہا تھا 'سناہے' قابل اُستاد نے اصلاح دی 'دیکھا'- دیکھنے اور سننے میں جو فرق ہے ظاہر ہے - شنیدہ کے بود مانند دیدہ - بے نظیر اصلاح ہے—

ناظم : فلک پر ہوئیں روشن جلد قندیلیں کواکب کی
بچھادے چاندنی کا فرش کہدو ماہ انور سے

اصلاح : فلک پر جلوہ گر ہوں جلد قندیلیں کواکب کی
بچھادے چاندنی کا فرش کہدو ماہ انور سے

پہلے مصرع میں " ہوئیں " غیر فصیح تھا - اس لئے بجاے اُس کے " جلوہ گر ہوں " جس سے شعر اور روشن ہوگیا —

ناظم: بڑھا کعبے کا رتبہ اور بھی اِن کی عبادت سے
بتوں کے بھی جھکے سر کلمۂ اللہ اکبر سے

اصلاح: بڑھایا خوب رتبہ کعبے کا اِن کی عبادت نے
بتوں کے بھی جھکے سر نعرۂ اللہ اکبر سے

مصرعۂ اولیٰ میں " اور بھی" اچھا نہ تھا - اس لئے بجاے اُس کے " بڑھایا خوب رتبہ" بنایا- اور مصرعۂ ثانی میں "کلمۂ اللہ اکبر" کے بدلے "نعرۂ اللہ اکبر"

کی ترمیم سے جو ترقی شعر میں پیدا ہوگئی وہ ظاہر ہے —

سید علی نواب 'قدیم' لکھنوی :—

قدیم: ابھی سے کرتا ہوں تیر نظر کا میں عادی
خطر یہ ہے کہ وہ بت دل کا امتحاں نہ کرے

اصلاح: شب فراق میں کس سے کروں گا میں باتیں
نظر کے تیر سے وہ بت دل کا امتحاں نہ کرے

مصرعۂ اولیٰ میں اول تو "ابھی سے کرتا ہوں" اس ٹکڑے میں ذم کا پہلو تھا — دوسرے لفظ " عادی " اسم مفعول ہے یعنی خو یافتہ اور یہاں " عادی " فاعل کے معنوں پر نظم کیا گیا ہے جو غلط ہے اس لئے پہلا مصرع بدلا گیا چونکہ پہلے مصرع میں ' تیر نظر" کا ٹکڑا نظری ہوچکا تھا اس وجہ سے دوسرے مصرع میں "نظر کے تیر سے" بناکر شعر کو درست کردیا —

قدیم: نہ آہیں کھینچتی ہیں نا بیڑیاں سنبھلتی ہیں
خدا کسی کو اسیری میں ناتواں نہ کرے

اصلاح: جو دو قدم کبھی چلتے تھے وہ بھی ہے موقوف
خدا کسی کو اسیری میں ناتواں نہ کرے

مصرعۂ اولیٰ میں " نا " ساتھ اشباع کے غیر فصیح تھا اس لئے بالکل الگ کرکے نہایت پر اثر مصرع لگادیا —

قدیم : وہ کہہ رہے ہیں کہ ہجر کا مزا اسمیں
کسی سے کہدو ابھی ختم داستاں نہ کرے

اصلاح : تمہارا دل بھی بہلتا ہے اور مرا دل بھی
کسی سے کہدو ابھی ختم داستاں نہ کرے

پہلے مصرع میں "ہجر کا مزا اسمیں" یہ ٹکڑا اچھا نہ تھا اس لئے پورا مصرع بدل دیا گیا - اب شعر صاف ہوگیا —

قدیم : هر ایک پہ وار کرتے ہوے مہلقا بڑھے
کیا تاب تھی جو کوئی اُدھر بزدلا بڑھے

اصلاح : لیکر زباں سے نام علی و خدا بڑھے
کیا تاب تھی جو کوئی اُدھر بزدلا بڑھے

قدیم : میداں دکھا کے گھوڑوں کو یہ مہلقا بڑھے
کہتے تھے جبرئیل کہ مشکل کشا بڑھے

اصلاح : میداں دکھا کے گھوڑوں کو یہ مہلقا بڑھے
رن یہ پکارتا تھا کہ مشکل کشا بڑھے

قدیم : غل فوج میں زباں پہ تھا ہر ذلیل کی
اب خیریت نہیں ہے پر جبرئیل کی

اصلاح : فقرہ یہی زباں پہ تھا ہر ذلیل کی
اب خیریت نہیں ہے پر جبرئیل کی

پہلے اور تیسرے مصرع میں قافیہ ایک ہی تھا - یعنی "مہلقا" اس لئے پہلا مصرع ترمیم کیا گیا اور چوتھے مصرع میں بجاے "کہتے تھے جبرئیل" کے "رن یہ پکارتا تھا" بناکر مصرع کو اور چست کردیا - پانچویں مصرع میں " غل فوج میں زباں پہ تھا " اس کے عوض " فقرہ یہی زباں پہ تھا " بنایا کیونکہ غل کا زباں پر ہونا خلاف محاورہ تھا —

قدیم : چھپ چھپ کے بھاگے جاتے تھے میداں سے بد خصال
گھوڑوں کا تھا یہ حال کہ بھولے تھے اپنی چال

اصلاح : چھپ چھپ کے بھاگے جاتے تھے میداں سے بد خصال
گھوڑوں کا تھا یہ حال کہ بھولے تھے اپنی چال

قدیم : نام آوران فوج ہوے جب کہ پایمال
تھا شور یہ کہ آگیا دنیا پہ اب زوال

اصلاح : نام آوران فوج ہوے گر کے پایمال
تھا شور یہ کہ آگیا دنیا پہ اب زوال

قدیم : حیران سب تھے خوف دلوں پر پڑا ہوا
منہ دیکھتا تھا بھائی کا بھائی کھڑا ہوا

اصلاح : تھا ان کی حرب و ضرب کا سکہ پڑا ہوا
منہ دیکھتا تھا بھائی کا بھائی کھڑا ہوا

اس بند کے تیسرے مصرع میں بجاے " جب کہ " " گرکے بنایا " جس سے مصرع میں جان آگئی - پانچویں مصرع میں " حیران سب تھے خوف دلوں پر پڑا ہوا " اچھا نہ تھا - کیونکہ دلوں پر جمع کے ساتھہ پڑے ہوے ہونا چاہئے تھا - اس سقم کی وجہ سے پانچواں مصرع ترمیم کیا گیا ان دونوں اصلاحوں سے پورا بند لاجواب ہوگیا —

قدیم : یہ سن کے شہ کے پاس گئے وہ نکو سیر
کی عرض اذن دیجئے یا شاہ بحر و بر
فرط قلق سے شاہ کا تکڑے ہوا جگر
لپٹا لئے گلوں سے بس اُن صفدروں کے سر
غم تازہ دے کے سینے میں ناسور کردیا
ننھے سے ہاتھہ جوڑ کے مجبور کردیا

اصلاح : فرمایا دل کے زخم کو ناسور کردیا
ننھے سے ہاتھہ جوڑ کے مجبور کردیا

صرف پانچواں مصرع ترمیم کیا گیا جس سے یہ بند اور لطیف ہوگیا مگر چوتھے مصرع پر اُستاد کی نظر نہ پڑی " گلوں " سے نہ چاہئے - بلکہ بجاے جمع کے واحد کا استعمال اس محل پر ہوناچاہئے —

سید حسین بیتاب لکھنوی : کسی کے ھجر نے اتنا تو کردیا مجھے زار
گمان ھے تن لاغر کا تار بستر پر

اصلاح : کسی کے ھجر نے اتنا تو کردیا مجھے زار
کہ شک ھے اب تن لاغر کا تار بستر پر

مصرعۂ ثانی میں کات بیانیہ کی ضرورت نے مصرع کی ترمیم پر اُستاد کو مجبور کیا کیونکہ بغیر اس کے مصرعۂ اولیٰ کو مصرعۂ ثانی سے ربط نہیں پیدا ھوسکتاتھا —

بیتاب : تڑپ تڑپ کے گزاری ھے رات فرقت کی
گواھی دینگی جو شکنیں پڑی ھیں بستر پر

اصلاح : تڑپ تڑپ کے گزاری ھے رات فرقت کی
گواہ ھیں شکنیں جس قدر ھیں بستر پر

مصرعۂ ثانی میں لفظ " شکنیں " سکون کات کے ساتھہ غیر فصیح تھا - اس لئے مصرع ترمیم کیا گیا —

بیتاب : جنازہ کشتۂ گیسو کا آج یوں اُٹھا
گندھا ھے پھولوں کا سہرا سیاہ چادر پر

اصلاح : جنازہ کشتۂ گیسو کا آج یوں اُٹھا
پڑا ھے پھولوں کا سہرا سیاہ چادر پر

جنازے پر سہرے کے باندھے جانے کو گندھنا نہیں کہتے بلکہ تاگے میں پھولوں کا پرویا جانا گندھنا کہلاتا ھے - اس لئے بجاے "گندھا ھے" کے "پڑا ھے" بنایا گیا -

بیتاب : ترچھی نظریں وہ نہیں اب ھیں اُٹھاتے اپنی
زخم اتنے ھیں پڑے دل میں کہ تعداد نہیں

اصلاح : ترچھی ھی نظروں سے وہ دیکھہ رھے ھیں اب تک
ٹکڑے کس دل کے کئے ھیں یہ انھیں یاد نہیں

بیتاب کے مصرعۂ اولیٰ میں تعقید تھی اور مصرعۂ ثانی میں لفظ " تعداد " انتہا کے معنی میں بے محل صرف کیا گیا تھا - تیسرا ایک بہت باریک عیب جو مشکل سے نظر آتا ہے یہ بھی تھا کہ اُٹھنے کے قبل نظر کو ترچھی یا سیدھی کچھہ نہیں کہہ سکتے انھیں عیوب پر نظر کر کے حضرت جاوید مرحوم نے پورا شعر بدل دیا - جس کی کیا تعریف ہو سکتی ہے —

بیتاب : حلق مشتاق پر رکھو خنجر
دم نکلتا ہے اب لہو کی طرح

اصلاح : حلق مشتاق پر تو رکھہ خنجر
دم نکل جائیگا لہو کی طرح

پہلے مصرع میں لفظ " رکھو " غیر فصیح تھا - مصرعۂ ثانی میں " دم نکلتا ہے اب "یہ ٹکڑا اچھا نہ تھا اس لئے " دم نکل جائیگا " بنا یا - دونوں مصرعوں کی ایک ادنیٰ ترمیم سے شعر زمین سے آسمان پر پہنچ گیا —

سید کاظم حسین 'ھدت' لکھنوی :

ھدت ; کس سے چھوڑا نہیں جاتا ہے کسیکا دامن
کس سے رخصت کوئی ہنگام سحر ہو تا ہے

اصلاح : تارے چھپتے ہیں اُدھر شمعیں ادھر بجھتی ہیں
کس سے رخصت کوئی ہنگام سحر ہو تا ہے

مصرعۂ اولیٰ محض ترقی کے لئے ہنگام سحر کی رعایت مد نظر رکھہ کے بدلا گیا ورنہ ھدت کا مصرع بھی بے عیب تھا —

نواب باقر علی خاں عرف نبن صاحب' راز 'لکھنوی :

راز : دیکھو نہ یوں خدا کے لئے منہ کو پھیر لو
دل پر گرے نہ برق کہیں اس نگاہ کی

اصلاح : دیکھو نہ یوں خدا کے لئے منہ کو پھیر لو
دل پر نہ گر پڑے کہیں بجلی نگاہ کی

مصرعۂ ثانی میں لفظ " اس " زاید تھا - اس لئے مصرع ترمیم کیا گیا جس سے یہ عیب جاتا رہا —

راز : خوں خود تڑپ کے دامن قاتل میں بھر دیا
حاجت رہی نہ حشر میں مجکو گواہ کی

اصلاح : زخموں کا خون دامن قاتل میں بھر دیا
حاجت رہی نہ حشر میں مجکو گواہ کی

راز کے مصرعۂ اولیٰ میں تین عیب تھے اول تو دو " خ " قریب قریب تھے جو مخل فصاحت تھے - دوسرے لفظ خوں بغیر عطف و اضافت اخفاے نون کے ساتھہ ناجایز تھا - تیسرے اپنے زخمی ہونے کا بھی ذکر ضرور ہونا چاہئے تھا، چنانچہ انھیں سب عیوب پر نظر کر کے بجاے " خوں خود " کے زخموں کا خون بنا کر شعر کو فصیح کر دیا —

منشی امین الدین خاں مفتوں، اجمیری :

مفتوں : نزع میں مڑکر جو دیکھا آپ نے بالیں کے پاس
قد آدم میرے سر پر آفتاب آھی گیا

اصلاح : حشر کے دن بھی نہ خواب مرگ سے آنکھیں کھلیں
قد آدم میرے سر پر آفتاب آھی گیا

مفتوں نے چہرۂ معشوق کو آفتاب قرار دیا تھا، مگر شعر میں چہرہ کا ذکر نہ تھا اس وجہ سے اُستاد نے مصرعۂ اولیٰ بدل دیا اور اب مراد اصلی آفتاب سے ہوگئی اور آفتاب بھی کون؟ آفتاب محشر - جو زمین سے قد آدم بلند ہوگا - اس اصلاح سے ایک نازک بات یہ بھی پیدا ہوگئی کہ خواب مرگ کی انتہا بھی ثابت کردی گئی -

مغتوں : سرگرانی یہ ہوی گر گر پڑے سرجھا کے پھول
تکتے تکتے دیدۂ نرگس میں خواب آھی گیا

اصلاح : کس قدر دلچسپ تھا حسن عروسان چمن
تکتے تکتے دیدۂ نرگس میں خواب آھی گیا

پہلے مصرع میں پھولوں کی سر گرانی کا ثبوت نہ تھا دوسرے مصرعۂ ثانی سے ربط بھی نہ تھا - اس لئے ایک دلچسپ مصرع استاد نے لگا دیا جس سے شعر کا پایہ دیوار گلشن سے بھی اونچا نظر آنے لگا —

مولوی میرن صاحب 'وفا' لکھنوی : —

وفا: شعر گوئی میں وفا اس کا خیال اکثر رھے
چاھئے تقلید تم کو حضرت اُستاد کی

اصلاح: اے وفا جو شعر ھو صورت نما تصویر ھو
چاھئے تقلید تم کو حضرت اُستاد کی

مصرعہ اولیٰ میں " اس کا خیال اکثر رھے " یہ ٹکڑا اچھا نہ تھا - بلکہ ضرور رھے ھونا چاھئے تھا- دوسرے یہ کہ مصرعۂ اولیٰ سے مصرعۂ ثانی کو ربط بھی نہ تھا اس لئے اُستاد نے مصرع بدل دیا - اب یہ مقطع خوبصورت ھوگیا - صرف ایک " صورت نما " کے ٹکڑے نے اِسے حسین کردیا —

وفا: ابھی احباب تم زرا ٹھیرو
آکے میت کو وہ اُٹھاتے ھیں

اصلاح: ابھی احباب اک زرا ٹھیریں
آکے میت کو وہ اٹھاتے ھیں

لفظ " احباب " جمع ھے اور مصرعۂ اولیٰ میں " تم زرا ٹھیرو " واحد سے خطاب کیا جاتا ھے- اس وجہ سے بجاے "تم" کے "اک" اور "ٹھیرو" کی جگہ "ٹھیریں"

بنا کر شعر کو درست کردیا —

حکیم محمد علی "محزون" لکھنوی :—

محزون: جب مجکو دیکھہ لیتا ھے فرقت میں آپ کی
کہتا ھے آینہ کہ وہ صورت نہیں رھی

اصلاح: کس منہ سے اُس کے سامنے جاؤں فراق میں
کہتا ھے آینہ کہ وہ صورت نہیں رھی

مصرعۂ اولیٰ کی ترمیم سے شعر میں ترقی ھوگئی ورنہ مصرع حکیم محزون کا بھی بے عیب تھا —

سید محمد ناصح عرف ھدن صاحب 'ناصح' :—

ناصح: ھجر میں کیوں نہ کلیجے سے لگاے رھوں میں
تھا کسی کے تہ سر وصل میں بازو اپنا

اصلاح: کیوں نہ مرّ مرّ کر شب ھجر میں دیکھوں ھر بار
تھا کسی کے تہ سر وصل میں بازو اپنا

اپنے ھی بازو کو کلیجے سے لگانا اچھا نہ تھا اس لئے مصرعۂ اولیٰ بدل دیا گیا ۔ اب مرّ مرّ کے دیکھنے سے انتہاے شوق کا پتا چلتا ھے—

کاظم رضا عرف لڈن صاحب 'بہار' لکھنوی :—

بہار: گری جو برق جلا طور غش ھوے موسیٰ
بڑھی یہ آھوں میں تاثیر بے قراروں کی

اصلاح: گری جو برق جلا طور غش ھوے موسیٰ
حضور بات بھی کھوئی اُمیدواروں کی

مصرعۂ ثانی میں تعقید تھی ۔ اس لئے دوسرا مصرع بدلا گیا ۔ جس سے شعر میں ایک بات پیدا ھوگئی —

بہار: قبا پہن کے نہ آیا کرو ستاروں کی
گرے فلک کی نظر سے نہ قدر تاروں کی

اصلاح: قبا پہن کے نہ آیا کرو ستاروں کی
چمکتی جاتی ہے قسمت اُمیدواروں کی

مصرعۂ ثانی میں " قدر گرنا فلک کی نظر سے " جو نظم کیا گیا تھا وہ خلاف محاورہ تھا - قدر گھٹنا - قدر کم ہونا محاورہ ہے - اور نظر سے گرنا جو بولتے ہیں اس میں لفظ قدر کو شریک نہیں کرسکتے - مثلاً فلاں شخص فلاں شخص کی نظر سے گر گیا- یوں نہیں کہتے کہ فلاں شخص کی قدر فلاں شخص کی نظر سے گرگئی- دوسرا عیب یہ تھا کہ دونوں مصرعوں میں ایک ہی قافیہ ایک ہی معنی میں آنا خلاف فصاحت ہے - ہاں ایک ہی قافیہ میں .دونوں مصرعے اُس حالت نظم کئے جاسکتے ہیں جب معنی میں اختلاف ہو - جیسے ایک مطلع حضرت 'جلیل' مدظلہ کا ہے :—

ہے لاکھہ لاکھہ شکر خدائے جلیل کا
جس نے در سخن سے بھرا منہ 'جلیل' کا

پہلے مصرع میں جلیل صفت ہے اور دوسرے مصرع میں اسم ہے - لہذا یہ جایز ہے - اُستاد 'جاوید' نے اِنھیں عیوب کو مٹانے کے لئے مصرعۂ ثانی بدلا اور خوب بدلا —

بہار: لو اور ہوگئی صورت تمہارے بسمل کی
کچھہ انتہا بھی ہے آخر نظر کے واروں کی

اصلاح: اب اور ہوگئی صورت تمہارے بسمل کی
کچھہ انتہا بھی ہے تیغ نظر کے واروں کی

مصرعۂ اولیٰ میں بجاے " لو " کے " اب " بنایا جس سے فصاحت پیدا ہوگئی- اور مصرعۂ ثانی میں " آخر نظر " یہ ٹکڑا اچھا نہ تھا - نہ خالی

نظر کے وار اچھے تھے - اس لئے " آخر نظر " کے بجائے " تیغ نظر " بنادیا کیونکہ وار کے لئے تیغ نظر ھی کی ضرورت تھی - ان دو ترمیموں سے یہ شعر نہایت ھی عمدہ ھوگیا * —

——— (آقائے سخن سید محمد عسکری وسیم خیرآبادی) ———

سیدنیاز احمدنیاز انسپکٹر پنشنر و سپرنٹنڈنٹ پولیس ریاست بھوپال :

نالہ ھائے دل بیتاب نے میرے اے چرخ
قبر کی سرپہ اُٹھائی ھے زمیں دیکھہ لیا

اصلاح :

نالہ ھائے دل بیتاب نے میرے اے حشر
قبر کی سر پہ اُٹھائی ھے زمیں دیکھہ لیا

حشر قبر میں موجود تھا اور چرخ دور - ایک لفظ کی ترمیم سے زمیں آسماں کا فرق ھوگیا —

نیاز برادر حضرت ریاض :

حور فردوس بریں اسکو نہیں ملنے کی
میں نے زاھد کا خط لوح جبیں دیکھہ لیا

اصلاح :

حور فردوس بریں اُس کے مقدر میں نہیں
میں نے زاھد کا خط لوح جبیں دیکھہ لیا

چونکہ مصرعۂ ثانی میں " لوح جبیں " کا ٹکڑا ھے اس لئے مصرعۂ اولیٰ میں بجائے " اُس کو نہیں ملنے کی " " اُس کے مقدر میں نہیں " خوب بنایا —

حکیم سید امیر احمداثیم خیرآبادی :

---

* یہ اصلاحیں ایک خاص طریقہ سے حاصل کی گئیں - میرے پاس کُل مسودے موجود ھیں - جس پر حضرت 'جاوید' کے قلم کی اصلاحیں - اور جس کی غزل ھے اُس کے قلم کی لکھی ھوئی غزلیں ھیں - ابھی ھزاروں اصلاحیں باقی ھیں جہاں تک میں انتخاب کر سکا کرلیں —

ادیم : فرط سجدہ سے ترا داغ جبیں دیکھ لیا
ہمنے زاھد گل فردوس بریں دیکھ لیا

اصلاح : داغ سجدا ترا بالاے جبیں دیکھ لیا
ہمنے زاھد گل فردوس بریں دیکھ لیا

پہلا مصرع اُلجھا ہوا تھا - اصلاح سے اُلجھن مٹ گئی - داغ سجدہ کو طنزاً گل فردوس بریں کہنا نئی تشبیہ ہے —

اثیم : ھائے بیتابیء قاتل نہیں دیکھی جاتی
کیوں اُسے اے نگۂ باز پسیں دیکھ لیا

اصلاح : مجھ سے بیتابیء قاتل نہیں دیکھی جاتی
تونے کیوں اے نگۂ باز پسیں دیکھ لیا

اصلاح سے زاید الفاظ نکل گئے - پہلے مصرع میں بجاے " ھاے " کے " مجھ سے " اور دوسرے مصرع میں " کیوں اُسے " کو قلم زد کرکے " تو نے کیوں " بناکر شعر میں درد اور اثر پیدا کردیا —

سید خلیل‌احمد شمیم خیرآبادی :

جب تڑپ، دل کی بڑھی سوئے زمیں دیکھ لیا
آہ جب کی طرف چرخ بریں دیکھ لیا

اصلاح : اشک جس وقت گرے سوئے زمیں دیکھ لیا
آہ جب کی طرف چرخ بریں دیکھ لیا

اس اصلاح سے زمیں و آسماں دونوں کا تقابل لطف دے گیا - بلاغت یہ کہ عاشق اپنے خیال میں یہ سمجھ کر کہ اشک کے گرنے سے زمیں کو کیا صدمہ پہنچا اور آہ کے کرنے سے آسماں کا کیا رنگ اُڑا - اُستادانہ اصلاح ہے —

شمیم : دیکھنے سے تری تصویر کے ھوش اپنے اڑے
مر ھی جائیں گے اگر تجکو کہیں دیکھ لیا

اصلاح : دیکھنے سے تری تصویر کے بے خود ہوے ہم
مر ہی جائیں گے اگر تجکو کہیں دیکھہ لیا

بے خودی نمونۂ مرگ ہے - کیا خوب اصلاح دی —

شمیم : تیرے آئینے میں اک تجھہ سا حسیں دیکھہ لیا
اک نیا چاند ارے ماہ جبیں دیکھہ لیا

اصلاح : تیرے آئینے میں اک اور حسیں دیکھہ لیا
ماہ رخ دیکھہ لیا ماہ جبیں دیکھہ لیا

پہلے مصرع میں " اک اور " دوسرے مصرع میں " ماہ رخ دیکھہ لیا " یہ دو ٹکڑے جواہر نگار ایسے رکھدئے کہ " اک " کی تکرار بھی جاتی رہی اور مصرعۂ اولیٰ میں " تجھہ سا " میں " سا " کا الف بھی دب رہا تھا وہ عیب بھی نکل گیا " اور دیکھہ لیا " کی تکرار سے لطف زبان دو بالا ہوگیا ایک ہی وقت میں دو برابر کے حسینوں کا دیکھنا اور پھر معشوق سے خطاب کس قدر شوخی اور نازک خیالی ہے —

شمیم : پھر نہ تو دیدۂ بسمل میں پلٹ کر آئی
تونے کیا اے نگۂ بازپسیں دیکھہ لیا

اصلاح : پھر نہ تو دیدۂ حیراں میں پلٹ کر آئی
تونے کیا اے نگۂ باز پسیں دیکھہ لیا

یہ شعر پہلے بھی ایک نشتر تھا جو اہل نظر کے دلوں میں اُترنے کے لئے کم نہ تھا مگر اب تو " دیدۂ حیراں " " دیدۂ بسمل " کو بھی اپنی آنکھوں میں لئے ہوے ہے - اور اُف " کیا دیکھہ لیا " کی کیا تشریح کی جائے - اہل ذوق ہی اس کا لطف اُٹھا سکتے ہیں —

شمیم : میں یہ سمجھا کہ یہی ہے دل پا مال مرا
گُل افسردہ جو بالائے زمیں دیکھہ لیا

اصلاح : میں یہ سمجھا کہ یہ میرا دل پژمردہ ہے
گُل افسردہ جو بالائے زمیں دیکھہ لیا

" دل پژمردہ " کی اصلاح نے یہ بھی واضح کردیا کہ جس طرح شاخ گُل سے پھول مرجھا کر زمین پر آرھتا ھے اُسی طرح میرا دل پژمردہ ھے کہ مجھے چھوڑ کر یہاں آپڑا - اب شعر میں کتنا درد و اثر پیدا ھو گیا —

مولوی سید سعید احمد سعید خیر آبادی :

جس نے ایمان سے روئے شہ دیں دیکھہ لیا
اُس نے اللہ کو بے پردہ یہیں دیکھہ لیا

اصلاح : عاشقو جس نے جمال شہ دیں دیکھہ لیا
اُس نے اللہ کو بے پردہ یہیں دیکھہ لیا

مطلب اس مطلع کا یہ تھا کہ جس نے بحالت ایمان روے آنحضرت (صعلم) کا نظارہ کیا اس نے اللہ کو دیکھہ لیا بموجب حدیث (من رانی فقد رالحق) بادی النظر میں یہ " مومنو " کا مقام تھا - اس کی جگہ عاشقو رکھنا واقعی کمال اُستادی کی دلیل ھے —

سعید : زندگانی ھوئی فرھاد کو سخت اے پرویز
اُس نے شیریں کا جو حسن نمکیں دیکھہ لیا

اصلاح : زندگانی ھوئی فرھاد کو تلخ اے پر ویز
اُس نے شیریں کا جو حسن نمکیں دیکھہ لیا

سخت کا لفظ " کوھسار " کی رعایت سے رکھا تھا مگر " تلخ " کا لفظ شیریں کے مقابلے میں مزے کا ھے —

سعید : تیغ پر ابروئے جاناں کے قدم ھیں تیرے
بانکپن ھمنے ترا چین جبیں دیکھہ لیا

اصلاح : تیغ پر ابروئے قاتل کے قدم ہیں تیرے
بانکپن ہمنے ترا چین جبیں دیکھہ لیا

پہلے مصرع میں بجاے " جاناں " کے " قاتل " بنایا - واقعی تیغ ابرو اور چین جبیں قاتل ھی کے لئے زیبا ھیں —

سعید : شمس لوٹا ھے ترے حکم سے پتھر بولے
دونوں عالم کو ترے زیر نگیں دیکھہ لیا

اصلاح : شمس لوٹا ترے فرمان سے پتھر بولے
دونوں عالم کو ترے زیر نگیں دیکھہ لیا

اس اصلاح نے لفظ " ھے " جو زاید تھا اُسے دور کر دیا - اب شعر حشو و زواید سے پاک ھو گیا —

سعید : بو سے دیتی ھیں تجھے قبر میں حوریں آکر
مر تبہ ہمنے ترا داغ جبیں دیکھہ لیا

اصلاح : بو سے لیتی ھیں تری آنکھوں سے حوریں آکر
مرتبہ مت کے ترا داغ جبیں دیکھہ لیا

آنکھوں سے بو سے لینا خوب بنایا کیونکہ چشم حور سے داغ کی شبہ بھی پیدا ھوگئی - اس اصلاح سے شعر نازک اور لطیف ھو گیا —

سعید : مثل بسمل ھے تپاں ترے اثر سے قاتل
رنگ قاتل نگۂ باز پسیں دیکھہ لیا

اصلاح : مثل بسمل ھے تپاں ترے اثر سے وہ بھی
رنگ قاتل نگۂ ناز پسیں دیکھہ لیا

چونکہ دونوں مصرعوں میں " قاتل " کی تکرار بد نما تھی اس لئے پہلے مصرع میں بجاے " قاتل " کے " وہ بھی " بنا دیا —

شیخ محمد صاحب شیخ اسسٹنٹ کلکٹر

شیخ: ذات احمد کا جو رتبہ تھا خدا کے نزدیک
شب معراج سر عرش بریں دیکھہ لیا

اصلاح: عرش والو شب معراج میں پاپوش حضور
بن گئی تاج سر عرش بریں دیکھہ لیا

اس اصلاح سے یہ شعر کس قدر بلند ہوگیا۔ سر عرش کے لئے تاج ہی ایک لفظ ہے—

شیخ: آگئی جان مری دل کی تمناؤں میں
رخ کسی کا جو دم باز پسیں دیکھہ لیا

اصلاح: آگئی جان مری مردہ تمناؤں میں
رخ کسی کا جو دم باز پسیں دیکھہ لیا

لفظ "مردہ" نے شعر میں ایک نئی روح پھونک دی۔ "دل" کا لفظ بیکار تھا کیونکہ تمنائیں سوائے دل کے اور کہیں نہیں ہو سکتیں —

شیخ: اے حسیں نقش کف پائے حنائی سے ترے
رشک جنت بنی گلشن کی زمیں دیکھہ لیا

اصلاح: اے حسیں نقش کف پائے حنائی سے ترے
گُل زمیں بن گئی گلشن کی زمیں دیکھہ لیا

"گُل زمیں" کے ٹکڑے نے شعر میں اور حسن پیدا کردیا - گُل زمیں عمدہ زمیں کو کہتے ہیں - اور صرف محل بھی یہی تھا —

بابو بدری پرشاد 'قمر' بی اے وکیل گورکھپور:

قمر: ماہ کو تم نے سر چرخ بریں دیکھہ لیا
جلوہ خود آکے دکھاتے ہیں حسیں دیکھہ لیا

اصلاح: مہرو مہ کو تم نے سر چرخ بریں دیکھہ لیا
جلوہ خود آکے دکھاتے ہیں حسیں دیکھہ لیا

"ماہ" واحد ہے اور دوسرے مصرع میں لفظ "حسیں" بصورت جمع واقع ہے

اس لئے پہلے مصرع میں " مہرومہ " بنا کر مطلع میں چار چاند لگادئے :-

قمر: اب خدا ھی ھے جو دن خیر سے گزرے زاھد
صبح کو میں نے ترا داغ جبیں دیکھ لیا

اصلاح : اب خدا ھی ھے جو سجدہ ھو نصیب اُس در کا
صبح کو شیخ نے ترا داغ جبیں دیکھ لیا

چونکہ ذکر سجدہ پہلے مصرع میں ھے (داغ جبیں) دیکھنے کا اب لطف آگیا۔ صبح کی خصوصیت اس لئے ھے کہ شیخ صبح کو اُٹھتا ھے اور سجدۂ صبح فضیلت رکھتا ھے - رندانہ خیال خوب ھے-

قمر: پھول کر پھر نہ تو جامے میں سمائے اپنے
کس نے تجکو نگۂ باز پسیں دیکھ لیا

اصلاح: پھول دامن میں جوتو لیکے گئی آنکھوں سے
کس نے تجکو نگۂ باز پسیں دیکھ لیا

" گُل بہ امن شدہ" حصول مراد کے معنی میں محاورہ ھے - آنکھوں سے جانا بھی خوب ھے - غرض کہ اصلاح کا ایک ایک لفظ قابل داد ھے —

قمر: تم کھنچے بیٹھے تھے کھنچکر چلے آے مرے گھر
جذب کامل میں اثر ھے کہ نہیں دیکھ لیا

اصلاح: تھے بہت مجھسے کھنچے کھنچ کے چلے آے تم
کشش دل میں اثر ھے کہ نہیں دیکھ لیا

'قمر' کے مصرع اولیٰ سے اس کا پتہ نہ چلتا تھا کہ کس سے کھنچے بیٹھے تھے۔ اصلاح سے صاف ھوگیا۔ "جذب کامل" سے "کشش دل" میں زیادہ لطف ھے—

قمر: دیکھکر آئینے میں عکس کو اپنے بولے
اے 'قمر' ھم نے نیا ماہ جبیں دیکھ لیا

اصلاح : دیکھکر آئینے میں عکس کو ھنسکر بولے
اے 'قمر' ھم نے نیا ماہ جبیں دیکھہ لیا

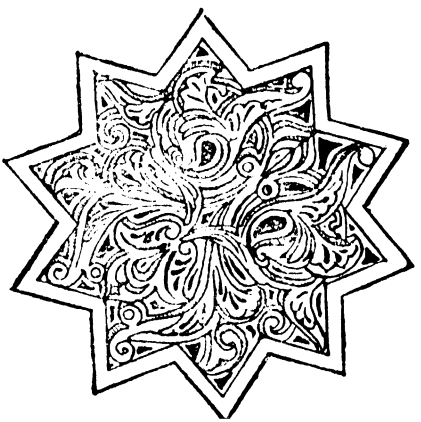
پہلے مصرع میں بجاے "اپنے" کے "ھنسکر" بنا کے مقطع کو اور شوخ کردیا —

'خوشتر' پروپرائٹر "تحفۂ خوشتر" :—

خوشتر: میں نے دل میں تجھے اے ماہ جبیں دیکھہ لیا
آنکھہ سے جلوۂ خورشید مبیں دیکھہ لیا

اصلاح: میں نے دل میں تجھے اے ماہ جبیں دیکھہ لیا
ذرے میں جلوۂ خورشید مبیں دیکھہ لیا

ایک زرا سے لفظ " ذرہ " نے مطلع کو کس قدر بلند کردیا - اصلاح اسي کا نام ھے —



هندوستانی مصنفین
اور
اُن کی تصانیف

از

(گارسان دتاسی)

[اس رسالے کا ترجمہ مسز پکتھال نے انجمن کے لئے
فرانسیسی سے انگریزی میں کیا اور انگریزی سے اُردو میں
کر کے شایع کیا جاتا ہے- گارسان دتاسی کو اُردو زبان سے جو
ذوق تھا اور جو قابل قدر کام اُنھوں نے اُردو زبان وادب کے لئے
کیا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے- ان کا ضخیم تذکرۂ شعرائے
اُردو اور دوسری کتابیں اس کی شاہد ہیں - اڈیٹر-]

سنسکرت جو قدیم آریوں کی زبان تھی ' ہندوستان کی (جسے ویدوں میں سپت‌سندھو یعنی سات دریاؤں* والے ملک سے موسوم کیا گیا ہے) کبھی عام زبان نہیں ہوی تھی- سنسکرت کے ڈراموں میں یہ خاص اور بڑے اشخاص کی زبان ہے- عورتیں اور عوام ایک دوسرے قسم کی بولی ' پراکرت ' استعمال کرتے تھے - پراکرت کے معنی غیر شایستہ اور سنسکرت کے معنی شایستہ کے ہیں † جیسا کہ بعض

---

* یعنی پانچ دریا پنجاب کے اور سندہ اور سرسوتی —

† ڈراما نویسی سے قبل بدھ مت کی تصانیف اور اشوک کے کتبے ایک قسم کی پراکرت ہی میں لکھے گئے تھے جو اُس وقت مقبول زبان تھی —

ہندوستانی مصنفین نے ہم کو باور کرایا ہے* پراکرت ہمیشہ دہلی میں بولی جاتی تھی اور 'بھاشا' یا 'بھاکا' یعنے دیسی زبان کہلاتی تھی - سنسکرت سی قوی اور غالب زبان نے اِس کو جلا دی اور " ہندوستانی زبان " (ہندی) کے نام سے موسوم ہوئی - یہ نام سنسکرت کو کبھی بھی حاصل نہیں ہوا تھا †—

سنہ ۸۰۰ع کے آغاز ہی میں مسلمان ہندوستان میں فاتح کی حیثیت سے پہنچے- محمود غزنوی نے سنہ ۱۰۰۰ع کے لگ بھگ سب سے بڑھکر شاندار فتوحات حاصل کیں اور اُسی وقت سے شہروں میں ہندوستانی 'بھاکا' میں تغیر واقع ہوا - چارسو سال بعد تیمور لنگ جو قوم کا مغل تھا‡ ہندوستان میں داخل ہوا' دہلی کو فتح کیا اور زبردست سلطنت کی بنیادیں ڈالدیں جس کو آخرکار بابر نے سنہ ۱۵۰۵ع میں مستحکم کیا - اُس وقت ہندوستانی زبان (ہندی) فارسی زبان میں بالکل گھل مل گئی جس میں عرب فاتحوں کے تسلط اور مذہب کی بدولت بے شمار عربی الفاظ داخل ہوگئے تھے اور اس عجیب وغریب آمیزش سے ہندوستان سامانی اور سامی لہروں کا سنگم بن گیا جو ایک قسم کی نہایت غیر معمولی لسانی ترکیب ہے$—

---

* " باغ و بہار " اور " آثارالصنادید " کے دیباچوں کا حوالہ دیا جاسکتا ہے —

† البتہ بعض عرب مصنفین نے بول چال کی زبان اور تحریری زبان میں امتیاز نہیں کیا اور دونوں کو گڈ مڈ کردیا ہے - میں نے کسی جگہ لکھا ہے کہ لاطینی زبان میں بھی ایسا ہی ہوا ہے جسے رومن زبان سے کبھی موسوم نہیں کیا گیا تھا - یہ نام صرف اولڈ فرنچ (قدیم فرانسیسی) کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے' جو کہ عہد وسطیٰ میں سہل کرکے بنالی گئی تھی اور گالز (Gauls) کی قدیم زبان کے بچے کھچے لفظوں سے اُسے سنوارا گیا تھا -

‡ یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی' دہلی کی مسلمان سلطنت کو مغل سلطنت کہتے ہیں اور بادشاہ کو مغل اعظم کہا کرتے تھے - ماسوا ہندوستان میں مغل کا خطاب اُن تمام مسلمانوں کو دیا جاتا ہے جو شمال سے آئے خواہ وہ نسلاً ایرانی تھے یا تاتاری —

$ میرا مقصد عربی سے ہے کیونکہ اصلی فارسی الفاظ ہندی زبان کے خاندان میں شامل ہیں —

اِس طرح دوھری ھند - اسلامی زبان وجود میں آگئی ' یعنی شمالی زبان اور جنوبی زبان - شمال کی ھندوستانی کو اُردو* کا نام ملا کیونکہ اُسی نے شاھی اُردو(لشکر)میں جنم لیا تھا اور جنوب یا دکھن کی دکھنی کہلائی-لیکن ھندی فنا نہیں ھوئی - وہ فارسی یا عربی الفاظ کی آمیزش بغیر " دیوناگری " تحریر میں ایسے ھندوؤں میں جاری رھی ' جنھیں مسلمانوں سے ملنے کا (خاص کر دیہات میں) شاذ و نادر ھی اتفاق ھوتا تھا - غرض اِس طرح دو ھندوستانی زبانیں ھو تو گئی تھیں ایک' لیکن پیرایہ مختلف تھا ؛ گویا وحدت میں دوئی کا رنگ تھا + —

ھندوستانی زبان یا ھندوستانی (یعنی ھندوستان کی زبان) کی یہ تفریق (یعنےھندی اور اُردو) مذھب نے پیدا کی ھے اور اِس لئے عام طور پر یہ کہا جاسکتا ھے کہ ھندی ' ھندؤں کی اور اُردو مسلمانوں کی زبان ھے —

یہ ایک مسلم امر ھے کہ اُن ھندؤں نے جنھوں نے اُردو زبان میں تالیف و تصنیف کی ھے' مسلمانوں کے طرز کی نقل کی ھے بلکہ مسلمانوں کے تخیلات کو بھی جذب کیا ھے اور اُن کی نظموں کو پڑھکر یہ پہچاننا کہ یہ کسی ھندو کی ھیں ' بہت مشکل ھے —

عموماً ھندی نظمیں اُردو اور دکھنی نظموں کے نسبت زیادہ پر زور ھوتی ھیں - وہ قدیم عربی نظموں سے مشابہ ھیں ' جن میں یہی صفات پائی جاتی ھیں- ٹامسن کا وہ شعر جو حسن پر ھے' دونوں پرصادق آتا ھے :—

---

* زبان اُردو " لشکر کی زبان " ھے ' جیسا کہ آیندہ چل کر معلوم ھوگا —

+ ایم - جے - بیمس ' مصنف ھندی لسانیات ' مجھے مطلع فرماتے ھیں کہ حال کی مردم شماری کی رو سے سات کروڑ ھندوستانیوں سے زاید ایسے ھیں جن کی مادری زبان ھندوستانی ھے ' اِس کے علاوہ یہ تمام ھندوستان اور قرب و جوار کے ممالک میں سمجھی جاتی ھے - آنریبل مسٹر ارسکن پیری پریزیڈنٹ ایشیاٹک سوسائٹی بمبئی نے اُس سوسائٹی کے جنوری نمبر سنہ ۱۸۵۳ع میں ایک دلچسپ مضمون " جغرافیہ کے رو سےھندوستان کی خاص زبانوں کی تقسیم" کے عنوان سے لکھا ھے اور اُس کے ساتھہ ھی ایک نقشہ بھی دیا ھے جس سے ایک نظر میں یہ بیان صاف سمجھہ میں آجاتا ھے—

۶۰۹۶

" اُسے بیرونی آرایش سے مرصع ہونے کی حاجت نہیں ہے "

" بلکہ بغیر آرایش کے ہی وہ نہایت آراستہ معلوم ہوتی ہے " *

ایک عرصہ دراز تک ہندو ادبی مضامین سنسکرت میں اور مسلمان فارسی میں لکھتے رہے اور عام زبان عام پسند گیتوں میں استعمال کرتے رہے' لیکن شدہ شدہ مستند اور مشہور تصانیف نے ہندوستانی زبانوں کو ایک حالت میں قایم کردیا' جن میں بقول ایک عالم ہندیات (ولسن) کے ایک وافر اور نہایت دلچسپ ادب کا ذخیرہ پایا جاتا ہے † —

حال کے ایک مصنف سید احمد نے اپنی کتاب " آثارالصنادید " میں " اُردو زبان کے بیان" کے عنوان سے اس بارے میں یہ لکھا ہے‡ —

" ہندؤں کے راج میں تو یہاں ہندی بھاشا بولنے چالنے' لکھنے پڑھنے میں آتی تھی - سنہ ۵۸۷ھجری مطابق سنہ ۱۱۹۱ عیسوی موافق سمت ۱۲۴۸ بکرماجیت کے جب مسلمانوں کی سلطنت نے یہاں قیام پکڑا تو بادشاہی دفتر فارسی ہوگیا - مگر زبان رعایا کی وہی بھاشا رہی - سنہ ۸۹۴ ھ مطابق سنہ ۱۴۸۸ ع تک بجز بادشاہی دفتر کے رعایا میں فارسی کا رواج نہیں ہوا - اس کے چند روز بعد سلطان سکندر لودھی کے عہد میں سب سے پہلے ہندؤں میں سے کائستوں$ نے جو ہمیشہ سے امورات ملکی اور ترتیب دفتر میں مداخلت رکھتے تھے فارسی لکھنا

---

* (از موسم' خزاں)- باغ و بہار میں ایک شعر ہے جو اسی مضمون کو اس سے زیادہ خوبی سے ادا کرتا ہے :—

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا دیوے
کہ جیسے خوشنما لگتا ہے دیکھو چاند بن گہنے

† میں نے یہ الفاظ اپنی کتاب "تاریخ ہندوستانی ادبیات" میں تمہید کے طور پر استعمال کئے ہیں —

‡ صفحہ ۱۰۴ - باب سوم —

$ اِس لفظ کی تشریح آگے کی جائے گی —

پڑھنا شروع کیا ؛ پھر رفتہ رفتہ اور قوموں نے بھی شروع کرلیا اور فارسی لکھنے پڑھنے کا ہندؤں میں بھی رواج ہوگیا —

اگرچہ بابر اور جہانگیر کے عہد تک ہندی بھاشا میں کچھہ تغیر و تبدل نہیں ہوئی تھی ' مسلمان اپنی گفتگو فارسی زبان میں اور ہندو اپنی گفتگو بھاشا میں کیا کرتے تھے - پر جب بھی امیر خسرو نے خلجی بادشاہوں کے زمانے سے یعنی حضرت مسیح سے تیرھویں صدی میں فارسی زبان میں بھاشا کے لفظ ملانے شروع کئے تھے اور کچھہ پہیلیاں اور مکریاں اور نسبتیں • ایسی زبان میں کہی تھیں جس میں اکثر الفاظ بھاشا کے تھے - غالب ہے کہ رفتہ رفتہ بھاشا میں جب ہی سے ملاپ شروع ہوا ہو مگر ایسا نہ تھا جس کو جدا زبان کہا جاے- جب کہ شاہجہاں بادشاہ نے سنہ ۱۰۵۸ھ مطابق سنہ ۱۶۴۸ع کے شہر شاہجہاں آباد آباد کیا اور ہر ملک کے لوگوں کا مجمع ہوا ' اُس زمانے میں فارسی زبان اور ہندی بھاشا بہت مل گئی اور بعضے فارسی لفظوں اور اکثر بھاشا کے لفظوں میں بہ سبب کثرت استعمال کے تغیر و تبدل ہوگئی - غرض کہ لشکر بادشاہی اور اُردوئے معلی † میں ان دونوں زبانوں کی ترکیب سے نئی زبان پیدا ہوگئی اور اسی سبب سے زبان کا اَردو نام ہوا - پھر کثرت استعمال سے لفظ زبان کا محذوف ہوکر اس زبان کو اُردو کہنے لگے - رفتہ رفتہ اس زبان کی تہذیب اور آراستگی ہوتی گئی ' یہاں تک کہ تخمیناً سنہ ۱۱۰۰ ھ مطابق ۱۶۸۸ع کے یعنی اورنگ‌زیب عالمگیر کے عہد میں شعر کہنا شروع ہوا—

اگرچہ مشہور ہے کہ سب سے پہلے اس زبان میں ولی نے شعر کہا مگر خود ولی کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے پہلے بھی کسی نے اس زبان میں شعر کہا ہے

• اِس لفظ کی تشریح آگے کی جاے گی—

† اُردوئے معلی کے لفظی معنی بڑے لشکر کے ہیں - لیکن یہ لفظ بڑے بازار کے مفہوم میں استعمال ہوتا تھا - پرانے مصنفین کا یہ بیان ہے کہ اس بازار میں مسلمان اور ہندو سپاہیوں کے میل جول سے یہ لسانی‌اختلاط پیدا ہوا —

کیونکہ اُس کے شعروں میں اور شاعروں کی زبان پر طنز نکلتی ہے - مگر اُس زمانے کے شعر بہت پھیکے اور نہایت سست بندش کے تھے؛ پھر دن بدن اس کو ترقی ہوتی گئی ' یہاں تک کہ میر* اور سودا نے اُس کو کمال پر پہنچا دیا "—

بہرکیف اس آخری دور سے قبل حاتم اپنے دیوان زادہ کے دیباچے میں جو اُنھوں نے سنہ ۱۷۵۰ ع میں مرتب کیا ' لکھتے ہیں :- " میں نے تحریر کے لئے وہ زبان اختیار کی ہے جو ہندوستان کے تمام صوبوں میں مستعمل ہے یعنی ہندی' جسکو بھاکا† بھی کہتے ہیں کیونکہ عوام اس کو سمجھتے ہیں اور ساتھہ ہی ساتھہ خواص میں بھی مقبول ہے" - بہر حال جو کچھہ سید احمد کہتے ہیں وہ پورے طور پر صحیح تسلیم نہیں کیا جاسکتا - بات یہ ہے کہ اہل مشرق میں تخیل اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ وہ کسی مسئلے کے تمام پہلوؤں پر صحت کے ساتھہ غور نہیں کرسکتے- سید احمد کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی فتوحات سنہ ۱۱۹۱ ع سے سنہ ۱۶۴۸ ع تک زبان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں پیدا ہوا لیکن میراںؔ اس کے برعکس کہتے ہیں- "جب اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھے تب چاروں طرف کے ملکوں سے سب قوم قدردانی اور فیض رسانی اِس خاندان لاثانی کی سنکر حضور میں آکر جمع ہوی - لیکن ہر ایک کی گویائی اور بولی جدی جدی تھی ' اکٹھے ہونے سے آپس میں لین دین سودا سلف سوال جواب کرتے ایک زبان اُردو کی مقرر ہوی" —

اور مزید یہ کہ گیارھویں صدی کے اختتام سے قبل غالباً سنہ ۱۰۸۰ ع میں

---

*میر نے نکات الشعرا کے دیباچے میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے یعنے وہ کہتے ہیں " ریختہ از دکن است " —

† یہ لفظ ہندی کے مرادف استعمال کیا جاتا ہے' جس کے معنی عام " ہندوستانی زبان " ہیں - اگر صحیح صحیح کہا جاے تو ہندی قدیم ہندوستانی بھاکا ہے جس میں عربی یا فارسی کا کوئی میل نہیں ہے اور دیوناگری حروف میں لکھی جاتی ہے - ہندی' حال کی جدید ہندو زبان ہے —

‡ دیباچۂ باغ و بہار —

مسعود بن سلمان نے اشعار ریختہ میں ایک دیوان لکھا جس کا مفہوم وھی معلوم ھوتا ھے جو سید احمد نے بیان کیا ھے۔ ھندی الفاظ فارسی میں مل جل گئے، جس کا مطلب دوسرے الفاظ میں اُردو زبان ھے - علاوہ بریں بہت سے تذکرے نویس اشعار ریختہ کو سعدی* سے منسوب کرتے ھیں جو اس نے سنہ ۱۱۵۰ع سے ۱۱۸۰ع تک دکن میں لکھے۔ کمال تو اپنے دیوان میں اُس کو موجد زبان ریختہ لکھتا ھے۔ لیکن "دکن یا جنوب" میں کہنا زیادہ صحیح ھوگا کیونکہ مسعود نے اس سے ایک سو سال قبل ریختہ میں اشعار کہے ھیں - بہر حال اِس سے ایک سو سال بعد ھی خسرو اور نوری نے ریختے میں غزلیں کہیں —

ایسا معلوم ھوتا ھے کہ اس کے بعد پھر جنوب ھی میں اُس بولی میں جسے دکنی کہتے ھیں ریختہ اشعار لکھے گئے، یہی طرز آخر کار شمالی (ھندوستان) کے شاعروں نے اپنی نظموں کے لئے اختیار کیا، وھاں اس سے قبل تک عام طور سے فارسی مستعمل تھی - پس سولھویں صدی میں ھم بہت سے نامور شعرا کے نام پاتے ھیں - مثلاً شاھان گولکنڈہ، قلی قطب شاہ، عبداللہ قطب شاہ اور ابوالحسن تاناشاہ، افضل، ولی، غواصی، رسمی وغیرہ وغیرہ۔ شمالی ھند کے شعرا نے کہیں اٹھارویں صدی عیسوی میں شہرت حاصل کی - حاتم جو سترھویں صدی کے آخر میں ھوا دھلی کا غالباً پہلا شاعر ھے جس نے اُردو میں لکھنا شروع کیا اور وہ اس کا اقرار کرتا ھے کہ اُسنے عام زبان

---

* اصل تذکروں میں بیان کیا گیا ھے کہ سعدی سو سال تک زندہ رھے (پیدایش سنہ ۱۱۹۳ھ وفات سنہ ۱۲۹۶ ھ) اور تیس سال تعلیم میں تیس سال سفر میں اور تیس سال گوشہ نشینی میں گزارے اگر بچپن کے ۱۳ سال تعلیم کے تیس سال میں ملائے جائیں تو ۴۳ سال ھوتے ھیں لہذا سنہ ۱۱۵۰ھ سے سنہ ۱۱۸۰ع تک انھوں نے سفر کیا - اور کلام ریختہ جو اُن سے منسوب کیا جاتا ھے ضرور کہا ھوگا —

(مصنف کا یہ خیال صحیح نہیں ھے - یہ سعدی شیرازی نہیں بلکہ دوسرا شخص ھے جو اس تخلص کا اسی ملک میں ھوا ھے - اڈیٹر)

(اُردو) میں لکھنے کا اس وقت فیصلہ کیا جب کہ ولی کا دیوان دھلی پہنچا اور پھر (شمال کے) دیگر شعرا نے اُس کی تقلید کی—

سنہ ۱۸۲۸ع سے جب کہ نامور گلکرسٹ نے جو انگریزوں میں ہندوستانی زبان کی تعلیم اور مطالعہ کا بانی ہوا ہے ' اپنی اُردو قواعد میں ایک تذکرے کا حوالہ دیا ' مجھے اِس زبان کی ادبی تاریخ کا شوق پیدا ہوا - متواتر تحقیق اور تلاش سے مجھے سات تذکرے دستیاب ہوے اور باوجود ناکافی سامان کے میںنے ہندوستانی ادب کی تاریخ لکھی ' جو اگرچہ ایک نامکمل تالیف ہے لیکن اپنی نوعیت کی ایک ہی کتاب ہے - اس کتاب کا ہندوستانی زبان میں بھی ترجمہ ہوگیا ہے اور اس سے انگریز مستشرقین میں بھی اس زبان کے متعلق شوق پیدا ہوچلا ہے - اُن کی اور میری تحقیقات نے ملکر بہت سے نئے تذکروں کا پتہ چلایا مگر میں ان سے زیادہ استفادہ نہ کرسکا' کیونکہ ان میں سے متعدد تذکرے ایسے ہیں جو اب تک دستیاب نہیں ہوے اور بعض کا پتہ صرف اس طرح لگا کہ بعض مصنفین نے ان کا حوالہ اپنی کتابوں میں دیا ہے - ابھی بہت سے ایسے ہونگے جن کا نام و نشان مجھے اب تک معلوم نہیں ہوا ہے —

اس سے بآسانی یہ قیاس ہوسکتا ہے کہ اس کتاب کے جدید اڈیشن کے لئے میرے پاس کس قدر جدید سامان مہیا ہوگیا ہے ' لیکن اس وقت میں مختصراً صرف اُن تذکروں اور کتابوں کا ذکر کروں گا جو میں اِن ذرائع سے معلوم کر سکا ہوں —

اہل ایران اور اُن کے تتبع میں ہندی مسلمان سوانح (اور خاص کر ہم عصر لوگوں کے سوانح) لکھنے کے بہت شوقین تھے' اور جیسا کہ ہمارے ہاں کا حال ہے' ن میں صرف تاریخ وفات مفقود نظر آتی ہے - لیکن یہ تذکرے بجاے تجارتی مفاد کے ادب کا اہم جز ہیں - ان تذکروں میں مؤلفین مشہور اور دوست شاعروں کی مدح سرائی دل کھول کے کرتے ہیں اور اس حیلے سے انہیں اپنی فصاحت و بلاغت اور انشا پردازی دکھانے کا خوب موقع ملتا ہے اور عمدہ عمدہ اشعار انتخاب کرکے اپنے ذوق سلیم کا اظہار کرتے ہیں - در حقیقت یہ تذکرے ایک قسم کے منتخبات

(یا بیاضیں) ہیں ' جن میں شعرا کی زندگی کے حالات پُر شکوہ اور شاندار مدح سرائی تک محدود ہوتی ہے جو بعض اوقات مسلسل کئی کئی صفحے تک چلی جاتی ہے ' اور اکثر اس میں سوائے شاعر کے نام کے اور کچھہ بھی نہیں ہوتا - بعض اوقات مدح کے بعد دس ' بیس ' تیس صفحے تک انتخابات ہوتے ہیں اور کبھی صرف دو تین شعر ہی نمونے کے دیدئے جاتے ہیں اور کبھی صرف ایک ہی شعر ہوتا ہے - تذکرہ نویس ان تذکروں میں اپنی روشناسی اور شہرت کا بھی پہلو نکال لیتے ہیں' بعض مصنفین یا شعرا کا ذکر کرتے کرتے اپنا نام بھی کہیں نہ کہیں لے آتے ہیں - اکثر اوقات وہ اپنے حالات کسی قدر تفصیل سے لکھتے ہیں ' جنھیں دیکھہ کر یہ آرزو پیدا ہوتی ہے کہ کاش وہ دوسرے شعرا کے حالات بھی اسی طرح لکھتے! اور اپنے اشعار نقل کرنے میں بھی کبھی نہیں چوکتے - یورپ میں سوانح عمری کے مؤلف کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مصنفین یا شعرا کے ذاتی حالات تفصیل سے بیان کئے جائیں ' اس کے بر خلاف ہندوستانی تذکروں میں ذاتی حالات کی تفصیل مطلق نہیں ہوتی - صحت کا بھی بہت کم خیال کیا جاتا ہے - اُن شاعروں کو قدیم کہا جاتا ہے جو کسی دوسرے سے پہلے گزرے ہیں اور مؤلف اپنے ہم عصروں کو شعرائے جدید لکھتا ہے - تاریخ اور سنہ اور خاص کر تاریخ پیدایش اِن تذکروں میں شاذ و نادر ہی ہوتی ہے ' کیونکہ اہل مشرق پیدائش کا رجسٹر نہیں رکھتے اور عموماً اپنی عمر نہیں جانتے - اس لئے اس کے اشعار کی زبان دیکھہ کر یہ قیاس کرنا پڑتا ہے کہ یہ کس زمانے یا کس صدی کا شخص ہے ' لیکن اس میں بھی بڑی دشواری واقع ہوتی ہے کیونکہ کتابوں کی نقل درنقل میں بہت سے الفاظ کچھہ کے کچھہ ہوجاتے ہیں —

بہرحال ان تذکروں کے مؤلف بہت بھی کم درجے اور بعض اوقات گمنام شعرا کے ناموں سے اپنی کتابوں کو ضخیم بنانے کی کوشش کرتے ہیں - یہی حال ہمارے ہاں کے سوانح لکھنے والوں کا ہے جو اپنی تالیف کا حجم بڑھانے کے لئے کھود کھود کے

گمنام لوگوں کا حال لکھتے ھیں۔ ایسے ھی موقع کے لئے کوپر نے یہ شعر لکھے ھیں:—

" ایسے بے حقیقت ناموں کو جو بھولنے کے لئے پیدا
ھوے ھیں ' غیر فانی شہرت دینے کی کوشش
سعیٔ لاحاصل ھے ۔ تاریخوں میں اُن کا ذکر کرنا کہ
آیندہ نسلیں ان کی طرف متوجہ ھوں' محض بیکار ھے"۔

ایسے تذکرے' ظاھر ھے' عمدہ تنقید کے نمونے نہیں ھوسکتے۔ ان تذکروں میں جہاں کہیں ایک ھی نام کے دو یا کئی شاعر آجاتے ھیں تو وھاں بڑی پریشانی لاحق ھوتی ھے اور تفصیلی حالات نہ ھونے کی وجہ سے صحیح اور قطعی فیصلہ نہیں ھوسکتا۔ تاھم یہ تذکرے ایک خاص قسم کی تالیف ھیں ' جو دلچسپ بھی ھیں اور قابل قدر بھی ' اور یہی وجہ ھے کہ بہت سے لوگوں نے اس قسم کی تالیفات پر طبع آزمائی کی ھے ۔ ان تذکروں میں ضمناً ایسی باتیں نکل آتی ھیں جو ھندوستان کی ادبی تاریخ کے لئے اھم ھیں ۔ مثلاً ان کے مطالعہ سے یہ معلوم ھوتا ھے کہ ھندوستانیوں میں ادب و شعر کے مجمع ھوتے ھیں جنھیں مشاعرے کہتے ھیں' یہ ایک قسم کی ادبی مجلسیں ھیں جو شاعری کی مشق اور ذوق پیدا کرنے کے لئے کی جاتی ھیں ؛ جہاں شعرا اور اھل ذوق میں فی البدیہہ یا پہلے سے تیار کئے ھوے اشعار میں خوب خوب مقابلہ ھوتا ھے۔ ایسی مجلسیں ھندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں منعقد ھوتی ھیں' جن میں عموماً پندرہ یا بیس شخص ھوتے ھیں ؛ یہ سب اچھے پڑھے لکھے اور ممتاز خاندانوں کے لوگ ھوتے ھیں۔ مولوی کریم الدین نے' جن کا ذکر میں آگے چل کر کروں گا کچھہ عرصہ ھوا ' ایک خاص رسالہ " گُل رعنا " میں جو دھلی سے شایع ھوا ھے ایسے مشاعروں کی نظموں وغیرہ کا ذکر کیا ھے ۔ ان کے علاوہ ایسی مجلسیں بھی ھوتی ھیں جہاں قصہ خواں قصے سنا سنا کر لوگوں کو رجھاتے ھیں ۔ انھیں قصہ خوانوں میں ایک مرزا حسن تھے؛ جو قومی قصے وہ بڑی خوبی سے بیان کیا کرتے تھے۔

وہ قلمبند کر لئے گئے ھیں* —

اِن تذکروں میں ترتیب حروف ابجد کے لحاظ سے ھوتی ھے - اور یہ ترتیب مخلصوں کے اعتبار سے کی جاتی ھے- لیکن بعض میں ترتیب مختلف بھی ھوتی ھے —

بہت سے ھندوستانی تذکرے فارسی میں لکھے گئے ھیں' کیونکہ کچھہ عرصہ پہلے تک اخلاقی اور علمی کتابیں اسلامی ھند کی علمی زبان میں تالیف ھوتی تھیں- پہلے ھمارے ھاں بھی یہی حال تھا' مثلاً تووبائے (سلوی اس) نے فرانسیسی زبان کی نحو لاطینی میں لکھی اور پیٹرارک نے اپنی اطالوی نظموں کی شرح لاطینی میں تالیف کی تھی —

اسی خیال سے کہ ھندوستانی تذکروں کی خوبیوں اور نقائص کا کامل اندازہ ھوسکے (یہ خیال رھے کہ ان تذکروں میں خوبیوں کے مقابلے میں عیوب زیادہ ھوتے ھیں) میں یہاں دو بیان نقل کرتا ھوں - یہ دونوں مرزا لطف علی خاں کے تذکرے " گلشن ھند " سے لئے گئے ھیں - ایک ان میں سے طویل ھے اور دوسرا مختصر—

مختصر بیان نامور شاعر حاتم کا ھے جس کا ذکر میں ابھی کرچکا ھوں اور جس کے حالات دوسرے تذکرے نویسوں نے کسی قدر تفصیل سے بیان کئے ھیں —

"حاتم تخلص' شاہ جہان آبادی' مشہور ریختہ گویوں میں سے دلی کے تھا ؛ ھم عصر شاہ نجم الدین آبرو اور میرزا رفیع سودا کا- شاعر خوش بیان تھا ' صاحب دو دیوان تھا- ایک دیوان میں خرچ ابہام کیا ھے' اور دوسرا بطور متاخرین سرانجام کیاھے-جامع ھے طور متاخرین اور طرز ابہام کا " —

(اس کے بعد اس کے کلام میں سے بیس اشعار کا انتخاب کیا ھے جس کا نمونہ میں پہلے دے چکا ھوں) —

---

* سکریٹری انجمن ترقی ء دیسی تعلیم کی رپوٹ بابت ششماھی سنہ ۱۸۴۵ع' مرتبۂ ڈاکٹر سپرنگر —

دوسرا بیان شاہ ابوالحسن بادشاہ گولکنڈہ کا ہے جو ۱۰۸۰ھ(سنہ۷۳-۱۶۷۲ع) میں تخت پر بیٹھا اور جب اورنگ‌زیب نے ۱۶۹۰ع میں گولکنڈہ فتح کیا تو قید کر لیا گیا اور اسی حالت قید میں سنہ۱۷۰۴ع میں انتقال کر گیا - وہ اپنے پیشرو عبداللہ‌قطب شاہ کی طرح ہندوستانی کا شاعر ہی نہیں تھا بلکہ ہندوستانی ادب کا سرپرست بھی تھا۔اور منجملہ اس‌کے دوسرے عہدہ داروں‌کے مرزا ابوالقاسم‌کی‌نسبت بیان‌کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے زمانے میں دکن کے مشہور شعرا میں شمار کیا جاتا تھا —

" نام نامی اور اسم گرامی اس بادشاہ عشرت دوست کا ابوالحسن تاناشاہ ہے- سلاطین نامدار اور خواقین عالی مقدار دکھن سے تھا - اگرچہ شہرہ عیش ونشاط کا اور آوازہ مسرت و انبساط کا اس عیش مجسم‌کا ماہ سے ماہی تک مشہور ہے' لیکن کچھہ تھوڑا سا احوال اس سربرآرائے بارگاہ عیش و کامرانی کا یہاں لکھنا ضرور ہے—

جس ایام کہ عالم گیر خلد مکاں نے عادل شاہی اور نظام شاہیوں کو زیر و زبر کیا اور صوبہ دکن کو بعد بہت سی خرابی کے لیا ' تو ابوالحسن تاناشاہ بھی نظربندی میں آے اور فلک نیرنگ بازنے بدلے اس عیش و عشرت کے اور ہی رنگ دکھاے - سامان عیش سب برہم ہوا اور مجمع ارباب نشاط حلقۂ ماتم ہوا- خلد مکاں نے جس قدر تنگی اُن کے اوقات میں چاہی ' اُنھوں نے قبول کیا ' لیکن حقے کے مقدمے میں بہت سماجت کے ساتھہ اتنی بات کہلا بھیجی کہ اس کا شوق مجھے نہایت ہے ' جو رعایت کہ اس کے سامان میں ہوگی وہ عین عنایت ہے —

از بسکہ یہ بادشاہ عشرت دوست آٹھہ پہر نشۂ عیش میں مخمور رہتا تھا ' حقہ ایک دم منہ سے نہیں چھٹتا تھا ' اور یہ بھی معمول تھا کہ بعد ہر چام کے ایک شیشے سے گلاب کے حقہ تازہ ہووے ' پھر ایک شیشے میں بید مشک کے حقہ بردار نیچے کو بھگو وے - شغل میں عیش و نشاط کے از بسکہ راتوں کو کم سوتے تھے' سینکڑوں شیشے گلاب خالص اور عرق بید مشک کے دن رات میں خرچ ہوتے تھے-

یہ سب احوال مفصل خلدمکاں کو معلوم تھا - علاوہ اس کے بادشاہ نے اس عجز سے کہلا بھیجا ' بارے سولہ شیشے گلاب کے اور آٹھہ شیشے بید مشک کے حکم فرمائے اور مطابق حکم عالی کے سرکار اعلیٰ سے کئی دن بمعرض وصول بھی آئے —

سبحان‌اللہ ! یاتوحقہ آٹھہ پہر منہ سے نہیں چھٹتا تھا' اور اُن کے دود محفل کے رشک سے دھوان حسد کا حقہ سر آسماں میں گھٹتا تھا ' یا پیچ سے فلک حقہ باز کے آٹھہ چلمیں دن رات میں یہ پیتے تھے اور گھونٹ گھونٹ کر عجب پیچ و تاب کے ساتھہ جیتے تھے —

اس میں بعد کئی دن کے حضرت خلد مکاں نے فرمایا کہ سولہ شیشے گلاب اور بید مشک کے ہر روز حقے کے مصرف میں آنے اسرات ہے ' اور امورات شرعی میں پاس خاطر بیجا بیجا اور تکالف رسمی معاف ہے* ' آٹھہ شیشے ہر روز یہاں سے جایا کریں- ایک شیشے سےبعد ہر چلم‌کے حقہ تازہ کر کے آٹھہ چلمیں دن رات میں پئیں—

جب حضور سے ہر روز آٹھہ شیشے آنے لگے تویہ دن رات میں لاچار چارچلموں سے دل بہلانے لگے - یہ ماجرا سن کر خلد مکاں نے ضد کے مارے چارشیشوں کی اور تخفیف‌کی- انھوں نے اپنے حقہ بردار کو دو چلموں کی پروانگی دی- بعد کئی دن کے جب دو شیشے اور کم ہوے تو ایک چلم دن رات میں یہ پیا کرتے تھے' جس دن ان دو شیشوں کا آنا بھی موقوف ہوا ' بعد تین دن کے حقہ بردار نے عرض کی کہ فدوی نے جہاں پناہ کی دولت سے اتنا‌کچھہ بعدخرچ‌کے جمع کیا ہے کہ دس چلمیں روز اسی خرچ کے ساتھہ سالہاے سال پلا سکتا ہے ' اُمید ہے کہ بھیتی خانے کے خرچ کا غلام کو حکم ہووے کہ نہال نمک حلال کا زمین میں سرخرری کے بووے - ارشاد فرمایا کہ حضرت اعلیٰ کو امورات شرعی‌کا بہ شدت دھیان ہے- اگرچہ مسجد‌کا کھود ڈالنا' خزانہ

---

* پکے مسلمان کھانے اور لباس میں بھجا تکلفات سے پرھیز کرتے ھیں وہ کافی اور تمباکو نیز دوسرے قسم کے عیش و عشرت سے بھی جس کا تاناشاہ عادی تھا ' اجتناب کرتے ھیں —

اس کے نیچے گرا سن کر، نہایت آسان ہے ، تو جو ہمارے حضرت بیجا کا کفیل ہوتا ہے، ابھی ایک دم میں جمع پونجی کھو کے سر پر ہاتھہ دھر کے روتا ہے - غرض اس دن سے پھر حقہ نہ پیا، جب تک کہ اُن کی نظر بندی میں رہے اور اس سرائے فانی سے عالم باقی کو تشریف لے گئے —

سبحان اللہ! چشم حقیقت بیں سے اگر کوئی دیکھے تو دنیا جائے حسرت ہے ، بلکہ خانۂ زحمت —

کدھر ہیں خسرو جم لطف کیقباد کدھر
کہاں سکندر و دارا کہاں ہے کیکا وس
جو مست جاہ ہیں دیکھیں وہ چشم عبرت سے
کچھہ ان کے ساتھہ گیا، غیر حسرت و افسوس؟

اگرچہ ملک گیری اور کشور ستانی کے معاملے کو سمجھنا شاہان عالی تبار پر ختم ہوا ہے، گدائے گوشہ نشیں کو دخل اِن امورات میں کیاہے- لیکن بعضے دانشمند کہتے ہیں کہ خلد مکاں نے استیصال بادشاہان دکن کا جو اس محنت سے کیا اور مکہ مسجد کو کُھدوا کے * وہ کچھہ مظلمہ اپنی گردن پر لیا ، خدا جانے اس حرکت کا کیا مفاد ہے- تحصیل حاصل سے بھی اس میں کچھہ کیفیت زیاد ہے- کس واسطے کہ پیش از تسخیر دکن کے بھی خراج و باج اس طرف سے چلا آتا تھا اور بادشاہ ہندوستان کا شہنشاہ کہلاتا تھا - مآل اس مشقت کا اعجوبہ نظر آیا کہ اس تردد نے شاہنشاہ کو بادشاہ کر دکھایا —

واقف رموز ملک سے ہیں شاہ و شہر یار
ہے تو گدائے گوشہ نشیں لطف کچھہ نہ بول†

---

* مکہ مسجد حیدرآباد کا کھدوانا خلاف واقعہ ہے — (مترجم)

† مصنف نے حافظ کے اس شعر کا ترجمہ کیا ہے :—

رموز مملکت خویش خسرواں دانند گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

مترجم

غرض شاہ عالیجاہ ابوالحسن تاناشاہ کی طرف لوگ اس مطلع کو منسوب کرتے ہیں اور باعتبار محاورۂ دکن کے اور بندش قدیم کے کہ اس مطلع میں ہے، ابراہیم خاں مرحوم * بھی گفتگو پر لوگوں کی گوش دل کو دھرتے ہیں مطلع یہ ہے:—

کس در کہوں، جاؤں کہاں، مجھہ دل پو بھل بچھرات ہے
اک بات † کے ہونگے سجن، یاں جی ہی بارہ بات ہے ‡ "

اگرچہ جنوب کی ہندوستانی بولی یعنے دکنی میں بمقابلہ شمالی بولی یعنے اُردو کے طویل نظمیں پائی جاتی ہیں، شمالی زبان یا اُردو میں زیادہ تر غزلیں، قصیدے یا چھوٹی چھوٹی مثنویاں دیوانوں میں محفوظ ہیں، تاہم شمال کی زبان کو ہمیشہ تفوق حاصل رہا ہے، کیونکہ وہ بہت باقاعدہ لکھی جاتی ہے - اور اسی لئے تمام تذکرے جن کا میں ذکر کروں گا اُردو شاعروں سے متعلق ہیں، دکنی شعرا کا ذکر محض ضمناً آجاتا ہے - میرے قول کی تصدیق میر کے اس بیان سے ہوتی ہے جو وہ نکات الشعرا کے دیباچے میں فرماتے ہیں:—

" اگرچہ ریختہ در دکن است، چوں از انجا یک شاعر مربوط بر نخاستہ، لہذا شروع بنام آنہا نہ کردہ و طبع ناقص مصروف اینہم نیست کہ احوال اکثر آنہا ملال اندوز گردد، مگر بعضے از آنہا نوشتہ خواہد شد " —

ہندی شعرا کے خاص تذکرے ہیں جنہیں " کب مالا " کہتے ہیں، لیکن جس قدر میرے علم میں آے ہیں وہ بہت ہی کم ہیں —

مجھے ہندوستانی مصنفین کے تقریباً ستر تذکروں اور منتخبات وغیرہ کا علم

---

* مصنف تذکرہ گلزار ابراہیم —

† (ن) بات گئی—

‡ اس بیان کے ترجمے میں مصنف سے کئی جگہ غلطی ہو گئی - یہاں یہ تمام بیان اصل سے نقل کیا گیا ہے — (مترجم)

ھے- یہ ایک بہت بڑا ذخیرہ ھے' لیکن ھندوستان کی ادبی تاریخ میں ان سے کچھہ کام نہیں لیا جاتا ' اس لئے میں ان میں سے ھر ایک کتاب کا کچھہ ذکر کروں گا—

مضمون زیر بحث کے لحاظ سے ھندی شعرا کے تذکروں کا ذکر سب سے اول ھونا چاھئے ' اس لئے کہ ان میں جن شعرا کا ذکر ھے وہ مقابلۃ مقدم ھیں —

۱- بھگت مال (بھگت مالا) درحقیقت وشنوی فرقے کے ایسے سادھوؤں کے تذکرے ھیں جو بھجنوں کے بھی مصنف ھیں- ھندی در اصل ھندو مصلحین کی زبان ھے' شیوا کے قدیم فرقے کے پیرو ھندی میں نہیں لکھتے' وہ سنسکرت زبان ھی کے شیدائی ھیں - بھگت مال کے بہت سے اڈیشن ھیں ' لیکن اُن کی بنیاد اُن نظموں پر ھے جو " چپای " کہلاتی ھیں ' اس نام کی وجہ یہ ھے کہ ان میں چھہ مصرعے ھوتے ھیں اور ھر مصرعے میں آٹھہ ماترا ھوتے ھیں جسے " اشٹپای " کہتے ھیں ' جن میں کا آخری مصرع نظم کے شروع میں دھرایا جاتا ھے - یہ نظمیں ایک قسم کے بھجن یا ھندی کے مقبول مذھبی گیت ھیں جو ھندوی یا قدیم ھندی زبان میں وشنوی سادھوؤں کی تعریف میں ھوتے ھیں ' یہ بھجن بہت مشہور ھیں اور نابھا جی کی بدولت ھم تک پہنچے ھیں - نابھاجی خود سادھو منش آدمی تھے اور مادر زاد اندھے تھے' انھوں نے یہ بھگت مالا سنہ ۱۵۷۴ ع میں لکھی - شاہجہان کے عہد میں (سنہ ۱۶۲۸ ع - ۱۶۵۸ ع) نراین داس نے ان نظموں میں کچھہ اصلاح کی؛ پھر سنہ ۱۷۱۳ ع میں کرشن داس نے اور اس کے بعد پریاداس نے ان میں کچھہ اضافہ کیا - راگ ساگر نے جو زمانۂ حال کا مصنف ھے اور جس نے راگ کلپادرم مرتب کی ھے (جس کا ذکر میں عنقریب کروں گا) ' بھگت مال کے ایک جدید اڈیشن شایع کرنے کا اعلان کیا ھے' لیکن مجھے اس کی اطلاع نہیں کہ وہ اڈیشن شایع ھوا یا نہیں - اُردو میں بھی اس کا ایک اڈیشن ھے لیکن مجھے اس کا علم نہیں - غرض کہ اصل نظمیں مع اضافے کے بھگت مال کہلاتی ھیں ان میں سے ھر ایک سوانح عمری چپای سے شروع ھوتی ھے اور جو نظمیں کہ بطور شرح کے ھیں وہ ٹیکا کہلاتی ھیں—

میں اپنی کتاب" ہندوستانی ادب کی تاریخ " کی تالیف اور اشاعت کے وقت صرف کرشن داس کے اڈیشن سے استفادہ کرسکا - لیکن اب مجھے پریا داس کا قلمی نسخہ بھی دستیاب ہوگیا ہے جو یورپ میں نادر ہے - یہ پریا داس، جس کے معنے محبوب یعنے کرشن کے غلام کے ہیں، بنگال کا رہنے والا تھا - اس صوبے میں ہندو، علاوہ اپنے صوبے کی زبان بنگالی کے ہندی میں بھی لکھتےہیں اور مسلمان ، مثل مسلمانان صوبجات شمال و مغربی ، اُردو استعمال کرتے ہیں - اس شخص کا تعلق وشنویوں کے ایک خاص فرقے سے ہے جس کا بانی نتیانند تھا - بھگت مالا کی شرح جس کا وہ مؤلف ہے* ، کبت کی بحر میں ہے اور اس کا صحیح نام " بھگت رس بودھنی " ہے ، جس کے لفظی معنے " بھگتی کے رس کا عام " ہیں - پریاداس کے بیانات " درش تنت " کے نام سے مشہور ہیں اور بھگت مال " بھگت پر سنیے" کے نام سے - یہ شخص اس تذکرے کے اڈیشن سے اس قدر مشہور نہیں جس قدر بھگوت کی وجہ سے جس کا یہ مصنف ہے † —

۲- بھگت چر تر (بھگتوں کی تاریخ) ، یہ بھی بھگت مالا ہی کی سی کتاب ہے - اس کا مؤلف گھوا چھدن ہے - یہ چودھویں صدی کا ہندی شاعر ہے اور اس کی تصنیف سے اور بھی چند کتابیں ہیں —

۳- راگ کلپا درم ، جس کے معنے راگ کا درخت مراد یا شجر بہشت ہیں - یہ عام مقبول گیتوں کا بہت ضخیم مجموعہ ہے (تخمیناً ۱۸۰۰ صفحے) - اسے سری کرشنانند و یاس دیو نے مرتب کیا ہے ، جس کے صلے میں دہلی کے بادشاہ نے اُسے راگ ساگر کا خطاب عطا فرمایا ، اور یہ خطاب اب اس کا تخلص ہوگیا ہے- راگ ساگر گور برہمن ہے اور علاقۂ میواڑ میں دیوگڑہ کوٹ یا اودے پور کا رہنے والا ہے -

---

* دیکھو ایچ - ایچ ولسن ، ایشیاٹک ریسرچز - جلد ۱۶ ، صفحہ ۵۶ —

† " ہندوستانی ادب کی تاریخ " - جلد اول صفحہ ۴۰۵ —

جو اشعار اس نے اس مجموعے میں جمع کئے ہیں ' اُن کی تعداد بارہ لاکھ پچیس ہزار ہے - یہ مجموعہ کلکتے میں سنہ ۱۸۴۳ ع میں چھپنا شروع ہوا اور سنہ ۱۸۴۵ ع میں ختم ہوا - جیسا کہ مؤلف نے کتاب کے دیباچے میں بیان کیا ہے اُس نے ان گیتوں کے جمع کرنے کے لئے بائیس سال تک سفر کیا - اس شخص کی بدولت بہت سی ایسی نظمیں محفوظ ہوگئیں جو اب تک نا معلوم تھیں حالانکہ ان کے مصنف مشہور و معروف شاعر تھے —

راگ کلپا درم میں کئی فصلیں ہیں ' جن میں بڑی بڑی سات ہیں - پہلی میں مختلف راگوں کی نظمیں ہیں جو ۱۶۴ صفحے پر ہیں - دوسری میں صرف سور ساگر ہے اور وہ ۶۰۰ صفحے کی ہے - تیسری میں جو ۳۴۴ صفحے کی ہے ' مختلف ہندو مسلمانوں کے گیت ہیں - چوتھی ۱۷۶ صفحوں کی ہے جس میں بہار اور ہولی کے گیت ہیں - چوتھی کے دو حصے ہیں ' ایک میں دھرپد اور دوسرے میں خیال ہیں - پہلا حصہ ۲۰۸ صفحے کا اور دوسرا ۱۵۶ کا - چھٹی فصل میں صرف غزلیں اور ریختے ہیں جو ۱۷۶ صفحے پر ہے - آخری فصل میں صرف ۲۸ صفحے ہیں اور اس میں راجہ بھرتری اور گوپی چند کا کلام ہے - اگرچہ یہ کتاب جیسا کہ اس کی تفصیل سے ظاہر ہے ایک قسم کا مجموعۂ انتخابات ہے' لیکن اس میں تذکرے کی بھی حیثیت ہے ' کیونکہ جن شاعروں کا مقبول کلام اس میں درج ہے ان کے کچھہ کچھہ حالات بھی لکھے ہیں —

۴- افسوس ہے کہ مجھے سجان چرتر کے متعلق زیادہ واقفیت نہیں ہے - اس میں دوسو سے زیادہ ہندی شاعروں کا حال ہے جو سودن کوی نے ۱۷۴۸ ع میں لکھی —

۵- کوی چر تر - یہ کتاب جنار دھن نے مرھٹی میں لکھی ہے اس میں کئی ہندو شاعروں کے حالات ہیں —

اب ہم اُن تالیفات کی طرف رجوع کرتے ہیں جو صحیح طور پر تذکروں کے نام سے

موسوم ہیں اور جن کا تعلق خصوصیت کے ساتھہ اسلامی ہندوستانی سے ہے، یعنے اُس بولی سے جو اُردو کہلاتی ہے —

یہ تذکرے جدید ہیں ؛ جہاں تک میرا علم ہے، سب سے پرانا گزشتہ صدی (اٹھارویں صدی) کے وسط میں لکھا گیا ہے۔ اِن میں سے آٹھہ تو گزشتہ صدی کے ہیں اور اُنیس ہماری صدی (انیسویں صدی) کے۔ ان اُنیس میں سے صرف سات ایسے ہیں جو ہندوستانی زبان میں لکھے گئے ہیں —

ذیل میں ان تذکروں کا ذکر بہ ترتیب سنہ کیا جاتا ہے ...

۶- جہاں تک ہمیں علم ہے ، سب سے پہلا اور سب سے پرانا میر (محمدتقی) کا تذکرہ نکات‌الشعرا ہے - میر صاحب نہایت نامور شاعر اور مستند اُستاد ہیں۔ یہ تذکرہ فارسی زبان میں ہے، اور اس میں تقریباً سو شاعروں کا ذکر ہے - یہ حالات مختصر مگر زوائد سے پاک ہیں اور ساتھہ ہی ساتھہ شعرا کے کلام پر تنقید بھی کی گئی ہے - میں نے اپنی کتاب ہندوستانی ادب کی تاریخ میں میر کے متعلق جو کچھہ لکھا ہے، اس پر اس قدر اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ میر اُن کا تخلص تھا ، تیغۂ سیادت نہ تھا - چنانچہ شورش نے لکھا ہے کہ وہ شیخ تھے، سید نہ تھے* - وہ آرزو کے بھانجے اور آگرے کے رہنے والے تھے - لیکن باپ کی وفات کے بعد وہ اپنے ماموں کے پاس دہلی آگئے جن سے اُنھوں نے اصلاح بھی لی ہے - سنہ ۱۱۹۶ھ (۸۲-۱۷۸۱ع) میں وہ لکھنؤ چلے گئے - نواب آصف‌الدولہ نے دوسو سے تین‌سو روپے تک اُن کی ماہانہ تنخواہ کردی - میر صاحب نے لکھنؤ ہی میں انتقال کیا اور تقریباً سوسال کی عمر پائی —

کمال، جس نے اپنا مجموعۂ انتخابات سنہ ۱۸۰۴ع میں مرتب کیا ، لکھتا ہے کہ میر صاحب اسّی سال سے زیادہ عمر کے تھے۔ ناسخ نے اُن کی تاریخ وفات کہی ہے،

---

* یہ صحیح نہیں ہے - میر صاحب سید تھے؛ اُن کی خود نوشتہ سوانح عمری نے یہ مسئلہ صاف کردیا ہے (اڈیٹر اُردو)

جس سے سنہ ۱۲۲۵ھ (۱۱-۱۸۱۰ع) نکلتا ھے - اسی سال اُن کا کلیات بھی طبع ہوا- بہر حال تذکروں سے یہ معلوم ہوتا ھے کہ اُن کی وفات لکھنؤ میں ۱۲۱۵ھ (۱۰-۱۸۰۰ع) اور ۱۲۲۱ھ (۰۷-۱۸۰۶ع) کے درمیان ہوئی —

قاسم کا اعتراض میر کے تذکرے کے متعلق یہ ھے کہ اس میں بہت کچھہ کھینچ تان سے کام لیا ھے اور میر نے اپنے ہم عصروں کے کلام پر نکتہ چینی کی ھے - لیکن صاحب آثارالصنادید کی راے میر کے کلام کے متعلق یہ ھے—

" میر کی زبان ایسی صاف اور شستہ ھے اور اس کے شعروں میں ایسے اچھے محاورات بے تکلف بندھے ھیں کہ آج تک سب اُس کی تعریف کرتے ھیں - سودا کی زبان بھی اگرچہ بہت خوب ھے اور مضامین کی تیزی میر پر غالب ھے مگر میر کی زبان کو اُس کی زبان نہیں پہنچتی " —

میر نے اپنا تذکرہ مخلص کی وفات سے ایک سال قبل لکھا - مخلص کی وفات سنہ ۱۱۶۴ھ (۵۱-۱۷۵۰ع) میں ہوی- میرصاحب خود اپنے تذکرے میں تحریر فرماتے ھیں کہ یہ اُردو شعرا کا پہلا تذکرہ ھے - نکات‌الشعرا کی عبارت یہ ھے " پوشیدہ نماند کہ در فن ریختہ کہ شعریست بطور شعر فارسی بزبان اُردوے معلی شاھجہان‌آباد، دھلی، کتابے تاحال تصنیف نہ شدہ کہ احوال شاعران این فن بصفحۂ روزگار بماند"—

غالباً یہ بیان نیک نیتی پر مبنی ھے مگر صحیح نہیں ہوسکتا ، کیونکہ یہ امر یقینی ھے کہ میر کے زمانے میں پہلے سے بھی اُردو شعرا کے تذکرے موجود تھے- چنانچہ فتح علی حسینی اپنے تذکرے کے دیباچے میں (جس کا سنہ تالیف وھی ھے جو میر کے تذکرے کا ، یعنی سنہ ۱۱۶۵ھ مطابق ۵۱-۱۷۵۰ع) لکھتا ھے کہ اس نے یہ تذکرہ لکھنے کا ارادہ اس لئے کیا کہ جن لوگوں نے اس سے قبل شعراے ریختہ کے تذکرے لکھے ھیں، اُنھوں نے محض حسد سے اُن پر نکتہ چینیاں کی ھیں، جس سے مینے احتراز کیا ھے اور انصاف کو مدنظر رکھا ھے - اگرچہ یہ طنزیہ جملہ میر کے تذکرے پر صادق آتا ھے، تاھم وہ تذکروں کا ذکر جمع کے صیغے میں کرتا ھے اور اس لئے اگر

هم یہ قیاس کریں تو بیجا نہوگا کہ سنہ ۱۷۵۱ ع میں متعدد تذکرے هندوستانی شعراکے موجود تھے۔علاوہ اس کےهم کو عنقریب یہ معلوم هوگا کہ قائم، جس نے اپنا تذکرہ ان دونوں تذکروں کے کئی سال بعد لکھا ' اس بات پر فخر کرتا ھے کہ هندوستانی شعرا کا یہ پہلا تذکرہ ھے - غالباً سرقے کے الزام سے بچنے کے لئے اُس نے یہ سخن سازی کی ھے - کمال نے اپنا تذکرہ اکبر* شاعر کی فرمائش سے سنہ ۱۸۰۴ ع میں تالیف کیا (اکبر کی وفات عالم جوانی میں سنہ ۱۸۰۳ ع میں هوی) - اس تذکرے سے یہ معلوم هوتاھے کہ اکبر نے کئی سال قبل چالیس هندوستانی تذکرے بہم پہنچائے تھے† - اس بنا پر یہ قیاس کیا جاسکتا ھے کہ ن تذکروں میں ' جن میں سے اب هميں صرف ایک چوتھائی کا علم ھے' بعض میر کے تذکرے سے بھی قدیم تھے ‡ --

میر کی هندوستانی نظمیں بے شمار هیں' جن میں سے اکثر اُن کی کلیات مطبوعہ کلکتہ ' ۱۸۱۰ ع میں موجود هیں - اس کلیات میں صرف فارسی کی نظمیں جن کی تعداد کچھہ زیادہ نہیں' درج نہیں کی گئیں البتہ چند عشقیہ مثنویاں جو اس کلیات میں نہیں هیں ' "مجموعۂ مثنویات" میں پائی جاتی هیں - یہ

---

* دیکھو اکبر (اکبر علی خاں) کا بیان کمال کے تذکرے میں -

† اس کے حالات پڑھنے سے معلوم هوتا ھے کہ اس نے انیس برس کی عمر سے یہ سامان جمع کرنا شروع کردیا تھا -

‡ مصنف کو کمال کی عبارت کے سمجھنے میں کچھہ مغالطہ هواھے - اول تو اس نے کہیں یہ نہیں لکھاکہ اس نے یہ تذکرہ اکبر کی فرمائش سے لکھا- دوسرے کمال نے چالیس کے ساتھہ "دواوین" کا لفظ لکھاھے جسے مصنف نے "تذکرے" خیال کیا- تیسرے یہ سامان خود مولف تذکرہ نے جمع کیا تھا نہ کہ اکبر نے - کمال کی اصل عبارت یہاں نقل کی جاتی ھے - یہ ذکر اکبر کے متعلق ھے " بعد ازاں قریب چہل دواوین اساتذۂ ریختہ گویاں کہ همراہ فقیر بود از یک طرف سیر همہ دواوین ساختہ بعد ازاں خود شوق شعر گفتن آغاز نمودہ رجوع ایں معنی بہ فقیر آوردہ بعرصۂ چند بہ فیض کلام سخنوران کلام خود را بہ پایۂ اعتبار کشیدہ " - " رجوع ایں معنی " سے مطلب یہ ھے کہ مجھسے اصلاح لینے لگا - اس کا مطلب مصنف نے یہ سمجھا کہ تذکرہ لکھنے کی طرف توجہ دلائی (اڈیٹر اُردو)

مجموعہ سنہ ۱۸۵۱ ع میں کانپور میں مصطفیٰ خاں کے اہتمام سے شایع ہوا - اس میں علاوہ میر کی مثنویوں کے صادق خاں کی مثنویاں بھی شریک ہیں - میر کو اس کے اہل وطن عام طور پر ہندوستانی شعرا میں دوسرا بڑا شاعر خیال کرتے ہیں؛ بعض اُسے سودا کا ہم رتبہ سمجھتے ہیں ' اور بعض قطعی طور پر اس کے کلام کو سودا کے کلام پر ترجیح دیتے ہیں —

۷- قائم نے جو ایک مشہور شاعر ہوا ہے' ایک تذکرہ لکھا ہے - اُس کا نام بھی نکات‌الشعرا ہے - جو علاوہ اس کے طبقات‌الشعرا کے نام سے بھی معروف ہے' کیونکہ اس کی تقسیم تین طبقوں میں کی گئی ہے - یہ اُن تذکرہ نویسوں میں ہے جو سعدی شیرازی کو اُردو شاعری میں شمار کرتے ہیں —

۸- تذکرۂ فتح علی حسینی گُردیزی - یہ ہندوستانی مصنف ہے - ذات کا شیخ اور صوفی مشرب یعنے مسلمان فلسفی ہے-اس نے یہ تذکرہ دلی میں فارسی زبان میں لکھا - اس میں میر کے تذکرے کی طرح کم‌وبیش سو شاعروں کا ذکر ہے اور ترتیب بھی حروف ابجد کے لحاظ سے ہے- حسینی خود اپنے تذکرے میں اپنے تذکرے کا سنہ تالیف جتا کر بتا تا ہے- وہ انجم کے ذکر میں لکھتا ہے کہ اس شاعر نے ۱۱۵۹ھ (۴۷-۱۷۴۶ع) میں یعنی اس تذکرے کی تالیف سے چھ سال پہلے انتقال کیا ' اس حساب سے تالیف کا سنہ ۱۱۶۵ھ (۵۱-۱۷۵۰ ع) ہوا - یہی سال میر کے تذکرے کی تالیف کا ہے - حسینی ضرور نکات‌الشعرا سے واقف تھا- ایک وجہ تو وہی ہے جو میں پہلے لکھ چکا ہوں ' دوسری بات یہ ہے کہ وہ اس سے صریحاً نقل کرتا ہے - اس کا دیباچہ پڑھتے ہی فوراً معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ نکات‌الشعرا سے نقل کر رہا ہے' کیوں کہ میر صاحب نے ریختے کے طرز تحریر پر جو رائے ظاہر کی ہے وہی اس نے لفظ بلفظ نقل کردی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ حسینی سنہ ۱۸۰۶ ع تک زندہ تھا ' کیونکہ قاسم نے اس کا

ذکر زندہ مصنفین میں کیا ہے —

۹- اس کے بعد تذکرہ مخزن نکات* ہے- اس کے مؤلف شیخ محمد قائم الدین قائم، چاندپوری ہیں - سنہ تالیف سنہ ۱۱۶۸ھ (۵۵-۱۷۵۴ع) ہے اس تذکرے سے بہت سی دلچسپ باتیں معلوم ہوتی ہیں - یہ تین طبقات میں منقسم ہے - یعنے قدیم، وسطی اور جدید شعرا کے حالات میں - کل شاعر جن کے حالات اس میں درج ہیں ایک سو دس ہیں - سب سے عجیب بات اس تذکرے میں یہ ہے کہ مصنف (جیسا کہ میںنے پہلے ذکر کیا ہے) اس بات کا مدعی ہے کہ سب سے پہلا وہ شخص ہے جس نے اس مضمون پر قلم اُٹھایا ہے، جس کے یہ معنے ہوے کہ اس سے پہلے جس قدر تذکرے لکھے گئے تھے اُن سے وہ بالکل ناواقف تھا ، یعنے نہ صرف اُن تذکروں سے جو میر کے قبل لکھے گئے بلکہ میر اور فتح علی کے تذکروں سے بھی - ہمیں اس بیان کی صداقت پر شبہ کرنے کا پورا حق حاصل ہے، مگر اس سے کتاب کی خوبی پر کوئی اثر نہیں پڑتا —

ایک بات جو اس سے قبل کے تذکروں میں نہیں پائی جاتی، یہ ہے کہ سعدی شیرازی نے اپنے زمانۂ سیاحت دکن میں اُس خطے کی زبان میں اشعار لکھے اور اس لئے اُنھیں ہندوستانی شعرا میں شمار کرنا چاہئے† یہ واقعہ یقینی نہیں تو اغلب ضرور ہے - اس بیان کی میر اور فتح علی نے تردید کی ہے، کیونکہ اُنھوں نے یہ

---

* مخزن نکات تاریخی نام ہے - اکرم (شاعر) نے اس پر تاریخی قطعہ بھی لکھا ہے - میرے کتاب خانے میں تذکرۂ قائم کا ایک خلاصہ ہے اور سرورق کی تحریر کے بموجب اس میں میر کا تذکرے کے خلاصہ بھی شریک ہے ، جو قائم کے تذکرے کی بنیاد ہے، اگرچہ قائم کا یہ دعویٰ ہے کہ اُسے اس سے قبل کے کسی تذکرے کا حال معلوم نہیں—

† اس کی بحث جرنل ایشیاٹیک بابت سنہ ۱۸۴۳ میں دیکھو —

اشعار دکن کے ایک فرضی سعدی* سے منسوب کئے ہیں - کمال نے بھی اس معاملے میں قائم کا تتبع کیا ہے' وہ اکثر اس تذکرے سے استفادہ کرتا ہے جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا : شورش دوسرے رائے کا قائل ہے' جس نے اپنا تذکرہ قائم کے تذکرے سے دس سال بعد لکھا- دوسرے تذکرہ نویسوں نے حقیقی یا فرضی سعدی † کے متعلق کچھہ نہیں لکھا-اس بحث کی یہ صورت ہے' اس مسئلہ پر میں اس سے پیشتر مفصل بحث کرچکا ہوں ‡ —

شاعر کی حیثیت سے قائم اپنے عہد کے ممتاز شعرا میں خیال کیا جاتا ہے - بقول کمال سوائے سودا کے جو ہندی مسلمانوں کا مقبول شاعر ہے' وہ سب سے بڑھا ہوا ہے - اس قول کی تائید میں وہ اپنے تذکرے میں قائم کے دیوان سے اس کا بہت سا کلام نقل کرتا ہے' جس میں بیانیہ ' ہجویہ اور دوسرے قسم کی نظمیں ہیں جو قومی خصائص کے نقطۂ نظر سے بہت دلچسپ ہیں—

شیفتہ کی رائے میں قائم کی بہترین نظمیں اس کے قطعات اور رباعیات ہیں- باقی نظموں کے وہ اس قدر مداح نہیں ہیں جس قدر کمال ہے - اُن کے خیال میں قائم کو سودا کا ہم رتبہ سمجھنا حماقت ہے -قائم اوائل عمر ہی میں دہلی چلا گیا تھا' جہاں وہ بادشاہ کے ہاں سلسلۂ ملازمت میں داخل ہوگیا - سنہ ۱۲۰۷ھ اور سنہ ۱۲۱۰ھ (۹۵-۱۷۹۳) کے درمیان انتقال کر گیا —

۱۰- تذکرۂ ابوالحسن کا نام " مسرت افزا " ہے ' یہ فارسی میں ہے اور سنہ ۱۲۰۷ھ (سنہ ۱۷۷۹ع) میں تالیف ہوا - میں نے اپنی کتاب " ہندوستانی ادب کی تاریخ " میں اس امر پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ اس تذکرے کے دستیاب نہونے

---

* سعدی کے متعلق اکثر تذکرہ نویسوں کو مغالطہ ہوا ہے - یہ نہ سعدی شیرازی ہیں اور نہ دکن کے باشندے' بلکہ شمالی ہند کے رہنے والے تھے جو اکبر کے عہد میں ہوے - تاریخ وفات سنہ ۱۰۰۲ھ ہے — (اڈیٹر اردو)

† دیکھو جرنل ایشیاٹیک سنہ ۱۸۵۳ع —

کی وجہ سے میں اس سے استفادہ نکر سکا' مجھے اس کا عام سرتاپاوارس لے کی قلمی نسخوں کی فہرست سے ہوا تھا' جن کے پاس اس کا ایک نسخہ تھا * اب اُن کے قلمی نسخے آکسفورڈ لائبریری میں آگئے ہیں اور میرے دوست نے تھی نیل بلانڈ نے اپنی عنایت سے اُسے پڑھ کر اس کا خلاصہ اور اس کے اقتباسات میرے پاس بھیج دئے ہیں - یہ اس لئے اور بھی کار آمد ثابت ہوا کہ ڈاکٹر سپرنگر نے اس کا ذکر اپنی فہرست میں نہیں کیا —

اس تذکرے کے مؤلف کا نام ابوالحسن امیرالدین احمد ہے' جو امراللہ الہ آبادی کے نام سے بھی مشہور ہیں - وہ اپنا وطن چھوڑ کر عظیم آباد میں جابسے تھے پھر کلکتے گئے - انھیں ہندوستانی شاعری سے ذوق تھا اور اسی لئے اُنھوں نے بزمانہ سفر سنہ ۱۱۹۳ھ (۱۷۷۹ع) یہ تذکرہ لکھا اور لکھنؤ آکر اس میں اضافہ کیا—

۱۱- تذکرۂ شورش بھی فارسی میں ہے' سنہ ۱۱۹۳ھ (۸۰-۱۷۷۹ع) میں تالیف ہوا - اس کا کوئی خاص نام نہیں - مؤلف کا نام غلام حسین ہے مگر عام طور پر میر بھینا کے عرف سے مشہور ہے - میں نے ڈاکٹر سپرنگر کی تالیف کے ذریعے سے اس تذکرے سے کام لیا - ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب ''اُردو تذکروں کے انڈکس'' میں اس سے بہت کچھ اقتباس کیا ہے - اصل قلمی نسخہ جے - ای - ایلیٹ کی ملک تھا' جس کی ضخامت پانسو صفحے کی تھی اور اس میں ۳۱۴ شعرا کا مختصر ذکر تھا —

۱۲- تذکرۂ نواب علی ابراہیم خاں' جس کا نام خود مؤلف کے نام پر گلزارابراہیم ہے اور اسی کے ساتھ حضرت ابراہیم کے قصے کی تلمیح بھی ہے کہ وہ

---

* اس کتاب خانے میں ایک قلمی نسخہ تذکرۂ شعرائے جہانگیر شاہی کا بھی ہے جس کا مجھے علم نہیں ہوا تھا۔ اس میں صرف اُن فارسی شعرا کا ذکر ہے جو جہانگیر کے عہد میں تھے —

آگ جس میں نمرود نے انھیں ڈال دیا تھا گلزار سے بدل گئی تھی - یہ تذکرہ بھی فارسی میں ہے اور میں نے اپنی کتاب ''ہندوستانی ادب کی تاریخ'' میں اس سے بہت کام لیا ہے - مؤلف نے اسے سنہ ۱۱۹۶ھ * (۸۲-۱۷۸۱ع) میں ختم کیا - اس میں تقریباً تین سو اُردو شاعروں کا ذکر ہے اور ہرشاعر کے بیان کے ساتھہ اس کے کلام کا انتخاب بھی ہے - مؤلف کے متعلق جو کچھہ میں نے تاریخ ادب میں لکھا ہے' اس پر اس قدر اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ ان کا پورا نام نواب علی ابراہیم امین‌الدولہ ناصر جنگ تھا اور وہ پٹنے کے رہنے والے تھے - ان کے دو تخلص تھے ایک خلیل اور دوسرا حال † شورش اور یوسف علی نے اپنے تذکروں میں ان کا ذکر پہلے تخلص سے کیا ہے عشقی نے دوسرے تخلص سے ¶

۱۳- اٹھارویں صدی کا آخری تذکرہ مصحفی کا ہے - یہ بھی فارسی میں ہے- سنہ تالیف ۱۲۰۹ھ (۹۵-۱۷۹۴ ع) ہے - میں نے اس مصنف کے متعلق جو کچھہ اپنی کتاب تاریخ ادب میں لکھا ہے' اس پر اتنا اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں - ایک تو یہ کہ فان ہیمر کی راے کے بموجب' جو انھوں نے میری کتاب کے تبصرے میں ظاہر فرمائی ہے ' ان کے نام کا تلفظ (بہ فتح میم) کرنا چاہئے - جس کے معنی یہ ہیں کہ اُسے قرآن یعنے مصحف سے نسبت ہے —

---

* تذکرۂ گلشن ہند مولفۂ لطف میں اس کے اختتام کی تاریخ سنہ ۱۱۹۸ھ (سنہ ۱۷۸۴ع) لکھی ہے (اڈیٹر اُردو) —

† یہاں بھی مصنف سے غلطی ہوی ہے - ان کا دوسرا تخلص " علی " تھا —

‡ علی ابراہیم‌خاں علاوہ ادیب ہونے کے مورخ بھی تھے - گلزار ابراہیم کے علاوہ خلاصۃالکلام اور صحف ابراہیم دو فارسی شعرا کے تذکرے بھی ان کی تالیف سے ہیں - وقائع جنگ مرہٹہ لارڈ کارنوالس کے عہد میں ۱۲۰۱ھ میں لکھی جس کا ترجمہ میجر فلر نے انگریزی میں کیا - اس میں پانی پت کی جنگ کا حال ہے- ایک کتاب میں راجہ چیت سنگھ والیٔ بنارس کی‌بغاوت کا حال ہے—

لارڈ کارنوالس کے عہد میں بنارس میں چیف میجسٹریٹ اور بعد ازاں گورنر رہے - سنہ ۱۲۰۸ھ میں انتقال کیا (اڈیٹر اُردو)

شیفتہ کا قول ہے کہ مؤلف دھلی میں پیدا ہوا تھا اور وہ ہندوستانی اور فارسی میں اپنے فن کا اُستاد تھا - شیفتہ سے اُن کی ملاقات لکھنؤ میں ہوی اور اُن سے دوستانہ تعلقات تھے - شیفتہ نیز کریم‌الدین کا بیان ہے کہ مصحفی نے ربختے کے چھہ دیوان لکھے ہیں - بہر حال فرح بخش (لکھنؤ) کے دیوانہاے مصحفی کے قلمی نسخے میں صرف چار دیوان ہیں اور یہ چاروں ہندوستانی زبان میں ہیں - مصحفی نے فارسی میں بھی کئی دیوان لکھے ہیں اور فارسی شعرا کا بھی ایک تذکرہ لکھا ہے - اس کے علاوہ ایک شاہنامہ بھی لکھنا شروع کیا تھا جو نا تمام رہ گیا - اس میں شاہ عالم کے عہد تک کے واقعات منظوم کئے ہیں —

مصحفی نے اپنا اُردو شعرا کا تذکرہ میر مستحسن خلیق کی فرمائش سے لکھا جس میں‌محمد شاہ کے عہد سے لیکر اپنے وقت تک کے شعراکا حال درج ہے اور جن کی تعداد تقریباً ایک سو پچاس ہے - مؤلف نے خاص کر اپنے ہم عصروں کے حالات بیان کرتے ہیں عالی ظرفی کا اظہار کیا ہے—

مصحفی نے بڑی عمر پائی تھی' کیونکہ اُن کی وفات گلشن بےخار کے چھپنے سے دس سال قبل یعنے سنہ ۱۸۲۲ع کے قریب ہوی ' لیکن کریم‌الدین اُن کی وفات کا سال سنہ۱۸۱۴ ع بتاتے ہیں- ان کی شہرت اس دور کے آخر میں ہونی‌شروع ہوئی جس میں سودا ' جرأت اور انشا کا دور دورہ تھا - وہ حاتم کے بھی ہم عصر رہے ہیں' جیسا کہ حاتم‌کے دیوان زادہ کے دیباچے سے معلوم ہوتاہے- قائم جو دلی کے مشاعروں میں موجود تھا' ان‌کے بہت سے اشعار نقل کرتا ہے؛ سرور نے کوئی ۴۷ صفحوں میں ان کے کلام کا انتخاب دیا ہے—

۱۴- تذکرۂ لطف (مرزا علی خاں) یہ تذکرہ سب کا سب اس صدی (انیسویں صدی) کے شروع میں لکھا گیا ہے' یعنے سنہ ۱۲۱۵ھ (سنہ ۱-۱۸۰۰ع) میں - اس کتاب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قومیت کا خیال لوگوں میں ترقی کر رہا ہے' کیونکہ جہاں تک میرا علم ہے یہ پہلا تذکرہ ہے جو بخلاف دوسرے تذکروں کے

جواس سے قبل لکھے گئے ہیں فارسی میں نہیں بلکہ اسلامی ہندوستانی یعنے اُردو میں لکھا گیا ہے - اس تذکرے میں جو گلشن ہند کے نام سے موسوم ہے' ۶۶* شاعروں کا ذکر ہے ' لیکن ہر ایک کے حال کے ساتھہ کثرت سے اس کے کلام کا انتخاب دیا ہے - مثلاً خود مؤلف تذکرہ کے حالات کے بعد اس کی غزلیات کا پورا دیوان درج ہے جو میرے قلمی نسخے میں ۱۷ سطروں کے ۳۱ صفحوں پر ہے ' اور اس کے علاوہ ۱۷ صفحوں پر قصیدے اور ۲۵ صفحوں پر عشقیہ مثنویاں ہیں؛ سب ملاکے ۷۳ صفحے ہوتے ہیں —

میں نے اپنی کتاب تاریخ ادب ہندوستانی میں لطف کے حالات لکھے ہیں ؛ یہاں اس قدر اور لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دھلی میں پیدا ہوا' پلنے اور لکھنؤ میں رہا اور آخر میں حیدرآباد آگیا' جہاں وہ کمال سے ایک سال بعد پہنچا؛ کمال کو وہ لکھنؤ ہی سے جانتا تھا اور دکن میں اس سے پھر ملاقات ہوئی - لطف شعر و سخن میں اپنے باپ کاظم بیگ خاں ہجری کا شاگرد تھا (جو خود بھی ہندوستانی میں شعر کہتا تھا) اور بقول شیفتہ میر سے بھی تلمذ حاصل تھا —

۱۵- مجموعۂ انتخاب - یہ کمال (فقیرشاہ محمد یا شاہ کمال‌الدین حسین) کی تالیف ہے - یہ اُن تذکروں میں سے ہے' جن کا علم مجھے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے خاص اصحاب کی بدولت اُس وقت سے ہے جب کہ میں اپنی تاریخ ادب شایع کرنے والا تھا ' نیز اُن تذکروں میں سے ہے جن سے صرف میں نے ہی استفادہ کیا ہے- افسوس ہے کہ جو نسخہ مجھے ہاتھہ لگا ' اگرچہ وہ بہت عمدہ نستعلیق خط میر لکھا ہوا ہے ' لیکن کاتب نے بڑی بے پروائی سے لکھا ہے اور یہی نہیں بلکہ بےسمجھے اس میں تصرف بھی کردیا ہے - اس قسم کی بے احتیاطی ایسی کتابوں میں جن کا

---

* حیدرآباد میں جو نسخہ مرتب ہوا تھا اور لاہور سے شایع ہوا اس میں ۶۹ شعر کا ذکر ہے (اقبال اُردو)

تعلق انتخابات سے ہے بہت ہی قابل افسوس ہوتا ہے —

۱۷- مجموعۂ نغز - یہ قاسم (سید ابوالقاسم*) معروف بہ قدرت‌اللہ قادری کی تالیف ہے - اس تذکرے کی اطلاع مجھے اس وقت ہوئی جب کہ میری کتاب شایع ہوچکی تھی —

یہ کتاب قاسم نے سنہ ۱۳۲۱ھ (سنہ ۱۰۷-۸۱۰۶ع) میں تالیف کی- اس کا نام تاریخی ہے - یہ مقفیٰ اور مسجع فارسی نثر میں ہے - شروع میں ایک دیباچہ ہے جس میں شاعری پر بحث ہے اس دیباچے کا طرز تحریر وہی ہے جو اصل کتاب کا ہے-لیکن دوسرے تذکروں سے اس میں یہ بات خاص امتیاز کی ہے کہ مؤلف نے شعرا کے نام بےسوچے سمجھے نہیں لکھہ دئے ہیں ' بلکہ ہم نام شاعروں کو ایک جگہ لکھا ہے' اُن کی تعداد بتادی ہے اور ترتیب وار اُن کا حال لکھا ہے - اس تذکرے میں کئی سو شاعروں کا حال ہے' تاہم سرور اور ذکا کے تذکروں میں شعرا کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے - لیکن یہ تذکرے اس سے بڑھے ہوے ہیں ' اور جگہ جگہ قصے' لطیفے اور انتخابات اس سلیقے سے دئے ہیں کہ دوسری جگہ نظر نہیں آتے—

قاسم خود بھی ہندوستانی زبان کا مشہور اور ممتاز شاعر ہے - اُسے صغرسن سے شعر و سخن کا ذوق تھا اور اس فن کو اس نے ہدایت سے حاصل کیا تھا - تذکرے کی تالیف کے وقت وہ آٹھہ ہزار شعر لکھہ چکا تھا جو اس کے دیوان میں موجود تھے - علاوہ اس کے ۱۶۰۰ شعر کی ایک مثنوی موسوم بہ قصۂ معراج ہے ؛ اور ایک اور مثنوی بوستاں کی بحر میں ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ کس مضمون پر ہے ' ایک تیسری مثنوی جس میں ۵۲۰۰ شعر ہیں ' حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی کراماتوں کے حال میں ہے - قاسم قادری تھے اور یہ مثنوی اُسی عقیدت کی بنا پر لکھی ہے —

---

* قاسم لکھتا ہے کہ ابوالقاسم کا نام مجھے آنحضرت صلعم کی عقیدت میں اختیار کیا ہے —

قاسم کو طب کا بھی شوق تھا ' مگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ طبابت کرتے تھے یا نہیں —

کمال' سرور' شیفتہ' کریم نے اپنے اپنے تذکروں میں اس کے کلام اور اس کے اتقا کی بہت تعریف کی ہے - کریم کے قول کے مطابق قاسم کا انتقال ۱۰۹ برس کی عمر میں سنہ ۱۸۸۰ ع میں ہوا —

۱۸- عمدۂ منتخبہ' جو سرور کی تالیف ہے غالباً* سنہ ۱۲۲۱ھ (۱۸۰۶-۰۷ع) میں لکھا گیا تھا - میں نے جب اپنی تاریخ لکھی تو مجھے اس کا علم نہ تھا ' مگر اس کے بعد مجھے اس کا ایک قلمی نسخہ دستیاب ہوا اور میں نے فرصت سے اس کا مطالعہ کیا —

میر محمد خاں سرور' مؤلف تذکرۂ ھذا' کا خطاب اعظم‌الدولہ تھا- والد کا نام نواب ابوالقاسم مظفر خاں بہادر تھا - وہ ساقی معروف بہ سامی اور موزوں اور تجمل کے شاگرد تھے- علاوہ اس تذکرے کے وہ صاحب دیوان بھی تھے - یہ تذکرہ جو

---

* تذکرے میں یہ سنہ تالیف صحیح طور سے نہیں بتایا گیا - اس کی تالیف کے متعلق ۱۲۱۵ ھ اور سنہ ۱۲۱۶ھ دونوں سنوں کے تاریخی مادے موجود ہیں - ایک مادے سے سنہ ۱۲۴۲ھ کا سنہ نکلتا ہے' یہ شاید اختتام تالیف کا سنہ ہے یا شاید نسخے کی کتابت کا - ڈاکٹر سپرنگر کا نوٹ یہ ہے کہ سنہ ۱۲۱۹ھ (سنہ ۵-۱۸۰۴ع) کے بعد کا کوئی سنہ کتاب میں نہیں پایا جاتا ' لہذا ہم یہ قیاس کرسکتے ہیں کہ یہ تذکرہ اسی سنہ میں یا اس کے بعد کے سنہ میں تالیف ہوا —

(نوٹ :- عمدۂ منتخبہ تاریخی نام ہے اس سے سنہ۱۲۱۹ھ نکلتے ہیں - چنانچہ غالب علی خاں سعید نے جو تاریخی قطعہ لکھا ہے اس کا آخری شعر یہ ہے : —

عمدۂ منتخبہ اُس کی وہیں سعید نے
لکھی تاریخ وہی نام بھی ہے اُس کا رکھا

لیکن احسان' نصیر' عاشق' قاسم' سیدرضی' فراق نے جو مادۂ تاریخ نکالے ہیں اُن سے ۱۲۱۹ھ اور مسلون کے تاریخی مادہ سے ۱۲۱۵ھ نکلتے ہیں- میرے نسخے کے آخر میں خہم محرم الحرام سنہ ۱۲۲۴ کو اس کا اختتام ہونا پایا جاتا ہے -(آئینہ اُردو)

فارسی میں ہے اور اس میں بہت سے شعرا کا ذکر ہے جن کی تعداد ہزار اور بارہ سو کے درمیان ہے - ترتیب حروف ابجد کے لحاظ سے ہے اور ہر شاعر کا مختلف قسم کا کلام مختصر بھی درج ہے- سرور اپنے ذکر میں بہت انکسار کرتاہےاور اس معذرت کے ساتھہ مشہور شعرا کے کلام کے ساتھہ اپنا کلام بھی پیش کرتا ہے کہ جہاں پھول ہے وہاں کانٹا بھی ہوتا ہے - یہ تذکرہ قاسم کے تذکرے کے بعد ہے' اگرچہ سنہ تالیف وہی ہے ' مگر شیفتہ کے تذکرے سے پہلے لکھا گیا ہے اور شیفتہ نے اس سے اسی طرح استفادہ کیا ہے جس طرح سرور نے قاسم * کے تذکرے سے —

کریم کا بیان ہے کہ عمدۂ منتخبہ دہلی میں بہت مشہور ہے' بڑی احتیاط سے لکھا ہے اور شیفتہ اور دوسرے تذکرہ نویسوں نے اس سے استفادہ کیا ہے —

سرور کا انتقال سنہ ۱۲۵۰ھ (۳۵-۱۸۳۴ع) میں ہوا - اس کا بیٹا محمدخاں باپ کے قدم بقدم چلا - شیفتہ نے اس کا نام اپنے ہم عصر شاعروں میں بیان کیا ہے -

۱۹- طبقات سخن کا کوئی نسخہ مجھے دستیاب نہیں ہوا† - اس تذکرے کے مؤلف کا نام جس کا شمار ہندوستانی زبان کے شعرا میں کیا جاتا ہے ' شیخ غلام محی‌الدین قریشی' تخلص عشق ہے- مؤلف میرٹھہ میں پیدا ہوا - اس کے والد کا نام نعمت‌اللہ نعمی‡ ہے ' یہ بھی شاعر تھے اور فارسی میں صاحب دیوان ہیں- عشق کا کلام فارسی ہی میں نہیں بلکہ عربی میں بھی ہے - فارسی میں اس کے دو دیوان ہیں - پہلے دیوان میں اس کا تخلص مبتلا اور دوسرے میں عشق ہے اور اسی نام سے زیادہ تر مشہور ہے —

---

* خود قاسم نے بھی سرور کے تذکرے کی تاریخ کہی ہے - (اڈیٹر اُردو)

† یہاں جو کچھہ لکھا گیا ہے وہ سپرنگر کی فہرست سے ماخوذ ہے -

‡ بقول ڈاکٹر سپرنگر - لیکن "نفسی" بھی ہوسکتا ہے —

یہ تذکرہ فارسی میں ہے اور نام تاریخی ہے جس سے سنہ ۱۲۲۲ھ (۸۰۔۱۸۰۷ع) نکلتا ہے - یہ تذکرہ دوسروں کی نقل نہیں ہے - اس کے دو حصے ہیں جن کا نام مؤلف نے طبقات رکھا ہے - پہلے طبقے میں ریختے کے سو شعرا کا ذکر ہے اور دوسرے میں اسی قدر فارسی شاعروں کا —

۲۰- تذکرۂ جہان اُن چھہ تذکروں میں سے ہے جن سے میں نے اپنی تاریخ میں کام لیا ہے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے اُن چھہ تذکروں میں سے ہے جو ہندوستانی میں لکھے گئے ہیں - اس تالیف کا نام " دیوان جہاں " ہے جس میں مؤلف کے تخلص * کا اشارہ ہے - بعض اوقات جہان کا لفظ استعارے کے طور پر ہندوستان کے لئے استعمال کیا جاتا ہے - جو کچھہ میں پہلے اپنی تاریخ میں اس کتاب کے متعلق جو سنہ ۱۲۲۷ھ (۱۸۱۲ ع) کی تالیف ہے نیز اس کے مؤلف کے متعلق لکھہ چکا ہوں اس کا اعادہ کرنا نہیں چاہتا - مؤلف اگرچہ ہندو ہے جو اس کے نام بینی نراین سے ظاہر ہے' مگر کتاب اس نے مسلمانوں کی زبان میں لکھی ہے - نئی اطلاع مجھے بینی نراین جہان کے متعلق یہ ملی ہے کہ وہ قوم کا کائستہ تھا اور بقول بعض دھلی کا رہنے والا اور بقول بعض لکھنؤ کا باشندہ تھا - اس کے باپ کا نام سدرشت نراین اور دادا کا نام لکشمی نراین تھا —

دیوان جہان کو تذکرہ نہیں بلکہ مجموعۂ انتخابات کہنا چاہئے - اس میں کوئی ایک سو پچاس شعرا کا تذکرہ ہے - انتخابات بہت اچھے اور مختصر ہیں مگر اقتباسات بہت طویل ہیں —

علاوہ اس تذکرے کے جہان کی اور تالیفات بھی ہندوستانی زبان میں ہیں ایک چار گلشن ہے' جس کی بنیاد فارسی شاعر ہلالی کے قصے " شاہ و گدا یا درویش " پر ہے - دوسری قصہ جات' اس میں قصے کہانیاں ہیں - نظمیں

---

* ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی فہرست کتب کے بموجب —

جن کا نمونہ وہ اپنے تذکرے میں دے چکے ہیں - تیسری ایک کتاب "تنبیہ الغافلین" کا ترجمہ ہے- یہ ایک مذہبی کتاب ہے جو فارسی زبان میں مشہور مسلمان مصلح اور فرقۂ وہابی کے بانی سید احمد کی فرمائش پر تالیف ہوی تھی اس کتاب کے اور بھی ترجمے ہندوستانی زبان میں ہیں - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہاں فرقۂ وہابی سے تعلق رکھتا تھا یا کم سے کم مسلمان ہوگیا تھا ' کیونکہ وہ اس کتاب کے دیباچے میں اس طرح لکھتا ہے جیسے سچ مچ کا مسلمان —

۲۱- عیارالشعرا' یہ بھی ایک ہندو خوب چند ذکا نامی کا لکھا ہوا ہے اور فارسی میں ہے - سنہ تالیف سنہ ۱۲۴۷ھ (۳۲-۱۸۳۱ع) یا اغلباً سنہ ۱۲۰۸ھ (۹۴- ۱۷۹۳) سے ۱۲۴۷ھ (۳۲- ۱۸۳۱ع) تک سمجھنا چاہئے؛ اس لئے کہ مؤلف کا بیان ہے کہ اس نے اپنے آقا میر نصیرالدین نصیر عرف میر کلو کی فرمائش پر تیرہ سال اس کے لکھنے میں صرف کئے - ذکا نے سنہ ۱۸۴۶ع میں انتقال کیا - یہ سنہ ڈاکٹر سپرنگر کو اس کے پوتے کی زبانی معلوم ہوا —

یہ اُن تذکروں میں سے ہے جن کا عام مجھے بالواسطہ ہوا - یہ فارسی زبان میں ہے اور اس میں تقریباً پندرہ سو شعرا کا ذکر ہے اور ساتھہ ساتھہ اُن کے کلام کا نمونہ بھی ہے - ڈاکٹر سپرنگر کا قلمی نسخہ ایک ہزار صفحے کا ہے جس کے ہر صفحے میں پندرہ سطریں ہیں - اس فاضل مستشرق کی راے ہے کہ اس تذکرے میں تنقید کا نام نہیں اور مکررات اور غلطیوں سے پر ہے - تاہم اس میں شبہ نہیں کہ اس میں سے بہت کچھہ مل سکتا ہے - کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اس کا کوئی نسخہ یورپ میں نہیں —

۲۲- گلشن بےخار سنہ ۱۲۵۰ھ (۳۵-۱۸۳۴ع) میں تالیف ہوا اور دھلی میں سنہ ۱۸۴۵ع میں چھپا -یہ متعدد بار طبع ہوا لیکن مجھے سب سے پہلے اس کا قلمی نسخہ مسٹر بوٹروس پرنسپل دھلی کالج کی بدولت ملا - یہ تذکرہ جو فارسی میں زبان ہے' اپنے وقت کے تمام تذکروں میں سب سے زیادہ مشہور ہے- اس قسم کی

جتنی کتابیں ہیں اُن سب میں یہ زیادہ صحیح ہے۔ قاسم کے تذکرے سے بھی زیادہ ' جس سے مؤلف نے بہ نسبت کسی دوسرے تذکرے کے زیادہ استفادہ کیا ہے—

اس کے مؤلف نواب محمد مصطفیٰ خاں بہادر دہلوی' تخلص شیفتہ ' بہت بڑے شخص اور ہندوستانی زبان کے ممتاز شاعر ہیں - اِن کے والد کا نام نواب مرتضیٰ خاں بہادر تھا - یہ دلی کے مشہور شاعر مومن کے شاگرد تھے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیفتہ سے پہلے وہ حسرتی تخلص کرتے تھے—

وہ تذکرے میں اپنا ذکر بہت انکسار سے کرتے ہیں اور اس بات پر افسوس کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی عمر گرامی کا اکثر حصہ اس میں رائگاں کیا - اپنے حالات کے ختم پر دس صفحے میں اپنے کلام کا انتخاب دیا ہے —

اُن کے اُردو کلام کا پورا دیوان ہے اور اس کے علاوہ ابن جوزی کی مولد معدث (مطبوعۂ لکھنؤ) کا ترجمہ ہندوستانی میں کیا ہے۔ اصل کتاب عربی میں ہے اور اس میں از روے احادیث آنحضرت (صلعم) کے نسب' ولادت اور تعلیم و تربیت کے حالات ہیں —

شیفتہ کے ہاں سنہ ۱۸۴۷ع تک (جس کے بعد اُنھوں نے شہر کی سکونت ترک کردی تھی) برابر مشاعرے ہوتے تھے - وہ ابھی تک زندہ ہیں - دھرم نراین نے دہلی کے اخبار قران السعدین میں اُن کی بہت تعریف لکھی ہے —

۲۳- گلشن بےخزاں' باطن (حکیم سید غلام قطب الدین) کے تذکرے کا ترجمہ ہے اور کچھہ بھی نہیں - وہ آگرے میں پیدا ہوے - وہ اور اُن کے باپ دادا اسی شہر میں طبابت کرتے تھے - اُن کا انتقال سنہ ۱۲۵۹ھ (۴۴-۱۸۴۳ع) میں ہوا- ان کا خاندان یہاں عرب سراے سے آیا جو دہلی سے پانچ میل کے فاصلے پر ہے—

۲۴- گلدستۂ نازنیناں' مشہور ہندوستانی شعرا کے کلام کا انتخاب ہے - یہ دہلی میں سنہ ۱۲۶۱ھ (سنہ ۱۸۴۵ع) میں طبع ہوا اور ہندوستان میں بہت مقبول رہا - اس کا حجم ۳۵۰ صفحے کا ہے اور ہر سطر میں ۲۰ سطریں ہیں-

شروع میں شاہی خاندان کے تین شاعروں کا (جو اس وقت بقید حیات تھے) ذکر ہے؛ اس کے بعد شاعري پر کچھہ بحث ہے، اور آخر میں ۳۹ مختلف شاعروں کا تذکرہ اور اُن کے کلام کے طول طویل انتخابات ہیں—

۲۵- تذکرۂ ناصر لکھنوي - اس کا ذکر محسن نے کیا ہے—

۲۶، ۲۷، ۲۸- یہ تین تذکرے گلستان سخن کے نام سے موسوم ہیں- اور ان کے مصنف صابر، جوش اور مبتلا ہیں- ان کا حال دیکھنا ہو تو میری تاریخ دیکھئے —

۲۹- انتخاب دواوین شعراے مشہور زبان اُردو کا - اس کے مؤلف امام‌بخش صہبائی پروفیسر دھلی کالج ہیں - یہ فارسی کے بہت بڑے اُستاد مانے جاتے ہیں- اسے ہم محض انتخاب نہیں کہہ سکتے، اس لئے کہ انتخابات کے ساتھہ شاعروں کے مختصر حال بھی درج ہیں - یہ بھی ایک قسم کا تذکرہ ہے - یہ حالات اُردو زبان میں ہیں —

اس تالیف میں ولی ، درد، سودا، میر، جرات، حسن، نصیر، ممنون، ناسخ، مول چند ، ذوق اور مومن کے کلام کے انتخابات ہیں - یہ کتاب سنہ ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ ع) میں‌لکھی گئی اور دھلی میں سنہ ۱۸۴۲* میں طبع ہوئی- کل ۲۷۳ صفحے ہیں اور ہر صفحے میں ۲۰ سطریں - شروع میں ۲۳ صفحے کا ایک مقدمہ ہے جس میں صہبائی نے ہندوستانی شاعری اور اس زبان کی خاص خاص نظموں کی بحروں پر بحث کی ہے اور ساتھہ ساتھہ بہت اچھی مثالیں بھی دی ہیں - ایک کتاب جو دھلی میں "خلاصۂ دیوانہا" کے نام سے طبع ہوئی ہے، وہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے— صہبائی کی عمر تقریباً ساٹھہ سال†کی ہے؛ نظم اُنھوں نے بہت کم لکھی ہے ،

---

* اس سنہ کے لکھنے میں کچھہ غلطی ہوگئی ہے - (اڈیٹر اردو)

†کریم نے سنہ ۱۸۴۷ع میں ان کی عمر ۴۰ بتائي‌تھی لیکن ڈاکٹر سپرنگر جو ان کو جانتے تھے یہ کہتے ہیں کہ وہ ۱۸۵۴ع میں ۶۰ کے تھے—

لیکن علاوہ اس کتاب کے جس کا ابھی ذکر ہوا ہے ' اُن کی اور بھی تالیفات ہیں۔ ایک تو فارسی کتاب حدائق البلاغت کا اُردو ترجمہ ہے؛ ترجمہ کیا ' یوں کہنا چاہئے کہ اُنھوں نے اس کتاب کے مطالب کو اُردو شاعری پر ڈھال لیا ہے۔ دوسری ہندوستانی صرف ونحو جو اُردو زبان میں لکھی ہے۔ تین رسالے معمے پر' الفاظ مشکلہ* اور اس قسم کی دوسری کتابیں ان کی تالیف سے ہیں —

۳۰ - صحف ابراہیم - مصنف کا نام خلیل ہے اس لئے اس پر سے کتاب کا یہ نام رکھا ہے۔ اس کا ایک فارسی تذکرہ بھی ہے —

۳۱ - سراپاسخن - اس کا مؤلف محسن لکھنوی ہے' یہ شخص ہندوستانی زبان کا شاعر بھی ہے - یہ تذکرہ سنہ ۱۸۵۲ع میں اختتام کو پہنچا اور سنہ ۱۸۶۱ع میں طبع ہوا - حجم ۴۰۰ صفحے کا ہے اور حاشیہ بھی تمام تحریر سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں سات سو سے زیادہ شعرا کا مختصر ذکر ہے - کلام کے انتخاب کی ترتیب گلشن نشاط کی طرح مصنفین کے ناموں کے لحاظ سے ہے †—

۳۲ - طبقات الشعرا یا تذکرۂ شعرائے ہند بھی ہندوستانی شعرا کا تذکرہ ہے اور اُردو زبان میں ہے ' دھلی میں سنہ ۱۸۴۸ع میں طبع ہوا - حجم ۵۰۴ صفحے ہے - سرورق پر اُردو کے علاوہ انگریزی تحریر بھی ہے جس کی آخری سطریں یہ ہیں " اردو شعرا کی تاریخ جو جی تاسی کی تاریخ ادب ہندوستانی سے ایف - فیلن اسکوئر اور منشی کریم الدین نے ترجمہ کی " - یہ در حقیقت میری تاریخ کی پہلی جلد سے حذف و اضافہ کے ساتھ تالیف کی گئی ہے' جس سے وہ ایک نئی

---

* اسے ٹیک چند کی کتاب کی شرح سمجھنا چاہئے۔ اس کا نام بھی یہی ہے - صہبائی کی کتاب سنہ ۱۸۴۷ع میں طبع ہوئی —

† یہ تمام انتخاب سراپا کے متعلق ہے (اڈیٹر اُردو)

کتاب ہوگئی ہے اور استناد کے لئے کار آمد ہے - اضافہ تقریباً تمام کا تمام یا تو خاندان تیموری کے شاہزادوں کے حالات کا ہے جو اپنا وقت بہلانے کے لئے اُردو شاعری کیا کرتے تھے یا دہلی کالج کے پروفیسروں کے حالات سے متعلق ہے- پروفیسروں کا ذکر دلچسپ ہے ' ایک تو اس لئے کہ اہل علم و فضل کا ذکر ہے' دوسرے اس وجہ سے کہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے —

کریم کی دوسری ہندوستانی تالیفات کا ذکر اس موقع پر موجب طوالت ہوگا . علاوہ تصنیفات کے اُن کی تالیف سے ترجمے بھی ہیں اور ایسی کتابیں بھی ہیں جو اُنھوں نے مرتب کی ہیں —

ایسے تذکروں کے تبصرے کے بعد جو اُردو میں تالیف کئے گئے ہیں' میں یہ مناسب خیال کرتا ہوں کہ اُردو منتخبات کا بھی ذکر کروں - ان سے ہندوستانی شاعری کے متعلق بہت سی دلچسپ معلومات حاصل ہوتی ہیں اور ایسے کلام کا علم ہوتا ہے جو دوسری جگہ نہیں ملتا - ایسی جو جو کتابیں جس ترتیب سے میرے علم میں آئی ہیں اُن کی کسی قدر کیفیت میں یہاں لکھتا ہوں—

۳۳' ۳۴' ۳۵- اول دو مجموعے جن کا میں یہاں ذکر کرنا چاہتا ہوں' وہ فاضل انگریزوں کی بدولت تحریر میں آئے جو اِس نظر سے بہت قابل قدر ہیں - پہلے مجموعے کا نام "Selections from the popular poetry of the Hindus" (ہندؤں کی مقبول شاعری کا انتخاب) ہے - یہ کرنل بروٹن مرحوم● کا مرتب کیا ہوا ہے - اس میں ۵۹ مشہور ہندی گیت ہیں اور ضمناً بہت سے مقبول شعرا کا بھی ذکر آگیا ہے- دوسرے مجموعے کی تالیف میں مشہور ہندوستانی مصنف ترنی

● ٹامس ڈیر بروٹن Thomas Duer Broughton بہت با اخلاق شخص تھے اور مجھے ذاتی طور پر اُن کی ملاقات کا شرف حاصل تھا - اُن کا انتقال لندن میں ۱۶ نومبر سنہ ۱۸۳۵ع میں ہوا —

چرن متر، بھی (جو متعدد کتابوں کا مصنف ہے†) شریک تھا - اُن تمام انتخابات میں جن کا میں ذکر کروں گا یہ بہت اہم ہے - اس میں منجملہ اور انتخابات کے بیتال پچیسی، بھگت مال، کبیر کے ریختوں کے بعض حصے، تلسی داس کی رامائن کا ایک دھرہ، باغ و بہار کا ایک باب اور گل بکاولی، آرائش محفل، اُردو ہتوپدیش، جوان کی شکنتلاکے بھی انتخاب ہیں- علاوہ ان کے مختلف شاعروں کی ۳۴۸ چھوٹی چھوٹی نظمیں ہیں جن میں سے بہت سی ایسی ہیں جو عام طور پر مقبول ہوچکی ہیں —

۳۶- گلدستۂ نشاط، جس سے میں نے اپنی تاریخ میں بہت کچھ استفادہ کیا ہے، سنہ ۱۲۵۲ھ (۲۷- ۱۸۳۶ ع) کی تالیف ہے اور اُسی سال کلکتہ میں طبع ہوئی- یہ ہندوستانی اشعار اور نظموں کا اچھا خاصا مجموعہ ہے - یہ ایک قسم کی فصاحت و بلاغت کی مشق ہے جو ایسے شعرا کی مثالوں سے حاصل کی گئی ہے جو فارسی میں شعر کہتے تھے - مؤلف تحصیلداری کے عہدے پر ہے اور کلکتے میں رہتاہے-

۳۷- مجموعۂ واسوخت، مختلف شاعروں کی واسوختوں کا مجموعہ ہے - یہ ۶۸ صفحوں کا رسالہ ہے، جس کے حاشیے سے بھی کام لیا گیا ہے - یہ کتاب سنہ ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۹ ع) میں لکھنؤ میں طبع ہوا —

ہندوستانی شعرا کے تذکروں کے بعد جن کا علم مجھے بالواسطہ یا بلاواسطہ ہوا، میں اپنی فہرست مکمل کرنے کے لئے اس قسم کی اُن کتابوں کا بھی ذکر کرنا مناسب خیال کرتا ہوں جن کے نام اُن تذکروں میں پائے گئے ہیں جن سے میں نے مدد لی ہے - اُن کی تفصیل یہ ہے —

---

† منجملہ دوسری کتابوں کے پرم پریشا بھی اس کی تالیف سے ہے جس کا ذکر میں نے اپنی تاریخ کی پہلی جلد میں کیا ہے - ترنی سنہ ۱۸۴۳ع میں زندہ تھا اور کلکتہ سکول بک سوسائٹی کا سکریٹری تھا —

۳۸- کوی پرکاش- اس کے نام سے معلوم ہوتا ہےکہ یہ ہندی تذکرہ ہے —

۳۹- وارتا یا بارتا- ولبھا جو ایک ہندو فرقے کا بانی ہے اور جس کے چیلوں کی تعداد ۸۴ ہے ' یہ اس کے قصوں اور باتوں کا عجیب وغریب مجموعہ ہے - ولبھا اور اس کے بعض چیلے ہندو مذہبی گیتوں کے مصنف بھی ہیں • —

۴۰- دلہارام کی بےشمار† نظمیں جو نامور اشخاص کے متعلق ہیں - ایک تو رام سنیہی فرقے کے متعلق دوسری عموماً ہندؤں نیز مسلمانوں کے متعلق —

۴۱- تذکرۂ حسن (میر غلام حسن) - سرور اور دوسری مصنفین اسے شعرائے ریختہ ‡ کا بہت اچھا تذکرہ بتاتے ہیں - حسن خود ہندوستانی کا بہت نامور شاعر ہے- وہ مشہور مثنوی سحرالبیان کا (جس میں بےنظیر اور بدر منیر کا قصہ ہے) اور مثنوی گلزار ارم کا مصنف اور صاحب دیوان ہے - باوجود اس کے کہ وہ اپنی بعض صوفیانہ نظموں میں اور خاص کر اپنی مناجات میں (جس کا متن $ اور ترجمہ § میں نے اپنی کتاب میں دیا ہے) بہت اچھے اور پاکیزہ خیالات کا اظہار کرتا ہے ' اس نے بعض فحش نظمیں بھی لکھی ہیں ' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی اوباشی میں پڑگیا تھا ' جس کی نظیر عیسائی ممالک میں شاذ ملتی ہے —

۴۲- تذکرۂ سودا - قاسم نے اپنے تذکرے میں سعدی کے حال کے ضمن میں اُردو کے نہایت نامور شاعر سودا کے تذکرے کا بھی حوالہ دیا ہے - لیکن مجھے اس کا اب تک علم نہیں ہوا —

• دیکھو مہری تاریخ جلد ۱ ' ص ۵۱۸ —

† کہتے ہیں کہ ان کی تعداد ۱۰۹۹۹ ہے - دیکھو مہری تاریخ' جلد اول ص ۱۶۱ -

‡ تاریخ ادب ہندوستانی جلد ۱ صفحہ ۲۰۰ —

$ قصۂ کامروپ کے متن کے بعد —

§ ولی کے کلام کے ترجمے کے نوٹ میں —

۴۳ - گلزار مضامین - یہ کتاب جو سنہ ۱۱۹۹ھ (۸۵- ۱۷۸۴ع) میں شایع ہوئی مشہور شاعر طیش کی چھوٹی نظموں کا مجموعہ ہے - تاہم اس میں تذکرے کی بھی صورت ہے ' کیونکہ دیباچے میں مصنف نے اُردو شاعری اور شاعروں سے بحث کی ہے —

۴۴ - گلدستۂ حیدری - اس کے مؤلف حیدربخش حیدری ہیں جو اِس صدی کے ابتدا میں بہت بڑے مصنف گزرے ہیں - اس گلدستے میں علاوہ قصوں اور لطیفوں کے ایک دیوان اور ہندوستانی شعرا کا ایک تذکرہ ہے—

۴۵ - تذکرۂ میر محمدعلی ترمذی - یہ شخص ہندوستانی زبان کا مؤلف ہے- اس نے شاہ نامۂ فردوسی کا خلاصہ نثر میں کیا ہے* اس تذکرے کا ذکر گلزار ابراہیم میں پایا جاتا ہے - اس کے سوا مجھے اس تالیف کے متعلق کوئی علم نہیں ہے —

۴۶- ایک کتاب " روضۃالشعرا " بھی ہے - اس کے متعلق مجھے کوئی علم نہیں —

۴۷ - تذکرۂ اختر - اختر واجد علی شاہ سابق بادشاہ اودہ کا تخلص ہے - وہ جب لکھنؤ میں تھے تو اپنی فرصت کے وقت ادبی ذوق میں مصروف رہتے تھے- وہ بہت سی ہندوستانی کتابوں کے مؤلف ہیں ' جن میں سے بعض چھپ کر شایع ہوگئی ہیں ' اِن میں سے کئی میرے ذاتی کتب خانے میں موجود ہیں - اس تذکرے کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس میں پانچھزار فارسی اور ہندوستانی شاعروں کا ذکر ہے' لیکن میں ذاتی طور پر اس سے بالکل ناواقف ہوں —

۴۸- اُردو شعرا کا ایک مختصر سا تذکرہ آزردہ (صدرالدین) نے بھی لکھا ہے - یہ اِسی زمانے کے شخص ہیں اور ہندوستانی زبان میں شعر کہتے ہیں ' انھیں عربی میں بھی شعر کہنے کا شوق تھا۔ شیفتہ نے سودا کے حال میں اس تذکرے

---

* دیکھو میری تاریخ ادب ہندوستانی جلد ۱' ص ۳۵۹ —

کا ذکر کیا ھے - ڈاکٹر سپرنگر کی آزردہ سے ملاقات تھی اور ڈاکٹر صاحب نے کبھی اُن سے اس تذکرے کے ذکر نہیں سنا - آزردہ کی عمر اِس وقت ۷۰ برس کی ھے' * وہ مولوی اور مفتی ھیں اور خاں کا خطاب بھی رکھتے ھیں—

۴۹ - تذکرۂ عاشق (مہدی علی) - یہ بڑے پر گو شاعر ھیں - اِن کے تین دیوان ھیں ' اور علاوہ ان کے منظوم قصۂ خاورشاہ † اور بہت سی نظموں کے مصنف ھیں- دھلی میں اُن کے ھاں مشاعرے ھوا کرتے تھے' اور یہ تذکرہ بھی انھیں شعرا کے متعلق ھے اس میں وھی نظمیں ھیں جو اُن مشاعروں میں پڑھی جاتی تھیں—

۵۰ - تذکرۂ سرو آزاد کا ذکر ابوالحسن نے اپنی کتاب مسرت افزا میں کیا ھے جس سے یہ خیال ھوتا ھے کہ اس میں اُردو شاعروں کا ذکر ھوگا - نےتھےنیل نے اس کا ذکر فارسی شعرا ‡ کے تذکروں میں کیا ھے - دونوں باتیں ممکن ھیں ' کیونکہ یہ مسئلہ ایسے شاعروں کا ھوجائےگا جن کا کلام فارسی میں بھی ھے' اور ھندوستانی میں بھی —

آزاد خود ھندوستانی زبان کا بہت بڑا شاعر تھا - اوپر جو کچھہ کہا گیا ھے اس کا یقین مجھے اس لئے ھوتا ھےکہ آزاد نے فارسی شعرا کا ایک اور تذکرہ لکھا ھے جو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ھے - اس کا نام خزانۂ عامرہ ھے- اس کے دیباچے میں وہ بیس دوسرے تذکروں کا حوالہ دیتا ھے جن سے اس نے استفادہ کیا ھے ||-

---

* شیفتہ نے لکھا ھے کہ اُن کی عمر تقریباً پچاس سال کی ھے —

† میں نے غلطی سے اپنی کتاب کی پہلی جلد میں اسے مرلقا سے منسوب کردیا ھے —

‡ جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۴ ص ۱۷۰—

|| دیکھو اس کتاب پر ایم - ان - بلانڈ کا مضمون - جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۹ - صفحہ ۱۵۰ —

دوسری وجہ یہ ہے کہ آزاد ایک اور رسالے کا بھی مصنف ہے جو "ہندوستان کی غزلوں" پر ہے اور جس کا نام رسالۂ غزلان ہند ہے - یعنے یہ اُن نظموں پر ہے جو ہندوستان میں لکھی گئی ہیں - ممکن ہے کہ یہ تذکرہ بھی ہو اور مجموعۂ انتخابات بھی - اور شاید یہ کتاب بھی سرو آزاد ہی ہو اور اِس دوسرے نام سے مشہور ہوگئی ہو* —

سرو آزاد فارسی میں ہے اور اس کا ترجمہ ہاپور کے کائستہ موتی لال نے جو دہلی کالج کے ممتاز طالب علم تھے انیس برس کی عمر میں سنہ ۱۸۴۷ع میں ہندوستانی میں کیا - اس کے دوسرے ہی سال موتی لال نے گلستاں کا ترجمہ کیا اور دلی کے اخبار قران السعدین کی اڈیٹری کرنے لگا—

افسوس نے اپنی کتاب آرایش محفل میں آزاد کا ذکر ان الفاظ میں کیاہے—

" میر غلام علی آزاد بھی شعر و سخن و علم و فضل میں اپنے معاصرین کے بیچ لاثانی تھا، بلکہ اشعار عربی تو اِس فصاحت و بلاغت و بہتایت کے ساتھہ کہ اہل ہند میں کسی نے اُس سے آگے بھی نہیں کہے - قصائد اس کے اس بات پر دال ہیں اور اس کی تعریف میں فصیحان عرب کی زبانیں لال - پیدائش اُس کی گیارہ سے چودہ ہجری میں اور وفات اُس کی سن بارہ سے دو میں "-

۵۱ - تذکرۂ کاملین- یہ اس زمانے کے ایک ہندوستانی زبان کے مصنف رام چند

---

*(نوٹ از اڈیٹر - مؤلف کی اطلاع سرو آزاد اور غزلان ہند کے متعلق مبہم اورمشتبہ سی ہے - اصل یہ ہے کہ سرو آزاد، آزاد کی مشہور کتاب مآثرالکرام تاریخ بلگرام کا دوسرا حصہ ہے- اس کتاب کی دو فصلیں ہیں - پہلی فصل میں فارسی شعرا کے حالات ہیں اور دوسرے میں شعرائے ریختہ کے - فارسی شعرا کے تذکروں کی تعداد ۱۴۳ ہے اور ریختہ کے شعرا کی صرف ۸- غزلان الہند میں ہندوستان کی فارسی شاعری کے صنائع وغیرہ پر بحث ہے نیز ہندوستانی عورتوں کے رسم و رواج اور اسرار، ہندی موسیقی اور اسی قسم کے معاملات پر بحث کی گئی ہے —)

کی تالیف ہے - یہ اور بھی بہت سی کتابوں کے مؤلف ہیں- یہ تذکرہ جو دہلی میں سنہ۱۸۴۹ع میں طبع ہوا' صرف شعرا ہی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اس میں دوسرے اشخاص کا بھی ذکر ہے' اسی لئے میں نے اس کا یہاں ذکر کیا ہے —

۵۲ - تذکرۂ ہندی ' تالیف مولانا قدرت‌الله شوق - اس تذکرے کا جو طبقات‌الشعرا کے نام سے بھی موسوم ہے' مصحفی' سرور اور کریم نے ذکر کیا ہے؛ لیکن میرے دیکھنے میں نہیں آیا - اس کا مؤلف بہت پر گو شاعر ہے اور ایک لاکھ شعر کہ چکا ہے - قائم چاندپوری کا شاگرد ہے - اس کے گھر میں اکثر مشاعرے ہوتے تھے اور سنہ ۱۸۰۷ع میں جب قاسم نے اپنا تذکرہ لکھا تو وہ بقید حیات تھا —

۵۳ - تذکرۂ خاکسار - اس کے مؤلف میر محمد یار عرف کلن ' کلو یا گلو ایک متقی درویش اور مشہور شاعر تھے اور سنہ ۱۸۰۵ع میں انتقال کر گئے- اس تذکرے کا حوالہ شورش نے دیا ہے - سرور جو خاکسار سے واقف تھا اس کا ذکر نہیں کرتا ' شاید اس لئے کہ اس کا تعلق فارسی شعرا سے ہے؛ لیکن میرے پاس اس امر کی تصدیق کا کوئی ذریعہ نہیں—

۵۴- تذکرۂ محمود (سید حافظ محمود خاں) - اس تذکرے میں فارسی اور ہندوستانی دونوں کے شاعروں کا ذکر ہے - مؤلف جو اسی زمانے کا ہے اور نسلاً افغان ہے ' قرآن کا حافظ ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے - وہ ہندوستانی زبان میں شعر کہتا ہے - چنانچہ سرور نے اپنے تذکرے میں اس کے اشعار کا انتخاب سات صفحوں میں کیا ہے —

۵۵- تذکرۂ مضمون (امام‌الدین خان) - یہ مؤلف جسے عشقی نے مظلوم لکھا ہے • اور جو محمد شاہ کے عہد میں ایک معزز خدمت پر تھا' وہ اُسی تذکرہ نویس (عشقی) کے قول کے مطابق شعرائے ریختہ کے ایک تذکرے کا مؤلف ہے —

• دیکھو فہرست سپرنگر ۱ صفحہ ۲۷۵ —

۵۶ - تذکرۂ ذوق (شیخ محمد ابراهیم) دهلوی، جو بادشاہ دهلی کے اُستاد تھے اور عمدۃالاستادین اور ملک الشعرا کے خطاب سے سر افراز تھے - مرحوم بوٹروس کے پاس اس کا ایک نسخہ دهلی میں تھا ' وہ ضرور بڑی خوبی سے لکھا گیا ہوگا' کیونکہ تذکرہ نویسوں نے ذوق کی بڑی تعریف کی ہے اور اُسے زندہ شعرا میں بہت نامور شاعر خیال کرتے ہیں اور اُسے " طوطئی شکر مقال " کہتے ہیں - وہ کہتے ہیں کہ اس کا اعلیٰ تخیل گل و لالہ کے حسن کو دوبالا کردیتا ہے اور اس کے خیال کا شعلہ دل کو پروانہ کی طرح جلا کے خاک کردیتا ہے —

۵۷- تذکرۂ جہاندار (مرزا جواں بخت جہاندار شاہ)- مرزا جواں بخت شاہ عالم ثانی کے بیٹے تھے - اس شاہزادے نے ' جو اُردو شاعری کا بہت بڑا مربی تھا ' خود بھی اُردو روز مرہ کی زبان میں قابل قدر شعر لکھے ہیں - مصحفی اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ شاہزادے نے ہندوستانی شعرا کا تذکرہ جس میں اُن کے انتخابات بھی ہیں ' مرتب کیا ہے' جو افسوس ہے کہ اُن کی وفات کے وقت سنہ ۱۲۰۱ھ (۸۷-۱۸۸۶ع) میں مسودے کی حالت میں تھا اور جو نہ معلوم کس طرح امام بخش کشمیری * کے ہاتھ پڑگیا - اس نے اپنے تذکرے میں اس سے بےدھڑک کام لیا ہے † —

۵۸ - تذکرہ امام بخش کشمیری - اس کا ذکر میں نے سوائے مصحفی کے تذکرے کے اور کہیں نہیں دیکھا اور مصحفی نے مؤلف اور اس کی تالیف کے متعلق کوئی خاص واقعات نہیں بتائے- مصحفی کو یہ شکایت ہے کہ امام بخش نے نہ صرف جہاندارشاہ کا سرقہ کیا بلکہ خود اُن کے تذکرے پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے - یہ واقعہ مصحفی کو

---

* اس نام سے التباس پیدا ہوتا ہے - یہ اور شخص ہے اور امام بخش صہبائی مولف انتخاب دواوین بالکل دوسرے شخص ہیں —

† تاریخ ادب ہندوستانی جلد ۱ صفحہ ۲۵۹ —

حقیقت سے معلوم ہوا ' حقیقت کو جرأت نے امام بخش کی درخواست پر اُس کی تالیف میں مدد دینے کے لئے آمادہ کیا تھا - امام بخش نے حقیقت سے اپنی کتاب نقل کرائی - حقیقت کا بیان ہے کہ اس کا کچھہ حصہ مصحفی کے تذکرے سے نقل کیا گیا ہے - اس واقعہ کی بناپر مصحفی نے اس کے متعلق ایک قطعہ لکھا ہے جس کا ترجمہ میں نے اپنی تاریخ کی پہلی جلد صفحہ ۲۱۷ میں دیا ہے —

۵۹- تذکرۃالنسا- یہ خاص شاعر عورتوں کا تذکرہ ہے' "ایشیا اور افریقہ دونوں مقام کی عورتوں کا " - اس کے مؤلف کریم‌الدین مصنف طبقات ہیں - یہ تذکرہ دھلی میں چند سال قبل مرتب ہورہا تھا' معلوم نہیں کہ اختتام کو بھی پہنچا یا نہیں اور شایع ہوا یا نہیں —

۶۰- " مختصر احوال مصنفین ہندی کے تذکروں کا "- اس کا دوسرا نام " رسالہ درباب تذکروں کا " - مؤلف اس کے ذکاءالله دھلوی ہیں - یہ رسالۂ ہذا کے پہلے اڈیشن کا محض ترجمہ ہے اور کچھہ بھی نہیں —

۶۱ ' ۶۲ و ۶۳ - میں اب صرف نام گنوادیتا ہوں - تذکرۃالحکما ' اور تذکرۃالمفسرین - ان دونوں کے مؤلف مولانا سبحان بخش ہیں' جو اِس زمانے کے فرزانہ اور ظریف ہندوستانی مصنف ہیں - اور تذکرۃالمشاہیر*—

اِن تذکروں کے ذکر کے ساتھہ میں اُن انتخابات کا بھی اضافہ کرنا چاہتا ہوں جن کے متعلق مجھے تذکروں سے معلومات حاصل ہوي ہے- اور جس ترتیب سے میں نے تذکروں کا بیان لکھا ہے وہی ترتیب میں ان کے متعلق بھی اختیار کرتا ہوں —

۶۴ - سبھا ولاس - یہ ہندي نظموں کا انتخاب پنڈت دھرم‌نراین نے کیا ہے ' جن کا تخلص ضمیر ہے - یہ شخص جو سنہ ۱۸۴۹ع میں صرف ۲۳' ۲۴ برس کا تھا' باوجود نوجوان ہونے کے انھور کا داروغہ تھا - وہ ہندی اُردو اخبار " مالوہ اخبار "

---

* نویں حصوں میں - دیکھو آگرہ گزٹ ' یکم جون سنہ ۱۸۵۵ع—

بھی شایع کرتا تھا - اس کے بعد سے اُس نے بہت سی کتابیں ہندوستانی میں شایع کی ہیں - جن میں سے اکثر انگریزی کا ترجمہ ہیں —

۶۵- نورتن - اس نام میں اشارہ ہے ایک زیور کا جو اس نام سے مشہور ہے ' نیز دنیا کے نوکھنڈ کا ' اور بکرماجیت کے دربار کے نو بڑے شاعروں کا جو نورتن کہلاتے ہیں - یہ ہندوستانی زبان کا انتخاب ہے جو محمد بخش نے مرتب کیا ہے - یہ کتاب دو مرتبہ بنارس میں چھپ چکی ہے- ایک بار سنہ ۱۸۴۵ع میں اور دوسری بار سنہ ۱۸۴۹ ع میں —

۶۶- کویا سنگرہا - یہ برج بھاشا نظموں کا مجموعہ ہے' اسے ہیرا چند نے جو کئی بڑھیا کتابوں کا مؤلف ہے' بمبئی سے شایع کیا—

۶۷ - کبی بچن سُدھا - یہ ہندی انتخاب ہے جو ہر مہینے کلکتے سے شایع ہوتا ہے * —

۶۸- انتخاب مشتاق - یہ انتخاب حافظ تاج‌الدین مشتاق ساکن پٹنہ نے سنہ ۱۲۲۲ھ (۰۷-۱۸۰۶ع) میں مرتب کیا- میں ذاتی طور پر اس انتخاب سے واقف نہیں ہوں ' لیکن سرور ' شیفتہ' عشق اور کریم کے تذکروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ میرٹھہ کا رہنے والا اور دربار حیدرآباد دکن کا شاعر تھا اور نسلاً یہودی تھا- وہ عشق کا شاگرد تھا اور اُردو شاعری میں ممتاز درجہ رکھتا ہے —

۶۹- تذکرہ نویسوں نے ایک اور مشتاق کا بھی ذکر کیا ہے جس کا نام محمد قلی تھا اور جس نے سنہ ۱۲۱۴ھ (۰۲ - ۱۸۰۱ع) میں انتقال کیا- اس نے ہندوستان اور بنگال کے تمام ریختہ دیوانوں کو جمع کیا تھا- سپرنگر† کا قول ہے کہ جس وقت شورش نے اپنا تذکرہ لکھا وہ ایک انتخاب کی ترتیب میں مصروف تھا-

---

* میرا لکھنؤ بابت سنہ ۱۸۶۷ع صفحہ ۲۶ دیکھئے —

† فہرست سپرنگر' جلد ۱ ص ۲۶۵ —

شاید اِن دومشتاقوں کے ناموں میں کچھہ غلط فہمی ہوی ہے —

۷۰- چمن بےنظیر* یا مجمع الاشعار-یہ دونوں نام ایک ہی کتاب کے دو اڈیشنوں کے ہیں - دونوں بمبئی میں طبع ہوے - ۱۲۶۵ھ (۴۹ - ۱۲۴۸) اور سنہ ۱۲۶۶ھ (۵ - ۱۸۴۹ع) میں - پہلا انتخاب محمد حسین کا اور دوسرا محمد ابراہیم کا - غالباً یہ وہی محمد ابراہیم ہیں جنھوں نے انوار سہیلی کا دکنی میں ترجمہ کیا ہے اور جو سنہ ۱۸۲۴ع میں مدراس میں شایع ہوا - اس انتخاب کے دو حصے ہیں - پہلا ۷۲ صفحے کا ہے جس میں صرف فارسی نظمیں ہیں ؛ دوسرا ۲۴۹ صفحے کا ' جس میں ۱۸۷ مختلف ہندوستانی شعرا کی نظمیں ہیں -

۷۱- مجموعۂ دواوین - ایک قلمی نسخہ جو حضور نظام† کے کتب خانہ میں ہے- مگر یہ انتخاب دواوین سے جدا ہے جس کا ذکر اوپر ہوچکا ہے —

۷۲- مجالس رنگیں - اس میں اپنے زمانے کے شعرا اور اُن کے کلام پر تنقیدی تبصرہ ہے - رنگیں (سعادت یار خاں) اس زمانے کے ممتاز شاعر اور مصنف ہیں اُنھوں نے بہت سی نظمیں لکھی ہیں جو لکھنؤ اور آگرے میں چھپ چکی ہیں —

۷۳- گلستان مسرت - شعرا کا یہ انتخاب مصطفیٰ خاں دہلوی کا مرتب کردہ ہے - مؤلف مطبع مصطفائی کے مالک ہیں ' جہاں سے بہت سی ہندوستانی تالیفات شایع ہوچکی ہیں —

۷۴- گلدستۂ ہند - یہ لطائف کا مجموعہ ہے جس میں آٹھہ باب ہیں اور ہر باب کا نام گلشن ہے - آٹھویں باب میں ایسے منتخب اشعار ہیں جو یاد کرنے کے قابل ہیں —

۷۵- معیارالشعرا ' قدیم و جدید شعرا کا کلام ہے جو آگرے سے منشی قمرالدین (قمر) گلاب خاں ہفتے میں دوبار شایع کرتے ہیں —

---

* یہ تاریخی نام ہے اس سے سنہ ۱۲۶۵ ھ یعنی سنہ۴۹- ۱۸۴۸ ع نکلتا ہے —

† تاریخ ادب ہندوستانی جلد ۱ - صفحہ ۵۸۶ -

۷۶ - آخر میں میں اپنے حافظے سے لکھتا ہوں کہ میاں مقبول نبی مقبول نے تین سو ہندوستانی قدیم وجدید شعرا کا کلام جمع کیا جس میں ساٹھہ ہزار اشعار تھے، مگر افسوس کہ اُس مجموعے کو آگ لگ گئی * —

میں یہاں کتابوں کی فہرستوں کا ذکر نہیں کرتا ہوں ' تاہم میرا خیال ہے کہ یہ بہت کارآمد ہوتی ہیں ' خصوصاً حوالہ دینے کے لئے۔ میں نے ایک صاحب علی احمد† لکھنوی‡ کی قلمی فہرست سے جو فارسی اور ہندوستانی کے قیمتی ذخیرے سے مرتب کی گئی ہے، بہت کام لیا اور سنہ ۱۲۱۱ھ (۹۷-۱۷۹۶ ع) میں اپنی تاریخ ادب ہندوستانی کے لئے اس کی نقل لی —

ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی فہرست بھی جو فارسی اور دیوناگری دونوں حروف میں ہے قابل ذکر ہے، کیونکہ اس سے بہت سی قیمتی معلومات حاصل ہوتی ہے جو دوسری جگہ نہیں مل سکتی —

---

* گلشن بےخار (منقول از سپرنگر) وغیرہ —

† کم سے کم ایم - ڈی فوربس کا یہی خیال ہے —

‡ یہ نام ' جو شاذ و نادر ہی استعمال ہوتا ہے ' احمدی کا مترادف ہے (معلوم نہیں مؤلف کا اس سے کیا مطلب ہے شاید وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ علی احمد اور احمد علی ایک سے نام ہیں۔ اڈیٹر اُردو —)

ایک پرانی کہانی

یعنے

ایک مقدمہ میں دو متضاد فیصلے

از

(جناب مرزا فرحت‌اللہ بیگ صاحب دہلوی، بی۔ اے)

زندگی کے بس دو ہی پہلو ہیں - زندہ دلی اور مردہ دلی - ایک وہ لوگ ہیں جو مصیبت میں‌بھی‌ہنستے ہیں، دوسرے وہ ہیں جو خوشی میں بھی روتے‌ہیں۔ ایک مرنے کو جینا سمجھتے ہیں اور دوسرے جینے کو مرنا۔ زندگی کے انہیں دونوں پہلوؤں نے کبھی مذہب کی شکل اختیار کی اور کبھی فلسفے کے مکتبوں کی صورت - غرض دنیا بھر کے انسانوں کو دو ٹکڑیوں میں تقسیم کردیا - ایک روتی صورت، دوسرے ہنستی صورت - کوئی انشا بنا اور کوئی میر —

پہلے زمانے کے لوگوں کا کیا کہنا - وہ تو بچوں کو شروع ہی سے سکھاتے تھے کہ ہنستے کھیلتے عمر گزار دو - کہانیاں کہتے تھے تو ایسی کہ بچوں کو زندہ دلی سے محبت اور مردہ دلی‌سے نفرت ہو۔ پرانے قصے کہانیاں اب‌خود قصہ کہانیاں ہوگئیں۔ ان کو اس لئے چھوڑ بیٹھے کہ پرانی ہر بات فضول ہے - خیر کوئی سنے یا نہ سنے میں تو ایک پرانی وضع کی کہانی کہے دیتا ہوں - ذرا دیکھنا کس‌خوبی سے زندگی کے دونوں پہلو دکھا کر زندہ دلی کی ترغیب دی ہے —

گرمی کا موسم ہے ' چاندنی رات ہے ' صحن میں پلنگ بچھے ہیں - کھانا وانا کھا کر سب ابھی لیٹے ہیں- ایک پلنگ پر دولڑکیاں سعیدہ اور حمیدہ لیٹی کُھسر پسر کررہی ہیں - دوسرے پلنگ پر اُن کے دو چھوٹے بھائیوں احمد اور محمود میں گُشتم گُشتا ہو رہی ہے - ان کی والدہ تختوں پر جانماز بچھائے عشا کی نماز پڑھ رہی ہیں - ان کی نانی نے ابھی نماز سے فارغ ہوکر پاندان کھولا ہے- پاندان کی آواز سنتے ہی احمد و محمود لڑائی وڑائی چھوڑ پلنگ سے اُٹھے اور نانی سے آکر لپٹ گئے- احمد نے کہا "نانی اماں کہانی" - محمود نے کہا "ہاں نانی اماں کہانی" - یہ سننا تھا کہ سعیدہ اور حمیدہ بھی اُٹھہ بیٹھیں اور اُنھوں نے بھی نانی سے کہانی کا تقاضا کیا- بڑی بی بہت کچھہ کہتی رہیں " ارے بھئی میرے سر میں درد ہے،کل کہونگی- دیکھو غل نہ مچاؤ' تمھاری اماں کی نماز میں ہرج ہوتا ہے " - مگر کون سنتا تھا آخر کھسیٹ کھسات بڑی بی کو پلنگ پر لا ہی بٹھا یا - دو ایک پہلو میں لیٹ گئے ' دو دوسرے پہلو میں - اور اب بحث شروع ہوئی کہ کونسی کہانی کہی جائے - میاں احمد سب سے چھوٹے تھے ' ان کا اصرار تھا کہ طوطا مینا کی کہانی کہو- لڑکیاں سر تھیں کہ تلہ کا قصہ سناؤ- بڑی بی پریشان تھیں کہ کونسی کہوں کونسی نہ کہوں' آخر کہنے لگیں - " تم سوچنے تو دیتے ہی نہیں' کہوں تو کیا خاک کہوں - ذرا دم لو' میں سوچ تو لوں " - یہ سنکر بچے چپ ہوئے' بڑی بی نے دماغ پر ذرا زور ڈالا اور اس طرح کہنا شروع کیا —

تو ہاں بھئی خدا تمھارا بھلا کرے' ایک تھی بڑھیا - بچاری کے ایک ہی بچہ تھا - مصیبت کی ماری سارے دن سوت کاتتی شام کو جا گدڑی میں بیچ آتی ' دیتا بنئے کے ہاں —

سعیدہ - نانی اماں وہی دیتا نا ' جس کے ہاں سے ہمارا اناج آتا ہے —

احمد - نانی اماں! دیتا ' پودینا - باجرے کی روٹی ' ٹکا مہینہ —

بڑی بی نے بچوں کو ڈانٹا کہ نہ تم سنتے ہو نہ کہنے دیتے ہو - چلو جاؤ'

اپنی اماں سے جاکر کہانی سنو - وہ نماز پڑھ چکی ہیں - مجھ سے سننا ہے تو چپکے لیٹے رہو —

خیر پھر اقرار ہوے اور بڑی بی نے کہا " تو ہاں میں نے کہاں تک کہا تھا"۔

حمیدہ - دینا بنئے کے ہاں سے—

بڑی بی - "ہاں دینا بنئے کے ہاں سے تھوڑی سی دال' تھوڑا سا آٹا ' تھوڑا سا نمک مرچ لاتی پکاتی ' خود کھاتی ' بچے کو کھلاتی - اسی طرح کئی برس گزر گئے - بچہ خاصا سیانا ہوگیا —

احمد ـ نانی اماں' سیانا کیا ؟

نانی - سیانا یعنے ذرا بڑا ' ہوشیار —

میاں محمود جوش میں آکر اُٹھ بیٹھے اور کہا " نانی اماں جیسے میں " - بہنوں نے میاں محمود کو پکڑ دھکڑ زبردستی لٹا دیا - اور پھر کہانی شروع ہوئی—

نانی - جب ذرا سیانا ہوا تو میانجی کے پاس پڑھنے بٹھایا—

احمد - نانی اماں تختی پہ تختی ' میانجی کی آئی کمبختی —

نانی - نابیٹا - ایسی بری باتیں نہیں کیا کرتے ' مولوی صاحب باپ کے برابر ہوتے ہیں - اِن کو بھی بھائی بہنوں نے زبردستی خاموش کیا - اور کہانی کا پھر سلسلہ چھڑا —

نانی - بھئی وہ لڑکا تو ایسا نکلا' ایسا نکلا کہ سبحان‌اللہ- تھوڑے ہی دنوں میں پڑھ پڑھا خاصا مولوی ہوگیا - عرضی پرزہ کر کچہری میں دس روپئے کا نوکر بھی ہوگیا- اب بڑی بی کے دن پھرے - اچھے اچھے کھانے پکاتی' اچھے اچھے کپڑے بناتی ' مزے سے دونوں‌ماں بیٹے رہتے-جب ہوتے ہوتے تھوڑا بہت روپیہ‌بھی‌جمع ہوگیاتو بڑی بی کو بچے کی شادی کی سوجھی- ڈھونڈ ڈھانڈ کر ایک لڑکی چندے آفتاب چندے مہتاب بیاہ لائیں- بڑے چاؤ سے بہو کو گھر میں اُتارا - اچھے سے اچھا کھانا بہو کو کھلاتی - اچھے سے اچھا کپڑا پہناتی - مگر بہو تھی کہ کوئی چیز' اس کے بھاویں ہی نہ تھی -

جب تک گھونگھٹ رہا اس وقت تک تو کسی نہ کسی طرح گزرے گئی - گھونگھٹ اُٹھنا تھا کہ ساس پر مصیبت آگئی - زبان سے ہوتے ہوتے ہاتھہ پر اُتر آئی- خود ہی بڑھیا کو مارتی اور خود ہی تسوے بہانے بیٹھہ جاتی - خاوند سے وہ وہ لگائی بجھائی کی کہ ایک دن بیٹے نے بھی ماں کو خوب مارا —

حمیدہ اُچھل پڑی اور کہا " اے ہے ماں کو مارا ! موے کو بڑھیا پر ہاتھہ اُٹھاتے شرم بھی نہ آئی " —

نانی - ہاں بیٹا ! اچھی بیٹیاں ساس کو ماں کے برابر سمجھتی ہیں - نوج دور پار اگر شریفوں کی بہو بیٹیاں ایسی باتیں کرنے لگیں تو پھر شریفوں اور چوہڑ چماروں میں کیا فرق رہ جاے - ہاں تو بیٹے نے مارپیٹ بڑھیا کو گھر سے نکالدیا —

محمود - اور ہلدی چونا نہیں لگایا —

نانی - ہلدی چونا لگا نا ہوتا تو مارتے ہی کیوں - تو خیر بچاری بڑھیا روتی رلاتی جنگل بیابان میں جہاں نہ آدم نہ آدم زاد ایک بڑ کے درخت کے نیچے جا بیٹھی اور لگی سنہ ٹھانک ٹھانک کر رونے - خدا کا کرنا کیا ہوتا ہے کہ انہی دنوں میں جاڑا ' گرمی ' برسات میں جھگڑا ہوا - جاڑا کہتا میں اچھا - گرمی کہتی میں اچھی - برسات کہتی میں اچھی - آخر یہ صلاح ہوئی کہ چلو چلکر کسی آدم زاد سے پوچھیں- ان کا جو ادھر گزر ہوا تو تینوں نے کہا ' لو بھئی وہ سامنے ایک بڑھیا بیٹھی رو رہی ہے' چلو اس سے پوچھیں —

سب سے پہلے میاں جاڑے آے - گوری گوری رنگت' کلے ایسے جیسے انار کا دانہ' سفید لمبی داڑھی ' موٹا سا روئی کا دگلہ پہنے —

حمیدہ - نانی اماں - وہ کہاوت کیا ہے ' دگلہ سب سے اگلا—

نانی - دگلہ سب سے اگلا - پہنو تو گرم' بچھاؤ تو نرم - باندھو تو بغچی کا بھرم— تو ہاں - موٹا سا روئی کا دگلہ پہنے ' خوب اوڑھے لپیٹے آے - ان کا آنا تھا کہ

بڑی بی کو تھر تھری چھوٹ گئی - میاں جاڑے نے آکر کہا " بڑی بی سلام "- بڑی بی نے کہا "بیٹا جیتے رہو، بال بچے خوش رہیں- مگر بیٹا ذرا دھوپ چھوڑ کر کھڑے ہو، مجھے تو تمہارے آنے سے کپکپی سی لگ گئی ہے"- خیر میاں جاڑے ذرا ہٹ کر کھڑے ہوے اور کہا " بڑی بی ایک بات پوچھوں "- بڑی بی نے کہا " ہاں بیٹا ضرور پوچھو"- میاں جاڑے نے کہا " بڑی بی جاڑا کیسا " - بڑی بی نے کہا " بیٹا ، جاڑا ! جاڑے کا کیا کہنا سبحان اللہ - مہاوٹ برس رہے ہیں ، دالانوں کے پردے پڑے ہیں - انگیٹھیاں سلگ رہی ہیں ، لحافوں میں دبکے بیٹھے ہیں ، چائیں بن رہی ہیں ، خود پی رہے ہیں - دوسروں کو پلا رہے ہیں - صبح ہوئی اور چنے والا آیا - گرم گرم چنے لئے، پہلے پھولے پھولے چنے کھائے پھر کُٹر کُٹر ٹھڈیاں چبا رہے ہیں- حلوا، پوریاں اُڑ رہی ہیں - بچے ہیں کہ جیبوں میں چبینا ڈالے کھاتے پھر رہے ہیں - کابل سے طرح بطرح کے میوے آرہے ہیں ، سب مزے لے لے کر کھا رہے ہیں"—

سعیدہ- نانی اماں ! حلوا سوہن بن رہا ہے—

نانی-ہاں- حلوا سوہن بن رہا ہے ، گاجر کی تری تیاری ہورہی ہے، باجرے کا ملیدہ بن رہا ہے ، رس کی کھیر پک رہی ہے - ادھر کھایا، اُدھر ہضم - خون ہے کہ چلوؤں بڑھ رہا ہے- چہرے سرخ سرخ ہورہے ہیں - بیٹا ، جاڑا ! جاڑے کا کیا کہنا ، سبحان اللہ —

میاں جاڑے تھے کہ اپنی تعریفیں سن سن کر پھولے نہ سماتے تھے - جب بڑی بی چپکی ہوئیں تو میاں جاڑے نے کہا " بڑی بی ! خدا تم کو زندہ رکھے ، تم نے میرا دل خوش کردیا - یہ لو ایک ہزار اشرفی کی تھیلی - خرچ ہوجاے تو اگلے جاڑے میں مجھ سے اور آکر لیجانا " —

میاں جاڑے ہٹے اور بی گرمی متکتی ہوئی سامنے آئیں - کوئی پندرہ سولہ برس کا سن - سرخ سرخ گال ان پر ہلکا ہلکا پسینہ، روشن آنکھیں، لمبی کالی چوٹی، گلے میں موتیا کا کنٹھا، ہاتھوں میں مولسری کی لڑیاں، جسم پر کرن ٹکی ہوئی

ہوا تو وریہ کی پیازی اوڑھنی - غرض بڑے ٹھسے سے آئیں اور آتے ہی کہا "نانی جان سلام !" - بڑی بی نے کہا " بیٹا جیتی رہو ! - بوڑہ سہاگن ہو ! کہو، تم بھی کچھہ پوچھنے آئی ہو؛ ابھی تمہارے ابا تو آکر پوچھہ گئے ہیں" - بی گرمی نے کہا "نانی جان وہ مرے ابا نہیں ' بڑے بھائی ہیں - ہاں تو میں یہ پوچھنے آئی ہوں کہ نانی جان گرمی کیسی" - بڑی بی نے کہا " بیٹا گرمی ! گرمی کا کیا کہنا ! سبحان‌اللہ ! دن کا وقت ہے، خسخانوں میں پڑے ہیں ' پنکھے جھلے جارہے ہیں، کٹورے پر کٹورا شربت کا چل رہا ہے - بچوں کے ہاتھوں میں ہزارے ہیں ' ایک دوسرے پر چلا رہے ہیں - برف کی قلفیاں (قفلیاں) کھائی جارہی ہیں ' فصل کے میوے آرہے ہیں؛ پتلی پتلی ککڑیاں ہیں ' لوکاٹ ہیں، آڑو ہیں —

حمیدہ- نانی اماں! انگور ہیں، سیب ہیں—

نانی - واہ بھئی واہ! انگور اور سیب جاڑے میں ہوتے ہیں یا گرمی میں - تم جب بولتی ہو بے تکی بولتی ہو - ہاں تو شام کو اُٹھے، نہائے، دھوئے، سفید سفید کپڑے پہنے، خس کا عطر ملا، گلے میں موتیا کے کنٹھے ہیں، ہاتھوں میں مولسری کی لڑیاں ہیں- صحن میں چھڑکاو ہوگیا ہے - گھڑونچیوں پر کورے کورے مٹکے رکھے ہیں - قلعی‌دار بجھیروں پر سوندھی سوندھی صراحیاں جمی ہیں - گھڑوں اور صراحیوں کے منہ پر لال لال صافیاں لپٹی ہیں - ارد گرد کاغذی آبخورے لگے ہوے ہیں - گلاب کی بسی گنڈیریاں کھا رہے ہیں - رات ہوئی - کوٹھوں پر پلنگ بچھہ گئے، سفید سفید چادریں بچھی ہیں ' اوپر پھول پڑے ہوے ہیں - خس کی پنکھیاں ہاتھہ میں ہے- کوئی بھیگے ہوے بان کے کھرے پلنگ پر پڑا لوٹ رہا ہے —

احمد - نانی اماں کہانیاں ہورہی ہیں —

نانی - ہاں کہانیاں ہورہی ہیں - لوگ ہیں کہ رات کو فالیز پر جارہے ہیں - خربوزے ' تربوز کھارہے ہیں —

محمود - کہتی ہورہی ہے —

فانی - ہاں کبڈی ہورہی ہے - ریتی میں لوٹ رہے ہیں - صبح نہاے دھوے' مزے مزے گھر آگئے - بیٹا گرمی ؟ گرمی کا کیا کہنا! سبحان اللہ ! —

گرمی کا یہ حال تھا کہ تعریفیں سنتی جاتی تھیں اور نہال ہوئی جاتی تھیں۔ جب بڑی بی تعریفیں کرتے کرتے تھک کر چپ ہوگئیں تو بی گرمی نے چپکے سے نکال کر ایک ہزار اشرفی کی تھیلی ان کے ہاتھہ میں دی اور کہا " فانی جان ! خدا تمہارا بھلا کرے ' آج تم نے میری لاج رکھہ لی - ورنہ بڑے بھائی صاحب تو مارے طعنوں کے مجھے جینے بھی نہ دیتے - میں ہرسال آیا کرتی ہوں' جب آوں بے کھٹکے جو لینا ہو مجھہ سے لے لیا کیجئے - بھلا آپ جیسے چاہنے والے مجھے کہاں ملتے ہیں " —

بی گرمی ذرا ہٹی تھیں کہ برسات خانم چھم چھم کرتی آپہنچیں - سانولا نمکین چہرہ ' چمکدار روشن آنکھیں ' بھورے بال اُن میں سے پانی کی باریک باریک بوندیں اس طرح ٹپک رہی تھیں جیسے موتی- ہاتھوں میں دھانی چوڑیاں' جسم پر بادلہ ٹکا ہوا آبی رنگ کا باریک دوپٹہ - غرض ان کے آتے ہی برکھا رت چھا گئی - انھوں نے بڑھکر کہا "اماں جان سلام"- بڑی بی نے کہا " بیٹا' جیتی رہو! پیت ٹھنڈا رہے ! ہو نہو' تم بی گرمی کی بہن' برسات خانم ہو " - بی برسات نے کہا "جی ہاں- میں بھی پوچھنے آئی ہوں کہ میں کیسی ہوں"- بڑی بی نے کہا" بی برسات! تمہارا کیا کہنا ہے - تم نہو تو لوگ جئیں ہی کیسے - مینہ چھم چھم برس رہا ہے' باغوں میں کھم گڑھے ہیں' جھولے پڑے ہیں عورتیں ہیں کہ ہاتھوں میں مینڈھی رچی ہے' سرخ سرخ جوڑے- دھانی چوڑیاں پہنے جھول رہی ہیں- کچھہ جھول رہی ہیں' کچھہ جھلا رہی ہیں' ملار گائے جارہی ہیں-ایک طرف کڑھائی چڑھی ہے' دوسری طرف بڑی پراٹھے پک رہے ہیں - مرد ہیں کہ تیراکی کا میلا دیکھنے گئے ہیں ؛ لوگوں کے جمگھٹ ہیں ' دریا چڑھے ہوے ہیں ' کوئی کسی طرح تیر رہا ہے' کوئی کسی طرح- اودی اودی گھٹائیں آئی ہوئی ہیں' پھوار پڑرہی ہے - نوروز

هورهے هیں - تالابوں میں آم پڑے هیں - آم کھارهے هیں گٹھلیاں چل رهی هیں -
برسات، بھئی برسات کا کیا کہنا ! سبحان‌الله !"—

بی برسات نے بھی ایک هزار اشرفی کی تھیلی بڑی‌بی کے نذر کی اور رخصت هوئیں- شام هوتی چلی تھی - بڑی بی تھیلیاں سمیت‌سمات خوشی خوشی گھر آئیں- ان کی بہو نے دیکھا که بڑھیا بستر‌ا بغل میں دابے چلی آرهی هے - آگ بگولا هوگئی- کہنے لگی - " بڑھیا تو میرے گھر میں کیوں گھسی - کیا اپنا کفن لیکر آئی هے ؟ اب نکلتی هے یا دھکے دے کر نکالوں؟ " - بڑھیانے کہا " بیٹا - خفا کیوں هوتی هے، میں خالی هاتھه تھوڑی آئی هوں ، تین هزار اشرفی لائی هوں - نکالتی هے، نکالدے؛ میں اپنا الگ‌گھر لیکر رہ جاؤنگی "- بہو نے جو پوٹلی دیکھی اور تین هزار اشرفی کا نام سنا تو منه میں پانی بھر آیا - کہنے لگی " اماں جان کیا سچ مچ تین هزار اشرفیاں لائی هو-ذرا میں بھی تو دیکھوں- تم صبح سے کہاں چلی گئی تھیں، آپ کا انتظار کرتےکرتے خدا جھوٹ نه بلوائے تو تین بجے کھانا کھایا هے. وہ بھی آپ هی کو ڈھونڈ نے گئے هوے هیں"- اتنے میں بیٹے صاحب بھی آگئے - وہ کچھه کہناهی چاهتے تھے که بیوی‌نے آنکھه سے منع کردیا - اب کیا تھا تھیلیاں کھولی گئیں - کئی کئی دفعه اشرفیاں گنی گئیں - دوسو تو نکال لیں ، باقی گڑھا کھود کر دبادیں - اوپر بیٹے اور بہونے اپنا بستر کردیا- رات هی کو نانبائی کے هاں سے اچھا سے اچھا کھانا، حلوائی کے هاں سے اچھی سے اچھی مٹھائی آئی - سب نے مزے مزے سے کھائی - صبح هوئی تو بیٹے صاحب جا اپنے اور بیوی کے لئے اچھے سے اچھے تھان لائے - کپڑے بننے شروع هوئے - بڑی بی کے پیجاموں‌کے لئے آٹھه آنے گز والی چھینٹ، انگیا کُرتی کے لئے چار آنے گز والی ململ ، لال فری کی گول پنجے کی جوتی ، سر میں ڈالنے کو دھوئی تلی کا تیل، کانوں کے لئے ململ کی چار چار بالیاں، هاتھوں کے لئے دیڑہ دیڑہ ماشے کے دو چھلے - غرض بہت کچھه آیا - بہو اور بیٹا خوش تھے که بڑھیا قارون کاخزانه لے آئی- بڑھیا خوش تھی که بہو اور بیٹے نے ماں تو سمجھا- چلوسب‌هنسی

خوشی رہنے سہنے لگے - بی همسائی نے جو یہچھل پہل دیکھی تو ان سے نہ رہا گیا - ایک دن پوچھا " بہن میں ایک بات پوچھوں، برا تو نہ مانوگی " - بڑھیا کی بہو نے کہا " ہاں بہن شوق سے پوچھو، برا ماننے کی کون بات ہے "-بی همسائی نے کہا " بہن! آخر هم سے بھی تو کہو کہ یہ تمہاری ساس کہاں سے روپیہ مارلائیں- کہیں سے چرا نہ لائی ہوں - بہن زمانہ برا ہے - اگر چوری کا روپیہ نکلا تو بڑھیا کے ساتھہ کہیں تم بھی لپیٹ میں نہ آجاؤ - حق همسایہ، ماں کا جایا - هم کہے دیتے ہیں، آگے تم جانو، تمہارا کام جانے "- بڑھیا کی بہو نے کہا " نا بہن ! کہیں یہ بڑھیا چوری کے قابل رہی ہے - اس کو تو یہ روپیہ جاڑے، گرمی، برسات نے دیا ہے" - بی همسائی نے ناک پر اُنگلی رکھہ کر کہا "اوئی ہوا ! اپنے هوش کی دوا کرو - بھلا جاڑا، گرمی، برسات کہیں روپئے بانٹتے پھرتے ہیں- تم نے مجھے کوئی دیوانہ سمجھا ہے جو ایسی اُڑان گھائیاں بتاتی ہو، بتاتی ہو بتاؤ - نہیں بتاتیں، نہ بتاؤ؛ همارا سمجھانے کا کام تھا، سمجھا دیا "- بڑھیا کی بہو تو کہ بی همسائی اِدھر اُدھر کچھہ کی کچھہ نہ لگاتی پھریں، ساس پر جو جو گزری تھی پوری پوری سنادی - بی همسائی سنتی رہیں، هنستی رہیں - سب کچھہ سن سنا، کھڑکی بند کر اپنے میاں کے پاس پہنچیں اور اُن کو سارا قصہ سنا دیا —

بیٹے صاحب نے جو سناتو کہا لاؤ هم بھی لگے هاتھوں اپنی بڑھیا کے ذریعہ سے روپیہ سمیت لیں- ان کی تھی ایک اماں، وہ بڑھیا کیا تھی آفت کی پڑیا تھی- گھر بھر کا ناک میں دم کر رکھا تھا - ذرا بگڑی اور بہو کی سات پشت کو توم ڈالا - بہو نے کچھہ کہا اور قیامت آگئی - بہو کو آج موقع ملا، میاں کو سمجھا بجھا بڑھیا کی خوب گندی کرائی اور ڈنڈا ڈولی کر جنگل میں جا اُسی بڑ کے نیچے ڈال آئے - بڑھیا نے چیخ چیخ کر سارا جنگل سر پر اُٹھا لیا - خدا کا کرنا کیا ہوتا ہے کہ جاڑا، گرمی، برسات تینوں اُس دن پھر ملے - ایک نے دوسرے سے پوچھا - " کہو بھئی بڑھیا نے کیا تصفیہ کیا " - جاڑے نے کہا "اس نے مجھے اچھا بتایا " - گرمی نے کہا

"مجھے اچھا بتایا" - برسات نے کہا " مجھے اچھا بتایا " - جاڑے نے کہا " بھئی وہ بڑھیا غضب کی بڑھیا تھی - یہ نہیں بتایا کہ تینوں میں کون اچھا ہے - سب ہی کی تعریفیں کرمفت میں تین ہزار اشرفیاں مار لیں"-غرض تینوں جلے بھنے اسی بڑ کی طرف آئے - دیکھا کہ ایک بڑھیا بیٹھی رو رہی ہے - پہلے میاں جاڑے پہنچے - اُن کا آنا تھا کہ بڑھیا سردی سے تھر تھر کانپنے لگی - جاڑے نے کہا " بڑی بی سلام مزاج تو اچھا ہے" بڑھیا بولی " چل بڈھے پرے ہٹ ' بڑی بی ہوگی تری ماں - اب جاتا ہے یا نہیں - خود تو روئی کا بنولہ بنکر آیا ہے اور اس جاڑے میں غریبوں کا مزاج پوچھتا ہے - چل سامنے سے ہٹ - دھوپ چھوڑ ! " میاں جاڑے نے کہا " بڑی بی ' میں جاڑا ہوں- سچ بتا نا میں کیسا ہوں"- بڑی بی نے کہا ' " آپ اس بڑھاپے میں بھی اپنی تعریف چاہتے ہیں ' لو ! اپنی تعریف سنو - آپ آے - اس کو فالج ہوا ' اس کو لقوہ ہوا - ہاتھ پاؤں پھٹے جارہے ہیں - ناک سڑ سڑ بہ رہی ہے - دانت ہیں کہ کڑ کڑ بج رہے ہیں - کپڑے ادھر پہنے ' اُدھر میلے ہوے- رضائی ہے کہ لٹکی پڑتی ہے - لحاف ذرا کُھلا اور سُر سے ہوا گُھسی - بچھونے ہیں کہ برف ہورہے ہیں - کھانا اِدھر اُترا اُدھر جما- اور جو خدانخواستہ کہیں سہارت برس کر اولے پڑگئے تو غضب ہی ہوگیا - سی سی کر رہے ہیں ' بتیسی بج رہی ہے' ناک معلوم ہوتا ہے کہ منہ پر ہے ہی نہیں- اُنگلیاں ہیں کہ ٹیڑھی ہوئی جاتی ہیں - آنکھوں سے پانی بہا جا رہا ہے - نہ کام ہوسکتا ہے نہ کاج - آخر کہاں تک کوئی آگ تاپے اور دھوپ سینکے-توبہ توبہ آگ کی بات تو گرمی جاتی رہتی ہے- لیجئے اپنی تعریف سنی یا اور کچھ سناؤں " - جاڑا جلا ہوا پہلے کا تھا ہی ' اب جو بڑھیا کی یہ جلی کٹی باتیں سنیں تو اور جل کر کوئلہ ہوگیا - اپنی ٹھوڑی پکڑ تاڑھی کی جو ہوا دی تو بڑھیا کو لقوہ ہو گیا- چلتے چلتے دو تین ٹھوکریں بھی رسید کردیں- ذرا فاصلے پر بی گرمی اور بی برسات کھڑی تھیں - ان سے کہا " لو جاؤ ' بڑھیا سے اپنا تصفیہ کرا لاؤ' ہم تو ہار گئے " —

بی گرمی خوشی خوشی بڑھیا کے پاس آئیں اور کہا " نانی اماں سلام " - بڑھیا نے کہا " چل دور ہو نگوڑی ! میں تیری نانی کیوں ہونے لگی - آج مجھے نانی بنایا ہے کل کسی کو خصم بنا لیگی - اے ہے! تو ایسی جوان جان اور یوں جنگل جنگل پھر رہی ہے- آوارہ ہوگئی ہوگی جو ماں باپ نے گھر سے نکالدیا اور نکالا بھی ایک کپڑے سے- اچھا ہوا' تم جیسے دلدروں کے ساتھہ ایسی ہی کرنی چاہئیے "- بی گرمی نے کہا " نانی اماں ! میں ہوں گرمی ' تم سے یہ پوچھنے آئی ہوں کہ گرمی کیسی" - یہ سننا تھا کہ بڑھیا کے تو آگ لگ گئی - کہنے لگی "او ہو! چونی بھی کہے مجھے گھی سے کھاؤ! ابھی تمھارے بھائی صاحب اپنی تعریفیں سن گئے ہیں ' لو تم بھی سن جاؤ - گرمی' گرمی کا کیا کہنا ! سبحان اللہ ! واہ واہ ! پسینہ بہہ رہا ہے ' کپڑوں میں سے بو آرہی ہے ' صبح کپڑے بدلے شام تک چکٹ ہوگئے - کھانا کھایا ہے کسی طرح ہضم نہیں ہوتا' سینے پر رکھا ہے- صبح ہوئی اور اوچلنی شروع ہوئی- اس کو اولگی' اس کو ہیضہ ہوا- منہ جھلسا جاتا ہے' ہونٹوں پر پپڑی جمی ہوئی ہے- پانی پیتے پیتے جی بیزار ہوا جاتا ہے- پانی کیا ہے تتہرے کا پانی ہے' سینے پر اونت رہا ہے- زمین آسمان تپ رہا ہے - دن بھر آگ برستی ہے - رات بھر ریت برستی ہے - نیند آرہی ہے ' لیکن نہ اِس کروٹ چین آتا ہے نہ اُس کروٹ - پنکھا ہاتھہ سے نہیں چھوٹتا ' ذرا ہاتھہ رکا اور دم گھٹنے لگا - ذرا خدا خدا کرکے نیند آئی اور کھٹمل نے چٹکی لی-آنکھہ کھل گئی اور پھر وہی مصیبت- ہاں بیگم صاحب کیوں نہو' گرمی ہو' تمھاری جتنی تعریف کی جاے کم ہے - چل دور ہو میرے سامنے سے - نہیں تو ایسی بے نقط سناؤں گی کہ تمام عمر یاد رکھے گی "- بڑھیا کی باتیں سنکر بی گرمی تو آگ بگولا ہوگئیں -کہا " ٹھیر بڑھیا ! دیکھہ تجھے اس بد زبانی کا کیسا مزا چکھاتی ہوں- خبر نہیں' سمجھی تو کیا سمجھی ہے"- یہ کہہ کر جو پھونک ماری تو ایسا معلوم ہوا کہ لو لگ گئی - بڑھیا تو " ہاے مری ! ہاے مری! " کہتی رہی' بی گرمی پیٹ پر ایک دو ہتڑ مار چلتی بنیں—

جب ان کو بھی رونکھی صورت بنائے آتے ' بی برسات نے دیکھا تو دل میں بہت خوش ہوئیں اور سمجھیں' چلو میں نے پالا مار لیا - بڑی متکتی متکاتی بڑھیا کے پاس گئیں اور کہا " نانی جان سلام! کہئے مزاج تو اچھاہے !" بڑی بی نے کہا " با با' مار لو ! مار لو! پھر مزاج پوچھنا ' دو تو اپنے دل کی بھڑاس نکال گئے' تم کیوں لگی لپٹی رکھتی ہو ' بےوارثہ سمجھہ لیا ہے' جو آتا ہے مار جاتا ہے" - بی برسات نے کہا " ہیں نانی جان ' خدا نہ کرے ! میں کیوں مارنے لگی - وہ تو دونوں موئے ایسے ہی ہیں' خواہ مخواہ بیٹھے بٹھائے بچاری بڑی بی کو مار مار پلیتھن نکال دیا- نانی جان! اب بے خوف رہئے- میں ایسا بدلہ اونگی کہ وہ دونوں بھی تمام عمر یاد ہی کرینگے " - یہ سنکر ذرا بڑھیا کے حواس درست ہوے - آنکھہ اُٹھاکر کیا دیکھتی ہے کہ ایک جوان لڑکی نہائی دھوئی' آب رواں کا دوپٹہ اوڑھے سامنے کھڑی ہے - کہنے لگی ' " لڑکی ! کیا دیوانی ہے جو اس طرح گیلے بالوں سے شام کے وقت جنگل میں آئی ہے اور تیرا کوئی والی وارث بھی ہے یا نہیں جو اس طرح اکیلی ماری ماری پھرتی ہے؟ جا' اپنے گھر جا کر بیٹھہ - کیوں باپ دادا کا نام بدنام کرتی ہے- اور ہیں!تو توبالکل ننگی ہے- جا! جا! دور ہو! میں تجھہ جیسی اچپی لچندریوں سے بات بھی کرنا نہیں چاہتی"- بی برسات نے کہا " نانی جان! خفا کیوں ہوتی ہو- میں برسات ہوں - اچھا یہ تو بتا دو کہ برسات کیسی "- بڑھیا نے کہا " برسات؟ گو در گو مرغی کا گو - اے ہے! برسات سے خدا بچاے - بجلی چمک رہی ہے - بادل گرج رہے ہیں- کلیجہ دہلا جاتا ہے - دھما دھم کی آوازیں آرہی ہیں - یہ مکان بیٹھا وہ پاکھا کرا - جو مکان گرنے سے بچ گیا ' اس میں یہاں ٹپکا لگا - وہاں ٹپکا لگا - کبھی اِدھر کے بچھونے اُدھر بچھہ رہے ہیں ' کبھی اُدھر کا پلنگ اِدھر آرہا ہے - باہر نکلنا مشکل ہے ؛ ذرا پاؤں باہر رکھا اور چھینٹے سر سے اوپر گئے - سواری پاس سے نکل گئی تو سب کپڑے چھینٹم چھینٹ ہوگئے - ذرا تیز چلے اور جوتیاں کیچڑ میں پھنس کر رہ گئیں - ہوا بند ہے ' اومس ہورہی ہے ' کپڑے ہیں کہ چمٹے جارہے

ھیں - رات کو مچھر ھیں کہ کھائے جارھے ھیں - کھٹمل ھیں کہ کاٹے جارھے ھیں- نہ رات کو نیند نہ دن کو چین - اور پھر اس پر یہ سوال کہ فانی جان میں کیسی ھوں- فانی جان سے تعریف سن لی- اب تو دل ٹھنڈا ھوا - اے ھے ! یہ بے موسم کی گرج کیسی! خدا خیر کرے!" بڑھیا یہ کہہ ھی رھی تھی کہ بی برسات کی نگاہ بجلی بنکر گری اور بڑی بی کے پاؤں کو چاٹتی ھوئی نکل گئی - اِدھر بی برسات بڑھیا کو للگڑا کر منہہ پر تھوک رخصت ھوئیں اور اُدھر ان کی بہو اور بیٹا اشرفیوں کی تھیلی لینے کے شوق میں بڑ کے نیچے پہنچے - کیا دیکھتے ھیں کہ بڑی ہی پٹی گُتی لوتھہ پوتھہ پڑی ھیں - بڑی مشکل سے لاد لود کر گھر لائے' خوب ھلدي چونا تھوپا' مرحم پٹی کی' جب کہیں جا کر دس بارہ دن میں بڑھیا اس قابل ھوئی کہ اپنی کہانی بیان کرے - بہو اور بیٹے نے جو سنا کہ بڑھیا نے جاڑے ' گرمی ' برسات کو برا بھلا سنا کر اور اشرفیاں کھو کر جوتیاں کھائیں تو ان دونوں نے بھی اس کو خوب مارا اور گھر سے نکالدیا - اب بچاری سڑک کے کنارے بیٹھی بھیک مانگا کرتی ھے - مگر ایسی نکچڑھی کو کوئی بھیک بھی تو نہیں دیتا - بیٹا ! بات یہ ھے کہ اللہ شکر خورے کو شکر ھی دیتا ھے - جو لوگ خوش مزاج ھوتے ھیں وہ ھر حال میں خوش رھتے اور موئے رونی صورت تو ھمیشہ جوتیاں ھی کھاتے ھیں- اے ھے! ایلو! یہ احمد تو سوگیا - سعیدہ! ذرا اُٹھا کر اِسے پیشاب تو کرالے' کہیں ایسا نہو موت کر میرے بچھونے خراب کردے —

سراغ مہم

از

(مولوی سید ہاشمی صاحب فریدآبادی رکن دارالترجمہ ' حیدرآباد دکن)

(یہ حکیمانہ نظم سید صاحب نے خاص جشن یوم گلبہ
اورنگ آباد کے لئے لکھی تھی اور نواب مسعود جنگ بہادر
نے از راہ عنایت مجمع کو پڑھکر سنائی ۔ اڈیٹر)

——[(۱)]——

قدم نہیں قرار میں حیات استوار کا
کہ ہے اسیر ہر نفس ہوائے رہگذار کا
مری زباں میں ہم سفر' سیاحتیں ہیں منزلیں
مدام گشت و دشت ہے مقام شہسوار کا

——[(۲)]——

بھری ہے دور خون میں تب وتواں حیات کی
بھنور میں پرورش ہوئیں روانیاں فرات کی
مناظر وسیع ہیں-عجب نہیں کہ موت بھی
اک اور راہ سیر ہو نہفتہ کائنات کی

(۳)

یہ جستجو ہے گمرہی کہ کیوں چلے کدھر چلے
ترا نصیب چرخ ہے پھرائے جا جدھر چلے
وہی نجوم باد پا بہت پرے نکل گئے
منازل و مدار سے جو رہ کے بے خبر چلے

(۴)

گھٹا ہو گھومتی پھری شرارہ دار ہوگئی
خزاں بڑھے چلی گئی، تو نو بہار ہو گئی
یہ انبساط سیل سے کہاں فا اُمید تھی
گھلی غم جمود میں کہ جوئبار ہوگئی

(۵)

مگس کو رنج سعی سے نشاط انگبیں ملا
جہاد باغباں کا پھل گشاد یاسمیں ملا
یہ مشت خاک دھر سے ہزار ہا برس لڑی
دماغ آدمی کو تب تمدن آفریں ملا

(۶)

نہ ماحصل کی انتہا نہ معلنتیں حدود میں
عمل کے ساتھہ آگئے نئے جہاں وجود میں
ہوس بھی شوق کار کے لباس میں عزیز ہے
شکستخوردہ موج تکسدا رہی صعود میں

(۷)

کشا کش دوام میں فراغت دوام ہے
ہنر ' شرت ' کرامتیں' مشقتوں کا نام ہے
رکے نہ تیغ جنگ جو ' سپاہ کوچ میں رہے
یہی صراط امن ہے ' یہی در سلام ہے

(۸)

سکوں کوعیش مت سمجھ' فریب ماندگی ہے یہ
بسان صاعقہ تڑپ' تڑپ کہ زندگی ہے یہ
جنون پختہ کار کو تلاش جاوداں نصیب !
نظر وراے دید پر کمال بندگی ہے یہ

ھوشیار!

اے مرد عاقل ھوشیار !

از

(جناب شہیر حسن خاں صاحب جوش ملیح آبادی ' رکن دارالترجمہ)

[یہ پرجوش اور لطیف نظم جناب جوش نے اورنگ آباد
کالج کے جشن یوم گلبہ کے لئے خاص طور پر تحریر فرمائی
تھی اور اس جلسے میں پڑہ کر سنائی - اڈیٹر]

آرہی ھے نیند تجکو درمیان کار زار دیکھہ وہ تیغ عدو چمکی ' خدا را ھوشیار!

ھوشیار !

اے مرد عاقل ھوشیار!

خون کے دھارے کے اندر سے ھے جس کا راستہ آنسوؤں کے سیل میں تو ڈھونڈتا ھے وہ دیار!

ھوشیار !

اے مرد عاقل ھوشیار!

آرہی ھے دشت استبداد سے باد سموم اور محکومی سمجھتی ھے نسیم خوشگوار

ھوشیار !

اے مرد عاقل ھوشیار !

تن سے رخصت ھو رھی ھے روح مزدور غریب حلق پر رکھا ھوا ھے دشنۂ سرمایہ دار

ھوشیار !

اے مرد عاقل ھوشیار !

توھے کس دھوکے میں اے صید زبون علم وفن قوت بازو پہ ھے فتح و ظفر کا انحصار

ھوشیار!

اے مرد عاقل ھوشیار!

ضعف وقوت میں توازن ھو، یہ ممکن ھی نہیں باغباں کا پھول سے ھر عہد ھے نااستوار

ھوشیار!

اے مرد عاقل ھوشیار!

مجھکو بھی سمجھا کہ تیرے قصر ملت کی بنا منت اغیار سے کس طرح ھوگی پایدار؟

ھوشیار!

اے مرد عاقل ھوشیار!

دیکھنے میں عرش تک جاتی ھے، لیکن غور کر کیا شعاع مہر سے بڑھتا ھے شبنم کا وقار؟

ھوشیار!

اے مرد عاقل ھوشیار!

خرمن محکوم پر گرتا ھے بنکر صاعقہ حاکم جابر کی ھر ادنی سی خواھش کا شرار

ھوشیار!

اے مرد عاقل ھوشیار!

رحم کی درخواست سے پہلے یہ دل میں سوچ لے خون ھے خادم کا، آقا کے گلستاں کی بہار

ھوشیار!

اے مرد عاقل ھوشیار!

گرگ رہ جاتے ھیں دانتوں میں دبا کر انگلیاں آدمی کا آدمی کرتا ھے اکثر یوں شکار

ھوشیار!

اے مرد عاقل ھوشیار!

جتنے جتنے ارتقا کی سمت بڑھتے ہیں قدم گرتے جاتے ہیں نہال عافیت کے برگ و بار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

——:(۲):——

اس طرف یہ کشمکش ہے اور اُدھر یہ خلفشار بیٹھے ہیں دبکے کہیں کاہوں میں نقلی دیندار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

زر بکف ہیں سادہ لوحی سے مریدان غریب ہاتھ پھیلائے ہوے ہیں صوفیان ذی وقار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

فسق پر ٹیکے ہوے ہیں جان ارباب صلوٰۃ مکر میں ڈوبے ہوے ہیں مردمان روزہ دار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

جھوٹ بکتے ہیں جو لیکر ہاتھ میں اُم الکتاب کہہ رہے ہیں رند شاہد باز کو شایان دار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

خون ابنائے زمانہ کو سمجھتے ہیں حلال ہر نفس جاری ہے جنکے لب پہ ہجو بادہ خوار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

دل کی آنکھیں بھی کُھلی رکھتے ہوں ان آنکھوں کے ساتھ آہ ایسے کس قدر ہیں عابد شب زندہ دار!!

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

عالمان دین کی دستاروں میں آتے ہیں نظر وہ بلا کے پیچ وخم، جن سے ہوں اژدر شرمسار

ہو شیار !

اے مرد عاقل ہوشیار !

جرم کی تاریخ کہتی ہے بہ آواز بلند مجرموں سے بڑھ کے اس فن میں ہیں مفتی پختہ کار

ہو شیار !

اے مرد عاقل ہوشیار !

وضع ظاہر پر نہ جا، اِس عالم حیرت میں ہیں کتنے رند پاک داماں، کتنے شیخ ہرزہ کار

ہو شیار !

اے مرد عاقل ہوشیار !

رہروؤں کو دل میں تو سمجھے ہوئے ہے کیوں حقیر پیدلوں کے بھیس میں پھرتے ہیں کتنے شہسوار

ہو شیار !

اے مرد عاقل ہوشیار !

——:(۳):——

ایک فتنہ ہو تو اس پر صبر بھی کر لیجئے مولویت کے علاوہ اور بھی ہیں انتشار

ہو شیار !

اے مرد عاقل ہوشیار !

شیعۂ وسنی میں جاری ہیں نزاعیں آجتک ایک ننگ پنجتن ہے، ایک ننگ چار یار

ہو شیار !

اے مرد عاقل ہوشیار !

مسلم و ہندو میں بھی پیکار کی روشن ہے آگ ہر طرف بھڑکے ہوئے ہیں شعلہ ہائے کارزار

ہو شیار !

اے مرد عاقل ہو شیار !

گُھل رہا ہے فطرت شیخ و برہمن کا بھرم گائے اور باجے پہ صلح و جنگ کا ہے انحصار

ہو شیار !

اے مرد عاقل ہوشیار !

——: (۴) :——

اِن مصائب کے علاوہ، تلخیء عصر جدید کام جاں کے واسطے کچھ کم نہیں ناخوشگوار

ہو شیار !

اے مرد عاقل ہوشیار !

مصلحان قوم و ذوق کاوش نام و نمود شاعران ملک و مفروضات وصل و ہجر یار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

خلوتوں میں تیرگی ہے، جلوتوں میں روشنی دل، خزانے زہر کے ہیں، اور زبانیں شہد بار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

خوں عزیزوں کا تو خیر اک عمر سے تھا ہی سفید لیکن اب تو دوستوں کا بھی نہیں ہے اعتبار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

دشمنی کی تیغ آتش بار کو آتی ہے شرم دوستی سے ہو رہے ہیں اس طرح سینے فگار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

مقصد تعلیم ہے لے دے کے محض اک چاکری علم کا ہے صرف معدے کی تواضع پر مدار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

تگریوں پر فوقیت رکھتی ہے شوفر کی سند اور اس پر ناقصان علم و فن کا افتخار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

سچ بتاو دلدادۂ وضع و تراش مغربی نقل سے شاہوں کی بن سکتا ہے خادم شہریار؟

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

پردۂ اخلاق کالج کو اُلٹ کر دیکھ لے ہر تبسم میں ہزاروں بجلیاں ہیں بےقرار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

تلملاہٹ برق سوزاں کی ہے ابر سرد میں سرسراہٹ سانپ کی ہے درمیان سبزہ زار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

دیکھتا ہوں عہد حاضر کی نگاہ مہر میں وہ دہکتی آگ، کانپیں جس سے دوزخ کے شرار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

——:(۵):——

کس خیال خام میں ہے کھول چشم حق نگر کھیل بچوں کا نہیں طغیانیٔ لیل و نہار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

عرصۂ عالم کا ہر ذرہ ہے میزان عمل بزم ہست و بود کا ہر روز ہے روز شمار

ہو شیا ر !

اے مرد عاقل ہوشیار !

تابکے چھائی رہینگی انجمن پرشورشیں تاکجا شیخ و برھمن میں رہیگا خلفشار؟

ھو شیا ر !

اے مرد عاقل ھوشیار !

ھندوئے بابولقب کیایادھے وہ دور بھی تجھکو گُردان مہابھارت پہ تھا جب افتخار؟

ھو شیا ر !

اے مرد عاقل ھوشیار !

مسلم راحت طلب ! کیا یاد ھے وہ غلغلہ " لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار"؟

ھو شیا ر !

اے مرد عاقل ھوشیار !

صورت مرداں چہ خواھی سیرت مرداں گزیں مرد عاشق پیشہ را با صورت ایواں چہ کار!

ھو شیا ر !

اے مرد عاقل ھوشیار !

بادۂ کہن

کلام لچھمی نرائن 'شفیق' و 'صاحب' (اورنگ آبادی)

(اس سے قبل شفیق (صاحب) کا معراج نامہ اور اُن کے مختصر حالات جولائی سنہ ۱۹۲۷ء کے نمبر میں شایع ہوچکے ہیں۔ وہ ریختے میں 'صاحب' اور فارسی میں 'شفیق' تخلص کرتے تھے۔ اس موقعے اُن کے کلام کا دوسرا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر)

زر اور گھونچی کی بحث

مرحبا اے بلبل خلد بریں — ہم نوائے حضرت روح الامیں
سننے کے قابل ہے یہ نادر سخن — یاد رکھنا ایسا ذکر بہتریں
ایک دن سونے نے گھونچی* سے کہا — اے سیہ رو، بے قدر صحرا نشیں
اہل دولت پاس کیا عزت تری — تیری قیمت ایک حبہ بھی نہیں
میرے سے ہم سنگ کیوں ہوتی ہے تو — مجھ سے کیا نسبت تجھے اے پست بیں
اس قدر برخود غلط ہرگز نہو — رتبۂ خود بیں و منزل را گزیں
کچھ نہیں تجکو سیہ روئی کی شرم — تو سمک ایتی میں ایتاھوں متیں
کوئی فلز بھاری نہیں میرے ستی — کس کی قیمت میرے سے افزوں نہیں
ترے سا کم وزن بے قیمت کوی — اب تلک ہم نے سنے نیں اے کمیں
مجھسے معشوقان عالم کو ہے عشق — آرزو میں میری شاہان مہیں

---

* یعنے گھونچی۔

سن سخن گھونچی ہوئی غصہ سے لال — یہ کہی اے ہرزہ بر روے زمیں
بے خبر کے پاس ہے عزت تری — زہر جانے تجکو مرد دور بیں
کام جاری ہوے جب، حاوی ہے تو — بھوکے کوسیری ہو دیوے جب کہیں
دھرمیں تیرے سبب جنگ وفساد — دزد رھزن کا مربی ہے تہیں
در بدر خانہ بخانہ کف بکف — تجھہ سوائے کون بر روے زمیں
پوشش زرین اور زر کے ظروف — منع فرمائے رسول مرسلیں
پھیکتا ہے ھات سے تجکو کریم — گاز تا سہسک تجھے زیر زمیں
گو کہیں مفلس کے تو پڑتا ہے ھات — کانتھہ باندھے تجکو جیوں دزد لعیں
بلکہ سلطاں اور امیر اور اغنیا — چوکی اور پہرے میں رکھتے تیرے تئیں
کوتنا زرگر کا، آتش کا گداز — ظاھرا تیرے نہیں خاطر نشیں
کذب کا تیرے یہ اتنا احتمال — جب کوئی لیتا ہے تیرے تیں کہیں
سر کو گھستا ہے کسوٹی سے ترا — آگ میں تا لے ہیں تجکو خوردہ بیں
وقر تو یہ کچھہ ہے تسپر آپ کو — اھل عزت کہوے تو لعنت بریں
ھاتھہ میں ہوتی اگر میزاں مرے — میں نہوتی حشر تک تجسے قریں
کیا کروں جویوں رضاے دوست ہے — کیا کروں جویوں لکھا ہے برجبیں
خواھش دل کب ہے، ہے بےاختیار — تیرے سے ہم سنگ ہونا میرے تئیں
ننگ ہے فقرا کو دنیادار سات — ئیک لحظہ بھی اگر ہو ہم نشیں
گفت بئس الفقر علی باب الامیر — زیں سبب آن سرور دنیا و دیں
خواب میں دیکھے نجاست جوکوی — جز طلا تعبیر اس کی کچھہ نہیں
سچ عوام الناس کہتے ہیں یہ بات — گو، خوری کو جاوے ہے زر ہرکہیں
دوری تجسے مقتضاے ہوش ہے — دور ہے جو تجسے اُس پر آفریں
بے بہا کہتے ہیں در کے تیں غلط — بے بہا ہوں میں، مری قیمت نہیں
سر بسر میں سرخ تھی صحرا میں خوش — شہر میں آتے ہوی اندوھگیں

جب کہ تو لے میرے تیں تیری سنگات — تب چڑھی ایتی سیاھی بر جبیں
او ھو میرا اوتّا ھے دل کے بیچ — جب کہیں ھوتی ھوں تیرے سے قریں
میں سوادالوجہ کو دنیا میں ھوں — آخرت میں تو سیہ رو بالیقیں
ھات کالے ھوئیں پہنے سے ترے — اور چرانے سے ترے کالا ھو دیں
ھے جہنم ترے تیں دنیا کی بیچ — بو تۂ زر گر سے حالت ھے مہیں
صائب صادق سخن کی سچ ھے بیت — آفریں برجان او صد آفریں
حب زر دل را کند آخر سیاہ — سوے سودا می کند صفرا یقیں
بحث سن 'صاحب' نے گیونچی سے کہا — خاموشی آمد جواب جا ھلیں

غزل ریختہ

پنجرے میں ھمیں نہ آنا تھا — کیا کریں یہاں بھی آب و دانہ تھا
زخم دل پر ھے چرچرات ھنوز — کیا وو نمکین مسکرانا تھا
اس کی جاکر گلی میں کھویا وقر — اب میں جانا کہ وھاں نہ جانا تھا
ایک دن وو نظر پڑا صاحب — جس لئے شب کو تلملانا تھا
دیکھتے ھی اُسے یہ امڈے اشک — دل میں کیا جانے کیا خزانا تھا
پھر نظر میں نہ دیکھنے پایا — خواب تھا یاکہ وو فسانہ تھا
تب کہاچشم کو میں اے کم بخت — وصل میں اشک یہ بہانا تھا
اُس کی تصویر آئی آنکھوں میں — پاوں اُس کے مجھے دھلانا تھا

دیگر

دیکھتے ھیں دکھہ کوی سکھہ دیکھہ کر — ھم نے دیکھے دکھہ ھی دکھہ دکھہ دیکھہ کر
وصل میں پروا رھی نیں ھجر کی — بھول • گئے سب دکھہ ترا مکھہ دیکھہ کر

• دکھنی میں اس کا تلفظ بُھل ھوتا ھے۔ اور کوئی کا تلفظ کُئی —

اے فلونی ماہ وہ مجسے ملے کوئی نچھتر کہہ مجھے، مکھہ دیکھہ کر
سامنے سے ٹل نہیں پچتائے گا میرے تیں کہتا ہے سنمکھہ دیکھہ کر
کس طرح سے پائیں سکیہ 'صاحب' کہ ہم ..... کو پایا بہت دکھہ دیکھہ کر

دیگر

قتل پر کس کے چلا ہے یہ ستمگار کہ بس آستینوں کو چڑھا، کھینچ کے تلوار کہ بس
آخری دم ہے ٹک اک دیکھہ بھلا اے ظالم بےطرح آج تڑپتا ہے یہ بیمار کہ بس
حق تعالیٰ نہ کرے کس کو کسی پر مائل میں نے دیکھا ہوں گرفتار ہو آزار کہ بس

دیگر

بہار آئی جنوں نے سر اُٹھایا ہے خدا حافظ نسیم صبح نے دل کو سنایا ہے خدا حافظ
ہمارے قتل کرنے کو نگہ قاتل کی کیا کم تھی جو وہ تیغ نیمچہ بھی ساتھ لایا ہے خدا حافظ
مزاج باغباں معلوم ہوتے اب کے بلبل نے چمن میں شاخ گل پر گھر بنایا ہے خدا حافظ
بہار آنے سے اب کے باغ میں اے ناصح مشفق درانے دل نے کچھہ سن تو پایا ہے خدا حافظ

دیگر

دل اُلجھتا ہے مرا جیوں جیوں کہ سلجھے ہیں وہ بال
کیا مچے گی دیکھئے کا کل کے کھل جانے میں دھوم
کس طرح بیمار دل کی ہم شفا چاہیں کہ آج
پڑگئی ہے اس کی آنکھوں سیتی میخانے میں دھوم
ہم بغل ہوتے سجن کے ہوگئی آنسو کی بھیڑ
جوں مچاتے طفل ہیں گے عید کے آنے میں دھوم
کوی گریباں چاک، بیدل کاں بسے گا صاحبا
کوہ میں فرہاد و مجنوں کی ہے ویرانے میں دھوم

آب حیات حق میں سخن گو کے ہے سخن باقی ہے میرے بعد یہی یادگار کچھہ

اس طور تھے* گئے ہیں نین کس کی یاد میں نرگس کو ہے چمن میں مگر انتظار کچھ

دوستی کو تم سے ہم بے کس ہیں ہے رے دوستی
ہم تمہیں دل دے کے بے بس ہیں ہے رے دوستی
گالیاں بھی کھا چکے جھڑکی بھی تیری سہہ گئے
یہ تمہاری دوستی کے جس ہیں ہے رے دوستی

جب کُھلے بندوں گیا اور رسمسا یوں باغ میں
تیری ایسی طرح پر سب گل بھی خنداں ہوگئے
ہر جہت باد صبا کے یہ قدم کا فیض ہے
مرقد بلبل پہ گُل جو یوں چراغاں ہوگئے

---

* حیران و ششدر ہونا —



تبصرے

ادب

انتخاب کلیات سودا ۱۳۳
سیرگُل ۱۳۳
الہامی فسانے ۱۳۴
شاما ۱۳۴
مصنوعی بیوی ۱۳۵
چندن ۱۳۵
خیابان خلیل ۱۳۶
جمال ہمنشیں ۱۳۶
میرے پھول [ہندی] ۱۳۶
اُردو ادب کی تاریخ [انگریزی] ۱۳۸
شیریں و خسرو [فارسی] ۱۴۰
شرح شادمانی بر قصائد حسان العجم خاقانی ۱۴۱
تصانیف جناب منشی محمد ولایت علی خاں صاحب صفی پوری [فارسی] ۱۴۱
شعر و شاعری عرفی - شعر و شاعری عصر جدید ایران (خطبات آقا سید محمد علی صاحب پروفیسر نظام کالج)- شعر فارسی و سلاطین و اُمرا (خطبۂ مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ صدر اعظم) - عناصر اربعہ رباعی (خطبۂ مولوی مسعود علی ، بی اے) ۱۴۲

تعلیم و تعلم

جواہر التعلیم ۱۴۳
کہوارۂ اُردو ۱۴۴
اتالیق ۱۴۵
اسلامی کہانیاں ۱۴۵
پھولوں کی تالی ۱۴۵

مذہب

ائمۂ اسلام ۱۴۶

ذکرجمیل ذکرحبیب ۱۴۷
ذکر مبارک ۱۴۷
الایمان ۱۴۷

اخلاق و معاشرت

آہ بےکساں، المعرف بہ ' نالۂ بیوگاں ۱۴۸
امراض نوجواناں، حصۂ اول و دوم ۱۴۸

متفرق

گنجینۂ سلیمانی ۱۴۸
نقشے ۱۴۹
[انگریزی]
The Orients, Pioneers of Western Sciences and Civilization - by I. A. Isaac, Balugaon, (Puri) ۱۵۰

اُردو کے جدید رسالے

حیدرآباد ٹیچر ۱۵۰
ہنرمند ۱۵۱
تفریح ۱۵۱
معلم العلوم ۱۵۱

—— * ——

سنہ ۱۹۲۷ء کے شرر انعامات کی تقسیم ۱۵۲

ادب

انتخاب کلیات سودا

(مرتبۂ سید مطلب حسین صاحب بی - اے، عالی لکھنوی -
رام نرائن لال صاحب کے نیشنل پریس الہ آباد میں چھپی)

سودا اُردو کے بڑے اساتذہ میں سے ہیں اور گو ان کا کلام جھاڑ جھنکاڑ اور کانٹوں سے خالی نہیں لیکن وہ بڑے پائے کے شاعر تھے اور زبان پر اُن کا بڑا احسان ہے - سید مطلب حسین صاحب نے ان کے تمام کلام کا انتخاب ایک قلمی نسخے (سنہ ۱۲۱۴ھ) اور منشی نول کشور کے مطبوعہ نسخے سے کیا ہے - شروع میں سودا کی شاعری پر ایک دیباچہ بھی ہے - انتخاب سلیقے سے کیا گیا ہے جس میں اُن کی ہر قسم کی شاعری کے عمدہ نمونے موجود ہیں - منشی رام نرائن لال صاحب نے اسے بہت اچھا چھاپا ہے اور جلد بھی سادہ اور اچھی ہے —

سیر گل

(از جاوید احمد قدوائی صاحب بی - اے علیگ مطبوعۂ مسلم
یونیورسٹی پریس علی گڈھ - قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے)

یہ تیرہ چھوٹے فسانوں کا مجموعہ ہے، جن میں سے چھ تو نامور روسی فسانہ نویس چیخوف کا ترجمہ ہیں، ایک فرانسیسی فسانہ نگار موپاساں کا ترجمہ ہے اور باقی چھ اپنے طبعزاد ہیں - چیخوف نے بہ کثرت چھوٹے چھوٹے فسانے لکھے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اس فن کا بڑا اُستاد ہے - موپاساں نے بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے فسانے

لکھے ہیں اور وہ "چھوٹے فسانوں کا بادشاہ" سمجھا جاتا ہے - چنانچہ اسی شہرت اور مقابلہت کی وجہ سے چیخوف روسی موپاساں کہلاتا ہے - کیا اچھا ہوتا اگر لائق مترجم موپاساں کے بعض اعلیٰ درجے کے فسانوں کا ترجمہ اس کتاب میں شامل کردیتے - خود قدوائی صاحب کے فسانوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن پر چیخوف کا ضرور اثر پڑا ہے اور بعض جگہ وہ اس کے قریب قریب پہنچ جاتے ہیں - لیکن کیا ضرور تھا کہ وہ اپنے فسانے اُس کے فسانوں کے ساتھ ایک جلد میں شایع کرتے؟ کیا یہ اچھا نہ ہوتا کہ وہ الگ الگ رہتے؟ (معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملے میں اُن پر سید سجاد حیدر صاحب کا اثر پڑا ہے، جن کے نام پر یہ کتاب معنون کی گئی ہے) - شروع میں خواجہ غلام السیدین نے ایک دیباچہ بھی لکھا ہے—

ترجمہ بہت اچھا کیا ہے - کتاب دلچسپ ہے اور تصنیف اور ترجمے کے گنگا جمنی رنگ ساتھ ساتھ ایک جگہ بھلے معلوم ہوتے ہیں—

الہامی فسانے

حصۂ اول (مولفۂ مرتضیٰ احمد خاں صاحب درانی، اسسٹنٹ ایڈیٹر انقلاب مطبوعۂ رفیق عام پریس لاہور - قیمت ایک روپیہ)

اس کتاب میں صرف ان فسانوں کو ادبی رنگ میں پیش کیا گیا ہے جن کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے - لایق مؤلف نے اگر چہ واقعات میں کچھ رد و بدل نہیں کیا لیکن موقع بموقع تخیل سے خوب کام لیا ہے اور بہت شستہ اور پر زور عبارت میں ان قصوں کو بیان کیا ہے، جو باعث عبرت بھی ہیں اور موجب لطف بھی—

شاما

(مصنفہ کشن پرشاد کول صاحب - انڈین پریس الہ آباد)

اس ناول میں ہندوستان کی معاشرت کے ایک پہلو کو بڑی خوبی سے دکھایا گیا ہے - ہمارے ہاں عام دستور ہے کہ ماں باپ اپنے اغراض کو ملحوظ رکھ کر (مثلاً اپنی ذاتی تعلقات یا مصلحت، دولت کے لالچ یا ذات پات کے خیال سے) لڑکے لڑکی کا بیاہ کردیتے ہیں - یہ نہیں دیکھتے کہ ان دونوں میں کوئی مناسبت بھی ہے یا نہیں - شاما

ایک تعلیم یافتہ اور شایستہ لڑکی ہے - ماں نے ایک بڑے خاندان نے ایسے لڑکے سے شادی کردی جو خیالات، چال چلن اور تعلیم میں شاما کی ضد تھا - پھر ساس ایسی ملی کہ اس نے زندگی اور تلخ کردی - آخر شوہر کی بد چلنی اور بے پروائی اور ساس کی بد زبانی اور بد طینتی سے تنگ آکر وہ سسرال سے بھاگ کر میکے میں آجاتی ہے اور پھر واپس جانے کا نام نہیں لیتی - اپنا وقت مطالعے میں صرف کرتی ہے اور قومی خدمت کی لگن اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے - سب ساماں ہو جاتے ہیں مگر اجل سارے منصوبے خاک میں ملا دیتی ہے —

مصنف نے یہ سارا قصہ با وجود ہمارے معاشرتی قیود کے خوبی سے بیان کیا ہے - بعض بعض جگہ انسانی جذبات کی تصویر بہت صفائی سے کھینچی ہے - زبان بہت صاف، فصیح اور شگفتہ ہے اور جس غرض سے انہوں نے یہ قصہ لکھا ہے اس میں وہ خاطر خواہ کامیاب ہوے ہیں —

مصنوعی بیوی

(مترجمۂ عباس حسین صاحب لطفی، متعلم عثمانیہ
یونیورسٹی کالج - حیدر آباد دکن قیمت ۱۲ آنے)

یہ انگلستان کے ایک ناول نویس آر - ایچ - پول کی کتاب کا ترجمہ ہے - قصے کی روداد دلچسپ ہے اور فرصت کا وقت کاٹنے کے لئے خوب ہے - ترجمہ بہت اچھا اور با محاورہ ہے —

(یہ کتاب انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن سے بھی مل سکتی ہے)

چندن

(تالیف جناب سدرشن صاحب - رام کتھا بک ڈپو، لاہور - چھوٹی تقطیع - صفحات ۳۶۶ - قیمت ایک روپیہ ۸ آنے - مجلد ۲ روپے)

سدرشن صاحب نے بہت سے چھوٹے چھوٹے افسانے لکھے ہیں - یہ کتاب بھی اُن کی بعض کہانیوں کا مجموعہ ہے - ۱۴ قصے اور ایک ڈراما (چھایا) ہے، بعض قصے دلچسپ اور اخلاقی ہیں —

خیابان خلیل

(تصنیف فرماں روائے ریاست ٹونک، مرتبۂ مولوی سید
اصغر علی صاحب امیرالانشا، دبیرالملک ناظم ریاست)

اس میں فرمانروائے ریاست ٹونک کے کلام کا وہ حصہ ہے جس میں خاص طور پر ضرب الامثال کا استعمال کیا گیا ہے - جو کلام اس خاص غرض سے موزوں کیا گیا ہو، اس کی خوبی، ظاہر ہے، کہ کہاں تک ہو سکتی ہے - مگر با وجود اس کے لطف سے خالی نہیں اور زبان بہت صاف ہے—

جمال ہمنشیں

(یعنے محترمۂ خاتون اکرم مرحومہ کے ادبی
مضامین - دفتر عصمت دہلی - قیمت بارہ آنے)

یہ مولانا راشد الخیری صاحب کی قابل، سلیقہ شعار بہو مرحومہ خاتون اکرم کے مضامین ہیں جو عصمت یا تہذیب میں وقتاً فوقتاً شایع ہوے تھے اور اب اُن کے شوہر یعنے عصمت کے اڈیٹر صاحب نے مرتب کرکے شایع کئے ہیں - راشدالخیری صاحب نے جو کچھہ اپنے دیباچے میں لکھا ہے اُس کی تصدیق ان مضامین کے پڑھنے سے پوری پوری ہوتی ہے - مضامین کی عبارت بہت فصیح اور پختہ ہے جس سے مرحومہ کا ذوق ادب معلوم ہوتا ہے - اکثر مضامین سے مایوسی ٹپکتی ہے جس سے اس قابل جوانمرگ خاتون کی طبیعت کی اُفتاد اور آنے والے حادثے کا سراغ ملتا ہے—

میرے پھول [ہندی]

(تصنیف سروی یوت بلسی دھر ودیالنکار - قیمت ۱۲ آنے مجلد
ایک روپیہ چار آنے انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن)

اہل ذوق کا یہ اعتراض ہے کہ نئی ہندی نظم میں وہ گھلاوٹ اور حلاوت نہیں جو پرانی ہندی میں تھی - وہ کہتے ہیں کہ نئی ہندی بناشا نظم میں ہندی اور

بوجھل معلوم ہوتی ہے اور اُس میں وہ لطافت اور حسن نہیں جو پرانی ہندی کے اشعار میں تھا - یہ اعتراض کسی قدر معقول معلوم ہوتا ہے - لیکن جب ہم نے بنسی دھر صاحب کی نظموں پڑھیں تو ہمیں معلوم ہوا کہ اب بھی ہندی میں ایسے لکھنے والے ہیں جن کے کلام میں سادگی کے ساتھہ لطف اور خیالات کی بلندی بھی پائی جاتی ہے- بنسی دھر صاحب قدرت (نیچر) کے عاشق ہیں' جہاں کہیں وہ دلچسپ اور پر لطف نظارہ دیکھتے ہیں' اُن کے دل میں جوش پیدا ہوتا ہے' جذبات کا دریا اُمنڈ آتا ہے اور زبان اور تخیل کی سادگی اثر پیدا کردیتی ہے - کہتے ہیں:

سبھی اور رنگوں کا جالا تنا ہے
یہاں پتا پتا نظارہ بنا ہے

اُن کے کلام میں پریم کا رس' ہمدردی' حب وطن صاف جھلکتی ہے - بھگتی جو قدیم ہندی شاعری کی خاص شان ہے وہ بھی اُن کے اشعار میں پائی جاتی ہے جو انہوں نے اپنی طرز میں نئے ڈھنگ سے ادا کی ہے - تصوف کا رنگ بھی اُن کے اشعار میں صاف نمایاں ہے "آگے آگے" کا گیت کیسا سادہ اور پر معنی ہے - ملاحظہ ہو:

تجھے پتھیک* بلنا ہوگا
آگے آگے چلنا ہوگا

—(۱)—

اپنا کون؟ کون بیگانا؟
کہاں ٹھہرنا؟ کہاں ٹھکانا؟
پرچے† ہیں وشو‡ میں تجھہ کو آگے آگے چلنا ہوگا

—(۲)—

ساتھی سنگی اِس دنیا کے'
وہیں چھٹتے جہاں بنائے؛
توڑ جال مایا ممتا کے آگے آگے چلنا ہوگا

—(۳)—

اپنی گٹھری آپ اُٹھا کر'
کہیں نہیں جو تکتے پل بھر؛
اُن کی طرح تجھے بھی پیارے! آگے آگے چلنا ہوگا

---

* مسافر † بے یار ‡ دنیا

—(۴)—

بھے • کیا تب اِکلا جانے میں
جب نہ کیا اِکلا آنے میں
اب بھی اِکلا، سدا اکیلے، آگے آگے چلنا ہوگا

بنسی دھر صاحب کے کلام میں دو خصوصیتیں قابل قدر ہیں - ایک سادگی زبان کی اور اسلوب بیان کی - وہ دوسرے مصنفین کی طرح اپنے کلام کو سنسکرت کے موٹے موٹے الفاظ سے بھدا اور ثقیل نہیں بناتے اور ہندی، اُردو اور فارسی کے سادہ الفاظ جو روز مرہ بولے جاتے ہیں، ان کا بلا تکلف استعمال کرتے ہیں - وہ وہ زبان لکھتے ہیں جسے ہم سب ہندوستانی کہتے تو ہیں لیکن لکھتے وقت بھول جاتے ہیں—

دوسری بات یہ ہے کہ وہ اُردو فارسی کی بحریں بھی استعمال کرتے ہیں اور اس طرح ہندی اُردو کو زبان اور بیان کے لحاظ سے سمونے کی کوشش کی ہے - اُمید ہے کہ یہ نظمیں نہ صرف شوق سے پڑھی جائیں گی بلکہ ان کی تقلید بھی کی جاے گی—

اردو ادب کی تاریخ [انگریزی] A History of Urdu Literature

(مؤلفہ جناب رام بابو سکسینہ ، ایم - اے ، ال ال - بی ، ایف - آر - ایس - اے-
بڑی تقطیع ، صفحات ۳۷۴ - قیمت پانچ روپیہ - رام نرائن لال ، الہ آباد)

اس کتاب میں فاضل مؤلف نے اُردو ادب کی تاریخ ابتدا سے اس وقت تک کی مسلسل بیان کی ہے اور اُردو ادب کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس پر اُنھوں نے مفصل بحث نہ کی ہو- اُن کی نظر وسیع اور بیان صاف اور بعض مقامات پر پر جوش اور پر زور ہے - اب تک جس قدر کتابیں اور رسالے اس مضمون پر تالیف ہوے ہیں، تقریباً سب اُن کی نظر سے گزر چکے ہیں اور اُن کا مطالعہ اُنھوں نے بہت غور سے کیا ہے - یہ کتاب نہ صرف پچھلی تمام تالیفات کا نچوڑ ہے، بلکہ ادب کی ہر صنف اور ہر مصنف، مؤلف، مترجم اور شاعر کے حالات، اس کے محاسن اور معائب، کلام کی تنقید، گرد و پیش کے حالات کا اثر، مختلف تغیرات کا بیان بہت خوبی سے نقادانہ انداز میں کیا ہے - ان وجوہ سے یہ کتاب بہت مفید اور قابل قدر ہوگئی ہے- نیز ان کا انداز بیان نہایت ہمدردانہ

• خوف

ہے اور اُردو زبان اور ادب کو ہندو مسلمانوں کے اتحاد کی بہترین یادگار ثابت کیا ہے ۔

دنیا میں کوئی کتاب اور کوئی انسان کامل نہیں ہے ۔ ممکن نہیں عیب سے کوئی خالی ہو ۔ غلطی ' جستجو اور تلاش کے ساے میں رہتی ہے ۔ اس کتاب میں بھی بعض نقص ہیں مگر وہ ایسے نہیں کہ قدردانی کی نظروں میں کھٹکیں ' البتہ کہیں کہیں نقاد اور محقق کی آبرو پر بل ضرور آجائیں گے ۔ ایک وجہ اس کی یہ ہے کہ انہوں نے دوسرے مؤلفین پر زیادہ اعتماد کیا ہے اور خود تحقیق نہیں کی ۔ مثلاً شیخ عین الدین گنج السلام کی اُردو نثر کی کتابوں کا ذکر محض خیالی بات ہے جسے بعض خود پسند مؤلفوں نے شہرت دے دی ہے مگر کوئی نمونہ اور کوئی ثبوت پیش نہیں کیا ۔ یا وہ مجلس جو غلطی سے ولی سے منسوب کر دی گئی ہے ۔ اگر قابل مؤلف اس کتاب کو مطالعہ فرماتے تو انہیں خود معلوم ہو جاتا کہ یہ کتاب ولی کی نہیں ہوسکتی یا زیادہ تحقیق کرتے تو ثابت ہو جاتا کہ یہ ولی ایک دوسرا ہی شخص ہے ۔ اب رہا رائے کا اختلاف تو یہ ہمیشہ رہیگا اور اس میں کسی کو دخل دینے کا حق نہیں ہے ۔ مثلاً آزاد کی نسبت یہ کہنا کہ بحیثیت شاعر کے اس کا شمار زمانۂ جدید کے اعلیٰ درجے کے شاعروں میں ہے (He is one of the greatest of modern poets)اور حالی کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اول درجے کے شعرا میں نہیں (He may not be assigned the foremost rank in poetry) ایک ذاتی رائے کی بات ہے ' ورنہ ہماری رائے میں معاملہ برعکس ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ مؤلف نے ان دونوں کے متعلق جو تفصیل سے رائے ظاہر کی ہے وہ بہت کچھ بجا اور نہایت عمدہ ہے —

فاضل مؤلف کے رستے میں ایک منزل بہت کٹھن تھی ۔ مُردوں کو سراہنا یا سراپنا آسان کام ہے ' لیکن زندوں کی مدح و ذم بہت دشوار ہے ۔ ایک تو اس لئے کہ ان کے دیکھنے والے اور موافق و مخالف دونوں موجود ہیں اور دوسرے ان کے کلام کے متعلق صحیح رائے قائم کرنا قبل از وقت ہی نہیں بلکہ موجودہ اثرات کی وجہ سے مشکل بھی ہوتا ہے ۔ تاہم مؤلف نے اس معاملے میں بڑی عالی ظرفی سے کام لیا ہے اور بعض کو حق سے زیادہ سراہا ہے ۔ مگر تعریف کے ساتھ ہی سچی رائے بھی ظاہر کردی ہے ۔ اور چونکہ تنقید پے لاگ ہے اس لئے کسی کی دل آزاری کا باعث نہیں ہو سکتی —

ایک اعتراض اس کتاب پر یہ بھی کیا جاتا ہے کہ جن جن کتابوں اور تحریروں سے لایق مؤلف نے استفادہ کیا ہے اُن کا حوالہ نہیں دیا ۔ اس کا جواب خود مؤلف نے اپنے دیباچے میں دے دیا ہے ۔ اُن کا قصد شروع میں اس مضمون پر صرف ایک چھوٹی سی کتاب لکھنے کا تھا ' لیکن جیسا کہ اکثر ہوتا ہے ' بڑھتے بڑھتے بڑی کتاب ہوگئی اور حوالے نہ دے سکے ۔ لیکن ان کا ارادہ ہے کہ آئندہ کسی وقت وہ اپنے تمام ماخذوں کی

فہرست مع اپنی رائے اور تنقید کے الگ شایع کریں گے - اِس سے اِس فروگزاشت کی تلافی ہوجائے گی —

یہ کتاب بلا شبہ معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ ہے - قدیم اور جدید اور ہم عصر مولفوں ' شاعروں اور انشا پردازوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو اُن سے رہ گیا ہو - فاضل مؤلف کا یہ کام ہر طرح قابل شکر گزاری اور لائق تحسین ہے —

شیریں و خسرو [فارسی]

(حضرت امیر خسرو دہلوی - بہ تنقید و تصحیح مولوی حاجی علی احمد خاں صاحب اسیر مرحوم' سابق پروفیسر فارسی سینٹ جانس کالج آگرہ - مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ)

خوشی کی بات ہے کہ کلام خسرو کی طبع کا بیڑا جو نواب اسحاق خاں مرحوم کی تحریک اور نواب عمادالملک بہادر مرحوم کی ترغیب سے مسلم یونیورسٹی پریس نے اُٹھایا تھا' اس کے اتمام کی کوشش اب تک جاری ہے - شیریں و خسرو اس سلسلۂ طلائی کی آخری کڑی ہے جو چھپ کر شایع ہوئی ہے اور امید ہے کہ باقی حصے بھی بہت جلد اہل ذوق کے ہاتھوں تک پہنچ جائیں گے - لیکن حاجی مولوی محمد مقتدیٰ خاں صاحب شروانی کے دیباچے سے (جن کے اہتمام سے یہ کلام چھپ رہا ہے) معلوم ہوا کہ سرمایہ ختم ہو چکا ہے اور وہ کسی باہمت صاحب نظر کی فیاضی کے منتظر ہیں' خدا اُن کی تمنا پوری کرے - کیونکہ خسرو کا اصل کلام یعنے دیوان غزلیات کو اب تک ہاتھ نہیں لگایا گیا —

مولوی حاجی علی احمد خاں صاحب اسیر مرحوم نے اس مثنوی کی تصحیح و تنقید میں بڑی محنت سے کام کیا ہے - مقدمے کے پہلے حصے میں حضرت امیر خسرو کے مختصر حالات ہیں' دوسرے حصے میں قصے کی تحقیق اور خسرو کی شاعری کے کمال اور محاسن کا ذکر ہے؛ تیسرے حصے میں دوسرے اساتذہ سے خسرو کا مقابلہ کیا گیا ہے - متن میں مشکل الفاظ کے معنے بھی نیچے لکھ دئے گئے ہیں —

امید ہے کہ فارسی کے دلدادہ اور حضرت خسرو کے کلام کے عاشق اس کے مطالعے سے کارکنوں کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے —

شرح شادمانی بر قصائد حسان العجم خاقانی

(از جناب مولانا محمد نقی شادماں، پروفیسر اورینٹل کالج رام پور اسٹیٹ)

خاقانی کے قصائد فارسی ادب میں ایک کٹھن منزل ہے - ان میں بعض اوقات ایسے ایسے دقیق مقامات آجاتے ہیں کہ طالب علم تو کیا، اچھے اچھے اُستاد بھی سمجھ پٹا جاتے ہیں - ان قصائد کی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں، لیکن جب ہم نے پروفیسر شادماں کی شرح دیکھی تو معلوم ہوا کہ انہوں نے شرح کا پورا حق ادا کیا ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ کوئی شرح اسے نہیں پہنچتی - شروع میں خاقانی کے حالات اور مختصر تبصرہ خاقانی کے کلام پر ہے جو محض طلبہ کی ضرورت کو مد نظر رکھ کر لکھا گیا ہے - شرح کا انداز فاضل شارح نے یہ رکھا ہے کہ اول اصل شعر لکھتے ہیں، اس کے بعد مشکل الفاظ کے معانی اور قصہ طلب مقامات اور تلمیحات وغیرہ حل کرتے ہیں - جہاں نسخوں کا اختلاف ہوتا ہے وہ بھی بتا دیتے ہیں اور اسی کے ساتھ جن جن شارحوں نے مطلب کے ادا کرنے میں ان سے اختلاف کیا ہے وہ بھی دکھا دیا ہے —

ہم نے اس شرح کے مختلف مقامات دیکھے - ترجمہ بہت صاف ستھری اور تہیت اردو میں ہے - معانی و مطالب بھی بہت صفائی سے بیان کئے ہیں - پروفیسر شادماں کی محنت اور تحقیق بہت قابل قدر ہے - امید ہے کہ یہ شرح طلبہ کے حق میں بہت مفید ثابت ہوگی —

تصانیف جناب منشی محمد ولایت علی خاں صاحب صفی پوری [فارسی]

منشی صاحب کی فارسی تصانیف دیکھ کر مولانا حالی مرحوم کا قول یاد آجاتا ہے - یادگار غالب میں جہاں مرزا کی فارسی شاعری کا ذکر کرتے ہیں تو فارسی کی کس مپرسی پر بہت کچھ اظہار تاسف فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ دنوں میں فارسی کا جاننے والا اور سمجھنے والا بھی کوئی نہ رہے گا - اس لئے ہر شعر کے معنے بھی اردو میں لکھ دیتے ہیں - یہی خیال مولانا موحوم نے منشی صاحب کی فارسی تصانیف

کے شکریہ میں ظاہر کیا ہے - مرزا غالب ' مولانا حالی ' مولانا شبلی ' امیر مینائی جیسے باکمال اساتذہ نے ان کی تصانیف کی دل کھول کے داد دی ہے - منشی صاحب فارسی زبان اور ادب کے بہت بڑے اُستاد ہیں اور نثر اور نظم دونوں میں کمال رکھتے ہیں - سخاخرین نے جو طرز فارسی عبارت کا ایجاد کیا تھا اُسے انتہا تک پہنچا دیا ہے - ارمغان ' نورھان ' پیشکش شاھجہانی خالص فارسی میں صنائع و بدائع سے مملو ہیں - کیسا کیسا خون جگر کھایا ہے تب کہیں جاکر یہ لعل پارے پیدا ہوے ہیں - فارسی کا کوئی قدردان ہوتا تو ان کی داد دیتا اور مصنف کی قدر کرتا - نور تجلی اور دیوان ولایت اُن کی غزلوں کا مجموعہ ہے - مقصدالابرار ' مختلف مثنویوں کا مجموعہ ہے - فتح مبین میں آنحضرت صلعم کے سراپا اور غزوات کا بیان ہے - زبان اور بیان پر جو قدرت انہیں حاصل ہے اُسے دیکھ کر حیرت ہوتی - بڑے بڑے اساتذہ کے مقابلے میں غزلیں لکھی ہیں اور خوب لکھی ہیں - افسوس کہ اس تبصرے میں اتنی گنجائش نہیں ورنہ ہم کچھ نمونے پیش کرتے - ہمیں امید ہے کہ جو اصحاب فارسی زبان اور کلام کا ذوق رکھتے ہیں وہ ضرور ان کی تصانیف سے حظ اٹھائیں گے —

فاضل مصنف نے ستر سال تک متواتر فارسی زبان کی خدمت کی ہے مگر ناقدردانی اور کس مپرسی کے ہاتھوں گوشۂ گمنامی میں رہے - اب ان کی عمر نوے برس کے قریب ہے اور چراغ سحری ہیں - ان کے آبا و اجداد شاہان اودھ کے میر منشی تھے ' یہ انہیں کے نام لیوا ہیں —

شعر و شاعری عرفی - شعر و شاعری عصر جدید ایران (خطبات آقا سید محمد علی صاحب پروفیسر نظام کالج) - شعر فارسی و سلاطین و امرا (خطبۂ مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ صدراعظم) - عناصر اربعہ رباعی (خطبۂ مولوی مسعود علی بی - اے)

یہ لکچر شعبۂ جامعۂ معارف کے ہیں - جامعۂ معارف طہران کی ایک ادبی اور علمی انجمن ہے - اس کی ایک شاخ آقا سید محمد علی صاحب پروفیسر نظام کالج کی سعی سے حیدرآباد میں قائم ہوئی ہے - جس کا مقصد یہ ہے کہ ایران اور ہندوستان

کے فضلا اور ادبا میں ایک قسم کا علمی اتحاد پیدا کیا جائے اور یہاں کے لوگوں میں فارسی ادب کا ذوق پیدا ہو۔ فارسی کا رواج ہندوستان سے اُٹھتا جاتا ہے اور اس کی تعلیم کالجوں اور مدرسوں میں برائے نام رہ گئی ہے۔ آقا صاحب کی یہ کوشش قابل قدر ہے اور اگر اسے کہیں کامیابی ہو سکتی ہے تو شاید حیدرآباد ہی میں ہو سکتی ہے، جہاں اب بھی فارسی شاعری کے دلدادہ موجود ہیں۔ امید ہے کہ جامعۂ معارف کے لکچروں میں شاعری کے کوچے سے آگے قدم بڑھانے کی بھی کوشش کی جائے گی۔ یہ کوچہ کیسا ہی عزیز اور مرغوب کیوں نہ ہو، پھر بھی ضرورت ہے کہ ہم اپنے خیال اور نظر کو وسیع کریں۔

تعلیم و تعلم

جواہر التعلیم

(مولفۂ جناب محمد سید غوث محی الدین صاحب اڈیٹر رسالۂ علم و عمل بنگلور
صفحات ۱۴۶ – قیمت ڈیڑھ روپیہ - الکلام ایجنسی، نیومارکٹ، بنگلور سٹی)

اِس کتاب میں مؤلف نے ایسی ضروری باتیں جمع کی ہیں جو فن تعلیم کی انگریزی کتابوں میں عام طور سے پائی جاتی ہیں۔ لیکن اگر صاحب موصوف جدید تصنیفات کا مطالعہ کرتے تو ان کی کتاب جدید اور بہت مفید ہوجاتی۔ موجودہ صورت میں یہ کتاب جدید نہیں ہے —

آج کل اُردو میں فن تعلیم پر جو کتابیں لکھی جاتی ہیں وہ کسی کتاب یا چند کتابوں کا خلاصہ ہوتی ہیں اور اُن کا مطلب واضح نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ کتاب بھی قوانین تعلیم کے بیان سے شروع ہوتی ہے۔ یہ ابتدا مناسب نہیں ہے۔ پہلے باب میں خود تعلیم کے مفہوم کی تشریح کی ضرورت تھی۔ چند قوانین رٹ لینے سے کوئی مدرس تعلیم کے وسیع مفہوم اور پیچیدہ ذہنی اشکال کی نوعیت کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ چند خشک قواعد کی پابندی سے وہ عمدہ معلم بن سکتا ہے۔ تعلیم میں قواعد دانی سے کہیں زیادہ ضرورت

و سیع النظری اور جدت کی ہے —

کتاب کی عبارت بھی غلط ہے۔ کوئی صفحہ زبان کی غلطیوں سے خالی نہیں ۔ سلاست مفقود ہے ۔ عبارت ٹھیٹ ترجمہ معلوم ہوتی ہے ' ترجمے کی غلطیاں بہت سی ہیں مثلاً عمل کی جگہ کارروائی' رہنمائی کی جگہ تائید ' طرح کی جگہ طور اور ایسے بہت سے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ۔ نہ انداز بیان دلکش ہے نہ مضمون میں روانی — اختصار نے مضامین کو اور بھی مبہم کر دیا ہے' کسی انگریزی کتاب کا ترجمہ ایسے مبہم تالیفات سے کہیں زیادہ مفید ہے۔ کتاب کی ترتیب بھی قابل ترمیم ہے' مضامین کا تسلسل واضح نہیں ہے ۔ ابتدا میں اگر فہرست مضامین ہی دے دی جاتی تو اس سے مطالعۂ مضامین میں آسانی ہوتی —

اس میں شک نہیں کہ مؤلف صاحب نے مغربی مصنفوں کے ''انمول موتیوں کو چنا'' مگر وہ ان موتیوں سے ایسا ہار نہ بنا سکے جو ہندی ضروریات کے مطابق ہوتا اور نئی صورت میں بھی اُس کا حسن باقی رہتا —

ان نقائص کے باوجود کتاب نوآموز مدرسوں کے مطالعہ کے قابل ہے' لکھائی چھپائی نفیست ' کاغذ اچھا ہے —

(ط)

گہوارۂ اُردو

(مصنفۂ حکیم سید محمد عثمان صاحب۔ محلہ بیگہ ۔ شیخ پورہ ۔ ضلع مونگیر ۔ قیمت آٹھ آنے)

اِس کے دو حصے ہیں ۔ پہلے حصے میں زبانی تعلیم ہے۔ بچے کی زبان سے مختلف قسم کے الفاظ خاص ترتیب کے ساتھ نکلوانے کی ہدایت کی گئی ہے اور ہر شش ماہی کے سبق قائم کردئے گئے ہیں ۔ دوسرے حصے میں پڑھنے اور لکھنے کی تعلیم ہے ۔ افسوس ہے کہ اس حصے میں کسی قسم کی سہولت نہیں پیدا کی گئی ۔ عام قاعدوں کی طرح سارا زور حافظے اور رٹنے پر ہے —

اقالیق

(مرتبۂ سید مخدوم عالم مارہروی مرحوم۔ مسلم
یونیورسٹی پریس، علی گڈھ ۔ قیمت ۵ آنے)

بچوں کے لئے بہت اچھی کتاب ہے ۔ سلیس زبان میں نظم و نثر کے بہت اچھے اور اخلاقی سبق ہیں ۔ نظم و نثر دونوں شگفتہ ہیں ۔۔

اِسلامی کہانیاں

(مرتبۂ جناب شیخ بدرالاسلام صاحب فضلی، بی ۔ اے ، بی ۔ ٹی
حالی بک ڈپو، پانی پت ۔ قیمت غیر مجلد ۸ آنے مجلد ۱۲ آنے)

اِس چھوٹی سی کتاب میں سلیس زبان میں عرب ، آنحضرت صلعم اور خلفا کا ذکر ہے ۔ علاوہ ان کے چند اور تاریخی قصے اور دو ایک نظمیں بھی ہیں ۔ بچوں کے لئے اچھی کتاب ہے ۔۔

پھولوں کی ڈالی

(مرتبۂ جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب اڈیٹر کائنات
پانی پت ۔ حالی بک ڈپو ۔ پانی پت ۔ قیمت ۴ آنے ۔)

یہ اکتالیس اخلاقی نظموں کا مجموعہ ہے جو بچوں کے لئے لکھی گئی ہیں ۔ اخلاقی نظمیں بہت اچھی چیز ہیں، لیکن وہ ایسی شگفتہ اور پر لطف ہونی چاہئیں کہ بچے شوق سے پڑھیں ورنہ نصیحت وبال جان ہو جاتی ہے ۔۔

مذہب

ائمۂ اسلام

(مترجمۂ مولوی سید ریاست علی صاحب - دارالمصنفین - اعظم گڈھ)

یہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کے رسالہ "رفع الملام عن ائمۃ الاعلام" کا ترجمہ ہے - اصل رسالے کا جو موضوع بحث ہے اس کے لحاظ سے یہ نام کچھ ناموزوں سا ہے کیونکہ اس سے دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ائمۂ اسلام کے حالات اور سوانح عمریوں سے متعلق ہے- خیر اس وقت ہم کو نام سے کام نہیں' جس بہتر کتاب کا یہ بہتر ترجمہ ہے اس سے مطلب ہے - اس رسالے میں علامۂ موصوف نے اُن اسباب کو نہایت شرح و بسط سے بیان کیا ہے جن کی وجہ سے استنباط مسائل میں علمائے مجتہدین کو اجتہادی غلطیوں سے مجبوراً سابقہ پڑا اور یہ ثابت کیا ہے کہ جناب رسالت مآب صلعم کے تمام جزوی اقوال و افعال' حرکات اور سکنات پر کسی کی نظر حاوی نہیں ہو سکتی - کوئی بہتر سے بہتر رفیق اور اعلیٰ سے اعلیٰ عزیز و قریب بھی ایسا فرض نہیں کیا جا سکتا جو بلحاظ ضرورت زندگی دربار رسالت سے ایک دم اور ایک لمحے کے لئے جدا نہ ہوتا ہو - پھر بھول چوک بھی سب کے ساتھ لگی ہوئی ہے' یہاں تک کہ خلفائے راشدین بھی اس سے مستثنیٰ نہیں - پس ایسی حالت میں وہ اس قسم کی اجتہادی خطاؤں اور فروگزاشتوں پر نہ قابل مواخذہ ہیں' نہ لایق دار و گیر' نہ مستحق ملامت ہیں اور نہ مستوجب لعن و طعن؛ بلکہ وہ اپنی مجتہدانہ کوششوں کی وجہ سے عنداللہ ماجور ہیں- اگر انصاف و غور سے دیکھا جائے تو یہ رسالہ ان سخت اور کٹر مقلدوں کے لئے سبق آموز ہے جو اپنے ائمۂ متبوعین کو اپنے طرز و روش سے معصوم خیال کرتے ہیں اور اُن خود غرض مولوی ملاؤں کے واسطے تازیانۂ عبرت ہے جو صحیح اور صریح اقوال و احادیث رسول اللہ صلعم سے دیدہ و دانستہ چشم پوشی اختیار کرکے صحابۂ تابعین' تبع تابعین' ائمۂ مجتہدین اور محدثین کے مرجوح اقوال یا ان کے باہمی اختلاف سے فائدہ اُٹھا کر اپنے ہوا و ہوس کو پورا کرتے ہیں—

(م)

ذکر جمیل—ذکر حبیب (تالیف مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی - مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڈھ)

ذکر مبارک (تالیف ہز ہائی نس مہمونہ سلطان شاہ بانو بیگم صاحبہ بھوپال - مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڈھ)

ان تینوں رسالوں میں آنحضرت صلعم کی سیرت و اخلاق بہت ہی شگفتہ اور اچھی عبارت میں بیان کئے گئے ہیں - میلاد کی تقریبوں کے لئے بہت مناسب ہیں—

الایمان

(مولفۂ مولوی حاجی محمد مقتدیٰ خان صاحب شروانی - مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڈھ)

اِس نام کے تحت میں دو رسالے مولوی محمد مقتدیٰ خان صاحب شروانی نے حروف شناس مسلمان بچوں کے دینی عقائد کی تعلیم کے لئے نہایت سہل اور سلیس اُردو میں لکھے ہیں- پہلے رسالے میں آمنت باللہ کے معنے سمجھائے ہیں' دوسرے میں ایمان مفصل کی تفصیل اور تشریح کی ہے- اسی کے ضمن میں خدا کے صفات اور قرآنی احکام کی آیتیں بامحاورہ ترجمے کے ساتھ بالترتیب جمع کردی ہیں اور اسی کے ساتھ اُن مشہور نبیوں کے مختصر حالات بھی لکھدئے ہیں جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے اور سب سے آخر میں پیغمبر آخرالزماں کی مختصر مگر معتبر طریقے سے سوانح عمری اور آپ کے حکمۃ آموز اقوال یعنے وہ جوامع الکلم حدیثیں جن کا تعلق اخلاق' معاشرت' اور تمدن سے ہے بجنسہ آپ کے الفاظ میں مع ترجمہ درج کردی ہیں - اور نیز چند ماثورہ دعائیں بھی لکھدی ہیں جن کو آپ اکثر اُٹھتے بیٹھتے یا خاص خاص عبادتوں کے وقت پڑھا کرتے تھے - مسلمان بچوں کی تہیت اسلامی تعلیم کے لئے اس سے بہتر اور مستند سلسلہ ہماری نظر سے نہیں گزرا - لکھائی اور چھپائی بھی بہت صاف اور ستھری ہے —

اخلاق و معاشرت

آہ بے کساں، المعروف بہ، نالۂ بیوگاں

(تصنیف ابوالبرکات مولوی محمد عبدالشکور صاحب جوش نہموی - قیمت ۴ آنے)

یہ رسالہ بیواؤں کے عقد ثانی کے متعلق ہے - جس میں نظم و نثر کے ذریعے اس فرض کی ہدایت کی گئی ہے - نظم بہت معمولی ہے —

امراض نوجواناں، حصۂ اول و دوم

(تالیف ڈاکٹر رام سروپ صاحب - مطبوعہ چے گنج علی گڈھ -
قیمت فی حصہ طلبہ سے آٹھ آنے اور دوسروں سے ایک روپیہ)

اس کتاب میں اُن امراض کا ذکر ہے جو نوجوانوں کو لاحق ہو جاتے ہیں - اُن کی تشخیص، علامات اور علاج تفصیل سے بیان کئے ہیں - اور علاج میں ڈاکٹری، یونانی، ویدک اور ہومیو پیتھی کے مجرب اور مفید نسخے لکھے ہیں - بہت مفید کتاب معلوم ہوتی ہے - البتہ چھپی اچھی نہیں —

متفرق

گنجینۂ سلیمانی

(تالیف مولوی مظفر حسین صاحب سلیمانی - مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ)

اس کتاب میں مؤلف نے خان بہادر حکیم سید فرزند علی صاحب افسرالاطبا شاہ آبادی کے حالات و اخلاق اور ادبی ذوق کے نمونے تحقیق اور کوشش سے جمع کئے ہیں - حکیم صاحب مرحوم کو سرکار اودھ سے معالج الدولہ کا خطاب عطا ہوا - ریاست بھوپال

میں خدمت افسرالاطبا پر فائز رہے اور نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ کا اُن پر بہت اعتماد تھا - اُن کے اخلاق اور کمال طبی کا بہت شہرہ تھا - ان حالات کے ضمن میں اور بہت سے مشاہیر کا تذکرہ آگیا ہے جن کا تعلق حکیم صاحب سے کسی نہ کسی حیثیت سے رہا ہے - علاوہ طب کے فارسی اور عربی میں بھی اعلیٰ دستگاہ رکھتے تھے اور شعر و سخن سے بھی مناسبت تھی —

نٹشے

(مترجمۂ پروفیسر سید مظفرالدین صاحب ایم - اے ·
مطبع معارف اعظم گڈھ - قیمت ایک روپیہ)

یہ ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے جس میں چار باب میں نٹشے کے فلسفے پر بحث کی ہے - فریڈرک نٹشے نے جدید خیالات پر بہت بڑا اثر ڈالا ہے - اخلاق، ادب، فن تعلیم، سیاسیات، مذہب وغیرہ تمام شعبوں پر اس کا اثر پڑا ہے اور ہر ایک میں وہ بہت بڑا انقلابی نظر آتا ہے - وہ ایک عجیب و غریب شخص تھا اور اس کی تصانیف سمجھنے کے لئے اُس کی زندگی اور اس زمانے کے حالات کا سمجھنا ضرور ہے - اس کا فلسفہ نہ تو منتظم ہے اور نہ منتظم حالت میں پایا جاتا ہے، مگر اس کے قلم اور طبیعت میں عجیب قسم کی قوت ہے - اور اس کے سمجھنے کے لئے اُس کی تصانیف کا باقاعدہ مطالعہ لازم ہے، تاہم اس کتاب کے پڑھنے سے اس کے فلسفے کے مختلف رنگ معلوم ہو جاتے ہیں اور باوجود خیالات کے تضاد کے اس میں ایک خاص خیال نظر آتا ہے - اگرچہ وہ پادری خاندان کا تھا، مگر عیسائی مذہب اور خیالات کا سب سے بڑا دشمن تھا - اور ایک مذہب ہی پر کیا ہے، موجودہ اخلاق اور سیاسیات سب پر ہاتھ صاف کرتا ہے —

ترجمہ بہت صاف اور ستھرا ہے - اس قسم کے ترجموں کی اُردو زبان کو بہت ضرورت ہے - گو بعض الفاظ و اصطلاحات کے ترجمے سے ہمیں اختلاف ہے، لیکن قابل مترجم نے جو محنت کی ہے اور جس طرح مشکل عبارت اور مشکل خیالات کو عام فہم بنانے میں کوشش کی ہے، وہ بہت قابل قدر ہے —

[انگریزی]

THE ORIENTS. PIONEERS OF WESTERN SCIENCES AND CIVILIZATION - BY I. A ISAAC. BALUGAON (PURI).

اس مختصر کتاب میں جو اہل مشرق کے علوم اور تہذیب کا خاکہ ہے قابل مصنف نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ خیال غلط ہے کہ یہی زمانہ تہذیب و تمدن اور علوم کی ترقی کا ہے بلکہ اس سے پہلے بھی دنیا نے ایسے حیرت انگیز کارنامے دیکھے ہیں - اور اس کے ثبوت میں انہوں نے ہسپانیہ کی اسلامی حکومت کی وہ عجیب و غریب ترقیاں دکھائی ہیں کہ جن کو آج بھی دنیا پڑھ کر ششدر رہ جاتی ہے - ادب ' فلسفہ ' ہیئت ' زراعت ' فنون لطیفہ غرض ہر شعبے میں اس کی تہذیب و ترقی کے اعلیٰ کارنامے دکھائے ہیں - یہودیوں نے اس ترقی میں جو مدد دی تھی اسے بھی بڑی خوبی سے بیان کیا ہے - پھر مسلمانوں کی رواداری اور بے تعصبی اور عیسائیوں کے مظالم اور خون آلود تعصب کی داستان نہایت درد انگیز ہے —

قابل مصنف نے یہ تمام حالات بہت ہی پرجوش اور پرخلوص الفاظ میں بیان کئے ہیں اور چھوٹی سی خوب صورت کتاب میں بہت سے معلومات جمع کردئے ہیں —

اُردو کے جدید رسالے

——— : o : ———

حیدرآباد ٹیچر

یہ رسالہ انجمن اساتذۂ حیدرآباد دکن کی طرف سے شائع ہوتا ہے - رسالہ سہ ماہی ہے اور اُردو انگریزی دونوں زبانوں میں ہوتا ہے - یعنے ایک حصہ اُردو میں اور ایک حصہ انگریزی میں - مضامین زیادہ تر تعلیمی ہوتے ہیں اور لکھنے والے مدرسین ہیں جن کی تعداد ماشاءاللہ کچھ کم نہیں - رسالے کا مقصد اساتذہ میں معلمی کا احساس

پیدا کرنا اور معلمین کے تعلیمی تجربوں اور انجمن کے مفید مضامین کا شائع کرنا ہے۔ قیمت تین روپیہ سالانہ ہے۔ کاغذ، چھپائی اور لکھائی اچھی ہوتی ہے —

ہنرمند

(ماہانہ رسالہ، ایڈیٹر شیخ محبوب الٰہی صاحب بی۔ اے، ال ال۔ بی، پلیڈر، لاہور۔ سالانہ چندہ تین روپے۔ پتہ: دفتر رسالۂ ہنرمند، حویلی کابلی مل، لاہور)

اس رسالے کا مقصد تجارت، صنعت و حرفت اور زراعت کی عملی تعلیم کے ذریعے سے ملک کے ادبار کو دور کرکے اس کو خوش حال بنانا ہے۔ بہت مبارک اور اچھا مقصد ہے۔ مضامین بھی کارآمد اور مفید ہیں—

تفریح

(ماہانہ رسالہ۔ ایڈیٹر، آغا رفیق صاحب بلند شہری اور محمد رفیق صاحب۔ سالانہ قیمت دو روپیہ۔ قاضی اسٹریٹ۔ بجنور)

عنوان پر لکھا ہے کہ یہ علمی، ادبی، تاریخی، سیاسی، تفریحی اور ہزلی مضامین کا مجموعہ ہے۔ اور ہے بھی ایسا ہی۔ اس میں ہر قسم کے مضمون پائے جاتے ہیں اور دل بستگی کا بہت اچھا سامان مہیا کیا جاتا ہے۔ قیمت کے لحاظ سے بہت غنیمت ہے—

معلم العلوم

(ماہانہ۔ مطبع معلم العلوم، چھتہ بازار، حیدرآباد دکن۔ قیمت سالانہ عام اشخاص اور طلبہ سے تین روپے سالانہ)

اس رسالے میں دینیات، طبابت و معالجات، معلومات، زراعت، تجارت،

صنعت و حرفت اور ادبیات، اخلاقیات، عجائبات و اخبارات کے تحت میں مختلف مضامین ہوتے ہیں۔ مضامین دلچسپ اور مفید ہیں مگر چھپائی بہت ہی ناقص اور خراب ہے۔ اس کی اصلاح ہو جائے تو رسالہ کام کا ہے۔

سنہ ۱۹۲۷ع کے شرر انعامات کی تقسیم

پہلا انعام دوسو روپیہ کا (عطائے سلیم) جناب پروفیسر محمود شیرانی صاحب کے نذر کیا گیا۔ ان کے محققانہ مضامین سے "اُردو" کے قدردان خوب واقف ہیں۔

دوسرا انعام سوا سو روپئے کا (عطائے عبدالحق) جناب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ان کے پرلطف اور پاکیزہ مضامین اُردو میں شایع ہو چکے ہیں۔ مرزا صاحب نے از راہ علمی شہدردی یہ رقم انجمن کو بطور عطیہ مرحمت فرمادی۔ جس کا ہم تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

تیسرا انعام سو روپئے کا (عطائے ہاشمی) بہترین نظم کے لئے تھا۔ افسوس کہ سنہ ۱۹۲۷ع میں کوئی نظم اس قابل نہ تھی جس کے لئے یہ انعام تجویز کیا جاتا۔ تاہم مولوی سید ہاشمی صاحب نے ادبی قدردانی سے یہ رقم بھیج دی اور تحریر فرمایا کہ انجمن میں جمع کرلی جائے۔ اس عطیے کا شکر ہم الفاظ اور دل دونوں سے کرتے ہیں۔

سکریٹری انجمن ترقی اُردو

یادگار مولانا شرر مرحوم

تین سالانہ انعام

زبان اُردو کے محسن مولانا عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم کی یادگار میں جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم پروفیسر جامعۂ عثمانیہ، جناب مولوی عبدالحق صاحب بی۔اے، سکرٹری انجمن ترقی اُردو، اور جناب مولوی سید ہاشمی صاحب رکن دارالترجمہ نے حسب ذیل تین سالانہ انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے —

(۱) " عطاے سلیم "

رسالۂ اُردو اورنگ آباد کے سال بھر کے مضامین نثر میں جو مضمون ہر اعتبار سے بہترین اور ادب اُردو کے لئے سب سے مفید ہوگا، اس کے لکھنے والے کی خدمت میں جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم کی طرف سے مبلغ ۲۰۰ روپیہ کلدار پیش کیا جاے گا۔

(۲) " عطاے عبدالحق "

رسالۂ اُردو کے سال بھر کے مضامین نثر میں دوسرے درجے کے سب سے اچھے مضمون پر ۱۲۵ روپیہ کلدار کا انعام جناب مولوی عبدالحق صاحب بی۔اے، عطا فرمائیں گے —

(۳) " عطیۂ ہاشمی "

کے نام سے تیسرا انعام ۱۰۰ روپیہ کلدار کا، مولوی سید ہاشمی صاحب اُن صاحب کی نذر کریں گے جن کی نظم رسالۂ اُردو کے سال بھر کی نظموں میں سب سے اچھی اور اعلیٰ درجے کی ہوگی —

ہر سال کے اخیر مہینے میں جو حضرات اہل سمجھے جائیں گے اُن کی خدمت میں رقم ارسال کر کے رسالے میں اس کا اعلان ہوتا رہے گا۔ انعام کی اہلیت کا فیصلہ صرف معطیان کی متفقہ رائے پر منحصر ہوگا —

المعلن

مدیر رسالۂ اُردو اورنگ آباد دکن

سرسید فاؤنٹین پن



بیسویں صدی کی صنعت کا بہترین نمونہ

جو ولایت کی مشہور کمپنی سے خاص طور پر بنوا کر منگوائے گئے ہیں - قلم کی نب اصلی ۱۴ کیریٹ گولڈ کی ہے جو سالہا سال تک خراب نہیں ہوتی—

دو قسم کے قلم اسٹاک میں موجود ہیں (۱) اسپشل کوالٹی نب اصلی ۱۴ کیریٹ گولڈ کی جس کی نوک پر ریڈیم لگا ہے' سلف فلنگ نہایت مضبوط اور خوبصورت - ایک دفعہ خریدئیے برسوں کو فراغت - قیمت چھہ روپیہ - قسم اول' یہ قلم دو طرح کے ہیں ایک وہ جن میں خود بخود روشنائی بذریعے لیور بھر جاتی ہے (سلف فلنگ) - دوسرے وہ جن میں روشنائی بذریعے انک فلر بھری جاتی ہے جو قلم کے ساتھہ مفت دیا جاتا ہے- قیمت ۴ روپیہ (ہر قلم کے ساتھہ پاکٹ کلپ مفت) تاجر صاحبان کو زیادہ مال خریدنے پر معقول کمیشن دیا جاتا ہے-ملنے کا پتا:- نظام‌الدین حسین اینڈ سن - بدایوں—

واشرمین انک اکسٹریکٹ

(یعنی روشنائی کا جوہر)

یہ روشنائی بالکل نئی چیز ہے' بلیو' بلیوبلیک - سرخ رنگ اسٹاک میں موجود ہیں - فاؤنٹن پن میں بھی استعمال کی جا سکتی ہے - نمونے کا پیکٹ ایک آنے کا ٹکٹ بھیج کر مفت منگائیے—

ملنے کا پتا:-

نظام‌الدین حسین اینڈ سن- بدایوں

علی گڈھ میگزین کا کانووکیشن نمبر

ہندوستان کے مشہور اور ممتاز علمی رسالے علی گڈھ میگزین کا کانووکیشن نمبر خاص اہتمام اور نہایت آب و تاب کے ساتھہ جنوری سنہ ۱۹۲۸ع میں شایع ہوگا - اس پرچے میں تصاویر کے علاوہ ملک کے ممتاز انشا پردازوں کے مضامین اور بلند پایہ شعرا کے افکار عالیہ شایع ہوں گے - اس پرچے کی ضخامت بھی غیر معمولی ہوگی اور اُردو کتابت و طباعت کا بہترین نظر فریب نمونہ ہوگا - تمام اہل علم ادب اور خصوصاً ان ارباب علم سے جن کا تعلق مسلم یونیورسٹی سے بحیثیت اولڈ بوائز رہا ہے استدعا کی جاتی ہے کہ اپنے مادر علمی کے اس رسالے کے خاص نمبر کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں - مضامین اور حصۂ نظم اڈیٹر صاحب علی گڈھ میگزین مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے پتے پر بہت جلد پہنچ جانا چاہئیں-

خریداری، رسالہ و اُجرت اشتہارت کے واسطے منیجر صاحب مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ سے خط و کتابت کیجئے-

المشتہر

منیجر علی گڈھ میگزین

صرف اخبار نویس حضرات کے لئے

دھلی کا اخبار "ریاست" خاص اہتمام کے ساتھہ ہندوستان کی اُردو اخباری برادری کے اُن اراکین کی زندگی کے حالات اور بلاک کی تصاویر ایک کتاب کی شکل میں شائع کرنے والا ہے جو فن صحافت کو فروغ دینے اور ترقی کے اعلیٰ درجے تک پہنچانے کے لئے قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں-

اُمید ہے کہ تمام اخبار نویس حضرات خواہ وہ کسی حیثیت میں کام کرتے ہوں اپنی زندگی کے حالات مع عکسی تصاویر زیادہ سے زیادہ فروری سنہ ۱۹۲۸ ع کے آخر تک، دفتر ریاست میں بھیج کر مشکور فرمائیں گے -

المشتہر

منیجر ریاست دھلی

تحریری مقابلہ

انجمن اتحاد (جامعہ ملیہ اسلامیہ) نے طے کیا ہے کہ اس سال ایک تحریری مقابلہ کیا جائے جس میں بہترین مضمون نویس کو جناب عبدالعزیز صاحب انصاری ایم - اے، ایل - ایل - بی، وکیل بارہ بنکی کی جانب سے اُن کے مرحوم دوست اور ملک کے مشہور انشا پرداز جناب ولایت علی صاحب بسمل کی یادگار میں ایک پچاس روپیہ کا طلائی تمغہ دیا جائے - عنوان حسب ذیل ہے :

"سنہ ۱۸۵۷ع کے بعد مسلمانان ہند کی تعلیمی جد و جہد اور اس کے نتائج"

شرائط - (۱) مضمون تقریباً ۵۰ صفحات پر مشتمل ہو —

(۲) مضمون ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۲۸ع تک ناظم انجمن اتحاد جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی کے پتے سے آجانا چاہئے —

(۳) طلبا اور دیگر تمام حضرات اس میں حصہ لے سکتے ہیں —

مندرجۂ ذیل حضرات سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ بہترین مضمون نویس کا فیصلہ کریں :

مولوی عبدالحق صاحب بی - اے، ناظم انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن

مولانا عبدالماجد صاحب بی - اے مدیر "سچ" لکھنؤ

ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب ایم - اے، پی - ایچ - ڈی (برلن) شیخ الجامعہ

مضمون کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوے امید ہے کہ ملک کے اکثر ادیب اور طلبہ اس طرف توجہ فرمائیں گے —

المشتہر

ناظم انجمن اتحاد

جامعہ ملیہ اسلامیہ - دہلی

شمع

سچ فرمائیے

۱- کیا جناب کو علم و ادب سے ذوق ہے ؟

۲- کیا جناب کو سیاسیات سے دلچسپی ہے ؟

۳- کیا جناب کو تاریخ سے شوق ہے ؟

۴- کیا جناب اپنی زبان میں یورپ کا بہترین لٹریچر دیکھنا پسند کرتے ہیں ؟

۵- کیا جناب ہندوستان کے بہترین شعرا کا پاکیزہ کلام ہر ماہ دیکھنا چاہتے ہیں ؟

۶- کیا جناب اخلاق و تمدنی مضامین سے بہرہ ور ہونا چاہتے ہیں ؟

۷- کیا جناب اعلیٰ پیمانے کے افسانوں سے نیک سبق حاصل کرنا چاہتے ہیں ؟

۸- کیا جناب زمانے کی جدید ترین ترقیات معلوم کرنا چاہتے ہیں ؟

۹- کیا جناب جدید ترین مطبوعات سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں ؟

۱۰- کیا جناب مصوری کے لاجواب نمونے اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں ؟

۱۱- کیا جناب تاریخی اور کمیاب تصاویر کے شایق ہیں ؟

۱۲- کیا جناب اپنے فاضل وقت کو بہترین مشغلے میں صرف کرنا چاہتے ہیں ؟

اگر آپ ان میں سے ایک بھی خواہش کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو رسالۂ 'شمع' کو ضرور ملاحظہ فرمائیے اور آج ہی دس آنے کے ٹکٹ بھیجکر نمونہ طلب فرمائیے۔ لکھائی، چھپائی بہترین ، کاغذ چکنا حجم ۱۱۲ صفحے، چندہ سالانہ ۶ روپے - ششماہی ۳ روپے آٹھ آنے — [نوٹ] جنوری سنہ ۱۹۲۷ع سے مصوری کے بہترین نمونوں کے شاہان اودھ کی نہایت قیمتی اور بےمثل تصاویر شایع ہورہی ہیں —

المشتہر

منیجر شمع - حسن منزل - شاہ گنج - آگرہ

انجمن کے تازہ ترین مطبوعات

.....※.....

ھماری شاعری

مولوی سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب، ایم - اے پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی نے رسالۂ اردو میں اردو شاعری پر ایک مضمون تحریر فرمایا تھا جو عام طورپر بہت پسند کیا گیا تھا اب رضوی صاحب نے اُس میں بہت کچھہ اضافہ کرکے کتابی صورت میں کردیا ھے - اور انجمن ترقی اردو نے اُسے نہایت عمدہ طور پر پوری کتاب دو رنگوں میں (لیتھو میں) طبع کرائی ھے - اور پورے کپڑے کی خوشنما جلد ھے - حجم دو سو صفحے قیمت دو روپیہ سکۂ انگریزی—

علم المعیشت

(مصنفہ مولوی محمد الیاس برنی صاحب)

اس کتاب کے دو ایڈیشن شایع ھو چکے تھے اور تھوڑے ھی عرصے میں ختم ھوگئے تھے - اب تیسرا ایڈیشن مسلم یونیورسٹی پریس میں پہلے کی طرح لیتھو میں طبع کرایا گیا ھے - تیسرے ایڈیشن میں مصنف نے نظر ثانی میں بہت کچھہ اضافہ اور ترمیم بھی کردی ھے - معاشیات پر اردو میں یہ بہترین کتاب ھے - قیمت فی جلد مجلد پانچ روپیہ آٹھہ آنے (جلد نہایت مضبوط پورے کپڑے کی ھے)—

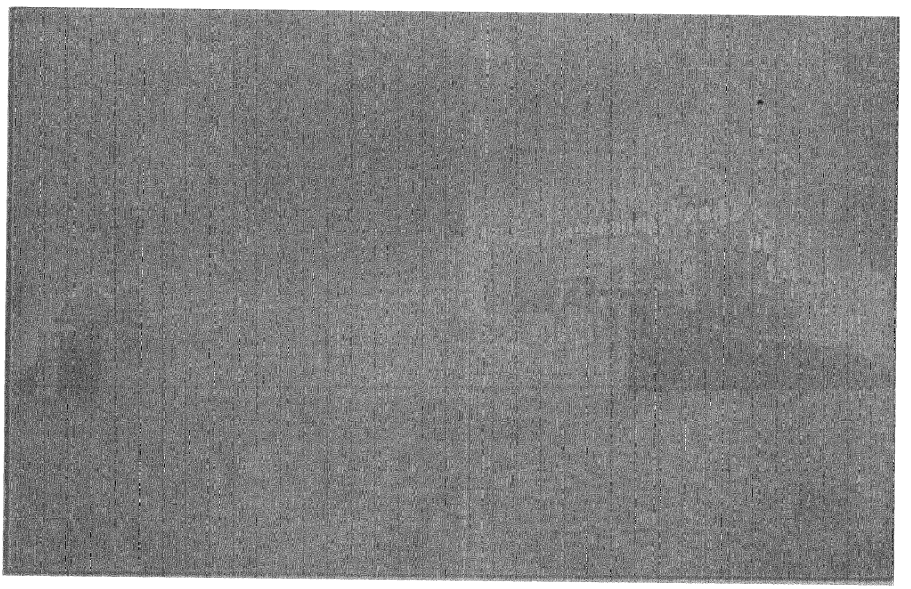
البیرونی

(مصنفۂ مولوی سید حسن برنی صاحب، بی - اے)

مشہور علامہ ابو ریحان بیرونی کی سوانح عمری اور اُن کے مقبول عام تصانیف خصوصاً کتاب الہند پر تفصیلی تبصرہ - یہ کتاب بھی انجمن میں ختم ھو گئی تھی - اب اس کا دوسرا ایڈیشن مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ میں طبع کرایا گیا ھے - مصنف نے اس دوسرے ایڈیشن کے وقت نظر ثانی میں جدید تحقیق و تلاش کے بعد اس قدر اضافہ اور ترمیم کی ھے کہ یہ کتاب بالکل نئی ھوگئی ھے - قیمت فی جلد مجلد دو روپیہ (جلد نہایت خوشنما پورے کپڑے کی ھے)—

اردو

ساتویں جلد　　اپریل　　سنہ ۱۹۲۷ء



انجمن ترقی اردو اورنگ آباد (دکن)

کا

سہ ماہی رسالہ

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۹	ڈاکٹر نذیر احمد کی کہانی	مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب بی - اے	۳۸۳
۱۰	اساتذہ کی اصلاحیں (۲)	صفدر مرزا پوری صاحب	۴۴۱
۱۱	خطبات گارساں دتاسی (ترجمہ)	نواب مسعود جنگ بہادر	۵۰۷
۱۲	قدیم اُردو ۲- شاہ برہان الدین جانم	اڈیٹر	۵۱۹
۱۳	۱۲۶۱ ہجری میں دہلی کا ایک مشاعرہ	مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب بی- اے	۵۷۱
۱۴	مومن پر ایک نظر	ضیا احمد صاحب ایم - اے	۶۶۲
۱۵	مومن کی تصویر کے متعلق نوٹ	مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب بی - اے	۷۱۰
۱۶	پروفیسر براؤن (ترجمہ)	اختر محمود شیرانی صاحب	۷۱۵
۱۷	کیا اُردو شاعری تقلیدی اور غیر فطری ہے؟	سید مسعود حسن رضوی صاحب ایم- اے	۷۵۳

(ب) نظمیں

۱	نظر قاصد	مولوی سید ہاشمی صاحب	۱۴۳
۲	برسات اور تنہائی	مولوی محمد حسین صدیقی صاحب محوی	۱۴۵
۳	بادۂ کُہن :—		
	مرزا جان جاناں مظہر	اڈیٹر	۱۵۱
	ٹھک چند بہار	اڈیٹر	۱۵۳
۴	کالی ناگن	مولوی سید ہاشمی صاحب	۲۳۷
۵	نظم	مولوی فضل حق صاحب آزاد عظیم آبادی	۲۵۹
۶	بادۂ کُہن :- ولی اللہ محب	اڈیٹر	۲۶۱
۷	صبح بنارس (جوگی کی صدا)	عبدالرحمن بجنوری مرحوم	۵۴۵
۸	بادۂ کُہن :—		
	لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی	اڈیٹر	۵۴۷

(ج) تبصرے

ادب

دشلیمت وشکنتلا المعروف بہ مثنوی سحر	۱۵۷
غزال	۱۵۸
محشر خیال	۱۵۹
یورپین شعرائے اُردو	۱۶۰
آئین اُردو	۱۶۰
مضامین شرر جلد ششم و ہفتم	۳۶۷
لمعات نور	۳۶۸
عروس ادب	۳۷۱
سبدگل	۳۷۰
خم خانۂ عشق	۳۷۱
نظم شبہر	۳۷۱
چار سہیلیاں	۳۷۱
بھوہ کی کہانی	۳۷۲
حکایات و احتساسات	۵۵۷
مرقع ادب	۵۵۸
الغنیمۃ الکبریٰ	۵۵۹
خطوط محب	۵۵۹
افکار محب	۵۵۹
حیات کیفی	۵۶۰
دیوان اصغر	۵۶۰
دیوان عاقل	۵۶۰
کلام کیفی	۵۶۱
نظم کیفی	۵۶۱
شعرائے اورنگ آباد	۵۶۲
خم کدۂ خیام	۷۷۵
سرگزشت ہاجرہ	۷۷۸
سفر نامہ یورپ	۷۷۹
وقعات اکبر	۸۸۰
شاہد معنی	۷۸۱
عروس غربت	۷۸۱
جیبی فہرست کُتب	۷۸۲
رنگ زمانہ	۷۸۲
بچوں کے پڑھنے کی کتابیں	۷۸۳
بچوں کے لئے مہابھارت اور رامائن	۷۸۴
دنیا کے عجائبات	۷۸۴
رستم و سہراب	۷۸۴
امرت۔ پھول وتی۔ سدابہار پھول	۷۸۴
شہید کربلا	۷۸۵

شہر ' شہری اور شہریت ۷۸۵

موتیوں کی مالا- نعیم پچیسی ۷۸۵

سنہری گھنٹ ۷۸۵

بچوں کے گیت ۷۸۵

اُما ۷۸۵

گدھے کی سر گزشت ۷۸۵

حجاب زندگی اور دیگر فسانے ۵۸۵

زرداد ۷۸۶

اُردو کی آسان گرامر ۷۸۶

منازل الترجمہ ۷۸۶

مخزن فارسی ۷۸۶

مراۃ الاخلاق- مخزن ادب ۷۸۶

اخلاق و مذہب

ہندو اخلاقیات ۷۸۷

برہان ۷۸۷

تاریخ

تاریخ فلسفۂ اسلام ۵۶۲

حکومت آصفی و برکات عثمانی ۵۶۳

بیداری ہند ۵۶۴

تذکرہ بابر ۵۶۵

تعلیم

عافیہ ۳۷۲

خزینۂ معلومات ۳۷۳

صحت کی کہانی ۳۷۳

الکحل اور زندگی ۳۷۴

فارسی

میخانہ ۱۶۵

بزم ایران ۱۶۷

فارسی مصادر ۱۶۸

متفرق

معتزلہ ۱۶۸

نظام قواعد ۱۲۹

چند پرند ۳۷۳

مجمل فہرست مضامین کتب ۳۷۵

رگو لیوشن داد رسی ۳۷۵

خزینۂ اخلاق ۵۶۶

علم الصحت ۵۶۶

لازمی ابتدائی تعلیم ۵۶۷

اُردو رسالے

خیابان ۱۶۹

عفت ۱۷۰

مجلۂ عثمانیہ	۳۷۶	فانوس	۳۸۱
حیدرآباد تھیٹر	۳۷۸	مخزن	۳۸۱
صبح سعادت	۳۷۸	قوس قزح	۳۸۲
غالب	۳۷۹	نیرنگ خیال	۳۸۲
الامین	۳۷۹	کیف	۵۶۸
ستارۂ صبح	۳۷۹	بیدار	
یادگار رضا	۳۸۰	نورجہاں	۵۶۸
رہبر	۳۸۰	سہیلی	۵۶۸
اعجاز	۳۸۱		

(د) متفرقات

۱ مولانا عبدالحلیم شرر مرحوم	مقابل صفحۂ ۱۷۰
۲ رسالہ سائنس کی تجویز	۵۶۹

مطبوعات انجمن

جاپان اور اس کا تعلیمی نظم و نسق

سرکار نظام نے نواب مسعود جنگ بہادر ناظم تعلیمات ممالک محروسۂ سرکار عالی کو جاپان کے تعلیمی نظام کے مطالعہ اور تحقیق کے لئے بھیجا تھا - نواب صاحب موصوف نے وہاں رہ کر اس عجیب و غریب ملک کے حالات اور خاص کر تعلیمی نظم و نسق کو نہایت غور اور تحقیق سے مطالعہ فرمایا - کتاب کے ابتدائی حصے میں جاپان کی تاریخ اور اس کی ترقی کے اسباب پر نہایت دلچسپ اور فاضلانہ بحث کی ہے - جو ہمارے اہل وطن کے لئے بہت سبق آموز ہے - اردو میں یہ پہلی کتاب ہے جو جاپان پر اس طرز میں لکھی گئی ہے - ہر محب وطن کا فرض ہے کہ اس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھے - جو علاوہ دلچسپ ہونے کے پر از معلومات ہے - خاص کر ان لوگوں کے لئے اس کا مطالعہ نا گزیر ہے جو ملک کی تعلیم سے تعلق رکھتے ہیں (حجم ۴۸۲ صفحہ) قیمت فی جلد مجلد ۳ روپیہ —

سرگذشت حیات (یا) آپ بیتی

اس کتاب میں حیات کے آغاز اور اس کے نشو و نما کی داستان نہایت دلچسپ طرز پر بہت ہی سلیس زبان میں بیان کی گئی ہے - حیات کی ابتدائی حالت سے لیکر اس کا ارتقا انسان تک پہنچایا گیا ہے اور تمام تاریخی مدارج کو اس سہل طریقہ سے بتایا گیا ہے کہ ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی سمجھ سکے اور اگرچہ جدید سے جدید علمی تحقیقات بھی اس میں آگئی ہے مگر بیان کی سلاست میں فرق نہیں آیا - یہ کتاب جدید معلومات سے لبریز ہے اور ہر شخص کو اس کا مطالعہ کرنا لازم ہے (حجم ۳۰۰ صفحہ) قیمت فی جلد مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ —

تذکرۂ شعرائے اُردو

مولفۂ میر حسن دہلوی - میر حسن کے نام سے کون واقف نہیں - اُن کی مثنوی بدر منیر کو جو قبول عام نصیب ہوا شاید ہی اردو کی کسی کتاب کو نصیب ہوا ہو - یہ تذکرہ اسی مقبول اور نامور استاد کی تالیف ہے - یہ کتاب بالکل نایاب تھی بڑی کوشش سے بہم پہنچا کر طبع کی گئی ہے - میر صاحب کا نام اس تذکرہ کی کافی شہادت ہے - اس پر مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی نے ایک بسیط نقادانہ اور عالمانہ تبصرہ لکھا ہے جو قابل پڑھنے کے ہے - قیمت فی جلد مجلد ایک روپیہ ۱۴ آنہ - غیر مجلد ایک روپیہ ۶ آنہ —

---

* (نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں—

تاریخ تمدن

سر ٹامس بکل کی شہرۂ آفاق کتاب کا ترجمہ ہے - الف سے (ی) تک تمدن کے ہر مسئلہ پر کمال جامعیت سے بحث کی گئی ہے اور ہر اصول کی تائید میں تاریخی اسناد سے کام لیا گیا ہے اس کے مطالعہ سے معلومات میں انقلاب اور ذہن میں وسعت پیدا ہوتی ہے - حصۂ اول فیر مجلد ایک روپیہ ۸ آنہ - مجلد دو روپیہ - حصۂ دوم مجلد دو روپیہ —

مقدمات الطبیعات

یہ ترجمہ ہے مگر انگلستان کے مشہور سائنس داں حکیم ہکسلے کی کتاب کا جس کا نام کتاب کی کافی ضمانت ہے - اس میں بظاہر فطرت کی بحث درج ہے لیکن کتاب علم و فضل کا مرقع ہے - قیمت فیر مجلد ۲ روپیہ مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ—

النقول الاظہر

امام ابن مسکویہ کی معرکۃالآرا تصنوف (فوزالاصغر) کا یہ اردو ترجمہ ہے - یہ کتاب فلسفۂ الہیٰن کے اصول پر لکھی گئی ہے اور مذہب اسلام پر انہیں اصول کو منطبق کیا گیا ہے - قیمت فیر مجلد ۸ آنہ - مجلد ایک روپیہ —

القمر

قرآنین حرکت و سکون اور نظام شمسی کی صراحت کے بعد چاند کے متعلق جو جدید انکشافات ہوے ہیں' ان سب کو جمع کر دیا ہے - طرز بیان دلچسپ اور کتاب ایک نعمت ہے - قیمت فیر مجلد ۱۰ آنہ - مجلد ایک روپیہ—

فلسفۂ تعلیم

ہربرٹ اسپنسر کی مشہور تصنیف اور مسئلۂ تعلیم کی آخری کتاب ہے - فور و فکر کا بہترین کارنامہ - والدین و معلم کے لئے چراغ ہدایت ہے - تربیت کے قوانین کو اس قدر صحت کے ساتھہ مرتب کیا ہے کہ کتاب الہامی معلوم ہوتی ہے - اس کا نہ پڑھنا گناہ ہے- قیمت مجلد ۲ روپیہ - فیر مجلد ایک روپیہ ۱۲ آنہ —

دریاے لطافت

ہندوستان کے مشہور سخن سنج میر انشاءاللہ خاں کی تصنیف ہے - اردو صرف و نحو اور محاورات اور الفاظ کی پہلی کتاب ہے اس میں زبان کے متعلق بعض عجیب و غریب نکات درج ہیں- قیمت فیر مجلد ایک روپیہ ۸ آنہ - مجلد ۲ روپیہ—

طبقات الارض

اس فن کی پہلی کتاب ہے - ۳۰۰ صفحوں میں تقریباً جملہ مسائل قلم بند

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں—

گئے ہیں - کتاب کے آخر میں انگریزی مصطلحات اور ان کے مرادفات کی فہرست بھی منسلک ہے - قیمت فی مجلد ۲ روپیہ - مجلد دو روپیہ ۸ آنہ —

مشاہیر یونان و روما

ترجمہ ہے - سیرت نگاری اور انشاپردازی میں اصل کتاب کا مرتبہ دو ہزار برس سے آج تک مسلم الثبوت چلا آتا ہے - ادیبان عالم بلکہ شکسپیر تک نے اس چشمہ سے فیض حاصل کیا ہے - وطن پرستی اور بے نفسی عزم و جواں مردی کی مثالوں سے اس کا ہر ایک صفحہ معمور ہے - قیمت جلد اول فی مجلد ۳ روپیہ - مجلد ۴ روپیہ جلد دوم مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ —

اسباق النحو

ملک کے ادیب کامل مولانا حمیدالدین صاحب بی اے کی تالیف ہے - اختصار کے باوجود عربی صرف و نحو کا ہر ایک ضروری مسئلہ درج ہے - قیمت حصۂ اول فی مجلد ۶ آنہ - حصۂ دوم مجلد ۴ آنہ —

علم المعیشت

اس کتاب کی تصنیف سے پروفیسر محمد الیاس صاحب برنی ایم اے نے ملک پر بہت بڑا احسان کیا ہے- معیشت پر یہ کتاب جامع و مانع ہے- مبہم و مشکل مسائل کو پانی کردیا ہے اس کے اکثر باب نہایت عجیب و غریب ہیں - اشتراکیت کا باب قابل دید ہے (حجم ۸۸۵ صفحے) قیمت مجلد ۵ روپیہ ۸ آنہ —

تاریخ یونان قدیم

یہ کتاب مطالب کے لحاظ سے مستند کتابوں کا خلاصہ ہے اور زبان کے لحاظ سے سلاست و شگفتگی کا نمونہ - اس کا نقطۂ خیال خالصاً ہندوستانی ہے - ایف اے کلاس کے طلبا جو یونان قدیم کی تاریخ سے گھبراتے ہیں، اس کتاب کو انتہا درجہ مفید پائیں گے- قیمت مجلد ۲ روپیہ —

رسالۂ نباتات

اس موضوع کا پہلا رسالہ ہے - علمی اصطلاحات سے معرا - طلباء نباتات جس مسئلہ کو انگریزی میں نہ سمجھ سکیں وہ اس رسالہ میں مطالعہ کریں - قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنہ —

دیباچۂ صحت

اس کتاب میں مطالبات صحت پر مثلاً (ہوا - پانی غذا - لباس - مکان وغیرہ) مبسوط اور دلچسپ بحث کی گئی ہے - زبان عام فہم اور پیرایہ موثر و دلپذیر ہے ملک

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

کی بہترین تصنیف ہے - اس کا مطالعہ کئی ہزار نسخوں سے زیادہ قیمتی ثابت ہوگا حجم ایک ہزار صفحے - قیمت مجلد چار روپیہ —

نکات الشعراء

یہ اردو کا تذکرہ استادالشعرا میر تقی مرحوم کی تالیفات سے ہے - اس میں بعض ایسے شعرا کے حالات بھی ملیں گے جو عام طور پر معروف نہیں - نیز میر صاحب کی رائیں اور زبان کے بعض بعض نکات پڑھنے کے قابل ہیں- مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی صدرالصدور امور مذہبی سرکار عالی نے اس پر ایک ناقدانہ اور دلچسپ مقدمہ لکھا ہے - قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنہ —

فلسفۂ جذبات

کتاب کا مصنف ہندوستان کا مشہور نفسی ہے - جذبات کے علاوہ نفس کی ہر ایک کیفیت پر نہایت لیاقت اور زبان آوری کے ساتھہ بحث کی گئی ہے - متعلمان نفسیات اسے مفید پائیں گے قیمت مجلد دو روپیہ آٹھہ آنہ غیر مجلد دو روپیہ —

وضع اصطلاحات

یہ کتاب ملک کے نامور انشا پرداز اور عالم مولوی وحیدالدین سلیم (پروفیسر عثمانیہ کالج) نے سالہا سال کے غور و فکر اور مطالعہ کے بعد تالیف کی ہے بقول فاضل مؤلف "یہ بالکل نیا موضوع ہے - میرے علم میں شاید کوئی ایسی کتاب نہ آج تک یورپ کی کسی زبان میں لکھی گئی ہے نہ ایشیا کی کسی زبان میں" اس میں وضع اصطلاحات کے ہر پہلو پر تفصیل کے ساتھہ بحث کی گئی ہے اور اس کے اصول قائم کیے گئے ہیں - مخالف و موافق رایوں کی تنقید کی گئی ہے اور زبان کی ساخت اور اس کے عناصر ترکیبی، مفرد ومرکب اصطلاحات کے طریقے - سابقوں اور لاحقوں - اردو مصادر اور ان کے مشتقات - غرض سیکڑوں دلچسپ اورعلمی بحثیں زبان کے متعلق آگئی ہیں-اُردو میں بعض اوربھی ایسی کتابیں ہیں جن کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ زبان میں ان کی نظیر نہیں - لیکن اس کتاب نے زبان کی جڑیں مضبوط کردی ہیں - اور ہمارے حوصلے بلند کردیے ہیں - اس سے پہلے ہم اردو کو علمی زبان کہتے ہوے جھجکتے اور اس کی آئندہ ترقی کے متعلق دعویٰ کرتے ہوے ہچکچاتے تھے - مگر اس کتاب کے ہوتے یہ اندیشہ نہیں رہا - اس نے حقیقت کا ایک نیاباب ہماری آنکھوں کے سامنے کھول دیا ہے - تعداد صفحات ۳۰۵ - قیمت مجلد تین روپیہ ۱۲ آنہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں—

محاسن کلام غالب

ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم کا معرکۃالآرا مضمون ہے - اُردو زبان میں یہ پہلی تحریر ہے - جو اِس شان کی لکھی گئی ہے - یہ مضمون اردو کے پہلے نمبر میں طبع ہوا تھا - صاحب نظر قدر دانوں کے اصرار سے الگ بھی طبع کیا گیا ہے - قیمت مجلد ایک روپیہ - غیر مجلد ۸ آنہ —

ملل قدیمہ

ایک فرانسیسی کتاب کا ترجمہ ہے- اس میں بعض قدیم اقوام ' سلطنت کلدانی' آشوری' بابل- بنی اسرائیل و فنیقیہ کی معاشرت - عقائد- اور صنعت و حرفت وغیرہ کے حالات دلچسپی اور خوبی کے ساتھہ دیے ہیں- اُردو میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس سے ان قدیم اقوام کے حالات صحیح طور سے معلوم ہوسکیں اس لئے انجمن نے اِسے خاص طور پر طبع کرایا ہے - حالات کی وضاحت کے لئے جابجا تصویریں دی گئی ہیں - صفحہ ۲۸۴ قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنے —

بجلی کے کرشمے

یہ کتاب مولوی محمد معشوق حسین خانصاحب بی' اے - نے مختلف انگریزی کتابوں کے مطالعہ کے بعد لکھی ہے - برقیات پر یہ ابتدائی کتاب ہے اور سہل زبان میں لکھی ہے - ہمارے بہت سے ہم وطن یہ نہیں جانتے کہ بجلی کیا چیز ہے' کہاں سے آتی ہے' کیا کام آسکتی ہے - یہ کتاب ان تمام معلومات کو بتاتی ہے - لڑکے لڑکیوں کے لئے بھی مفید ہے - قیمت ایک روپیہ بارہ آنے —

البیرونی

مصنفۂ مسٹر سید حسن برنی بی' اے - اس کتاب میں علامۂ ابوریحان بیرونی کے سوانحی حالات ہیں اور ان کی مشہور و معروف تصنیف کتاب الہند اور دیگر تصانیف پر تفصیل کے ساتھہ تبصرہ کیا گیا ہے - یہ کتاب انجمن ترقی اُردو میں باقی نہیں رہی تھی مگر اب اس کی چند جلدیں آگئی ہیں جن اصحاب کے پاس نہ ہو جلد طلب فرمالیں قیمت فی جلد مجلد دو روپیہ غیرمجلد ڈیڑ روپیہ —

تاریخ ہند

ہندوستان کی یہ تاریخ مولوی سید ہاشمی صاحب فریدآبادی نے محکمۂ تعلیمات سرکار نظام کی فرمایش پر لکھی ہے اور مڈل اسکولوں میں پڑھائی جاتی ہے اس وقت تک کوئی اور مختصر تاریخ ہند اس نقطۂ نظر اور ایسی خوبی سے نہیں لکھی گئی ہے - تعلیمی حلقوں کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اسے بہت پسند کیا ہے - چھوٹے سائز کے ۲۸۴ صفحہ قیمت ایک روپیہ ایک آنہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

یہ کتابیں بھی انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن سے مل سکتی ھیں

[سب قیمتیں سکۂ انگریزی میں ھیں]

انتخاب زریں

نواب مسعود جنگ بہادر ناظم تعلیمات ریاست حیدرآباد دکن نے اُردو شعرا کے ماضی و حال کے کلام کا اِنتخاب فرمایا ھے - اِس میں شعرا کا مختصر حال اور اُن کا کلام اُن کے زمانے کی ترتیب کے لحاظ سے دیا ھے - عمدہ چکنے کاغذ پر نظامی پریس بدایوں نے شایع کیا ھے اور جلد بھی بہت خوبصورت ھے - قیمت فی جلد دھای روپیہ —

قاموس المشاھیر

جلد اول و دوم

اُردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ھے - یعنی دنیا کے کل مشہور لوگوں کے حالات مختصر طور پر بیان کردئے گئے ھیں - ھندوستان کے لوگوں اور مسلمانوں کے حالات زیادہ تفصیل سے لکھے ھیں - مطبوعہ نظامی پریس بدایوں قیمت جلد اول چھہ روپیہ' جلد دوم چھہ روپیہ —

فسانۂ جوش

مسٹر سلطان حیدر جوش کے بعض مضامین کا مجموعہ - مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ قیمت ایک روپیہ —

مجموعۂ قصائد مومن

ھندوستان کے مشہور نازک خیال شاعر حکیم مومن خاں مومن دھلوی کے اُردو قصاید - مرتبۂ ضیاء احمد صاحب ایم - اے مع مقدمہ و حواشی مطبوعہ الناظر پریس قیمت بارہ آنہ -

گوتم بدہ

ھندوستان کے مشہور رھنما مہاتما بدہ کی مختصر سوانح عمری اور اُن کی تعلیمات کا خلاصہ مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ قیمت چار آنہ —

مسالک النظر فی نبوت سید البشر

مصنفہ سعید بن حسن الاسکندرانی مترجمہ مولوی محمد نعیم الرحمن صاحب ایم - اے مطبوعہ الناظر پریس قیمت چار آنہ -

حکایۂ لیلیٰ مجنوں

ایک دلچسپ افسانہ مصنفہ مولوی سید سجاد حیدر صاحب بی - اے مطبوعہ الناظر پریس قیمت چارآنہ -

مقتل فریب مغربی معمل خانے

مؤلفہ مولوی سید طالب علی طالب الہ آبادی مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ قیمت چار آنہ

مطبوعات انجمن

کلیات ولی

ولی دکنی کے نام سے کون اردو داں واقف نہ ہوگا - اسے اردو شاعری کا باوا آدم کہتے ہیں - اور یہی گویا ہماری قدیم شاعری کا قدیم اور ممتاز ترین علم بردار ہے - اور اس کا کلام اُس زمانے کی زبان اور شاعری کا بہترین اور کامل مرقع ہے —

یہ کلیات جناب احسن صاحب مارہروی نے نہایت محنت ' کاوش اور قابلیت سے مرتب کیا ہے - اور انجمن ترقی اردو کے جدید ترین مطبوعات میں ہے - اب تک ولی کے جو دیوان کہیں کہیں چھپے اور ملتے ہیں اکثر غلط اور نامکمل ہیں - یہ کلیات ۱۷ - ۱۸ قدیم ' قلمی ' نایاب نسخوں سے مقابلہ اور صحیح کرکے کئی سال کی لگا تار محنت و کاوش سے مرتب کیا گیا ہے —

کلیات کے آخر میں ایک بسیط فرہنگ ہے جس میں ان تمام قدیم ' متروک ' اجنبی ' ہندی ' دکنی الفاظ کا حل ہے جو کلام ولی میں جا بجا آے ہیں - آخر میں پونے دو سو صفحے کا ایک ضمیمہ اختلاف نسخ ہے جو نہایت محنت و عرق ریزی سے مرتب کیا گیا ہے اس میں تمام نسخوں سے مقابلہ کرنے پر جو جو اختلاف نظر آیا ہے ' دیوان کی ہر غزل کے نمبر کا حوالہ دیکر بتا دیا ہے - یہ ضمیمہ ارباب فن و تحقیق کے لئے خاص طور سے قدر کی چیز ہے - اور کئی ماہ کی مسلسل محنت کے بعد تیار ہوا ہے ان تمام خوبیوں کے علاوہ انجمن نے اپنے مشہور عمدہ ٹائپ میں مضبوط سفید چکنے کاغذ پر طبع کیا ہے ' قابل دید اور اس لائق ہے کہ ہر لائبریری اور قدر دان اُردو کے ہر کتب خانے میں اس کا ایک ایک نسخہ موجود رہے - حجم تقریباً آٹھ سو صفحات - قیمت مجلد ۵ روپیہ غیر مجلد ۴ روپیہ —

مثنوی خواب و خیال

حضرت میر درد دہلوی (رح) کے چھوٹے بھائی میر اثر کی یہ لاجواب مثنوی مدت سے نایاب تھی' بہت کوششوں کے بعد بھی پتہ نہ چلتا تھا' اُردو کی خوش نصیبی

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں—

سے انجمن ترقی اردو کو دستیاب ہوگئی ' اور اب خاص اہتمام کے ساتھہ عمدہ اردوٹائپ میں اعلیٰ درجے کے کاغذ پر ' طبع کی گئی ہے ' جس پر انجمن کے فاضل معتمد جناب مولوی عبدالحق صاحب نے ایک زبردست ناقدانہ مقدمہ تحریر فرماکراس نایاب مثنوی کے خصوصیات اور محاسن کو نمایاں کیا ہے - یہ نادر مثنوی آج تک ناپید تھی ' تذکروں میں کہیں کہیں اس کا ذکر آ جاتا ہے - حضرت میر درد کے اشعار اور کلام کے علاوہ اس میں مصنف کی غزلیں بھی جا بجا آئی ہیں ' جو قابل دید اور نہایت لطیف و پاکیزہ ہیں- یہ مثنوی اردو میں ایک قابل قدر اضافہ اور انجمن کی طرف سے قدر دان اردو کی خدمت میں اس سال کا جدید علمی ہدیہ ہے جلد بھی مضبوط عمدہ اور جدید طرز کی بنوائی گئی ہے - حجم دو سو صفحے سے زاید' قیمت مجلد ڈیڑھ روپیہ غیر مجلد ایک روپیہ —

•

قواعد اُردو

یہ کتاب جناب سکریٹری صاحب انجمن ترقی اُردو کی بیش بہا تالیف ہے ' اور بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ زبان اردو کے قواعد پر اب تک اس سے بہتر' سہل' جامع کتاب تصنیف نہیں ہوئی ہے - ملک میں بیحد پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی اور نہایت مقبول ہوی - جامعہ عثمانیہ کے نصاب ایف اے میں داخل ہے - اب جناب مؤلف و مرتب کی بے حد کاوش اور غور سے نظر ثانی ' ترمیم و اضافہ کے بعد دوبارہ چھاپی گئی ہے ' شروع میں اُردو زبان اور اس کے ادب پر لاجواب بسیط مقدمہ بجاے خود قابل دید ہے - انجمن نے اپنے پریس میں' عمدہ ٹائپ میں چھپوائی ہے' کاغذ بہت عمدہ' جلد نہایت نفیس اور مضبوط ' قیمت مجلد دو روپے آٹھہ آنے سکہ انگریزی ' غیر مجلد دو روپے سکہ انگریزی —

انتخاب کلام میر

ملک الشعرا میر تقی میر کے نام اور کلام سے کون قدردان اُردو واقف نہیں ' یہ انہیں کے کلام کا بہترین انتخاب ہے - جو جناب مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو نے کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سارے کلیات کا عطر کھینچ لیا ہے ' یہ انتخاب ملک میں بہت مقبول ہوچکا ہے اور کئی یونیورسٹیوں نے اپنے نصاب تعلیم میں شامل کرلیا ہے —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں—

مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اب تیسری بار انجمن ترقی اردو پریس نے اپنے مشہور، نفیس ٹائپ میں چھاپ کر شائع کیا ہے - کاغذ چکنا، نہایت عمدہ، حجم دو سو صفحات سے زیادہ، جلد نفیس اور مضبوط - شروع میں فاضل مرتب کا نہایت زبردست فاضلانہ و ناقدانہ اور دلچسپ مقدمہ ہے، قیمت مجلد دو روپے—

لغت اصطلاحات علمیہ

جملہ اہم علوم کی اصطلاحوں کا ترجمہ، جس میں حسب ذیل علوم داخل ہیں:-

Astronomy, Botany, Economics. History, (Constitutional, Greece England etc); Logic, Algebra, Conics, Solid Geometry, Trigonometry, Differntial Equations, Statics, Metaphysics, Psychology, Physics, Political Science, Archælogy, Biology.

کئی سال کی مسلسل محنت اور مختلف ماہرین فن و ماہرین لسان کی کاوش و کوشش کا نتیجہ ہے - مصنفین، مترجمین اور معلمین کے لئے نا گزیر ہے—

حجم ۵۳۸ صفحہ - قیمت مجلد چھ روپے—

یہ بیش بہا کتابیں بھی انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن سے مل سکتی ہیں

دیوان غالب جدید و قدیم

یہ وہ نایاب کلام ہے جس کی اشاعت کا اہل ملک کو بے حد انتظار تھا - اس میں مرزا غالب کا قدیم و جدید تمام کلام موجود ہے - میرزا صاحب کا قدیم کلام ملنے کی کسے توقع تھی - یہ محض حسن اتفاق تھا کہ ہاتھ آگیا اور اب ریاست بھوپال کی سرپرستی میں چھپ کر شائع ہوا ہے - مع مقدمہ ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم- مجلد ۵ روپیہ غیر مجلد ۴ روپیہ (بلا مقدمہ مجلد ۳ روپیہ ۸ آنہ - غیر مجلد دو روپیہ ۸ آنہ —

حقیقت اسلام

یہ کتاب جناب نواب سر امین جنگ بہادر، کے، سی، آئی، ای، سی، ایس، آئی، ایم، اے، بی، ایل، ایف، آر، ایس، چیف سکریٹری گورنمنٹ نظام و صدرالمہام پیشی کی بے نظیر تصنیف نوٹ آن اسلام کا با محاورہ اور سلیس ترجمہ ہے - اس کتاب میں مصنف نے نہایت خوبی کے ساتھ موجودہ خیالات سائنس سے اسلام کی تطبیق اور اس کی

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں—

صداقت کا بیان کیا ہے - فاضل مصنف نے ان تمام مشکل مسائل کی حقیقت کو جن میں اکثر تعلیم یافتہ نوجوانوں یا غیر مسلموں کو شبہات واقع ہوتے ہیں، زمانۂ حال کے ترقی یافتہ خیالات کی روشنی میں نہایت دلاویز طریقے اور حکیمانہ استدلال سے بیان کیا ہے - جس سے مصنف ممدوح کے وسیع مطالعہ، فلسفیانہ طبیعت اور غور و خوض کا پتہ ملتا ہے —

کتاب بہت عمدہ، کاغذ پر مجلد چھپی ہے - انجمن سے بارہ آنہ میں مل سکتی ہے-

تمدن ہند

مصنفۂ ڈاکٹر گستاؤ لی‌بان مترجمہ مولوی سید علی صاحب بلگرامی مرحوم - اس کتاب سے کون واقف نہیں ! ہر جگہہ اس کے شائق موجود تھے مگر کہیں نہ ملتی تھی - اب اس کی چند جلدیں انجمن ترقی اردو میں آگئی ہیں - اور بہت کم قیمت پر پیش کی جا رہی ہیں - جلد منگوا لیجئے ورنہ اس کتاب کا دوبارہ چھپنا مشکل ہے - قیمت فی جلد مجلد پندرہ روپیہ —

تاریخ زوال روما

یہ گبن کی مشہور تاریخ کے ابتدائی (۷) ابواب کا ترجمہ ہے - اصل کتاب اپنی خوبیوں کے اعتبار سے محتاج تعریف نہیں - قیمت فی جلد غیر مجلد سوا روپیہ —

تاریخ عرب

مصنفۂ موسیو سدیو فرانسیسی - عربوں کے متعلق یہ کتاب ان تمام تاریخوں کا نچوڑ ہے جو یورپ و ایشیا کے کتاب خانوں کی زینت ہیں - مسلمانوں کی ترقیوں اور عربوں کے کمالات کا آئینہ ہے - ساتھہ ہی یورپ کے کذب و افترا کا بہترین جواب - قیمت مجلد چرمی ۷ روپیہ ۸ آنہ ، مجلد پارچہ ۵ روپیہ —

بانگ درا (مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر سر محمد اقبال کے کلام کا مجموعہ مع دیباچہ شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر ایڈیٹر مخزن لاہور قیمت غیر مجلد ۴ روپیہ —

یاد گار غالب

یعنی مرزا اسداللہ غالب دہلوی کے مفصل حالات زندگی اور ان کے اقسام نظم و نثر ، اردو فارسی پر تفصیلی ریویو اور انتخاب - مولفۂ شمس‌العلما مولانا الطاف حسین صاحب حالی مرحوم - قیمت مجلد ۳ روپیہ —

شعر و شاعری

شمس‌العلما خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کے اُردو دیوان کا لاجواب مقدمہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

جس میں شعر و شاعری پر نقادانہ بحث کی گئی ہے - تنقیدی حیثیت سے اُردو زبان میں اب تک ایسا مفصل نہیں لکھا گیا ہے-قیمت مجلد ۲ روپیہ غیر مجلد سوا روپیہ —

موازنۂ انیس و دبیر

میر انیس کی شاعری پر تفصیلی ریویو اور میر انیس و مرزا دبیر کا موازنہ- مؤلفہ مولانا شبلی نعمانی قیمت فی جلد مجلد چار روپیہ - غیر مجلد تین روپیہ —

و کرم اروسی

کالیداس کے مشہور ناٹک کا اُردو ترجمہ مع ایک بسیط مقدمہ کے جس میں ہندو ڈرامہ کی تاریخ اور نوعیت پر مفصل بحث کی گئی ہے - مرتبۂ مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی - اے مرحوم - قیمت مجلد دو روپیہ - غیر مجلد ڈیڑھ روپیہ —

خطوط شبلی

علامہ شبلی مرحوم کے یہ وہ لاجواب اور نادر خطوط ہیں جو موصوف نے بمبئی کی مشہور تعلیم یافتہ خواتین عطیہ بیگم صاحبہ فیضی ' زہرا بیگم صاحبہ فیضی کے نام وقتاً فوقتاً کمال اخلاص و محبت اور انداز خاص کے ساتھہ لکھے تھے - یہ جواہر پارے اُردو میں مولانا کے کمال انشا پردازی کی نایاب یادگار ہیں - طرز نگارش اس قدر لطیف اور پاکیزہ ہے کہ شروع کرکے ختم کئے بغیر کتاب کو چھوڑنا دشوار ہے - شروع میں جناب مولوی عبدالحق صاحب ' بی - اے معتمد انجمن ترقی اُردو کا ایک نہایت لطیف و سخن گسترانہ مقدمہ بھی شامل ہے - جس نے اِن خطوط کے جذبات ' اخلاص و محبت اور نکات ادبی کو بے نقاب کردیا ہے - مرتبۂ محمد امین صاحب مارہروی و جناب قیصر بھوپالی - قیمت ایک روپیہ —

دیوان غالب مطبوعہ جرمنی

غالب کے کلام کی قدر اور جو مانگ ہے ' ہر صاحب ذوق جانتا ہے ' اُس کے دیوان کا ایک ایڈیشن نفاست پسند طبایع کے لئے جرمنی کے مشہور کاویانی پریس میں جامعۂ ملیہ نے چھپوایا تھا جو ہاتھوں ہاتھہ نکل گیا - دوسری بار پھر اسی اہتمام و نفاست سے طبع ہوا ہے - ٹائپ ' کاغذ ' چھپائی ' جلد ' سائز ' ہر چیز دیدہ زیب و دلفریب ہے - قیمت چار روپیہ —

محشر خیال

یہ سید سجاد انصاری مرحوم وکیل بارہ بنکی کے چند دلکش ادبی و اصلاحی مضامین اور نظموں کا مجموعہ ہے جو شرکت ادبیہ دہلی نے خاص اہتمام سے چھپوایا ہے-

---

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں—

سجاد انصاری صاحب خوش فکر و خوش گفتار ادیب تھے ' اُن کے مضامین خاص ندرت و ادبیت اور کلام میں خاص کیف اور بلند خیالی و جذبات نگاری ہوتی ہے - یہ مجموعہ مرحوم کی جوانمرگی کی یاد گار ہے ' جس کو سید منظور حسین صاحب نے مرتب کیا ہے - لکھائی چھپائی بہت پاکیزہ ' سائز مختصر ' جلد نہایت نفیس ' اوپر سنہری حروف میں کتاب کا نام بھی لکھا ہے ' قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ —

چمن

یہ نہایت چھوٹا سا حسین و جمیل مجموعہ اساتذۂ اُردو کے پاکیزہ کلام کا انتخاب ہے- کارڈ سائز پر نہایت اعلیٰ طباعت و کتابت کے ساتھ عید کے موقعہ پر دوست- احباب کو پیش کرنے کے لئے بہترین ادبی تحفہ ہے - قیمت ۵ آنہ —

اُردوے قدیم

مجلس دارالسورخین حیدرآباد کی یہ پہلی کتاب ہے جس میں اُردو اور اُس کے نظم و نثر کی مفصل تاریخ اور عہد بعہد کی ترقیوں کا تذکرہ ہے ابتدائی زمانے سے شہنشاہ اورنگ‌زیب عالمگیر کے عہد آخر تک شعراء اور مصنفین اُردو کے صحیح خیالات تحریر ہیں ' جسے مشہور مورخ مولوی شمس‌اللہ قادری ماہر علوم آثار قدیمہ نے عربی' فارسی اُردو' انگریزی ' فرانسیسی ' جرمنی وغیرہ زبانوں کی مشہور و مستند کتابوں سے مرتب وتالیف کیا ہے- قابل دید ہے- قیمت قسم اول دو روپیہ' قسم‌دوم ایک روپیہ‌آٹھ‌آنہ -

معراج‌العاشقین

یہ کتاب بھی مجلس مذکور کے مطبوعات میں ہے اور حضرت مخدوم ابوالفتاح صدرالدین سید محمد حسینی گیسو دراز بندہ نواز [رح] کی تصنیف ہے ' جنھوں نے سنہ ۸۲۵ ھ میں انتقال فرمایا - اس کتاب میں حضرت کے بعض مواعظ و ارشادات قدیم اُردو یعنی دکنی اُردو میں لکھے ہیں - مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اُردو کی تصحیح و ترتیب اور مقدمہ کے ساتھ چھپی ہے - قیمت ۶ آنہ —

مسکوکات قدیمہ

جنوبی ہندوستان کے طلائی سکوں کی تاریخ اور حالات و اقسام جن کو " ہون " کہا جاتا تھا ' آخر میں اُن کی فہرست اور تصاویر بھی شامل ہیں - طلبائے تاریخ وتذکرہ کے لئے بہت مفید ہے - مرتبہ مولوی شمس‌اللہ صاحب' قیمت ۶ آنہ —

ظہیر فاریابی

یہ رسالہ بھی مجلس مذکور کی مطبوعات میں ہے ' اس میں فارسی کے مشہور و فیروزانی شاعر ظہیر فاریابی کے حالات و سوانح وغیرہ کے علاوہ اُس کے کلام پر تبادلہ

(نوٹ) کُل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

تبصرہ کیا گیا ہے - قیمت ۶ آنہ —

طہران مخوف (یا) یادگار یک شب - جلد اول

جدید فارسی زبان کا ایک دلچسپ اور اثر انگیز ناول ہے - جس میں موجودہ ایران کی سیاسی و انتظامی حالت کا ہو بہو خاکہ کھینچا ہے- وہاں کی بدنظمیوں اور نااہل اصلاح شعبوں کو دکھلایا ہے ' مرتضیٰ' مشفق' کاظمی - تین فاضل ایرانی ادیبوں کی تصنیف ہے اور برلن پایہ تخت جرمنی کے مشہور کاویانی پریس نے نہایت عمدہ طبع کیا ہے - قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ —

صوفی پنڈی بہاءالدین کی کتابیں

غازی انور پاشا

انجمن اتحاد و ترقی کی خفیہ اور حیرت انگیز کار روائیاں - طرابلس کی نبرد آزمائیاں جنگ بلقان کے معرکے اور جنگ عظیم کے حالات - عالمگیر اتحاد اسلامی کی ایک منظم کوشش - یہ کتاب بتائیگی کہ یورپ نے کس طرح اسلام کی تباہی کے لئے خفیہ سازشیں کیں- غازی موصوف کی زندگی کے مکمل حالات- قیمت ڈیڑھ روپیہ —

مسئلۂ شرقیہ

علامہ مصطفیٰ کمال پاشا کی کتاب " المسئلۃالشرقیہ " کا اُردو ترجمہ - اس کتاب میں سیاسیات اسلامی کے تمام اسرار اور رموز بےنقاب کردیے گئے ہیں- قیمت دو روپیہ —

امین و مامون

علامہ جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال مصر کے عربی ناول کا ترجمہ - مامون رشید اور امین اور ہارون الرشید کی سیاسی چالیں ' تخت خلافت کے لئے جد و جہد - تاریخی ' علمی اور ادبی لحاظ سے قابل دید ہے - قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے -

تاریخ افغانستان

اتحاد اسلامی اور پین اسلام ازم کے موجد سیدجمال الدین افغانی کی اس کتاب کا ترجمہ جو سید موصوف نے افغانستان کی سوتی بستی کو جگانے کے لئے لکھی - قیمت سوا روپیہ —

سید جمال الدین افغانی

(مرتبہ مولوی ظفر علی خاں صاحب بی اے ایڈیٹر زمیندار)

(نوٹ) کُل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

یہ اس بزرگ ہستی کے حالات زندگی ہیں جس نے موجودہ ترک احرار پارٹی کا بیج بویا اور آزادی کی روح پھونکی اور غلامی کا جوا گردن سے نکال پھینکنے کا سبق دیا' قیمت ۵ آنے —

دربار علم

عالم خیال میں دربار علم کا انعقاد - افتتاحی تقریر اور سات علمی درباروں کے بعد موجودہ تعلیم و تدریس کی بد عنوانیاں' علما و طلبا' شان تعلیم و تعلم کا نہ رہنا' اور ان خرابیوں کا علاج - مولفۂ مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی قیمت ڈیڑھ روپیہ —

فقرائے اسلام

مولفۂ مولانا عبدالسلام صاحب ندوی اُن پیشوایان دین اور علمائے اسلام کے حالات جنھوں نے با وجود فقر و فاقہ اسلام کے اصول و ارکان کو مستحکم کیا - ان کی فیاضی' ہمدردی' قناعت' توکل اور بے نیازی کے بے نظیر نمونے - قیمت ڈیڑھ روپیہ —

پھل اور میوہ جات

ہر قسم کے ثمرات اور میوہ دار درختوں کی کاشت اور ان کی نگہداشت کے طریقے قیمت ۸ آنہ —

ترکاریاں

ہر طرح کی ترکاریوں کی کاشت اور نگہداشت کے طریقے - قیمت ۸ آنہ —

اسلامی کہانیاں

(مسلمان بچوں کے لئے) صحابۂ کرام' تابعین' مجاہدین اور علمائے سلف کے ایثار' جوانمردی اور کریم النفسی کے حالات سے کتاب میں جمع کر دیے گئے ہیں - قیمت ۴ آنہ —

(دارالمصنفین اعظم گڑھ)		کلیات شبلی	ڈیڑھ روپیہ
سیرۃالنبی حصۂ اول	۴ روپیہ	اسوۂ صحابہ مکمل دو حصے	۸ روپیہ
سیرۃالنبی حصۂ دوم	۳ روپیہ ۸ آنہ	انقلاب الامم	۲ روپیہ
سیرۃالنبی حصۂ سوم	۲ روپیہ	برکلے	ڈیڑھ روپیہ
شعرالعجم مکمل ۵ حصے	۱۳ روپیہ	مکالمات برکلے	ڈیڑھ روپیہ
سفر نامۂ مولانا شبلی	۲ روپیہ	مثنوی بحرالمحبت	۱۴ آنہ
علم الکلام	۲ روپیہ	تفسیر ابو مسلم اصفہانی (عربی)	۲ روپیہ
الکلام	۲ روپیہ	سیرالصحابیات	۲ روپیہ ۴ آنہ

(نوٹ' کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

روح الاجتماع ۲ روپیہ
ابن رشد ۴ روپیہ
کل رعنا ۵ روپیہ
سیرالانصار ۳ روپیہ ۸ آنہ
شعرالہند مجلد ۵ روپیہ
شعرالہند غیر مجلد ۴ روپیہ

(مطبع کاویانی برلن)

تیاتر (فارسی) ۲ روپیہ ۸ آنہ
تاریخ سنی ملوک الارض (عربی) ۲ روپیہ ۸ آنہ
نصاب الصبیان (فارسی) ۱ روپیہ
رہنمائے پسران (فارسی) ۱ روپیہ ۸ آنہ
تلغراف بی سیم (فارسی) ۱ روپیہ
ہزار و یک سخن (فارسی) ۱۱ آنہ

(جامعہ ملیہ دلی)

الخلافت الکبریٰ ۵ روپیہ
الصراط المستقیم ۲ روپیہ
بصائر ۶ آنہ
سیرۃ الرسول ڈیڑھ روپیہ
خلافت راشدہ ۲ روپیہ
خلافت بنی امیہ ڈیڑھ روپیہ
خلافت عباسیہ ۲ روپیہ
خلافت عباسیۂ بغداد ۲ روپیہ
مبادی معاشیات ۱ روپیہ
انتخاب کلام میر (از نورالرحمن صاحب) ۱ روپیہ
قواعد عربی ۲ روپیہ
عرض جوہر ۸ آنہ
مجموعۂ کلام جوہر ۶ آنہ

اسلامی تہذیب و قومی تعلیم ۴ آنہ
ازہارالعرب (عربی) ۸ آنہ
انتخاب مضامین جوہر ۱ روپیہ
ترکوں کی کہانیاں ۴ آنہ
خطبۂ شیخ الہند ۲ آنہ
خطبہ حکیم اجمل خاں صاحب ۲ آنہ
ہمارے نبی ۸ آنہ
تاریخ ہند قدیم ۱ روپیہ
اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر ۱۲ آنہ

(نظامی پریس بدایوں)

قاموس المشاہیر جلد اول ۶ روپیہ
قاموس المشاہیر جلد دوم ۶ روپیہ
نکات غالب مجلد ۱ روپیہ
دیوان غالب مشرح مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ
دیوان جان صاحب مجلد ڈیڑھ روپیہ
دیوان درد ۱ روپیہ ۴ آنہ
دیوان غالب (لائبریری ایڈیشن) ڈیڑھ روپیہ
خطوط سر سید قسم اول ۳ روپیہ
خطوط سر سید قسم دوم ۲ روپیہ
لیتھو گرافی مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ
انتخاب زریں مجلد ۲ روپیہ
مراثی انیس جلد اول مجلد ۱۰ روپیہ
مراثی انیس جلد دوم قسم اول ۸ روپیہ
قسم دوم ۴ روپیہ
قصائد ذوق ۳ روپیہ

(دائرۂ ادبیہ - لکھنؤ)

یادگار غالب مجلد ۳ روپیہ
مکاتیب امیر مینائی ۲ روپیہ ۸ آنہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں—

مکاتیب اکبر	۱ روپیہ	میلاد نبوی	۴ آنہ
میدانِ سخن	۱ روپیہ	تصویر درد	۴ آنہ
حزن اختر	۸ آنہ	شمع و شاعر	۲ آنہ
درس عمل	۴ آنہ	فریاد اُمت	۳ آنہ
خواتین انگورا	۱ روپیہ	(دارالاشاعت پنجاب - لاہور)	
بیگمات بنگال	۶ آنہ	صبح زندگی	۱ روپیہ ۸ آنہ
اسلام کا اثر یورپ پر	۴ آنہ	شام زندگی	۱ روپیہ ۴ آنہ
مشرقی ترکستان	۶ آنہ	شب زندگی ہر دو حصہ	۲ روپیہ ۴ آنہ
سیاحت زمین	۱ روپیہ	منازل السائرہ	۱ روپیہ
سیاحت ہوا	۱ روپیہ	سلجوگ	۱۰ آنہ
(الناظر پریس - لکھنؤ)		جواہر قدامت	۱ روپیہ ۸ آنہ
فلسفیانہ مضامین عبدالماجد صاحب		تحفۂ سائنس	۲ روپیہ ۸ آنہ
	۱ روپیہ ۸ آنہ	مشاہیر ہند	۲ روپیہ ۸ آنہ
تاریخ عرب مجلد	۷ روپیہ	نیلی چھتری	۱ روپیہ ۴ آنہ
موازنۂ انیس و دبیر غیر مجلد	۳ روپیہ	بہرام کی گرفتاری	۱ روپیہ
مقدمۂ شعر شاعری	۱ روپیہ ۴ آنہ	اخترالنسا بیگم	۱ روپیہ ۸ آنہ
اصول النسخ	۶ آنہ	روشنک بیگم	۲ روپیہ
ملمعانان اندلس	۱ روپیہ	رانی کرونارت	۱ آنہ
اسرار رنگون	۱ روپیہ	رسوم دہلی	۴ آنہ ۶ پائی
ہوم رول	۵ آنہ	ان پورنا دیوی کا مندر	۱ روپیہ ۸ آنہ
خوان دعوت	۱ روپیہ	ایام غدر	۱ روپیہ ۴ آنہ
مصنوعی شوہر	۲ آنہ	نقش فرنگ	۱ روپیہ ۴ آنہ
و کرم عروسی	۱ روپیہ ۸ آنہ	پریم پچیسی مکمل	۳ روپیہ
مسلمانوں کی تہذیب	۶ آنہ	پریم بتیسی حصہ اول	۱ روپیہ ۸ آنہ
الاحسان	۸ آنہ	بانگ درا غیر مجلد	۴ روپیہ
ارض نہرین	۴ آنہ	نعمت خانہ	۱ روپیہ ۴ آنہ
تذکرۂ حزین	۴ آنہ	چندن ہار	۲آنہ
حیات نظامی	۴ آنہ	انمول موتی	۱ آنہ ۹ پائی
خطاب	۴ آنہ	سوکن کا جلاپا	۶ آنہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

گوہر مقصود	۹ آنہ	تین ٹوپیاں	۸ آنہ
لیلیٰ	۲ روپیہ	ظفر کی موت	۴ آنہ
سواءالسبیل	۱ روپیہ	قزاق	۸ آنہ
سخندان پارس	۱۰ آنہ	بگڑے دل	۸ آنہ
قوانین دولت	۴ آنہ	(دوسری قابل قدر کتابیں)	
مینا	۱۲ آنہ	رسائل شبلی	۱ روپیہ ۸ آنہ
چترا	۱۲ آنہ	کتب خانۂ اسکندریہ	۵ آنہ
امتیاز پچیسی	۸ آنہ	بشریٰ	۶ آنہ
دلپسند کہانیاں	۱۲ آنہ	زکریٰ	۱۰ آنہ
دلچسپ کہانیاں	۱۰ آنہ	سیرالمصنفین	۲ روپیہ
(تصانیف نورالہی و مصدعسر صاحبان)		جہاں آرا بیگم	۸ آنہ
موجودہ لندن کے اسرار	۱ روپیہ		
ناٹک ساگر [یعنی دنیاے ڈراما کی تاریخ] مجلد ۳ روپیہ			

رسالۂ اُردو کے خریداروں کے ساتھہ خاص رعایت

رسالۂ اُردو کے خریداروں کو انجمن ترقی اُردو کی شایع کی ہوئی کتابیں فی روپیہ چارآنہ کمی قیمت کے ساتھہ دی جائینگی - اُمید ہے کہ ناظرین اس رعایت سے فائدہ اُٹھا ئینگے —

دیگر مقامات کی کتابیں جو بطور ایجنسی انجمن میں فروخت ہوتی ہیں، اُن کی قیمتوں میں کوئی کمی نہیں کی جاسکتی —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں—

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

اپنے اُن مہربان معاونین کی فہرست مرتب کررہی ہے جو اس بات کی عام اجازت دیدیں کہ آئندہ جو کتاب انجمن سے شائع ہو، وہ بغیر اُن سے دوبارہ دریافت کئے تیار ہوتے ہی اُن کی خدمت میں بذریعہ وی پی روانہ کردی جایا کرے - ہمیں اُمید ہے کہ قدردان زبان اُردو ہمیں عام طور پر اس قسم کی اجازت دیدیں گے کہ اُن کے اسمائے گرامی اس فہرست میں درج کرلئے جائیں اور انجمن سے جو نئی کتاب شایع ہو فوراً بغیر دوبارہ دریافت کئے روانہ کردی جایا کرے - یہ انجمن کی بہت بڑی مدد ہوگی اور آئندہ اسے نئی نئی کتابوں کے طبع کرنے میں بڑی سہولت ہوجائے گی - ہمیں اُمید ہے کہ ہمارے معاونین جو اُردو کی ترقی کے دل سے بہی خواہ ہیں اس اعانت کے دینے میں دریغ نہ فرمائیں گے—

اِن معاونین کی خدمت میں کل کتابیں جو آئندہ شائع ہوں گی وقتاً فوقتاً چوتھائی قیمت کم کرکے روانہ ہوں گی—

المشتہر

انجمن ترقی اُردو- اورنگ آباد (دکن)

اردو

جلد ۸

حصہ ۳۰

اپریل سنہ ۱۹۲۸

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

کا

سہ ماہی رسالہ

یادگار مولانا شرر مرحوم

تین سالانہ انعام

زبان اُردو کے محسن مولانا عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم کی یادگار میں جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم پروفیسر جامعۂ عثمانیہ، جناب مولوی عبدالحق صاحب بی-اے، سکرٹری انجمن ترقی اُردو، اور جناب مولوی سید ہاشمی صاحب رکن دارالترجمہ نے حسب ذیل تین سالانہ انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے —

(۱) "عطاے سلیم"

رسالۂ اُردو اورنگ آباد کے سال بھر کے مضامین نثر میں جو مضمون ہر اعتبار سے بہترین اور ادب اُردو کے لئے سب سے مفید ہوگا، اس کے لکھنے والے کی خدمت میں جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم کی طرف سے مبلغ ۲۰۰ روپیہ کلدار پیش کیا جاے گا -

(۲) "عطاے عبدالحق"

رسالۂ اُردو کے سال بھر کے مضامین نثر میں دوسرے درجے کے سب سے اچھے مضمون پر ۱۲۵ روپیہ کلدار کا انعام جناب مولوی عبدالحق صاحب بی - اے، عطا فرمائیں گے —

(۳) "عطیۂ ہاشمی"

کے نام سے تیسرا انعام ۱۰۰ روپیہ کلدار کا، مولوی سید ہاشمی صاحب اُن صاحب کی نذر کریں گے جن کی نظم رسالۂ اُردو کے سال بھر کی نظموں میں سب سے اچھی اور اعلیٰ درجے کی ہوگی —

ہر سال کے اخیر مہینے میں جو حضرات اہل سمجھے جائیں گے اُن کی خدمت میں رقم ارسال کر کے رسالے میں اس کا اعلان ہوتا رہے گا - انعام کی اہلیت کا فیصلہ صرف معطیان کی متفقہ رائے پر منحصر ہوگا —

المعلن

مدیر رسالۂ اُردو اورنگ آباد دکن

سائنس

انجمن ترقی اُردو کا سہ ماہی رسالہ

جس کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اُردو دانوں میں مقبول کیا جائے، دنیا میں سائنس کے متعلق جو نئی نئی بحثیں یا ایجادیں اور اختراعیں ہورہی ہوں یا جو جدید انکشافات وقتاً فوقتاً ہونگے، اُن کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جائے - ان تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی جائےگی - اس سے اُردو زبان کی ترقی اور اہل وطن کے خیالات میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے —

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان کے سائنس دانوں کے علاوہ یورپ کے فضلا نے بھی اس رسالے میں مضمون لکھنا منظور فرمایا ہے۔ اس رسالے میں متعدد بلاک بھی شائع ہوا کریں گے —

سالانہ چندہ آٹھ روپے سکۂ انگریزی (نو روپیہ چار آنے سکۂ عثمانیہ) —

امید ہے کہ اُردو زبان کے بہی خواہ اور علم کے شائق اس کی سرپرستی فرمائیں گے۔

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

فہرستِ مضامین



نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	قدیم اُردو	ادیٹر	۱۵۳
۲	ہندوستانی مصنفین اور اُن کی تصانیف	گارساں دتاسی	۱۵۹
۳	عمر خیام	جناب سید حسین صاحب برنی، بی۔اے، ال ال، بی (علیگ)	۲۰۶
۴	میر طاہر	جناب محمود علی خاں صاحب فرخ آبادی	۲۱۹
۵	اساتذہ کی اصلاحیں	جناب صفدر صاحب مرزاپوری	۲۴۴
۶	ناول نویسی اور اُردو	جناب علی عباس حسین صاحب ایم۔اے	۲۵۳
۷	ایک ادبی استفسار	مولوی محمد حسین صاحب محوی صدیقی	۲۹۲
۸	تنہائی کی وادی میں (چند لمحے، غالب کی پرواز خیال کے ساتھ اضافہ)	جناب اختر شیرانی صاحب	۲۹۵
۹	سندر صورت سندر ہی ہے رنگت گوری یا کالی	محمد عظمت اللہ خاں بی۔اے۔مرحوم	۲۹۷
۱۰	تبصرے	ادیٹر و دیگر حضرات	۳۰۱

قدیم اُردو

اُردو نثر کی ایک بہت قدیم کتاب

(از اڈیٹر)

حضرت میران صاحب یا شاہ میرانجی حسن خدانما سید صحیح النسب تھے اور سلطان عبداللہ قطب شاہ کے ہاں ایک سرشتے میں جو عالم روزگار کہلاتا تھا ملازم تھے - سلطان نے ایک بار انھیں بادشاہ بیجاپور کی خدمت میں بعض امور مملکت کے طے کرنے کے لئے بھیجا - جب وہ اپنے کام سے فارغ ہوکر واپس ہونے لگے تو اطلاع ملی کہ حضرت امین الدین اعلیٰ اپنے حجرے سے برآمد ہیں اور لوگ جوق جوق آپ کی زیارت کے لئے جارہے ہیں' ان کے دل میں بھی شرف ملازمت کا شوق پیدا ہوا' وہاں پہنچے اور زیارت سے مشرف ہوے - کہتے ہیں کہ حضرت کا یہ دستور تھا کہ غلبۂ حال سے فارغ ہونے کے بعد حجرے سے باہر آجاتے تھے اور لوگوں کو ہدایت فرمایا کرتے تھے اور سرنگوں ہوکر زمین کریدا کرتے تھے اور جب آنکھیں کھولتے تو تمام حاضرین سرنیاز جھکا لیتے - اُس روز اتفاقاً آپ کی نظر ایک پتھر پر جاپڑی اور فرمانے لگے کہ یہ پتھر کیا کہتا ہے' تمام خادم خاموش تھے لیکن میرانجی ادب سے سامنے آے اور عرض کی کہ یہ پتھر کہتا ہے کہ امین الدین خدا ہوگیا اور خدا امین الدین- حضرت اٹھے اور میرانجی کا ہاتھہ پکڑ کر حجرے میں لے گئے اور چند گھنٹے وہیں رہے اور انھیں اپنا سا بناکر رخصت کردیا - روایت ہے کہ جب میرانجی فنافی الشیخ کے رتبے کو پہنچکر باہر آے تو تمام خلفا اور مریدوں کو یہ تصور ہوا کہ خود حضرت امین الدین اعلیٰ) باہر آے ہیں اور سب کے سب سربسجود ہوگئے' جب سر اُٹھایا تو دیکھا کہ میرانجی ہیں - اس کے بعد خود حضرت باہر تشریف لاے اور فرمایا کہ امین الدین میرانجی ہوگیا اور میرانجی امین الدین-اس کے بعد کچھہ دنوں میرانجی

صاحب کوایئے صحبت میں رکھا اور خرقۂ خلافت عنایت فرماکر حیدرآباد رخصت کیا۔

حیدرآباد میں آکر مسند مشیخت پر بیٹھے اور ھدایت خلق میں مشغول ھوے۔ آپ نے بہت سے رسالے دکنی زبان میں معرفت و سلوک میں لکھے ھیں - ان کی وفات ۱۸ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۰۷۰ ھ میں ھوی - صاحب روضۃ الاولیا لکھتے ھیں کہ ان کا مکان اور روضہ بیرون حصار حیدرآباد ھے - مصنف تاریخ گلزار آصفیہ نے زیادہ صراحت سے لکھا ھے کہ آپ کی قبر بیرون حیدرآباد مغرب جانب متصل مستعدپورہ و کاروان عبدالدپور میں ھے اور زیارتگاہ عام و خاص ھے - ان کے بیٹوں نے اس پر ایک گنبد بھی تعمیر کردیا تھا جو کھرکی گنبد کہلاتا ھے —

یہ بزرگ میرانجی خدانما کے نام سے مشہور ھیں - کہتے ھیں کہ عالمگیر بادشاہ نے آپ سے فرمایا کہ کیا جناب خدانما ھیں؟ فرمایا " بابا اگر خدانما نباشم پس خودنما باشم"۔

افسوس ھے کہ تذکروں میں آپ کی تصانیف کا کچھہ ذکر نہیں پایا جاتا حالانکہ ھمارے نقطۂ خیال سے ان کی بڑی کرامت یہ ھے کہ وہ ایک ایسی کتاب کے مؤلف ھیں جو اُردو ادب کی تاریخ میں قدر و منزلت کے لائق ھے —

اس کتاب کا نام شرح تمہید ھمدانی یا شرح شرح تمہید ھے - اس کتاب کی حقیقت بتانے سے پہلے تمہید ھمدانی کا ذکر کرنا مناسب معلوم ھوتا ھے —

تمہیدات عین القضات ایک تصوف کی کتاب ھے - جس کے مؤلف ابوالفضائل عبداللہ بن محمد المیانجی ملقب بہ لقب عین القضات ھمدانی ھیں - یہ شیخ احمد غزالی (برادر امام محمد غزالی) کے شاگرد تھے - سنہ ۵۳۳ ھ میں بحکم قوام الدین ابوالقاسم درگزینی وزیر سلطان سنجر قتل کئے گئے اور رتبۂ شہادت پایا —

ان کے خاندان کا اصل وطن میانہ تھا جو مراغہ اور تبریز کے درمیان واقع ھے اور اسی نسبت سے وہ میانجی کہلاتے ھیں - ان کے دادا ابوالحسن علی ھمدان کے قاضی تھے جو (بقول یاقوت) شہید ھوے - وہ ایک مشہور فقیہ، عالم اور شاعر تھے —

تمہیدات کے مصنف عین القضات ھی کے نام سے زیادہ مشہور ھیں اور اُن کی شہرت زیادہ تر صوفی کی حیثیت سے ھے - اُن کی تصنیف سے فارسی عربی میں کئی کتابیں تصوف پر ھیں - علاوہ تمہیدات کے شیخ کی دوسری فارسی کتاب

ان کے مکتوبات کا مجموعہ ہے جو انھوں نے اپنے صوفی دوستوں کو لکھے ہیں۔ ان خطوں میں تصوف کے مسائل اور مسائل شرعیہ، عقائد اور قرآن کی بعض آیات کے باطنی معنے بیان کئے ہیں (یہی باتیں تو ان کی شہادت کا باعث ہوئیں)۔ جن صاحبوں کو یہ خط لکھے گئے ہیں ان کے نام درج نہیں؛ ہر خط "برادر عزیز" سے شروع ہوتا ہے۔ بعض خط "الولدالاعز عین‌القضات" کے عنوان سے ہیں، جو غالباً احمد غزالی (رح) نے شیخ کے نام لکھے ہیں۔ وہ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے—

تمہیدات دس باب (یا اصل) میں منقسم ہے۔ ہر باب کا عنوان "تمہید اصل" کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کتاب میں وہی مسائل ہیں جو اُن کے مکتوبات میں بیان کئے گئے ہیں۔ میرے ایک قلمی نسخے کے آخر میں یہ لکھا ہے کہ اصل کتاب عین‌القضات کی عربی میں ہے، اُس کی ایک شرح فارسی میں حضرت بندہ نواز گیسودراز نے لکھی ہے۔ سید میراں حیدرآبادی نے اپنی شرح دکھنی زبان میں لکھی ہے۔ یہ صحیح نہیں، اصل کتاب فارسی میں ہے۔ چونکہ حضرت بندہ نواز کی شرح میری نظر سے نہیں گزری اس لئے وثوق سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ سید میراں صاحب کی شرح، حضرت بندہ نواز کی شرح کا ترجمہ ہے۔ میرے پاس اس کے دو نسخے ہیں۔ ایک میں اس کا نام شرح تمہید ہمدانی ہے اور دوسرے میں جو زیادہ قدیم (بلکہ مصنف کے زمانے کا ہے) شرح شرح تمہید لکھا ہے۔ جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ حضرت بندہ نواز کی شرح تمہید کی شرح یا اس کا ترجمہ ہے، لیکن کتاب کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی شرح کا ترجمہ یا کوئی جدید شرح نہیں بلکہ اصل تمہیدات کا دکھنی ترجمہ ہے۔ اصل تمہیدات کی ابتدائی سطریں یہ ہیں:—

"سپاس بیحد و ثنائے بیعد مر حضرت آں خدائے را کہ
در مبداء الوھیت او دیدۂ عقل حیراں....."

دکھنی شرح تمہید کا آغاز یوں ہوتا ہے:

''اللہ بڑا صاحب ہے' اس کوں بھوت سرانا' بھوت نوازنا؛ اس کی خدائی تھی دونو عالم پیدا کرنے میں عقل کی انکھیاں حیران ہیں''—

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اصل تمہیدات کا ترجمہ ہے۔ شرح کا لفظ جو اس کتاب کے ساتھہ لکھا ہے' اُسے ترجمے بلکہ بے قید ترجمے کے معنوں میں سمجھنا چاہئے۔ مجھے اصل تمہیدات اور حضرت بندہ نواز کی شرح تمہید کے نسخے دستیاب نہیں ہوے ورنہ کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہتا۔ یہ جو اصل تمہیدات کی ابتدائی دو تین سطریں اوپر لکھی گئی ہیں وہ ایتھے کی فہرست سے نقل کی گئی ہیں اور وہ اس امر کے وثوق کے لئے کافی ہیں کہ یہ دکھنی کتاب اصل تمہیدات کا ترجمہ ہے —

میرے پاس اس کتاب کے دو نسخے ہیں۔ سب سے قدیم نسخے میں سنہ کتابت سنہ ۱۰۱۲ھ لکھا ہے جو یقیناً مؤلف کے زمانے کا لکھا ہوا ہے' کیونکہ کاتب اپنے آپ کو ''خادم درگاہ فلک بارگاہ'' لکھتا ہے۔ دوسرے نسخے کی کتابت سنہ ۱۰۶۷ھ کی ہے۔ سنہ ۱۰۱۲ھ کی کتابت سے یہ ظاہر ہے کہ اس وقت یہ اردو نثر کی سب سے قدیم کتاب ہے۔ اب ہم مختلف مقامات سے اس کی عبارت کے چند نمونے پیش کرتے ہیں تاکہ اس وقت کی زبان کا صحیح اندازہ ہوسکے —

ابتدا کی چند سطریں ہم اوپر لکھہ چکے ہیں' آخر کی سطریں یہ ہیں —

''خواب میں پیغمبر صلی اللہ علیہ و سلم قاضی عین القضات کوں کہے کہ تمیں کئے سو کتاب منجے دکھلاؤ۔ تو کتاب دیکھہ کر بھوت خوش ہوے ہور کہے کیا خوب بیان میرے نور کا ہور خدا کے نور کا کئے۔ ہور اے کہنا بھی میراچہ ہے ہور ظاہر شریعت کا کہنا بھی میراچہ ہے۔ اے یکسمیں* ایک ملے ہیں۔ تمیں جوں

---

* باہم

پانا ہے یوں پاے- وے ہر کسی کوں اے نکو کہو' جسے
اس کی قدر معلوم ہوگی اسے کہو' ہور بھی کوئی طلب
رکھے گا تو اسے بھی کہو- وے اس جنس سوں تعلیم دیو
جوں دود پیتا سو نہنواد• کوں ہیڑا† روٹی کھانے
کے لایق کرتے ہیں یوں کرو جوں میں کیا ہوں —
یا بار خدا جیکچھ اس حقیقت کا راز منجے معلوم تھا
سو بولیا ' کیا ہے کہ اس میں مقصود خرب ہے کر' تو
میں ترے یہاں پناہ منگتا ہوں کہ اس میں خطا ہور
خلل ہور سہو منجھتے ہوا ہے سو او منجے بخش قاضی
عین القضات کی دوستی' ہور بھی کوئی تیری بات
میں اے ہیں' تیرے خاص انو کی دوستی' اے سلامتی
میں منگتا ہوں"—

اگرچہ اس قدر عبارت زبان کا اندازہ سمجھنے کے لئے کافی ہے تاہم مزید صراحت کی غرض سے دو ایک مقام سے چند سطریں اور نقل کی جاتی ہیں:

"اے عزیزاں اے بات نہیں سنیاں' بادشاہاں گھوڑا
مستعد کئے باج نہیں سوار ہوتے؛ ہور گھوڑے میں
کُچ کھوڑ‡ اچھے تو بھی قبول کرتے- یعنی پیر کے
عشق میں پختا ہوے باج خدا کے عشق میں نا آسک سی
ہور دیکھ نا سکسی- اگر عشق خالق نداری بارے عشق
مخلوقے مہیا کُن- اس کا معنا خدا کی پچھانت کا
بل نہیں تو اول اپنی پچھانت کر- سو اے بات یوں
ہے کہ آفتاب کا ذات نوازنہارا ہے ہور اُس کا اجالا

• بچہ † گوشت ‡ نقص

جالنہارا • ہے - یعنی دوست سو نوازنہارا ہور خوبیاں دینہارا، ولے اُس کا محبت اُسے دکداتا† ہے یعنی معشوق کا محبت عاشق کو کالتا‡ ہے اس کے فراق میں - اے مقام ایسا ہے جو عاشق معشوق باج جی نہ سکے - باج دیکھے معشوق کا صورت عاشق کیاں انکھیاں کوں جالتا ¦ ہے ہور اپنا رنگ کرتا ہے"—

"افسوس سب خلق قرآن کا ظاہر معنا سمجھے ہور تسلی ہوے - اے سب قرآن کا چھڑا چھ§ دیکے ولے مغز نہیں چاکھے - نبی کہے قرآن کندوری$ ہے خدا کی زمیں میں - نبی علیہ السلام تھی سن اِس جماعت کوں کیا مہنا دئے سو خدا کہیا - قولہ تعالیٰ، "یا رب ان اتخذوا ھذاالقرآن مہجورا" اس کا معنا، یا بار خدا تحقیق اے جماعت قرآن پھڑنا ¢ منگتے ہیں"—

• جالنے والا † دکھلانا ‡ جلانا ہے ¦ جلاتا ہے § چھلکا $ دسترخوان ¢ پڑھنا

هندوستانی مصنفین
اور
اُن کی تصانیف

(بقیہ حصہ)

از

گارساں دتاسی

(وہ مصنفین جن کا ذکر اصل تذکروں میں ہے)

ایسے شعرا کی تعداد جن کا ذکر تذکروں یا دوسری کتابوں میں آیا ہے، جن تک میری دسترس، بلا واسطہ یا بالواسطہ ہوسکی، تقریباً تین ہزار ہے، جن میں سے سات سو کا تذکرہ میں اپنی کتاب، ہندوستانی ادب کی تاریخ میں کرچکا ہوں۔ لیکن یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ یہ تمام مصنفین درحقیقت شاعر تھے۔ ان کا شمار اس ضمن میں اس لئے کیا گیا ہے کہ تمام ہندوستانی مصنفین خواہ ان کی تالیفات ریاضیات، طبعیات، قانون یا مذہب پر کیوں نہوں، شعر ضرور کہتے تھے اور اس لئے شاعر کہلاتے تھے۔ علاوہ اس کے شاعر کا لفظ مبہم سا ہے جس سے مصنف کے معنے بھی نکلتے ہیں چنانچہ یورپ میں بھی بعض اوقات عامیانہ طور پر یہ لفظ انہیں معنوں میں آتا ہے—

اس بنا پر شاعر سے مراد مصنف ہوگا۔ اگرچہ اصل تذکرے ایک قسم کے انتخابات ہوتے ہیں جس میں شعرا کا تذکرہ بھی ہوتا ہے، لیکن ان میں

(گو شاذ و نادر ہی کیوں نہو) مصنفین اور مختلف قسم کے نثر نگاروں کے متعلق بھی بعض باتیں آجاتی ہیں—

یہ سچ ہے کہ تمام مشرقی اور خصو صاً ہندوستان کی ادبیات میں شاعری غالب ہے۔ یہاں میرا مطلب صرف نظم سے نہیں ہے جو لفظوں کا منتظم مجموعہ ہوتا ہے، میرا مطلب اُن خیالات سے بھی ہے جو موزوں طور پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور جو تمدن کی اصل ہیں اور جن سے تمدن کی حقیقت تاریخ کی نسبت زیادہ بہتر سمجھ میں آتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ ان شاعروں میں بہت سے ایسے ہیں جن پر ہوریس کے یہ اشعار صادق آتے ہیں —

"جو بری نظمیں لکھتے ہیں، لوگ اُن پر ہنستے ہیں،
لیکن تاہم انہیں شعر کہنے میں لطف آتا ہے، اور اپنے
متعلق وہ بڑی اچھی رائے رکھتے ہیں: اور گو آپ
کچھ نہ کہیں، مگر وہ بڑے مزے سے آپ ہی آپ اپنی
چیزوں کی تعریف کرتے ہیں" —

علاوہ اس کے ہندوستانی کی نثر کی کتابیں بھی ایک حد تک شاعری سے تعلق رکھتی ہیں، کیونکہ جیسا کہ مشرق کی دوسری اسلامی زبانوں میں ہے، نثر کی تین قسمیں ہیں۔ ان میں سے صرف ایک قسم ایسی ہے جس کا مفہوم نثر ہے۔ پہلی قسم مرجز کہلاتی ہے جس میں وزن تو ہوتا مگر قافیہ نہیں ہوتا۔ دوسری مسجع، جس میں قافیہ ہوتا ہے مگر وزن نہیں ہوتا اور تیسری عاری ہے، جس میں نہ قافیہ ہوتا ہے نہ وزن —

بہت سے ہندوستانی شاعروں نے فارسی میں بھی نظمیں لکھی ہیں جیسا کہ پہلے زمانے میں ہم (فرانسیسی) لاطینی اور فرانسیسی دونوں میں شعر کہتے تھے؛ اور روما میں یونانی اور لاطینی دونوں کے شاعر ہوتے تھے۔ جو ان دو قدیم زبانوں میں شعر کہتے تھے وہ (Utriusque linguæ Scriptore) یعنے "دونوں زبانوں کے

مصنف" کہلاتے تھے- اسی طرح ہندوستان میں ایک اور رسم پڑگئی ہے جو اس کا ثبوت ہے- یعنے جو شاعر دونوں زبانوں میں شعر کہنے کی قابلیت رکھتے ہیں' اُن کے دو تخلص ہوتے ہیں ؛ فارسی میں ایک اور اردو میں دوسرا - مثلاً وجیہالدین کےدو تخلص ہیں' ایک وجیہ اور دوسرا برنی؛ محمد خاں کے والہ اور ثاقب—

اب ہم ان مصنفین کی جو تعداد میں کثیر ہیں تقسیم کرنا چاہتے ہیں- سب سے پہلا اور قدرتی امتیاز ہندو مسلمان کا ہے' مگر اس کے ساتھہ ہی یہ بھی ہے کہ بہت ہی کم مسلمانوں نے ہندي میں لکھا ہے' حالانکہ بیشمار ہندو ایسے ہیں جن کی تصانیف اردو نیز دکھنی میں ہیں- اور پہلے تو وہ (جیسا کہ سید احمد خاں نے اپنی کتاب آثارالصنادید میں لکھا ہے اور جس کا اقتباس میں دے چکا ہوں) فارسی میں بھی لکھتے تھے- تین ہزار ہندوستانی مصنف جن کا میں نے ذکر کیا ہے' ان میں سے دو ہزار دو سو سے زائد مسلمان ہیں اور آٹھہ سو کے قریب ہندو' جن میں سے صرف تقریباً دو سو پچاس نے ہندی میں بھی شعر کہے ہیں- حقیقت یہ ہے کہ اس تقسیم کے رو سے مصنفین کی صحیح تعداد کا معلوم ہونا بہت مشکل ہے' کیونکہ ہندي شاعروں کے تذکرے دستیاب نہیں ہوتے اور اس وجہ سے ان کی ایک بہت بڑي تعداد نامعلوم ہے- اردو مصنفین کی یہ حالت نہیں' اصل تذکروں میں ان کا ذکر آجاتا ہے ورنہ کم سے کم نام ہی لکھہ دیا جاتا ہے —

ہندي میں لکھنے والے زیادہ تر پنجاب' کشمیر' راجپوتانہ اور ممالک مغربی و شمالی کی قدیم سر زمین (یہ نام کلکتہ سے جو انگریزی حکومت کا دارالحکومت ہے' عطا ہوا ہے) ' دھلی' آگرہ' برج' بنارس کے رہنے والے ہیں—

ثہیت دکنی میں لکھنے والے صرف دو سو ہیں؛ اس طرح گویا بہت بڑی تعداد شعرا کی اصل اردو زبان میں ہے جو نہایت شستہ ہندوستانی خیال کی جاتی ہے —

اگر ہم ان شعرا کے' وطنوں کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان شہروں میں

مسلمانوں کی دونوں بولیاں نہ صرف استعمال ہوتی ہیں بلکہ ان کی تعلیم و ترقی کی بھی کوشش کی جاتی ہے - دکن کے شہر یہ ہیں: سورت، بمبئی، مدراس، حیدرآباد، سری رنگا پٹم، گولکنڈہ؛ اردو کے مرکز یہ شہر ہیں: دھلی، آگرہ، لاہور، میرٹھہ، لکھنؤ، بنارس، کانپور، مرزا پور، فیض آباد، الہ‌آباد اور کلکتہ جہاں ہندوستانی مثل صوبے کی بولی کے بولی جاتی ہے —

امن، جو پہلا ہندوستانی نثرنگار خیال کیا جاتا ہے، کلکتے میں بیٹھہ کر اپنی باغ و بہار میں لکھتا ہے —

سو اُردو کی کر زباں
کیا میں نے بنگالا ہندوستاں

ہندو مسلمانوں کو محض ناموں سے پہچان لینا ایک آسان بات ہے لیکن ان ناموں کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں- ایک دوسرے مضمون میں میں نے مسلمانوں کے ناموں اور القاب سے بحث کی ہے - یہاں میں صرف اتنا لکھنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے مسلمان شعرا کے ناموں کی چھہ صورتیں ہیں، جن میں ان کے نام اور لقب وغیرہ شریک ہیں، بعض ان میں سے دو دو تین تین ایک ساتھہ ہوتے ہیں، مثلاً علم اور لقب، جیسے غلام اکبر، عماد علی؛ کنیت، (جس سے نسل یا جدی رشتہ ظاہر ہوتا ہے) جیسے ابو طالب، ابن ہشام؛ نسبت، جیسے لاہوری، قنوجی؛ خطاب، جیسے خان، مرزا وغیرہ اور تخلص جو معمولی اسم یا عربی فارسی صفت ہوتا ہے، مگر ہندی نہیں ہوتا —

جیسے مسلمانوں کے ناموں کے ساتھہ مسلمان اولیا اور پیغمبروں کے نام ہوتے ہیں- اسی طرح ہندؤں کے ناموں کے ساتھہ اُن کے دیوتاؤں کے نام آتے ہیں -مثلاً مسلمانوں کے نام یہ ہوتے ہیں، محمد، علی، ابراہیم، حسن، حسین وغیرہ اور ہندؤں کے، ہر، نراین، رام، لکشمن، گوپی ناتھہ، گوکل ناتھہ، کاشی‌ناتھہ* —

---

* یہ آخری تین نام سری کرشن کے ہیں —

جس طرح مسلمانوں کے معزز نام عبدالعلی ، غلام‌محمد ، علی مردان وغیرہ ہیں ، اسی طرح ہندؤں کے ہاں شیوداس ، کرشن داس ، مہوداس ، سور داس وغیرہ ہوتے ہیں —

ہندو نہ صرف اپنے دیوتاؤں ہی کے بندے ہوتے ہیں بلکہ اپنے دریاؤں ، پودوں اور مقدس شہروں کے بھی - مثلاً گنگاداس ، تلسی داس ، اگرداس ، کاسی‌داس متھراداس ، دوارکا داس —

مسلمانوں میں محبوب علی ، محبوب حسین وغیرہ ہیں تو ہندؤں میں شری‌لال ، ہر بنسی لال وغیرہ —

اسی طرح مسلمانوں میں عطاءاللہ ، علی‌بخش ہیں تو ہندؤں میں بھگوان‌دت ، رام پرشاد ، شیو پرشاد اور کالی پرشاد - بعض اوقات ہندؤں کے نام مخلوط ہوتے ہیں یعنے ہندی فارسی سے ملے جلے ، جیسے گنگا بخش وغیرہ —

برھمنوں کے ناموں کے ساتھہ بطور اعزاز کے چوبے ، تواری ، دوبے ، پانڈے کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں ؛ چھتریوں ، راجپوتوں اور سکھوں کے ناموں کے ساتھہ ٹھاکر ، راے اور سنگھ ؛ ویشوں کے ساتھہ ساہ یا سیٹھہ : اہل علم کے ناموں کے ساتھہ پنڈت اور سین ؛ طبیبوں کے ساتھہ مسر (مصر)* —

ہندو فقیر گرو ، بھگت ، گوسائیں یا سائیں کہلاتے ہیں اور سکھہ فقیر بھای † —

ہندؤں کی تقلید میں ہندی مسلمانوں کی بھی چار ذاتیں ہوگئی ہیں ؛ سید ، شیخ ، مغل اور پٹھان - سید آنحضرت محمد کی اولاد ہیں ، شیخ عربی النسل ہیں ، لیکن یہ لفظ نومسلموں کے ناموں کے ساتھہ بھی استعمال ہوتا ہے ، مغل ایرانی نسل کے لوگ ہیں اور پٹھان افغان ہیں —

سید میر کہلاتے ہیں ؛ شیخوں کا کوئی خاص لقب نہیں ؛ مغلوں کے ناموں کے

---

* مسلمان طبیب حکیم کہلاتے ہیں —

† ہندوستانی کے شعرا میں بھائی گورداس اور بھائی نند لال کے نام آتے ہیں —

ساتھہ شروع میں سرزا * یا آخر میں بیگ نیز آغا اور خواجہ کے لقب بھی آتے ھیں - پٹھان خان کہلاتے ھیں - مسلمان فقرا کے ساتھہ شاہ، صوفی، یا پیر کے القاب استعمال ھوتے ھیں - اُن کے علما ملا یا مولا کہلاتے ھیں - خواتین کے ساتھہ خانم، بیگم، خاتون، صاحبہ، صاحب، بی یا بی بی کے الفاظ استعمال کئے جاتے ھیں —

شری اور دیو ھندؤں کے اعزازی القاب ھیں، پہلے کے معنے ولی کے اور دوسرے کے معنے خدا کے ھیں، شری نام کے اول آتا ھے اور دیو آخر میں - یہ القاب شہروں، پہاڑوں اور دریاؤں وغیرہ کے† ناموں کے ساتھہ بھی آتے ھیں - اگلے وقتوں میں گال (Gaul) بھی شہروں، پہاڑوں، جنگلوں وغیرہ کے ساتھہ دیوس یا دیو کا لفظ استعمال کرتے تھے - یہ ھندی رسم تھی جو وھاں پہنچی تھی اور گنگا کے کنارے سے میوز (Meuse)، مارن اور سین کے ساحلوں پر منتقل ھو گئی تھی - ھمارے زمانے میں روسی اب تک اپنے ملک کو مقدس روس (Holy Russia) کہتے ھیں - ھندوستان کے مسلمان بادشاہ اب تک اپنے ریاستوں کے مشہور یا درباری شعرا کو سیدالشعرا یا ملک‌الشعرا کے اسلامی خطابات یا کبیشر، برکوی وغیرہ کے ھندو خطابات عطا کرتے ھیں—

جو ھندو اُردو میں شاعری کرتے تھے مسلمانوں کی طرح اُن کے بھی تخلص ھوتے تھے، اور چونکہ یہ تخلص عموماً فارسی ھوتے ھیں اس لئے کہ فارسی ھندوستان کے مسلمانوں کی علمی زبان ھے، دونوں مذھب والے ایک سے ھی تخلص کرتے تھے، اس وجہ سے تخلص دیکھہ کر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ شاعر مسلمان ھے یا ھندو —

---

* ایران میں یہ لفظ امرا کے بھتیوں یا شہزادوں کے نام کے آخر میں آتا ھے نام کے شروع میں ھو تو عام آدمی یا منشی اور پڑھے لکھے شخص سے مراد ھوتی ھے —

† ایسی صورت میں مسلمان حضرت کا لفظ استعمال کرتے ھیں - جیسے حضرت دھلی، حضرت آگرہ —

ان مصنفین میں کچھہ ایسے ہندو بھی ہیں جو مسلمان ہوگئے ہیں' لیکن کوئی ایسا مسلمان نہیں جس نے ہندو مذہب اختیار کرلیا ہو' البتہ سکھوں کے فرقے میں (جو انتہائی اصلاح کا فرقہ تھا) بعض مسلمان شریک ہو گئے تھے' سکھہ ایسے مسلمانوں کو مذہبی کہتے ہیں - حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے ہندو مذہب کی طرف جانا ایک قسم کا تنزل ہے' مگر ہندو کا مسلمان ہو جانا ایک طرح کی ترقی ہے' کیونکہ توحید اور عاقبت پر یقین رکھنا اسلام کے اصل عقائد میں سے ہے - علاوہ اس کے ابھی تک ہندوستان کے مسلمانوں میں عقلیت نے گھر نہیں کیا ہے' وہ اب بھی اپنے مذہب میں ویسے ہی پرجوش ہیں اور اگرچہ ہندو مذہب کا رنگ اُن میں آگیا ہے تو بھی وہ روزانہ ہندؤں کو مسلمان بناتے رہتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو شاعر جو مسلمان ہوگئے ہیں' ترک دنیا کرکے اپنی نظموں میں توحید کے گیت گاتے ہیں - ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: ۔ضطر (لالہ کنورسین)' جس نے ایک بڑی اچھی نظم میں "شہادت حسین" کا واقعہ لکھا ہے - ایسے دس بارہ اور شاعر ہیں جن کا ذکر تذکروں میں آیا ہے—

ہندوستانی کے مصنفین میں بعض ایسے ہندو بھی پائے جاتے ہیں جو عیسائی ہو گئے ہیں' نیز بعض مسلمان بھی ہیں (بہت شاذ و نادر) جنھوں نے عیسائی مذہب اختیار کرلیا ہے - ایک اُردو کے شاعر کی نسبت جس کا تخلص شوکت ہے' شیفتہ اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں "کہتے ہیں کہ شوکت بنارس میں ایک یورپین کا بہت بڑا درست تھا اور اُسی کی ترغیب سے اس نے اسلام ترک کرکے عیسائی مذہب اختیار کرلیا (خدا ہمیں ایسی آفت سے پناہ میں رکھے) چنانچہ اس نے اپنا نام بھی مرتس علی سے بدل کر مونس مسیح رکھہ لیا ہے —

ایسی حالت میں نام کی تبدیلی اکثر و بیشتر حالت میں ضروری ہوتی ہے - ہندوستانی زبان کے ایک اور شاعر نے جو عیسائی ہو گیا تھا اپنا نام فیض محمد سے فیض مسیح بدل دیا —

مگر ہندؤں کی حالت دوسری ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں جو ہندو عیسائی ہوے اُن کی تقلید میں بعد کے ہندؤں نے با وجود مذہب بدلنے کے اپنے اصلی نام وہی رہنے دئے، حالانکہ اُن ناموں سے غیر مذہب کی بو آتی ہے- مثلاً ہمارے ہم عصر مصنفوں میں ایک صاحب بابو شری داس ہیں، جنھوں نے مسلمان ہونے کے بعد ایک کتاب خدا کی صفات پر لکھی ہے جس کا نام صفات رب العالمین ہے—

اصل تذکروں میں ہندوستانی زبان کے بعض ایسے شاعروں کا بھی ذکر آتا ہے جو ہیں تو یہودی نسل کے، مگر مسلمان ہو گئے ہیں- مثلاً میرتھہ کے جمال (علی)، جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، ساتھہ سال ہوے جب وہ حیدرآباد میں تھے؛ دھلی کے جوان (معجب الدہ)، ڈاکٹر پیشہ اور شاعری میں عشق کے شاگرد تھے؛ اور مشتاق جو ایک تذکرے کے مؤلف ہیں—

اکثر پارسی عموماً گجراتی میں اور کبھی کبھی فارسی میں لکھتے ہیں، مگر بعض ایسے بھی ہیں جو ہندوستانی میں لکھتے تھے - چنانچہ بمبئی کے بومن جی دوسا جی نے شکنتلا ناٹک ہندوستانی میں لکھا ہے—

انھیں تذکروں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی شاعروں میں یورپین عیسائی یا کم سے کم یورپین نسل کے لوگ بھی ہیں- مثلاً، یورپین سمرو اور مشہور بیگم سمرو ملکۂ سردھنا المخاطب بہ زینت النسا کا بیٹا صاحب، جو اس کا تخلص ہے اور خطاب ظفریاب ہے - یہ دلسوز کا شاگرد تھا - اس کی نظمیں موجود ہیں اور اچھی خاصی ہیں- دھلی میں اُس کے ہاں مشاعرے ہوتے تھے جن میں وہاں کے مشہور مشہور شاعر شریک ہوتے تھے - منجملہ اُن کے ایک شاعر سرور بھی تھا جس نے ان مشاعروں کا ذکر لکھا ہے - کہتے ہیں کہ خوش خطی میں بھی اُسے کمال حاصل تھا (اس فن کی مشرق میں بڑی قدر ہوتی ہے) نیز موسیقی اور نقاشی میں بھی مہارت رکھتا تھا - وہ عالم نوجوانی میں سنہ ۱۸۲۷ع

میں انتقال کرگیا —

اس کا ایک دوست تھا جس کا عیسائی نام بال تھازر تھا اور تخلص اسیر کرتا تھا اور ہندوستانی شعر خوب کہتا تھا - سرور کا بیان ہے کہ وہ بھی فرنگی اور نصرانی تھا اور اس کے جو شعر اُس نے نمونے کے طور پر دئے ہیں اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی طبیعت میں جدت پائی جاتی تھی —

اُسی زمانے میں سردھنے کے چھوٹے سے دربار میں ایک تیسرا یورپین ہندوستانی شاعر بھی تھا جو فرانسیسی تھا اور لوگ اُسے فرانسو کہتے تھے - کہتے ہیں کہ یہ سردھنے کی بیگم کا ایک عہدہ دار آگست یا آگسٹن کا بیٹا تھا - اس کی نظمیں بہت اچھی ہیں اور وہ بھی صاحب کی طرح دھلی کے مشہور شاعر دلسوز کا شاگرد تھا —

ہمارے زمانے میں بھی ایک انگریز عیسائی کا نام لیا جاتا ہے جو ہندوستانی زبان کا شاعر تھا اور جس کا نام تذکرہ نویس (کریم الدین) نے جارج بنس شور دیا ہے - غالباً یہ نام جارج برنز شور ہے - شور اس کا خاندانی نام معلوم ہوتا ہے اور یہی اس نے اپنا تخلص رکھا ہے —

دو اور انگریز ہندوستانی شاعروں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو دھلی کے رہنے والے تھے - ایک اسفن ہے، یہ نام سٹیفن یا اسٹیونس کا بگاڑ ہے - یہ سنہ ۱۸۰۰ع تک زندہ تھا : دوسرا جان تومس یعنے جان ٹامس ہے جسے خاں صاحب بھی کہتے تھے - یہ دونوں شاعر غالباً دوغلے تھے —

اسی قسم کے ایک ہندوستانی شاعر سے میں بھی واقف تھا، یعنے ڈائس سومبر (سمرو) جو بیگم سمرو کا لے پالک بیٹا تھا۔ اس شخص کا ذکر انگریزی اخباروں میں اکثر آیا ہے، کیونکہ وہ اپنے حقوق کے لئے برابر لڑتا رہا - ڈائس سمرو ہندوستانی شعر بلا تکلف کہتا تھا اور پڑھتا خوب تھا —

ایک اور ہندوستانی شاعر کا بھی ذکر آیا ہے جو حبشی تھا اور اس کا نام

سیدی* حمید (حامد؟) بسمل تھا - یہ نام اُن ممتاز حبشیوں کی فہرست میں اضافہ کرنا چاہئے جس کی فہرست بشپ گری گر نے "ادبیات حبشیاں" Literature des Negres میں دی ہے - اس صدی (انیسویں) کے ابتدا میں ایک حبشی شاعر پٹنے میں رہتا تھا† معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلام تھا —

ہندی کے تقریباً تمام مصنفین ہندؤں کے اصلاحی فرقوں یعنے جینیوں، کبیر پنتھیوں، سکھوں، ویشنویوں سے تعلق رکھتے ہیں؛ ان فرقوں کے بزرگ، مشہور سے مشہور اور نیز غیر معروف سب ہندی کے شاعر تھے؛ مثلاً، رامانند، ولبھا، دریاداس، جے دیو (سنسکرت کی مشہور نظم گیتا گووند کا مصنف) دادو، بیر بھان، بابا لال، رام چرن، شیو نراین وغیرہ —

شیوائیوں میں بہت کم ایسے ہیں جنھوں نے ہندی میں کچھہ لکھا ہے- ان میں سے اکثر قدیم زبان اور قدیم مذہب کے تابع رہے —

اب رہے مسلمان؛ مذہبی حیثیت سے ہندوستان میں اُن کے دو فرقے ہیں، سنی اور شیعہ- سنیوں کو اکثر رومن کیتھلک عیسائیوں سے اور شیعوں کو پراٹسٹنٹوں سے تشبیہہ دی جاتی ہے، اس لئے کہ شیعہ سنت یعنے ان احادیث کو جو آنحضرت (صلعم) کے عمل کے متعلق ہیں نہیں مانتے (حالانکہ ان احادیث کو جو آنحضرت کے اقوال ہیں مانتے ہیں) - مگر چارتن جو پراٹسٹنٹ تھا، اس کے بالکل خلاف کہتا ہے، اس کی وجہ شاید وہ رسوم ہیں جو شیعوں کے ہاں پائی جاتی ہیں—

ان کے علاوہ ایک اور فرقہ جو بانیء فرقہ کے نام پر سید احمدی کہلاتے ہیں- یہ ہندوستان کے وہابی ہیں اور وہابی ہی بھی کہلاتے ہیں- بہت سے ہندوستانی زبان کے مصنفین اسی فرقے کے ہیں؛ مثلاً حاجی عبدالله، حاجی اسمعیل وغیرہ جن کا ذکر

---

* یہ لفظ اصل میں سیدی ہے اور ہندوستانی میں حبشی نسل کے لوگوں کے نام کے ساتھہ آتا ہے —

† دیکھو اسپرنگر، بیان عشقی (فہرست جلد ۱، صفحہ ۲۱۵)

میں بعد میں کروں گا ہندوستانی زبان کے مصنفوں میں بہت سے مسلمان صوفی بھی پائے جاتے ہیں، جن میں سے اکثر اولیاالله سمجھے جاتے ہیں؛ فقیر شعرا بھی ہیں، نہ صرف فقرا بلکہ حقیقی گداگر جو بازار میں اپنی نظمیں بیچتے پھرتے ہیں —

دہلی کے مرزا مکرم اور میاں کمترین معروف بہ پیر خاں* ایسے ہی لوگوں میں سے تھے جو اردوے معلیٰ+ میں اپنی غزلوں کے پرچے دو دو پیسے کو بیچتے تھے۔ ان گداگر شاعروں کے ساتھ ساتھ پیشہ ور شاعر بھی ہیں یعنے وہ صاحب علم جن کا کام صرف شاعری ہے اور اسی میں لگے رہتے ہیں —

حالت یہ ہے کہ ہر طبقے میں بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ فرقوں میں بھی شاعر موجود ہیں، پھر بہت سے بادشاہ شاعر بھی ہیں جن کی نسبت کہا گیا ہے: "کلام الملوک ملوک الکلام"‡ علاوہ گولکنڈہ کے تین بادشاہوں کے جن کا ذکر پہلے آچکا ہے، اور بھی کئی بادشاہ شاعر ہوے ہیں؛ بیجاپور کا بادشاہ ابراہیم عادل شاہ، میسور کا بدنصیب بادشاہ ٹیپو؛ مغل بادشاہوں میں شاہ عالم ثانی اور بہادر شاہ ثانی؛ اودہ کے نوابوں اور بادشاہوں میں آصف الدولہ، غازی الدین حیدر اور واجد علی شاہ —

اسی طرح ہم ہندوستانی زبان کے شاعروں میں عورتوں کی شق الگ قائم کرسکتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کا ذکر میں نے اپنے ایک الگ مضمون میں کیا ہے§۔ اس مضمون میں جن کا ذکر میں نہیں کرسکا وہ یہ ہیں: شاہزادی خالدہ: یہ تخلص انھوں نے اس لئے اختیار کیا تھا کہ وہ اپنے بھتیجے نواب عمادالملک (فرخ آباد) کے

---

* ان کا انتقال ۱۱۶۸ھ (۵۵ – ۱۷۵۴ء) میں ہوا۔ اب رہا خان کا معزز خطاب تو یہ ہندوستان میں ہر پٹھان اور افغان کے نام کے ساتھ لکھا جاتا ہے، ہمارا شاعر پٹھان تھا۔

+ اس سے مطلب دہلی کا بڑا بازار ہے (اردوے معلیٰ سے مراد شاہی کیمپ ہے۔ مترجم)

‡ سنہ ۱۸۵۱ء میں ہندوستانی عدالتوں کے افتتاح پر —

§ "ہندوستان کی شاعر عورتیں"۔ اورینٹ ریویو، مئی سنہ ۱۸۵۴ – ء

محل میں اسی نام سے پکاری جاتی تھیں، لیکن ان کا خطاب بدرالنساء تھا* —

یہاں میں امۃالفاطمہ بیگم المتخلص بہ صاحب، معروف بہ جی صاحب، یا صاحب جی کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ یہ اردو شاعروں میں خاصکر اپنی غزلوں کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔ یہ ایک ممتاز شاعر منعم کی شاگرد تھیں منعم شیفتہ (تذکرہ نویس) نیز اور بہت سے شاعروں کے اُستاد تھے۔ وہ باری باری سے لکھنؤ اور دلی میں رہتی تھیں۔ لکھنؤ میں معزالدہ خاں نے ان پر ایک مثنوی بھی لکھی ہے جس کا نام "قول غمیں" ہے —

ایک اور عورت شاعر، جو باوجود ہندو نام کے غالباً مسلمان ہے، چمپا ہے، یہ نواب حسام‌الدولہ کے حرم میں تھی۔ قاسم نے اسے اردو شاعروں میں شمار کیا ہے —

طوائفوں میں ایک فرح یا فرح بخش ہے جو ہندوستانی میں شعر کہتی تھی۔ شیفتہ نے ایک اور طوائف ضیا کا بھی حال لکھا ہے؛ عشقی نے ایک تیسری کنچن نامی کا بھی ذکر کیا ہے —

ایک چوتھی طوائف ہندوستانی شاعر ہونے کے لحاظ سے ان سب سے زیادہ مشہور ہے۔ وہ جان (میر یار علی جان صاحب) کہلاتی تھی †۔ وہ فرخ آباد کی رہنے والی تھی، مگر زیادہ تر لکھنو میں رہتی تھی، جہاں اس کی شاعری کی بڑی شہرت ہوئی۔ عنفوان شباب ہی میں اُس نے موسیقی اور ادب کا شوق پیدا کیا اور فارسی بھی پڑھی۔ لیکن ہندوستانی شاعری کی وہ دلدادہ تھی۔ کریم (تذکرۂ نویس) اُسے اپنا اُستاد سمجھتا ہے اور شعر میں اس سے مشورہ کرتا تھا۔ اس کا کلام لکھنو میں سنہ ۱۲۶۲ھ (۱۸۶۴ ع) میں شایع ہوا جو زنانہ بولی میں ہے؛ اس وقت اس کی عمر ۳۶ سال کی تھی۔ اس کے کلام کی بہت شہرت ہوئی —

---

* دیکھو عشقی، جس کا حوالہ سپرنگر نے دیا ہے —

† مصنف کو نام اور کلام سے دھوکا ہوا ہے۔ یہ عورت نہیں مرد تھیں اور اردو کے مشہور شاعر تھیں جو عورتوں کی زبان میں شعر کہتے تھے (مترجم)

یہاں ایک ہندو شاعرہ کا ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے - اس کا نام رام جی تھا اور نارنول کی رہنے والی تھی ' اس کے غیر معمولی حسن اور غیر معمولی ذہانت کی تذکروں میں بے حد تعریف ہے - یہ سنہ ۱۸۴۸ ع تک زندہ تھی - تصویر اور ثریا بھی شاعر عورتیں ہیں جن کا حال ہمیں باطن اور کریم کے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے - ایک عورت یاس تخلص ہے ' نام میاں بانو اور رہنے والی حیدرآباد کی تھی - فیض دہلوی کی شاگرد ہے اور پندنامہ نامۂ عطار کی مترجم ہے —

اس مضمون کی ایک اور اہم تقسیم سنہ واری ہو سکتی ہے' لیکن بعض اوقات یہ بہت مشکل ہوتی ہے ' خصوصاً قدیم شعرا کے معاملے میں کیونکہ ان کے حالات نہیں ملتے - اس تقسیم کے رو سے ہمیں سب سے پہلے ہندو شاعر • ملتے ہیں اور گیارھویں صدی سے† مسلمان شاعر مسعود سعد ' جس پر نے تھینیل بلانٹ نے ایشیاٹک جنرل سنہ ۱۸۵۳ ع میں دلچسپ مضمون لکھا ہے - بارھویں صدی میں چند ہے جو راجپوتوں کا ہومر کہلاتا ہے ؛ اور پیا' جس کی نظمیں سکھوں کے ادی‌گرنتھ میں ہیں - تیرھویں صدی ‡ میں سعدی ہے جسے (جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں) اُردو زبان میں شعر کہنے سے عار نہ تھی ' اور چودھویں صدی میں خسرو دہلوی اور نوری حیدرآبادی ہے —

ان کے علاوہ ہندوستانی کے اور بہت سے مصنف ہیں جو انھیں صدیوں میں یا اس سے قبل ہوے ہیں - سنٹرل انڈیا کے کتب خانوں میں بلاشبہ بعض نامعلوم

• اکثر ہندی کے شاعروں کا صحیح سنہ و تاریخ ملنی بہت مشکل ہے - میں ایک سنسکرت کے شاعر امرسنگا کا نام لے سکتا ہوں جس نے ہندی میں بھی شعر کہے ہیں ' یہ نویں صدی کا شخص ہے - دیکھو مہری تاریخ جلد دوم ' صحفہ ۴۳ —

† سنہ ۱۰۸۰ ء کے قریب —

‡ سنہ ۱۲۵۰ ء کے قریب - یہاں بھی مصنف کو دھوکا ہوا ہے - یہ سعدی شیرازی نہیں تھے (مترجم)—

قدیم هندی تصانیف محفوظ هیں - بہر حال ایسے بہت سے هندی گیت موجود هیں جو لوگوں میں عام طور سے مقبول هیں اور جن سے هندوستان کی زبان کا ارتقا قدیم ترین زمانوں سے معلوم هوتا هے

پندرهویں صدی میں جدید فرقوں کے پہلے بانی نظر آتے هیں جنهوں نے مذهبی اور اخلاقی اغراض کے لئے هندی میں بهجن اور شعر لکهنے شروع کئے - ان میں ایک کبیر هیں جو سب سے زیادہ قابل ذکر هیں کیونکہ انهوں نے سنسکرت کے استعمال کے خلاف سب سے زیادہ کوشش کی ؛ اُن کے چیلوں میں سرت گوپال داس سکهہ‌ندهان* کا مؤلف اور دهرم‌داس مؤلف امرمل† ؛ نانک اور بهگوداس بہت مشهور هیں اور میں اُن کے متعلق دوسری کتابوں میں جو کچهہ لکهہ چکا هوں ‡ اس کا اعادہ کرنا نہیں چاهتا : لالچ بهگوت کا مؤلف هے جس نے یہ کتاب مغربی هندوستانی میں لکهی هے —

سولهویں صدي کے هندؤں میں ایک سکهہ‌دیو هیں جس کے متعلق پریاداس (تذکرہ نویس) نے ایک خاص مضمون لکها هے - نابهاجی ' جس نے نظم میں تذکرہ لکها هے جو بهگت مالا کا بہت بڑا ماخذ هے - ولبها اور دادو دونوں ایک ایک فرقے کے بانی اور مشهور شاعر هوے هیں - بهاری جو ست سئی $ کا مشهور مصنف هے اور گنگاداس مؤلف صنایع و بدایع وغیرہ —

شمالی هند کے مصنفین میں ابو الفضل ' شہنشاہ اکبر کے وزیر اور بایزید انصاری سردار فرقۂ روشنای یا جلالی هیں - دکن کے مصنفین میں : افضل (محمد)

---

* اس کتاب کے حالات کے لئے مہری تاریخ کی جلد اول میں میرا مضمون کبیر پر دیکهو —

† دیکهو مہری کتاب " هندی زبان کے مبادی " کا دیباچہ صفحہ ٥ —

‡ دیکهو مہری تاریخ اور " هندی زبان کے مبادی " کا دیباچہ —

$ ان اشخاص کے حالات کے لئے مذکورۂ بالا کتابیں دیکهو —

جس کی نسبت کمال اپنے تذکرے میں لکھتا ھے "اس کے کلام میں صفائی نہیں ھے اس لئے کہ اُس کے زمانے میں ریختے کی شاعری زیادہ مقبول نہیں ھوئی تھی اور وہ دکنی میں لکھنے پر مجبور تھا"۔ محمد قلی قطب شاہ، بادشاہ گولکنڈہ جس کا عہد حکومت ۱۵۸۲ سے ۱۶۱۱ تک رہا اور جس کا جانشین عبداللہ قطب شاہ تھا، ھندوستانی ادب کی خاص‌کر بڑی سرپرستی کرتا تھا —

سترھویں صدی میں (جب کہ ٹھیٹ اُردو شاعری کا ذوق صحیح اصول و قواعد کے ساتھہ خاص‌کر دکن میں پیدا ھوا) ھندو شعرا میں سے میں صرف تین ھی کا نام لوں گا - یعنے سورداس، تلسی داس اور کیشوا داس، جو اس زمانے کے اھل ھند میں بہت مقبول شاعر ھیں اور جن کی نسبت یہ مشہور قول ھے کہ "سورداس سورج ھے؛ تلسی داس چاند؛ کیشوا داس ستارہ؛ دوسرے شاعر جگنو ھیں جو یہاں وھاں اپنی چمک دکھا جاتے ھیں" —

اُردو شاعروں میں قابل ذکر یہ ھیں: حاتم جن کا ذکر ھو چکا ھے؛ آزاد (فقیراللہ) جو اگرچہ حیدرآباد میں تھے مگر دھلی میں جا بسے تھے اور وھیں انھیں قبولیت حاصل ھوئی - جواں (محمد) جو بہت سی مذھبی کتابوں کے مصنف ھیں —

دکن کے شاعر یہ ھیں: ولی جو بابائے ریختہ کہلاتا ھے؛ شاہ گلشن ولی کا اُستاد؛ احمد گجراتی؛ تاناشاہ جس کا ذکر پہلے ھوچکا ھے؛ شاھی بھاگ نگری اور مرزا ابوالقاسم، تاناشاہ کے عہدےدار؛ عوری یا ابن نشاطی*، پھول بن کا مصنف؛ غواص یا غواصی، مصنف طوطی نامہ؛ محقق، دکن کا ایک نہایت قدیم شاعر جس نے ایسے ریختے میں شعر کہے ھیں جو ھندوستانی سے ملتا جلتا ھے؛ رسمی†، خاورنامے کا مصنف، اس نظم کی تفصیل میں اپنی کتاب میں دے چکا ھوں؛ عزیز (محمد) وغیرہ —

---

* یہ دونوں ایک ھی شخص کے نام ھیں —

† یہ نام اصل میں رسٹمی ھے (دیکھو فہرست قلمی کتب، انڈیا آفس) مترجم

اٹھارھویں صدی کے ایسے ہندوستانی شعرا کے ذکر میں زیادہ وقت صرف ہوگا جنھوں نے اپنے ہم‌عصروں میں نام پایا ہے - ہندي مصنفین میں ہم صرف ان کا ذکر کریں گے: گنپتی، ایک رسالے کا مصنف ہے جس میں ہندؤں کی مختلف فلسفی تعلیمات کا بیان ہے؛ بیربھان، سادھوؤں کے ایک مشہور فرقے کا بانی اور معروف مذہبی نظموں کا مصنف*؛ رام‌چرن، ایک فرقے کا بانی جو اس کے نام سے مشہور ہے اور مذہبی نظموں کا مصنف؛ شیو نراین، یہ بھی ایک فرقے کا بانی اور ہندی نظم کی گیارہ کتابوں کا مصنف ہوا ہے - ان نظموں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ابتدا میں بجاے "شری گنیشیا نما" کے "سنتا سرن" (اولیا کے محافظ) کے الفاظ سے شروع کرتا ہے—

اُردو مصنفین میں صرف چند کا ذکر کروں گا: سودا†، میر اور حسن گذشتہ صدي (اٹھارھویں) کے تین نہایت مشہور شاعر گذرے ہیں؛ جرأت، آرزو، درد، یقین، فغاں، امجد دہلوي، امین‌الدین بنارسی، عاشق غازی پوری - دکنی شعرا میں ایک حیدرشاہ معروف بہ مرثیہ‌گو ہے (کیونکہ وہ مرثیئے لکھتا تھا)، علاوہ مرثیوں کے اس کے مخمس بھی یادگار ہیں، اس میں اُس نے ولی سے ترقی کی ہے - ابجدی ایک اور دکنی شاعر ہے جو قابل ذکر ہے؛ اس نے ایک چھوٹی سی منظوم انسائکلوپیڈیا‡ لکھی ہے، جس کا ہر باب مختلف بحر میں ہے اور ہر بحر کا نام باب کے شروع میں بتا دیا ہے - سراج اورنگ آبادی نے تقریباً سنہ ۱۷۵۴ع میں وفات پائی—

اُنیسویں صدی کے نہایت ممتاز مصنفین یہ ہیں - ہندی میں: بھگت ور، جس نے جینیوں کے عقائد و تعلیم کو نظم میں لکھا ہے؛ دلھا رام تذکرہ نویس

---

* دیکھو ہندوستانی ادبیات کی تاریخ اور ہندوی مبادی کا دیباچہ —

† سودا ملک الشعرائے ریختہ کہلاتا ہے—

‡ تحفۃ الصبیان

اور اس کا جانشین چترداس رام سنیھیوں میں خاص عظمت رکھتے ھیں—

اُردو میں: صہبائی اور کریم نے مومن دھلوی کا ذکر کیا ھے جو بہت خوشگو اور فصیح شاعر تھا' سنہ ۱۸۵۲ع میں انتقال کیا' ان کا دیوان "بے نظیر" کہا جاتا ھے؛ نصیر کا انتقال ۱۸۴۲ یا ۱۸۴۳ع میں ھوا اور آتش جس نے سنہ ۱۸۴۷ع میں انتقال کیا' ان دونوں نے دیوان مرتب کئے جو بہت مقبول ھوے؛ مول چند جس نے ملخص شاھنامے کا نظم میں ترجمہ کیا ھے؛ ممنون بھی بہت مشہور شاعر ھوا ھے - ان کے علاوہ اور بہت سے ھیں جن کا ذکر میں ابتدا میں کرچکا ھوں—

دکنیوں میں صرف کمال حیدرآبادی اور عبدالحق مدراسی کا ذکر کرونگا —

تذکرہ نویسوں نے جس ڈھنگ سے اپنے شاعروں کا ذکر کیا ھے' اگر ھم اُس کا خیال کریں تو ھم آسانی سے اُن کی تین تقسیمیں کرسکتے ھیں: وہ شاعر جن کا صرف ذکر آیا ھے؛ وہ جن کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ھے؛ وہ جن کا ذکر زیادہ خصوصیت اور عزت سے کیا گیا ھے - اول صف میں میں اُن کو شریک کروں گا جن کے حالات کی کوئی تفصیل نہیں' بلکہ بعض اوقات صرف نام' وطن اور نمونے کے چند اشعار پر اکتفا کیا گیا ھے - یہ وہ لوگ ھیں جنھوں نے صرف چند ھی غزلیں لکھی ھیں اور صاحب دیوان نہیں ھیں یا جن کی متفرق طویل نظمیں ھیں مگر ان نظموں کے نام معلوم نہیں - دوسری صف میں وہ ھیں جو صاحب دیوان یا صاحب کلیات ھیں' جس کی تشریح آگے چل کر کی جاے گی - آخر میں تیسری صف ھے جو نظم و نثر دونوں کے مصنف ھیں؛ اگر ھندی کے مصنف ھیں تو اکثر و بیشتر اُن کی کتابیں سنسکرت نثر میں ھیں اور اگر اُردو یا دکنی کے ھیں تو فارسی عربی نثر میں—

——(تصنیفات جن کا ذکر تذکروں میں آیا ھے)——

ھندوستانی میں ادب کی مختلف اصناف کا امتیاز صرف ظاھر سے کیا

جاتا ہے، معنی کی نسبت الفاظ زیادہ اہم خیال کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ غزل ایک مختصر نظم ہے جس میں ایک ہی قافیے کے چھہ سے بارہ تک شعر ہوتے ہیں، پہلے دو مصرعوں میں قافیے کا اعادہ ہوتا ہے، لیکن مضمون کی کوئی خاص پابندی یا پروا نہیں کی جاتی، ممکن ہے کہ سنجیدہ ہو یا سخیف، لیکن اکثر ایک ہی ساتھہ عاشقانہ بھی ہوتا ہے اور صوفیانہ بھی۔ غزل پٹرارک اور شیکسپیر کے خاص رنگ کا سانٹ ہے۔ شیکسپیر نے اس مشہور اٹالین شاعر کے رنگ میں اپنے سانٹ لکھے ہیں جو بہت لطیف ہیں، لیکن ان کا چرچا بہت کم ہے، اس کے ڈراموں نے ان کو مدھم کردیا ہے۔ قصیدہ بھی بظاہر اسی قسم کی نظم ہوتی ہے، لیکن وہ یا تو مدح میں ہوتی ہے یا ہجو میں یا کسی دوسرے مضمون پر —

مثنوی ایسی نظم ہے جس کا ہر مصرعہ ہم قافیہ ہوتا ہے اور وہ ہر قسم کے مضمون پر ہوسکتی ہے۔ مختصر بھی ہوتی ہے اور طویل بھی۔ بعض وقت دو تین ہی صفحے کی ہوتی ہے اور بعض وقت ہزار صفحے سے بھی زیادہ کی۔ ہندوستانی شعرا نے مثنوی میں ہر قسم کے مضمون لکھے ہیں؛ قصہ، فسانہ، اخلاق، مذہب، غرض درشت و نرم، سنجیدہ و سخیف ہر طرح کے مضامین آگئے ہیں —

تین، چار، پانچ چھہ، سات، آٹھہ، دس مصرعوں والی نظمیں مثلث، مربع مخمس، مسدس، مسبع، مثمن، معشر کہلاتی ہیں؛ یہ شکوہ و شکایت، مرثیہ، خوشی کے گیت، مبارک باد یا کسی دوسری قسم کے مضامین پر مشتمل ہوتی ہیں —

بعض نظم کی ایسی قسمیں بھی ہیں جن کے نام سے مضمون کا تعین ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں اُسے مضمون سے کچھہ تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً ساقی نامہ جو پینے پلانے کی نظم ہونی چاہئے، مگر اکثر اس میں دوسری قسم کے مضامین ہوتے ہیں۔ مثلاً حیدر (حیدر بخش) کا ساقی نامہ حضرت علی کی منقبت میں ہے —

یہی حال ہندی شاعری کا بھی ہے۔ نظم کے نام اور مضمون میں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً پد ہر چیز پر ہوسکتا ہے، اسی طرح پٹا ہولی کے گیتوں میں بھی کام آتا

ہے اور شادی بیاہ کے وقت بدھاوے کی نظموں میں بھی —

مسلمانوں کی چھوٹی نظموں میں تصوف کا رنگ ہوتا ہے جس سے فوراً یہ امتیاز ہوجاتا ہے کہ یہ کس کی لکھی ہوئی ہیں۔ ہندوستانی میں فارسی کی طرح عورتوں کے حسن کو امردوں کی مناسبت اور مشابہت سے بیان کرتے ہیں —

ہندی زبان میں اس کے خلاف عشق کا اظہار عورت کی طرف سے ہوتا ہے۔ اردو میں بھی کبھی کبھی اس کی تقلید کی جاتی ہے اور اس قسم کی نظم کا نام ریختی (ریختہ کا مؤنث) ہے۔ انشاءاللہ خاں نے اس صدی کی ابتدا میں اس قسم کی نظم کو رواج دیا —

اردو میں بھی شاعری کی وہی اصناف اور بحریں ہیں جو فارسی میں ہیں، البتہ دو تین قسم کی نظمیں ایسی ہیں جو ہندوستانی زبان سے مخصوص ہیں، ان کا ذکر میں آگے چل کر کروں گا —

شروع شروع میں عربی میں دیوان نظموں کا سادہ مجموعہ ہوتا تھا، جیسے دیوان متنبی، دیوان ابن فرید، دیوان امرءالقیس؛ یہ گویا مشہور شعرا کے کلام کا مجموعہ تھا۔ لیکن اب عربی میں نیز مسلمانوں کی دوسری مشرقی زبانوں مثلاً ہندوستانی، پشتو، فارسی اور ترکی میں غزلوں کے ایسے مجموعے سے مراد ہے جو قافیے کے لحاظ سے بہ ترتیب حروف ابجد مرتب کیا گیا ہے۔ جب دوسری قسم کی اور نظمیں شامل کرلی جاتی ہیں تو وہ کلیات کہلاتا ہے، یعنے دیوان اور دیوانوں اور اسی شاعر کی بہت سی اور نظموں کا مجموعہ۔ یہ دونوں لفظ یعنے دیوان اور کلیات ایک ہی شاعر کے کلام کے متعلق استعمال ہوتے ہیں۔ دھرون کبتوں اور اشلوکوں کے مجموعے کو جو عموماً دیوناگری میں لکھے ہوتے ہیں یہ نام نہیں دیے جاتے —

سوائے بعض بعض مثالتوں کے دیوانوں اور کلیاتوں کے خاص نام نہیں ہوتے۔

مثلاً دیوان اختر (واجد علی شاہ) بادشاہ اودہ کے دیوان کا نام فیض بنیان* اور جوش (احمد حسن) کے دیوان کا نام گلدستۂ سخن ہے؛ رشک کے دو دیوانوں کے نام نظم مبارک اور نظم گوہریں ہیں' اور کلیات طپش گلزار مضامین سے موسوم ہے —

ان چھوٹی نظموں میں جن کے مجموعے دیوان کہلاتے ہیں' اکثر و بیشتر صوفیانہ عاشقانہ مضامین ملے جلے ہوتے ہیں' کیونکہ مسلمان' جن کی تعداد شعرا میں زیادہ ہے' حسن ازلی اور مخلوق کے حسن کو گڈ مڈ کردیتے ہیں جو ہماری نظروں میں خلاف تقدس ہے- وہ خدا کا جلوہ عورت یا امرد میں دیکھتے ہیں اور اس لئے کبھی کبھی خالص روحانی اشعار کے ساتھ عیاشانہ بلکہ فحش † شعر بھی آجاتے ہیں - یورپین اور عیسائی خیالات کی نظر سے اس خاص قسم کی نظموں کا اندازہ ان ترجموں سے ہوسکتا ہے جو میں نے دیوان ولی کے بعض حصوں کا کیا ہے' یا بہت سے غزلوں کے ترجمے جو میں نے اپنی تاریخ ادبیات میں دیے ہیں یا عام مقبول گیت جن کا ترجمہ میں نے رسالۂ Revue Contemporaine Vol. XV P.562 میں دیا ہے بہت ہی پاکیزہ ہیں اور میری راے میں بعض اوقات پندار (Pindar) اور کبھی اناکرون (Anacreon) یا حافظ کی غزلوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس میں تو شبہ ہی نہیں کہ ترکی شاعر حقی کی غزلوں سے کہیں بہترہیں—

ان مجموعوں کا بڑا نقص یکسانی ہے- ایک ہی سے خیالات ہیں جو بار بار اسی طرز اور اسی قسم کے جملوں میں دہراے جاتے ہیں—

---

* اس دیوان میں جو لکھنؤ میں ۱۲۵۹ھ (۴۴-۱۸۴۳ع) میں طبع ہوا' ہر غزل کے سرے پر بحر کا نام بھی لکھہ دیا ہے' یہ عربی بحور کے مطالعے کے لئے بہت کارآمد ہے —

† اس سے میری مراد ان فحش نظموں سے نہیں جو عام طور پر فحش مانی جاتی ہیں - مثلاً چرکھن کی نظمیں' جس کے نام ہی سے غلاظت ٹپکتی ہے—

بھرتی کے شعر بہت زیادہ ہوتے ہیں، معلوم ہوتا ہے بٹلر نے یہ شعر مشرقی شاعروں ہی کے لئے لکھا تھا —

" جو لوگ اب تک نظم مقفیٰ لکھتے ہیں
وہ ایک مصرع کی خاطر دوسرا مصرع کہتے ہیں"

سوائے ان چند مشہور دیوانوں کے جو قبولیت اور شہرت حاصل کرچکے ہیں، دوسرے دیوانوں کا پڑھنا وبال جان ہے -

ان غزلوں میں ایہام کا ایک اور عیب ہے، اسے اہل مشرق بڑی خوبی سمجھتے ہیں، کیونکہ وہ اس اصول کو تسلیم نہیں کرتے جو ریات (Yriate) نے بندر اور بازیگر کی کہانی میں بتایاہے "Sin Claridad no hai obra buena"

ہندوستانی دیوانوں میں ولی کا دیوان بہت مشہور ہے تاہم یہ معلوم ہوتا ہے کہ ممالک مغربی و شمالی میں بہت کم پڑھا جاتا ہے اس لئے نہیں کہ وہ دکنی بولی میں ہے بلکہ اس لئے کہ اس کا طرز پرانا ہے - سودا ، میر، درد، جرأت اور یقین کے کلام کا یہ حال نہیں جو اس کے مقابلے میں زیادہ جدید ہیں اور اب تک مقبول ہیں —

ہمارے ہم عصر شاعروں میں آتش ، ذوق ، نوید اور نظیر کے دیوان زیادہ قابل لحاظ ہیں —

ان دیوانوں کے ابتدا اور آخر میں جو نظمیں ہیں وہ مختلف قسم کی ہیں- میں ان کے متعلق اپنی تاریخ ادبیات نیز ایک علحدہ مضمون میں لکھ چکا ہوں- تکرار سے بچنے کے لئے میں صرف اُن چند کا ذکر کروں گا جن کے متعلق میں نے پہلے کچھہ نہیں لکھا —

اول فرد ہے، اس کے نام ہی سے اس کے معنے ظاہر ہیں یعنے علحدہ شعر ، یہ دو مصرعوں کا ایک بیت ہے - دیوان کے آخر میں اکثر بہت سے فرد ہوتے ہیں جو " فردیات " کے عنوان کے تحت میں لکھہ دئے جاتے ہیں —

نوحے (سوز) ایک ھی شخص پڑھتا ھے ' اسے بازو کہتے ھیں ' لیکن ٹیپ کے مصرعوں کو جو دھراتے ھیں وہ جواب کہلاتے ھیں —

عیدی وہ ھے جو ھندو مسلمانوں کے تہواروں کے لئے لکھی جاتی اور گائی جاتی ھے —

مختصر سی نظم جسے معما کہتے ھیں ' اُسے (Logoguple) یا (Lags) سمجھنا چاھئے —

چھوٹی نظمیں جن میں چھوٹی بحر کے شعر ھوتے ھیں' مقطعات* کہلاتی ھیں-

نعت کا لفظ اُن نظموں کے لئے استعمال ھوتا ھے جو خود ' آنحضرت صلعم اور بعض اوقات خلفا اور ائمہ کی تعریف میں لکھی جاتی ھیں اور مسلمان اپنی کتابوں کی ابتدا اس سے کرتے ھیں - سالگرہ ' وہ نظم جو سالگرہ کے موقع پر کہی گئی ھو —

واسوخت یا سوز کسی قدر غزل ھی جیسی ھوتی ھے ' کیونکہ اس میں بیس تیس بند ھوتے ھیں ' اس کے تین شعروں میں سے پہلے دو ھم قافیہ ھوتے ھیں اور تیسرے کے دو مصرعے الگ ھم قافیہ ھوتے ھیں —

میر جعفر زٹلی کی سی نظمیں زٹلیات کہلاتی ھیں جو آدھی فارسی اور آدھی ھندوستانی ھوتی ھیں —

آخر میں میں ایک ایسی چیز کا ذکر کرتا ھوں جو صرف ھندوستان ھی سے مخصوص ھے ' اسے نسبتیں کہتے ھیں - اس میں کئی جملے ھوتے ھیں جن میں بظاھر باھم کوئی تعلق نہیں معلوم ھوتا اور جس کا جواب سائل سے پوچھنا پڑتا ھے - یہاں میں ایک مثال سید احمد سے لیکر لکھتا ھوں :—

سوال : انار کیوں نہ چکھا

سوال : وزیر کیوں نہ رکھا

---

* مصنف کو نعت' مقطعات اور زٹلیات کی تعریف میں مغالطہ ھوا ھے (مترجم)

جواب : دانا نہ تھا -

میں خاص خاص ہندی نظموں کے ناموں کے متعلق اپنی تاریخ میں لکھہ چکا ہوں یہاں میں تھوڑا اضافہ کرنا چاہتا ہوں —

" چوپائی " کے معنی جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے رباعی کے ہیں چار مصرعوں والی نظم ' عملاً اس کی تعداد معین نہیں ' کیونکہ چو پائیاں پانچ کی بھی ہوتی ہیں اور نو کی بھی —

" دوھا " ایسا ہی ہے جیسے مسلمانوں میں بیت ؛ لیکن اس کا ہر مصرع کئی حصوں میں تقسیم ہوتا ہے جسے چرن یا پد کہتے ہیں—

" گن " عام نام ایسی نظموں کے لئے ہیں جو لے میں پڑھی جاتی ہیں - اور وہ نظمیں جو موسیقی کے طرز پر باقاعدہ گائی جاتی ہیں وہ کرتان کہلاتی ہیں—

سید احمد لکھتے ہیں* کہ مکری میں عورت کے منہ سے ایسا لفظ کہایا جاتا ہے جس کے دو معنے ہوتے ہیں اور سوال کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس کے معنے کچھہ اور ہیں—

میں نہیں جانتا کہ کوک شاستر* کو تصانیف کی کس صنف میں رکھوں - یہ کتابیں حد درجہ کی عیاشانہ نظمیں ہیں جن میں شہوت انگیز اعمال کی تشریح و تجزیہ ہوتا ہے اور عورتوں کی اخلاقی اور جسمانی تقسیم اُن کے صفات و احساسات اور دلربائیوں کے لحاظ سے کی جاتی ہے - مردوں کی تقسیم بھی اسی قسم کی ہوتی ہے - دکن کا علی حسن اور شہاب الدین اور موتی رام اس قسم کے خاص ہندوستانی مصنف ہیں جنھوں نے ان مضامین پر کتابیں لکھی ہیں—

طویل مثنویاں خاص مضامین پر ہوتی ہیں' مثلاً کوئی تاریخی منظر یا بعض اوقات پوری تاریخ ؛ اکثر کم و بیش تاریخی یا خیالی فسانے ہوتے ہیں؛ لیکن عام طور پر عام پسند قصوں کو شاعر اپنے مذاق کے مطابق گھڑ کر بیان

---

* آثار الصنادید

کرتا ہے - ایسے کئی ہندوستانی، ایرانی اور ترکی شاعر ہیں جنھوں نے پانچ پانچ سات سات ایسے قصے نظم کئے ہیں - یہیں سے خمسے اور ہفتے کی بنیاد پڑی، گویا بڑی بڑی مثنویوں کے دیوان ہیں - زیادہ تر مشہور نظامی اور خسرو کے خمسے اور جامی کا ہفتہ ہے، جو استعارتاً ہفت اورنگ کے نام سے معروف ہے—

اس قسم کے ادب کا جزو اعظم مقبول اور عام پسند قصے ہیں - یہ قصے مشرق کے مشہور عاشقوں کے فسانے ہیں؛ مثلاً یوسف و زلیخا، فرہاد و شیریں، مجنوں لیلیٰ، وامق و عذرا —

علاوہ اس کے بڑے بڑے بہادروں کے قصے ہیں جو ایک قسم کے فسانے بن گئے ہیں، مثلاً سکندر، رستم، حمزہ، حاتم طائی، بہرام گور (یہ نام گور خر کے شکار کے شوق میں پڑگیا)—

ہندوستانی زبان میں ان مسلمانی قصوں کو خوب خوب بیان کیا ہے اور ان میں مقامی رنگ بھی پیدا کردیا ہے جس سے ان کی خوبی میں اضافہ ہو گیا ہے—

بہت سے ایسے قصوں کو اُن کے مصنفوں نے ترجمے سے تعبیر کیا ہے، لیکن یہ ایک قسم کا طرز بیان ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی بنیاد اُن فارسی کتابوں پر ہے جو شہرت عام حاصل کرچکی ہیں - یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ہندوستانی کے رواج سے قبل خود ہندو ایک زمانے تک فارسی زبان میں تصانیف و تالیف کرتے تھے - اُس وقت بھی شروع شروع میں اُس عام اور مشترک زبان (فارسی) میں لکھنے پر وہ معذرت سی کرتے اور اپنی تالیفات کو فارسی تصنیفات سے منسوب کیا کرتے تھے - لیکن ان ادعائی ترجموں کو ذرا غور سے دیکھنے کی زحمت گوارا کی جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ ترجمے تو کیا انھوں نے تقلید بھی نہیں کی بلکہ وہ جدا کتابیں ہیں؛ قصہ تو وہی ہے مگر مضمون اور صورت بالکل الگ ہے—

قطع نظر قصوں کے سنجیدہ تالیفات کا بھی یہی حال ہے مثلاً آرائش محفل جو سجان رائے کی فارسی تصنیف خلاصۃالتواریخ کی اردو نقل سمجھی جاتی ہے اور جس میں ہندوستان کی تاریخ و مقامات کا ذکر ہے، در حقیقت فارسی کتاب کے مضامین کو ایک دوسری صورت میں پیش کیا گیا ہے —

میں "یوسف زلیخا" کے چھ مختلف نسخوں سے واقف ہوں - ایک امینہ* کا جو سنہ ۱۶۰۰ع میں لکھا گیا - دوسرا طپش کا جو اس نے بزمانہ قید قید خانے میں لکھا - تیسرا قادری لاہوری کا، جس پر اس کے ایک ہم عصر نے بہت کچھ نکتہ چینی کی ہے - چوتھا مجیب کا جو اس زمانے کا شاعر ہے - پانچواں عاشق (مہدی علی) کا جو عشق نامہ کے نام سے موسوم ہے اور سنہ ۱۸۴۷ع میں کلکتہ میں طبع ہوا —

لیلیٰ مجنوں کی پانچ مختلف مثنویوں کا مجھے علم ہے - تجلی کی†؛ اعظم دہلوی (معروف بہ شاہ جہرلن) کی جو شاہنامے کی بحر میں ہے؛ ہوس کی جو اودھ کے ایک نواب آفاق الدولہ کے رشتہ دار ہیں جو رضا، رضی اور رسا کے ناموں سے مشہور ہیں؛ ولا کی جو امیر خسرو کی مشہور فارسی مثنوی کی تقلید میں لکھی گئی ہے اور ایک اور قدیم نسخہ جس کا ذکر ڈاکٹر سپرنگر نے کیا ہے‡ —

ہندوستانی میں بہرام گور کے تین نسخوں سے واقف ہوں۔ ایک حیدری کا جس کا نام ہفت پیکر ہے جو نظامی کی مثنوی کا نام ہے؛ دوسرا طبعی (ساکن گولکنڈہ) کا جو سنہ ۱۰۸۱ھ (۱۶۷۱ - ۱۶۷۰ع) میں لکھا گیا؛ تیسرا حقیقت بریلوی

---

* اس کا ایک باب میں نے اپنی کتاب "ہندوستانی کے مبادی" میں نقل کیا ہے اور بعض اجزا کا ترجمہ اپنی تاریخ میں دیا ہے —

† دیکھو تذکرۂ قاسم - دیکھو میری کتاب تاریخ ادبیات جلد اول صفحہ ۵۰۲ —

* یہ نکتہ چیں میر فتح علی ہے - اس کی نظم قصۂ بوم و بقال میں فدوی کے باپ کے پیشے کی طرف اشارہ ہے - دیکھو میری تاریخ جلد ۱ صفحہ ۱۷۵ —

† دیکھو میری تاریخ (جلد اول) میں اس کا احوال —

‡ دیکھو اس کا احوال میری تاریخ جلد اول میں —

کا جس کا سال تصنیف سنہ ۱۲۲۵ھ (۱۱-۱۸۱۰) اور نام ہشت گلزار ہے۔ غالباً یہ نام آٹھویں آسمان کی مناسبت سے رکھا گیا ہے ورنہ نظامی کی ہفت پیکر اور ہاتفی کی ہفت منظر کی مناسبت سے ہفت گلزار ہونا چاہئے تھا وجہ یہ ہے کہ ایران کے بادشاہ بہرام گور پسر یزد جرد کا قصہ ہے جس کے سات بیویاں تھیں جو سات باغوں میں الگ الگ رہتی تھیں—

ہندوستانی میں اسکندر کے قصے کے متعلق مجھے صرف دو مثنویوں کا علم ہے' ایک آگرے کے اعظم کی جو اس زمانے کا شاعر ہے؛ دوسرے نگہت دہلوی کی جو اس کتاب کی پیروی میں لکھی گئی ہے—

حاتم کے قصے بھی ہندوستانی اور فارسی میں بہت عام اور مشہور ہیں۔ حیدری' سراج اور گوپی ناتھہ نے ان قصوں کو لکھا ہے۔ "شاہ و درویش" کا قصہ بھی ہندوستانی' فارسی اور ترکی میں کئی مصنفوں نے لکھا ہے۔ جہان (بینی نراین) کا لکھا ہوا سب سے زیادہ مشہور ہے —

بعض اور بھی فسانے ہیں جن کا تعلق امیرحمزہ کی داستان سے ہے۔ ایک تو اشک کی لکھی ہوئی ہے جس کا تفصیلی ذکر میں نے اپنی تاریخ ادبیات میں کیا ہے اور دوسری غالب لکھنوی کی تالیف ہے' سنا ہے کی اس کا ترجمہ فارسی میں ہوا ہے اور کلکتے میں چھپی ہے —

حنیف یا بن حنیفہ * (فرزند حضرت علی) کے قصے بھی بعض لوگوں نے لکھے ہیں ہر مصنف نے اپنے مذاق کے مطابق اسے بڑھایا گھٹایا ہے۔ تین نسخوں کا' جن کے نام بھی مختلف ہیں' مجھے علم ہے۔ یعنے آزاد' سیوک اور واحدی کے —

مشرق میں جو نامور لوگ ہوے ہیں اور جن کی نسبت قصے اور فسانے مشہور ہوگئے ہیں' ان میں سے میں ایک اور کا ذکر کروں گا۔ وہ "ایران کے بادشاہ

---

§ دیکھو اُن کی فہرست' دیوان ہرمز کا ذکر جلد اول صفحہ ۶۱۲ —

* ان کا ذکر دیکھئے ابن خلقان میں (مترجمۂ سلین جلد ۲ ' صفحہ ۵۷۴) —

شا پور کے بیٹے ہرمزد کی تاریخ" ہے' وہ ہرمزد س فرزند شاپور کے نام سے بھی مشہور ہے' یہ وہی شخص ہے جس نے مانی کے عقائد کی اشاعت میں مدد دی؛ اہل مشرق کے خیال کے مطابق مانی بہت بڑا مصور اور شعبدہ باز تھا —

لیکن علاوہ ان قصوں کے جو تمام اسلامی ممالک میں عام اور مشترک ہیں' ہندوستانی کے شاعروں نے ہندی قصوں کو بھی جو ملک والوں میں مقبول ہیں' نہیں چھوڑا - مثلاً شکنتلا کا درد ناک قصہ' جو نہ صرف شاکنتلا ناٹک کی پیروی میں بلکہ مہابھارت کے بیان کے مطابق بھی ہندوستانی زبان میں تالیف کیا ہے' میں نے اس قصے کو ہندی سے ترجمہ کیا ہے* - جہاں تک مجھے معلوم ہے اس پر ہندوستانی میں چار مختلف کتابیں لکھی گئی ہیں- ایک نواز کی جسے سلطان فرخ سیر نے کبیشور کا خطاب عطا فرمایا†؛ دوسری جوان (کاظم علی) کی جس کا نام شکنتلا ناٹک ہے جو کلکتے میں سنہ ۱۸۰۱ ع میں چھپی- ڈاکٹر گلکرسٹ نے جو طریقہ رومن حروف میں لکھنے کا اختراع کیا تھا یہ کتاب انھیں حروف میں طبع ہوئی ہے؛ تیسری غلام احمد کی جس کا نام فراموش یاد ہے' یہ کلکتے میں سنہ ۱۸۴۹ ع میں چھپی؛ اس کا خلاصہ ایشیاٹک جرنل‡ میں بھی دیا گیا تھا؛ چوتھی ایک پارسی مصنف کی $ —

اسی قسم کا قصہ پدماوتی کا ہے' جو ہندوستان کے زمانۂ وسط کی مشہور رانی ہوئی ہے- وہ لنکا کے ایک بادشاہ کی بیٹی تھی اور اس کی شادی چتوڑ کے راجہ رتن سے ہوئی تھی' جسے علاءالدین نے سنہ ۱۳۰۳ ع میں مغلوب و مفتوح کیا- جائسی کے قول کے مطابق (جس نے اس قصے کو نظم کیا ہے) وہ اپنی رضا و رغبت سے

---

* اورینٹل ریویو سنہ ۱۸۵۲ ع —

† دیکھو میری تاریخ ادبیات جلد اول صفحہ ۲۰۹ —

‡ ایم - سی چیلو نائن برٹریلڈ سنہ ۱۸۵۰ ع —

$ بومن جی دوساب جی' جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے —

کئی ہزار عورتوں کے ساتھہ چتا میں جل کر مرگئی تاکہ فاتح کے ہاتھوں اُسے ذلت دیکھنی نصیب نہ ہو- جت مل نے اسی قصے کو ہندی میں لکھا ہے' لیکن وہ اس قصے کو دوسری ہی طرح بیان کرتا ہے- وہ لکھتا ہے کہ پدماوت چتا میں جل کر نہیں مری بلکہ وہ مسلمان فوج کے سپہ سالار کو جل دے کر نو پالکیوں کے ساتھہ' ترائے کے گھوڑے کی طرح' ان کے لشکر گاہ میں داخل ہوتی ہے- ان پالکیوں میں راجپوت سپاہی بھرے ہوے تھے جو اچانک نہتے مسلمانوں پر جا پڑے اور ان کا خاتمہ کردیا —

عشرت اور عبرت دو شاعر ہوے ہیں جنہوں نے ہندوستانی میں اس بہادر راجپوت رانی کے قصے کو نظم کیا ہے * —

کرشن کی دلچسپ تاریخ پر ہندوستانی میں کئی کتابیں لکھی گئی ہیں' سب سے بہتر لالچ کی ہے جو فرانسیسی میں ترجمہ ہوگئی ہے؛ بھوپتی اور کرشنا داس نے بھی اس مضمون پر بڑی اچھی نظمیں لکھی ہیں؛ لیکن سب سے بڑہ کر پریم ساگر ہے جو ہندی ادب میں بڑا پایہ رکھتی ہے- اس کتاب کے متن میں جگہ جگہ نظم بھی آتی ہے جس میں پرانے لفظ استعمال کئے گئے ہیں' اس کتاب کی نثر اور نظم میں عجیب تضاد نظر آتا ہے —

رام چندر جی کی تاریخ صرف والمیکی نے سنسکرت ہی میں نہیں لکھی بلکہ بہت سے شاعروں نے ہندی میں بھی طبع آزمائی کی ہے - ان میں سے ایک تلسی داس ہیں' جن کی نظم اگرچہ سنہ ۱۵۸۰ع سے قبل لکھی گئی ہے لیکن اب بھی وہ اہل ہند میں والمیکی سے زیادہ مقبول ہے- کیشوداس نے رام چندریکا تالیف کی ہے' یہ دوسری رامائن ہے جس کی شرح جھگن لال نے لکھی ہے - سورج چند اور بہت سے اور ہندی شاعروں نے اس باعظمت ہستی کی مدح میں اپنا اپنا کمال

† مصنف کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں نے دو الگ الگ نظمیں لکھی ہیں' حالانکہ نظم ایک ہے اور لکھنے والے دو ہیں (مترجم) —

دکھایا ہے، جسے گورسیو اور موسیو فوشے کے ترجموں نے یورپ میں روشناس کیا ہے —

یہ وہ قصے ہیں جن میں تخیل نے تاریخ سے مل کر اپنی صنعت دکھائی ہے، ان کے بعد ایسے قصے آتے ہیں جن کی بنیاد محض تخیل پر ہے۔ میرے خیال میں کامروپ کا قصہ بھی اسی تحت میں آتا ہے۔ یہ عجیب قصہ ہے اور ہندوستانی نظم و نثر میں بہت سے مصنفوں نے اسے لکھا ہے۔ نظم میں تحسین‌الدین، ضیغم، آرزو، حسن اور سراج نے طبع آزمائی کی ہے؛ نثر میں کندن لال کی کتاب ہے جس کا نام دستور ہمت یا ہمت ہے، چونکہ یہ فارسی مصنف ہمت نامی کی تالیف کی پیروی میں لکھی گئی ہے اس لئے یہ نام رکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ سند باد کا قصہ جو الف لیلہ میں ہے اور سن بران دین کا قصہ جو میری دی فرانس کی تالیف ہے ان کی اصل یہی ہے۔ ہندوستان کے فرضی خیالی قصے یہ ہیں: نل دمن، ہندوستانی میں جو اس پر بے شمار نظمیں لکھی گئی ہیں، انہیں یورپ میں کوئی نہیں جانتا بلکہ وہاں مہابھارت کی وجہ سے مشہور ہوا ہے۔ سب سے مشہور ہندی کے نامور شاعر سورداس کی نظم ہے۔ آخر میں میر علی بنگالی کی تالیف ہے جس کا نام بہار عشق ہے اور دوسری احمد علی کی جو حال میں لکھنؤ میں چھپی ہے —

گل بکاولی کا قصہ بہت ہی دلفریب ہے، اس میں ہندی تعلیم و عقائد کو قرآن کی تعلیم میں سمویا ہے، یہ ہندوستان جدید کی بہت بڑی خصوصیت ہے۔ اس قصے کو ایک تو نہال چند نے لکھا ہے جس میں نثر اور نظم ملی ہوی ہے، نسیم نے اسے گلزار نسیم کے نام سے منظوم کیا ہے۔ یہ نسیم آگرہ کالج میں پروفیسر تھے۔ ایک دوسرے شاعر نے تاریخی نام 'تحفۂ مجلس سلاطین' رکھا ہے، جس سے ۱۱۵۵ ھ (۱۷۳۸ — ۱۷۳۹) نکلتا ہے۔ ریحان کی نظم کا نام 'خیابان ریحان' ہے۔ یہ نظم دوسری نظموں سے زیادہ طویل ہے۔ اس میں چالیس باب ہیں اور ہر باب کو وہ 'گلشن' سے

موسوم کرتا ھے - ڈاکٹر سپرنگر * کو دکھنی زبان کا ایک قلمی نسخہ بھی کتاب خانہ توپ خانہ لکھنؤ میں دستیاب ھوا تھا ' جو ۱۰۳۵ھ (۱۶۲۵ - ۲۶: ع) کا لکھا ھوا تھا —

ھیر رانجھا ' یہ پنجابی قصہ ھے - مقبول نے جو اس زمانے کا شاعر ھے ' مخلوط فارسی اُردو نظم و نثر میں لکھا ھے - میں نے اس کا ترجمہ کیا ھے † - اسی نام کا ایک شاعر بھی ھے' یہ اس سے الگ ھے —

سسی پنو ' ان کے عشق کا قصہ ھیررانجھے کی طرح مقبول نے نثر میں لکھا ھے اور محبت نے نظم میں اور ھندو ‡ مؤلفین نے فارسی میں —

پھول بن اور اس کے عاشق طالع شاہ کا قصہ بہت سے دکھنی شاعروں نے لکھا ھے - عوری (ابن نشاطی) کی مثنوی زیادہ مشہور ھے جس کا علم ھمیں محمد ابراھیم مترجم انوار سہیلی سے ھوا ھے —

گل و صنوبر ' میں اس عجیب قصے کے چھ مختلف نسخوں سے واقف ھوں ؛ ایک احمد علی کا جو اس کے خمسے کا جز ھے ؛ دوسرا نیم چند § کائستہ کا ؛ تیسرے کا نام گلشن ھند ھے؛ چوتھا دکنی میں جس کا ایک نسخہ نظام $ کے کتب خانے میں ھے؛ پانچواں جو سنہ ۱۸۴۵ ع میں لکھنؤ میں طبع ھوا فارسی ¶ کا ترجمہ ھے —

قصہ چہار درویش' ایک تر امن کا ھے جس کا نام باغ وبہار ھے' (یہ تاریخی نام ھے) اور سول ملٹری عہدہ داروں کے نصاب امتحان میں داخل ھے - اس پر کئی

---

* ڈاکٹر سپرنگر فہرست صفحہ ۶۳۳ -

† ریویو دی اورنیٹ اے دی الجیریا ' ستمبر ۱۸۵۷ ع -

‡ اندرجیت منشی ' جونت پرکاش وغیرہ —

§ نیم چند کی کتاب کا ترجمہ میں نے اورینٹل ریویو امریکہ میں شایع کیا —

$ دیکھو میری تاریخ ادبیات ھندوستانی صفحہ ۴۳ —

¶ ممکن ھے کہ یہ نیم چند ھی کی کتاب ھو —

مصنفین نے طبع آزمائی کی ہے ' منجملہ اُن کے ایک تحسین (عطاحسین) ہے' جس کی کتاب کا نام نو طرز مرصع ہے —

گرو پرم‌ارتھم کا فسانہ تامل میں زیادہ تر مشہور ہے مگر ہندوستانی میں بھی پایا جاتا ہے جو مدراس میں سنہ ۱۸۴۸ ع میں طبع ہوا —

بیتال پچیسی اور سنگھاسن بتیسی' یہ دو مشہور قصے کی کتابیں ہیں- دھرم نراین ' للو' سورت اور دوسرے بہت سے ہندی مصنفین نے اس پر طبع آزمائی کی ہے —

طوطا کہانی کے متعلق میں صرف اپنی یاد سے لکھتا ہوں - اصل کتاب سنسکرت میں ہے - اور ہندی ' اُردو اور دکھنی میں کوئی آٹھ مختلف کتابیں لکھی گئی ہیں جن کا علم مجھے ہے - یہاں میں صرف اُن کے نام گنوائے دیتا ہوں :—

خاورشاہ * ' لعل‌وگوہر اور جذب عشق جس کا میں نے ملخص ترجمہ کیا ہے † اور ماہ‌منور کی مہروماہ جس کا متن میں نے طبع کیا ‡ —

علاوہ ان منظوم فسانوں کے جو مقبول عام قصوں سے لئے گئے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن کے ہیرو غیر معروف ہیں - ہندوستانی میں ایسے قصے بہ کثرت ہیں اور اکثر مشہور ہیں - میں صرف چند کا ذکر کرتا ہوں - قصۂ بلنداختر جو میر خاں نے لکھا ہے ؛ اخوان‌شاہ ' میں اس کے دونسخوں سے واقف ہوں ' ایک تو

---

* علاوہ عاشق کی تالیف کے ایک رسمی کی بھی ہے جس کا نہایت عمدہ نسخہ نسخ میں ایسٹ انڈیا کے کتاب خانے میں ہے - اس میں بہت سی عجیب عجیب تصویریں ہیں —

† دیکھو میری تاریخ ادبیات جلد اول ص ۵۷۳ —

‡ علاوہ اخی کے نسخے جو میں شایع کرچکا ہوں (اُردو اور دکنی) صالح کا نسخہ اس سے زیادہ قدیم ہے- یہ سنہ ۱۱۳۳ ھ (۱۷۲۰ - ۱۷۶۱) میں لکھا گیا —

چندربدن اور سہیار جس کے کئی نسخوں کا مجھے علم ہے * اور دوسرا دلارام اور داربا جس کے مؤلفوں میں ایک متی‌رام ہے ؛ پری‌رخ و ماہ‌سیما، جس پر وجیہ نے ایک مثنوی لکھی ہے ؛ فسانۂ عجائب جو سرور کانپوری کی تصنیف ہے اور جو ایسا ہی مقبول ہے جیسا کہ قصۂ چہار درویش —

اس قسم کے قصوں کا مزید ذکر باعث طوالت ہوگا - ان کی کیفیت اُن ترجموں اور خلاصوں سے معلوم ہوسکتی ہے جو میں نے بعض قصوں کے کئے ہیں - عام طور پر پہلے ہیرو اور ہیروان کا جسمانی اور اخلاقی حال تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے - اس کے بعد کم وبیش عجیب و غریب یا پیچیدہ واقعات کا ذکر ہوتا ہے جو اُن کو پیش آتے ہیں اور جو ہمیشہ اُن کی ملاقات کے مانع اور ہارج ہوتے ہیں اور آخر میں اُن کی محبت اور وفاداری کا صلہ ملتا ہے - بعض اوقات مگر شاذ و نادر انجام المناک بھی ہوتا ہے جیسا میر کی مثنوی " شعلۂ عشق " یا " دریاے عشق " میں، یا مجروح کی مثنوی " اعجاز عشق " یا اخی کی مثنوی " مہرو ماہ " میں ہوا ہے —

ہندوستان میں نظم کی ایک اور قسم بھی ہے جو بہت عام ہے، اس میں قدرت کے سموں کا جو مختلف موسموں یا مختلف مہینوں میں نظر آتے ہیں، بیان ہوتا ہے - اس قسم کی نظموں کو " بارہ ماسہ " کہتے ہیں، ان میں بعض وقت فطرت کے سموں کا سادہ بیان ہوتا ہے اور کبھی ناٹک کی طرز پر - مثلاً فرض کرو ایک عورت ہے جس کا خاوند سال بھر سے باہر ہے جو موسموں کی تبدیلیوں کے بیان کے ساتھ اپنی تنہائی اور فراق کا دکھڑا بھی سلادیتی ہے - یہ دلکش بیان جو عورت ہر مہینے اپنے خاوند کو بھیجتی ہے آسانی سے خیال میں آسکتا ہے † - بعض شعرا

---

*دیکھو میری تاریخ ادبیات جلد دوم صفحات ۵۳۲ وغیرہ —

† دیکھو جرنل ایشیاٹیک سنہ ۱۸۵۰ ع —

صرف عجائبات قدرت ھی پر نہیں لکھا بلکہ اس قسم کی نظموں میں ھندوستان کے مذھبی اور معاشرتی تہواروں کو بھی نظم کیا ھے' لیکن ان میں اکثر ھندؤں کے تیوھار زیادہ ھوتے ھیں - اس قسم کی بہت سی نظمیں ھیں جن کا میں نے ذکر بھی کیا ھے * —

ان کے علاوہ اور بھی خاص قسم کی نظمیں ھوتی ھیں - مثلاً ایک نظم ھندوستان کے پھولوں کے بیان میں ھے جس کا نام "پھول چرتر" ھے - مسلمانوں کے ادب میں تصنیف کی ایک اور خاص قسم ھوتی ھے جو ھمارے قصے کے مماثل نہیں بلکہ قصوں کا ایک سلسلہ ھوتا ھے' یعنی ایک ھی قصے میں بہت سے قصے ملے ھوتے ھیں - یہ ایک عجیب قسم کی تصنیف ھوتی ھے اور اس میں اخلاقی اور بعض اوقات حکیمانہ اور مذھبی شان پائی جاتی ھے - مثلاً کشف الاسرار †' منطق الطیر ‡' اخوان الصفا وغیرہ جو بہت مشہور ھیں - اخوان الصفا اکرام علی کے پاکیزہ ترجمے کی وجہ سے ھندوستان میں بہت مقبول ھے - اس میں جانور باری باری سے اپنے اپنے صفات بیان کرتے ھیں - یہ سچ ھے کہ خداوند تعالیٰ اکثر ھمیں جانوروں میں ایسے صفات کے نمونے دکھاتا ھے جو انسان کے لئے قابل تقلید ھوتی ھیں - گے جس نے بہت سی کہانیاں لکھی ھیں' اسی مضمون کو ایک نظم میں اس طرح بیان کرتا ھے —

"شہد کی مکھی کی شب و روز کی محنت میری روح
کو محنت کی طرف مائل کرتی ھے - کون ھے جو محتاط

---

* منجملہ اوروں کے جوان کا بارہ ماسہ ھے - دیکھو میری تاریخ جلد دوم صفحہ ۴۷۳

† اس کا مصنف مقدسی ھے - یہ کتاب طیور اور پھول کے نام چھپی ھے —

‡ میں نے یہاں اس کتاب کے مجازی حصے سے بحث نہیں کی - اس کے لئے دیکھو "Notices et Extraits des Manuscripts" جلد ۹ صفحہ ۳۹۷ اور The "Journal de Savants" سنہ ۱۸۱۷ع صفحہ ۶۸۵ اور جرنل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ' جون و اگست سنہ ۱۸۴۸ع —

چیونٹی کو دیکھے اور آئندہ کی احتیاج کی فکر نہ
کرے؟ میرا کتا جو نہایت قابل اعتبار اور وفادار
ہے میرے دل میں احسان مندی کی آگ مشتعل کرتا
ہے۔ میں فاختہ سے وفاداری اور زن و شوہر کی محبت
کا سبق سیکھتا ہوں۔ ہر ایک پرند جو ہوا میں آزادی
سے اُڑتا ہے مجھے والدین کی نگرانی کا سبق دیتا ہے"۔

اس قسم کی تالیفات میں سب سے مشہور پنچ تنتر ہے۔ اصل کتاب سنسکرت میں ہے اور ہندوستانی میں بھی ترجمہ ہوگئی ہے۔ اس کے بہت سے قصے یورپ کی تمام زبانوں میں مختلف صورتوں میں پہنچ گئے ہیں اور ہمارے ملک (فرانس) میں زندہ جاوید لا فان ثین (La Fontaine) کی بدولت اس کے اصل مضامین بہت ہی مقبول ہوے ہیں —

ہندوستانیوں میں اب تک ناٹک کا وہی ذوق موجود ہے جو ان کے بزرگوں میں تھا؛ لیکن صرف بڑے بڑے موقعوں ہی پر اس کا اظہار ہوتا ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوتا ہے کہ کلکتے کے ایک متمول مسلمان کے گھر میں یوسف زلیخا کا ڈراما ہوا *۔ محرم کے ایام عشرہ میں بھی امام حسین کے ماتم میں تعزیے کی صورت میں ان اسرار کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ان اسرار میں خاص خاص آنحضرت صلعم اور امام حسن کی وفات اور سب سے بڑھ کر امام حسین کی شہادت ہے۔ ہندؤں میں ہولی کے دنوں میں طرح طرح کے سانگ بھرے جاتے ہیں۔ ان میں وہ فی البدیہہ بھی کچھ کچھ کہتے ہیں، لیکن عموماً اس میں بہت بد مذاقی اور فحش پایا جاتا ہے۔ لیکن تاہم بعض اوقات وہی مضامین بیان کئے جاتے ہیں جو قدیم سنسکرت کے ناٹکوں میں ہیں۔ راگ ساگر میں اس قسم کے ناٹکوں کی مثال میں ہنومان ناٹک کا نام دیا ہے، یہ ایک سنسکرت کے ناٹک کی

---

* ایم اے گروپ صدر ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا خانگی خط —

نقل ہے جس کا ترجمہ ولسن نے کیا ہے —

میں معقول وجوہ کے ساتھہ اوپر بیان کرچکا ہوں کہ "تذکرہ" مشرق کے مسلمانوں ہی کی ایجاد ہے- اسی قسم کی ایک دوسری چیز ہے جس کا نام "انشا" ہے- یہ خطوط کا مجموعہ ہوتا ہے جو کسی ایک ہی شخص کی تصنیف ہوتے ہیں- یہ گویا فصاحت و بلاغت سکھانے کی کتاب ہوتی ہے- مشہور ہندوستانی زبان کی انشائیں یہ ہیں -

فیض کی انشا' یہ شخص شیخ فریدالدین عطار کے پند نامے کا مترجم بھی ہے؛ خالق (کرامت‌اللہ) کی؛ نظام‌الدین (پونے والے) کی' یہ حکایات لقمان کا بھی مترجم ہے؛ چرنجی لال کی (جو آگرے میں چھپی)' نظام‌الدین اور یہ اِسی زمانے کے شخص ہیں؛ یوسف دکھنی کی' اس کے نام ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دکن کا رہنے والا ہے اور انشاے ہرکرن جو فارسی میں ہے اور بہت مقبول اور مشہور ہے' اس کا ترجمہ ہندوستانی میں کیا گیا ہے —

اب میں اُن چند کتابوں کا ذکر کرتا ہوں جو زباندانی کے متعلق ہیں- اس مضمون پر بھی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن کے مطالعے سے ایشیا کی قدیم اور علمی زبانوں کے طالب علم بھی استفادہ کرسکتے ہیں- اردو میں سنسکرت زبان کی نحو بھی لکھی گئی ہے جس کا نام مفتاح‌اللغت ہے (سنسکرت میں اس کا نام لگھو کو مودی ہے)' بنارس میں سنہ ۱۸۴۹ ع میں طبع ہوئی- مصدرالافاضل جو فارسی عربی کی لغت ہے ہندوستانی میں ترجمہ ہوگئی ہے' اس کا ایک نسخہ ڈیوک آف سسکس کے کتاب خانے میں ہے- ایک اور عربی فارسی لغت کا ترجمہ لغت اردو کے نام سے ہوا ہے- مصدر فیض' فارسی اور ہندوستانی صرف و نحو ہے جس کے مؤلف مظہرالدین ہیں- میزان فارسی کا بھی اردو میں ترجمہ ہوگیا ہے- مظہر نحو' عربی نحو کی کتاب ہے جو اردو میں تالیف کی گئی ہے- ایک اور اردو الفاظ کی لغت طبع ہوئی ہے جس میں شعرا کے کلام سے سند کے لئے اشعار نقل کئے گئے ہیں-

لغت السعید بھی اُردو کی لغت ہے - ایک اور اُردو کی لغت آگرے میں سنہ ۱۸۵۱ ع میں طبع ہوئی ہے- اردو صرف و نحو پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں سے ایک صہبائی کی ہے' ان کی زباندانی اور زبان پر اور بھی تالیفات ہیں- بھاشا پنگل ہندی عروض کی کتاب ہے' جس کے کئی اڈیشن چھپ چکے ہیں —

انگریزی صرف نحو پر بھی ہندوستانی میں کئی کتابیں لکھی گئی ہیں' ان میں رام کرشنا کی زیادہ مشہور ہے —

سنسکرت میں تاریخ کہیں کہیں فسانے کے ضمن میں آجاتی ہے لیکن ہندوستان کی جدید ادبیات میں یہ فن پایا جاتا ہے لیکن کم' اگرچہ یہ صحیح ہے کہ بعض منظوم روایتوں اور قصوں میں ایسے بیش قیمت واقعات بھی مل جاتے ہیں جو دوسری جگہ نہیں مل سکتے —

اب رہی تاریخی نظمیں' سو چند کا ذکر تو میں اس سے قبل کرچکا ہوں جو راجپوتانے کا ہومر بھی ہے اور تھیوسی ڈای ڈس بھی- دوسری کتاب چترا پرکاش ہے جو چترا سال راجۂ بندھیل کھنڈ کی تاریخ ہے ' اس کا مصنف لال کوی ہے- ان کے علاوہ ایک کتاب گوپاچکا کتھا یا تاریخ گوالیار ہے اور ایسی ہی اور چند کتابیں ہیں - یہاں میں مان کبیشر کی راج ولاس کا ذکر کرنا چاہتا ہوں' یہ رام راج سنگھ راجۂ میواڑ (مخالف اورنگ زیب) کا شاعر ہے؛ ایک دوسری کتاب ہمیر راسا ہے جو ہمیر راجۂ چتوڑ کے حالات میں ہے؛ ہری چندر لیلہ' اس میں راجہ ہری چندر کے حالات ہیں؛ سورج پرکاش میں سورج بنسی خاندان کی تاریخ ہے' اس کا مصنف کرن ہے جو شاعر بھی اچھا ہے اور سپاہی بھی- منظوم کتاب ابھے سنگھہ راجۂ مارواڑ کے حالات میں ہیں اور بس' اس راجہ کی حکومت ۱۷۲۴ سے ۱۷۲۸ ع تک رہی' لیکن کتاب کے شروع میں بطور تمہید کے راٹھوروں کی تاریخ پر بھی ایک سرسری سی نظر ڈالی ہے جو اپنا نسب سورج بنسی خاندان سے ملاتے ہیں- گرب چنتامنی ایک بھاشا کی نظم ہے جو کرن کی شان میں لکھی گئی ہے' جو گجرات کا نامور راجہ گزرا ہے جسے پٹھان سلطان علاءالدین شاہ سکندر

ثانی نے سولھویں صدی عیسوی کے آخر میں شکست دے کر مغلوب کیا۔ راج بتن میواڑ کی تاریخ ہے اس کا مصنف رنچھوڑ بھٹ ہے؛ رشا بھا چرتر میں جینیوں کے ایک رشی رشا بھا کے سوانح ہیں ؛ بنس کلی کتاب انساب ہے اور اس کا مصنف بکوتا ہے ؛ کلپا درم یہ جے سنگھہ کا ایک قسم کا تاریخی روز نامچہ ہے —

صرف ہندو مصنفوں کی بدولت ہندوستانی میں چند تاریخی یادگاریں نظر آتی ہیں۔ انھوں نے اسلامی مضامین پر بعض کتابیں لکھی ہیں؛ مثلاً ہری ناتھہ کی پوتھی محمد شاہ جس میں محمد شاہ کی تاریخ ہے —

اس زبان کی اردو شاخ میں ہم صرف ترجمے پاتے ہیں۔ تاہم ان میں بعض ایسی تالیفات ہیں جو بذات خود بہت دلچسپ ہیں۔ علاوہ ان کتابوں کے جن کا ذکر میں کسی دوسری جگہ کرچکا ہوں، یہاں بعض کا ذکر کروں گا۔ دہلی* اور آگرے† پر بہت دلچسپ کتابیں موجود ہیں، کلکتہ نامہ، جس میں کلکتے کے حالات ہیں، نظم میں ہے؛ نصرتی کا علی نامہ جس میں علی عادل شاہ کی تاریخ ہے؛ واقعات گورکھا، جو نیپال کا صوبہ ہے اور جہاں کے راجاؤں نے اپنا تسلط تمام نیپال پر کرلیا تھا؛ ایک نظم سومناتھہ پتن کی تباہی پر ہے‡؛ انگریزوں کی حکومت بنگال کی تاریخ مؤلفۂ نور محمد؛ خاندان سندھیا کی تاریخ مؤلفۂ دم نراین وغیرہ —

ہندوستانی میں خود نوشت سوانح بھی ہیں، علاوہ تیمور، بابر، اکبر اور جہانگیر کے تزکوں کے جو ترکی اور فارسی سے ترجمہ کی گئی ہیں، پتمبر سنگھہ، موھن لال، علی حسین اور بعض دوسرے اصحاب کے خود نوشت حالات بھی موجود ہیں، جن کا ذکر میں ابتدا میں کر چکا ہوں —

جو کچھہ بھی ہو اہل مشرق کی نظروں میں تاریخ کی وہ وقعت نہیں جو

---

* آثارالصنادید، اس کتاب سے کئی بار اقتباس دے چکا ہوں —

† تاریخ آگرہ —

‡ ٹاڈ کا سفر نامہ صفحہ ۲۳۱ —

هم میں ہے ۔ ہندوستان کے ایک جدید مورخ نے اپنی تاریخ کے عنوان پر حافظ کا یہ شعر لکھا ہے :-

حدیث از مطرب و مے گو ز راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را

اب میں چند سفرناموں کا ذکر کرتا ہوں: سفرنامۂ یوسف خاں لکھنوی یہ سفر انگلستان و فرانس ہے جو انھوں نے سنہ ۱۸۳۸ میں کیا' یہ کتاب دہلی میں چھپی ہے؛ کریم خاں دہلوی کا سفرنامۂ لندن سنہ۱۸۴۰ع' اس کا ترجمہ میں نے ''اورینٹ ریویو'' میں شایع کیا ۔ پہلے صاحب نسلاً پٹھان اور درویش یا صوفی ہیں اور کمبل پوش کے نام سے مشہور ہیں —

مذہبی فلسفے کا ذخیرہ بہت ضخیم اور دلچسپ ہے اور زیادہ تر اس کا تعلق ہندو مذہب سے ہے' مجھے در حقیقت اپنا تبصرہ اُسی سے شروع کرنا چاہئے تھا ۔ کبیر پنتھیوں' سکھوں' جینیوں اور ویشنویوں کی تصانیف بہ کثرت ہیں ۔ کچھہ کچھہ شیوائیوں کی کتابیں بھی ہیں' مثلاً مہادیو چرتر' شوا لیلا مرتم' گورا منگل وغیرہ —

مسلمانوں کے مذہبی فلسفے یا دینیات میں ان کے مذہب یا عبادت کی کتابیں ہیں۔ شاعرانہ تالیفات آنحضرت صلعم' حضرت فاطمہ' امام حسن' امام حسین کی منقبت میں ہیں' یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی شان میں بھی نظمیں پائی جاتی ہیں ۔ حالانکہ مسلمان تثلیث کے مخالف ہیں مگر وہ انھیں بھی دوسرے پیغمبروں کے برابر سمجھتے ہیں —

اگرچہ ہندوستان میں شیعوں کی تعداد بہت ہے' لیکن میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کی مذہبی تصانیف زیادہ تر سنیوں ہی کی لکھی ہوئی ہیں۔ تاہم بعض کتابیں شیعوں کی تصنیف سے بھی ہیں' لیکن ان میں عجیب تصانیف ان مسلمان فرقوں کی ہیں جو ہندوستان ہی سے مخصوص ہیں' مثلاً ''سید احمدیوں'' یا

هندوستانی وهابیوں اور "روشنائیوں" کی تصانیف اور ان کی تردیدی کتابیں —

قانون کا تعلق مذهب سے جیسا هندؤں میں هے ویسا هی مسلمانوں میں هے۔ دیوانی قانون مذهبی قانون (فقه) سے بالکل ملا هوا هے۔ هندوستانی ادب میں اس کے متلق بعض کار آمد کتابیں پائی جاتی هیں۔ مگر وہ عموماً ترجمے هیں —

سائنس اور دیگر علوم و فنون پر ایسی کتابیں نہیں هیں جو قابل ذکر هوں۔ اس قسم کی کتابیں تقریباً سب کی سب جدید اور انگریزی طرز پر لکھی هوئی هیں۔ بہرحال یہ ترجمے اور تالیفات اُن لوگوں کے لئے مفید هیں جن کی خاطر لکھی گئی هیں۔ اور اس قسم کی تمام کتابیں اهل هند کو همارے عقائد اور جدید اختراعات اور ایجادات سے باخبر رکھتی هیں —

ایسی تصانیف میں جو ترجمے نہیں هیں بعض فن تعمیرات پر هیں، بعض سنگ تراشی پر؛ کچھه طبی نباتات پر، جیسے چرب چینی کے خواص پر؛ اسی طرح شاهین اور باز کے فن پر (جو تی هیمر آنجہانی کی کتاب کے مماثل هیں)، فن بیطاری پر؛ موتیوں* کی قیمت اور وزن پر؛ شطرنج پر؛ خوابوں کی تعبیر اور طباخی کے فن پر —

هندوستانی ادب کی اهم شاخ مشرقی زبانوں کی تصانیف کا ترجمه هے۔ یہ ترجمے سنسکرت، فارسی اور عربی کی قدیم اور مشکل تصانیف کے سمجھنے کے لئے بہت کار آمد هیں، کیونکه یہ اصل کی صحیح ترجمانی کرتے هیں اور اُنھیں قدرتی مناظر اور اُنھیں عادات و رسوم کے درمیان بیٹھه کر لکھے جاتے هیں۔ میں اس سے قبل ایسی بہت سی کتابوں کا نام لکھه چکا هوں جس کا اعادہ یہاں نہیں کروں گا —

مجھے اس کی اطلاع نہیں که ویدوں کا ترجمه هندوستانی زبان میں هوا هے یا

---

* رسالۂ موتی، مطبوعۂ حیدرآباد سنه ۱۲۵۱ ھ (۱۸۳۵-۱۸۳۶ع) —

نہیں - البتہ ایک اعلان اس مضمون کا چھپا تھا کہ ہندؤں کی مقدس کتابوں کے ترجمے کا ایک سلسلہ شایع کیا جائے گا اور ویدوں کا ترجمہ اس کا ایک جز ہوگا- قرآن کے ترجمے بہت سے ہوچکے ہیں جن کا خاص امتیاز یہ ہے کہ بہت صحت اور احتیاط کے ساتھہ کئے گئے ہیں —

سید احمد نے اپنی کتاب آثارالصنادید میں شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے ترجموں کا ذکر کیا ہے - اکثر ترجموں کے ساتھہ تفسیر اور شرح بھی ہوتی ہے- ایک ترجمہ جو دھلی میں چھپا ہے اس سے بڑی رواداری کا اظہار ہوتا ہے' کیونکہ اس میں اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کے عقائد کے مطابق تفسیر دی گئی ہے- قرآن کی ایک تفسیر منظوم بھی ہے جس کا مصنف اشرف ہے- ضمناً میں یہ بھی بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ایرانیوں کی تقلید میں ہندی مسلمان برخلاف ترکوں کے اپنی مقدس کتاب کا ترجمہ عوام کی زبان میں کرنے سے خائف نہیں ہیں- ہندوستان کی عورتیں جمعہ کے روز اسی طرح قرآن پڑھتی ہیں جیسے انگریز عورتیں اتوار کے روز بائبل- عام طور پر ہندوستان کی عورتیں ترکی عورتوں سے جو حسن میں زیادہ مشہور ہیں' زیادہ تعلیم یافتہ ہوتی ہیں —

سنسکرت کے ترجموں میں مہابھارت' ہتوپادیش اور ترکا سنگرہ کے ترجمے ہیں- آخری کتاب ہندی فلسفے کی ہے اور اس کا مصنف اونم بھرٹ ہے* - ہندوستانی ڈراموں میں وہ خاص خاص ڈرامے جن کا ترجمہ ولسن نے کیا ہے' سنسکرت تھیٹر' دھلی' سنہ ۱۸۴۵ ع —

مہمنا ستوترا کا ترجمہ سنسکرت سے سمرسنگھہ نے کیا ہے حالانکہ یہ شیوائیوں کی کتاب ہے' وغیرہ —

سنہ ۱۸۴۵ ع دھلی میں بھگو ونس کا ترجمہ ہورہا تھا- یہ نظم بھگو خاندان

---

* یہ کتاب ۱۸۵۲ع میں بنارس میں سنسکرت کے عالم بے ان تائن Ballantyne کی نگرانی میں طبع ہوئی- اس میں اصل متن' ہندی اور انگریزی ترجمہ ہے —

پر ہے اور کالیداس سے منسوب کی جاتی ہے؛ ادیاتما کی راماین اور اور سنسکرت کی دوسری کتابوں کے ترجمے بھی ہورہے تھے مگر مجھے اس کا علم نہیں کہ یہ شایع بھی ہوے کہ نہیں- میں اس رسالے کی ابتدا میں متعدد ترجموں کا ذکر کرچکا ہوں—

سنسکرت کے ضمن میں مجھے ہندوستان کی جدید زبانوں یعنے تامل، بنگالی اور مرہٹی کے ترجموں کا بھی ذکر کرنا چاہئیے- مرہٹی میں منجملہ دوسری کتابوں کے ہیتانروپن نے اچھی خاصی شہرت حاصل کی ہے —

عربی سے جن کتابوں کا ترجمہ ہوا ہے ان میں خاص خاص کتابیں یہ ہیں: تاریخ ابوالفدا، مترجمہ کریم و عرشی؛ ابن خلکان، مترجمہ سبحان بخش؛ اخوان الصفا، اس کا ذکر اوپر ہوچکا ہے؛ مشکوۃ شریف، فقہ* کی مشہور کتاب؛ ادب القاضی، یہ فقہ کی دوسری مشہور کتاب ہے جس کا مصنف قدوری ہے، اس کا ترجمہ "مختصر" سے کیا گیا ہے —

مقامات حریری کا لفظی ترجمہ دہلی میں شروع ہوا تھا، لیکن جس وجہ سے مجھے فرانسیسی ترجمہ ترک کرنا پڑا، اُسی وجہ سے ہندوستانی مترجموں کو بھی دست بردار ہونا پڑا، بات یہ ہے کہ مصنف نے جو لفظی تلازمے اور صنعت کی رعایت رکھی ہے اور جو کتاب کا اصلی حسن ہے، وہ ترجمے میں قائم نہیں رہ سکتی —

الف لیلیٰ عربی ادب میں بے نظیر کتاب ہے، ہندوستانی میں اس کے مترجم ہندو مسلمان دونوں ہیں- مسلمانوں میں ایک مولوی حسن علی خاں ہیں جو اسی زمانے کے مصنف ہیں، دہلی کالج میں پروفیسر رہ چکے ہیں اور کئی اور کتابوں کے مترجم بھی ہیں؛ دوسرے شمس الدین احمد ہیں جنھوں نے مدراس میں پہلی دو سو راتوں کا ترجمہ شایع کیا، انھوں نے کلکتہ اڈیشن کی پیروی کی ہے- جو ہے بخت اور فیشر سے بہت مختلف ہے- ہندؤں میں دیا شنکر نسیم ہیں، جن کا ترجمہ لکھنؤ میں سنہ ۱۲۴۴ھ (۱۸۲۸ - ۱۸۲۹ع) میں تین جلدوں میں چھپا- حال ہی

* مصنف کو مغالطہ ہوا ہے- فقہ کی جگہ حدیث ہونا چاہئیے (مترجم)—

میں دھلی میں پچاس راتوں کا ترجمہ عربی سے اردو میں چھپا ھے' اسی میں اس کتاب کے دوسرے قصے بھی منتخب کرکے شامل کردیے گئے ھیں - سوداگر بچے کا قصہ بھی چھپ چکا ھے —

" ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی" نے ابوالفدا کے جغرافیے کا ترجمہ شایع کیا ھے- اس کے علاوہ رشیدالدین کی تاریخ مغلاں اور تاریخ ابن خلدون اور بعض مشہور و معروف کتابوں کے ترجموں کا اعلان کیا ھے' مگر میرا خیال ھے کہ یہ ترجمے یونہیں رہ گئے اور کبھی شایع نہوے —

فارسی کے ترجمے بہ کثرت ھیں - بعض مقبول فارسی کتابوں کے کئی کئی ترجمے ھوے ھیں - مثلاً گلستاں کے کئی ترجمے ھوے اور کئی بار چھپے - بوستان سعدی کا ترجمہ مغل نے کیا' جس سے بعض مشکل مقامات کے حل میں مدد ملتی ھے - شاھنامے کے خلاصے کا ترجمہ نظم میں منشی * نے اور نثر میں ایک تو محمد علی ترمزی نے اور دوسرا سرور نے سرور سلطانی کے نام سے کیا' سہراب کے قصے کا ترجمہ کاظم نے کیا؛ جلال‌الدین رومی کی مشہور نظم کے بھی جو مثنوی شریف† کے نام سے مشہور ھے ترجمے ھوے ھیں؛ پند نامۂ عطار اور پند نامۂ سعدی' منطق الطیر اور حسن و عشق کے ترجمے بھی ھوچکے ھیں؛ اظہار دانش کا ترجمہ دوست نے کیا ھے؛ بہار دانش کا ترجمہ بھی ھوچکا ھے- محمد اعظم کی تاریخ کشمیر کا ترجمہ شرافت نے کیا جو کئی بار چھپ چکا ھے؛ تاریخ طبری کا ترجمہ جعفرشاہ نے کیا ھے' ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ھیں—

ایک بات قابل ذکر یہ ھے کہ بعض ھندی کتابوں کا ترجمہ مشرق کی دوسری

---

* خسروان عجم کے نام سے —

† اس کے کامل ترجمے کے متعلق' جو نشاط نے کیا ھے' کریم نے ذکر کیا ھے- ایک دوسرا ترجمہ شاہ مستان نے کیا ھے- یہ پوری کتاب کا نہیں بلکہ ملخص کا ترجمہ ھے- یہ دونوں نظم میں ھیں اور سنہ ۱۸۴۵ع میں کلکتے میں طبع ھوے —

زبانوں میں کیا گیا ھے- مثلاً ست سئی بھاري کا ترجمہ سنسکرت میں ھوا ھے؛ باغ و بہار کا ارمنی زبان میں؛ راگ درشن* کا فارسی میں ترجمہ ھوچکا ھے؛ اُردو کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ اس زبان میں جو جدید ھندوستان میں لاطینی کا درجہ رکھتی ھے، ھوچکا ھے- مثلاً دھرم سنگھہ کا قصہ اور سراج پور کی کہانی، یہ اخلاقي قصے ھیں جو فارسی میں ترجمہ ھوئے ھیں؛ پہلا ترجمہ قصۂ صادق خاں کے نام سے اور دوسرا قصۂ شمس آباد کے نام سے ھوا ھے —

اسی کے ساتھہ میں ان بے شمار ترجموں کا بھی اضافہ کرنا چاھتا ھوں جو انگریزی سے اردو میں ھوے ھیں اور یہ ھندوستان کے جدید آقاؤں کے حق میں تعریف کی بات ھے- فرانسیسی زبان سے بھی بہت سے ترجمے ھوے ھیں مثلاً فلوری کی تاریخی کتاب عقائد بصورت سوال و جواب، جس کے ترجمے کے لئے ھم کیتھولک مشنریوں کے ممنون ھیں؛ یا نامور مستشرق دي ساسی کی عربی صرف و نحو کا ترجمہ جو کئی سال سے دھلی کے مطبع کے لئے تیار ھو رھا ھے اور رولن کی ملخص تاریخ قدیم کا ترجمہ وغیرہ - لیکن فرانسیسی کتابوں کے ترجمے جو ھندوستانی میں ھوے ھیں وہ انگریزی سے ھوے ھیں اور ھمارے ھاں کے بہت سے فضلا مثلاً ایلی دي بوساں یہ نہیں جانتے کہ ان کی کتابیں اس بدیسی لباس میں آگرے اور دلی میں پڑھی جاتی ھیں- عجیب بات یہ ھے کہ سید احمد نے اپنی عجیب تفسیر انجیل میں انجیل کا ترجمہ عبرانی سے کرنا شروع کیا ھے —

ان ترجموں کے افادے سے کسی کو انکار نہیں ھوسکتا، ان کا مقصد یہ ھے کہ ھندوستان والوں کو ھمارے علوم و فنون، ھماری قدیم و جدید تاریخ، یونان و روما کی تاریخ اور مشہور کتابوں مثلاً رسالیس (Rasselas) قزلباش (Cazilbaasch)،

---

* یہ کتاب مان سنگھہ راجۂ گوالیار کے حکم سے مرتب ھوئی - نظم میں ھندوستانی راگوں کا بیان ھے - فارسی میں اس کا ترجمہ فقیراللہ نے کیا —

W. Ousely, Oriental Collections Vol III p. 75

وکار آف ویکفیلڈ (Vicar of Wakefield)' رابنسن کروسو (Robinson Crusoe)' بنین کی پلگرمس پروگرس (Bunyan's Pilgrim's Progress)' دی اکانمی آف ہیومین لائف (The Economy of Human life) رغیرہ سے آشنا کیا جاے - سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ عیسوی مذہب سے انھیں باخبر کیا جاے جو ایک زندہ درخت ہے جس کا سایہ جودیا سے لیکر تمام عالم پر پھیلا ہوا ہے- ایسے ترجمے جو عیسوی مذہب سے متعلق ہیں' اُن میں سے بعض میں ہمارے عقائد سادہ طور سے بیان کئے گئے ہیں اور ہماری کتب مقدسہ کو جا بجا نقل کیا گیا ہے؛ اور بعض مناظرے کی کتابیں ہیں جن میں خاص طور پر مسلمانوں سے بحث ہے جو عیسائی مذہب سے علانیہ تعصب رکھتے ہیں —

اس قسم کی مطبوعات میں سب سے دلچسپ قرآن کا ایک ایڈیشن ہے جسے ایک پرسبی‌ٹیرین امریکن نے سنہ ۱۸۴۴ع میں الہ آباد میں طبع کرایا- اس کے شروع میں ایک دیباچہ ہے جس میں مسلمانوں کی غلطیوں اور عیسائی مذہب کے خلاف ان کے اعتراضوں کی تردید کی گئی ہے' متن کے ساتھ تفسیر بھی ہے جو اسی قسم کی ہے جو مراشی (Maracci) نے لکھی ہے - باقی کے لئے ہندوستان میں اس کا دروازہ پہلے ہی ایک پراٹسٹنٹ مشنری بنجمن نے اپنی کتاب "Compendiosa Alcorani refutatio, Indice" لکھ کر کھول دیا ہے' یہ کتاب Halle میں سنہ ۱۷۴۴ع میں چھپی تھی —

مذہبی کتابوں Anglican Liturgy کا ترجمہ بھی ہے - یہ ترجمہ صرف ہندوستانیوں کی واقفیت کے لئے نہیں بلکہ ان نو عیسائی ہندیوں کے استعمال کے لئے ہے جن کی خاطر کلکتے اور بلاشبہ بعض دوسرے شہروں کے چرچوں میں ہندوستانی زبان میں عبادت ہوتی ہے' جیسے نو عیسائي یہودیوں کے لئے لندن اور یروشلم میں عبادت کے رسوم عبرانی میں ادا ہوتے ہیں- یہاں تک کہ نغمات بھی ہندوستانی میں لکھے گئے ہیں لیکن بحریں انگریزي ہیں تاکہ ویسٹ منسٹر ایبے

یا سینٹ پال کے گرجاؤں میں ایک ہی راگ میں گائے جاسکیں' جیسا کہ پیرس کے اوتھری فرانسیسی الفاظ کو جرمانی لی میں لے آئے ہیں —

کچھہ دنوں قبل تک ہندوستانی کتابیں قلمی ہوتی تھیں کیونکہ مطبع عام نہیں ہوے تھے- ان کتابوں کے حروف کی نسبت یہ خیال ہے کہ یہ بھاری اور بے ڈول ہیں' نہ تو یہ خط پورا نستعلیق ہے جو اعلیٰ درجے کی قلمی کتابوں اور قطعات کے لئے استعمال ہوتا ہے اور نہ شکستہ اور نہ مشرقی خوش خطی اور نہ خوبصورت عنوانات اور زیبائش کے لئے موزوں ہے- خوشی کی بات ہے کہ ان دشواریوں کو سنگی مطبع نے رفع کردیا اور لوگوں نے اس کو بڑے شوق سے رواج دینا شروع کردیا ہے- سب سے پہلا لیتھوگراف مطبع سنہ ۱۸۳۷ع میں دھلی میں قائم ہوا اور سنہ ۱۸۵۲ع میں ممالک مغربی و شمالی کے شہروں میں ایسے مطابع کی تعداد ۳۴ تک پہنچ گئی تھی- شمال کے ہر شہر میں اور ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں اس قسم کے مطبع قائم ہوگئے ہیں- مثلاً صرف لکھنؤ اور کانپور میں ۲۳ ہیں جن میں کئی سو کتابیں چھپ چکی ہیں' ان میں سے بعض دس دس بار طبع ہوچکی ہیں- آگرہ گورمنٹ گزٹ بابت یکم جون سنہ۱۸۵۵ع میں تقریباً دوسو ہندوستانی مطبوعات کی فہرست دی تھی جس میں نقشے وغیرہ شریک نہ تھے' اور اگرچہ یہ ادب اور علوم و فنون پر ہندوستانیوں کے استعمال کے لئے محض ابتدائی کتابیں ہیں تاہم بعض ایسی ہیں جن سے علماے یورپ بھی اغماض نہیں کرسکتے' مثلاً انوار سہیلی اور گلستان کے خلاصے جو کریم‌الدین نے مرتب کئے ہیں؛ سفرنامۂ امین چند' جس میں پنجاب' کشمیر' سندہ' دکن' خاندیس' مالوا اور راجپوتانے کی سیاحت کا حال ہے' اور ایک کتاب چندو دپکا' جس کا علم اب تک یورپ کو نہ تھا' وغیرہ—

" ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی" ایک قابل تعریف جماعت ہے جس نے ادبی معلومات اور لیتھو گرافی کی اشاعت میں بہت بڑا کام کیا ہے- اس انجمن کا پہلا سکرٹری ہمارا ہم وطن موسیو بوترو س (M. Boutros) تھا جو اُس وقت

دھلی کالج کا پرنسپل تھا - اس انجمن نے سنسکرت، عربی، فارسی کی اعلیٰ درجے کی تصانیف نیز انگریزی کی مفید کتب کے دیسی زبان میں عمدہ ترجمے کرکے اہل ہند کی بڑی خدمت کی ہے —

چھپائی کے ذکر سے خود بخود میرا خیال ایک دوسرے مضمون کی طرف پھنچا جس کا تعلق بھی ایک طرح ادب سے ہے اور جو پہلے ایشیا میں ناپید تھا مگر اب ہندوستان میں ترقی کر رہا ہے - میرا مطلب پریس (اخبار و رسائل) سے ہے جس کی حکومت روز بروز پھیلتی جاتی ہے اور جس نے فارغ البال بے فکرے ہندوستانی کو بھی اپنا غلام بنالیا ہے - پانچ سال ہوے کلکتے میں سولہ اخبار ایسے تھے جو دیسی نکالتے تھے، یعنے پانچ فارسی یا ہندوستانی میں اور نو بنگالی میں اور دو انگریزی میں* - کچھ دنوں تک مولوی نصیرالدین مارتنڈ اخبار شایع کرتے رہے جس کے پانچ کالم ہوتے تھے اور جو پانچ زبانوں میں ہوتا تھا، یعنے ہندی، ہندوستانی، بنگالی، فارسی اور انگریزی میں† اور تھوڑے ہی دن ہوے کہ ایک دیسی اخبار خاص کر عورتوں کے لئے شایع ہوا ہے - بمبئی میں تین یا چار ہندوستانی ‡ اخبار ہیں جو عام طور پر سب ہندیوں کے لئے ہیں اور دو خاص مسلمانوں کے لئے، ان کے علاوہ چار گجراتی میں ہیں جو پارسیوں کے لئے ہیں اور دو مرہٹی میں مرہٹوں کے لئے - مدراس میں بھی کئی ہندوستانی اخبار ہیں $ اور اس سے زیادہ دھلی، میرٹھہ، آگرہ، لاہور، بنارس اور لکھنؤ میں

---

* ولسن - دی ایتھینیم، دسمبر سنہ ۱۸۴۸ ع —

† سنہ ۱۸۴۶ ع میں —

‡ بمبئی کا ہرکارہ، اخبار دفتر جزیرۂ بمبئی، تازہ بہار وغیرہ —

$ مرأۃالاخبار، قاصد مدراس وغیرہ —

ھیں* - چند اخبار سری رام پور، کدار پور، مرزا پور، بھرت پور، ملتان، بریلی، اندور وغیرہ میں بھی ھیں —

اگر یہ اخبار آسانی سے یورپ میں پہنچ سکیں تو بہت سی دلچسپ معلومات ان میں ایسی ملیں‌گی جو ھمارے اخباروں میں نقل کرنے کے قابل ھوں گی اور جس پر ھوریس کا یہ قول صادق آسکتا ھے —

"یہ سب ایک دوسرے کو مدد دیں‌گے اور ان میں
باھم ایک خوش گوار اتحاد پیدا ھوجائے‌گا" —

---

* رپورٹ انجمن ترقی تعلیم دیسی زبان- سنہ ۱۸۴۵ع، از ڈاکٹر سپرنگر —

عمر خیام

از

(جناب سید حسن صاحب برنی، بی - اے، ال ال، بی (علیگ)

[یہ چھوٹا سا مضمون فرانسیسی مستشرق بیران کرادے وو (Baron Cara de Vaux) کی کتاب "محققین اسلام" (Les Penseurs de l'Islam) جلد چہارم مطبوعہ پیرس سنہ ۱۹۲۳ع صفحات ۲۶۳ - ۲۷۷ سے ماخوذ ہے، اور رسالۂ اُردو کے لئے براہ راست فرانسیسی زبان سے ترجمہ کیا گیا ہے —

"محققین اسلام ایک دلچسپ کتاب ہے، جس کے بعض حصوں کا ہماری زبان میں ترجمہ ہوجانا یقیناً مفید ثابت ہوگا - ہم کوشش کریں گے کہ انشاء اللہ وقتاً فوقتاً اس کتاب کے بعض مضامین ناظرین کی خدمت میں پیش کریں —

خیام کے متعلق اس قدر کثرت سے لکھا گیا ہے کہ اب وہ ایک جداگانہ اور مستقل مبحث کی حیثیت رکھتا ہے - غالباً یہ کہنا مبالغے میں داخل نہ ہوگا کہ اس مخصوص مبحث پر اتنے تراجم، تصانیف، تالیفات و مضامین دنیا کی مختلف زبانوں میں جمع ہوگئے ہیں کہ اُن سے ایک کتب خانہ مرتب ہوسکتا ہے —

کرادے وو کا یہ مضمون گو نہایت مختصر ہے، لیکن دلچسپی اور فائدے سے خالی نہیں ہے، اور اُس کا تنقیدی

پہلو کسی قدر ندرت لئے ہوے ہے—

اخیر میں یہ بتلادینا ضروری ہے کہ کرادے رو نے اس مضمون میں خیام کی فارسی رباعیات یا فارسی الفاظ نہیں لکھے ہیں اس لئے ہم نے بھی ترجمہ ہی پر اکتفا کی ہے] —

عمر خیام، رباعیات کا شہرۂ آفاق مصنف، تقریباً واحد مثال ایک ایسی ہستی کی ہے، جسے بحیثیت شاعر اور ریاضی داں کے اعلیٰ امتیاز حاصل ہے- وہ مشرق میں بمقابلہ رباعیات کے مصنف ہونے کے ایک فلسفی کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے- عمر خیام کی رباعیات کا ایک چھوٹا سا مجموعہ فٹز جرالڈ (Fitzgerald) انگریزی کے ترجمے کی بدولت ہم اہل مغرب میں کہاں ہر دلعزیزی حاصل کرچکا ہے —

اس کا پورا نام "عمر بن ابراهیم الخیامی ہے اور وہ فارسی النسل تھا- خیامی کے معنی خیمہ دوز کے ہیں- وہ سنہ۴۳۰ھ اور ۴۴۰ھ کے مابین پیدا ہوا اور سنہ ۵۱۷ھ (۱۱۲۳ع) میں اس نے نیشاپور میں وفات پائی- اس کے زندگی کے واقعات معدودے چند ہی معلوم ہیں- ایک قصہ مشہور ہے کہ طالب علمی کے زمانے میں اس کی دوستی دو اور طالب علموں سے تھی جنھوں نے بعد میں بہت کچھہ شہرت پائی- ان میں سے ایک نظام الملک تھا، جو آئندہ چلکر ملک شاہ سلجوقی کا

"خیام کی سوانح حیات حبیب السیر" مصنفۂ فارسی مورخ اخوند مہر میں موجود ہیں- ویپک (Wœpcke) نے اس کے حالات "تاریخ الحکما" سے، جو حال ہی میں طبع ہوچکی ہے، اخذ کئے ہیں (دیکھو F. Wœpcke L' Algebre d' Omar al - Khayyami, Paris, 1851, p. 5.) کتاب الجبر والمقابلہ مصنفۂ عمر خیام مطبوعہ پیرس سنہ ۱۸۵۱ع کا دیباچہ صفحہ ۵ —

خیام کی تصانیف کے لئے دیکھو "تاریخ عرب علماے ریاضی و ہیئات" مصنفۂ ایچ سوٹر H. Suter Die Mathematiker und Astronomer der Araber, Leipzig, 1900, p. 112–113).

وزیر ہوا اور جس کے متعلق ہم آئندہ چل کر کچھ لکھیں گے۔ تینوں دوستوں نے آپس میں عہد کیا کہ اگر ان میں سے کوئی بڑے عہدے پر پہنچے گا تو وہ اپنی خوش حالی میں اپنے بقیہ دونوں رفیقوں کو شریک کرے گا۔ ان میں نظام الملک پہلا شخص تھا، جو فائزالمرام ہوا۔ اس نے اپنے وعدے کا ایفا کیا۔ حسن بن صباح کو اپنے سے وابستہ کرلیا، اس نے اپنے آپ کو قابل اعتماد ثابت نہیں کیا۔ عمر خیام کو بھی نظام الملک نے عہدہ پیش کیا، لیکن اس نے انکار کردیا، اور صرف معمولی وظیفہ قبول کرنے پر اکتفا کی، تاکہ وہ خاموشی سے اپنے علمی و ادبی مشاغل میں مصروف رہ سکے۔ عمر خیام کا شمار ملک شاہ کے علماے ہیئات میں ہوتا ہے اور ملک شاہ کے عہد میں سنہ ۱۰۷۹ع میں جو اصلاح تقویم سرانجام پائی وہ اس کے ممتاز مہتممین میں سے تھا۔ سوٹر (Suter) نے زیادہ صحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ملک شاہ نے سنہ ۴۶۷ھ (۱۰۷۴ع) میں خیام کو دو اور مشہور ماہرین ہیئات کے ساتھ اپنی نو تعمیر رصدگاہ رے کا مہتمم مقرر کیا تھا۔ خیام نے مخصوص طور پر فارسی تقویم کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور اس طرح سنہ جلالی کی، جوکہ ملک شاہ کے لقب سے موسوم ہے، بنیاد ڈالی —

عمر خیام کے عادات و اخلاق کے متعلق "تاریخ الحکما" میں حسب ذیل لکھا ہے، جس کا ترجمہ عرصہ ہوا ویپک (Wœpcke) کرچکا ہے :—

"عمر الخیام، امام خراسان اپنے وقت کا علامہ تھا اور یونانیوں کے علوم میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ وہ حرکات بدنی کی پاکیزگی کے ذریعے سے نفس انسانی کے تزکیہ کا داعی تھا اور سیاست مدنیہ میں اہل یونان کے وضع کردہ قوانین کا التزام چاہتا تھا۔ خیام کے اشعار کے ظاہری مطلب سے متاخرین صوفیہ نے واقف ہوکر اس کے خیالات کو اپنے طریقوں میں منتقل کرلیا ہے، اور اپنی مجلسوں اور خلوتوں میں ان پر بحث مباحثہ کرتے ہیں، لیکن اس کے اشعار کے باطنی معنی وسیع شریعت کے لئے بمنزلۂ حیات اور عملی فرائض کے لئے اصول کُلی کا مجموعہ ہیں" —

اس کے بعد اسی تذکرے میں لکھا ھے کہ خیام کے مذھبی خیالات سے اس کے معاصرین نہایت برھم تھے- آخر کار اس نے اپنی زبان اور قلم کی باگ کو روک لیا' حج کیا اور بغداد سے گذرتے ھوے ان لوگوں سے ملنے سے احتراز کیا جو اس کی طرح قدما کے علوم میں مشغول تھے- حج سے لوٹ کر رات دن عبادت میں مشغول ھوگیا اور اپنے اسرار اور اصلی خیالات کو مخفی رکھنے لگا —

ایک اور روایت کی رو سے جو کسی دوسری جگہ سے ماخوذ ھے کہا جاتا ھے کہ ایک نہایت بے دینی کے خیالات سے بھری ھوئی رباعی کے باعث خیام کا چہرہ سیاہ ھوگیا' جس کے یہ معنی ھیں کہ وہ ایک گناہ کبیرہ کا مرتکب ھوا اس لئے کہ قیامت کے دن بھی گناھگار روسیاہ ھوکر آئیں گے —

ایک اور روایت جو خوشگوار اور محبت کے جذبات سے مملو ھے خیام کے ایک شاگرد نے بیان کی ھے- یہ شخص ایک دن بمقام بلخ سنہ۵۰۶ھ میں سرائے بردہ فروشان میں "خواجۂ امام عمر خیام" سے جسے وہ "حجت الحق" کے لقب سے موسوم کرتا ھے ملاقی ھوا - اس وقت خیام کے ساتھہ اس کا ایک ھم عصر عالم ھئیات بھی مقیم تھا- دوران کلام میں خیام نے کہا کہ "میری قبر ایک ایسی جگہ ھوگی جہاں سال میں دو مرتبہ درختوں سے پھول برسا کریں گے- کئی برس بعد سنہ ۵۳۰ھ میں یہی شاگرد نیشاپور آیا اور خیام کی زیارت کو گیا - وہ لکھتا ھے "چند سال گذر چکے تھے کہ یہ بزرگ نقاب خاک میں رو پوش ھوچکا تھا اور دنیا اس کے وجود سے محروم ھوچکی تھی"- وہ گورستان واقع حیرہ میں جوکہ نیشاپور کا ایک بڑا محلہ تھا اور مرو کے راستے پر واقع تھا پہنچا تو سیدھے ھاتھہ کی طرف اس نے دیکھا کہ قبر باغ کی دیوار کے نیچے واقع ھے' امرود و زرد آلوکے درخت دیوار کے باھر پھیلے

---

* دیکھو چار مقالہ ایڈیشن براؤن صفحہ ۷۱ - یہ امر قابل توجہ ھے کہ جس لقب (حجۃالحق) سے خیام کو نامزد کیا گیا ھے وہ وھی ھے جس سے غزالی بھی مشہور ھے —

ہوے ہیں' اور قبر پر اس قدر پھول بکھرے ہوے ہیں کہ قبر کی تمام سطح ان سے چھپی ہے --

---

فٹز جرالڈ (Fitzgerald) کی انگریزی رباعیات' جو خیام سے ماخوذ ہیں' شاید خیام کے فلسفے کو صحیح طور پر پیش نہیں کرتی ہیں* ان سے زیادہ تر فلسفۂ خیام کا یاس آمیز و غمناک پہلو تو نمایاں ہوتا ہے' لیکن فلسفۂ خیام کی عمیق و موثر طنز کا بہت کم احساس ہوتا ہے --

سوٹر (Suter) نے میرے خیال میں خیام کو بہتر طور پر سمجھا ہے اور اس کے متعلق حسب ذیل راے ظاہر کی ہے :--

"خیام ایک ممتاز حکیم تھا' جو کہ علوم قدیمہ میں مہارت تامہ رکھتا اور "همه اوست" کے خیالات کی طرف مایل تھا - وہ ایک تلخ نوا نکتہ چین ہے' جس نے اپنی رباعیات میں مذہب اور دینیات کے کمزور پہلوؤں پر حملہ کیا ہے" --

ویپک (Wœpeke) نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے' وہ کہتا ہے :--

"خیام اپنی رباعیات کے باعث جو فارسی میں لکھی ہیں' لامذہب اور رند

---

* ہیرن ایلن (Heron Allen) کی رباعیات عمر خیام کے ایڈیشن مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۹۹ع میں فٹز جرالڈ (Fitzgerald) کی رباعیات کے ساتھ ساتھ خیام کی رباعیات اور ان کے ترجمے دیے ہوے ہیں- خیام کی رباعیات کا صحیح صحیح ترجمہ فارسی زبان سے جے پالن (J. Pollen) نے سنہ۱۹۱۵ ع میں اور انگریزی نظم میں (JohnPayne) نے کیا ہے' جس کا مخصوص اور محدود ایڈیشن ولن سوسائٹی (Villon Society) کے لئے شایع ہوا ہے- فرانس میں بھی ایک مخصوص و محدود ایڈیشن جلد سے قابل شایع ہوا تھا- حال ہی میں ایک چھوٹی تقطیع کا ایڈیشن گرولے (Grolleu) نے باڈلین (Bodlein) کے قلمی نسخے سے بمقام پیرس سنہ ۱۹۲۴ع میں شایع کیا ہے —

مشہور ہے' لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ دیکارت (Descarte) کے متعلق بھی ایک قند خو پادری نے جس کا نام ریکٹر وویت (Rector Woet) تھا اور جو یوٹریخت (Utrecht) کی یونیورسٹی سے تعلق رکھتا تھا' ایسے ہی اعتراضات کئے تھے"۔

رباعیات کے علاوہ خیام کا ایک فلسفیانہ رسالہ "وجود" کے متعلق برلن میں موجود ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ بعض اوقات اس شاعر کی طنز بجائے مذہب پر حملہ کرنے کے زیادہ تر اُن طریقوں پر ہوتی ہے جو مذہب کے نام سے اختیار کئے جاتے ہیں' چنانچہ ایسی رباعیات موجود ہیں' جن کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ "ایسے ناکارہ طریقوں کو دیکھتے ہوئے تو ہم بآسانی رندبن سکتے ہیں —

خیام کی جدت کیا ہے؟۔ اس کا طے کرنا مشکل ہے۔ اس نوعیت کے خیالات خیام سے پہلے بھی موجود تھے' بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ خیام کے قریبی زمانے میں متداول ہوچکے تھے —

ہر دو علمائے متذکرہ صدر (یعنی سوتر اور ویپک) نے نیز اُن عرب مصنفین نے' جن کی کتابوں میں خیام کا تذکرہ پایا جاتا ہے' اس بات پر خاص طور سے زور دیا ہے کہ خیام علوم قدیمہ سے بہرہ اندوز ہوا تھا' لیکن متقدمین میں دینیات کے خلاف جنگ کرنے کے وجوہ ہنوز وجود میں ہی نہیں آئے تھے —

خیام ایران قدیم کے ساتھ وابستگی خاطر رکھتا تھا۔ بہت سے الفاظ اور تشبیہات و استعارات اُس دور سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً "مے مغانہ" جو عہدگی و خوبی کا ہم معنی ہے' "آئین مشتری و پروین" "از ماہ تا بماہی" "براق خیال" "بلبل کی پہلوی زبان میں نغمہ سرائی" "جوے کوثر" "بہرام و جمشید" "رستم و زال" "مملکت کاؤس" "پادشاہی فریدون" "تاج کیخسروی" "بلخ و بابل" (بغداد) وغیرہ —

ایک رباعی میں لکھتا ہے :۔ "اے بادشاہ ستاروں نے تجھے تخت خسروی کا مالک بنایا ہے اور تیرے واسطے رخش شاہی پر زین کسا ہے جب تیرا گھوڑا لعل زرین کے

ساتھہ جنبش کرتا ہے اور گام زن ہوتا ہے تو زمین زرین ہوکر رہ جاتی ہے۔ ان تمام موقعوں پر محسوس ہوتا ہے کہ یونان و ایران قدیم کی طرف خیالات کا رخ ہے: خیام کے شکوک دو قسم کے ہیں اور دونوں قسمیں "تصوف" سے مطابقت رکھتی ہیں؛ پہلی قسم میں مذہبی رسوم کی مفید ہونے میں شک کیا گیا ہے اور دوسری قسم میں امور مذہبی کی بابت عملی اور عقلی دلائل کی بے مایگی ظاہر کی گئی ہے—

رسوم کے متعلق طنز بلکہ تقریباً تنفر آمیز ہجو کا اظہار خلوص دل سے معلوم ہوتا ہے اور اس کے متعلق انکار نہیں کیا جاسکتا :-

"میں نماز و روزہ کی ادائگی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا' اور پھر بھی یقین کرتا ہوں کہ میں نجات پاؤں گا۔ یہ وضو میری رنگ رلیوں سے ٹوٹ جاتا ہے اور یہ روزہ شراب کی آدھی پیالی سے"۔ "ماہ رمضان نمودار ہوگیا اور اب شراب پینے کا موقع نہ ملےگا' میں شعبان کے اختتام پر اس قدر شراب پیوں گا کہ تمام ماہ رمضان مست رہوں"—

"تیرے ساتھہ پوشیدہ طور پر بے خانہ میں سرگوشی کرنا محراب میں نماز ادا کرنے سے بہتر ہے"—

"لوح و قلم' بہشت و دوزخ تیرے اندر موجود ہیں"۔—

بہشت وہ ساعت ہے جب کہ مجھے سکون خاطر حاصل ہو"—

یہ مضامین جن کی تصوف کے خیالات سے بھی تاویل کی جاسکتی ہے مذہبی جذبے کی باطنی حیثیت اور ظاہری رسوم کی لغویت کو ظاہر کرتے ہیں۔ بہر حال یہ امر ظاہر ہے کہ رسم و رواج کا پاس اس مضمون میں بھی موجود ہے جہاں خیام کہتا ہے کہ ماہ رمضان میں شراب پینے کا موقع نہ ملے گا' حالانکہ اسلامی شرع شراب نوشی کی کسی وقت اجازت نہیں دیتی—

ذیل میں "مسئلۂ تقدیر" کے متعلق چند طنزیہ رباعیات درج کی جاتی ہیں ان رباعیات میں طرز بیان یہ ہے کہ انسان خدا کو مخاطب کرتا ہے :-

"تونے گناہ کو مقدر کیا ہے؛ گناہ کا سرزد نہ ہونا قصور ہوگا"—

مقصود اس امر کا احساس کرانا ہے کہ اس بارے میں مذہبی اعتقاد مہمل ہے یا یہ کہ ایسے معاملات میں استدلال بے کار ہے ؛ ان بعد کی رباعیات میں لہجہ درشت بے باکانہ اور مضبوط ہے:-

"تو جانتا ہے کہ گناہ سے باز رہنا ناممکن ہے اور تو اُسے ممنوع قرار دیتا ہے ؛ قدرت کے اس آئین اور تیری ممانعت کے درمیان ہم حیران و مایوس کھڑے ہیں"-

" خیر و شر، اذت والم، جو ہمارے مقرر ہوچکے ہیں انھیں آسمان کی طرف منسوب نہ کرو، آسمان ہزار درجہ زیادہ معذور ہے"—

خدا آفرینش خلق سے ہی جانتا تھا کہ شراب پیوں گا، اگر میں نہ پیوں تو خدا کا علم جہل قرار پاجائے گا" —

عقل و حکمت کی قدر و قیمت کے متعلق خیام کے شکوک حسب ذیل چند اشعار سے صاف طور پر ظاہر ہوتے ہیں :-

"وہ لوگ جو کہ محیط فضل و آداب ہیں اور اپنے کمال کی وجہ سے شمع اصحاب بنے ہوے ہیں، وہ اس شب تیرہ کے باہر ایک قدم نہیں جاسکتے انھوں نے ایک افسانہ سنایا اور سوگئے" —

ابد اور ازل کے متعلق یہ بحثیں کب تک کی جاوینگی - یہ شراب نوشی کا وقت ہے، حکمت و کتابوں کے متعلق مباحثوں کو چھوڑو؛ مشکل مباحث کا حل شراب میں مل جاتا ہے- اس رباعی میں دینیات کی بعض اصطلاحات آگئی ہیں—

ایک اور رباعی - " شراب پی یہ تیرے غم کو دور کردے گی اور ہفتاد دو ملت پر غور کرنے سے روک دے گی " —

" حضیض خاک سے اوج فلک تک میں نے تمام عقدے حل کر ڈالے اور دھوکوں اور غلطیوں سے بچ گیا ' لیکن تقدیر کے پھندوں سے رہائی نہ پاسکا " - اس وقت میں اُن مقامات کو نظر انداز کرتا ہوں جن میں زیادہ تر زندگی

کی عام غمناکی ' ایام گذشتہ اور موت کی یاد اور اشیا کی یاس انگیز کیفیت بیان کی گی ھے اور جن میں بے ثبات و چند روزہ زندگی کو داعی موت سے مقابلہ کرتے دیکھا گیا ھے - ان اشعار کی خوبی آسانی سے معلوم ھوجاتی ھے لیکن خیام کے کنایات و تشبیہات کے متعلق کچھہ بیان کر دینا خالی از دلچسپی نہ ھو گا —

دو چیزیں جن کا خیام کے مختصر مجموعۂ رباعیات میں بار بار ذکر آتا ھے شراب اور مٹی (گل) ھیں - شراب اسلام میں ممنوع ھے ' وہ نمایاں حصہ جو شراب کو دیا جاتا ھے ظاھر کرتا ھے کہ اسی قسم کی شاعری کا آغاز قبل اسلام ھوچکا تھا - شراب کی دو توجیہات کی جاسکتی ھیں ' یا تو اُس سے مقصود اس دنیا کی لذات ھیں یا اُس سے منشا ھستی بالاے عشق کرنے کی حیات بخش لطف و گرمی سے ھے - میخانے سے مراد صوفیہ کے جمع ھونے کی جگہ ھے اور ساقی سے مطلب محض ذات باری بحالت کرم گستری و رحمت ھے یا اُس سے مطلب کسی ایسی ذات سے ھے جسے روح سے اتصال ھوسکے - شراب کا کنایہ قدیم ھے حتیٰ کہ اس کا وجود اناجیل میں بھی پایا جاتا ھے بالخصوص نغمات سلیماں " Contiques des Contiques " میں جہاں انگور اور شراب کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ھے - یہ امر معلوم ھے کہ اسلام سے بہت پہلے انگور نے مسرت و محبت انسانی کی حیثیت سے اس نظم میں ایک باطنی تفسیر پالی تھی اور گویا قدیم سے ایک روایت اس قسم کی موجود تھی جس سے ایسے معنے نکالے جاسکتے تھے - یہ امر بھی توجہ کے قابل ھے کہ مٹی اور اُس کے برتن جن سے مراد انسان کا جسم ھے ایک ایسا کنایہ ھے جو انجیل میں موجود ھے یعنے خدا نے انسان کو خاک و گل سے بنایا ھے - علاوہ ازیں یہ بھی خیال کیا جاسکتا ھے کہ شراب کا مضمون بعض قدیم یونانی اور عیسوی مراسم سے جہاں شراب کام میں آتی تھی ماخوذ کیا ھے —

دیگر تشبیہات و کنایات کم تعداد میں استعمال ہوے ہیں لیکن خوب ہیں۔ بعض کا تعلق قدیم یونان سے اور کچھ کا تعلق قدیم ایران سے ہے۔ ''سورج کے وحشی گھوڑے'' ''رات دن کے گھوڑے'' ''شمع و تاریکی'' میرا دل تاریک ہے' تیری شمع و ضیا کہاں ہیں''؟ ۔ گنبد آسمانی کو کف سر نگوں سے' جسم کو خیمہ سے' جسے قضا و قدر کھڑا کرتے اور گراتے ہیں' روح کو سلطان سے' دنیا کو کاروان سرائے سے' زندگی کو کارواں سے' تشبیہ دی ہے —

اور مثالیں ہیں ''درخت حیات''۔ ''پرند شادمانی''۔ ''سلاسل تقدیر''۔ ''عقدۂ ازل و ابد''۔ ''قدح موت''۔ ''پردۂ اسرار'' —

شراب کیمیاگر ہے' موجودات عالم' پیالۂ وجود میں شراب کے بلبلے ہیں —

بعض استعارات جو کھیلوں سے لئے گئے ہیں خاص طور پر قابل لحاظ ہیں۔ اسپ قضا' چوگان کے بعض جزئیات' اور فانوس خیال کا مشہور خیال (جو ابن الفرید کے یہاں بھی آیا ہے) :-

یہ آسمان کا گنبد جہاں ہم سرگرداں ہیں فانوس خیال ہے (فانوس یونانی لفظ ہے) ۔ سورج شمع ہے' اور دنیا فانوس ہے اور ہم تصاویر ہیں جو اُس میں گردش کرتے ہیں —

شطرنج سے : ''ہم مہرے ہیں اور آسمان مہرہ باز ہے اور بساط وجود پر ہمارے ساتھہ بازی کھیلی جاتی ہے'' ۔ خیام کی مقدر پرستی اور ذہانت کا پتہ ان چند مثالوں سے بھی ظاہر ہوجاتا ہے —

عمر خیام ہم (اہل مغرب) میں دیگر مصنفین رباعیات کے مقابلے میں سب سے زیادہ مشہور ہے' لیکن وہ اس صنف کلام کا واحد یا مشرق میں سب سے زیادہ مقبول مصنف نہیں ہے۔ اُس کے علاوہ اور بھی متعدد شعرا نے اس صنف میں طبع آزمائی کی ہے ۔ اکثر نامور شعرا نے جن کا کلام دیگر اصناف میں زیادہ مشہور ہے'

رباعیات لکھی ھیں۔ مثلاً حافظ، جامی، سعدی۔ ایران میں پہلے ھی سے رباعیات کا معقول سرمایہ فراھم ھوچکا تھا —

ھمارے زمانے کے ایک ذی علم ایرانی موسیو حسین آزاد نے جو پیرس میں مقیم ھے، ایک ایسا مجموعہ شایع کیا ھے اور خیام کے کلام کا بعض دیگر موزوں انتخابات سے مقابلہ کیا ھے۔ ان میں سے اکثر رباعیات تو معرفت میں ھیں، لیکن بعض جو مختلف اور بعید دوروں سے تعلق رکھتی ھیں، شکوک کا لہجہ لئے ھوے ھیں —

بعض دیگر حکماے مشرق نے خیام کی طرح رباعیات لکھی ھیں، یہ مشغلہ اُن کے لئے شدید دماغی محنت سے چھوٹنے پر بطور تفریح طبع کے کام دیتا ھوگا، مثلاً ناصرالدین طوسی اور ابن سینا —

ناصرالدین طوسی کی اس رباعی میں عام شک کے ساتھہ وحدت کے خیالات کو پیش کیا گیا ھے: -

ھستی حقیقی اول و واحد ھے، باقی سب وھم و خیال ھے، اُس کے علاوہ تمام چیزیں جو ھمارے سامنے آتی ھیں چشم احول کا فریب نظر ھیں —

طوسی کی ایک دوسری رباعی ھے :-

" جن لوگوں نے کہ راستہ دیکھا ھے اور روانہ ھوچکے ھیں، انھوں نے کسی کو یقینی نشان نہیں دیا، وہ تو جا چکے۔ اس عقدے کو کسی نے حل نہیں کیا، بلکہ ھر ایک نے ایک پیچ اور افزوں کردیا، اور سب رخصت ھوگئے" —

یہ اخیر رباعی بالکل خیام کے رنگ میں ھے —

ذیل میں ایک اور رباعی ابن سینا کی لکھی جاتی ھے، جو ندرت سے خالی نہیں ھے، اور جس میں تقدیر پرستی اور اخلاقی تشکک کا اظہار کیا گیا ھے :—

ھم اپنے آپ کو خدا کی رحمت پر چھوڑتے ھیں، اور طاعت و جرم سے بری ھوتے ھیں؛ جہاں خدا ھے وھاں اس کی رحمت بھی ھے، اور اس کی رحمت کے سامنے کردہ

ناکردہ اور ناکردہ کردہ ہے'' —

اس رباعی کا جواب ایک دوسرے شاعر ابوالخیر نے اس طرح دیا ہے :-

'' اے شخص جس نے نیکی نہیں کی ہے اور بدی ہی کی ہے اور خدا کے کرم پر بھروسہ کرتا ہے' بخشایش کی توقع نہ رکھ اس لئے کہ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ناکردہ کردہ اور کردہ ناکردہ ہوجائے'' —

ناصرالدین طوسی کی ایک اور رباعی ہے' جس میں اس نے تقدیر پرستی' قسمت اور ہرچہ بادا باد کے خیال کو ظاہر کیا ہے :-

'' اگر یقین کی آنکھ میں قصور نہیں تو عیسائی کو گرجا جانے دو' اس کے لئے یہی حج ہے - اگر تیری ابرو سیدھی ہے تو اسی حالت میں اس میں خم ہوگا''—

عجیب ترین رباعیات میں سے ناصرالدین طوسی کی وہ رباعی ہے' جس میں اس نے خیام کو جواب دیا ہے - اس رباعی میں طوسی نے مذہبی لہجہ اختیار کیا ہے' جو اُس کی مندرجہ بالا رباعی سے مختلف ہے- اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر رباعیات محض ادبی مشق کا نمونہ تصور کی جاسکتی ہیں (یعنی یہ ضروری نہیں کہ وہ لکھنے والے کے صحیح خیالات کا آئینہ یا حقیقی جذبات کی ترجمان ہوں) —

خیام نے اخلاق کے مقدر ہونے' یعنی اس مسئلے پر کہ خدا کو بدی کا پہلے سے علم تھا اور اس وجہ سے بدی ناگزیر ہے' لکھا تھا :-

''میں شراب پیوں گا' اور جب تک کہ اپنے ہوش میں ہوں' قدرتی امر ہے کہ میں شراب پیوں - اس لئے کہ خدا کو ازل سے اس کا علم تھا کہ میں شراب پیوں گا' اور اگر میں نہ پیوں گا تو اس سے علم خداوندی کا بطلان ہوگا''. اس کا جواب طوسی نے اُسی قافیہ میں دیا ہے :-

کوئی سمجھدار ایسا دعوی نہ کرے گا' اس دلیل کی تردید سہل ہے- علم ازلی کو گناہ کا سبب قرار دینا سمجھدار کے لئے کمال جہل کی دلیل ہے''—

لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہ جواب واقعی تردید ہونے کی بجائے خوش اعتقادی کے

اظہار سے زیادہ تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ابن سینا نے بحیثیت طبیب کے قانون میں شراب کی تعریف کی ہے، بشرطیکہ اعتدال سے پی جائے وہ لکھتا ہے :-

"تین قسم کے لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں، بادشاہ، طبیب اور رند۔ بادشاہ اس لئے پیتا ہے کہ اُس سے سرور حاصل کرے، طبیب اس لئے پیتا ہے کہ اُس کی خاصیتیں معلوم کرے اور رند اس لئے پیتا ہے کہ یہ اُس کی فطرت میں داخل ہے" —

پھر ابن سینا نے اس قول پر ان اشعار کا اضافہ کیا ہے :-

"شراب ایک طبیب کی طرح پی، اس طرح پی جس طرح کہ ابن سینا پیتا ہے، تو پھر تو ایک دیوتا کی طرح ہوجائے گا" —

یہاں شاید اُس روایت کی طرف اشارہ ہے، جس میں اُس وعدے کا ذکر ہے، جو انجیل میں ثمر ممنوعہ کے متعلق سانپ نے حوّا سے کیا تھا —

میر طاہر

از

[محمود علی خاں صاحب ، فرخ آبادی]

آج ہم ایک ایسے بزرگ کا حال لکھنا چاہتے ہیں جن کے کلام کی فصاحت کا لوہا، دہلی، لکھنؤ، رامپور اور حیدرآباد کے اُستادان فن مان گئے تھے۔ جن کی تعریف میں جناب انجم لکھنوی فرماتے ہیں۔ ''میرے نزدیک کیا اکثر کے نزدیک بعد امیر مرحوم کے آپ ہی کا دم ہے۔ اس رنگ اس طرز میں کہنے والا سوا آپ کے اب کوئی نہیں ہے'' ۔ جن کو خود جناب امیر مینائی ''چیدہ چیدہ شاعروں میں'' سمجھتے تھے اور ''کہن مشق خوش فکر شاعر'' کہتے تھے۔ جن کی نسبت جناب عروج لکھنوی نے فرمایا تھا کہ ''تم مجھ کو نعمت غیرمترقب مل گئے ہو''۔ جن کے بارے میں حضرت جلیل مانک پوری نے تحریر فرمایا ہے کہ ''موجودہ شعرا کی صف اول میں حضرت طاہر کی نشست ہے اور ایسے ہی کہنہ مشق شعرا سے غزل گوئی کا نام باقی ہے''، اور جن کی رائے کی رہ اتنی وقعت کرتے تھے کہ لکھتے ہیں ''میرے کلام کو آپ پسند فرماتے ہیں۔ میں اپنے لئے اس کو سرمایۂ مباہات سمجھتا ہوں''۔ جن کی نسبت شمشیر بہادر اخگر لکھتے ہیں کہ ''آپ کے سوا پرانے باکمال و نامور شاعروں میں کوئی ہے بھی تو نہیں۔ امیر و جلال آپ کے مداح تھے تو اورحضرات کیوں نہ قدر کریں''۔ جن کے بارے میں ناظم علی خاں اڈیٹر زبان اُردو شاہجہاں پور لکھتے ہیں کہ ''حضرت استادی مرحوم (فصیح الملک داغ دہلوی) بھی آپ کی تعریف کیا کرتے تھے''

یہ انھیں کا شعر ہے جو بالکل استاد داغ کے رنگ میں ہے :—

مینہ برستا ہے تو تر تر کے لپٹ جاتے ہیں
برق کے ساتھہ چمکتا ہے نصیبا اپنا

میر طاہر علی صاحب طاہر فرخ آبادی کے بزرگ رضوی سید تھے - نیشاپور سے ہندوستان آئے تھے اور ''نواب وزیر الممالک کے متوسل'' ہوکر قصبہ موہان میں آباد ہوئے - ان میں سے اکثر حاذق طبیب، فن سپہ گری میں کامل اور شاعری، نگاری و خوشنویسی کے ماہر گذرے ہیں - اور شاہی زمانے میں اعلیٰ اعلیٰ منصبوں پر فائز رہ چکے ہیں - اُن کے دادا سید مظہر علی زار تخلص کرتے تھے - عموماً فارسی میں اور کبھی کبھی اُردو میں کہا کرتے تھے - فن تیر اندازی اور بانک سے بے انتہا شوق تھا - سرکار انگلشیہ کی نوکری کے سلسلے میں کانپور آئے اور نواب گنج میں جہاں غدر سے پہلے کچہریاں اور سرکاری دفاتر وغیرہ تھے مستقل سکونت اختیار کرلی - میر صاحب کے والد کے حقیقی نانا حکیم مہدی علی جہاں آبادی سرشتہ داری کے سلسلے میں کانپور ہی میں مقیم تھے - فارسی کے شاعر تھے اور ملتمس تخلص کرتے تھے - ان کے ہاں ہر ماہ زبردست مشاعرے ہوا کرتے تھے - ایک مصرع طرح فارسی کا اور ایک اُردو کا رکھا جاتا تھا - کبھی کبھی شیخ امام بخش ناسخ بھی تشریف لاتے تھے - آپ کی موجودگی میں مشاعرے اور بھی با رونق ہوجاتے تھے - حکیم مہدی علی کے منجھلے صاحبزادے حکیم محتشم علی محتشم جہاں آبادی بھی فاضل بے بدل اور طبیب حاذق گذرے ہیں —

کانپور ہی میں میر صاحب کے والد سید اطہر علی پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم و تربیت پائی - آپ بھی خوشنویس اور شاعر تھے اور اطہر تخلص کرتے تھے - آپ کو مرزا خانی نازش سے تلمذ حاصل تھا - وہ نازش جو مرزا رجب علی بیگ سرور کے بھی استاد تھے - آپ کے چند اشعار مسٹر حامد علی خاں بیرسٹر لکھنؤ

نے دسمبر سنہ ۱۹۰۹ ع کے "معیار" میں میر طاہر سے نقل کئے ہیں، درج ذیل ہیں —

دست ساقی سے جو شیشہ سر محفل ٹوٹا
چونک اُٹھا میں یہ سمجھا کہ مرا دل ٹوٹا

برا لاکھ اس کو کہئے وہ کسی کو کچھہ نہیں کہتا
یہی تو ایک اچھی بات پائی ہم نے اطہر میں

لگا دیتے ہیں آہ آتشیں سے آگ پانی پر
یہ دیکھو دل جلوں کا شعبدہ بے لاگ پانی پر

حباب آسا کریں کسوا سطے کھتراگ پانی پر
یہ کشتی عمر کی جاتی ہے بھاگا بھاگ پانی پر

اس کے علاوہ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ ع کے "نیرنگ" رامپور میں شادماں لکھنوی نے ان کے چند اور اشعار لکھے ہیں، سنہ ۱۸۶۴ ع میں میر مہدی حسن مخلص کا دیوان شایع ہوا تھا، اس میں مخلص نے جناب اطہر کی دو غزلوں کو تضمین کیا تھا۔ شادماں نے ان سے صرف تین شعر اقتباس کر کے لکھے ہیں —

پڑا ہے میکدہ میں غل تری چشم پر افسوں کا
جگر اس رشک سے پانی ہوا صہبائے گلگوں کا

سراسر زلف پیچاں کا بھرا سودا مرے سر میں
پریشانی ھی لکھی تھی مگر میرے مقدر میں

وہ دیکھہ آئینہ خود عاشق ہوا ھے اپنی صورت کا
مرا محشر کو ہوگا ھاتھہ دامان سکندر میں

میر اطہر علی کی شادی فرخ آباد میں میر جان صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی تھی - میر جان مرحوم بخارا کے سید تھے اور خود شجاع الملک والی کابل کے ہمراہ ہندوستان آے تھے ؛ ذریعہ معاش ان کا تجارت تھا —

میر طاہر علی سنہ ۱۸۴۰ ع کانپور میں پیدا ہوے - ابتدا میں مولوی لطف احمد آسبوفی آپ کو پڑھاتے رہے - آپ کے والد کے اھتمام سے ہر ماہ مشاعرے ہوا کرتے تھے - میر صاحب بھی بیٹھہ کر سنا کرتے تھے - جس وقت آپ کی عمر آٹھہ برس کی تھی اور کریما ' مامقیماں پڑھتے تھے تو ایک دن مولوی صاحب مکتب سے کہیں چلے گئے - لڑکوں کو جو موقع ملا تو شاعری کی ٹھیری - میر صاحب کی سمجھہ میں نہ آتا تھا کہ کیونکر کہیں اور کیا مضمون باندھیں - اتفاق سے آپ کی نظر سامنے زینے کی جانب گئی ' زینے میں بہت تاریکی تھی اور جب کبھی میر صاحب اس پر چڑھتے تھے تو ڈرا کرتے تھے - آپ زینے کی طرف دیکھہ ھی رہے تھے کہ بے اختیار یہ مصرعہ زبان پر آگیا ع :-

کالی بلا کو دیکھہ مرا جی دہل گیا

خود استعداد لکھنے کی نہ تھی ' اپنے چچا میر حامد علی سے جو ہم مکتب تھے لکھنے کو کہا ' انھوں نے انکار کیا - غرضکہ اسی رد و قدح میں مولوی صاحب آگئے - پوچھا کیا باتیں ہو رہی ہیں ' میر حامد علی نے کہا کہ طاہر نے شعر کہا تھا - انھوں نے پوچھا کیا کہا ھے - میر صاحب نے ڈرتے ڈرتے مصرعہ پڑھا - مولوی صاحب ھنسے اور فرمایا - "کیوں نہ ہو ' آخر ہو کس باپ کے بیٹے" - شام کو جب میر اطہر کچہری سے آئے تو مولوی صاحب

نے فرمایا "حضرت- آپ تو شعر کہتے ھی ھیں' آپ کے صاحبزادے بھی شاعر ھیں' آج ایک مصرعہ کہا ھے"- میر اطہر نے بہت اصرار سے سنا اور بولے "جب تک سرمایۂ علم حاصل نہ کرلو' شعر کہنے کا ارادہ نہ کرنا"- اس کے تھوڑے ھی عرصے بعد والد کا سایۂ عاطفت ان کے سر سے اُٹھہ گیا- اس غم میں ان کی دادی بھی چند ماہ سے زیادہ زندہ نہ رہ سکیں- میر مطہر علی کو اس کبر سنی میں تلاش معاش کی غرض سے لکھنؤ جانا پڑا' وھاں ملکہ زمانیہ کے یہاں ملازم ھوگئے- چند روز کے بعد انھوں نے بھی انتقال فرمایا- اس کے بعد حکیم مہدی علی بھی چل بسے- میر اطہر علی کے مرتے ھی نواب‌گنج کی کچھہ ایسی خانہ ویرانی ھوئی کہ خاک اُڑنے لگی' گویا خاندان کا شیرازہ بکھر گیا- میر طاھر جہان آباد کی جائداد سے محجوب الارث ھوچکے تھے اس لئے ان کی والدہ طاھر' ان کی چھوٹی بہن اور ایک خادمہ کو لے کر فرخ آباد اپنے بھائی میر مغل کے پاس چلی آئیں- میر طاھر نے اس وقت گلستان شروع کی تھی- یہاں کوئی سرپرست تو تھا نہیں اس لئے پڑھنا لکھنا یک لخت موقوف ھوگیا- لیکن اتنا غنیمت تھا کہ مزاج میں آوارہ گردی نہ تھی' گھر ھی پر کبوتر اُڑایا کرتے یا کنکوے لڑاتے- چونکہ سات آٹھہ برس کی عمر ھی سے موزوں طبع واقع ھوے تھے اس لئے کنکوؤں پر شعر کہہ کہہ کر لکھہ دیا کرتے تھے- مثلاً :-

یہ آواز دیتا ھے مثل نقیب کہ نصر من اللہ فتح قریب

جب تیرہ چودہ برس کا سن ھوا تو ایک دن کا واقعہ ھے کہ محلے میں مرزا حسن علی بیگ سے کھڑے باتیں کر رھے تھے- اتنے میں نواب رئیس کے ھاں کا حصہ لئے ھوے ایک شخص آیا اور مرزا صاحب کے ھاتھہ میں فرد دے کر محلے کے نام دریافت کرنے لگا- مرزا صاحب چونکہ ناخواندہ تھے اس لئے میر صاحب کی طرف بڑھادی- ایک نام تو مرزا صاحب ھی کا تھا وہ تو انھوں نے بآسانی پڑھ دیا' دوسرا نام میر امام علی کا تھا' یہ شکست میں لکھا تھا اور چونکہ انھوں نے اب تک صرف نستعلیق میں لکھی ھوئی کتابیں دیکھی تھیں یہ نہ پڑھ سکے- سامنے ایک گولہ انداز کا لڑکا کھیل رھا تھا' مرزا صاحب نے اسے پکارا- اس نے فرد ھاتھہ میں لیتے ھی فوراً نام

پڑھ دیا - مرزا صاحب نے اسے شاباشی دی اور انھیں خوب شرمندہ کیا - یہ بات ان کے دل میں بہت کھٹکی کہ ایک لڑکا جس کے والدین لکھے پڑھے نہ ہوں ایک ایسے شخص سے بازی لے جائے جس کے بزرگ علم و فضل میں یگانۂ روزگار رہ چکے ہوں- دوسرے روز اس لڑکے کے پاس جاکر انھوں نے دریافت کیا کہ تم کہاں پڑھتے ہو- اس نے کہا کہ میر جعفر علی کے پاس- انھوں نے کہا میں بھی تمھارے مولوي صاحب سے پڑھنا چاہتا ہوں؛ دوسرے روز وہ لڑکا انھیں بھی اپنے ساتھہ لیتا گیا اور مولوی صاحب سے تقریب کرادي- مولوی صاحب بخوشی پڑھانے پر آمادہ ہوگئے- ابتدا میں تو چند روز اکثر ان پر خفا ہوے کہ تم نے پڑھا ہوا سبق لیا - بعد میں ان کی ذھانت معلوم کرکے بہت امسرور ہوے اور نصاب الصبیاں و چہار گلزار شروع کرادیا- طاہر مکتب ہی میں اکثر شعار موزوں کیا کرتے تھے اور مولوی صاحب کو بھی اس کا علم تھا- چنانچہ ایک مرتبہ عیدالفطر کے موقع پر عیدیاں کہنے کی فرمائش کی' انھوں نے تعمیل ارشاد میں دو عیدیاں کہہکر پیش کردیں جو مولوي صاحب نے نہایت پسند کیں- ایک دن ایک غزل کہہ کر دکھائی تو مولوی صاحب نے اشعار کی تو تعریف کی لیکن یہ کہا کہ ان میں قافیہ نہیں ہے- آپ نے تعجب سے دریافت کیا کہ قافیہ کسے کہتے ہیں- مولوی صاحب نے سمجھایا تو یہ نہایت آزردہ خاطر ہوے کہ یہ پابندی تو بڑی مشکل ہے- چنانچہ اسي خیال سے بہت دنوں تک کچھہ نہ کہا - اتفاق سے "تلوار مجھے" - "بیمار مجھے" کی طرح پر شہر میں مشاعرہ تھا - آپ نے بھی ایک غزل کہی' مطلع ملاحظہ ہو :-

زندہ چھوڑےگی نہ تیغ نگہ یار مجھے موت کے گھاٹ اتارے گی یہ تلوار مجھے

غزل کہہ کر مولوي صاحب کی خدمت میں پیش کی - انھوں نے شاباشی دی اور کہا کہ میں اصلاح نہیں دے سکتا ہوں' چلو منشی صغیر کے پاس لئے چلتا ہوں - چنانچہ آپ مولوي صاحب کے ساتھہ منشی امدادحسین صاحب صغیر کے پاس حاضر ہوئے - مولوی صاحب نے فرمایا کہ " حضور ! میری عمر ۶۵ سال کی ہوئی لیکن دو لڑکوں کے برابر میں نے کوئي لڑکا ذھین نہ

دیکھا - ایک تو یہ صاحبزادے اور دوسرا کلکتے میں ایک بنگالی مسلمان کا لڑکا - اب انھوں نے ایک غزل کہی ہے وہ اصلاح کے لئے لائے ہیں " - منشی صاحب نے غزل دیکھ کر کہا " اگر تم نے کہی ہے تو واقعی کمال کیا " - غرض کہ منشی صاحب کی اصلاح کے بعد آپ نے وہ غزل مشاعرے میں پڑھی تو خوب خوب داد ملی - دوسرے روز جب یہ بازار سے نکلے تو لوگ انگلیاں اُٹھا اُٹھا کر کہتے تھے کہ یہی وہ صاحبزادے ہیں جن کے ہاتھ کل کا مشاعرہ رہا - پھر تو یہ برابر مشاعروں میں غزلیں پڑھتے - تیرہ برس تک مولوی جعفر علی سے بہار دانش اور مینا بازار پڑھتے رہے اور احمد علی خاں خوشنویس سے خطاطی سیکھتے رہے - ایک روز قاضی فضل احمد صاحب نے جو " فاضل اجل " تھے اور آپ کے رشتہ دار ہوتے تھے فرمایا کہ عربی شروع کردو عربی آ جانے پر فارسی خود بخود آ جائے گی - چنانچہ آپ نے اُن سے عربی پڑھنا شروع کردی - منشعب پڑھ کر پنج گنج شروع کی تھی کہ حکیم تجمل علی صاحب کا خط ہمیر پور سے آیا کہ تم یہاں چلے آؤ - آپ نے لکھا کہ میرے پڑھنے میں ہرج ہوگا - لیکن وہ نہ مانے ' لکھا کہ " پڑھنے کا انتظام بھی ہوجائے گا اور نوکری کی صورت بھی نکل آئے گی " - مجبوراً آپ کو جانا پڑا - وہاں بھی دو اُستاد کامل مل گئے - مولوی ولی الدین صاحب سے عربی میں دستورالہندی پڑھنا شروع کردی اور مولوی فضل علی صاحب سے فارسی میں ابوالفضل اور طاہر وحید ' شبنم شاداب وغیرہ پڑھنے لگے اسی زمانے میں منشی امیر احمد مینائی وہاں تشریف لائے - اکثر آپ حکیم صاحب سے ملنے آیا کرتے تھے - ایک روز میر صاحب سے کہا کہ میں نے تمہاری ذہانت کی بہت تعریف سنی ہے - " خنجر آفتاب ' منور آفتاب " پر کچھ شعر کہو - الامر فوق الادب ' دو دن میں چند شعر کہہ کر حاضر کئے مطلع ملاحظہ ہو —

کون کہتا ہے ترے رخ کا ہے ہمسر آفتاب
ہو تو لے پہلے کف پا کے برابر آفتاب

حضرت امیر نے بہت تعریف کی اور مقطع میں ایک لفظ کی ترمیم تجویز کی - انھوں نے دست بستہ عرض کیا کہ " جناب اس سے معاف فرمائیں ' میں جناب صغیر کا شاگرد ہوچکا ہوں " - یہ سنکر وہ اور زیادہ خوش ہوے - منشی امیر کاسن اس زمانے میں کوئی تیس برس کا ہوگا —

اسی زمانے میں میر طاہر علی کو ڈپٹی وحیدالزماں خاں صاحب کی ماتحتی میں دس روپید ماہوار کی ایک محرری ملگئی - ڈپٹی صاحب نے فرمایا کہ تقرری کا پروانہ اس وقت ملیگا جب ہندی بھی سیکھہ لو - چنانچہ آپ نے فوراً ہندی پڑھنی شروع کردی - ایک ہفتے کے بعد ہندی کا ایک کاغذ نقل کر کے دستخطوں کے واسطے لیگئے - ڈپٹی صاحب نے دریافت کیا کہ اتنا خوش خط کس سے لکھوالائے' عرض کیا خود لکھا ہے - ڈپٹی صاحب اُچھل پڑے ؛ فرمانے لگے کہ تمنے کمال کر دیا - غرضکہ آٹھہ ماہ انھیں ملازمت کو نہ ہوے تھے کہ غدر ہوگیا - یہ بھاگ کر حکیم محتشم علی صاحب کے پاس جہاں آباد میں پناہ گزین ہوے - غدر فرو ہو جانے کے بعد کانپور آے - اپنے قیام کے دوران میں سات آٹھہ مشاعرے بہت دھوم کے کئے - چند روز ٹھیرنے کے بعد پھر فرخ آباد چلے آے - حکیم تجمل علی نے دوبارہ ہمیرپور بلوا لیا اور ایک نوکری دلوادی - ایک سال تک یہ کام کرتے رہے ' پھر رخصت لیکر گھر آے - یہاں آکر استعفا بھیجدیا - یہ وہ زمانہ تھا جب کہ فرخ آباد میں آفتاب شاعری عروج پر تھا - صغیر ' ادیب ' جوہر ' خبیر ' فرزندحیدر صفدر ' واجد علی خاں رضوان ' بہادر علی متین ' سورج پرشاد ' خورشید ' دیبی پرشاد تسلیم اور نواب عبدالعزیز خاں عزیز بریلوی وغیرہ موجود تھے - مرزا کلب حسین خاں نادر اٹاوے سے تبدیل ہوکر یہاں آچکے تھے اور تمام شاعران نازک خیال ان کی سرپرستی میں اپنی اپنی طبع موزوں کے جوہر دکھلا رہے تھے - میر طاہر کا حال معلوم کر کے مرزا صاحب نے ان کو بھی شرکت مشاعرہ کی دعوت دی اور اس قدر اصرار کیا کہ آپ کی قدردانیاں بالآخر انھیں مشاعرے میں کھینچ

ھی لائیں' پھر تو یہ برابر شریک ھو تے تھے - رفتہ رفتہ میر صاحب کی نظر عنایت ان پر زیادہ ھوتی گئی حتیٰ کہ محکمۂ بندوبست میں ڈپٹی صاحب کی سفارش سے آپ کو ایک عارضی جگہ مل گئی - اب میر صاحب کی شادی بھی ھو چکی تھی اور فکر معیشت بری طرح دامنگیر تھی - عارضی جگہ کے اختتام پر آپ کلکٹری میں مستقل طور پر اھلمد ھوگئے جس کی وجہ سے فتحگڈہ میں سکونت اختیار کرنی پڑی- کچھہ عرصے کے بعد حضرت نادر نے انتقال فرمایا - میر صاحب نے " غم نادر " تاریخ کہی - " بعد مرزا صاحب کے فرخ آباد کی شاعری پر زوال آیا اور دوچار برس میں فرخ آباد کے شعرائے نامی مرکھپ گئے' کوئی نہ رھا "- میر طاھر علی کا تبادلہ بھی مین پوری ھوگیا ' وھاں سے پنشن لینے کے بعد آپ اپنے وطن میں آبسے اور باقی زندگی یہیں بسر کی - فتحگڈہ کے قیام کے دوران میں جناب صغیر کی اجازت سے کچھہ زما نے تک اپنے دادا اُستاد حضرت بحر لکھنوی سے بھی اصلاح لی لیکن ان کی تمام اصلاح شدہ غزلوں کی بیاض اتفاقاً تلف ھو گئی - دبدبۂ آصفی حیدرآباد دکن میں میر صاحب خود تحریر فرماتے ھیں کہ " بداقبالی تو مجھہ سے قول ھار چکی ھے منتہاے نوکری سرکار انگریزی عہدہ پیشکاری عدالت کلکٹری تک رھی جس کی تنخواہ چالیس تھی - اب پنشن پاتا ھوں ' وہ بھی خوبی قسمت سے نصف نہیں ' تہائی نہیں ' بہت ھی قلیل " - لیکن استغنا کی یہ حالت تھی کہ جب نواب احمدحسن خاں عروج لکھنوی اور منشی منیر شکوہ آبادی فرخ آباد میں منشی صغیر کے یہاں مہمان آے تو انھیں لاکھہ لاکھہ سمجھایا کہ " میاں ھمارے ساتھہ چلے چلو ' ھم لوگ تمھاری تقریب حضور (نواب رامپور) میں کرین گے' کم از کم پچاس روپیہ کی نوکری مل جاے گی ' مزے سے شاعری کرنا ' تمام ھندوستان میں دھوم ھونے کا بھی ذریعہ ھے " - حیدرآباد سے بھی خط پر خط آے لیکن ان کی خود داری نے عسرت میں گذر کرنا بہتر سمجھا اور وطن اور نادر کو چھوڑ کر کہیں نہ گئے - غنچۂ جاوید میں خود فرماتے ھیں " نہ میں فرخ آباد سے کسی ریاست

میں گیا اور نہ قطعہ و قصائد سے پیش آیا ' نہ صیغۂ شاعری میں معیشت ہو سکی " —

میر صاحب بقول شادمان لکھنوی " منکسر مزاج ' صاف گو ' صاف باطن اور قناعت پسند " تھے - آپ میانہ قد اور لاغر اندام تھے ' رنگ آپ کا گورا اور چہرہ کتابی تھا - عموماً عمامہ باندھتے تھے اور انگرکھا پہنتے تھے ' لیکن ہمیشہ نہایت سادہ وضع سے رہتے تھے —

میر طاہر جہاں دلکش شعر کہتے تھے ' وہاں نثربھی آپ کی بہت صاف اور دلآویز ہوتی تھی - انجم لکھنوی لکھتے ہیں " نثر میں نظم میر کا مزہ پایا ' سبحان اللہ کیابات ہے - واہ ! واہ ! وا ! اگر آپ تصنع نہ سمجھیں تو شرعی قسم اللہ کی کھا کر باور دلاتا ہوں کہ تمام ہند کے چار یا پانچ شعرائے مخصوص جو میرے دل میں رہا کرتے ہیں ان کو تھوڑا تھوڑا دباکر آپ کو بھی جگہ دینی پڑی " - خوشنویسی کی بھی آپ کو کافی مہارت تھی ' چنانچہ انجم صاحب تحریر فرماتے ہیں " شاعری کی ہمہ‌دانی کے علاوہ آپ کی شیرینیٔ خط دیکھہ کر ذوق کا مقطع یادآگیا جس میں انھوں نے اپنی حالت پر افسوس کیا ہے —

تقدیر سے نا چار ہیں اے ذوق وگرنہ
ہرفن میں ہیں اُستاد ہمیں کیا نہیں آتا

یوں تو میر صاحب نے بقول خود " ہزاروں نہیں تو سیکڑوں مشاعرے دیکھے " لیکن جو مقبولیت آپ کو لکھنؤ کے حضرت محشر والے مشاعرے میں ہوئی حقیقت میں وہی آپ کی زبردست شہرت کا باعث ہوئی - یہ مشاعرہ ۲۷ نومبر سنہ ۱۹۰۹ ع کو منعقد ہوا تھا ' اس کی روداد ۸ دسمبر کے اخبار سرمۂ روزگار میں نکل چکی ہے - محمد یوسف صاحب فیض‌آبادی لکھتے ہیں : " حضرت طاہر فرخ‌آبادی کی غزل نے تمام رنگ مشاعرہ لوٹ لیا اور درودیوار سے اثر ہی اثر برسنے لگا - ہمکو ایک بات‌کا بیحد تجربہ ہوا اور اس سے بیحد خوش و مسرورہوے -

یعنی سنتے آتے تھے کہ اہل لکھنؤ اپنی زباندانی اور شیوا بیانی پر اس قدر نازاں ہیں کہ بیرونجات کے شعرا کی خواہ وہ کیسے ہی باکمال کیوں نہ ہوں کچھہ حقیقت نہیں سمجھتے - حضرت طاہر کی غزل نے اس خبر کو غلط کردیا - سب ارباب لکھنؤ نہایت سچے دل سے اور بے تعصب ایسی تعریف کر رہے تھے کہ بیان سے باہر ہے... (مشاعرہ ختم ہونے پر) شعرائے نامی کا گروپ میں فوٹو لیا گیا" - خود حضرت محشر فرماتے ہیں کہ " بھائی تمام مشاعرے کا رنگ طاہر فرخ آبادی نے لوٹ لیا تھا' بے مثل غزل کہی تھی کہ شاید و باید"- جناب علی حسن خاں ابر لکھنوی لکھتے ہیں کہ "اہل لکھنؤ میں سے بعض حضرات ناحق کوش کو آپ کا لکھنؤ کا مشاعرہ لوٹ لینا ایسا ناگوار ہوا گویا داغ بر دل رہا- آپ کی وہ غزل چوری گئی"- شمشیر بہادر اخگر تحریر کرتے ہیں - " باکمالان لکھنؤ نے جیسے آپ کی قدر کی اور آپ کے کلام بلاغت نظام کی قدر کی حق بجانب تھا - مولانا عزیز لکھنوی کا رونا سب کو معلوم ہے - میں اپنے کیف کو کس سے کہوں ... سچ تو یہ ہے کہ اب تک مزے لے رہا ہوں - میں نہیں کہہ سکتا کہ غزل کے شعر ہیں یا نشتر جو پڑھتے پڑھتے دل میں چبھہ جاتے ہیں اور پھر گھنٹوں کھٹک نہیں جاتی" —

میر صاحب کو خود اس قدر دانی کا اعتراف تھا اور اکثر مزے لے لے کر بیان کیا کرتے تھے- چنانچہ ایک مرتبہ منشی واحد علی ابر لکھنوی اور محمد تقی شادماں لکھنوی' محمد اسمعیل صاحب ذبیح کے ساتھہ محض آپ سے ملنے کے لئے تشریف لائے اور آپ سے شعر سنانے کی فرمایش کی تو آپ نے ذبیح صاحب سے مخاطب ہوکر کہا کہ "آپ مجھے بڑی تکلیف دیتے ہیں- آپ میری عادت جانتے ہیں کہ مجھے اپنے اشعار سنانے میں کس قدر تکلف ہوتا ہے - بہت کم لوگ ہیں جن کو میں بطیب خاطر شعر سناتا ہوں اور بہت کم لوگ ہیں جو میرے اشعار کی قدر کرتے ہیں"- یہ کہہ کر لکھنؤ والوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا - " میں سچ کہوں میری تو قدر لکھنؤ والوں نے کی ہے- مجھے اپنے کلام کی جس قدر داد جناب محشر کے سالانہ مشاعرے

میں ملی کسی مشاعرے میں ایسی داد نہ ملی- حضرت عزیز میرے ایک شعر پر بے اختیار رو اُٹھے تھے- بھئی میں تو لکھنؤ والوں کا بھات ہوگیا ہوں" —

میر صاحب کی وہ غزل تو آگے درج کی جائےگی' یہاں پر وہ شعر ملاحظہ ہو جس پر حضرت عزیز چیخ اُٹھے تھے :-

یہ تونے کیا کہا ناصح نہ جانا کوے جاناں میں
ہمیں تو رہرووں کی ٹھوکریں کھانا مگر جانا

اس مشاعرے کے بعد آپ کو اس قدر ہر دلعزیزی حاصل ہوئی کہ جب ایک مرتبہ اکتوبر سنہ ۱۰ ع میں آپ پھر لکھنؤ تشریف لے گئے تو جناب محشر نے آپ کے "لکھنؤ میں آنے کی تہینت میں" مشاعرہ منعقد کرنے کا اعلان کیا —

اپنی شہرت کے متعلق غنچۂ جاوید میں میر صاحب خود لکھتے ہیں کہ "گو میں کچھہ نہیں جانتا لیکن خدا نے مرجع عالم بنادیا ہے"- ایک مرتبہ حامد علی خاں صاحب مرحوم بیرسٹر جب اول اول فرخ آباد آے اور پوچھتے پوچھتے بلا اطلاع میر صاحب کے مکان پر پہنچ کر آواز دی تو میر صاحب باہر تشریف لائے اور دریافت کیا کہ آپ کون ہیں- بیرسٹر صاحب نے "بے تابانہ" میر صاحب کا یہ شعر پڑھا:-

میرا وہ دل ہے آپ کا شیدا کہیں جسے
اور آنکھہ وہ کہ محو تجلی کہیں جسے

میر صاحب حیرت سے دیکھنے لگے تو آپ نے اپنا نام بتایا - میر صاحب فوراً بغل گیر ہوے اور بہت دیر تک ملاقات رہی... فرط محبت سے میر صاحب اکثر فرماتے تھے کہ "مجھہ کو دو شخص ہم فن نہایت ہی قدر داں ملے' ایک نادر اور ایک حامد" —

میر صاحب کے شاگردوں میں حسب ذیل خصوصیت سے قابل ذکر ہیں :-

(۱) راج بہادر 'زخمی' (۲) سالارالدین 'شعلہ' (۳) سید کرار حسین 'وصل'
(۴) شیخ محمد حسین 'صدیق' (۵) قدیر باز خاں 'عاصی' (۶) شمس‌الدین 'شمس'

(۷) حیدر علی 'حیدر' (۸) بہاری لال 'شیدا' (مین پوری)

سید کرار حسین وصل کے متعلق میر صاحب لکھتے ھیں۔ "میر کرار حسین مختار 'وصل' تخلص ناچیز کے شاگرد تھے۔ بعد مرزا کلب حسین خاں نادر مرحوم انھوں نے اچھا عروج پایا اورمرجع عوام و خواص ھوے"۔ میر صاحب کے شاگردوں میں کوئی ایسا ممتاز نہ ھوا کہ میر صاحب کی شہرت کو قایم رکھتا ۔ سچ ھے استاد کے نام کو بقاے دوام اس کے قابل شاگردوں ھی کے دم سے حاصل ھوتا ھے۔ میر صاحب خود ایک جگہ فرماتے ھیں "میرے شاگرد مجھہ سے زیادہ غیر مستطیع اور کم شوق ھیں"—

یک پیري و صد عیب مشہور ھے ۔ چنانچہ ضعیفی کے زمانے میں میر صاحب اکثر بیمار رھتے تھے ۔ خود لکھتے ھیں " سرکاری ملازمت اور دایمی علالت کی وجہ سے قرار واقعی مشق سخن نہ ھوسکی ' اب آخر عمر میں یکسوئی ھوئی تھی تو دوران سر کے عارضے نے ساکت و صامت کردیا ... اس مرض نے تو میرے مذاق شعري پر پانی پھیر دیا ھے " —

بالاخر ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۱۱ ع میں ۷۱ سال کی عمر میں بعارضۂ اسہال کبدی جناب طاھر نے اس دار فانی سے کوچ کیا ۔ آپ کے صاحبزادے میر نذر علی تائب نے تاریخ وفات کہی ھے ملاحظہ ھو : —

چھپ گیا وائے نیر اعظم

۲۸ ۳ ۱ ۸

میر صاحب نے اپنے پیچھے چار لڑکیاں اور چار لڑکے چھوڑے ۔ اپنے لڑکوں کے متعلق میر صاحب فرماتے ھیں کہ " میري اولاد نے شاعری کی سنگلاخ میں قدم رکھہ کر اُٹھا لیا ' سمجھے کہ کوہ کندن و کاہ بر آوردن ھے " ۔

میر صاحب کی حیات ھی میں بہت سے رسائل اور مصنفین تذکرہ نے آپ کے سوانح حیات نہایت التزام سے شایع کئے تھے۔ خصوصاً :-

(۱) عالمگیر (۲) خدنگ نظر (۳) دبدبۂ آصفی (۶ ذی الحجہ سنہ۱۳۲۳ھ)

(۴) غنچۂ جاوید (مئی سنہ ۱۹۰۸ ع) (۵) تذکرۃ الشعرا از شمشیر بہادر اخگر (۶) تذکرۃ الشعرا از نواب بہادر حسین خاں انجم لکھنوی (مع تصویر طاہر) (۷) حیات الشعرا از وجاہت حسین جھنجھانوی (مع تصویر طاہر) —

طاہر کے تین دیوان موجود ہیں۔ ایک عاشقانہ تو مطبع محمدی کانپور میں سنہ ۱۸۹۵ ع میں شایع ہوا تھا اور چند ہی روز میں ہاتھوں ہاتھ بک گیا؛ "ایسا مقبول ہوا کہ اب نایاب ہے"۔ باقی ایک نعتیہ اور ایک عاشقانہ، ان کے منجھلے صاحبزادے میر نذر علی تائب کے پاس محفوظ ہے۔ میر صاحب کی دو وا سوختین اور ایک خمسہ موسوم بہ کلام طاہر شایع ہوچکا ہے۔ اس خمسے کا قصہ یہ ہے کہ حضرت محسن کاکوروی نے ایک نعتیہ قصیدہ کہا تھا، طاہر کو دیکھہ کر فرمائش کی کہ خمسہ کردو۔ آپ نے تعمیل ارشاد کی۔ چنانچہ جناب محسن نے خود اس خمسے کو کلام طاہر کے نام سے لکھنؤ سے شایع کیا۔ میر صاحب اپنے دواوین کے متعلق دیباچۂ آصفی میں لکھتے ہیں۔ "تصانیف سے علاوہ متفرقات کے دو دیوان عاشقانہ اور ایک دیوان نعت کا ہے ایک دیوان عاشقانہ چھپ گیا ہے اور دو چھپنے کو باقی ہیں۔ دیکھئے چھپتے ہیں یا چھپتے ہیں" واللہ، کیا مایوسی کا لہجہ ہے۔ کیا آج میر صاحب کے قدر دانوں کا اتنا قحط الرجال ہوگیا کہ میر صاحب کا یہ سرمایۂ حیات یونہی گمنامی کے ہاتھوں برباد ہونے کو چھوڑ دیا جاے گا، اور کیا صاحب ذوق حضرات اتنی ہمت نہ کرینگے کہ اُردو شاعری کے یہ گوہر بیش بہا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زینت دہ زبان و ادب ہوسکیں —

کلام طاہر

طاہر کو آتش اور غالب کا کلام بہت پسند تھا اور اکثر پڑھا کرتے تھے لیکن خود ان کے کلام میں اس کا بہت کم عکس پایا جاتا ہے۔ ان کی خصوصیات میں زبان کی پاکیزگی، سنجیدگی مذاق اور غضب کا اثر ہے۔ یہ انتہا کے شیرین بیان تھے

اور ان کے ہر ہر شعر میں دلکشی کوٹ کوٹ کر بھری تھی چنانچہ آپ کے قدردان جناب انجم لکھنوی اپنے خاص انداز میں فرماتے ہیں :- " جناب کا وطن شریف لکھنؤ اور دہلی کے وسط میں ہے جس میں مٹتے ہوئے دونوں شہروں کا درد بھرا ہوا ہے اور وہ شوخی جو ان دونوں شہروں میں تھی پریشان ہوکر آپ کے دلمیں چھپ گئی ہے " ۔ نمونتاً چند اشعار ملاحظہ ہوں جناب غروج لکھنوی نے اس شعر کی بہت داد دی تھی —

غیروں سے اشاروں میں ہوا کرتی ہیں باتیں
یہ بات نئی سیکھی ہے آنکھوں نے دھن سے

جناب اخگر نے ایک غزل کی بے انتہا تعریف کی ہے ' فرماتے ہیں " ہر شعر موتیوں میں تولنے کے لایق ہے " ۔ چند اشعار درج کرتا ہوں ' تیسرا شعر خصوصیت سے قابل غور ہے —

خموش کون رہے کوچۂ بتاں کے لئے
دھن زباں کے لئے ہے زباں فغاں کے لئے

جو میرے نالوں کے ناقوس نے اُڑائے دھنگ
کہا بتوں نے کہ منہ چاہئے فغاں کے لئے

بتوں کے کوچے میں اے بیخودی نہیں معلوم
کہ ہم فقیر ہوئے تھے کس آستاں کے لئے

ذیل کے اشعار کے لئے جناب انجم فرماتے ہیں کہ " ہر شعر اپنی جگہ پر بادشاہ کج کلاہ ہے " ملاحظہ ہوں —

دل افگاروں کے منہ پر چارہ گر کو یہ نہ کہنا تھا
جو ڈوبے اس طرح دلمیں وہ پیکاں کم نکلتا ہے

دیکھیں کیا زہر اُگلتے ہیں جناب واعظ
خم کو دیکھا ہے بھرے بیٹھے ہیں میخوارونمیں

اتنا تو جلد لا اُسے اے جذبۂ اثر
لے لیں بلائیں یار کی دست دعا سے ہم

مولوی احسان علی بنارسی لکھتے ہیں کہ " یہ شعر تا حیات یاد رہیں گے "۔

دل عشق سے خالی ہو تو بہتر نہیں ہوتا
پتھر ہے جس آئینہ میں جوہر نہیں ہوتا

برّہ کے برسے ہیں مرے دیدۂ گریاں اس سے
یہی باعث ہے کہ بادل کو گھٹا کہتے ہیں
بیمار محبت نے انھی یاد کیا ہے
خوب آگئی اے موت تری عمر بڑی ہے

سنہ ۱۹۰۶ ع میں حامد علی خاں مرحوم نے جو سب سے پہلا خط میر صاحب کو لکھا ہے اس میں فرماتے ہیں " جناب کے حالات و کلام دبدبۂ آصفی میں پڑھے ' سبحان اللہ ! کیا اچھا مطلع فرمایا ہے --

پیری میں عشق چہرۂ گلرنگ یار کا
اچھا کھلا خزاں میں شگوفہ بہار کا
کوئے حبیب میں ہے نہ چشم رقیب میں
آخر کہیں پتہ بھی ہے میرے غبار کا
اے جنوں اللہ رے میرے رگ جاں کی تڑپ
دیکھہ وہ فصاد کی چٹکی سے نشتر گر پڑا

مشکل عشق میں لازم ہے تحمل طاہر
بات بگڑی ہوئی بنتی نہیں گھبرانے سے

حشر میں حشر بپا اے دل ناشاد رہے
ہاں ذرا صور سے ملتی ہوئی فریاد رہے

دل اُسی تیور سے محو ابروئے جلاد ہے
حلق پر خنجر زباں پر ہرچہ باد اباد ہے

بیرسٹر صاحب موصوف نے کچھہ منتخب اشعار میر صاحب کے "معیار" میں لکھے ہیں، ان کا اقتباس درج کیا جاتا ہے —

مجنوں کا پردہ دار نہ دیوانوں کا کفن
کس کام کا ہے دامن صحرا کہیں جسے

سرو گلشن کی طرح میں بھی ہوں قانع طاہر
کوئی موسم ہو یہی ایک قبا کافی ہے

شب فراق کو روئیں کہ شام غربت کو
وہ کون سی ہے بلا جو یہاں نہیں آتی

مثل ساغر آنکھہ کھولی محو حیرت ہو گئی
ہوشیاری بھی ہماری عین غفلت ہو گئی

دل سے دل کو راہ ہوتی ہے غلط ہے یہ مثل
ہمنے جس سے کی محبت اس کو نفرت ہوگئی
غیر ناخوش پاسباں بیزار، برگشتہ نصیب
اب رہے وہ، ان کو بھی مجھہ سے عداوت ہوگئی

ابر رحمت کے لئے روز دعا کرتا ہوں
روز میخانے میں بچھتا ہے مصلی میرا

کیا ملے زخمیء الفت کا دماغ اے قاتل
جب عیادت کو ترے تیر جگر تک پہنچے
بات رہ جاے دعا کی شب غم میں یا رب
ہاتھہ پھیلاوں تو دامان اثر تک پہنچے
زندگی کی تپ ہجراں میں نہ تھی ہمکو امید
گھر سے اللہ کے پھر کر ترے گھر تک پہنچے

غیر مطبوعہ دیوان کے چند اشعار پیشکش ہیں - حامد علی خاں صاحب فرماتے ہیں کہ دیوان کھولتے ہی آتش کا یہ شعر زبان پر آگیا —

تازگی فکر کی کبھی نہ گئی جب سنائی نئی سنائی بات

طاہر صاحب لکھتے ہیں :—

کہیں آئیں تو سہی خواب میں آنے والے
فرش آنکھوں کا بچھا دینگے بچھانے والے
دب رہے اپنے ہی ہاتھوں سے کہیں دشت نورد
زندہ در گور ہوے خاک اُڑانے والے

چھینٹے دیتے ھیں تو دیں حضرت ناصح لیکن
اور ھوتے ھیں لگی دل کی بجھانے والے
کہہ دیا کوئے صنم سے نہ ٹلوں گا اے خضر
تم بڑے آئے مجھے راہ بتانے والے
آج بھی تجھہ کو نظر بھرکے نہ دیکھا افسوس
آگیا غش مجھے او آنکھہ ملانے والے

اے ضبط ایک تھوڑی سی باقی تھی آبرو — رونے نے رات دن کے مٹا دی رھی سہی
تنہا عزیز چھوڑ گئے ھیں مزار میں — کوئی تو میرے پاس رھے، بیکسی سہی
افتاد عشق سے نہ تھے آگاہ پیشتر — ھم نے تو عمر بھر میں مصیبت یہی سہی
طاہر وہ جان لینے کو کہتے ھیں بار بار — جینے سے ھم بھی تنگ ھیں اچھا یہی سہی

صرف کانٹے ھی نہیں دشت جنوں کے موذی
پاؤں میں چھالے ھیں چھالوں میں تپک ھوتی ھے
چوٹ کھائی ھے کچھہ ایسی دل شیدائی نے
سانس کے ساتھہ کلیجے میں کسک ھوتی ھے

کیا جی لگا کے وعظ کی محفل میں بادہ خوار
تعریف سن رھے ھیں شراب طہور کی

جناب نادر نے میر صاحب کی ایک غزل بہت پسند فرمائی تھی حتیٰ کہ اس پر مصرعے لگائے تھے- اس کا ایک شعر ملاحظہ ھو :-

ابرو کا لیا نام تو جھنجھلا کے وہ بولے — لانا تو میرا خنجر خونخوار کہاں ھے

خود میر صاحب نے بھی اپنے کلام کا انتخاب فرمایا ھے۔ حضرت جلیل کی فرمائش پر آپ نے دبدبۂ آصفی کے لئے ۶ غزلیں اور چند متفرق اشعار منتخب کرکے بھیجے تھے جو آپ کی سوانح کے ساتھ شایع ھوے تھے۔ چنانچہ ان اشعار کو چھوڑکر جو درج ھوچکے ھیں باقی اقتباس نذر کرتا ھوں :-

سامان شہادت کبھی اے دل نہیں ھوتا
تلوار جو ھوتی ھے تو قاتل نہیں ھوتا

دوست منہ تکتے ھیں ناصح مجھے سمجھاتے ھیں
کوئی حامی نہیں بھرتا کہ انھیں لاتے ھیں

جوھر ھمارے دیکھئے در تک تو آئیے پتھر کو لعل کرتے ھیں سر پھوڑ پھوڑ کر

کیا کہا تم نے کہ دل دھڑکا کسی کی آہ سے
ھاتھہ سینے پر جو رکھنے دو تو جانوں جھوٹ سچ

اے برھمن دیر سے جاؤں کہاں بندگی بیچارگی مشہور ھے
دل کی روداد کوئی کیا جانے اس کو میں جانوں یا خدا جانے

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا اس کو چھٹی نہ ملے جس کو سبق یاد رھے

چھیڑ ھم اے ستم ایجاد کئے جائیں گے چٹکیاں لینے کو فریاد کئے جائیں گے

وہ فاتحہ کو آئے تو ایسی خوشی ہوئی
ہنسنے لگا چراغ ہمارے مزار کا
اس بات پر خفا ہوے وہ پوچھہ کر مزاج
یہ کیوں کہا کہ شکر ہے پروردگار کا

کس مصیبت سے بسر کی ہے شب غم یارب
ہوگئے تھے مجھے یہ چار پہر چار برس
کہیں اے دود فغاں دور تو ہو دل کا بخار
بن کے ساون کی گھٹا ہوکے دھواں دھار برس
آج وہ روٹھے ہیں، کیا آج ہی من جائیں‌گے
منتیں کرنی پڑیں اب مجھے دو چار برس
دھوم برسات بھر اے ابر رہی بھی تو کیا
میری آنکھوں کی طرح روز لگا تار برس
کیا مری آنکھوں سے چھپ چھپ کے ہوا باندھی ہے
سامنے آکے نہ اے ابر گہر بار برس

بے ان کے فصل گل میں میکش اگر پیئں گے
زاھد کے شکوے ہونگے قاضی گلا کریگا

بزم دلدار میں سنتا ہوں یہ پروانے سے
کہ لگی دل کی بجھا کرتی ہے جل جانے سے

کون دے اے دل بیتاب تسلی تجھکو
میرے کب ھوش بجا ھیں ترے گھبرا نے سے

چشم مشتاق جو سمجھا ھے وہ مست مئے ناز
آنکھہ شرمائی ھوئی لڑتی ھے پیمانے سے
رند اٹھتے ھیں تو کہتی ھے قدم کی لغزش
ھوش میں آؤ کہاں جاتے ھو میخانے سے
دوھرے صدمے ھوے اے عالم پیری مجھکو
تیرے آنے سے جوانی کے چلے جانے سے

غنچۂ جاوید میں میر صاحب کے سوانح کے ساتھہ آپ کا کچھہ کلام بھی شایع ھوا تھا اس کے چند اشعار ملاحظہ ھوں :—

دل بچ رھے اغیار کے ٹھوکر سے تمھاری
تقدیر سے ٹوٹا بھی تو پیمانہ ھمارا
کیوں ھاتھہ سے نشے میں گرے کس لئے ٹوٹے
میخواروں کی توبہ نہیں پیمانہ ھمارا
اے پیر مغاں ھاے یہ بادل یہ ھوائیں
اور آج بھی خالی رھے پیمانہ ھمارا

احسان تری یاد کا زنہار نہ لیں گے
مر جائیں گے ھچکی مگر اے یار نہ لیں گے

سینہ ھے چاک دیکھہ کے پیکاں نکال لو
حجت عبث کہ دل میں نہیں ھے جگر میں ھے

اعدا کے قرب سے نہ کرے خوف آدمی
بتیس دانت منہ میں ہیں دشمن زبان کے
جنگل کی دھوپ ہوتی ہے دنمیں لباس تن
سوتا ہوں شب کو چادر مہتاب تان کے

دشمن نے مجھے کوچۂ جاناں سے نکالا
کانٹا تو نہ تھا میں کہ گلستاں سے نکالا

یہ قناعت کا نتیجہ تھا کہ میخانے میں
ہاتھ پھیلائے سبھی نے مجھے پیمانہ نہ ملا

اچھا اب وہ غزل ملاحظہ ہو جسنے محشر کے مشاعرے میں حشر برپا کردیا تھا۔

عدو کہتے تو ہیں آسان ہے الفت میں مر جانا
انہیں مشکل ہے مجھ کو سہل ہے جی سے گذر جانا
در گوش صنم پر دیکھنا پھر عرش تک جانا
اثر کی جستجو میں اے فغان دل اگر جانا
یہاں انکار کرتے ہو ہمارے خون ناحق سے
قیامت میں بھی پیش داور محشر مکر جانا
ابھی تک کیوں رگڑتا ایڑیاں کیوں نیم جاں رہتا
مرے امکان میں ہوتا اگر بے موت مر جانا
نہ گردش رہنے دیتی ہے نہ دربان ٹکنے دیتے ہیں
نہ آنے کے برابر ہے اِدھر آنا اُدھر جانا
تجھے اے جذب الفت پھر کوئی زحمت نہ دونگا میں
اُسے لے آ یہاں تک جس نے تجھ کو بے اثر جانا

خرام ناز کا عاشق نہ ٹھیرا نقش پا ٹھیرا
کہ تم کو جب اِدھر آنا مجھے پامال کر جانا
ہوئی ہیں چار آنکھیں بعد مدت آج قاتل سے
گلے پر میرے اے تیغ رواں دم بھر ٹھہر جانا
رہوں گا نیم جاں برسوں غش ایسے آئیں گے لاکھوں
ابھی سے تو نے کیا مردہ مجھے اے نوحہ گر جانا
عدم کو جائیں گے یا خاک ابھی چھانیں گے صحرا کی
تمہارے در سے اُٹھ کر دیکھئے ہوگا کدھر جانا
اُٹھا کر آئینہ کیوں رکھ دیا بالائے طاق اس نے
اُسے بھی کیا کسی کا دیدۂ حسرت نگر جانا
کہے دیتے ہیں ہم تجھسے وہیں کا ہو رہے گا یہ
تو اپنا دل نہ لیکر اپنے ساتھ اے نامہ بر جانا
یہ خط لینا، ٹھہر جانا، کہ دم بھر کا میں مہماں ہوں
مرے مرنے کی بھی لیکر خبر اے نامہ بر جانا
یہ کیسا شام سے سونا، یہ کیسی نیند بے کھٹکے
ہمارے جذب دل کو تم نے شاید بے اثر جانا
یہ تو نے کیا کہا ناصح نہ جانا کوئے جاناں میں
ہمیں تو رہرووں کی ٹھوکریں کھانا مگر جانا
اجل کی دستگیری کام آئی ورنہ اے طاہر
بہت دشوار تھا دریائے غم سے پار اُتر جانا
یہ رنج و غم نہیں رہنے کے کیوں مایوس ہو طاہر
خدا کو تم نے اپنے حال سے کیا بے خبر جانا

گلزار رنگا رنگ کے پھولوں سے بھرا ہوتا ہے۔ لیکن کیا ہر شخص انھیں

توڑ توڑ کر خوشنما گلدستے ترتیب دے سکتا ھے ... طرح طرح کے رنگ بھی موجود ھوتے ھیں اور نوک و پلک پیدا کرنے والا قلم بھی، مگر کیا ھر شخص اپنے جنبش قلم کے ساتھہ جان لیوا حسن کو صفحۂ قرطاس پر دکھا سکتا ھے ... ھاں ساز کے تمام لوازمات رکھے ھوتے ھیں اور کوئی تار ٹوٹا بھی نہیں ھوتا، پھر کیا ھر شخص اس میں سے روح افزا نغمہ پیدا کرسکتا ھے... نہیں، ھرگز نہیں، پھر بھلا مجھہ جیسا غیر شاعر کیونکر جرات کرسکتا تھا کہ ایسے زبردست اُستاد کے کلام کا انتخاب کرتا۔ چنانچہ میں نے اسی پر اکتفا کیا کہ قدر دانان طاھر کے انتخابات مع ان کی آرا کے ناظرین کے سامنے پیش کردوں جس سے لطف اور دونا ھوجاے —

ان اشعار کو پڑھنے کے بعد کون ایسا ھوگا جو طاھر کی بے ساختہ گوئی اور بانکپن کا قائل نہ ھوجاے اور سچ تو یہ ھے کہ یہی وہ "دل کی بات" تھی جس نے انھیں قبولیت عام بخشی اور سارے ھندوستان میں ان کا سکہ جمادیا۔ اکثر صاحب کمال ایسے ھوتے ھیں کہ زندگی میں قعر گمنامی میں پڑے رھتے ھیں اور مرنے کے بعد ان کی قدر ھوتی ھے لیکن میر صاحب زندگی میں چمکے اور افسوس کہ آج ان کے روشن نام پر کالی کالی گھٹائیں چھارھی ھیں :-

میرے تغئیر حال پر مت جا
اتفاقات ھیں زمانے کے

اساتذہ کی اصلاحیں

از

(جناب صفدر صاحب مرزا پوری)

——(خان بہادر میر علی محمد 'شاد' عظیم آبادی)——

منشی ولی الرحمن 'ولی' عظیم آبادی :

ملک دل پر حملہ‌ہائے یاس و حرماں ہوگیا
چل بسیں اپنی اُمیدیں خون ارماں ہوگیا

اصلاح: ملک دل پر حملۂ اندوہ و حرماں ہوگیا
چل بسیں ساری اُمیدیں خون ارماں ہوگیا

پہلے مصرع میں ''حملہ‌ہائے یاس'' یہ ٹکڑا رکیک تھا اس لئے ''حملۂ اندوہ'' بنایا۔ دوسرے مصرع میں بجائے ''اپنی'' کے ''ساری'' بناکر مطلع کو صاف کردیا —

ولی: دور جب آئینۂ دل سے ہوا رنگ دوئی
حسن روے یار صاف اس میں نمایاں ہوگیا

اصلاح: دور جب آئینۂ دل سے ہوا رنگ دوئی
روے جاناں صاف صاف اس میں نمایاں ہوگیا

اس اصلاح سے شعر میں صفائی و سلاست پیدا ہوگئی—

ولی: اب رہے آخر کہاں اُمید وصل اس شوخ کی
خانۂ دل میں تو دخل یاس و حرماں ہوگیا

اصلاح: اب رہے آخر کہاں جاکر اُمید وصل یار
خانۂ دل میں تو دخل یاس و حرماں ہوگیا

اس اصلاح سے شعر میں صفائی پیدا ہوگئی —

ولی: مشکلیں حد سے بڑھیں کام تب آساں نکلا
درد دل بڑھ کے خود اپنے لئے درماں نکلا

اصلاح: عشق اپنے لئے آرام دہ جاں نکلا
درد سمجھے تھے جسے ہم وہی درماں نکلا

اس اصلاح سے مطلع خوب ہوگیا۔ عشق کو درد کہنا۔ واقعی کہنہ مشقی کی دلیل ہے۔ گو اور شعرا نے بھی اس مضمون کو کہہ گئے ہیں۔ دور کیوں جائیے غالب مرحوم کا مشہور مصرع ہے "درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہوجانا" مگر پھر بھی یہ اصلاح قابل تعریف ہے —

ولی: کون ہر وقت سنبھالا کرے وحشی کو ترے
گھر سے پھر آج ترا چاک گریباں نکلا

صلاح: کون ہر وقت سنبھالا کرے تسکیں دے کر
گھر سے پھر آج ترا چاک گریباں نکلا

"وحشی کو ترے" یہ ٹکڑا زاید تھا۔ کیونکہ یہ مصرعۂ ثانی میں "ترا چاک گریباں" موجود ہے۔ اس لئے تسلی دے کر نہایت با محل اور معنی خیز ٹکڑا استاد نے رکھدیا —

ولی: چل بسیں اپنی امیدیں جو شب فرقت ہائے
کوئی میرا نہ بجز یاس کے پرساں نکلا

اصلاح: وقت آخر نہ اُمیدیں نہ تمنائیں تھیں
کوئی میرا نہ بجز یاس کے پرساں نکلا

استاد عدیم المثال نے عجیب مصرع لگا کر شعر درست کیا، وقت آخر اُمیدوں

اور تمناؤں کا نہ ہونا ایک نیا خیال ضرور ہے—

ولی: آگئی یاد خدا دیکھہ کے صورت اُس کی
حسن اس بت کا چراغ رہ عرفاں نکلا

اصلاح: للہ الحمد ملی منزل مقصود ہمیں
حسن اس بت کا چراغ رہ عرفاں نکلا

سبحان اللہ کیا تصوف میں ڈوب کے مصرع لگا دیا کہ جس سے مصرعۂ ثانی روشن ہو گیا —

ولی: بےچین ہو رہا ہے دل اُس رشک ماہ کا
اللہ رے اثر میری جانکاہ آہ کا

اصلاح: بے چین ہو رہا ہے دل اُس رشک ماہ کا
اللہ رے اثر میری دلدوز آہ کا

چونکہ مصرعۂ اولیٰ میں معشوق کے دل کی بےچینی کا ذکر ہے اس لئے مصرعۂ ثانی میں بجائے " جانکاہ " کے دلدوز خوب ہے —

ولی: دونوں جہاں بند ہے ہوے ہیں صورت اسیر
اللہ رے سلسلہ تری زلف سیاہ کا

اصلاح: حلقے میں اپنے کر لیا دونوں جہاں کو
اللہ رے سلسلہ تری زلف سیاہ کا

زلف سیاہ کی مناسبت سے " حلقے میں اپنے کر لیا " خوب بنایا اور پھر دونوں جہاں کو - سبحان اللہ —

ولی: بسمل ہوا ہے دل تو جگر کو بھی زخمی کر
ہاں ایک وار اور بھی تیغ نگاہ کا

اصلاح: بسمل ہوا ہے دل تو جگر کو بھی یوں نہ چھوڑ
ہاں ایک وار اور بھی تیغ نگاہ کا

" زخمی کر " اول تو " زخمی " کی (ی) زخمی تھی دوسرے اس کے پڑھنے میں ایک قسم کی رکاکت پیدا ہوتی تھی جسے ضعف نظم کہتے ہیں اس لئے " یوں نہ چھوڑ " بنا کر شعر میں فصاحت پیدا کردی —

ولی: اس بزم میں مجال نہیں گفتگو کروں
مدت سے دل میں حوصلہ ہے ایک آہ کا

اصلاح: اس بزم میں زبان ہلاؤں میں کس طرح
آنا جہاں محال ہے ہونٹوں تک آہ کا

دونوں مصرعوں کی ترمیم سے شعر میں ایک خاص بات پیدا کردی، مفہوم وہی ہے مگر کتنی ترقی ہو گئی —

ولی: بسمل کو اپنے کیوں نہ نظر بھر کے دیکھے
آلودہ خوں سے ہو گا نہ دامن نگاہ کا

اصلاح: للہ بسملوں کو نظر بھر کے دیکھ لو
آلودہ خوں سے ہو گا نہ دامن نگاہ کا

مصرعہ اولیٰ میں تین (نون) کا قریب ہی قریب اجتماع مخل فصاحت تھا اس لئے مصرع ترمیم کیا گیا مگر مصرعۂ ثانی میں لفظ " خوں " بلا اعلان نہیں معلوم حضرت شاد نے کیوں رہنے دیا۔ کیونکہ بلا عطف واضافت لفظ خون بلا اعلان " نون " لکھنا فصحا ناجایز سمجھتے ہیں، اسے سوائے سہو نظر کے اور کیا کہا جائے —

ولی: حاصل اک روز وہی تری بقا کرتا ہے
راہ میں تیرے جو اپنے کو فنا کرتا ہے

اصلاح: حاصل اک روز وہ آخر کو بقا کرتا ہے
جو تری راہ میں ہستی کو فنا کرتا ہے

دونوں مصرعوں میں " تری " کی تکرار بدنما تھی اس لئے دونوں مصرعے بنائے گئے جس سے شعر میں روانی اور سلاست پیدا ہوگئی —

ولی: یہ بھی ہے نیاز نیا، ظلم نیا، چھیڑ نئی
مرے ہوتے وہ رقیبوں پہ جفا کرتا ہے

اصلاح: یہ بھی ہے نیاز نیا، ظلم نیا، چھیڑ نئی
مجھکو دکھلا کے وہ رقیبوں پہ جفا کرتا ہے

" مجھکو دکھلا کے " یہ ٹکڑا قابل داد ہے نکتہ چین ذم کا پہلو سمجھیں مگر شعر بامزہ ہو گیا —

ولی: ہائے کیونکر کہوں بیتابیء دل کا احوال
کب اِدھر گوش توجہ وہ بھلا کرتا ہے

اصلاح: کس کو دکھلاؤں میں بیتابیء دل کی حالت
کب ادھر چشم توجہ وہ بھلا کرتا ہے

پہلے مصرع میں " کس کو دکھلاؤں " پھر یہ ٹکڑا قابل دید ہے مگر مصرعۂ ثانی میں " گوش " کے بجائے " چشم " کا لفظ خوب بنایا - اور اسی کی مناسبت سے پہلے مصرع میں " کس کو دکھلاؤں " کا ٹکڑا بنایا گیا - گوش توجہ محاورہ نہیں ہے چشم توجہ ہے - بات یہ ہے کہ ایسے ذم کے پہلو کو اگلے اساتذہ ذم نہیں سمجھتے تھے اُسی کی تقلید حضرت شاد بھی کرتے ہیں مگر آج کل بات بات میں ذم کا پہلو پیدا کیا جاتا ہے —

ولی: نہ لینگے نام ترا تجھکو دل میں یاد کرتے ہیں
کہیں اسرار عشق افشا نہ ہو ہم اس سے ڈرتے ہیں

اصلاح: نہیں لیتے ہیں ترا نام تجھکو دل میں یاد کرتے ہیں
کہیں اسرار عشق افشا نہ ہو ہم اس سے ڈرتے ہیں

اصلاح سے زمانے کا جو فرق تھا وہ جاتا رہا - اور مطلع میں روانی پیدا ہو گئی —

ولی : پہنچ اے خاک اپنی اُن کے دامن تک کسی صورت
سمند ناز پر وہ مری تربت سے گذرتے ہیں

اصلاح : پہنچ اے خاک اُن کے دامن زیں تک کسی صورت
سمند ناز پر وہ مری تربت سے گذرتے ہیں

ولی کے مصرع میں بھونڈا پن تھا " خاک اپنی " یہ ٹکڑا ثقیل تھا ایک " دامن زیں " کے ٹکڑے نے شعر کو کسی قدر دل آویز و معنی خیز کردیا استادانہ اصلاح ہے —

ولی: قمر اُن کے مقابل ہو کبھی یہ ہے بھلا ممکن
ہوئی رو پوش فوراً چاندنی جب وہ نکھرتے ہیں

اصلاح : قمر اُن کے مقابل ہوسکے کب ہے بھلا ممکن
چھپا لیتی ہے منہ کو چاندنی جب وہ نکھرتے ہیں

دونوں مصرعوں کی ترمیم سے شعر روشن ہوگیا عمدہ اصلاح ہے —

ولی: سنبھل کے پاوں ذرا مری قبر پر رکھنا
ہے چور شیشۂ دل سنگ رنج فرقت سے

اصلاح : سنبھل کے پاوں ذرا مری قبر پر رکھنا
ہے آبگینۂ دل چور سنگ فرقت سے

" سنگ رنج فرقت " یہ ٹکڑا ثقیل تھا سنگ فرقت کی مناسبت سے " آبگینۂ دل " خوب بنایا —

ولی: لب پہ ہے یاد بتاں دل میں بھی ہے ذکر خدا
برہمن دیر میں کعبے میں مسلماں ہیں ہم

اصلاح : لب پہ ہے ذکر بتاں دل میں بھی ہے یاد خدا
برہمن دیر میں کعبے میں مسلماں ہیں ہم

لب پہ یاد نہیں ہوتی بلکہ ذکر ہوتا ہے دل میں ذکر بے محل تھا بلکہ دل میں

یاد ہوا کرتی ہے اس لئے بجائے " یاد " کے ذکر اور بجائے " ذکر " کے " یاد " بنا کر شعر کو فصیح کر دیا * —

——(سید ابوالحسن ناطق گلا وٹھی تلمیذ حضرت داغ)——

یہ چند نوٹ و اصلاحیں محبی مولوی عبدالباری 'آسی' نے پہلے حصے کے طبع ہوجانے پر خود اپنے قلم سے لکھ کر مرحمت فرمائیں تھیں۔ جو فائدہ سے خالی نہیں۔ لہذا اس حصۂ دوم میں شکریے کے ساتھ درج کی جاتی ہیں۔ مؤلف—

آسی : جائے عبرت ہے رہ عشق کی یہ منزل سخت
اور مرا اول منزل میں فنا ہو جانا

نوٹ: اگرچہ اول منزل میں بھی کلام نہیں مگر منزل اول کی ترکیب اچھی معلوم ہوتی ہے —

آسی : ہاں موسم شباب میں کھل کھیلئے ضرور
اُبھرا ہے جوبن اچھی طرح نام اُچھالئے

نوٹ: جوبن بمعنی پستان داغ کے نزدیک ناجائز ہے —

نوٹ مؤلف: جوبن بمعنی پستان' بہار پھبن وغیرہ جب لغت میں موجود ہے تو ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہاں زمانۂ حال کی تہذیب ضرور مانع ہے۔ مگر قدیم شاعری کے دلدادہ آج بھی لکھتے ہیں —

آسی: خود سر ہیں یہ کبھی نہ نگہ ان پہ ڈالئے
ہیں یہ ستم شعار زمانے کے چالئے

نوٹ: لفظ چالئے بولتے تو ہیں مگر کسی کے کلام میں دیکھا نہیں —

نوٹ مؤلف; جو لفظ بول چال میں مستعمل ہے اُسے نظم بھی کرسکتے ہیں۔ اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو قلق نے اپنی مثنوی طلسم الفت میں کہا ہے؛

---

* یہ اصلاحیں خود جناب ولی الرحمان صاحب 'ولی' نے بذریعہ ڈاک روانہ فرمائیں۔ مؤلف رہین منت ہیں —

وہ شعر یہ ہے —

کوئی خالی نہیں فریب سے بات چالیا فیلسوف او بد ذات

آسی : آج وہ بھی مرے مرنے کی دعا کرتے ہیں
آج یہ بھی دل مضطر کی دوا ہوتی ہے

نوٹ : آپ اس شعر میں دعا کو دوا بنا رہے ہیں جو درست نہیں ہے —

آسی : آتے ہیں جب میرے گھر میری تسلی کے لئے
ساتھہ کوئی نہیں ہوتا تو حیا ہوتی ہے

نوٹ : معمولی شعر ہے- غزل میں ملتا نہیں، نکال دیجئے —

آسی : نصیحت پھر مجھے کرنا تو ناصح
مرا دل دیکھہ اور قصہ مرا سن

نوٹ : لفظ "تو" دبے ہوے واؤ سے کبھی نہ لکھا کیجئے —

آسی : نہ ہوں نازاں میں کیوں مست قسیم جام کوثر ہوں
کہیں دنیا اور ایسا نہ دیوانہ نہ میخانہ

نوٹ : دیوانے کو میخانے سے کوئی واسطہ نہیں شعر نکال دیجئے —

آسی : پردیس ہے وہ اور یہ پرانا لباس ہے
جاؤں عدم کو جامۂ ہستی اُتار کر

نوٹ منجانب آسی: میرے مہربان قاضی عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں : -

"پردیس میں تو کٹ گئی کہنہ لباس سے"

اصلاح و جواب نوٹ : قاضی صاحب کا خیال درست ہے مگر اُن کے مصرع کی بندش سست ہے لہذا میں ایک مصرع اور لکھے دیتا ہوں : -

اُس دیس والے لوگوں کے قابل نہیں یہ بھیس
جاؤں عدم کو جامۂ ہستی اتار کے

آسی — هدایت صبر کی بیکار ہے عاشق کو اے ناصح
کہ تھراتے ہوے ہاتھوں میں پیمانے چھلکتے ہیں

نوٹ - یوں ہو تو کیا برا ہے :

کروں کیا صبر حد صبر سے افزوں ہے غم ناصح
ارے ناداں بھرتے ہیں تو پیمانے چھلکتے ہیں

اس اصلاح کی کیا تعریف ہو، شعر کے تیور ہی اور ہوگئے، جس پہلو سے دیکھئے شعر بے نظیر ہے- سچی بات کو اس حسن سے نظم کردینا دلیل کہنہ مشقی اور کمال اُستادی ہے - یہ شعر ضرب المثل ہونے کے لایق ہے—

آسی کمبخت دن بہار کے آکر گزر گئے — اک سال کے لئے مجھے دیوانہ کر گئے
اصلاح کمبخت دن بہار کے آکر گزر گئے — دیوانہ تھا ہی اور بھی دیوانہ کر گئے

اصلاح سے یہ شعر زبان کے سانچے میں ڈھل گیا—

آسی — اب میری نظر میں ہے زمانہ تہ و بالا
خنجر مرے سر پر ہے مرا سر تہ خنجر

اصلاح — اب میری نظر میں ہے زمانہ تہ و بالا
خنجر تہ سر بھی ہے تو ہے سر تہ خنجر

اس اصلاح سے ترکیب ذرا اور تیز ہوگئی—

ناول نویسی اور اُردو

از

(جناب علی عباس حسینی صاحب ایم - اے)

قصہ گو کیوں ہوے

ذات واجب‌الوجود نے جب ممکنات کی تخلیق کی تو لذت معصیت کی ایک دنیا اور شوق تحسین کی ایک کائنات - دو خاکی پتلوں میں بھر دی اور ان کا نام "انسان" رکھا - ہم لوگ جن پر آدمیت کا اطلاق ہوتا ہے اور جو اسی اصل کی فرع ہیں فطرتاً وہی دل و دماغ لائے ہیں اور ہم میں بھی گناہوں کی خواہش اور تحقیق و تفتیش کا مادہ جبلی طور پر موجود ہے اور اسی لئے ہم ایک دوسرے کا حال بہت شوق سے سنتے اور بیان کرتے ہیں اور اپنی طبیعت اور ذہنیت کے مطابق ان سے اچھے یا برے سبق حاصل کرتے ہیں- ہمارا یہی اشتیاق و استعجاب قصص و حکایات کا بانی اور کہانیوں اور فسانوں کا سبب ہوا —

شروع شروع میں ہماری اس خواہش نے ہم میں ایسے قصہ گو پیدا کئے جو زبان کی صداقت اور اشاروں کی موزونیت سے حرف حرف دل میں اُتارتے رہے - لیکن جب اس طرح کے کاملوں کی کمی نے ہر خواہش مند کی تمنا نہ پوری ہونے دی تو شوق نے عقل کا سہارا لے کر تحریر کا وسیلہ ڈھونڈھا- اور یہی کہانیاں کتابوں کی صورت میں نمودار ہوئیں صاحبان ذوق نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور دلوں میں جگہ دی - انھیں اس سے کوئی مطلب تو تھا نہیں کہ ان حکایتوں میں کتنا صحیح اور کس قدر

غلط ہے۔ اس لئے کہ سچ اور جھوٹ کی تفریق تہذیب کا طرہ ہے اور تعلیم و تعلم کا نتیجہ۔ وہ سادہ لوح ہر اُن ہونی بات کو سچ مانتے اور جو کچھہ انھیں بتایا جاتا اس پر یقین رکھتے تھے۔ وہ آج کل کی طرح ہر شے کو تحقیق و تفتیش کی خورد بینوں سے نہ دیکھتے تھے بلکہ ان کے ماحول و طرز معاشرت نے انھیں توھم پرست بنا رکھا تھا۔ وہ عجائب و غرائب کے معتقد تھے اور طلسم نگاری و فسوں سازی کے پرستار!—

قصہ گوئی کا پرانا طریقہ

لیکن زمانہ رنگ بدلتا رہتا ہے۔ اور تغیر و تبدل قانون فطرت ہیں۔ ایک ہی نظریے پر جما رہنا اور ایک ہی فعل پر قایم رہنا ہماری رات دن کی چکر لگانے والی دنیا کے لئے اتنا ہی محال ہے جتنا کہ شاعروں کے گھومنے والے آسمان میں سیاروں کا جمود، اور اسی لئے جو چیزیں ہمارے اسلاف کی نظر میں حیرت انگیز تھیں وہ آج ہماری روز مرہ زندگی میں شامل ہیں اور جو ان کے لئے ناقابل قیاس تھیں ان پر ہماری موجودہ معاشرت کا دار و مدار ہے۔ ریل، تار برقی، ہوائی جہاز، ان کے لئے پرواز تخئیل تھے لیکن ہمارے لئے حقیقتیں ہیں۔ اور لاسلکی، بجلی اور ٹیلیفون ان کے لئے خواب و خیال تھے لیکن آج مہذب دنیا کے ضروری عناصر ہیں—

غرض ہر شعبۂ زندگی ایجاد واختراع سے مملو ہے اور گوشہ گوشہ ارتقا و نمو سے لبریز۔ پھر ادبی ذوق اور ایک جیتی جاگتی زبان ان تاثرات سے کیونکر محفوظ رہ سکتی تھی؟ ہماری اُردو میں بھی اس طرح کی ارتقائی تبدیلیاں ضروری تھیں اور اسی لئے ہمارے زمانے میں ولی کا "سوں" اور "کوں" میر تقی کا "تک" اور "آئیاں، جائیاں" اسی طرح متروک ہیں جس طرح میر انیس کا "آئیو، جائیو" اور ذوق کا "آئے ہے، جائے ہے"!—

جب زبان پر امتداد زمانے کا یہ اثر پڑے تو پھر قصے کہانیاں کیسے بچ سکتیں؟۔ اور اس وجہ سے امیر حمزہ کی داستان بے پایان، بوستان خیال کی نہ

اٹھنے والی جلدیں ' طلسم ہوشربا کا افراسیاب جادو ' ہماری کام کاجی اور سائنس کی دنیا میں اتنی ہی بے لطف و بیکار ہیں جتنی کہ بچپن کی بڑھی بوڑھیوں سے سنی ہوئی کہانیاں عالم بلوغ وسن رشد میں ! —

حقیقت یوں ہے کہ علم کی کمی ' تحقیق و تفتیش کا فقدان اور عالم کے حالات سے بے خبری تخئیل میں بیجا وسعت پیدا کر دیتی ہے اور یقین کے دائرے کو بڑھا کر نہ معلوم کن حدوں تک پہنچا دیتی ہے - بھوت پریت کا خیال ' دیو پری پر یقین' ٹو نے ٹوٹکے پر اعتقاد اور سحر اور جادو کو صحیح ماننا یہ سب اسی کا ثمرہ ہیں - اور صرف ہمارے ہاں ہندوستان ہی میں ایرج نامہ و حاتم طائی ' چہار درویش و گل بکاؤلی سے قصوں اور یاجوج و ماجوج' دیوار قہقہہ اور سد سکندری سے تذکروں کا زور نہ تھا بلکہ تمام عالم کا یہی حال تھا - یونان و روم کی مشہور کہانیاں ' ہراقلس ' اولیسس اور پرسیئس کے قصے ' ہومر ' ورجل اور دینٹی کی تصنیفات سے بحث نہیں اور نہ عیسائیت کے دور قدیم کے مقتداوں اور پیشواوں کا تذکرہ منظور ہے - دور وسطیٰ کے صلیبی جنگوں کو لے لیجئے اور آرمیڈیز شارلیمین اور رچرڈ کے افسانوں کو پڑھئے ' دیو اور پریاں ' راکشش اور چھل پائیاں اپنی ڈراونی شکلوں اور ہیبت ناک صورتوں کے ساتھہ وہاں بھی موجود ہیں —

ناول کے ابتدائی مدارج اور ان کے اسباب

لیکن رفتہ رفتہ یہ رنگ بدلا - دنیائے ادب نے بھی سائنس کی روز افزوں ترقی کے ساتھہ ہی ساتھہ کروٹ لی' نظریۂ زندگی منقلب ہوا ' تحقیق و تجسس کی بنیادیں پڑیں اور افسانوں میں ہر جگہ سیرت انسانی پر غور کیا جانے لگا - اور انسانی خیالات و خواہشات کی وجہیں دریافت ہونے لگیں - سوسائٹی سے علحدہ ہو کر تنہائی میں اس کے کس طرح کے جذبات و افعال ہو سکتے ہیں صرف اتنا دکھانے کے لئے ڈیفو نے "رابنسن کروسو" لکھہ ڈالی - انسان ہے کیا شے اور روحانیت ونفسانیت کے تصادم سے کیا صورتیں مترتب ہو سکتی ہیں ' اس کے واضح کرنے کے لئے سوفٹ نے " گلیورس ٹریولس "

تصنیف کی ۔ اڈیسن نے ایک نیک مزاج ' قدیم طرز کے شریف انسان کی تصویر کشی کے لئے " سر راجرلی کیورلی " کے واقعات قلمبند کرنا شروع کئے ۔ غرض قصہ کہانیوں کو سائنس کی ترقی نے حقیقت نگار بنایا ' جمہوریت کے زور نے اسے معاشرت کا فوٹو پیش کرنے اور مساوات انسانی منوانے پر مجبور کیا ' مذہب و اخلاقیات کے اختلاف نے اسے ناقدانہ و فلسفیانہ کردیا اور صنفوں کے ارتباط اور عورتوں کی آزادیوں نے اسے حسن و عشق کے افسانوں سے مالا مال کردیا —

اس طرح یہ تہذیبی و معاشرتی تبدیلیاں اُس طرح سیرت نگاری ہر روز بیکاروں کی کمی اور " فولشمین " سے بادشاہوں کا فقدان' نتیجہ یہ ہوا کہ ضرورت زمانے نے فیاضی کی اور ایجاد و اختراع نے فیلڈنگ اور رچرڈسن سے ماہر نفسیات پیدا کردئے جنھوں نے اٹھارویں صدی عیسوی میں حقیقت نگاری کا بیڑا اٹھایا اور واقعات عالم کو ناول کے دلچسپ پیرائے میں دنیا کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیا ۔ انیسویں صدی میں اسکاٹ نے تاریخی ناول لکھ کر اس حقیقت میں اور دلآویزی پیدا کردی اور ملکہ وکٹوریہ کے دور میں تھیکرے اور ڈکنس نے انگلستان کے امرا و غربا کے مختلف معاشرتی و اخلاقی مرقعے اس طرح کے پیارے انداز اور دلآویز طرز میں پیش کئے کہ اپنے لئے شہرت عام و بقائے دوام کی سند حاصل کرلی—

ناول ہندوستانی چیز نہیں ہے

ہمارا غریب ہندوستان ہمیشہ سے نقال رہا ۔ اس لئے سنہ ۱۸۵۸ ع کے غدر کے بعد انیسوی صدی کے آخری حصے میں جب مغربی تہذیب کا رنگ ہمارے خیال اور ہماری معاشرت پر چڑھنے لگا اور انگریزی تعلیم سے سرشار طلبا یونیورسٹیوں سے جھومتے نکلے ' تو انھوں نے یورپ کے اس نئے دیوتا کی پرستش لازمی جانی اور کورانہ تقلید کو خضر راہ بنایا۔ ہندوستانی زندگی ناول کی مقتضی نہ تھی ۔ ہمارے ہاں شرفاء کے رہنے سہنے کا طریقہ ' رسموں کے قیود ' فرقوں اور پیشوں کے اختلاف ' خاندانی خصوصیات ' قومی روایات ' نظریۂ زندگی' خیالات کا رجحان ' طبایع کا میلان' ہمیں حسن و عشق

کی پرستش کی طرح نہیں لیجاتے اور نہ ہم میں صنفوں کے ارتباط و اختلاط میں وہ آزادی ہے جو مغرب کو حاصل ہے - جب طبایع میں اس طرح کا تباین اور اختلاف ہو تو پھر ہمارے افعال و کردار یکساں کیونکر ہو سکتے ہیں ؟ - اُنھیں ہر امر میں آزادی کی ہوس ' یہاں قدم قدم پر شرم دامن‌گیر - وہاں مادیت کا سودا یہاں روحانیت کی افراط - پھر اُن کے کسی اصول و کلیے پر خواہ وہ ادبی ہی کیوں نہ ہو ' آنکھیں بند کر کے عمل کرنا ہمارے لئے کہاں تک مفید ہوسکتا ہے !

اُردو کا سب سے پہلا ناولسٹ سرشار

لیکن باوجود ان اختلافات کے ہمارے ادبی کار ناموں میں یہ بات آب زر سے لکھے جانے کی مستحق ہے کہ اُردو کے سب سے پہلے ناولسٹ رتن ناتھ سرشار نے یہ پودا کچھہ ایسے مبارک ہاتھوں سے لگایا کہ آج یہ ایک تناور ' چھتنار ' بار آور اور سرسبز درخت دکھلائی دیتا ہے —

یہ اسی صاحب کمال کا کام تھا کہ اس نے ناول سے ہماری زبان میں وہ صحیح مصرف لیا جس کا وہ مستحق تھا - فسانۂ آزاد کے متعلق کچھہ کہنا میرے لئے چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی ' اس لئے کہ مجھہ سے کہیں بہتر اور برتر لوگ اس کی تعریفوں میں رطب اللسان ہیں اور پنڈت بشن نرائن در ' سا انگریزی اور اُردو کا ادیب اس پر تنقید کرتے وقت وجد کرتا ہے - میں " سیر کہسار " اور " جام سرشار " کو کہتا ہوں کہ ان میں لکھنؤ کی پچھلی معاشرت کا نمونہ ' یہاں کے رہنے والوں کی زندہ دلی اور رند منشی ' امرا کی بے حسی اور افیون پرستی ' ان کی مرغ اور بٹیر کی پالیاں ' نوابوں کی سادہ لوحی ' مصاحبوں کی کارستانیاں ' شاہدان بازاری کی عیاریاں ایک جانب ؛ گھروں میں بیٹھنے والی عصمت مآب بیگمات کا اضطراب ' نواب کو ملتفت کرنے کے لئے ان کی تدبیریں ' ٹونے ٹوٹکے ' گنڈے تعویذ کا استعمال ' بے چینیوں کے ساتھہ سکوت ' بے تابیوں پر بے بسیاں دوسری جانب موجود ہیں - یہ ہماری معاشرت کی

ایسی جیتی جاگتی تصویریں ہیں جو ہر ذوق سلیم رکھنے والے کو حیرت سے بت بنادیتی ہیں پھر اس پر زبان کی نزاکتیں اور ظرافت کا چٹخارہ ہر جگہ موجود، ہر فقرہ چست ہر جملہ اپنی جگہ پر، ہر نقطہ موقع و محل سے۔ اس میں لغزشیں بھی ہیں لیکن یہ لغزشیں اس با کمال شخص کو جو بانی ہے معاف کی جاسکتی ہیں —

سجاد حسین

سر شار کے ہم عصروں میں سجاد حسین ایڈیٹر "اودھ پنچ" اور مرزا عباس حسین مصنف "ربط ضبط" بھی قابل تحسین و آفرین ہیں۔ سجاد حسین کے ناول "کایا پلٹ"، "حاجی بغلول" اور "احمق الذین" ادب میں مخصوص پایہ رکھتے ہیں اور جدت نگاری اور طنزیہ تحریر کے اچھے نمونے ہیں۔ جو لوگ لکھنؤ کی پرانی زبان کے دلدادہ ہیں، ان کے لئے سجاد حسین کی ہر تصنیف جواہرات کی ایسی کان ہے جس کا ہر ذرہ اور ہر ریزہ "کوہ نور" سے زیادہ وقیع اور گراں بہا ہے —

مرزا عباس حسین

مرزا عباس حسین کی تصنیفات میں سے "ربط ضبط"، "سیر کہسار" سے کسی طرح کم درجے کی نہیں۔ غدر کے پہلے کی دھلی کی زندگی، اس ہنگامے میں شرفا کا اضطراب، حکومت انگریزی کا نیا دور، ان کی تصویریں جیسی عباس حسین کے قلم نے کھینچ دی ہیں اس سے بہتر سوا غالب کے رقعات کے اور کہیں نہیں مل سکتیں۔ اس پر مہرجان و حبیب کا مکالمہ، سلطان عالی اور مہرالنسا کی سنجیدہ محبت، کمال کی بے تابیاں، جمال کا الھڑ پن، روزی کی متانت، یہ ایسی چیزیں ہیں کہ اگر اردو نثر ان پر ناز کرے تو کچھ بیجا نہ ہوگا —

مولانا شرر

انھیں لوگوں کی دیکھا دیکھی اور انھیں کے تتبع میں مولانا عبدالحلیم شرر نے بھی اس وادی میں قدم رکھا۔ لیکن چونکہ مولانا پر مذہبی اور تاریخی رنگ غالب تھا اس لئے آپ کی ناول نویسی کا موضوع ہی دوسرا تھا۔ انھوں نے مسلمانوں کو ان کے پچھلے فسانے یاد دلاکر اپنے انحطاط و تنزل کے وجوہ

پر غور کرنے کے لئے مائل کرنا چاھا اور اس لئے آپ نے کبھی صلیبی جنگوں کے معرکے "عبد العزیز و رجنا" اور "شوقین ملکہ" میں یاد دلائے' کبھی روسیوں پر ترکوں کی فتح "حسن انجلینا" میں دھرائی' کبھی "منصور موھنا" میں سندہ کے انصاری خاندان کے حالات قلمبند کئے اور کبھی "فردوس بریں" میں فرقۂ باطنیہ کی ملکی و مذھبی جنگ کے خاکے پیش کئے اور جیتے جی جنت کی سیر کرائی۔ "عزیز مصر" عہد بنی طولوں اور "فلورا فلورنڈا" میں ھسپانیہ کے عہد خلافت کے واقعات "فتح اندلس" میں اسپین پر عربوں کی چڑھائی؛ "فلپانہ" میں ارض طرابلس پر صحابہ کا حملہ اور "زوال بغداد" میں مسلمانوں کی فرقہ وارانہ جنگ کا مرقع۔ اور خاص کر "ایام عرب" میں عربوں کی معاشرت کا نقشہ مولانا شرر کے چند بڑے کارنامے ھیں —

اس میں شک نہیں کہ مولانا کے کام کی مقدار بہت زیادہ ھے۔ لیکن مولانا کے تاریخی ناولوں کے متعلق مجھے اتنا عرض کرنا ھے کہ انھوں نے اکثر شخصیتوں اور کیریکٹروں کے انتخاب میں غلطی کی ھے۔ ناول کی جگہ وھاں ھوتی ھے جہاں تاریخ کے صفحے سادے اور خالی ھوں۔ امتداد زمانہ کی وجہ سے جو واقعات صاف نہیں دکھائی دیتے یا جو شخصیتیں دھندلی نظر آتی ھیں انھیں قصے اور فسانے واضح کرکے دکھاسکتے' ھیں لیکن جہاں تاریخ کا آفتاب عالم‌تاب خود ھی نصف النہار پر چمک رھا ھو وھاں ناول کی شمع جلانا خود اپنا مضحکہ کرانا ھے۔ کیونکہ بقول پروفیسر ڈاؤٹن "تاریخی مضامین کے بیان میں ھر طرح کی خلاف واقعہ چیزیں علیحدہ کردینا چاھئے" حقیقت و واقعیت سے انحرات کی کمی' شاعری کی بلندش کی خوبی' خیالات کی نزاکتیں اور ظرافت کے بھڑکتے ھوے جملے نہیں پورا کر سکتے"۔ اور اسی لئے میں مولانا کو اُردو کا اسکاٹ نہیں سمجھتا' بلکہ میرے نزدیک اُردو ناول نویسوں میں ان کا وھی پایہ ھے جو میقم اسکوتری اور کاسپری تیۃ کو فرانسیسی فسانہ نویسوں میں حاصل ھے۔ ان لوگوں کے ھاں بھی ھیرو اور ھیروئن کے نام تو تاریخی ھوتے ھیں لیکن ان کے خیالات اور ان کی سیرتیں خود مصنف کی عطا کردہ اور

وہ تمام و کمال ان صفات سے متصف ہوتے ہیں جن کا احاطہ انسانی تخئیل سے ممکن ہے - لیکن جن کا وجود اس دنیائے دوں میں بالکل غیر فطری ! لیکن اس میں شک نہیں کہ مولانا کے ناولوں نے اُردو داں طبقے میں تاریخ کا ذوق ضرور پیدا کردیا —

اب رہے مولانا کے معاشرتی ناول ' مثلاً " خوفناک محبت " " بدرالنسا کی مصیبت " ' دلچسپ " یا " آغاصادق " سو وہ بالکل خیالی ہیں - انہیں آج کل معاشرت کا صحیح فوٹو سمجھنا غلطی ہو گی - میری حقیر راے تو یہ ہے کہ مولانا اُردو کے بہترین مضمون نگاروں میں سے ہیں اور ان کے لئے ناول نویسی سرمایۂ ناز نہیں بلکہ وہ مختصر فسانے ' وہ عامی نوٹ اور گذشتہ ایام کی وہ چھوٹی چھوٹی تصویریں جنھیں مولانا دلگداز کے سارے صفحات پر اپنے رنگین قلم سے ماہ بماہ کھینچا کرتے تھے اور جن کا حجم آج بارہ جلدوں میں بھی نہیں سماتا ' اُردو زبان میں اپنا نظیر نہیں رکھتے —

محمد علی طبیب ہردوئی

انھیں کے ابتدائی دور کے ہمعصروں میں محمد علي طبیب ہردوئی فطرتاً ناول نویس کا دل و دماغ لاے تھے - ان کے ناولوں میں " عبرت " " نیل کا سانپ " اور " خضرخاں دیول‌دیوی " خاص طور سے اس سلسلے میں قابل ذکر ہیں ' اس لئے کہ یہ سب کے سب یک گونہ تاریخی ہیں - " عبرت " سلطنت روما کے آخري دور کے تمدن و معاشرت کی سچی تصویر ہے ؛ ' نیل کا سانپ ' مصر کی آخری ملکہ سیزر کی محبوبہ ' اینٹونی کی عاشق ' کلیوپٹرا کا نام ہے - اس میں جولیس سیزر کے مرنے سے لیکر اینٹونی کی شکست تک جو تاریخی انقلابات روم و مصر میں پیش آے ہیں وہ سب آپ کو مل جائیں‌گے اور حسن و عشق کی وہ گرما گرمی ہے کہ صرف دو چار ہزار جانیں ہی نہیں ضایع جاتیں بلکہ سلطنتیں منقلب ہو جاتی ہیں - خضرخاں اور دیول‌دیوی میں علاؤالدین کے دکن کے فتوحات ' اس کی ملکی پالسی اور انتظام سلطنت ' کافور کی معرکہ

آرائیاں ' کوتوال شہر سے سلطان کی گفتگو اور خضرخاں ولیعہد کا عشق ' سب کچھ مصنف نے لاکر جمع کردئے ہیں اور پھر جی چاہے اُس زمانے کی تاریخیں اُٹھا کر دیکھہ لیجئے آپ کو سارے واقعات صحیح اور درست دکھلائی دینگے —

اُردو ناولو نکا پلاٹ

مولانا شرر کو دنیا نے مغتنمات میں سے سمجھا اور جو کچھہ انھوں نے لکھا اسے عقیدتمندی کی نگاہوں سے دیکھہ کر آنکھوں سے لگایا ' لیکن جب نثر نگاری کے مدعیوں نے ان کی تصنیفیں اس طرح بکتے دیکھیں تو ہرکس و ناکس ناولست بن بیٹھا اور اس کا صریح نتیجہ یہ ہوا کہ آج اُردو میں ہزاروں کی تعداد میں اس طرح کے ناول ملیں گے جن کے پلاٹ بالکل ایک طرح کے اور جن کا معیار حسن و عشق بالکل ایک سا ہے - اور یہی وجہ ہے کہ پرانے رنگ کے ' حماسہ ' ' متنبی ' ' نصحتہ‌الیمن ' پڑھے ہوے بڑے بوڑھوں سے پوچھتے یا اُن لوگوں سے جنھوں نے شیکسپیر ' بن جانس ' شا اور گالسوردی کے ڈرامے اور اسکاٹ ' ڈکنس ' تھیکرے اور ہارڈی کے ناولوں کے ذریعے انگریزی ادب سیکھا ہے تو اس طرح کی رنگین اور عریاں کتابوں کے شایقین میں سے بھی ہر ایک بلا پس و پیش یہی کہے گا کہ اُردو ناولوں کا پڑھنا تخریب اخلاق اور تضیع اوقات کا سبب ہے۔

یقین جانئے اُردو کا جونسا ناول اُٹھا کر دیکھئے گا یہی ملے گا کہ ہیرو جو اشرف خاندان سے ہے ' ہیروئین کو جو کسی بڑے گھر کی ناک ہے ' کہیں کھڑکی سے جھانکتے ' ریل پر سفر کرتے یا کسی تقریب میں آتے جاتے اچانک دیکھہ لیا ہے اور پہلی ہی نظر اسے اس قدر مجروح کر دیتی ہے کہ یا تو بیہوش ہوکر پٹ سے گر پڑتا ہے یا زار و قطار روتا ' لڑکھڑاتا ' ٹھوکریں کھاتا ' گھر آکر بے آب و دانہ پڑا رہتا ہے - دوست احباب اور ہم سن اعزا پریشان ہوتے ہیں اور ان کے نالۂ گرم اور آہ سرد سے بھانپکر کہ کچھہ دال میں کالا ہے ان سے بجبر و باصرار تمام راز دل معلوم کر لیتے ہیں اور کسی مہری یا ماما کے ذریعے ریشہ دوانیاں شروع کر دیتے ہیں اور نامہ و پیام کا سلسلہ جاری ہوجاتا ہے - دو چار دور نزدیک کی ملاقاتیں

بھی ہو جاتی ہیں اور وصل کی امید میں شوق کے شعلے عاشق و معشوق کے جسم خاکی کو محض لمعۂ نور بنائے دیتے ہیں کہ دفعتاً رقیب روسیاہ کی حرفتوں یا پرانے طرز کے غیور ہندوستانی باپ کی ضد سے بنی بات بگڑ جاتی ہے ' اور زہر کھانے اور جان دینے تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ فرشتگان رحمت کو ترس آ جاتا ہے اور بچھڑے مل جاتے ہیں —

ایسے پلاٹ سے اور حقیقت سے کوئی لگاؤ نہیں

اس پلاٹ کو واقعیت سے جتنا لگاؤ ہے وہ ظاہر ہے - شرفا میں اس طرح کے واقعات الشاذ کالمعدوم کا درجہ رکھتے ہیں اور اس درجے مذموم سمجھے جاتے ہیں کہ ہر شریف جن کی پردہ پوشی اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے اس لئے اُنھیں معاشرت کا صحیح خاکہ یا معیار سمجھ کر پیش کرنا ادب کے لئے کبھی طرۂ امتیاز نہیں بن سکتا - اور پھر پلاٹ کے یکساں ہونے اور جدت کی لذت کے مفقود ہونے نے ہر ناول کو قبولیت عام کے درجے سے گرادیا ہے ' اس کے علاوہ ناولسٹ پر مغرب اخلاق کا الزام بھی صحیح ٹھیرتا ہے ' اس لئے کہ اسی طرح کے معاشرتی مجرم ہیرو اور ہیروئن کو وہ ہمارے سامنے اس انداز سے پیش کرتا ہے گویا وہ ان کے افعال کو مسلوم سمجھ کر ہم کو ان کی پیروی کی تعلیم دیتا ہے —

اس سلسلے میں غور کرنے اور یاد رکھنے والی بات یہ بھی ہے کہ ہیرو اور ہیروئن صورت و شکل ' خلق و مروت ' علم و فضل ' حیا و شرم ' عفت و عصمت ' تمام و کمال صفات حمیدہ و خصائل پسندیدہ سے مالا مال ہوتے ہیں - اور ان کے رقیب روسیاہ ' ان تمام باتوں سے صرف معرّا ہی نہیں ہوتے بلکہ اُن میں تمام وہ معائب ' خرابیاں اور برائیاں موجود ہوتی ہیں جن کا تصور مصنف کے امکان میں ہے - ان کے ہاں آدمی یا تو فرشتہ ہوتا ہے یا پھر شیطان - معمولی ذہنیت اور سرنجاں سرنج طبیعت کے گنہگار انسانوں کا اُن کے ناول میں گذر نہیں - وہ معمولی ہستیوں کا تذکرہ ہی نہیں کرتے اور اس لئے

نہ تو اُن کو قانون فطرت سے کوئی لگاؤ ہوتا ہے اور نہ حقیقت و واقعیت سے کوئی ربط !

ناول نویسوں کا معیار عشق

سب سے بڑا جزو عشق ' جس پر سارے قصے کا دار و مدار ہے ' اس کا تخیل بھی ان کے ہاں عجیب و غریب ہے - ایک جھلک اور ایک نظر ان کے ہیرو کے لئے ہمیشہ کافی و شافی ہوتی ہے - نہ تو ان کے ہاں عشق میں درجے ہوتے ہیں اور نہ اُس کے نمو و ارتقا کی انہیں کوئی ضرورت محسوس ہوتی ہے ' ماہر بن علم النفس کا خیال ہے کہ پہلی نظر میں عشق بیحد دشوار ہے - جذب و کشش کے سب قایل ہیں ' ان کے امکان سے کسی کو انکار نہیں ' لیکن اس حد کی فوری ترقی کہ نظر اول ہی کے ساتھ ہوش و حواس غائب - برسوں کی تعلیم کا لعدم ' شرافت کا خیال ' خاندان کا پاس ' بزرگوں کا لحاظ ' سب یک لخت جاتے رہیں اور بھوک پیاس ایک سرے سے غائب ہوجائے عقل میں آنے والی بات نہیں اور نہ مشاہدہ اسے بتلاتا ہے - اس طرح کا عشق کرنے کو خاص طور کے دل و دماغ کے لوگوں کی ضرورت ہے جن کے ہاں بہیمیت کا غلبہ اور حیوانیت کا زور ہو - ہندوستانی شریف مردوں اور عورتوں میں عدم صحت کی عام شکایت ' قوائے جسمانی کا روز افزوں اضمحلال ' شرم و حیا کا وفور ' غیرت و حمیت کی شدت ' ان باتوں کی مقتضی نہیں - اور اگر بفرض محال ایسا ہو بھی تو ہم اُسے عشق نہ کہیں گے بلکہ ہوالہوسی ' غالب مرحوم سچ کہہ گیا ہے —

ہر ہوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

ہاں نے ہوالہوسی کا لفظ عمداً استعمال کیا ہے اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ عشق کے لفظ کی آج کل خاص طور سے بڑی بے وقعتی کی جا رہی ہے - یہ لفظ ہر خاص و عام کی زبان پر چڑھا ہونے سے نہ معلوم کن کن معنوں میں

استعمال ہونے لگا ہے - صاحبان فہم مجھے معاف فرمائیں گے لیکن میں اس موقع پر اس کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں —

علم النفس میں عشق کے کیا معنی ہیں

موجودہ علم النفس میں عشق انسانی تعلقات کے اس مجموعے کا نام ہے جس میں جسمانی، دماغی، جذباتی اور روحانی تمام کششیں موجود ہوں - جسمانی اس لئے کہ اقتضائے فطرت ہے، وجہ بقائے نسل ہے اور ارتباط و بے تکلفی بڑھانے کا بہترین ذریعہ ہے - دماغی اس لئے کہ بغیر اس کے ایک دوسرے کے صفات حقیقی پر نظر نہیں پڑسکتی، تول پرکھ نہیں سکتے اور قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہوسکتا - جذباتی اس لئے کہ بغیر اس کے استغراق و غلو نہیں پیدا ہوتا، پیار کی باتیں، محبت کے مکالمے نہیں ہوسکتے اور روحانی اس لئے کہ اس سے تمام تعلقات میں استواری و مضبوطی استقلال و جلال پیدا ہوجاتا ہے - بغیر ان تمام عناصر کی موجودگی کے عشق کبھی کامل نہیں ہوسکتا - اگر صرف جذباتی و روحانی کشش ہے تو وہ دوستی ہے: اگر تنہا جسمانی و دماغی جذب ہے تو وہ مادیت و حیوانیت ہے؛ اور اگر محض روحانی و جسمانی تو ان تضاد کششوں میں کوئی شے توازن پیدا کرنے والی نہ ہوگی - جسمانی کشش کی زیادتی حسیات کو تھوڑے دنوں میں ٹھنڈا کردے گی اور روحانیت کا زور، خواہ وہ جانبین سے کیوں نہ ہو، زندہ دلی اور زندگی کی دلیل نہیں بلکہ بقائے نوع کے کاموں میں حارج شے ہوگی - اور اگر صرف دماغی کشش ہے تو باہمی سمجھوتہ سے زیادہ وقیع نہیں اور اسی لئے جب تک کہ کسی جذبے میں یہ تمام عناصر موجود نہ ہوں اور ان میں آپس میں مساوات نہ ہو، اسے عشق کہنا سخت غلطی ہوگی - اس طرح کی مشکل سے حاصل ہونے والی شے کا جب ہر کس و ناکس ادعا کرے تو خواہ مخواہ کی ہنسی کیوں نہ آئے اور جب ناول نویس محض ایک جھلک اور ایک نظر سے ان تمام مدارج کو اتنی آسانی اور سرعت سے طے کردے تو ہم اسے قابل مضحکہ کیوں نہ سمجھیں اور اس کی تصنیف کو مخرب اخلاق اور غیر فطری کیوں نہ ٹھیرائیں؟ ممکن ہے کہ

ناظرین کرام اعتراضات و نقائص کی عمومیت سے گھبرا گئے ہوں اس لئے ان کی دلچسپی اور اپنے بیان کی تصدیق میں ایک ناول کا خاکہ مختصر الفاظ میں پیش کرنا چاہتا ہوں ملاحظہ فرمائیے* —

دلکش کا پلاٹ

لکھنؤ کے رہنے والے تین لڑکے' اصغر و عباس و صفدر نامی' علی گڈہ کالج میں پڑھتے ہیں اور یہ معلوم کرکے "کہ بو۔ ٹنگ ہاؤس کے مصارف ایک متوسط درجے کا مسلمان بھی نہیں اُٹھاسکتا ... یہ تینوں نوجوان علی گڈہ کے ایک رئیس کے مکان پر فروکش تھے"۔ اور غالباً کھانا بھی اسی سرکار سے پاتے تھے۔ ایک روز جب کہ ان کے مربی و محسن کے یہاں کوئی تقریب تھی اور اندر اعزا اور برادری کی عورتوں کا مجمع تھا' صرف اصغر اپنے کمرے میں باہر بیٹھے تھے کہ دفعتاً اس کمرے سے جو زنانہ حصۂ مکان میں جانے کا دروازہ تھا وہ کھلا — "اور ایک نہایت ہی خوبصورت' پری جمال لڑکی برآمد ہوئی۔ اسے ان کا خیال نہ تھا اس لئے دور تک بڑھتی چلی آئی۔ جب ان پر نظر پڑی تو جھجھک کے رہ گئی اور پھر سنبھل کے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ یہ اتنی ہی دیر میں اتنے فریفتہ ہوگئے تھے کہ اس کو جاتے دیکھ کر بے اختیار ہوگئے اور چھری ہاتھ میں لے کر ارادہ کیا کہ اپنے کو ہلاک کر ڈالیں۔ اس پر اسے بھی ترس آگیا اور بڑھ کر انھیں تسلی دینے لگی۔ اتنے میں ادھر سے کسی نے پکارا "حسنیٰ"۔ وہ بدحواس ہوکر بھاگنے کو تھی کہ انھوں نے آنچل پکڑ لیا" اور چھری بڑھاکر بولے "مجھے قتل کرتی جاؤ"۔ اس نے اس دیوانے کو چھچھلتی ہوئی نظر محبت سے دیکھا اور چھلاوے کی طرح نظر سے اوجھل ہوگئی —

ادھر یہ آہ کرکے فرش پر گرے اُدھر اِن کے دونوں ساتھی آگئے اور بدقت انھیں غش سے ہوش میں لائے اور باصرار ان کے آنسوؤں کے جل تھل کا ماجرا پوچھا۔

---

* اس خاکے کے بیان میں اس کا خاص طور سے التزام کیا گیا ہے کہ جہاں تک ہوسکے مصنف ہی کے الفاظ میں ان کا قصہ پیش کیا جائے —

بس کیا تھا، پکا پھوڑا تھے پھوٹ بہے۔ کہنے لگے "اگر وہ نہ ملی تو زندگی دشوار ہے، جان دے دوں گا، بے موت مرجاؤں گا"۔ غرض ان دونوں نے اس آشفتہ حال کو سمجھایا، چمکارا، دھیما کیا ہی تھا کہ اتنے میں گھر میں سے ماما امامن کھانا لئے آ پہنچیں اور عباس نے "زر بر سر فولاد نہی" والے بے مثل کلیے پر عمل کیا اور روپیے کا لالچ دے کر ان سے سب کچھ پوچھ لیا۔ معلوم ہوا کہ علی گڈہ کے ایک بہت بڑے معزز رئیس کی لڑکی ہیں اور بحمدہ اب تک فاکتخدا بھی ہیں اور فاکردہ کار بھی۔ غرض دو چار ہی دن میں شہر کے دوسرے محلے میں ایک مکان کرایہ پر لے کر امامن کے ذریعے بی حسنی بلائی گئیں اور باوجود اپنی شرافت و نجابت، حجاب و شرم اور عصمت و عفت کے جب وہ پہلے پہل ایک اجنبی کے مکان میں، بلا اپنے علم و یقین کے، اچانک اتاردی گئیں تو نہ زیادہ متحیر ہوئیں نہ برہم، اور نہ ایک نامحرم کے دیکھ لینے کا انھیں قطعی خیال ہوا۔ بلکہ اگر کسی کو پس و پیش ہوا تو وہ اصغر مرد ذات کو۔ لیکن وہاں بھی بقول مصنف، "اس کی عربی تعلیم کام آگئی اور اُسے خیال آگیا کہ عورت کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں ستر میں داخل نہیں ہیں، مذہب اجازت دیتا ہے کہ میں اس کے چہرے کو بخوبی دیکھوں" اور انھوں نے جی بھر کر دیکھا اور بی حسنی نے دل کھول کر دکھایا۔ اور پھر ہیرو کے پہلے پہل بالمشافہ اظہار عشق پر حسنی نے جو پہلی بات انتہاے سادگی سے کہی وہ یہ تھی کہ "ہاے تمھاری انھیں بے تابیوں نے تو مجھے بے چین کردیا ہے"۔ اور جب ہیرو نے "ان کا نازک و نرم ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا کہ چلو اندر چل کے بیٹھو" تو ہیروئن کے دل میں کوئی وسوسہ پیدا نہ ہوا اور نہ کوئی ڈر اور نہ باوجود فارسی داں ہونے کے انھیں شیخ سعدی کا یہ شعر یاد آیا کہ :

ملحد گرسنہ در خانہ خالی بر خوان
عقل باور نہ کند کز رمضان می ترسد

بلکہ وہ بلا کھٹکے کھٹ سے مسہری پر جابیٹھیں اور دیر تک اپنے چاہنے والے

سے رسمی راز و نیاز کی باتیں کیا کیں - غرض جب یہاں سے بن بلائی ہوئی اپنی پھوپھی کے ہاں پہنچیں تو وہاں بھی کسی نے اس بلا اطلاع آنے پر اظہار تعجب نہ کیا - اور پہلا مرحلہ یوں بآسانی و بخیر و خوبی طے ہوگیا - دوھی چار روز کے بعد جب دوبارہ پھوپھی کے گھر سے واپسی میں تشریف لائیں تو ان کے نیک ذات عاشق نے ایک مولوی کو لاکر کھڑا کردیا اور نکاح کے لئے مجبور کیا - وہ سوء اتفاق سے ان کے منسوب کے والد ماجد نکلے اور ایجاب و قبول کے سلسلے میں " حسنی " کا نام سنتے ہی منہ پیٹتے گھر کی طرف بھاگے - ان لوگوں نے جو رنگ میں بھنگ ہوتے دیکھا تو راستے سے ایک دوسرے ملانے کو پکڑ لائے اور انھوں نے جھٹ پٹ اُن دونوں کے آپس کے رشتۂ تعلقات میں وہ گرہ دیدی جسے شرع میں عقد کہتے ہیں - اُدھر وہ ملا نے اپنی فیس لے گھر سدھارے ادھر یہ ڈولی پر لد گھر چلیں - وہاں افشائے راز ہوگیا - خوب لے دے ہوئی اور ننگ خاندان بنیں - مصنف نے اس مقام پر مزید لطف پیدا کرنے کے لئے دونوں کو ایک دوسرے سے قطعی طور پرجدا کردیا - یعنے باوجودیکہ عقد ہوگیاہے اور یہ دونوں شرعاً و قانوناً ایکدوسرے کے زن و شوھر ہوگئے پھر بھی نہ یہ اُنکو دیکھہ سکتی ہیں اور نہ وہ ان کے جمال جہاں سوز سے آنکھیں سینک سکتے ہیں اور عشق و محبت کا یہ حال ہے کہ ایک ایک آہ میں دونوں طرف آسمان و زمین اس طرح جلتے چلے جا رہے ہیں کہ شیو گھبرا گھبرا کر مراقبے سے سر اُٹھا لیتے ہیں اور حیرت سے کہہ اُٹھتے ہیں کہ " اے برھما یہ کون لوگ ہیں جو میری ھمسری کر رہے ہیں اور میرے مخصوص کاموں میں دخل اندازیاں کرتے ہیں ! " اُدھر سرافیل حیران کہ " یا الٰہ میرے صور کے پہلے یہ کس گی پھونک میں اثر پیدا ہوگیا کہ تیری دنیا یوں مٹتی چلی جارہی ہے ؟ " - لیکن مصنف ہے کہ اس کی کسی طرح تسکین نہیں ہوتی - جب تک کہ جوے شیر نہ آے شیریں و فرہاد کیونکر ملیں اور رقیب روسیاہ کے بغیر ناول کے دوسرے اور تیسرے حصے کیونکر مرتب ہوں ؟ - غرض اس قید سے ایک دن زبردستی پھوپھی

کے یہاں جانے کا بہانہ کر کے حسنیٰ پھر بھاگیں اور اپنے میاں کے ہاں پہنچیں - جب شام تک گھر نہ گئیں تو ان کے چچا بھی تڑہ لگاتے یہیں پہنچے اور بالآخر جب عقد کا حال ان پر بھی کھل گیا تو چار و ناچار انھوں نے برادری و اعزا سب کو خبر کردی اور حسنیٰ کے کئی لاکھ روپئے جو ان کے پاس امانت تھے اصغر کے حوالے کئے اور اب ان دنوں کا یہ حال ہے کہ اُن کے دن عید اور راتیں شب برات ہیں —

تیسرا حصہ ان کے ساتھی عباس کے حسن و عشق کے تذکرے میں ہے - وہ ان لوگوں کے ساتھ حج کے قصد سے چلے لیکن بمبئی کی ایک زلف سیاہ میں اٹک رہے - اصغر وحشی نے بھی حج کو عمرے سے بدلا یعنی بجائے مکہ معظمہ جانے کے انگلستان سدھارے - ادھر عباس نے اپنی پارسن کو رام کیا اور اسے بہت ہی آسانی سے ' بلا کسی بحث مباحثے کے ' محض محبت و عشق کے چند فرسودہ مقتروں سے کام لیکر مسلمان کر کے ' عقد کئے ہوئے انگلستان پہنچے اور اصغر کو جو وہاں کی خواتین کی چالوں میں پھنس کر عدالتوں میں بندھے پھر رہے تھے چھڑا کر ان کے ہمراہ مصر و عرب کی طرف ' موش خور بلی کی طرح ' بغرض توبہ رجوع کی اور مصنف نے بھی " بہ سفر رفتنت مبارکباد " کہکر اُن کا ساتھ چھوڑا —

یہ نقائص عام ہیں

مجھے اس وقت اس ناول کی کامل و مبسوط تنقید منظور نہیں- نہ تو میں مدرسۃ العلوم علی گڈھ کو جو اس ناول سے صدمہ پہنچ سکتا ہے اس کا ذکر کرونگا اور نہ اُن اخلاقی خرابیوں کو گنواؤنگا جو اُس کے غیر فطری پلاٹ کا نتیجہ ہو سکتی ہیں - میں نے قصے کا خاکہ پیش کر دیا اور اس سے صاحبان فہم خود ہی اندازہ فرما سکتے ہیں - مجھے جو کچھہ عرض کرنا منظور ہے وہ صرف اتنا ہے کہ جس طرح کی غلطیاں اور نقایص آپ اس اُستاد فن کے ہاں پاتے ہیں اُن سے اُن کے مقلدوں اور ان کے اسکول کا کوئی ناول خالی نہیں —

پروفیسر مرزا محمد ہادی پی-ایچ - ڈی

ان لوگوں میں سے جنھوں نے ان نقایص کو محسوس کر کے علحدہ طرز کے ناول لکھے دو نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں -

ایک‌تو استادی پروفیسر مرزا محمد ہادی اور دوسرے مصورغم مولانا راشدالخیری۔ اور اسمیں شک نہیں کہ مرزاصاحب نے ابتدا ابتدا میں جتنے ناول خود تصنیف کئے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ انشاء پردازی میں انھیں ممتاز جگہ دی جاے - محاوروں کی برجستگی ' زبان کی سلاست اور فقروں کی آمد تو ممکن ہے کہ اور مصنفوں کے ہاں بھی کہیں کہیں مل جائے لیکن ہیرو اور ہیروئن کی عام انسانوں سے مشابہت ان کے افعال و کردار پر فلسفیانہ نظر ' ان کی سیرت کا ارتقا و نمو اور ہر واقعہ کا اسباب و علل کے ساتھہ بیان یہ مرزا ہی سے قابل انشاء پرداز کی خصوصیت ہے۔ مرزا صاحب کے بعد کے ناول " خونی عاشق " " خونی مصور " " خونی جورو " وغیرہ وغیرہ مہادیو پرشاد ناول فروش کی فرمایش کا نتیجہ ہیں اور زیادہ تر میری کوریلی کے ناولوں کے ترجمے - اگر ذوق سلیم ہوتا یا ضرورتوں نے مذاق عامہ کی تائید کرنے پر مجبور نہ کردیا ہوتا تو غالباً مرزاصاحب نے اس مصنفہ کو اسقدر پسندیدہ نگاہوں سے نہ دیکھا ہوتا اور ڈکنس اور تھیکرے یا آج کل کے کسی کامل‌الفن کی کتابوں کے ترجمے کرکے آج اُردو کا دامن نہ معلوم کتنے جواہر ریزوں سے بھر دیا ہوتا —

مولانا راشدالخیری

مولانا راشدالخیری کی " صبح زندگی " " اور شام زندگی " زبان کے لحاظ سے ' مکالمے کی وجہ سے اور مسلمان خواتین کی روزانہ زندگی کی تصویر ہونے کی حیثیت سے ' ادب میں مخصوص درجہ رکھتی ہیں - جن اصحاب نے مولانا نذیر احمد کی " بنات النعش " اور " مراۃ العروس " دیکھی ہے ' وہ اس سے اچھی طرح واقف ہونگے کہ اس خاندان کو عورتوں کی تعلیم سے ایک خاص دلچسپی ہے - مولانا راشدالخیری نے اپنے عم بزرگوار کی طرح زیادہ تر کتابیں اسی مقصد اور منشاء سے لکھی ہیں اور اس صحیح معنوں میں وہ ناول نہیں ہے بلکہ تعلیمی کتابیں کہی جاسکتی ہیں - اگر دنیائے اردو اس طرح کی بے سواد اور ناقدری نہ ہوتی تو ہمارے اصول تعلیم میں شاید

ان کو بھی وھی پایہ حاصل ھوتا جو مغرب نے میڈم گنلس کی " ایڈیلی - اف تھیوڈر " اور روسو کی " ایمیلی " کو دے رکھا ھے —

مولانا نے ایک بہت بڑی غلطی اس سلسلے میں یہ کی ھے کہ انھوں نے مولانا نذیر احمد کی کتابوں کا جواب لکھنے کی کوشش فرمائی ھے - یعنی جس طرح " صبح زندگی " اور " شام زندگی " ' مراۃالعروس ' اور ' بنات النعش ' کی سی ھیں اسی طرح " شب زندگی " " توبۃالنصوح " سے مشابہ ھے - اور مجھے مولانا معاف فرمائیں گے لیکن میں یہ عرض کرنے پر اپنے کو مجبور پاتا ھوں کہ انھیں اس میں قطعی نا کامیابی ھوئی ھے - آج کل کی دنیا اس طرح کے خواب و خیال کی باتیں سننے کے لئے تیار نہیں ھے - " ماہ عجم " مسلمانوں کی ایرانی فتوحات کی یاد گار ھے لیکن اس کا پلاٹ نہایت مخلوط ھے اور زبان آورد سے مملو ھے اور اس میں صرف الفاظ کی بیجا تکرار ھی نہیں پائی جاتی بلکہ طرز تحریر بالکل عربی ھوجاتا ھے اور اس لئے آج کل کے اُردو داں پبلک کے لئے ایک انوکھی سی چیز ھے - مثلاً ایک ٹکڑا نقل کرتا ھوں —

" کیوں ' کیوں ' دنیائے نا پائیدار ! آنکھہ کی ایک گردش سے کیا کیا گل کھلادئے ! تف ' تف ' چرخ ستمگار ! ایک چکر میں ' کس کس کو ' کہاں سے کہاں پہنچا دیا ' تمھاری آنکھوں سے دیکھا ' اور ھم کو دکھایا کہ حیات انسانی اور اس کا ھر ذرہ آفات سے پر ' اور آلام سے لبریز ھے ' تخت پر بیٹھنے والا میت یا خاک میں لوٹتا ؛ آنکھوں میں رھنے والا شہر یار ' خون میں تڑپا ؛ ایران کو جگمگانے والا چاند سیستان میں قید ھوا - مگر او دنیائے نا پائدار ! پھر بھی تیری آنکھہ میں ' اے چرخ ستمگار ' تیری تیوری پر ' بل نہیں میل نہیں ! پتہ دے او جفا شعار ' اپنی حقیقت کا ' مقصد بتا او نا بکار ' اپنی اصلیت کا ' بتا اپنی غرض ' بول اپنی غایت ! " —

مسجع و مقفیٰ عبارت اور پھر انتہائے جوش اور افراط غم میں ' سوائے

اُردو ڈراما کے کیرکٹروں کے اور کسی کے منہ سے نہیں سنی جاتی - اور اس لئے ہم مولانا کو ان کی اس تصنیف پر مبارک باد نہیں دیسکتے - رہیں مولانا کی اور کتابیں سو وہ سب کی سب اسلامیت سے لبریز ہیں اور گو ان میں فرقہوارانہ حمایت ہندوستان کی موجودہ مسموم آب و ہوا کے زیر اثر بہت کچھہ نمایاں اور واضح طور پر موجود ہے لیکن پھر بھی سب کی سب اس قابل ہیں کہ زبان و روزمرہ کے شایق انہیں آنکھوں سے لگائیں اور دلوں میں جگہ دیں!—

اردو کے ان ناول نویسوں کے علاوہ جن کا میں اس وقت تک ذکر کرچکا ہوں ایسے اور لوگ بھی ہیں جنھوں نے ناول لکھے اور اچھے لکھے مگر چونکہ وہ باقاعدہ ناول نویس نہیں ہیں اور نہ ان کی ناول نویسی کا اردو ادب پر کوئی خاص اثر پڑا ہے اس لئے اس مختصر تبصرے میں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں- رہے وہ لوگ جنھوں نے متعدد ناول لکھے مگر ایسے کہ ان کا ذکر بغیر انتہاے ناپسندیدگی کے اظہار کے محال ہے سو وہ بھی قابل ذکر نہیں' ایسے موقعوں پر سکوت کافی ہے —

تھوڑا سا غور و تامل کرنے سے ہمارے ناولوں کے ان عام نقائص کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے فسانہ نویس ناول کے اصلی معنی اور اس کے مخصوص عناصر سے ناواقف ہیں- اس لئے میں آئندہ فائدے کے خیال سے اب انہیں سے بحث کروں گا- سب سے پہلے خود ناول کو لیجئے —

ناول کی تعریف اور قصص و حکایات میں اور اس میں فرق

اب تک ہمارے ہاں قصہ کہانی' حکایت' فسانہ اور ناول سب کے ایک ہی معنی سمجھے جاتے ہیں اور اس وقت تک ہمارے ادیبوں نے ان الفاظ کو اصطلاحی طور پر استعمال کرکے ان کی جداگانہ تعریفیں نہیں کیں- انگریزی میں اس صنف کے بہت سے الفاظ ہیں' لیکن ان میں سے تقریباً ہر ایک خاص معنی رکھتا ہے- مثلاً "فیبل" ایسی کہانی کو کہتے ہیں جو دیو پری' بھوت پریت کے افسانوں سے مملو ہو اور جس کو واقفیت سے کوئی

تعلق نہ ہو۔ "متھہ" اسی طرح وہ کہانیاں کہلائیں گی جن میں قوانین قدرت کو مجسم مان کر ان کے کارنامے بیان کئے جائیں۔ مثلاً ہندو بھائیوں کے ہاں پانی و ہوا اور ابر کے دیوتاؤں کے قصے۔ "لیجانڈ" ان قصص کو کہیں گے جو پیشوایان مذہب کے متعلق ہوں اور جو ان کے غیر معمولی اور خارق عادات افعال سے بحث کریں اور جن کے لئے کوئی تاریخی ثبوت نہ ہو۔ "رومانس" ان حکایتوں کو کہیں گے جن میں ایسی سیرتوں کا ذکر ہو جو عوام الناس میں نہ پائی جاتی ہوں اور جن میں حسن و عشق کی حکایتیں، جرات و دلیری کے کارنامے اس طرح بیان کئے جائیں کہ ان سے اور موجودہ زندگی سے کوئی لگاؤ نہ ہو لیکن جو انسانی ترقی کی حد ہوسکتے ہوں۔ مثلاً اُردو کے ناول لے لیجئے، ان میں سے اکثر "رومانس" ٹھہریں گے۔ اب ان سب سے علیحدہ کرنے کے لئے ناول کی تعریف ملاحظہ فرمائیے :-

ناول فرضی واقعات کا ایک ایسا بیان ہے جو ایک مسلم پلاٹ پر مبنی ہو، جس میں انسانی سیرتوں کی تصویریں اور فطرتی نظاروں کے سوے ہوں اور جس میں خرق عادات، غیر فطری اور غیر معمولی امور کا تذکرہ نہ ہو بلکہ وہ روزانہ زندگی اور حالات کی ایک ایسی تصویر ہو جس میں حسن و عشق کا عنصر اتنا ہی ہو جتنا دال میں نمک۔ ایک مشہور انگریزی ادیب مسٹر مور کا خیال ہے کہ "ناول زمانۂ موجودہ کی تاریخ ہے اور اس عہد کی کامل ترین اور صحیح ترین تصویر جس میں ہم زندگی بسر کررہے ہیں"۔ انھیں معنوں میں کسی ظریف کا قول بھی ہے لیکن ظرافت نے جس طرح ناول نویس کو سراہا ہے اسی طرح مورخ کا خون بھی کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "ناول میں ناموں اور سنوں کے سوا سب کچھ صحیح ہوتا ہے اور تاریخ میں ناموں اور سنوں کے علاوہ سب کچھ غلط!"۔ بہر حال سب اس پر متعلق ہیں کہ ناول نویسی حقیقت نگاری ہے اور سب اس پر مصر کہ جس طرح مورخ جماعتوں اور خاندانوں کے انقلاب دکھلاتا ہے اسی طرح ناول نویس کا فرض ہے کہ وہ شخصیتوں اور افراد سے بحث کرے—

اسی ضمن میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ناول کوئی جذباتی اور شاعرانہ نظریۂ زندگی نہیں پیش کرتا بلکہ ایک فلسفیانہ اور ذہنی نظریہ۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے حقیقی اور آخری جامے میں اس وقت تک رونما نہیں ہوا جب تک کہ نثر میں سائنس اور فلسفے کے الفاظ عام طور سے استعمال نہ ہونے لگے اور مختلف علوم کی اصطلاحیں زبانوں پر نہ چڑھ گئیں۔ ہمارے ہاں اردو میں یہ کمی آج تک موجود ہے اور شاید اسی لئے غریب ناول نویسوں کو علمی مباحث سے گریز رہا اور وہ اب تک نثر میں بھی اسی طرح کے الفاظ سے کام لیتے رہے جو شاعروں کی جذباتی تصانیف کے سلسلے میں وجود میں آئے ---

شاعر اور ناول نویس میں فرق

اسی کے ساتھ انھوں نے شاعر اور ناول نویس کے سب سے بین فرق کو بھی نہ سمجھا۔ ناول نویس اپنے دل اور خواہش کے مطابق ایک نئی دنیا نہیں بنا سکتا۔ اس کو ہماری ہی دنیا سے بحث کرنا ہے۔ یہی جس میں سکھ بھی ہے اور دکھ بھی، جنگ بھی ہے اور صلح بھی، موت بھی ہے اور پیدائش بھی، لیکن شاعر اس عالم کو پس پشت ڈال کر تخئیل محض سے تعقیق کا کام لیتا ہے اور عالم موجودات سے اور اس کی دنیا سے بس اتنا ہی ربط اور لگاؤ ہوتا ہے جتنا کہ حسیات کو تخیل سے۔ ناول نویس اس کے بالکل برعکس اسی دنیا کو ہر وقت پیش نظر رکھتا ہے اور جو کچھ لکھتا ہے وہ اسی کے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے اور اسی پر غور و فکر کرکے اسی کے دیکھنے اور سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی غرض اور سب سے اہم عنایت یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی طرح اس معمۂ زندگی کے حل کرنے کا بہترین آلہ پیش کرے اور ہم کو یہ بتلائے کہ اس نے اس گتھی کو کن اصولوں پر اور کن صورتوں سے سلجھایا ہے۔ تخئیل کا حق فطرتاً صرف شاعر ہی کو حاصل ہے، اس کی پرواز کی کوئی حد و انتہا نہیں، وہ نظام کی موزونیت، عام دلکشی اور فطری ترنم کی وجہ سے سب کچھ نبا ہ سکتا ہے؛ اس پر کوئی حرف گیری کرنے والا نہیں اور

جب اس پر کوئی جرح و قدح کرے تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ تھوڑا سا مسکرا کر یہ کہدے کہ ع : شعر مرا بمدرسہ کہ برد - اس لئے کہ جب آپ اس پر تنقید کرنے بیٹھیں تو آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ اسی کے ساختہ اصول سے بحث کریں - آپ کے صرف و نحو کے قواعد - آپ کے مقرر کردہ ضوابط کا وہ پابند نہیں - لیکن نثار محض تخئیل سے کام نہیں لے سکتا - اسے اس کا حق نہیں کہ وہ اپنے کو پابندیوں سے بالا اور قواعد سے برتر سمجھے ' دنیا کے جتنے علوم ہیں وہ نثر ہی میں لکھے گئے ہیں - اس کے صرف ناول نویس کے لئے سارے کلیے ٹوٹ نہیں سکتے - اسے ہر قدم پر یہ خوف لگا ہونا چاہئے کہ لوگ اسے ٹوک کر پوچھیں گے کہ یہ کیوں اور کیسے ہوا ' وہ انہیں کے دنیا کی باتیں ہیں - اور انہیں کے روز مرہ زندگی کی ' پھر اگر انوکھی ہوئیں تو وہ کیوں نہ ٹوکیں ؟ —

ہاں ناول نویس کے لئے اگر کوئی گنجایش ہے تو صرف اتنی کہ وہ نثر میں بھی جو تخئیل کا پہلو ہے اس سے فائدہ اُٹھا کر ہمارے لئے ایک واقعی شخصیت سے بحث نہ کرے بلکہ ایک ٹائپ ' ایک نمونہ ' ایک مثالی ذات پیش کردے - لیکن اس طرح اس عنوان سے اور ایسے حلیے میں کہ ہمارا دماغ یہ ماننے میں ذرا سا بھی تامل نہ کرے کہ یہ شخصیت ہم ہی میں سے ہوسکتی ہے اور ایسے واقعات ہمیں بھی پیش آسکتے ہیں —

انگریزی ناولوں سے مثالیں

یہی تو وجہ ہے کہ جس یورپین ناول کو دیکھئے وہ مغربی خیالات و حسیات کا ترجمان اور ان کی روحانی اور دماغی کشمکش کا سچا عکس نظر آئیگا - اینٹنی ٹرولوپ کی دیہاتی زندگی اور شکار کی تصویریں ' برٹ ہارٹی کے کلیفورنیا کے معدنیات کے خاکے ' اسٹیونسن ہنٹلے اور رسل کی سمندری سفر کی دلچسپیاں ' ڈکنس کے عہد وکٹوریہ کے انگریز غربا کے حالات ' تھیکرے کی خاندانی امراء کی ذہنیت ' ہالوے کی تھیٹر کی معاشرت ' اسکاٹ کے تاریخی واقعات ' مسز ہمفری وارڈ کے اوسط طبقے کے لوگوں کے خیالات

ڈوما کے جرأت و بہادری کے معرکے - جارج الیٹ اور شارلیٹ برونٹ کے نسائی نظریے ' ٹالسٹائے کے روسی کاشتکاروں کے مصائب ' ہیوگو کے ادنی طبقے کے فرانسیسیوں کے آلام تو جانے دیجئے ' یہ مردہ مصنفوں کے زندہ جاوید کارنامے اور گذرے ہوے زمانوں کی تصویریں ہیں —

آج کل کے مصنفوں کا جونسا ناول جی چاہے لے لیجئے آپ کو موجودہ مادیت و روحانیت کا تصادم مزدوری اور سرمایہ کی جنگ ' سیر و تفریح کے میدان ' کھیل اور تماشے کی جگہیں ' قمارباری و بادہ خواری کی کثرت ' تعلیم و تعلم کے اصول اور بین الاقوامی جد و جہد ساری باتیں مل جائینگی - کوئی ایجاد ' کوئی اختراع ' کوئی علمی یا ادبی بات ' کوئی موضوع ' کوئی مضمون ' کوئی اہم واقعہ ایسا نہ ملیگا جس کے لئے آپ کو بہترین مواد اور مصالحہ ناولوں میں نہ ملجاے - فرانس کے خیالات و معاشرتی حالات معلوم کرنے ہوں ' اناتول فرانس پڑھئے ' کون اناتول جسے سنہ ۲۲ ع کا نوبل پرائز ملا ' جس نے " پنگوئن آئلینڈس " (Penguin Islands) لکھکر ناول میں فلسفہ ' ناول میں تاریخ عالم - ناول میں اصول اخلاق لکھنے والے اور جو طنزیہ طرز تحریر کا بادشاہ مانا جاتا ہے - شوپنہور کا فلسفہ ' یا آپ کی زبان میں تقدیر کا تدبیر پر زور دیکھنا مقصود ہو تو ہارڈی کے ناول پڑھئے - دیکھئے کس کس طرح کے انوکھے واقعات مثال کی طور پر پیش کرتا ہے اور انگریزوں کی دیہاتی زندگی کے کیسے مرقعے کھنچتا ہے - آج کل کے قدامت پسند ' لبرل اور مزدور جماعتوں کے لیڈروں سے ملاقات کرنا ہو تو اچ - جی - ولز کا " دی ورلڈ آف ولیم کلیسولڈ ' (The World of William Clissold) دیکھئے اور انگلستان کے ان ماہرین سیاسیات سے واقفیت حاصل کیجئے جن کے ہاتھ میں آج ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ ہے - اور اگر اس سے آپ کے علم میں کمی رہ جاے تو اسی مصنف کی تازہ ترین تصنیف " مین وھائل " (Meanwhile) بھی پڑھ لیجئے اور انگلستان کی سب سے بڑی اسٹرائک کے سلسلے میں مسٹر بالڈون ' مسٹر

چرچل ' اور لارڈ برکنہڈ سے پوری طور پر تعارف حاصل کر لیجئے - جارج کیننگ کی کتابیں اُٹھائیے اور مزدوروں کی زندگی کی سیر کیجئے - ھچنس کا "اِف ونٹر کمز" (If Winter Comes) لے لیجئے اور سنہ ۱۹۱۴ ع کی جنگ دیکھہ لیجئے - اسی سلسلے میں ویلز کا "مسٹر برٹلنگ سیز اِٹ تھرو" (Mr. Britling sees it through) بھی ملاحظہ فرمائیے اور انگلستان کی اس جنگ میں کوششیں اور قربانیاں دیکھئے - سر فلپ گبس کا "آنچینجنگ کوئسٹ" (Unchanging Quest) لے لیجئے اور روسی بالشویزم کی ابتدا مشاھدہ کیجئے - تفریح کرنے کو جی چاھے تو فینت گولڈ کے ناولوں میں گھوڑدوڑوں کی سیر کیجئے - معمے ' اسرار ' جاسوسی ' مجرموں کی داستانیں ' نہفتہ کارروائیاں پڑھنی ھوں تو فرنیکو ' اڈگر ویلس ' لی کوئے اور فلپ اوپنہیم کے تصانیف دیکھئے - مصر قدیم یا افریقۂ جدید کے حالات معلوم کرنے ھوں رائڈرھیگرڈ کے ناول خریدئے - روحانیت سے دلچسپی ھو یا سراغرسانیاں مقصود ھوں تو کونن ڈائل کی کتابیں مول لیجئے اور اگر اینگلواندین خیالات اور ھندوستانی فوج کا معاینہ منظور ھے تو رڈیارڈ کپلنگ کے ناولوں کا مطالعہ فرمائیے - یہ مشتے نمونہ از خروارے ھیں - ھر ایک کے ایک ایک ناول سے علحدہ علحدہ کہاں تک بحث کیجا سکتی ھے ؟ زندگی کا کوئی شعبہ ' عالم کا کوئی گوشہ ان باکمال مصنفوں سے نہیں چھوٹا - یہی تو وجہ ھے کہ مطبع سے نکلتے ھی دنیا ان کی کتابوں کو سروں پر رکھتی اور کلیجوں سے لگاتی ھے اور مطابع ایک ایک کتاب لاکھوں کے مول لیتے ھیں - لیکن جب اپنے ھاں نظر ڈالتے ھیں تو ھم کو ایسی سرد بازارئی دکھائی دیتی ھے کہ دل ڈوب جاتا ھے —

پلاٹ کیا شے ھے

خیر یہاں تک تو ناول اور اس کی مثالوں سے بحث تھی - اب اس کے عناصر پر نظر ڈالئے - ناول کا سب سے پہلا عنصر پلاٹ ھے - ھمارے ناول نویس اس کے اصلی منشاء سے بھی بالکل بے بہرہ ھیں - پلاٹ واقعات کے ایک ایسے سلسلے کو کہتے ھیں جس سے آخر میں کچھہ خاص

طرح کے نتائج مترتب ہوں - ہمارے ہاں عشق سے ابتدا ہوتی ہے ' ہجراں نصیبی پر سارے قصے کی بنا اور وصل پر ناول کا خاتمہ - اس سلسلے میں جتنے ابواب آئیں گے وہ ان میں سے کسی سے متعلق ہونگے - ناول نویس اس اخلاقی تعلیم کا جس کے لئے یہ سب کچھ لکھا گیا ہے کہیں بھی ذکر نہیں کرتے اور نہ ناول کے پڑھنے کے بعد آپ کو یہ محسوس ہوگا کہ ناولست نے آپ کو کوئی خاص فلسفہ ' کوئی مخصوص نظریہ سمجھا دیا ' حالانکہ جتنے قصے لکھنے چاہئیں وہ کسی خاص غرض اور کسی مخصوص غایت سے —

حضرت عیسیٰ کے چھوٹے چھوٹے قصے انجیل میں پڑھئے ' دیکھئے جب وہ کوئی حکایت پیش کرتے ہیں تو مثلاً دنیا کو کچھ سبق دینے کے لئے ' کچھ سکھانے کے لئے ' یوں ہی بیکار نہیں - کبھی شمعون کو قرض داروں کی مثال دے کر گنہگاروں کے ساتھ خدا کی رحمت پر زور دینا مقصود ہے ؛ کبھی کسان کے بیج بونے کا حال سنا کر شاگردوں کو ایمان کے مدارج کی تعلیم منظور ہے ؛ کبھی مرد سامری اور زخمی کا قصہ سنا کر پڑوسی کے صحیح معنی بتاتے ہیں اور کبھی دولتمند کی خیالی کوٹھیوں کا حال بیان کرکے اپنے لئے خزانہ جمع کرنے سے منع کرنا اور ابدی فلاح حاصل کرنے کی تاکید فرمانا ہے —

خود قرآن مجید کو لے لیجئے - جہاں پر قصص و حکایات آئے ہیں ' ان سے کچھ خاص نتائج مترتب ہوتے ہیں - کہیں پر ہم کو ڈرانے کے لئے کسی مقہور قوم کی حکایت ہے ' کہیں پر ہم کو ہمت دلانے کے لئے مرحوم ملتوں کا ذکر ہے ' کہیں پر حضرت موسیٰ و فرعون کا مقابلہ بیان کرکے اپنے برگزیدہ بندوں کی مدد کا وعدہ فرمایا ہے اور کہیں پر آتش نمرود کو گلزار ابراہیمی بنا کر اپنے خلیل کو بچا لیتا ہے - اگر یوسف و زلیخا کا ذکر کیا تو اس لئے کہ اس سے باپ کی بیتابی ' بھائیوں کا حسد اور عورتوں کے مکر دکھلائے - اگر حضرت ایوب کا بیان ہے

تو اس لئے کہ خدا پر بھروسا کرکے مصائب جھیلنے والوں کے استقلال و پا مردی کی تعریف کرے - اگر حضرت سلیمان کا واقعہ دھرایا تو اس لئے کہ ہم اس سے یہ اثر لیں کہ ایسا جلیل المرتبہ نبی بھی موت سے نہ بچ سکا' حضرت یونس' حضرت صالح' حضرت الیاس' حضرت آدم علیہم التحیۃ و الثناء جن کا بھی ذکر کیا' جن کی حکایت بیان کی' جن کا واقعہ یاد دلایا' وہ صرف اس لئے کہ ہم اس سے ایک خاص نتیجہ نکالیں' ایک مخصوص سبق لیں—

اب جب کہ سب سے بڑے معلم کا یہ حال ہو تو آج کل کے قصے گو جب بیکار' بغیر کسی خاص غرض و مفاد کے کوئی ناول لکھیں تو ہم ان کو مخرب اخلاق کیوں نہ کہیں اور تضیع اوقات کا ایک ذریعہ کیوں نہ بتائیں ؟—

سیرت نگاری

ناول کا دوسرا عنصر سیرت نگاری ہے- اور یہی وہ مقام ہے جہاں کم علم مصنفین سب سے زیادہ ناکامیاب رہتے ہیں- اس لئے کہ وہ اس سے بے خبر ہوتے ہیں کہ کسی شخصیت پر ماحول کا کیا اثر پڑتا ہے روز بروز کے چھوٹے چھوٹے واقعات کیونکر خیالات کو بدل دیتے ہیں یا ان میں اور استواری پیدا کردیتے ہیں؛ علم کی ضیا پاشی دماغ کو کسی حد تک روشن کردیتی ہے اور جہالت انسان کو کن تاریکیوں میں ڈال رکھتی ہے - آپس کی نزاع' ملک و قوم کی تمدنی و معاشرتی حالت' مذہبیت کا جوش' یا اقتصادی حالات اور خاندانی روایات سیرت کے نمو پر کیا اثر ڈالتے ہیں؛ باپ کا بیٹوں کے ساتھ غیر مساوی برتاؤ بھائیوں کو برادران یوسف کیونکر بناسکتا ہے؛ رقابت و حسد کی وجہ سے ہابیل و قابیل سا قصہ کیوں پیش آتا ہے؛ رند اوباش خراب کے اثر سے نصوح کیسے بن سکتا ہے- دیکھئے اُتھلو (Othello) سا سیدھا سادہ' جری' سچا عاشق اپنی بیوی کا یاگو (Iago) کی مکاریوں کی وجہ سے کیا ہوگیا- ہمایت (Hamlet) کے شبہات آہستہ آہستہ اس کے دماغی حالت کو اس درجے پر پہنچا دیتے ہیں کہ وہ باپ کا بھوت آنکھوں سے دیکھنے لگتا ہے- میکبتھ' بادشاہ کا خیر خواہ' ملک و وطن پر جان دینے والا'

محض چند پیشین گوئیوں اور اپنی بیوی کے اصرار سے قاتل بن بیٹھا اور پھر اس ایک جرم نے کتنے اور جرم کرا ڈالے- زھر عشق میں سوداگر کی لڑکی کو کیا کیا دکھہ بھرنے پڑے اور محض اس لئے کہ اس نے اپنی عقل پر اپنے جذبات کو ترجیح دی- سیر کہسار میں نواب کیوں بگڑے' صرف اس لئے کہ مصاحبین نے آھستہ آھستہ انھیں اپنی راہ پر لگالیا - صبح زندگی میں سلیمہ اپنی بہن سے بالکل مختلف مزاج و طبیعت کی کیوں ھوئی' محض اس وجہ سے کہ اس کی پھوپھی نے اس کے والدین سے بالکل جداگانہ تربیت دی- بھرحال نیک چلن سے بدمعاش' رند منش سے فرشتہ سیرت' جنگجو سے صلح پسند اور وطن پرست سے ملک فروش ھونا سب کچھہ انسان کے لئے ممکن ھے - لیکن واقعات و ماحول' تربیت و تعلیم اور سوسائٹی اور معاشرت کی تبدیلیاں ان کی باعث ھوتی ھیں - ان کا اظہار' ان کا درجہ بدرجہ اثر' تغیر ذھنی و جسمانی کی ارتقاء کا دکھانا یہ کام محض ناولست کا ھے- اور پھر ھر انسان دوسرے سے مختلف ھوتا ھے' ھر ایک کی طینت جدا' طبیعت علیحدہ اور مزاج الگ' ان تمام امور کا خیال لازمی اور ضروری ھے- ایک ھی طرح کے واقعات دو مختلف شخصیتوں کو پیش آئیں' تو یقینی ان کے نتائج' ان کے افعال و کردار' ان کے خیالات و حرکات بھی جداگانہ ھوں‌گے - لیکن ھمارے اردو ناولوں کے ھیرو اور ھیروئن سب ایک قطعے' ایک نمونہ اور بالکل ایک ھی طرح کے ھوتے ھیں - ان میں جن کو جی چاھے بدل دیجئے اور جس پلاٹ میں دل چاھے رکھہ دیجئے' وہ اس کے لئے بالکل موزوں اور مناسب معلوم ھوں‌گے - حسن انجلینا' والے حسن کو خواہ عبدالعزیز کہئے خواہ منصور- وہ ان میں سے ھر ایک کے واقعہ کے لئے اسی طرح موزوں ھیں جیسے خود یہ صاحبان اور یہ صرف اس لئے کہ ان شخصیتوں اور سیرتوں میں کوئی فرق نہیں ھے بلکہ محض نام ھی نام میں —

مکالمہ

ناول کا تیسرا عنصر مکالمہ ھے - یہ ناولست کے ھاتھہ میں اظہار خیالات کا بہترین آلہ ھے اور سچ پوچھئے تو اس سے باقاعدہ فائدہ

اُٹھانا بہت بڑا کام ہے - مصنف اپنے کیرکٹروں کی زبان سے جو کچھہ اس کا جی چاہے، جو کچھہ وہ ضروری سمجھے یا جو امور اہم جانے ادا کرا سکتا ہے اور اسی میں کامیابی ناول کو دلچسپ بنا دیتی ہے- اس لئے کہ تصویر کشی سے ڈراما ہمیشہ دلچسپ رہا ہے اور مکالمہ محض ڈراما ہے - بلکہ اُردو ناول نویسوں نے تو اس بات پر یہاں تک اصرار کیا ہے کہ وہ محض اپنے کیرکٹروں کے نام لکھکر ان کے اقوال پیش کر دیتے ہیں اور ' کہا ' کا لفظ بھی ان کے لئے ایک بار سا ہو جاتا ہے - مثلاً اگر ان کو یہ کہنا ہے کہ احمد نے مسکرا کر کہا کہ " محمود تم بھی بالکل بیوقوف ہی رہے " - تو اسے یوں لکھہ دینگے - احمد- (مسکراکر)" محمود تم بھی بالکل بیوقوف ہی رہے "- اور ' نے ' ' کہا ' اور ' کہ ' کو بالکل حذف کر جائیں گے - ظاہر ہے کہ یہ مختصر نویسی ناول کی شان نہیں بلکہ ڈراما کی خصوصیت ہے- لیکن ہم یہی سمجھے ہوئے بیٹھے ہیں کہ ناول پڑھنے والا خود ہی ہر پارٹ کو " ایکٹ " کرکے دیکھہ لیگا - اور اس سے ہم ابتک اپنی پرانی لکیر کے فقیر بنے بیٹھے ہیں —

بہرحال یہ امر مسلم ہے کہ تصویر کشی اور سماں بندی سے مکالمہ کہیں زیادہ دلچسپ ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب سقراط نے اصلاح قوم کی تو اسی عنوان سے ' افلاطون نے اپنی " جمہوریت " لکھی تو اسی طرز میں اور بارکلے نے اپنا فلسفہ سمجھایا تو اسی طریقے سے - اور کیوں نہ کرتے ' اس لئے کہ چست فقرے ' برجستہ جملے یہیں پر کام آتے ہیں - اور اسی لئے جب تک کوئی شخص خود حدیدالذہن نہ ہو اور اس میں جدت کا مادہ نہ ہو' اس فن میں کامل نہ اُتریگا- اردو ناول نویسوں میں 'سرشار' مرزا عباس حسین' سجاد حسین' ہادی اور محمد علی کے علاوہ یہ بات کسی کو نصیب نہیں اور مصنف طلسم ہوشربا گو نا ولست نہیں لیکن اس معاملۂ خاص میں وہ بھی مستحق صد تحسین و آفرین ہے کہ اس نے اس میدان میں جہاں کہیں قدم رکھا ہے اس طرح کے باغ لگائے ہیں کہ اُردو ادب میں ان سے سدا بہار رہیگی - ان معدودے چند کے علاوہ سب کے مکالمے بے جان '

علمیت سے معرا اور برجستگی سے خالی ہیں - نہ اُن میں ظرافت ہے اور نہ کوئی ذہنی لطف، ساری کتاب پڑھ جائے نہ کوئی مزہ ملے گا اور نہ کوئی علمی فائدہ ہوگا —

سماں

ناول کا چوتھا عنصر سین اور سماں ہے - مناظر قدرت و فطرت کا بیان مکانوں کے کمروں کے خاکے، ان میں اسباب زینت کی آرائش، ضروریات کا موقع محل سے رکھا ہونا یہ تمام امور اس جز سے متعلق ہیں - اس میں بھی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ داراستہ ان امور کو اس سلیقے اور اس انداز سے بیان کرے کہ پڑھنے والے کے سامنے بالکل تصویر سی کھنچ جائے - شاعری میں اسی کو محاکات کہتے ہیں - مولانا صفی کی نظم 'لخت جگر' میں آگرے کے تاج محل اور الہ آباد کے خسرو باغ کا بیان جس نے پڑھا ہوگا وہ اس سے اچھی طرح واقف ہوگا کہ مولانا نے اس صنف سخن کو کیا چار چاند لگائے ہیں اور اُردو کے موجودہ شعراء میں فطرتی نظاروں کے بیان میں آپ کو کس قدر ید طولیٰ حاصل ہے —

لیکن نثر میں نظم سے زاید اس بات کی صلاحیت ہے کہ وہ الفاظ میں کسی مقام کی بعینہ تصویر پیش کردے - ہمارے ناولسٹ اگر کسی عنصر میں بہت زیادہ کامیاب دکھائی دیتے ہیں تو وہ صرف یہی فن ہے اور ناول کے اس جز میں انھیں یقینی کمال حاصل ہے - لیکن آئندہ فائدے کے لئے میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ یورپ نے اس فن میں بھی ہم سے بہت زیادہ ترقی کرلی ہے، اور اس میں بھی جدت طرازی اور نئی نئی تشبیہوں اور اچھوتے استعاروں کی ضرورت ہے - اور ان کے لئے ہمیں زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں - ہمارے ہاں پنچ موجود ہے - اگر ہم اس کا بالاستیعاب مطالعہ کرتے رہیں تو ہم کو بہت کچھ مصالحہ بآسانی مل سکتا ہے - ممکن ہے کہ ناظرین اسے میری بد مذاقی تصور فرمائیں اس لئے میں اپنے کلام کی تصدیق کے لئے " احمق الذین " سے ایک

ٹکڑا نقل کئے دیتا ہوں - دیکھئے صبح کی محفل ' رات بھر جاگے ہوئے سامعین کا کسل ' پامال فرش کی صورت ۔ اور ارباب نشاط کی خستہ حالت کن الفاظ میں پیش کی ہے —

" رات کا جوڑا دیر سے کھل چکا - لمبے لمبے کیسوؤں کی بالچھوڑ شبنم کے عرق میں خوب بھیگ چکی - کالے ناگوں نے جھک کر اُسے چاٹ لی - چودھویں کا چاند پچھم کی طرف جھک کر قرص کافور کی طرح ہوا ہوا چاہتا ہے - دور دور کے ستارے ' نیند کی انکھڑیوں کی صورت جلد جلد جھپکیاں لینے لگے ہیں - چاند نی میلی ہوچکی ہے - مولوی ثنا بھی تہجد سے فراغت کرچکے - لالہ مدھوش بھی مسہاتہ جیبی (مادۂ سگ) کی چوسا چاٹی سے چونک کر ایک عدد کلی گلابی (یعنی گُجی) درحلق خشک فرو بردہ اند - قہقہۂ مینا ' تبسم جام موقوف ' دونوں المست ' الھڑ عاشق و معشوق کی طرح اوندھے ' سیدھے الگ تھلگ ' قلا بازیاں کھا رہے ہیں - شامیانے کی تورپاں ' بوڑھوں کی رباط کی طرح ' ڈھیلی ہوچکی ہیں - کچھہ تو لوگوں کے بار بار اُلجھنے اور کچھہ زمین کی کشش ' شبنم کے بوجھہ نے ' اس کے پیٹ میں بوڑھے بچہ کش معشوقوں کی طرح بتّیں ' جھریاں ڈالدی ہیں - فرش کی باصفا پیشانی پر متفکر کی صورت سیکڑوں شکنیں پڑگئیں - مشلچیوں نے تیل کے داغوں ' مشعل کے گلوں سے فرش پر جھائیاں ڈالدی ہیں - خاص دان ویران ' حقے سلفہ ' اہل محفل وقف خمیازہ - کوئی گاؤ کی آڑ میں خراٹے لیتا ' کوئی افیونی کی طرح پینک میں غین - ناچنے گانے والے آوازوں کے ساتھہ خود خستہ بھر بھرے تانوں کے بہانے جمہائیاں ' بتانے کے حیلے سے انگڑائیاں لے رہے ہیں ! " —

مصنف نے اتنے سے ٹکڑے میں کتنی نئی تشبیہوں ' جدید استعاروں اور اچھوتی مثالوں کا زبان میں اضافہ کیا ہے - اس کا انصاف میں ناظرین کے ذوق سلیم پر چھوڑتا ہوں - ضرورت ہے کہ ادب کے اس بدنام شعبے کی طرف توجہ خاص

کی جائے اور اردو کے دلدادہ ان رنگین بیانیوں کی قدر کریں —

طرز تحریر

پانچواں عنصر جو اس سلسلے میں قابل ذکر ہے اور جس کا سماں بندی کا چولی دامن کا ساتھہ ہے وہ خود طرز تحریر اور انداز بیان ہے- اور حقیقیت تو یہ ہے کہ یہی ہر تحریر کو قابل سماعت اور لایق تحسین بناتا ہے- ایک ہی قصے کو دو زبانوں سے سنئے مثلاً پہلے پریم چند مصنف ''پریم پچیسی'' اور ''پریم بتیسی'' سے ایک افسانہ ''باز یافت'' کے عنوان سے سنئے' پھر اسی کو فدا علی خنجر صاحب سے '' آپ بیتی*'' کے نام سے دھروائیے اور آپ کو محض انداز بیان کے جدا ہونے سے دونوں میں زمین آسمان کا فرق دکھلائی دے گا - الفاظ کے بامحل استعمال' محاورات کی برجستگی اور زبان کی باریکیوں سے فائدہ اُٹھاکر ایک خاص اثر پیدا کردینا یہ مصنف کا خاص کام ہے- اور جب تک وہ اس امر میں مہارت تامہ نہ رکھتا ہو اس کی تصنیفات وقیع نظروں سے نہ دیکھی جائیں گی - اور اسی لئے نقاد کو بھی خیالات کے ساتھہ ساتھہ الفاظ کی تلاش میں اتنی ہی کاوش کرنی چاہئے جتنی کہ کسی ناظم کو —

یہی بات تو ہے کہ جس نے محمد حسین آزاد کی ہر تصنیف کو اردو کے لئے آب حیات بنادیا ہے اور یہی سبب ہے کہ غالب کی اردو شاعری کے مخالف بھی اس کے رقعات پر وجد کرتے اور سر دھنتے ہیں- جدت خیال اور طرز ادا نے خدا جانے کیا حشر برپا کردیا ہے کہ ایک ایک فقرہ گھنٹوں پڑھتے رہو اور لطف میں کمی نہیں ہوتی بلکہ ذائقہ بڑھتا ہی جاتا ہے دیکھئے وہ صاحب کمال اپنا حلیہ بیان کرتا ہے- کہنا صرف اتنا ہے کہ عالم جوانی میں بہت طرحدار جوان تھے' داڑھی ملتاتے تھے اور دانتوں پر مسی بھی ملتے تھے اور اسے وہ کیونکر ادا کرتے ہیں' فرماتے ہیں :-

'' جب میں جیتا تھا تو مرا رنگ چمپئی تھا اور دیدہ ور لوگ اس کی ستائش کیا کرتے تھے- اب جو کبھی مجھہ کو وہ اپنا رنگ یاد آتا ہے تو چھاتی پر سانپ سا

---

* 'نظر' سنہ ۲۷ ع

پھرجاتا ہے۔ جب داڑھی مونچھ میں بال سفید آگئے' تیسرے دن چھونٹی کے انڈے گالوں پر نظر آنے لگے۔ اس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے' ناچار مسی بھی چھوڑ دی اور داڑھی بھی' تاکہ اس بھونڈے شہر میں ایک وردی سے' عام' ملا' حافظ' بسطی' نیچہ بند' دھوبی' سقہ' بھٹیارا' جولاہہ' کنجڑا' منہ پر داڑھی' سر پر بال' فقیر نے جس دن داڑھی رکھی اسی دن سر منڈایا'' —

اور ضعیفی میں بینائی کی کمی کی وجہ یوں بیان کی ہے' ہائے ان چند فقروں میں اُجڑی دلی پر کیسے خون کے آنسو بہائے ہیں :-

'' آنکھوں کے غبار کی وجہ یہ ہے کہ جو مکان دلی میں ڈھائے گئے اور جہاں جہاں سڑکیں نکالیں' جتنی گرد اُڑی ان سب کو از راہ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی''—

اچھا ایک آج کل کے مشہور انگریزی مصنف ہچنسن کو لیجئے۔ وہ اپنی کتاب ''دی ہیپی وارير'' میں اوتری ایک ناکردہ کار' بھولی لڑکی کے عشق اور اس کی خفیہ شادی کے نتائج دکھاتے ہوے ہیروئن کی طرفداری میں یوں رقمطراز ہے —

''اوتری کے لئے اتنی بات تو ضرور اس کی معافی کے واسطے کافی ہوگی کہ وہ بڑی بھولی تھی۔ اس نے زندگی کی حجیم کتاب کا بالکل مطالعہ نہ کیا تھا وہ صرف اس خیالی رسالے کی عالم تھی جس کی ابتدا ''میں عاشق ہوں'' سے ہوتی ہے۔ جس کا درمیانی حصہ ''میں عاشق ہوں'' پر مبنی ہوتا ہے اور جس کا تتمہ بھی ''میں عاشق ہوں'' ہی پر ہوتا ہے۔ اور جس میں نہ اس امر کا سوال ہوتا ہے اور نہ اس کا ذکر کہ اس ''میں عاشق ہوں'' کے کیا معنی ہوتے ہیں' اس میں کیا کرنا ہوتا ہے یا یہ (جذبہ) کہاں سے کہاں لئے جاتا ہے یا اس کا کفارہ کیا ہوگا'' —

اور پھر اس خفیہ شادی کے برے نتائج اور زوج و شوہر کی شکر رنجیاں دکھلاکر یوں لکھتا ہے ''میں عاشق ہوں'' والا رسالہ اب مشرح ہوگیا تھا اور ''میں عاشق ہوں'' کے کفارے' اس کے نتائج اور اس کی قربانیاں سب کچھہ آنسوؤں نے

بڑے جلی حرفوں سے لکھ ڈالا تھا" —

لیکن اگر خیال میں اس طرح کی ندرت نہ ہو اور انداز تحریر بھی نیا نہ ہو تو کم از کم آمد، تسلسل اور روانی تو مفقود نہ ہو - دیکھئے فضول خرچی کے برے نتائج دکھانے میں راشد الخیری نے کیا دریا بہایا ہے - نسیمہ کی زبانی فنہ کی تعلیم کے لئے ایک قصہ یوں بیان کرتے ہیں--

"اے ہے ہاجرہ مجھکو اپنی ایک سہیلی کا واقعہ یاد آگیا - خیال آتے ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں خدا دشمن کو بھی ایسی کمبخت بیوی نہ دے - یوں تو پڑھی لکھی، صورت شکل کی اچھی سب صفتیں موجود تھیں مگر ایک فضول خرچی نے وہ گت بنائی کہ الٰہی توبہ! میاں ماشاء اللہ تیرہ سو روپیے کے نوکر تھے اور فقط تیرہ سو ہی نہیں اوپر سے کچھہ مل جاتا تھا، مگر اتنے سیدھے کہ ایسا آدمی دیکھا تو کیا سنا بھی نہیں - پہلی کی پہلی تنخواہ لاتے اور بیوی کے ہاتھہ میں دے دیتے - بس ان سے تنخواہ کا واسطہ فقط اتنی ہی دیر رہتا کہ کچہری سے گھر لے آئے - جو کھانا بیوی نے آگے رکھہ دیا وہ کھا لیا، جو کپڑا بیوی نے پہنا دیا وہ پہن لیا - کبھی اللہ کے بندے نے اٹھہ کر کوئی بات پوچھی ہی نہیں - کھدی ململ ہوئی تو واہ واہ اور مونگ کی دال ہوئی تو سبحان اللہ - بیوی بے دھنگی فضول خرچ تو ازلی تھیں، میاں کی اس غربت نے سونے پر سہاگے کا کام دیا، جو چاہتیں وہ کرتیں، جو جی میں آتا وہ اٹھاتیں بچے گنتی میں تو چھہ تھے، مگر سب چھوٹے، کیا کہتے، کیا سنتے - گھر کا مقدرا یہ، تیرہ سو روپیے کی تنخواہ دار کی بیوی، ہاتھہ ہیکڑا نہ پاؤں ہیکڑا، سونے کا تار نہ چاندی کا چھلا - آرام طلبی کی کیفیت یہ کہ پلنگ پر چوہا چادر، بچوں کے کپڑے چکٹ، مگر ماشائیں ایک چھوڑ دو دو موجود، رات کو جاڑوں میں سکڑ کر پڑ گئے تو بلا سے، مگر لحاف کے بدلے ایک روپیے کی برف دن کو کھالی - زبان کو چٹخارہ کہ کوئی سودے والا ہر گلی میں سے خالی نہ جائے - فقیروں

کا سا گھر کہ دری نہ چاندنی ' ٹوٹے بوریے ' میلی کچیلی پھٹی پھٹائی دقیانوسی چادر ' ذلیلوں کے بچے ' کرتہ نہ ٹوپی ' جوتی نہ اچکن ' کھلے جوتی لبیری کرتہ ' جھیر جھیر ٹوپی - ہر چند سارے ہی عزیزوں نے اس نیک بخت کو سمجھایا کہ ساسائیں الگ کر اور وہ مثل یاد رکھہ ' لونڈی بن کھاے اور بیوی بن کھاے ' مگر اس الدہ کی بندی کو آرام طلبی کا ایسا چسکا پڑا کہ ہلنا بھی دوبھر ہوگیا " —

غرض اتنی ساری مثالوں سے صرف یہ ہے کہ خیال کی جدت ' طرز بیان کی ندرت ' زبان کی آمد اور فقروں کی برجستگی ہی تحریر کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ وقعت سے دیکھی اور دلچسپی سے پڑھی جاے اور اس لئے ناول نویس کے لئے ضروری ہے کہ ہر فقرہ لکھنے کے پہلے اس پر غور کرلے کہ آیا اس کی وجہ سے ناظرین کی دلبستگی میں کوئی اضافہ ہوگا یا نہیں - اگر اس کا جواب نفی میں ملے تو وہ حذف کردینے کے قابل اور اس کا ترک واجب ہے —

علم النفس سے واقفیت ضروری ہے

چھٹی بات جو ان تمام امور سے اہم تر ہے وہ علم النفس سے واقفیت ہے - اس لئے کہ ناول میں ہر جگہ افعال و واقعات کے سمجھانے کے لئے ان کے اسباب و علل سے بحث کرنا ہوتی ہے اور قدم قدم پر ہیرو اور ہیروئن کے خیالات کا اظہار ہوتا ہے - نفسیات کے ماہر بجائے اس کے کہ اپنی شخصیت کو ظاہر کر کے ہر بات کے سمجھانے اور واضح کرنے کی کوشش کریں کیرکٹر کے حرکات و سکنات سے ان امور کو ظاہر کرادیتے ہیں - ان کے ہاں علم قیافہ ہر جنبش و حرکت کی توجیہ کردیتا ہے - غصے میں پیشانی کی شکن ' خوشی میں آنکھوں کی چمک ' جوش میں مٹھیوں کا بند ہوجانا ' سرور سے گردن کا ہلنا ' مستی میں آنکھوں کے ڈوروں کی سرخی ' خوف سے اعضاء میں رعشہ ' خجالت سے پیشانی پر پسینہ ' استعجاب میں لہجے کا فرق اور رنج میں چہرے کی زردی ' یہ ایسی چیزیں ہیں جو ناول نویس کے اختیار میں حیات و جذبات کی ایک دنیا دے دیتی ہیں اور وہ ان سے فائدہ اٹھاکر قصے کی دلچسپی میں عالم کی دلبستگیوں

اور پسندیدگیوں کا اضافہ کردیتا ہے —

لیکن ان امور سے زیادہ اہم چھوٹے چھوٹے واقعات کا ترتیب دینا اور ان سے کسی خاص واقعے کا مربوط نتیجہ نکالنا ہے اور ذہنی انقلابات کا وہ سچا ثبوت دینا ہے جو ہر کہ و مہ پر روزانہ زندگی میں واقع ہوتے رہتے ہیں - دیکھئے آرنلڈ بنت اپنے ناول میں ایک فضول خرچ کی نفسیاتی کیفیت یوں دکھلاتا ہے—

" جب تین لاکھ فرانک میں سے صرف بیس ہزار باقی رہ گئے تب بھی ان کو یہی یقین تھا کہ ان کے معاملۂ خاص میں قوانین فطرت کسی نہ کسی طرح معطل ہی رہیں گے - انھوں نے ایسے لوگوں کے حالات سنے تھے جو کبھی امیر تھے لیکن بعد میں بھیک مانگنے اور چوراہوں پر جھاڑو دینے لگے تھے - لیکن اُنھیں یقین تھا کہ وہ ایسے خطروں سے بالکل محفوظ رہیں گے اور صرف اس کلیے کی بنا پر کہ وہ وہی ہیں ! - پھر بھی وہ اس کلیے کو روپیہ کمانے کی کوششیں کر کے اور بھی مستحکم کردینا چاہتے تھے - لیکن جب یہ سعی لاحاصل ثابت ہوئی تو انھوں نے اس کلیے کو برقرار رکھنے کے لئے قرض لینا شروع کیا ..... ممکن تھا کہ وہ اس کلیے کی اعانت چوری کر کے بھی کرتے لیکن نہ تو اُن میں اتنی ہمت تھی اور نہ وہ دھوکہ دہی کے فن سے واقف تھے ..... پہلے جیسا وہ سونچتے تھے تو ہزاروں میں اب وہ ہر روز اور ہر گھنٹہ سیکڑوں اور دھائیوں میں سونچنے لگے - انھوں نے دو سو فرانک ریل کے کرایہ میں محض اس لئے صرف کئے کہ وہ ایک دیہات میں کم خرچ میں زندگی بسر کریں - اور تھوڑے دنوں بعد پھر دو سو فرانک اس لئے خرچ کئے کہ پیرس میں اس سے کم خرچ میں رہیں - اور پیرس کی آمد ، کم خرچی کی باضابطہ ابتدا اور معاش کی باقاعدہ تلاش کی خوشی میں انھوں نے سو روپیہ دعوت میں خرچ کر ڈالا ..... المختصر انھوں نے کوئی حرکت ، کوئی فعل اور خود کو دھوکہ دینے کی ایسی کوئی صورت اُٹھا نہ رکھی جو اس طرح کے بیوقوف ایسی حالت میں کیا کرتے ہیں اور اس پر بھی

ہمیشہ یہی یقین رہا کہ ان کی مشکلیں اور ان کی عقلمندیاں دنیا بھر سے جداگانہ ہیں " —

دیکھئے اُردو کا ایک ناول نویس ایک بھولے نواب کے پاس انگریزی کا ایک خط ایسے وقت میں پہنچاتا ہے جب کہ نواب موصوف ارباب نشاط کے جھرمٹ میں بیٹھے " شوق سے ناچ یا اپنا روپیہ دیکھ رہے ہیں " اور خط پڑھتے ہی جو اس طرح کے کم عقل اور ناتجربہ کار سے گمراہت میں افعال سرزد ہوتے ہیں ان کا خاکہ یوں پیش کرتا ہے - لیکن قلم ذرا شوخ ہے اور مبالغے کی بھی آمیزش ہے " خط پڑھا گیا - جن لوگوں نے ناچ کی طرف سے نظر ہٹا کر ان کے چہرے کو دیکھا ان کا حلیہ بیان ہے کہ ہم نے تو عمر بھر اتنی جلد اتنا لمبا چہرہ لٹک جاتے نہیں دیکھا ' چہرہ تھا کہ شہد کا چھتہ - ہاتھ پاؤں میں رعشہ تھا یا آسام کا زلزلہ - خط ہاتھ سے چھوٹ گرا ' دونوں پنجے فرش پر ٹیک دئے ' آتشبازی کے چھوٹتے ہوے دیو کی صورت ہوگئی - پہلے پہلو بدلے ' پھر رومال سے عرق پونچھا ' خط اُٹھا سیدھا لفافہ میں رکھا ' آخیر گھبرا کر اُٹھ کھڑے ہوئے - جب تک جوڑا اب فرش آے ' دو چار ہاتھ ننگے پاؤں بڑھ گئے اور داھنے میں بایاں ' بائیں میں داھنا جوتہ پہن کر کمرے کے اندر دھلیز کی ٹھوکر کھاتے داخل ہوئے - کرسی پڑی تھی جاکر اُس پر گر پڑے - وہ خط نکالا ' پھر پڑھا ' خدا جانے کس زبان میں لکھا ہے ؟ کیا مضمون ہے ؟ کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا - پانی پیا ' اچکن کے بٹن کھولڈالے ' پاجامہ اوپر کھسکا یا ' کھجلا یا ؛ اُٹھے پھر کرسی پر بیٹھ گئے " —

علم النفس کا ماہر اس طرح کی چھوٹی چھوٹی حرکتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے اور قصے میں ہر عنوان کی دلچسپیاں پیدا کردیتا ہے - عام اُردو ناول نویسوں کی اس سے عدم واقفیت یک گونہ قابل معافی بھی ہے اس لئے کہ جب تک کالج کے بنچ اور عربی مدارس کے تخت نہ توڑے ہوں یہ فن آنا مشکل ہی ہے - لیکن اتنا تو ضرور ہی کرنا چاہئے کہ اگر ناول نویسی کا شوق ہے اور انگریزی

آتی ہے تو محض اس فن کے سیکھنے کے لئے جارج الیٹ اور ہنری جیمس کے ناول پڑھ ڈالئے - اور اگر انگریزی سے ناواقف حضرات اس وادی میں قدم رکھیں تو اُن کے لئے انیس کے مراثی کے مطالعہ کی مداولت ضروری ہے - یہ کامل الفن فطرتاً علم النفس کا ماہر تھا اور تحقیق و تجسس نے اس فلسفے کی جن باریکیوں کو آج معلوم کیا ہے ' اُن رموز سے اس کے مرثئے بھرے پڑے ہیں - یہ ماہر نفسیات ہمارے لئے زبان و محاورے ' بلاغت و فصاحت کے خزانے کے ساتھ ساتھ علم النفس کے ہر ہر عنصر اور ہر ایک شعبے کی ایسی مثالیں چھوڑ گیا ہے کہ جن میں جذبات اور رازق سے باکمال بھی اگر دیکھ پائیں تو تعریف کئے بن نہ رہیں - لیکن مجھے انیس کے کمال سے اس وقت بحث مقصود نہیں اور نہ میں ان کے کلام کے نمونے اپنے قول کی تائید میں پیش کرنا چاہتا ہوں - یہ کام میرے فاضل دوست مولوی مسعود حسن صاحب رضوی ایم - اے کر رہے ہیں اور مجھے یقین کامل ہے کہ وہ میری امیدوں سے زیادہ بہتر طور پر انشاءاللہ اسے انجام دیں گے - مجھے جو کچھ عرض کرنا ہے وہ یہ کہ کہیں اس مثال سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ہر شخص بغیر علم النفس حاصل کئے ایک اچھا شاعر یا ادیب ہوسکتا ہے ' اس لئے کہ ہر شخص انیس نہیں —

مجھے جو کچھ اس مختصر سے مضمون میں عرض کرنا تھا وہ میں عرض کرچکا - لیکن ممکن ہے کہ میری یہ جسارت چھوٹا منہ بڑی بات سمجھ کر قابل سماعت و لایق توجہ نہ سمجھی جائے اس لئے اُردو کے مشہور ترین ناول نویس مولانا عبدالحلیم شرر صاحب کا ایک ٹکڑا نقل کرتا ہوں - عجب نہیں کہ اس مصنف کے حرف حرف سے میری تعریض کی تائید نکلے اور لفظ لفظ سے میری صداقت کی شہادت ملے - وہ " دلکش " جلد سوم میں یوں رقمطراز ہیں —

" اُس گُر کو انگریزوں نے پالیا ' انھوں نے باختلاف طبایع ' ہر قسم کے ناول ' قصے ' افسانے تحریر کر کے کل علوم وفنون سے اپنی قوم کو ماہر کردیا - ان کے

یہاں جہاز رانی، ملاحی، شناوری، حکمت، فلسفہ، ریاضی، جعلسازی، بے ایمانی، دغابازی، افترا سازی، طباہت، علم مکانات، حمل اثقال، وجہ جر ثقیل، فن دایہ گری، غریب، امیر، فقیر، لولے، لنگڑے، اپاہج، مصیبت زدہ، بے رزق، ہر فن، ہر صنعت، ضرورت کے ہر کام کے متعلق و موافق قصص موجود ہیں - جہاں یہ ہیں وہاں تماش بینی و عشق و عاشقی کے متعلق بھی ہیں - مگر افسوس جب ادبار آتا ہے تو بری باتیں سجھائی دیتی ہیں - اہل اسلام بالخصوص مسلمانان ہندوستان نے بھی قصہ نگاری میں ان کی تائید و پیروی کرنا شروع کردی لیکن آج تک سوائے مخرب اخلاق قصص کے ہم نے کوئی افسانہ ضروریات کے متعلق نہیں دیکھا - جتنے مشہور ناول نگار یہاں موجود ہیں، کسی نے، یہ کسی کو کیا، خود اپنے تئیں کیوں نہ کہیں؟ ہم نے خود نہیں لکھا - خیر ہم معذور اہل لیاقت نہیں اور لوگ کیوں ایسا کریں؟ —

خدا کرے مولانائے مرحوم کی طرح ہمارے ناول نویسوں میں بھی یہ حس صحیح پیدا ہوجائے اور وہ اپنے تصنیفات کو اس قابل بنادیں کہ ہم انہیں عالم کے مشہور ناولوں سے زیادہ وقیع نظروں سے دیکھیں اور دنیا کے ادیبوں کے سامنے ان کا نام فخر سے پیش کرسکیں - اس لئے کہ اگلوں کی لغزشیں نظر انداز ہوسکتی ہیں لیکن ہماری خامیاں ہرگز قابل عفو نہیں - انھوں نے ایک نئے میدان میں قدم رکھا تھا، نہ کوئی راہنما تھا اور نہ خود راستوں سے واقف تھے، لیکن ہمارے لئے اصول فن کی سالک کتابیں بھی ہیں اور منجھے ہوئے مشاق ہمراہیوں کا ایک گروہ بھی - شاہراہیں سامنے ہوں اور پھر بھی ہم راہ غلط کریں، روشنی موجود ہو اور پھر بھی ہمیں سجھائی نہ دے تو ہم یقینی آنکھوں والے اندھے کی طرح دنیا کی ہمدردی کھو بیٹھنے کے مستحق ہیں! ہاں اسی کے ساتھ ملک کے صاحبان ثروت و دول کی بھی توجہ کی ضرورت ہے کہ فنون لطیفہ میں سے ایک ایسی چیز جس میں ہر طرح کی غذائیں، ہر مزے کی شراب، ہر رنگ کے پھول، ہر قسم کے موسم اور ہر عنوان کی

بھاریں، وہ اس سے اس طرح کی بے توجہی برتیں کہ کاملین کا کلیجہ پھٹ جائے اور وہ اپنی زبان کی خدمت چھوڑکر دوسری زبانوں یا دوسرے کاموں کی طرف جھک پڑیں۔

صاحبان علم کے غور کرنے کی بھی بات ہے کہ نقد و تبصرہ کی غیر منہضم، اگلی ہوئی غذائیں تو آپ کو مرغوب خاطر ہوں اور جدت و ذکاوت کا سن و سلوی آپ کو کڑوا معلوم ہو، اور پھر اس پر یہ اُمید کہ ملک و زبان میں اس طرح کے مصنف پیدا کرلیں جو اردو ادب کو بھی بلند کرکے یورپ کے ادبوں کے ہم پلہ کردیں۔ اے کاش خواہش و حوصلہ کے ساتھہ ہم میں کوشش اور عمل قدر دانی اور ہمت افزائی کی بھی عادت ہوتی اور دوسری قوموں کی طرح اپنے خادمان زبان کا دل بڑھاتے رہتے! —

خوب یاد رکھئے کہ جب تک ہم ایسا نہ کریں گے ہمارے ادبی باغ کا موسم نہیں بدلنے کا، ان زرد پتیوں میں سبزی اور ان سوکھی شاخوں میں تازگی نہیں آئے گی۔ اس صنف نثر کی خزاں دائمی اور ان مصنفوں کی نیند ابدی ہوگی اور ہم کو پھر افسوس کے ساتھہ ان کے متعلق بھی یہی کہنا پڑے گا کہ م:۔

ایسے سوے کہ پھر سحر نہ ہوئی!

ایک ادبی استفسار

از

(مولوی محمد حسین صاحب محوی صدیقی)

اُردو زبان حقیقت میں دنیا کی مختلف اور بہت سی زبانوں کا کشکول ہے - جس میں خدا جانے کن کن زبانوں کے کس قدر الفاظ بولے جارہے ہیں - بعض الفاظ ایسے کریہہ و ثقیل ہیں کہ اُردو میں بجنسہ ان کا استعمال زبان کی شیرینی اور سادگی کا خون کردیتا ہے - اس دور میں انگریزی زبان کے بہ کثرت الفاظ داخل زبان ہو رہے ہیں خصوصاً اسماء - اور دیکھا جاتا ہے کہ ان کی تذکیر و تانیث کا کوئی قاعدہ نہیں ہے، نہ اُن کے استعمال میں کوئی تذکیر و تانیث کی پابندی ہے - جو جس کے منہ میں آتا ہے بولتا ہے، عامی اور فصحاء سب میں اختلاف ہے - ایک ہی شہر اور ایک ہی مقام میں کوئی مذکر بولتا ہے، کوئی مؤنث، حتیٰ کہ دہلی اور لکھنؤ میں بھی یہ اختلاف موجود ہے - مثلاً ذیل کے الفاظ:

موٹر، پارسل، پنسل، ٹمٹم، سگریٹ وغیرہ - ان کی تذکیر و تانیث معین نہیں ہے اور ان کے استعمال میں بہت زحمت پیش آتی ہے - کیا اردو زبان میں کوئی ایسا قاعدہ موجود ہے یا بنایا جا سکتا ہے جس کی بنیاد پر ہم اِن نو واردوں کی تذکیر و تانیث کا فیصلہ کرسکیں - اکثر احباب نے اس باب میں استفسار کیا مگر افسوس ہے کہ میں کوئی معقول جواب دینے سے قاصر رہا - امید ہے کہ جناب اور مؤقر رسالۂ اُردو کے فاضل انشا پرداز تشفی فرمائیں گے اور اس بحث میں

دلچسپی لیں گے - میرے خیال میں تین چار صورتیں ہوسکتی ہیں—

(اول) یہ کہ جس زبان کا لفظ ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ اہل زبان اپنے یہاں کیا بولتے ہیں' ہم بھی اُسی طرح بولیں لیکن اِس وقت تک اُردو میں کوئی ایسا قاعدہ کلیہ تو کیا اکثریہ بھی نہیں ہے - مثلاً بہت سے عربی زبان کے ایسے الفاظ ہیں جو اُس میں مذکر یا مؤنث بولے جاتے ہیں مگر ہم اُنھیں برعکس بولتے اور لکھتے ہیں—

(دوسری) صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مثلاً ایک قاعدہ بنا لیا جائے کہ فلاں زبان کے جتنے اسماء اُردو میں آئیں گے وہ سب بلا استثناء مذکر یا مؤنث ہوں گے- یہ بہت سہل اور آسان صورت ہے مگر اس کو کون مانے گا اور یہ کہاں تک درست ہوسکتا ہے اس کا فیصلہ آسان نہیں—

(تیسری) صورت یہ ہے کہ ہم اُس کے اُن ہم جنسوں کو لیں جو اردو میں مستعمل اور موجود ہیں- مثلاً "کشتی" یا "ناؤ" کو ہم مؤنث بولتے ہیں "تار پیتو" اِس کی ہم جنس ہے' لہذا اِسے بھی مؤنث بولیں- مگر یہ بھی بہت مشکل ہے اس لئے کہ اسی کا ہم جنس لفظ سفینہ اور جہاز ہے اور یہ مذکر ہیں- ہمارے یہاں بہت سے ایسے الفاظ اور بھی ہیں جو باہم مترادف ہیں مگر اُن کی تذکیر و تانیث میں فرق ہے - مثلاً خوشی' شادمانی' مسرت' بہجت مؤنث ہیں اور ان کے مترادف انبساط' نشاط' سرور' مذکر ہیں - کیا اِن کو کسی قاعدے کی تحت میں لاکر کوئی فیصلہ کیا جا سکتا ہے؟

بہر حال اس کے لئے کسی قاعدے کی ضرورت ہے خواہ وہ اکثریہ ہی ہو- اگر قاعدہ نہ بنایا گیا تو آئندہ بہت دشواریوں کا سامنا ہوگا' خصوصاً غیر زبان والوں کے لئے جو اُردو زبان سیکھنا چاہیں - کیونکہ بہت کثرت سے دوسری زبانوں کے الفاظ اُردو میں آرہے ہیں اور مذکورۂ بالا انگریزی الفاظ کی تذکیر و تانیث بھی معین ہونا ضروری ہے—

(چوتھی) صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مؤنث و مذکر حقیقی کے سوا تمام الفاظ کی نسبت عام اجازت دیدی جاے کہ جس کا جس طرح جی چاہے بولے اور لکھے۔ یا یہ کہ جن کے آخر میں یاے معروف، تاے تانیث ہے وہ بالکلیہ مؤنث ہوں اور جن کے آخر میں الف یاہاے مختفی یا ہاے موقوف بصورت (ہا) ہو وہ مذکر قرار دیدئے جائیں۔ جیسے آئینہ اور سفینہ اور باقی سب کا استعمال دونوں طرح جائز سمجھا جاے یہ بہت بہتر اور سہل صورت ہے۔ اس کو میرے اور بہت سے احباب نے بھی پسند کیا ہے اور وہ بھی چاہتے ہیں کہ اسی چوتھی صورت کو اختیار کیا جاے۔ اس کا جواب ملنے کے بعد اور بھی بعض ضروری مسائل پیش کرنا ہیں جن کا فیصلہ اہل زبان کا اہم ترین فرض ہے اور ضرورت ہے کہ ہم اس قسم کے فیصلوں کے لئے مسلمہ شعرا و ادباء کی ایک مجلس بنالیں۔ جس کا فیصلہ ناطق مانا جاے اور تصفیہ کے بعد ہم لوگ اِن کا استعمال شروع کردیں—

تنہائی کی وادی میں

[چند لمحے، غالب کی پرواز خیال کے ساتھ]

اضافہ

از

(جناب اختر شیرانی صاحب)

"رہئیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو!
ہم سخن کوئی نہ ہو! اور ہم زباں کوئی نہ ہو!"
"بے در و دیوار سا، اک گھر بنایا چاہئے
کوئی ہمسایہ نہ ہو! اور پاسباں کوئی نہ ہو!"
اہل عالم ہوں نہ ربط دوستی و دشمنی
مہرباں کوئی نہ ہو! نامہرباں کوئی نہ ہو!
دل میں پیدا ہی نہ ہو اول تو درد آرزو
ہو، تو اس کی بے کسی کا رازداں کوئی نہ ہو
اپنی فریادوں کی لے میں رات دن کھوئے رہیں!
ہم نوا کوئی نہ ہو! ہم داستاں کوئی نہ ہو!
دامن صحرا میں چندے یوں گزارا چاہئے
سر میں ہو بے تاب سودا، آستاں کوئی نہ ہو!
ابن آدم کے اثر تک سے ہو، بیگانہ فضا!
مرد و زن کوئی نہ ہو! پیرو جواں کوئی نہ ہو!

کلفت افزا ہوں نہ حسن و عشق کے ناز و نیاز
کوئی دلدادہ نہ ہو اور دلستاں کوئی نہ ہو
زخمہ زن ہو، بربط دل پر، نہ سوز عاشقی
اور سوز عاشقی کا نکتہ داں کوئی نہ ہو!
روئیے تو ہو نہ اپنے حال کا پرساں کوئی
اور اگر فریاد کیجئے! ہم زباں کوئی نہ ہو!
"پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار
اور اگر مرجائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو!"
اختر اس تنہائی کی وادی میں غالبؔ کے سوا
ہم صفیر و ہم نوا و ہم زباں کوئی نہ ہو!!!



سندر صورت سندر ھی ھے رنگت گوری یا کالی

از

(محمد عظمت اللہ خاں بی - اے مرحوم)

اندھرا دیس کی سندر پتری کالی کوئل سی کالی
بال بھی کالے گھنگھور گھٹا
ھونٹ وہ گدرے جامن کے سے اور اُداھٹ میں لالی
دانت وہ اجلے موتی کی جلا

بڑی بڑی سی آنکھہ غلافی پتلی بھونرا سی کالی
خمار اِک مستانہ چھایا
وہ من موھنی مقناطیسی اُن میں چمک ناگن والی
آنکھہ لڑی اور دل کو لبھایا

اور سراپا گدرا گدرا سانچے میں ڈھلا لچکیلا
جوش جوانی پھٹتا جوبن
بھرا بھرا سا ڈھلا ڈھلایا وہ اِک اِک عضو سجیلا
وہ ھر چیز کا بے ساختہ پن

اک موج مچلتی مچلاتی چڑھتی اترتی لہراتی
وہ گردن کا نفیس ڈھلاؤ !
سینہ مستی کا جوالا مکھ کمر لچکتی بل کھاتی
وہ ہوش ربا اتار چڑھاؤ !

سندر صورت سندر ہی ہے رنگت گوری یا کالی
فطرت نے ہو جس رنگ میں ڈھالی
فطرت کے لئے حسن یہی ہے سج دھج گرمانے والی
جان کی کھیتی جوتنے والی



تبصرے

ادب

حیات فریاد ۳۰۱
مضامین فرحت ۳۰۲
پیغام درا ۳۰۳
تصویر افکار ۳۰۴
نخچیر محبت ۳۰۵
درد دل ۳۰۵
سیلاب حوادث ۳۰۵
حسین بیتی ۳۰۶
سنجوگ ۳۰۶
لمعات اختر ۳۰۷
طفل اشک ۳۰۷
مثنوی میرحسن ۳۰۸
مثنوی گلزار نسیم ۳۰۸
حکیم قاآنی ۳۰۹

تاریخ و سیر

البیرونی ۳۰۹
دیس کہانی ۳۱۰
تلخیص تاریخ بہادر شاہی ۳۱۱
شاہ وگدا ۲۱۲
میخانۂ درد ۳۱۲
معیارالتواریخ ۳۱۳

تعلیمی کتب

مسلمانوں کی تعلیم اور جامعۂ ملیہ ۳۱۵
دنیا کے بسنے والے ۳۱۶
مضامین حکمیہ ۳۱۶
نباتات اور نباتی خوراک ۳۱۷
حفظ العلوم یعنی اُردو انسائیکلوپیڈیا ۳۱۷
ھدایۃ المنطق مع رسالہ زبدۃ المیزان ۳۱۸

متفرق

نفسیات ترغیب ۳۱۹
کتاب الہدیٰ حصۂ اول ۳۱۹

اُردو کے جدید رسالے

تعلیم و تربیت ۳۲۱
جمیل ۳۲۱
صحیفۂ وارث ۳۲۲
کوآپریشن ۳۲۲
چمن ۳۲۲
ایشور بھگتی ۳۲۲
مسیحائے زماں ۳۲۳

رسالوں کے خاص نمبر

زمانہ کا جوبلی نمبر ۳۲۳
فیرنگ خیال، سالنامہ اور عید نمبر ۳۲۴
مرقع کا فسانہ نمبر ۳۲۴
سر سوتی کا سالانہ نمبر ۳۲۵
مسلم ریویو ۳۲۵

ادب

حیات فریاد

(سوانح حضرت سید شاہ الفت حسین فریاد، مصنفہ جناب سید علی محمد
شاد مرحوم و مغفور - صفحات ۳۵۷ - قیمت تین روپے -
مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڈھ)

اس کتاب میں پٹنے کے مشہور ادیب اور شاعر خان بہادر مولانا سید علی محمد شاد مرحوم نے اپنے نامور استاد اور فاضل سید شاہ الفت حسین فریاد مرحوم کے حالات لکھے ہیں - شاد مرحوم کی یہ آخری تصنیف ہے جو انہوں نے وفات سے کچھ قبل تحریر فرمائی جب کہ بوجہ کبرسنی ان کے قوی بہت مضمحل ہوگئے تھے اور بصارت بھی قریب قریب جواب دے چکی تھی - لیکن باوجود ان تمام موانعات کے مرحوم نے اسے اپنا فرض سمجھ کر حق شاگردی ادا کیا - یہ صرف حضرت فریاد مرحوم کے سوانح نہیں بلکہ اس میں پٹنہ عظیم آباد کے بہت سے مشاہیر اور علما اور شعرا کے حالات بھی ضمناً آگئے ہیں جو بہت دلچسپ ہیں - اسی کے ساتھ اس وقت کی طرز معاشرت اور دوسرے حالات بھی فاضل مصنف نے اس خوبی سے لکھ دیے ہیں کہ ان کے پڑھنے سے بصیرت حاصل ہوتی ہے -

فریاد مرحوم علاوہ نہایت عالی خاندان ہونے کے بہت بڑے فاضل، منشی اور کامل شاعر تھے اور فارسی اور اردو پر یکساں دستگاہ رکھتے تھے - ان کے ہم عصر اہل کمال ان کی بڑی قدر اور عزت کرتے تھے - پٹنے، مرشدآباد اور کلکتے میں انہوں نے بڑی عزت اور وقار اور وضعداری کے ساتھ بسر کی - شاد مرحوم نے یہ تمام حالات بڑی محبت اور ادب سے لکھے ہیں اور آخری حصے میں جہاں ان کے کلام کا ذکر کیا ہے تو وہاں بہت سے ادبی نکات بھی بیان کردیے ہیں - افسوس ہے کہ فریاد مرحوم کا کلام ضائع ہوگیا - کچھ تو ان کے استغنا کی

وجہ سے اور کچھ دوسرے حادثات کے سبب سے جس کا مفصل ذکر کتاب میں موجود ہے - جو کلام خودحضرت شاد کے حافظے میں محفوظ تھا یا تلاش سے دستیاب ہوا وہ سب اس کتاب میں درج کردیا ہے- اردو کا کلام بہت کم ہے اور اس سے حضرت فریاد کے کمال کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا' یعنی جو وقعت فضل مصنف کے دل میں اپنے عالی پایہ استاد کے کلام کی ہے اور جس کا اظہار انہوں نے بار بار اس کتاب میں کیا ہے وہ اس کلام سے پڑھنے والے کے دل میں پیدا نہیں ہوتی' لیکن واقعات ضرور یہ بتاتے ہیں کہ اگر وہ کلام دستبرد زمانہ سے محفوظ رہ جاتا تو اردو زبان کے لئے مایۂ ناز ہوتا - یہاں حضرت فریاد کی ایک غزل کے چند شعر بطور نمونہ کے درج کئے جاتے ہیں —

کعبہ و دیر میں جلوہ ہے نمایاں ان کا — دو گھروں کا ہے چراغ اک رخ تاباں ان کا
وعدۂ وصل بتوں نے تو کیا ہے اکثر — آگے ان وعدوں کو وہ جانیں اور ایماں ان کا
تیرے منزل کے مسافر کا خدا حافظ ہے — صرف عصیاں و خطا ہے سر و ساماں ان کا

اہل حیدرآباد کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ حضرت فریاد' جناب سید ہمایوں مرزا صاحب بیرسٹر ایٹ لا کے والد ماجد تھے —

مضامین فرحت

مرزا فرحت‌اللہ بیگ صاحب بی - اے' رجسٹرار ہائی کورٹ حیدرآباد کے
مضامین کا مجموعہ - صفحات ۱۸۸' قیمت دو روپیہ ۶ آنے-
(مصنف صاحب رسالۂ نمائش حیدرآباد دکن)

مرزا فرحت‌اللہ بیگ صاحب کے تعارف کی ضرورت نہیں' ان کا کلام خود ان کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے- ان کی ذہانت اور ان کی ظرافت اور شوخی ان مضامین کے ہر جملے سے ٹپکتی ہے- بعض لوگ بول چال اور لکھنے کی زبان میں اس قدر تفاوت پیدا کردیتے ہیں کہ یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ کہیں یہ دوسری بولی تو نہیں- مرزا صاحب نے بول چال کی زبان کو بڑی خوبی سے تحریر میں ادا کیا ہے اور یہی اصل فصاحت ہے- یہ مضامین فرحت ہیں' مضامین فصاحت ہیں —

اس مجموعے میں دو مضمون بڑے معرکے کے ہیں' ایک تو "ڈاکٹر نذیر احمد کی کہانی' کچھ مولوی اور کچھ ان کی زبانی" اور دوسرا سنہ ۱۲۶۱ھ میں دہلی کا مشاعرہ- ان دونوں میں تاریخی شان پائی جاتی ہے اور مرزا صاحب نے انہیں اپنے خاص رنگ میں بیان کیا ہے- ان کے علاوہ خوش مذاقی' ایک نواب صاحب کی ڈائری' کل کا گھوڑا اور ہم

اور ہمارا امتحان بہت ہی پر لطف مضامین ہیں—

مرزا صاحب تہمت دلی کے ہیں - اُن کی بات چیت اور تحریر بھی تہمت دلی کی ہے - اس کے ساتھہ انہوں نے مصورانہ نظر پائی ہے جس سے ہر بات میں ایک رنگینی پیدا ہوگئی ہے—

کتاب کے آخر میں مولوی محمد عنایت‌اللہ خاں صاحب بی - اے ناظم سررشتۂ ترجمہ و تالیف جامعۂ عثمانیہ اور مولانا وحیدالدین سلیم صاحب پروفیسر جامعۂ عثمانیہ کی رائیں ہیں اور جو کچھہ ان بزرگوں نے لکھا ہے وہ حرف بہ حرف صحیح ہے—

پیغام درا

(یعنی صدائے درا، آواز درا اور زبور مشرق - مصنفہ حضرت گوشہ‌نشیں، وزیرآباد پنجاب - چھوٹی تقطیع، صفحات ۲۷۹، قیمت ۱۰ آنے)

یہ مولانا سید برکت علی شاہ صاحب عرف گوشہ‌نشیں کے کلام کا مجموعہ ہے - نام سے سر اقبال کے کلام کا دھوکہ ہوتا ہے - کتاب کے شروع میں بعض بزرگوں کی تقریظیں ہیں اور سید اکبر علی شاہ صاحب بی - اے (وزیرآباد) نے قابل مصنف کے حالات بھی لکھے ہیں - ان حالات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب ایک صاحب ذوق، صاحب علم اور باوضع بزرگ ہیں اور یہ خوبیاں اُن کے کلام سے بھی ظاہر ہیں - بلاشبہ ان کو نظم پر قدرت ہے، اپنے خیالات کو بہت اچھی طرح ادا کرتے ہیں، نصیحت کرنے اور عبرت دلانے کا پیرایہ بہت اچھا ہے، دل میں جوش بھی ہے مگر یہ جو کہتے ہیں کہ "ورائے شاعری چیزے دیگر ہست" اس کی کسی قدر کمی ہے—

اس مجموعے کے تین حصے ہیں پہلے حصے کا نام صدائے درا ہے اور دوسرے کا نام آواز درا اور تیسرے کا زبور مشرق - مضامین تینوں کے ایک سے ہیں، پھر نہ معلوم، تین حصے کیوں کئے گئے ہیں - مضامین زیادہ تر اخلاقی ہیں - ایک نظم نمونے کے طور پر درج ہے، اس سے اُن کے کلام کی خوبیوں کا اندازہ ہو سکتا ہے—

پھول اور اس کے کانٹے

صنعت صناع مطلق کی ہے تو ادنیٰ مثال — کھینچ لے مانی تری تصویر، ہے امر محال

پتے پتے میں تری نازآفرینی کا ظہور — غنچہ غنچہ ہے بیاض عندلیب نا صبور

آب و تاب بوستاں اور رونق برگ و ثمر — مایہ دار حسن گلشن، زینت شاخ شجر
نکہت مشک ختن ہے باغ میں تیری شمیم — تجھ سے ہی مرغوب گلزار جہاں میں ہے نسیم
بلبل شیدا کا ہے تجھ پر مدار زندگی — چہرۂ اہل نظر کی تجھ سے ہے تابندگی
خوبیوں میں گو ہے مثل معدن لعل و گہر — ساتھ اپنے چاہ کانٹے بھی تو رکھتا ہے مگر

خوبیاں ہوں سینکڑوں جس شخص میں گوشہ نشیں
نکتہ چینی اس کے عیبوں پر تجھے اچھی نہیں

تصویر افکار

(سید رضی الدین حسن کیفی مرحوم کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ غزلیات کا مجموعہ - مرتبۂ مولوی محمد سردار علی صاحب - چھوٹی تقطیع صفحات ۱۰۷، قیمت ۸ آنے - کتب خانۂ بزم ادب مسجد چوک حیدرآباد)

کیفی مرحوم کے کلام پر اس سے پہلے ان اوراق میں ذکر ہو چکا ہے - یہ مرحوم کی غزلیات کا مجموعہ ہے - مولوی محمد سردار علی صاحب کی محنت اور تلاش بہت قابل شکر ہے کہ انہوں نے یہ لایق آدر مجموعہ شایع کرکے اردو داں اصحاب پر احسان فرمایا ہے - کیفی کا کلام زبان اور مضمون، سلاست اور فصاحت، درد اور اسلوب بیان کے لحاظ سے ایک خاص رنگ رکھتا ہے اور سچ یہ ہے کہ دکن میں اُن کا جواب نہ تھا - اُن کے صحیح ذوق کا اثر اُن کے ہم عصر جوان شعرا پر بہت اچھا ہوا - اُن کی بے وقت موت کا افسوس ہمیشہ رہے گا - جوں جوں اُن کی عمر زیادہ ہوتی جاتی تھی اُن کے کلام میں پختگی اور صفائی زیادہ پیدا ہوتی جاتی تھی، اگر اُن کی عمر کچھ دنوں وفا کرتی تو اُن کا کمال اور چمکتا - اُمید ہے کہ ہمارے نوجوان شعرا کیفی مرحوم کے کلام کو غور سے مطالعہ کریں گے اور اس سے پورا فائدہ اُٹھائیں گے —

نخچیر محبت

(یا حسن پاربتی- مصنفہ حضرت واصف بنارسی قیمت ایک روپیہ -
عبدالرحمن محمد سلیمان نمبر ۱۴۶، ہریسن روڈ، کلکتہ)

پرتھوی راج اور سلطان شہاب‌الدین کی جنگ کے ضمن میں پاربتی اور حسن کے عشق کا قصہ ہے- تاریخ سے اسے بہت کم تعلق ہے مگر عشق و محبت کے جلوے نے ناول میں دلچسپی پیدا کردی ہے —

درد دل

(مولوی ابوظفر یحییٰ صاحب واقف بی- اے مرحوم کے کلام کا مجموعہ -
قیمت چار آنے- عبدالرحمن محمد سلیمان نمبر ۱۴۶، ہریسن روڈ، کلکتہ)

یہ ایک جوان مرگ شاعر کے درد آگیں کلام کا مجموعہ ہے - واقف مرحوم نے صرف زندگی کے بائیس منزلیں طے کی تھیں کہ اس دنیائے ناپائدار سے کوچ کرگئے ان کے کلام سے حسرت ٹپکتی تھی اور پڑھ کر افسوس ہوتا ہے اگر یہ کچھ مدت اور زندہ رہتے تو بڑا نام پیدا کرتے- اس مجموعے میں غزلوں کے علاوہ جدید طرز کی نظمیں بھی ہیں اور سب کی سب مرحوم کی پختگی، فصاحت اور درد دل پر شاہد ہیں —

سیلاب حوادث

(یعنی مصریوں کی غلامی سے غلام قوموں کے لئے ایک سبق -
مرتبہ جناب قمر احمد صاحب (علیگ) خلافت پریس بمبئی)

سر ولفرڈ بلنٹ ایک عجیب و غریب شخص ہوے ہیں- مصر کے عاشق تھے مصر کے لئے جو جو کارنمایاں انہوں نے کئے ہیں وہ انہیں کا کام تھا ایسے بے لاگ، منصف مزاج بنی نوع انسان کے ہمدرد اور جری لوگ کم ہوتے ہیں- انہوں نے ایک بڑی پر درد نظم مصر پر لکھی

تھی، جسے پڑھ کر عبرت ہوتی ہے اور سخت سے سخت دل بھی پسیج جاتا ہے۔ اسی نظم کا ترجمہ جناب قمر احمد صاحب نے "سیلاب حوادث" کے نام سے کیا ہے۔ اگرچہ وہ سوز و گداز اور وہ جوش و خروش جو اصل نظم میں ہے ترجمہ میں پورا پورا ادا نہیں ہوا، تاہم اس سے شاعر کے خیالات اور انداز کلام کی کیفیت ضرور معلوم ہوتی ہے —

حسین بیتی

(تصنیف جناب مولوی حکیم سید ناصر نذیر فراق
دہلوی درویش پریس دہلی - قیمت آٹھ آنے)

اس مثنوی میں کربلا کے حالات نظم کئے گئے ہیں - نظم معمولی ہے، کوئی خاص خوبی ایسی نہیں جو قابل ذکر ہو - شاید قابل مصنف نے حصول ثواب کے لئے یہ زحمت فرمائی ہے —

سنجوگ

(یا دکن کی پری، مصنفۂ جناب سید ناصر نذیر صاحب
فراق دہلوی - درویش پریس دہلی - قیمت چھ آنے)

دکن کے علاقۂ ندکل کے ایک گاؤں میں پرتھپال ایک سنار کی لڑکی تھی جس کے حسن و جمال کا شہرہ دور دور تھا - وہ اپنے حسن کی وجہ سے ایک کنگال گھر سے بادشاہ تک پہنچی - یہ تاریخی واقعہ ہے، مصنف نے اس واقعہ کو فسانے کے رنگ میں بیان کیا ہے - زبان بہت صاف ستھری ہے —

نغمات اختر

(نتیجۂ فکر قاضی احمد میاں صاحب اختر جوناگڑھی
اختر منزل، قاضی واڑہ، جوناگڈھ - قیمت آٹھ آنے)

یہ قاضی صاحب کے کلام کا مجموعہ ہے - ان میں سے اکثر نظمیں مختلف رسالوں میں شایع ہوچکی ہیں - بعض انگریزی نظموں سے ماخوذ ہیں - قاضی صاحب کا ذوق سخن اچھا ہے اور ہر قسم کے مضامین کے ادا کرنے پر قدرت رکھتے ہیں —

طفل اشک

(مترجمہ مولوی محمد محسن صاحب صدیقی، بی - اے (علیگ) حجم ۳۰۰، قیمت تین روپے آٹھ آنے، دارالکتب رہبر، افضل گنج حیدرآباد دکن)

یہ ایک انگریزی معاشرتی افسانے کا ترجمہ ہے، افسوس ہے کہ اصل کتاب کا نام کہیں درج نہیں ہے، ورنہ ترجمے کے متعلق کوئی قطعی راے قایم کی جا سکتی—

نفس قصہ دلچسپ ہے، ایک شریف خاندان کی خاتون پردیس میں بیوہ ہو جاتی ہے، کچا ساتھ، دشمنوں کی ایذا رسانیاں، بیوگی کا سوگ، ان سب مصیبتوں کو وہ استقلال کے ساتھ برداشت کرتی ہے اور اپنی اولاد کی کچھ اس خوبی کے ساتھ تربیت کرتی ہے کہ وہ محنت مزدوری کو ذلیل نہیں سمجھتے اور اپنے قوت بازو سے ترقی کرکے اعلیٰ مراتب حاصل کرتے ہیں، جن اس خاتون کا نام ہے اور اس کی شخصیت یقیناً دل کش ہے—

فاضل مترجم نے تربیت اطفال کے پہلو پر بہت زور دیا ہے - بیچ بیچ میں اصل قصے سے گریز کرکے انہوں نے ہندوستان کے مخصوص سیاسی حالات اور ان کے نتائج وغیرہ پر مختصر خطبے بھی لکھے ہیں، ہم اس طریقے کو پسند نہیں کرتے، قصے کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اور پڑھنے والوں کے ذہنوں میں کوئی اچھا تاثر بھی نہیں پیدا ہوتا، انگریزی افسانہ نویسوں میں Marie Corellie اور George Elliot نے بھی اصول اختیار کیا تھا، لیکن زیادہ کامیاب نہ ہوسکیں - جہاں جن الفاظ میں اپنے بچوں کو نصیحت کرتی ہے اور خود یہ بچے دوسرے بچوں کو حقوق العباد اور حقوق اللہ کے

متعلق جس چرب زبانی کے ساتھہ نصیحتیں کرتے ہیں وہ ان کی کچھی مسروں کو دیکھتے ہوے کچھہ غیر فطری سا نظر آتا ہے—

ترجمے کے متعلق ہم نہ سمجھہ سکے کہ فاضل مترجم نے کیا اصول اختیار کیا ہے' کہیں تو یہ "آزادی" برتی ہے کہ پونڈ شلنگ کے بجاے روپئے آنے لکھے ہیں اور "بپتسمہ" کی رسم کو "عقیقہ" کے نام سے یاد کیا ہے اور کہیں اتنا "لفظی" ترجمہ کیا ہے کہ "ہنی مون" کے لئے "ماہ عسل" رکھا ہے اور "to pick up a language" کا ترجمہ "زبان اُٹھانا" فرمایا ہے—

کتاب بہرحال سبق آموز اور نتیجہ خیز ہے' اتنا ضرور ہے کہ مولوی نذیر احمد مرحوم کے معاشرتی افسانے تاثیر' سیرت نگاری اور نفس قصہ کے اعتبار سے اس سے کہیں زیادہ مفید ہیں' فاضل مترجم نے ترجمے کے لئے کچھہ اچھا انتخاب نہیں کیا' اس سے بہتر کتابیں انتخاب ہو سکتی تھیں—

مثنوی میر حسن

(مطبوعہ رام نرائن لال صاحب الہ آباد - قیمت ۸ آنے)

مثنوی گلزار نسیم (ایضاً)

یہ دونوں مثنویاں الہ آباد کے مشہور کتب فروش اور صاحب مطبع لالہ رام نرائن لال صاحب نے طبع کرائی ہیں- چھوٹی تقطیع پر صاف ستھری چھپی ہیں- مثنوی میر حسن پر جناب حامد اللہ صاحب افسر بی- اے نے ایک مقدمہ تحریر فرما کر اس کے محاسن کی داد دی ہے - گلزار نسیم کی تصحیح و تشریح جناب سید محمد منظور علی صاحب رضوی ایم- اے' ایل ٹی ہیڈ ماسٹر فیض عام ہائی اسکول نے فرمائی ہے - شروع میں مصنف کے حالات ہیں اور حالات کے آخر میں مثنوی کے متعلق بعض اہل سخن کی رائیں درج کردی ہیں- دونوں مثنویوں کے آخر میں الفاظ و محاورات کے معنے بھی درج ہیں جو طلبہ کے لئے مفید ثابت ہوں گے - جلد ہلکی اور سادہ ہے—

حکیم قاآنی

(خطابۂ جناب مولوی سید محمد حسن صاحب بلگرامی،
شعبۂ جامعۂ معارف، حیدرآباد - دکن قیمت ۴ آنے)

جامعۂ معارف حیدرآباد کا ذکر اس سے پہلے ان اوراق میں ہو چکا ہے - یہ خطبہ قاآنی ہے جس میں اس نامور شاعر کے حالات اور اس کی شاعری کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں—

تاریخ و سیر

البیرونی

(مؤلفہ جناب سید حسن برنی، بی - اے، ال ال - بی
(علیگ) حجم ۲۵۶ صفحے، قیمت ..... مجلد)

چوتھی صدی کے آخر اور پانچویں صدی ہجری کے نصف اول میں ایسے بڑے بڑے حکیم اور مجتہد گزرے ہیں جو اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے - ان میں سے چند نام یہ ہیں:- ابن یونس، ابن الہیثم، البیرونی، ابن سینا، علی ابن عیسیٰ الکرخی - لیکن ان میں دو شخص بہت بڑے پائے کے ہوئے ہیں، ایک البیرونی دوسرے ابن سینا - دونوں علم و حکمت کے بادشاہ تھے اور ایک کو دوسرے پر فضلیت دینا مشکل ہے، لیکن باوجود اس کے دونوں مختلف قسم کے شخص تھے - البیرونی کی نقادانہ نظر اور اس کے انکشافات آج بھی سائنس کی نظر اُس بے بدل حکیم کے کمال کو ظاہر کرتے ہیں- ایسے عالی مرتبہ شخص کے حالات کا اردو میں لکھا جانا ہر لحاظ سے قابل قدر ہے—

اس کتاب کا یہ دوسرا اڈیشن ہے جو انجمن ترقی اُردو کی جانب سے شائع ہوا ہے - پہلا اڈیشن بارہ برس ہوئے جب کہ فاضل مؤلف نے تحریر کیا تھا، اس وقت

ان کا طالب علمی کا زمانہ تھا - ایک قرن کے بعد اس کے دوبارہ طبع ہونے کی نوبت آئی - قابل مؤلف نے طبع ثانی کے وقت بڑی تحقیق اور تلاش سے البیرونی کے حالات کے متعلق ایسا سامان فراہم کیا جو انہیں کا کام تھا - اس میں کئی باب جدید لکھے ہیں' بعض میں ترمیم کی اور پہلا باب بالکل خارج کردیا ہے اور اس کی جگہ دوسرے اور تیسرے باب جو نئے لکھے ہیں جو بیش بہا معلومات سے مملو ہیں - کتاب کے آخر میں تین ضمیمے ہیں' پہلا اور تیسرا بالکل نئے ہیں - ایک میں اصل دیباچہ قانون مسعودی مع ترجمے کے نقل کردیا گیا ہے اور تیسرے میں البیرونی کے حالات زندگی کے اسناد و ماخذ ہیں - طرز تحریر میں بھی پہلے سے زیادہ متانت اور پختگی ہے - موجودہ حالت میں یہ کتاب علمی اور تاریخی لحاظ سے ایک ایسی مکمل اور قابل مطالعہ کتاب ہے جس کا ذکر ہم اُردو زبان کی تصانیف میں فخر سے کرسکتے ہیں—

جناب سید حسن صاحب برنی جو ابتدائے عمر سے مستعد طالب علم رہے اور اب بھی باوجود وکالت کے صبر آزما اشغال کے علمی تحقیق و جستجو سے غافل نہیں بلکہ میدان علم میں برابر گام زن ہیں' بہت قابل مبارک باد ہیں اور ان کے احباب اور علم کے شائقین کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ البیرونی کی کتاب الہند کا ترجمہ جو وہ ایک مدت سے کر رہے تھے تکمیل کو پہنچ گیا ہے اور عنقریب انجمن ترقی اُردو سے چھپ کر شایع ہوگا—

دیس کہانی

(مؤلفہ جناب مولوی غلام طیب صاحب بی - اے' ایل - ٹی'
قیمت انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد - دکن)

ہمارے سامنے کئی کتابیں تاریخ ہند کی صورت میں موجود ہیں لیکن ان میں ایک کتاب بھی ایسی نہیں جو ہماری ضروریات کی تکمیل کرے - ہندوستان کے طلبا کے لئے جس تاریخ کی ضرورت ہے وہ حقیقتاً ابھی تک لکھی ہی نہیں گئی - مولوی غلام طیب صاحب (لکچرار عثمانیہ کالج اورنگ آباد) نے اس ضرورت کو محسوس کیا ہے اور اپنی کتاب کی ترتیب میں یہ امر فراموش نہیں کیا کہ یہ کتاب ہندوستان کے نونہالوں کے لئے لکھی جا رہی ہے - ہندی اسلامی اور برطانوی زمانۂ حکومت کے واقعات تو متعدد کتابوں میں درج ہیں لیکن قومی اعتبار سے ان کی جو ترتیب اور جو اسلوبہ

بیان ہونا چاہئے اس کا خیال بہت کم مؤلفوں نے رکھا ہے مگر مؤلف موصوف نے اس کو کبھی نظر انداز نہیں کیا - ترتیب واقعات میں انہوں نے ایک جدت سے کام لیا ہے اور ایک ہی زمانے کے واقعات جو دوسری تاریخوں میں بے جوڑ بیان کئے گئے ہیں ساتھہ ساتھہ درج کئے ہیں جس سے طالب علم کو بہت فائدہ پہنچتا ہے- مدارس تعلیم المعلمین (نارمل اسکولوں) کے طلبا کے لئے یہ کتاب نہایت ہی مفید ثابت ہوگی ان کی مشق کے واسطے جگہ جگہ سوالات دیے گئے ہیں - اس ترتیب میں مؤلف موصوف نے نہایت ہی کاوش و عرقریزی سے کام لیا ہے اور آئندہ کے لئے ایک نہایت عمدہ بنیاد قائم کردی ہے - زبان شستہ اور سلیس ہے - عبارت میں ایک خاص ربط ہے جس سے کتاب نہایت دلچسپ بن گئی ہے- ہمارے ہاں کی تاریخوں میں ایک نقص یہ پایا جاتا ہے اور اہم واقعات صرف چند سطروں میں غیر مدلل اور غیر تاریخی طریقے سے بیان کردیے جاتے ہیں لیکن مولوی غلام طیب صاحب نے یہ غلطی بہت کم کی ہے لیکن کلائو کی گورنری سے لے کر سنہ ۱۷۷۴ع تک کے واقعات کے متعلق ان سے بھی یہی سہو ہوا ہے- لارڈ کارنوالس کے دوامی بندوبست کی اہمیت کو بھی انہوں نے ایک حد تک نظر انداز ہی کردیا ہے حالانکہ بنگال کی تاریخ میں اس بندوبست کی شان انقلابی ہے - کہیں کہیں اور بھی ان سے فروگذاشت ہوگئی ہے مثلاً ہندوستان کے پہلے تاریخی راجہ کا نام سیسنگا بیان کیا گیا ہے حالانکہ اس کا نام سسو ناگ (ششوناگ) ہے - مہاراجہ رنجیت سنگھہ کی بیوہ کا نام جنداں ہے نہ کہ جھنڈوں —

ایسی چند خامیاں ضرور ہیں لیکن اس سے کتاب کی اہمیت کم نہیں ہوتی - جس زاویۂ نگاہ سے فاضل مؤلف نے واقعات مرتب کئے ہیں اس میں وہ کامیاب ہوے ہیں- ہم مختلف صوبوں کی نصاب کی کمیٹیوں اور تاریخ کے معلموں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس کتاب سے ضرور استفادہ کریں گے —

تلخیص تاریخ بہادر شاہی

(مرتبہ جناب مولوی مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب بی - اے،
مصححۂ مولوی غلام یزدانی صاحب ایم- اے، ناظم آثار قدیمہ)

یگ جیون داس گجراتی کی تاریخ بہادر شاہی ایک کم یاب کتاب ہے - مرزا صاحب نے کتاب کے اس حصے کا خلاصہ جو کتاب کی جان ہے ان اوراق میں شایع کیا ہے یعنی جو

حصہ بہادر شاہ سے متعلق ہے وہ تو پورا نقل کردیا ہے اور ضمیمے میں دوسرے بادشاہوں کے متعلق جو حالات ہیں ان کا نمونہ بھی درج ہے - یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ ان نمونوں سے مقصد کیا ہے - بہادر شاہ کا حال خود کتاب کا بہت اچھا نمونہ ہے' ہاں اگر دوسرے بادشاہوں کے حالات سے ایسے اہم واقعات جن سے تاریخ پر روشنی پڑتی نقل کردیے جاتے تو کوئی بات بھی تھی - اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب کا یہ کام قابل قدر ہے اور جن اصحاب کو تاریخ سے ذوق ہے وہ اس کی داد دیں گے —

شاہ و گدا

(مؤلفہ جناب محمد حامد صاحب بی - اے'
سی - پی قومی پریس دہلی - قیمت چھ آنے)

اس رسالے میں قابل مؤلف نے محمد رسول اللہ صلعم کے حالات پرزور اور پر جوش عبارت میں لکھے ہیں —

میخانۂ درد

(مؤلفہ حضرت خواجہ ناصر نذیر صاحب 'فراق' دہلوی - صفحات ۲۴۶ -
ملنے کا پتہ حکیم سید ناصر خلیق صاحب کوچۂ چیلاں بارہ دری
خواجہ میر درد' دہلی - قیمت درج نہیں)

یہ کتاب یادگار حضرت خواجہ میر درد' خواجہ سید ناصر نذیر فراق دہلوی کی تصنیف ہے' جس میں انہوں نے خواجہ میر درد' ان کے بزرگوں' ان کی اولاد اور شاگردوں کے حالات لکھے ہیں - بعض حالات اس کتاب میں ایسے ملیں گے جو دوسری کتابوں اور تذکروں میں نظر نہیں آتے یہ ان کی خاندانی چیزیں ہیں جو انہیں سینہ بہ سینہ پہنچی ہیں اور سوائے حضرت فراق کے دوسرا نہیں لکھ سکتا - خواجہ میر درد بہت بڑے صاحب دل اور باکمال بزرگ ہوے ہیں' اردو پر تو ان کا بڑا احسان ہے - ان کا کلام اپنا جواب نہیں رکھتا - اردو شاعری میں تصوف رنگ جس حسن و خوبی کے ساتھ انہوں نے بھرا وہ صاحب ذوق

حضرات پر عیاں ہے - ان کی زبان سند ہے- میر تقی میر، حسن اور دوسرے بڑے بڑے شعرا ان کے کلام کے خوشہ چیں ہیں- درد اور اثر ان کے کلام میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے - جو اصحاب خواجہ صاحب کے کلام کے قدر داں ہیں وہ ان کے حالات شوق سے پڑھیں گے —

معیار التواریخ

کتاب کا نام دیکھ کر طالب علم نہایت غور سے مطالعہ شروع کرتا ہے اور تاریخ کے مختلف فیہ نظریات کی تصدیق و تردید کے لئے مورخ کے دلائل تلاش کرتا ہے لیکن اسے بہت جلد یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کتاب کے نام اور اس کے مواد میں کوئی مناسبت نہیں- تمام کتاب میں چند ہی ایسے باب ہوں گے جن کے کچھ معنی ہوں اور فن تاریخ میں ان کو باب کہا جا سکے - کسی واقعے کی تصدیق یا تردید کے لئے کوئی استدلال نہیں کیا گیا اور نہ اسناد پیش کی گئی ہیں - ایک باب اور دوسرے باب میں کوئی ربط نہیں - ایک ہی باب کے مختلف واقعات میں کوئی تسلسل نہیں - یورپی صنعتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں —

"روس نے بھی مسلمانوں کے ممالک تسخیر کئے ہیں یہ ملک صناع نہ تھا ..... اس کو تجارتی اقتدار حاصل نہ تھا ... یہی سبب ہوا کہ جرمنی نے اس کو مغلوب کرلیا اور مغلوبیت کے بعد اس نے بالشویکی اصول پر عمل کیا اور اس بالشویکی طریقے کے کیا امیر مختار بھی پابند تھے اگر یہ نہ تھا تو کیوں انہوں نے کوفہ میں یہ ارادہ کیا کہ رؤسا کا وقار باقی نہ رہے"- ایسی بے ربطی کتاب میں جگہ جگہ پائی جاتی ہے- ایک اصول کا بیان شروع کرتے ہیں لیکن ختم کرتے وقت ان کو یہ خیال نہیں رہتا کہ کہاں شروع کیا تھا اور اسے کیسے ختم کرنا چاہئے —

ذرا ایک بے خیالی ملاحظہ ہو، باب چہارم میں انہوں نے فن تاریخ کے متعلق چند بے جوڑ اصول قائم کئے ہیں - ساتویں اصول کو بیان کرتے وقت آپ نے غالباً اس اصول کا تجزیہ اپنے ذہن میں کیا لیکن لکھتے وقت نمبر ۱ کے بعد دوسرا نمبر بالکل بھول گئے اور وہ تجزیہ ان کے ذہن ہی میں رہا —

اسی باب میں نواں اصول کیا خوب ہے "اب اسماعیلی خلفاے مصر کی تاریخی حالت پر غور کرنا چاہئے کہ ان کے وقت میں کیا سے کیا ہوتا رہا ہے اور کیسی کیسی نیرنگیاں پیدا ہوگئی ہیں" —

باب سوم میں دفعۃً (صفحہ ۲۲) لارڈ کرزن کی تاریخ نویسی پر حملہ کیا ہے اور بے محل کیچڑ اچھالنے کے بعد دوسرا راگ الاپنا شروع کیا ہے —

کوئی اصول بیان کرتے کرتے جہاں ہندوستان کا نام آیا تو سوراج کے متعلق بے ضابطہ بے تعلق بے ربط بحث شروع ہوگئی' جہاں ایران کا ذکر آیا تو بے موقع ایران کی قدیم و جدید تہذیب علوم و فنون کی تعریف شروع ہوئی اور پھر کسی غیر مناسب جگہ ختم کردی —

مؤلف نے کتاب میں جگہ جگہ تعصب کے خلاف بہت کچھ کہا ہے لیکن جہاں کہیں بنی امیہ کا ذکر آیا ہے ان کو خوب ہی کوسا ہے حتیٰ کہ اندلس کے خلفاے امویہ بھی مجروح کئے گئے ہیں - ہسپانیہ سے عربی حکومت کے اضمحلال کا واحد سبب حضرت امام حسین (رض) کی پیش گوئی بتائی گئی ہے جو میدان کربلا میں بنی امیہ کے متعلق کی گئی تھی' چہ خوب —

روحانی تاریخ پر بحث کرتے ہوے فرماتے ہیں کہ قلیل لشکر کی کثیر التعداد فوجوں پر کامیابی روحانی اثر کا نتیجہ تھی - اگر مؤلف موصوف جولیس سیزر کی جنگہاے گال اور پامپی کے خلاف جنگ فارسالس کا مطالعہ کرتے یا ہینی بال کی اطالوی جنگوں پر غور کرتے یا فاتح مشرق اسکندر اعظم کی جنگ اسس (Issus) پر نظر ڈالتے تو البتہ پتہ چل جاتا کہ یہ کامیابی قومی وحدت اور جنگی اہلیت کا متفقہ نتیجہ ہوا کرتی ہے —

غرض کتاب میں ہمیں کوئی بات مدلل مستند اور غیر قابل اعتراض نظر نہیں آئی اتنا ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مؤلف تاریخ اسلام سے ایک حد تک واقف ہیں انہوں نے ہندوستان کے موجودہ حالات کا مطالعہ اخباروں سے کیا ہے اور بس لیکن اس پر بھی اگر وہ یہی واقعات سلیقہ کو پیش کرتے تو ممکن تھا کہ نتیجہ کم بے معنی ہوتا —

زبان کی غلطیاں جا بجا پائی جاتی ہیں —

(ا)

تعلیمی کتب

مسلمانوں کی تعلیم اور جامعۂ ملیہ

(از ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم اے،
پی ایچ - ڈی، جامعہ ملیہ دہلی، قومت آٹھ آنے)

یہ مقالہ جامعۂ ملیہ اسلامیہ دہلی کے فاضل پروفیسر ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم - اے، پی ایچ - ڈی کا لکھا ہوا ہے جس میں انہوں نے جامعہ، قومی تعلیم اور مسلمانوں کی تعلیم پر جامع اور اصولی بحث کی ہے۔ اس میں پانچ باب ہیں - پہلے باب میں یہ بحث ہے کہ ہندوستان کے مسلمان تنزل کی دوڑ میں سب سے آگے تھے مگر یورپ کی ایک زندہ قوم سے ٹکرا جانے کی وجہ سے ان میں حیات کے آثار پیدا ہوئے، لیکن یہ حیات قومی کا پہلا قدم ہے - "اب ضرورت اس کی ہے کہ اس بنیاد پر اس عمارت کی تعمیر شروع ہو جسے اصطلاح علمی میں تمدن اور ہم مسلمان وسیع معنوں میں مذہب کہتے ہیں، جو ہمارے نزدیک زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کرتی ہے، جس میں علم و تعلیم، اقتصاد و معشیت، حکومت و سیاست کے یہ قلعوں قصر ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہوتے ہیں" - ٹھیک اسلام ہی میں نہیں بلکہ ابتدا میں ہر مذہب زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی تھا - انسان کا تجربہ اور تمدن وسیع ہوا تو ہر ہر شعبہ الگ ہونا شروع ہوا ہے اور مذہب کی قید سے آزادی حاصل ہوئی اور اسی میں انسان کی خیر تھی - کیا فاضل ڈاکٹر پھر وہی حالت پیدا کرنا چاہتے ہیں - یہ مسئلہ ذرا نازک ہے اور اس میں پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے - فرض اس باب میں انہوں نے مدرسہ کی تعلیم کا نصب العین اور اس کے حاصل کرنے کی تدبیر بتائی ہے - دوسرے باب میں جامعہ کی تعلیم کا ذکر کیا ہے - تیسرے باب میں تحقیقات علمی، چوتھے باب میں اشاعت علوم اور پانچویں میں "قوم کے نوجوانوں کو سب معاش کے لئے تیار کرنے" پر بحث ہے —

مدرسہ اور جامعہ کی تعلیم اور اس کے مختلف شعبوں پر اس جامعیت اور فائر نظری کے ساتھ بحث کی ہے کہ اس سے پہلے اُردو میں کبھی دیکھنے میں نہیں آئی - یہ رسالہ ہر یونیورسٹی کے پروفیسروں، طلبا اور ذمہ دار عہدہ داروں کے مطالعہ کے قابل ہے اور اس میں بہت سے ایسے مسائل آگئے ہیں جو غور و فکر کے لائق ہیں -

اگرچہ اس رسالے میں مسلمانوں کی تعلیم مد نظر ہے لیکن وہ ہر قوم و ملت کی تعلیم کے لئے یکساں مفید ہے —

دنیا کے بسنے والے

(مولفۂ سید بشیر حسین زیدی، بی۔ اے، بیرسٹر ایٹ لا، ہیڈ ماسٹر مسلم یونیورسٹی اسکول - مطبع جامعۂ ملیہ دہلی - چھوٹی تقطیع صفحات ۷۲، قیمت چھ آنے)

اس کتاب میں دنیا کی بعض عجیب قوموں کے حالات درج ہیں جو بہت دلچسپ ہیں اور جن کی معلومات عام طور پر لوگوں کو نہیں - مثلاً اسکیمو، وِد انڈین (سرخ ہندی) وسط ایشیا کے کرغی، سوس (سوئٹزرلینڈ والے)، بدو عرب، افریقہ کے بونے، سیوانا کے حبشی، جاپان کے لوگ - کتاب میں بہت سی تصویریں بھی ہیں، زبان سادہ اور اچھی ہے - طالب علموں اور عام لوگوں کے پڑھنے کی بہت اچھی کتاب ہے - چھپی بھی بہت صاف ہے —

مضامین حکمیہ

(مولفہ جناب مولوی محمد عزیز حسن صاحب مددگار صدر محاسب سرکار عالی - چھوٹی تقطیع، صفحات ۴۷)

اس رسالے میں حکومت، انسان، خلق، سیرت انسان، اسباب مساوات و اتحاد و امن و امان، علم و عمل جیسے ضروری اور مفید مضامین پر صاف اور اچھی زبان میں بحث کی گئی ہے - یہ کتاب زیادہ تر طالب علموں کے لئے لکھی گئی ہے - چنانچہ ارباب حکومت نے مدارس کی بعض جماعتوں کے نصاب میں داخل کرنے کی رائے دی ہے اور اعلیٰ حضرت حضور نظام خلدالله ملکه نے صاحبزادۂ بلند اقبال نواب اعظم جاہ بہادر کے نام نامی سے معنون کرنے کی بھی اجازت عطا فرمائی ہے —

نباتات اور نباتی خوراک

(از موہن لال سیٹھی، ایم - ایس - سی، لکچرار علم نباتات گورنمنٹ کالج لاہور - دارالاشاعت پنجاب لاہور، چھوٹی تقطیع، حجم ۳۰۴ قیمت درج نہیں)

اس کتاب کے ابتدائی باب میں زندگی کے خواص پر بحث کی ہے - اس کے بعد پودوں کے اعضا، اندرونی بناوٹ، پھول، پھل، بیج، پودے کی غذا، زمین کا تجربہ، کھاد، نباتاتی جراثیم، پنجاب کے چند درخت اور جھاڑیاں، پودوں کی بیماریوں، ہماری نباتی خوراک اور وٹامنز (یعنے حیاتیات) کا حال لکھا ہے اور یہ سب بیان آسان زبان میں اس طرح لکھا ہے کہ طالب علم اور معمولی لکھے پڑھے شخص بھی سمجھ سکیں - کتاب میں بہت سی کام کی اور دلچسپ معلومات ہیں - جا بجا نقشے اور تصویریں بھی دی گئی ہیں - کتاب بہت اچھی چھپی ہے - اس قسم کی کتابوں سے عام پڑھنے والوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے اور اُن کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، طلبہ کے لئے خاص طور پر مفید ہے—

حفظ العلوم یعنی اُردو انسائکلوپیڈیا

مولوی حفظ الرحمن صاحب کی ہمت اور اولوالعزمی کی داد دینی چاہئے کہ وہ دس بارہ سال سے اُردو انسائکلو پیڈیا تیار کرنے کے درپے ہیں - اس کام کے سرانجام دینے کے لئے انہوں نے لاہور میں ایک مجلس قائم کی ہے جس میں وہاں کے چالیس سربرآوردہ صاحب علم و فضل شریک ہیں - اس رسالے میں جو انہوں نے بطور اعلان کے شایع کیا ہے اور جس میں اکثر اخباروں اور علما کی رائیں درج ہیں، اُن تمام مضامین کی فہرست دی ہے جو اس انسائکلو پیڈیا کے لئے لکھے جائیں گے اور یہ بجائے خود معلومات کا خزانہ ہے - مولوی حفظ الرحمن صاحب کو اس کام میں بڑا انہماک ہے اور شب و روز اسی میں مصروف رہتے ہیں اور سفر حضر میں جہاں کوئی ان کے ڈھب کا آدمی مل جاتا ہے تو اس طرح اس کے سر ہوتے ہیں کہ پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے - یہی حال اُن کی تلاش و جستجو کا ہے - ہمیں انہوں نے صرف اس حصے کے چند اجزا دکھائے تھے جو الفاظ یعنے لغات کے متعلق ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُردو کی مکمل لغت بھی اس میں شریک کرنا چاہتے ہیں، افسوس ہے کہ ہم دوسرے مضامین

نہیں دیکھ سکے کہ صحیح رائے قایم کرسکیں، لیکن جب مولانا حسرت موہانی، سر عبدالقادر، مولانا سلیمان ندوی، مولانا محمد علی جیسے فاضل حضرات اس کے مدح سرا ہیں تو اس کی خوبی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے - ہمارے خیال میں لغت سے پہلے انہیں وہ چیزیں تیار کرانی چاہئیں جن کی ضرورت زیادہ شدید ہے - لغت کا حصہ ہماری رائے میں نظر ثانی کا محتاج ہے - مگر جو صاحب زیادہ حالات دریافت کرنا چاہیں وہ مولوی صاحب موصوف سے اس پتے سے خط و کتابت کریں —

وائٹ ہوس، انارکلی لاہور

ھدایۃ المنطق مع رسالہ زبدۃ المیزان

(مولفۂ مولوی محمد عنایت اللہ صاحب صدر مدرس، فرنگی محل، مطبوعہ مطبع اشاعۃ العلوم فرنگی محل، لکھنؤ)

اس میں شک نہیں کہ علوم و فنون کے تراجم کی طرف علمائے فن کی توجہ اردو کے لئے فال نیک ہے - مگر ترجمہ کوئی زیادہ مفید نہیں ہوتا - ضرورت ہے کہ زبان کی وسعت کے مطابق اسے اپنا لیا جاے - اصطلاحات جہاں تک میسر آسکیں اپنی زبان کی ہوں - مثالیں حتی المقدور روز مرہ میں سامنے دی ہوں، اردو کی خصوصیات کو نمایاں کیا جاے اور ہر ترجمہ اردو کے لئے کچھہ نہ کچھہ سرمایہ لے کر آئے —

یہ کتاب قدیم منطق کی ایک ترجمہ نما تالیف ہے - نظم و ترتیب بہت بہتر ہے - اس وقت تک اس علم پر جتنے رسالے تالیف و ترجمہ کی حیثیت سے سامنے آئے ان میں اپنی طرز کا یہ ایک رسالہ ہے - مولف نے کوشش کی ہے کہ عربی خواں طلبہ کے سامنے منطق کے ضروری مسائل ترجمہ کی صورت میں آجائیں اور طلبہ عربی کی استعانت سے بے نیاز ہوجائیں —

عربی مدارس میں اگر اسے صغری و کبری کی جگہ ابتدائی نصاب میں داخل کرلیا جاے تو طلبہ اس سے کافی فائدہ اٹھاسکتے ہیں —

اس کے ساتھہ ٹائٹل کے تین صفحوں پر منطق کا ایک عربی رسالہ بھی ہے جو حقیقۃً اسم با مسمی ہے (یعنی منطق کا مکھن) رسالہ کیا ہے دریا کو کوزے میں بند کیا گیا ہے —

لکھائی چھپائی کوئی بری نہیں - کاغذ پر البتہ کفایت شعاری کا نمایاں اثر ہے قیمت درج نہیں، مطبع اشاعۃ العلوم فرنگی محل لکھنؤ میں چھپی ہے —

متفرق

نفسیات ترغیب

(مولفۂ مولوی سید وهاج الدین احمد کنتوری، بی۔اے، بی۔ٹی،
لکچرار عثمانیہ کالج اورنگ آباد (دکن) ۔ مطبع
معارف اعظم گڈھ، صفحات ۲۱۱، قیمت درج نہیں)

اس سے قبل فلسفۂ جذبات اور فلسفۂ اجتماع انجمن ترقی اردو کے طرف سے شایع ہوچکی ہیں، ان کا تعلق بھی نفسیات ہی کی شاخوں سے تھا، نفسیات ترغیب بھی اسی نوعیت کی کتاب ہے ۔ تعجب ہے کہ خود نفسیات پر کوئی کتاب اردو میں تالیف نہیں ہوئی جسے پڑھ کر اردو داں اصحاب اس علم کی حقیقت سے واقف ہوسکیں ۔ شاید اس علم سے مانوس کرنے کا یہ طریقہ زیادہ سہل ہے ۔ مولوی عبدالماجد صاحب کی تالیفات کی طرح اس کتاب کا بھی اصل ماخذ انگریزی کتابیں ہیں ۔ مولف نے خود اپنے دیباچے میں صاف لکھہ دیا ہے کہ "اس کتاب کی اصل اساس مسٹر میکڈوس کی کتاب ہے، لیکن ضرورت کے لحاظ سے حذف و اضافہ سے برابر کام لیا گیا ہے ۔ ابواب کی ترتیب میں اصل انگریزی کتاب کی ترتیب کو مدنظر رکھا گیا ہے" اس کتاب کے علاوہ بعض اور انگریزی کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے ۔ لیکن ان خیالات کو سید وهاج الدین صاحب نے جس خوبی اور بے تکلفی سے اردو میں ادا کیا ہے وہ بہت قابل داد ہے۔ کتاب بہت دلچسپ ہے اور ترغیب کی ابلہ فریبیاں اور سحرکاریاں ایسی دلکش ہیں کہ ان کے مطالعہ کے لئے کسی ترغیب کی ضرورت نہیں —

کتاب الہدیٰ حصۂ اول

(مرتبہ جناب مولانا سیٹھہ یعقوب حسن صاحب ۔ بڑی تقطیع، صفحات ۲۵۶)

کچھہ دنوں پہلے ایک وقت ایسا آیا تھا کہ حب وطن کے متوالوں نے اپنے ملک کی خاطر طرح طرح کی قربانیاں کیں اور مصیبتیں اور آفتیں جھیلیں ۔ ان میں سے بہت سے جیل خانے بھیج دیے گئے ۔ اسی مبارک گروہ میں ہمارے دوست سیٹھہ یعقوب حسن

بھی تھے - اس ہئیت سے جو لوگ قید خانوں میں گئے ہوے ہیں ان میں سے بعض نے بڑے بڑے کام کئے ہیں- ہندی طبائع زیادہ تر مذہب کی طرف مائل ہیں اور چونکہ اس وطنی جنگ میں مذہب اور سیاست مصلحتاً سمویا گیا تھا' اس لئے اور بھی خیال اسی طرف رجوع ہوا - ان ایام قید میں یعقوب حسن صاحب نے وہ کام کیا جو شاید آزادی کے زمانے میں اُن سے کبھی سرانجام نہ پاتا اور اس لئے یہ کہنا ہرگز بیجا نہ ہوگا کہ یہ قید اُن کے لئے آزادی سے زیادہ مبارک ثابت ہوئی - انہوں نے اس زمانے میں قرآن کا نظر غائر سے مطالعہ شروع کیا —

یہ وہی کتاب ہے جس کا مقدمہ اس سے پہلے کشاف الہدیٰ کے نام سے شایع ہو چکا ہے - اس کتاب میں یہ التزام رکھا ہے کہ قرآن مجید میں جو جو مضامین مختلف مقامات میں بار بار بادنیٰ تغیر کسی خاص مصلحت اور حکمت کے لحاظ سے بیان ہوے ہوں ان میں سے ہر ایک مضمون کی جملہ آیتوں کو چن کر ایک جگہ جمع کردیا ہے اور اُن کے مقابل اُردو ترجمہ بھی لکھ دیا ہے اور ہر آیت اور فائدے کے سرے پر مختصر عنوان بھی قائم کردیا ہے اور تفسیر کے طور پر ہر مضمون کے متعلق اپنی راے یا تحقیق بھی بیان کردی ہے - اس طرح یہ کتاب کتاب اسناد بھی ہے اور تعلیم کا کام بھی دیتی ہے اور واعظ' مفسر' محقق' طالب علم' عامی' عالم' موافق مخالف سب کے لئے یکساں مفید ہے - اس میں مولف کو سخت کاوش اور محنت کرنی پڑی ہے مگر اس تمام محنت اور مشقت کا نتیجہ پڑھنے والوں کے حق میں بے حد سودمند ہوگا اور مولف کی جانفشانی اور خلوص کی داد ہمیشہ ملتی رہے گی —

یہ کتاب کا پہلا حصہ ہے جس میں گیارہ باب ہیں - اور ان ابواب میں اللہ کی ذات و صفات' آسمان و زمین اور ساری کائنات' آدم' انسان' حیوانات' فرشتے' حور و غلمان' شیطان اور جن اور دوسری متعلقہ بحثیں' مثلاً دوزخ و جنت' موت اور حیات بعدالموت' معاد اور حشر نشر وغیرہ بھی آگئی ہیں —

مختصر یہ کہ اس کتاب پر مضامین قرآنی کی بہترین مفصل اور مرتب فہرست کا اطلاق مع شئی زائد کیا جا سکتا ہے اور چونکہ اس کے ساتھ ہی ساتھ اُردو کا مستند ترجمہ اور مفید تحشیہ بھی ہے اسے ایک خاص نوعیت کی عمدہ تفسیر بھی کہا جا سکتا ہے —

کہیں کہیں قابل مولف نے تفسیر میں جدید تحقیق سے بھی کام لیا ہے - اگرچہ سائنس اور مذہب کا بیر ابتدا سے چلا آرہا ہے اور رہے گا' لیکن مولف نے بہت اعتدال سے کام لیا ہے اور قرآن کے الفاظ سے حتی الامکان تجاوز نہیں کیا اور دور ازکار تاویلوں سے اجتناب کیا ہے —

اُردو کے جدید رسالے

تعلیم و تربیت

یہ سہ ماہی رسالہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس (علی گڈھ) کی مجلس ماہرین تعلیم کی جانب سے شایع ہوا ہے اور اس کے اڈیٹر ڈاکٹر سید مظفر حسین صاحب پی ایچ - ڈی' ڈی فل؛ ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم - اے' بی ایچ - ڈی اور خواجہ غلام السیدین صاحب ل - اے' ایم - ای - ڈی ہیں - تینوں اپنے فن میں یگانہ اور تعلیم کے دلدادہ ہیں - اس کام کے لئے ان سے بہتر تین شخص نہیں مل سکتے تھے - اور یہی وجہ ہے کہ رسالہ بھی مضامین' طرز بیان اور انتخاب مباحث کے لحاظ سے بے نظیر ہے - یہ پہلا رسالہ ہے اور اس پر سے آئندہ کے متعلق پورا اندازہ کرنا درست نہیں' لیکن پہلا نمبر بتاتا ہے کہ آگے چل کر زیادہ ترقی کرے گا - یہ رسالہ ہر کالج اور یونیورسٹی میں پہنچنا چاہئے اور پروفیسروں اور معلموں کے مطالعے میں رہنا چاہئے - تعلیم پر اور بھی کئی رسالے اُردو میں شایع ہوتے ہیں مگر وہ اس کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے آفتاب کے سامنے چراغ - بڑی تقطیع کے ۱۵۰ صفحات ہیں' لکھائی گلجان ہے' چھپائی کے متعلق اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ میں چھپا ہے سالانہ قیمت پانچ روپیہ ہے - ہمیں امید ہے کہ اس مفید اور اعلیٰ درجے کے رسالے کی پوری قدر کی جائے گی —

جمیل

انصار بک ڈپو مظفرنگر یو - پی سے شایع ہونا شروع ہوا ہے "جمیل" کا جمال اس طرح بے نقاب کیا گیا ہے کہ سرورق پر سنہری افشاں چھڑک دی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ بک ڈپو کی خاطر سے اس کا اجرا ہوا ہے - چنانچہ آخری صفحات میں بک ڈپو کی طولانی فہرست موجود ہے - مضامین میں دقت نظر کی ضرورت ہے لائق اڈیٹروں کو کوشش کرنی چاہئے - ۴۰ صفحے کی ضخامت ہے اور دو روپیہ ۴ آنے سالانہ چندہ

صحیفۂ وارث

خانقاہ دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی سے شایع ہوتا ہے - سر ورق پر مزار کا قلمی خاکہ ہے ' ایک مشہور بزرگ کی یادگار میں جاری ہوا ہے ' مذہبی مضامین بھی ہوتے ہیں اور اخلاقی و تاریخی بھی ' غزلوں کی چاشنی بھی ہوتی ہے جو "حال و قال" کے لئے گرمی محفل کا کام دیتی ہیں - تین روپیہ ۶ آنہ سالانہ چندہ ہے اور ۲۸ صفحہ کا حجم ہے —

کوآپریشن

پنجاب رسائل و اخبارات کی پیدائش گاہ ہے - کوآپریشن کا " جنم بھوم " بھی یہی سر زمین ہے ' " انجمن ہائے اتحاد باہمی " کا ماہوار رسالہ ہے - فن زراعت سے متعلق مفید مضامین ہوتے ہیں - کوآپریشن کے بجائے اگر اس کا نام " امداد باہمی " ہوتا تو اس کے مقاصد زیادہ الم نشرح ہوجاتے کیونکہ " امداد باہمی " کے نام میں کوآپریشن سے زیادہ جاذبیت ہے - ماسٹر محمد بخش صاحب مسلم ایم - اے اس کے ایڈیٹر ہیں - خدا کرے کہ ہندوستانی قومیں کوآپریشن کے حقیقی مفہوم کو سمجھ سکیں - ۴۸ صفحہ کی ضخامت ہے اور دو روپیہ سالانہ چندہ ہے —

چمن

امرت سر سے نکلتا ہے . جیبی تقطیع کے ۴۸ صفحہ ہوتے ہیں - مارچ کا رسالہ ہولی نمبر کے نام سے شایع ہوا ہے مختلف قسم کے گل بوٹے ہیں اور اس میں تو ہولی کی رنگ رلیاں بھی ہیں - ہندو مسلمان دونوں اس کے ایڈیٹر ہیں اور دونوں کی متفقہ کوشش سے اسی " چمن " کو سر سبز و شاداب کیا گیا ہے - سالانہ چندہ ایک روپیہ ۴ آنہ ہے —

ایشور بھگتی

ملتگسری کا ماہوار رسالہ ہے - چھوٹی تقطیع ہے تین روپیہ سالانہ چندہ ہے اور

۸۰ صفحے کی ضخامت - گو اُردو کا رسالہ ہے مگر مضامین میں ہندی الفاظ و محاورات کی بے تکی بھرمار کی گئی ہے اور زبردستی ٹھونسے گئے ہیں جن کو ہندی سے نابلد دماغ سمجھنے سے معذور رہیں گے اور رسالے کا فائدہ محدود ہو جائے گا—

مسیحائے زماں

یہ تجارہ علاقۂ ریاست الور (راجپوتانہ) کا ایک طبی رسالہ ہے - حکیم قاضی سید محمد کرم حسین صاحب اس کے اڈیٹر ہیں - خوشی کی بات ہے کہ جو سر زمین اس سے خالی تھی اُس سے "مسیحائے زماں" پیدا تو ہوا - سگرت نوشی اور اُس کے مہلک نتائج پر مضمون اچھا ہے - لطائف و ظرائف بھی عام دلچسپی کے لئے موجود ہیں - مرکب دواؤں کی ایک تجارتی فہرست بھی کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے - دو روپیہ سالانہ چندہ ہے—

رسالوں کے خاص نمبر

زمانہ کا جوبلی نمبر

کانپور کے مشہور رسالے "زمانہ" نے اپنی زندگی کی پچیس منزلیں طے کرلی ہیں - اُردو کے ادبی رسالوں میں اس وقت غالباً کوئی رسالہ ایسا نہیں جو مسلسل پچیس سال سے اس استقلال اور اصول کے ساتھہ برابر جاری ہو - اس میں شک نہیں کہ مولانا شرر مرحوم کا دلگداز عمر میں اس سے کہیں بڑا ہے، لیکن وہ کئی بار بند ہو ہو کر پھر زندہ ہوا ہے - "زمانہ" کے فاضل اور مستعد اڈیٹر نے باوجود بعض ناگوار حالات اور مشکلات کے اُردو کی بڑی خدمت کی ہے اور اب تک اُسی استقلال اور جوانمردی سے اس فرض کو انجام دے رہے ہیں—

جوبلی نمبر کی تیاری میں بڑا اہتمام کیا گیا ہے - اس میں ۵۴ مضامین اور ۵۶ تصویریں ہیں - مضمون نویسوں میں ہندوستان کے بہت سے مشہور نثاروں کے نام

نظر آتے ہیں - سب سے پہلا مضمون جناب مولوی محمد عبدالرزاق صاحب مصنف الہرامکہ وغیرہ کا علم الکتابت یا ابجد کی تاریخ پر ہے - اس میں صرف عربی کتابت اور اس کی شاخوں سے بحث کی گئی ہے؛ مضمون محققانہ اور عالمانہ ہے - "اتحاد مذہب" پر جناب لالہ روشن لال صاحب بیرسٹر ایٹ لا کا مضمون بہت خوب ہے جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ تمام مذاہب کے اصول ایک ہی ہیں اور اس لئے سب ہندی بھائیوں کو باوجود مختلف عقائد کے ایک ہو جانا چاہئے - منشی پریم چند صاحب کا فسانہ پر درد ہے اور اس کا نفسیاتی پہلو اس سے بھی زیادہ داد کے قابل ہے - نظم کا حصہ نثر سے کچھ کم نہیں؛ اُردو کے باکمال شعرا نے "زمانہ" کی قدردانی میں خوب خوب نظمیں لکھی ہیں - پورا رسالہ نظم و نثر کا بہت عمدہ مجموعہ ہے - "یاد رفتگاں" کے عنوان سے جو مضمون فاضل اڈیٹر نے رسالے کے آخر میں تحریر فرمایا ہے بہت دردناک ہے؛ اس میں انہوں نے اپنے متوفی محسنوں کا ذکر بڑے خلوص اور محبت سے کیا ہے—

ہم منشی دیا نرائن نگم صاحب کو اس قابل فخر کارنامے پر دل سے مبارک باد دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ یہ رسالہ اُن کی نگرانی اور اڈیٹری میں اور زیادہ ترقی کرے گا—

نیرنگ خیال، سالنامہ اور عید نمبر

نیرنگ خیال لاہور نے جو حسن اور لطافت پیدا کی ہے وہ اُردو کے کسی رسالے کو نصیب نہیں - سالنامہ شایع ہوا ہی تھا کہ اس کے بعد عید نمبر نکلا - تصویروں کے انتخاب اور اُن کی صاف ستھری چھپائی قابل داد ہے - مضمون بھی ہر رنگ کے جمع کئے ہیں - دل بہلانے کے لئے مطالعے کی ضرورت ہو تو نیرنگ خیال کے سالانہ اور عید نمبر سے بڑھ کر آپ کو کوئی دوسری چیز نہیں ملے گی - عید نمبر کی قیمت ایک روپیہ ہے جو کچھ بھی نہیں—

مرقع کا فسانہ نمبر

اس میں علاوہ نظموں اور چند تحریروں کے عکس کے فسانے ہی فسانے ہیں اور اچھے برے سب ہی قسم کے ہیں - منشی پریم چند اور سدرشن صاحب نے بھی اس

نمبر کے لئے فسانے لکھے ہیں - جن اصحاب کو چھوٹے فسانوں کی تلاش رہتی ہے ان کی تفریح کے لئے مرقع کا یہ نمبر بہت خوب ہے —

سرسوتی کا سالانہ نمبر

سرسوتی ہندی کا بہت پرانا رسالہ ہے ' یہ اس کا اُنتیسواں سال ہے ' اس سال اس نے اپنا سالانہ نمبر نکالا ہے - یوں تو ہندی کے بہت سے پرچے نکلتے ہیں مگر ہندی کے ماہانہ رسالوں میں اس قسم کا سالانہ نمبر اس نے شایع کیا ہے - حجم ۳۰۴ صفحات کا ہے اور اس میں کئی خوب صورت تصویریں اور مختلف قسم کے مضامین ہیں —

ہندی میں آج کل صوفیانہ قسم کی نظمیں کچھہ اس ڈھنگ سے لکھی جارہی ہیں کہ وہ ایک پہیلی سی بن جاتی ہیں - اس سالانہ نمبر میں بھی بعض ایسی نظمیں پائی جاتی ہیں —

کہانیوں میں منشی پریم چند صاحب اور سدرشن صاحب کے قصے بھی درج ہیں یہ دونوں صاحب اُردو ہندی دونوں زبانوں میں مختصر فسانے خوب لکھتے ہیں - بعض مضمون اور قصے دوسری زبانوں سے بھی ترجمہ کئے گئے ہیں —

یہ نمبر دیکھنے میں خوبصورت ' پڑھنے میں دل کش اور کئی وجوہ سے مفید ہے - ہم ایسے عمدہ سالانہ پر سرسوتی کو مبارک باد دیتے ہیں - کیا اچھا ہوتا اگر سرسوتی کے ۲۹ سالہ زندگی پر بھی کچھہ لکھا جاتا —

مسلم ریویو

یہ انگریزی کا سہ ماہی رسالہ کلکتہ سے شایع ہوتا ہے - اس کے اعزازی ایڈیٹر مسٹر اے - ایچ ہارے - ایم - اے ' مسٹر ایس خدا بخش ایم - اے ' بی سی - ایل بیرسٹر ایٹ لا ' مسٹر اے - ایف - ایم عبدالعلی ' ایف - آر - ایس - ال ' ایم - اے اور مجلس ادارت کے اعزازی سکرٹری مسٹر ایم - محفوظالحق صاحب ایم - اے ہیں —

اس میں علمی ادبی اور تاریخی مضامین بہت تحقیق سے لکھے جاتے ہیں اور زیادہ تر ایسے مضامین ہوتے ہیں جن کا تعلق مشرقی علوم و تمدن سے ہوتا ہے -

گزشتہ نمبر میں علاوہ دوسرے علمی مضامین کے قدیم خطاطی کے بہت ہی اچھے نمونے دئے ہیں - شروع میں لاہور کے مشہور مصور عبدالرحمن صاحب چغتائی کی ایک تصویر ہے - ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب کا ایک مضمون غالب پر ہے جس میں غالب کے حالات اور شاعری پر چند خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو وہ اس سے قبل بھی بعض اخبارات اور رسائل میں ظاہر کر چکے ہیں - ڈاکٹر ایس - ان داس گپتا نے ایک مضمون اسلامی اور سنسکرت ادب پر لکھا ہے جس میں انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ عربی ' فارسی اور سنسکرت ادب میں باوجود اختلاف کے بہت کچھ مشابہت پائی جاتی ہے —

رسالہ بہت سلیقے سے مرتب کیا جاتا ہے اور علمی لحاظ سے بہت قابل قدر ہے - سالانہ چندہ ساڑھے پانچ روپے ہے --

زمانہ کا جوبلی نمبر

جس میں

دو سو صفحات کے بہترین مضامین نظم و نثر

اور

ساتھہ قابل دید رنگین و سادہ تصاویر ہیں

اُردو کی موجودہ ترقی کا نمونہ دیکھنا ہو تو

آپ اس یادگار پرچہ کو ضرور ملاحظہ فرمائیے

قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ اور اگر آپ اس کو

مفت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو رسالہ کی

سالانہ قیمت پانچ روپیہ بھیج دیجئے سال

بھر تک پرچہ حاضر ہوتا رہے گا —

المشتہر

منیجر رسالہ زمانہ کانپور

اعلان

جامعہ ملیہ کا " شعبۂ تصنیف و تالیف " جدید انتظام کے بعد " اُردو اکادمی " کہلاتا ہے - " اکادمی " کا مقصد یہ ہے کہ اُردو زبان میں مختلف علوم و فنون پر مستند کتابیں لکھوا کر شائع کرے - اب تک یوروپ کی مختلف زبانوں سے بہترین کتابوں کے چند تراجم اور متعدد اوریجنل تصانیف شائع ہوچکی ہیں ' آیندہ کے لئے یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ کم سے کم چھہ نئی کتابیں ہر سال لکھی جائیں - " اکادمی " نے اپنے قدردانوں کی آسانی اور اپنے فائدے کو مد نظر رکھتے ہوے یہ طے کیا ہے کہ جو حضرات ۲۴ روپیہ سال اکادمی کو عطا فرمائیں وہ اس کے رکن قرار دیے جائیں اور ان کی خدمت میں رسالۂ " جامعہ " اور " اکادمی " کی سال بھر کی جملہ مطبوعات نذر کے طور پر پیش کی جائیں

زر چندہ کی وصولی کا یہ طریقہ ہے کہ ہر سہ ماہی کے شروع میں ۶ روپیہ کا وی پی بھیجا جاے گا اور اُس کے وصول ہونے پر ہر رکن کے نام رسالہ " جامعہ " ماہوار بھیجا جاے گا اور " اکادمی " کی جو کتاب تیار ہوگی وہ فوراً روانہ کی جائیگی ' اگر کسی سہ ماہی میں وی پی وصول نہ کیا گیا اور واپسی کے بعد پندرہ دن کے اندر زرچندہ منی آڈر سے نہ پہنچا تو مجبوراً رسالہ جامعہ اور کتابوں کی روانگی بند کردی جائیگی —

اس کا خیال رکھا جاے گا کہ رسالہ جامعہ اور سال بھر کی مطبوعات کی مجموعی قیمت ۲۴ سے کم نہ ہو اس کے علاوہ پندرہ روزہ رسالہ " پیام تعلیم " جس کی سالانہ قیمت ۱ روپیہ ۸ آنے ہے تحفۃً ہر رکن کی خدمت میں حاضر ہوگا - جو صاحب ان شرائط پر " اکادمی " کا ممبر بننا منظور فرمائیں وہ اپنا نام معہ پورے پتہ کے مندرجۂ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں

ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے - پی ' ایچ ڈی -
ناظم اُردو اکادمی - جامعہ ملیہ - قرول باغ - دہلی

المعلن

احمد الیاس مجیبی

اردو

نرخ نامۂ اُجرت اشتہارات

	ایک بار کے لئے	چار بار کے لئے
۲ کالم یعنے پورا ایک صفحہ	۱۰ روپے سکۂ انگریزی	۴۰ روپے سکۂ انگریزی
ایک کالم (آدھا صفحہ)	۵ روپے سکۂ انگریزی	۲۰ روپے سکۂ انگریزی
نصف کالم (چوتھائی صفحہ)	۲ روپے آٹھ آنے سکۂ انگریزی	۱۰ روپے سکۂ انگریزی

رسالے کے جس صفحے پر اشتہار شایع ہوگا وہ اشتہار دینے والوں کی خدمت میں نمونے کے لئے بھیج دیا جاے گا - پورا رسالہ لینا چاہیں تو اُس کی قیمت بحساب ایک روپیہ بارہ آنے سکۂ انگریزی فی رسالہ اس کے علاوہ لی جاے گی—

المشتہر:- انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد - دکن

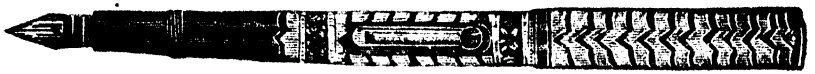
جدید فارسی

کا علم صحیح اُردو میں تقریر و تحریر کے لئے ضروری ہے - اسے بغیر اُستاد کے سیکھنے کے واسطے فارسی آموز مع فرہنگ قیمت ایک روپیہ ' پڑھئے جو مہینے دو مہینے میں سلیس زبان میں آسانی سے تقریر و تحریر کے قابل بنا دیتی ہے - مزید ترقی کے لئے لسان العجم حصۂ اول و دوم مع حل' قیمت ۱۰ آنے فی حصہ مطالعہ کیجئے - یہ کتابیں پنجاب کے اسکولوں اور کالجوں میں نیز حیدرآباد دکن - بھوپال اور بلوچستان کے اسکولوں میں سرکاری طور پر منظور شدہ ہیں - دیوان مولاداد - زبان بہت سادہ اور صاف - قیمت ایک روپیہ ۴ آنے—

المشتہر

منیجر جدید فارسی بک ڈپو محلہ چہل بیبیاں لاہور

سرسید فاؤنٹین پن



بیسویں صدی کی صنعت کا بہترین نمونہ

جو ولایت کی مشہور کمپنی سے خاص طور پر بنوا کر منگوائے گئے ہیں - قلم کی نب اصلی ۱۴ کیریٹ گولڈ کی ہے جو سالہا سال تک خراب نہیں ہوتی—

دو قسم کے قلم اسٹاک میں موجود ہیں (۱) اسپشل کوالٹی نب اصلی ۱۴ کیریٹ گولڈ کی جس کی نوک پر ریڈیم لگا ہے' سلف فلنگ نہایت مضبوط اور خوبصورت - ایک دفعہ خریدئیے برسوں کو فراغت - قیمت چھہ روپیہ - قسم اول' یہ قلم دو طرح کے ہیں ایک وہ جن میں خود بخود روشنائی بذریعے ایور بھر جاتی ہے (سلف فلنگ) - دوسرے وہ جن میں روشنائی بذریعے انک فلر بھری جاتی ہے جو قلم کے ساتھہ مفت دیا جاتا ہے- قیمت ۴ روپیہ (ہر قلم کے ساتھہ پاکٹ کلپ مفت) تاجر صاحبان کو زیادہ مال خریدنے پر معقول کمیشن دیا جاتا ہے-ملنے کا پتا:- نظام الدین حسین اینڈ سن - بدایوں—

واشرمین انک اکسٹریکٹ

(یعنی روشنائی کا جوہر)

یہ روشنائی بالکل نئی چیز ہے' بلیو' بلیوبلیک - سرخ رنگ اسٹاک میں موجود ہیں - فاؤنٹن پن میں بھی استعمال کی جا سکتی ہے - نمونے کا پیکٹ ایک آنے کا ٹکٹ بھیج کر مفت منگائیے—

ملنے کا پتا:-

نظام الدین حسین اینڈ سن- بدایوں

انجمن کے مطبوعات

ہماری شاعری

مولوی سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب، ایم۔ اے پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی نے رسالۂ اُردو میں اُردو شاعری پر ایک مضمون تحریر فرمایا تھا جو عام طور پر بہت پسند کیا گیا تھا اب رضوی صاحب نے اس میں بہت کچھ اضافہ کرکے کتابی صورت میں کردیا ہے۔ اور انجمن ترقی اردو نے اُسے نہایت عمدہ طور پر پوری کتاب دو رنگوں میں (لیتھو میں) طبع کرائی ہے۔ اور پورے کپڑے کی خوشنما جلد ہے۔ حجم دو سو صفحے قیمت دو روپیہ —

کلیات ولی

ولی دکنی کے نام سے کون اُردو داں واقف نہ ہوگا۔ اسے اُردو شاعری کا باوا آدم کہتے ہیں۔ اور یہی گویا ہماری قدیم شاعری کا قدیم اور ممتاز ترین علم بردار ہے۔ اور اس کا کلام اس زمانے کی زبان اور شاعری کا بہترین اور کامل مرقع ہے —

یہ کلیات جناب احسن صاحب مارہروی نے نہایت محنت، کاوش اور قابلیت سے مرتب کیا ہے۔ اور انجمن ترقی اردو کے جدید ترین مطبوعات میں ہے۔ اب تک ولی کے جو دیوان کہیں کہیں چھپے اور ملتے ہیں۔ اکثر غلط اور نا مکمل ہیں۔ یہ کلیات ۱۷-۱۸ قدیم، قلمی، نایاب نسخوں سے مقابلہ اور صحیح کرکے کئی سال کی لگاتار محنت و کاوش سے مرتب کیا گیا ہے —

اس قادرالکلام اُستاد کا کلام اور کلیات تقریباً تمام اصناف سخن پر حاوی ہے، اور تقریباً چار سو صفحوں پر پھیلا ہوا ہے۔ شروع میں مرتب صاحب کا ایک بسیط اور قابل قدر مقدمہ ہے جس میں موصوف نے صاحب دیوان کے حالات و سوانح نہایت تحقیق اور کمال محنت و جانفشانی سے فراہم کرکے جمع کئے ہیں اور کلام پر تبصرہ فرمایا ہے۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ اردو کی دنیائے شاعری میں ولی کا کیا مرتبہ ہے —

کلیات کے آخر میں ایک بسیط فرہنگ ہے جس میں ان تمام قدیم، متروک، اجنبی، ہندی دکنی الفاظ کا حل ہے جو کلام ولی میں جا بجا آئے ہیں۔ آخر میں پونے دو سو صفحے کا ایک ضمیمہ اختلاف نسخ ہے جو نہایت محنت و عرق ریزی سے مرتب کیا گیا ہے اس میں تمام نسخوں سے مقابلہ کرنے پر جو جو اختلاف نظر آیا ہے، دیوان کی

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

هر غزل کے نمبر کا حوالہ دے کر بتادیا ہے۔ یہ نسخہ ارباب فن و تحقیق کے لئے خاص طور سے قدر کی چیز ہے۔ اور کئی ماہ کی مسلسل محنت کے بعد تیار ہوا ہے ان تمام خوبیوں کے علاوہ انجمن نے اپنے مشہور عمدہ ٹائپ میں مضبوط سفید چکنے کاغذ پر طبع کیا ہے، قابل دید اور اس لائق ہے کہ ہر لائبریری اور قدر دانان اردو کے ہر کتب خانے میں اس کا ایک ایک نسخہ موجود رہے۔ حجم تقریباً آٹھ سو صفحات۔ قیمت مجلد ۵ روپے غیر مجلد ۴ روپے —

مثنوی خواب و خیال

حضرت میر درد دہلوی (رح) کے چھوٹے بھائی میر اثر کی یہ لاجواب مثنوی مدت سے نایاب تھی، بہت کوششوں کے بعد بھی پتہ نہ چلتا تھا، اُردو کی خوش نصیبی سے انجمن ترقی اردو کو دستیاب ہوگئی، اور اب خاص اہتمام کے ساتھ عمدہ اردو ٹائپ میں اعلیٰ درجے کے کاغذ پر، طبع کی گئی ہے، جس پر انجمن کے فاضل معتمد جناب مولوی عبدالحق صاحب نے ایک زبردست ناقدانہ مقدمہ تحریر فرماکر اس نایاب مثنوی کے خصوصیات اور محاسن کو نمایاں کیا ہے۔ یہ نادر مثنوی آج تک ناپید تھی، تذکروں میں کہیں کہیں اس کا ذکر آجاتا ہے حضرت میر درد کے اشعار اور کلام کے علاوہ اس میں مصنف کی غزلیں بھی جا بجا آئی ہیں، جو قابل دید اور نہایت لطیف و پاکیزہ ہیں۔ مثنوی اُردو میں ایک قابل قدر اضافہ اور انجمن کی طرف سے قدردانان اُردو کی خدمت میں اس سال کا جدید علمی ہدیہ ہے جلد بھی مضبوط عمدہ اور جدید طرز کی بنوائی گئی ہے۔ حجم دو سو صفحے سے زاید، قیمت مجلد دیڑھ روپیہ —

انتخاب کلام میر

ملک الشعرا میر تقی میر کے نام اور کلام سے کون قدردان اُردو واقف نہیں، یہ اُنہیں کے کلام کا بہترین انتخاب ہے۔ جو جناب مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اُردو نے کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سارے کلیات کا عطر کھینچ لیا ہے، یہ انتخاب ملک میں بہت مقبول ہو چکا ہے اور کئی یونیورسٹیوں نے اپنے نصاب تعلیم میں شامل کر لیا ہے —

مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اب تیسری بار انجمن ترقی اُردو پریس نے اپنے مشہور، نفیس، ٹائپ میں چھاپ کر شائع کیا ہے۔ کاغذ چکنا، نہایت عمدہ، حجم دو سو صفحات سے زیادہ، جلد نفیس اور مضبوط۔ شروع میں فاضل مرتب کا نہایت زبردست عالمانہ و ناقدانہ اور دلچسپ مقدمہ ہے، قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنے —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

قواعد اردو

یہ کتاب جناب سکریٹری انجمن ترقی اُردو کی بیش بہا تالیف ہے ، اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ زبان اُردو کے قواعد پر اب تک اس سے بہتر ، سہل ، جامع کتاب تصنیف نہیں ہوئی ہے - ملک میں بیحد پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی ور نہایت مقبول ہوی - جامعہ عثمانیہ کے نصاب ایف اے میں داخل ہے - اب جناب مؤلف و مرتب کی بیحد کاوش اور غور سے نظر ثانی ، ترمیم و اضافہ کے بعد دو بارہ چھاپی گئی ہے ، شروع میں اُردو زبان اور اس کے ادب پر لا جواب بسیط مقدمہ بجاے خود قابل دید ہے انجمن نے اپنے پریس میں ، عمدہ ٹائپ میں چھپوائی ہے ، کاغذ بہت عمدہ جلد نہایت نفیس اور مضبوط ، قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنے

جاپان اور اس کا تعلیمی نظم و نسق

سرکار نظام نے نواب مسعود جنگ بہادر ناظم تعلیمات ممالک محروسۂ سرکار عالی کو جاپان کے تعلیمی نظام کے مطالعہ اور تحقیق کے لئے بھیجا تھا - نواب صاحب موصوف نے وہاں رہ کر اس عجیب و غریب ملک کے حالات اور خاص کر تعلیمی نظم و نسق کو نہایت غور اور تحقیق سے مطالعہ فرمایا - کتاب کے ابتدائی حصے میں جاپان کی تاریخ اور اس کی ترقی کے اسباب پر نہایت دلچسپ اور فاضلانہ بحث کی ہے - جو ہمارے اہل وطن کے لئے بہت سبق آموز ہے - اردو میں یہ پہلی کتاب ہے جو جاپان پر اس طرز میں لکھی گئی ہے - ہر محب وطن کا فرض ہے کہ اس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھے - جو علاوہ دلچسپ ہونے کے پر از معلومات ہے - خاص کر ان لوگوں کے لئے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے جو ملک کی تعلیم سے تعلق رکھتے ہیں (حجم ۴۸۲ صفحہ) قیمت فی جلد مجلد ۳ روپیہ —

سرگذشت حیات (یا) آپ بیتی

اس کتاب میں حیات کے آغاز اور اس کے نشو و نما کی داستان نہایت دلچسپ طرز پر بہت ہی سلیس زبان میں بیان کی گئی ہے - حیات کی ابتدائی حالت سے لیکر اس کا ارتقا انسان تک پہنچایا گیا ہے اور تمام تاریخی مدارج کو اس سہل طریقے سے بتایا گیا ہے کہ ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی سمجھ سکے اور اگرچہ جدید سے جدید علمی تحقیقات بھی اس میں آگئی ہے مگر بیان کی سلاست میں فرق نہیں آیا - یہ کتاب جدید معلومات سے لبریز ہے اور ہر شخص کو اس کا مطالعہ کرنا لازم ہے (حجم ۳۰۰ صفحہ) قیمت فی جلد مجلد ۲ روپیہ ۸ آنے —

نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

تذکرۂ شعرائے اردو

مولفۂ میر حسن دہلوی - میر حسن کے نام سے کون واقف نہیں - اُن کی مثنوی بدر منیر کو جو قبول عام نصیب ہوا شاید ہی اُردو کی کسی کتاب کو نصیب ہوا ہو - یہ تذکرہ اسی مقبول اور نامور استاد کی تالیف ہے - یہ کتاب بالکل نایاب تھی بڑی کوشش سے بہم پہنچا کر طبع کی گئی ہے - میر صاحب کا نام اس تذکرہ کی کافی شہادت ہے - اس پر مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی نے ایک بسیط نقادانہ اور عالمانہ تبصرہ لکھا ہے جو قابل پڑھنے کے ہے - قیمت فی جلد مجلد ایک روپیہ ۱۴ آنہ غیرمجلد ایک روپیہ ۶ آنہ —

تاریخ تمدن

سرٹامس بکل کی شہرۂ آفاق کتاب کا ترجمہ ہے - الف سے (ی) تک تمدن کے ہر مسئلہ پر کمال جامعیت سے بحث کی گئی ہے اور ہر اصول کی تائید میں تاریخی اسناد سے کام لیا گیا ہے اس کے مطالعہ سے معلومات میں انقلاب اور ذہن میں وسعت پیدا ہوتی ہے - حصۂ اول غیر مجلد ایک روپیہ ۸ آنہ - مجلد دو روپیہ - حصۂ دوم مجلد دو روپیہ —

مقدمات الطبیعات

یہ ترجمہ ہے مگر انگلستان کے مشہور سائنس داں حکیم مکسلے کی کتاب کا جس کا نام کتاب کی کافی ضمانت ہے - اس میں بظاہر فطرت کی بحث درج ہے لیکن کتاب علم و فضل کا مرقع ہے - قیمت غیر مجلد ۲ - روپیہ مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ —

القول الاظہر

امام ابن مسکویہ کی معرکۃالآرا تصنیف (فوزالاصغر) کا اُردو ترجمہ ہے - یہ کتاب فلسفۂ الہیین کے اصول پر لکھی گئی ہے اور مذہب اسلام پر انہیں اصول کو منطبق کیا گیا ہے - قیمت غیر مجلد ۸ آنہ - مجلد ایک روپیہ —

القمر

قوانین حرکت و سکون اور نظام شمسی کی صراحت کے بعد چاند کے متعلق جو

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

جدید انکشافات ہوے ہیں ' ان سب کو جمع کردیا ہے - طرز بیان دلچسپ اور کتاب ایک نعمت ہے - قیمت غیر مجلد ۱۰ آنہ - مجلد ایک روپیہ —

فلسفۂ تعلیم

ہربرٹ اسپنسر کی مشہور تصنیف اور مسئلۂ تعلیم کی آخری کتاب ہے - غور و فکر کا بہترین کار نامہ - والدین و معلم کے لئے چراغ ہدایت ہے - تربیت کے قوانین کو اس قدر صحت کے ساتھہ مرتب کیا ہے کہ کتاب الہامی معلوم ہوتی ہے - اس کا نہ پڑھنا گناہ ہے - قیمت مجلد ۲ روپیہ - غیر مجلد ایک روپیہ ۱۲ آنہ —

دریاے لطافت

ہندوستان کے مشہور سخن سنج مہر انشاءاللہ خاں کی تصنیف ہے - اُردو صرف و نحو اور محاورات اور الفاظ کی پہلی کتاب ہے اس میں زبان کے متعلق بعض عجیب و غریب نکات درج ہیں - قیمت غیر مجلد ایک روپیہ ۸ آنہ - مجلد ۲ روپیہ —

طبقات الارض

اس فن کی پہلی کتاب ہے - ۳۰۰ صفحوں میں تقریباً جملہ مسائل قلم بند کئے ہیں - کتاب کے آخر میں انگریزی مصطلحات اور ان کے مرادفات کی فہرست بھی منسلک ہے - قیمت غیر مجلد ۲ روپیہ - مجلد دو روپیہ ۸ آنہ —

مشاہیر یونان و روما

ترجمہ ہے - سیرت نگاری اور انشا پردازی میں اصل کتاب کا مرتبہ دو ہزار برس سے آج تک مسلم الثبوت چلا آتا ہے - ادیبان عالم بلکہ شکسپیر تک نے اس چشمہ سے فیض حاصل کیا ہے - وطن پرستی اور بے نفسی عزم و جواں مردی کی مثالوں سے اس کا ہر ایک صفحہ معمور ہے - قیمت جلد اول غیر مجلد ۳ روپیہ - مجلد ۴ روپیہ جلد دوم مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ —

اسباق النحو

ملک کے ادیب کامل مولانا حمیدالدین صاحب بی - اے کی تالیف ہے - اختصار کے باوجود عربی صرف و نحو کا ہر ایک ضروری مسئلہ درج ہے - قیمت حصۂ اول غیر مجلد ۶ آنہ - حصۂ دوم مجلد ۴ آنہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

علم المعیشت

اس کتاب کی تصنیف سے پروفیسر محمد الیاس صاحب برنی ایم - اے نے ملک پر بہت بڑا احسان کیا ہے- معیشت پر یہ کتاب جامع و مانع ہے - مبہم و مشکل مسائل کو پانی کردیا ہے اس کے اکثر باب نہایت عجیب و غریب ہیں- اشتراکیت کا باب قابل دید ہے حجم ۸۸۵ صفحے قیمت مجلد ۵ روپیہ آٹھ آنے —

تاریخ یونان

یہ کتاب مطالب کے لحاظ سے مستند کتابوں کا خلاصہ ہے اور زبان کے لحاظ سے سلاست و شگفتگی کا نمونہ - اس کا نقطۂ خیال خالصاً ہندوستانی ہے- ایف اے کلاس کے طلبا جو یونان قدیم کی تاریخ سے گھبراتے ہیں' اس کتاب کو انتہا درجہ مفید پائیں گے- قیمت مجلد ۲ روپیہ —

رسالۂ نباتات

اس موضوع کا پہلا رسالہ ہے- علمی اصطلاحات سے معرا - طلباء نباتات جس مسئلہ کو انگریزی میں نہ سمجھ سکیں وہ اس رسالہ میں مطالعہ کریں- قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنے —

دیباچۂ صحت

اس کتاب میں مطالبات صحت پر مثلاً (ہوا' پانی' غذا' لباس' مکان وغیرہ) مبسوط اور دلچسپ بحث کی گئی ہے- زبان عام فہم اور پیرایہ موثر و دلپذیر ہے ملک کی بہترین تصنیف ہے - اس کا مطالعہ کئی ہزار نسخوں سے زیادہ قیمتی ثابت ہوگا - حجم ایک ہزار صفحے- قیمت مجلد چار روپیہ —

نکات الشعراء

یہ اردو کا تذکرہ استادالشعرا میر تقی مرحوم کی تالیفات سے ہے - اس میں بعض ایسے شعرا کے حالات بھی ملیں گے جو عام طور پر معروف نہیں - نیز میر صاحب کی رائیں اور زبان کے بعض بعض نکات پڑھنے کے قابل ہیں- مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی صدرالصدور امور مذہبی سرکار عالی نے اس پر ایک ناقدانہ اور دلچسپ مقدمہ لکھا ہے- قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں -

فلسفۂ جذبات

کتاب کا مصنف ہندوستان کا مشہور نفسی ہے۔ جذبات کے علاوہ نفس کی ہر ایک کیفیت پر نہایت لیاقت اور زبان آوری کے ساتھہ بحث کی گئی ہے۔ متعلمان نفسیات اسے مفید پائیں گے قیمت مجلد دو روپیہ آٹھہ آنہ۔ غیر مجلد دو روپیہ —

رضع اصطلاحات

یہ کتاب ملک کے نامور انشا پرداز اور عالم مولوی وحیدالدین سلیم (پروفیسر عثمانیہ کالج) نے سالہا سال کے غور و فکر اور مطالعے کے بعد تالیف کی ہے بقول فاضل مولف "یہ بالکل نیا موضوع ہے۔ میرے علم میں شاید کوئی ایسی کتاب نہ آج تک یورپ کی کسی زبان میں لکھی گئی ہے نہ ایشیا کی کسی زبان میں" اس میں وضع اصطلاحات کے ہر پہلو پر تفصیل کے ساتھہ بحث کی گئی ہے اور اس کے اصول قایم کئے گئے ہیں۔ مخالف و موافق رایوں کی تنقید کی گئی ہے اور زبان کی ساخت اور اس کے عناصر ترکیبی، مفرد و مرکب اصطلاحات کے طریقے۔ سابقوں اور لاحقوں۔ اردو مصادر اور ان کے مشتقات۔ غرض سیکڑوں دلچسپ اور علمی بحثیں زبان کے متعلق آگئی ہیں۔ اُردو میں بعض اور بھی ایسی کتابیں ہیں جن کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ زبان میں ان کی نظیر نہیں۔ لیکن اس کتاب نے زبان کی جڑیں مضبوط کردی ہیں۔ اور ہمارے حوصلے بلند کردیے ہیں۔ اس سے پہلے ہم اردو کو علمی زبان کہتے ہوئے جھجکتے اور اس کی آئندہ ترقی کے متعلق دعوی کرتے ہوئے ہچکچاتے تھے۔ مگر اس کتاب کے ہوتے یہ اندیشہ نہیں رہا۔ اس نے حقیقت کا ایک نیا باب ہماری آنکھوں کے سامنے کھول دیا ہے۔ تعداد صفحات ۳۰۵۔ قیمت مجلد تین روپیہ ۱۲ آنہ —

محاسن کلام غالب

ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم کا معرکۃالآرا مضمون ہے۔ اُردو زبان میں یہ پہلی تحریر ہے۔ جو اس شان کی لکھی گئی ہے۔ یہ مضمون اردو کے پہلے نمبر میں طبع ہوا تھا۔ صاحب نظر قدر دانوں کے اصرار سے الگ بھی طبع کیا گیا ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ۔ غیر مجلد ۸ آنہ —

ملل قدیمہ

ایک فرانسیسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اس میں بعض قدیم اقوام، سلطنت کلدانی، آشوری، بابل۔ بنی اسرائیل و فنیقیہ کی معاشرت۔ عقائد۔ اور صنعت و حرفت وغیرہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

کے حالات دلچسپی اور خوبی کے ساتھ دیے ہیں - اُردو میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس سے اُن قدیم اقوام کے حالات صحیح طور سے معلوم ہوسکیں اس لئے انجمن نے اِسے خاص طور پر طبع کرایا ہے - حالات کی وضاحت کے لئے جابجا تصویریں دی گئی ہیں - صفحہ ۲۸۴ قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنے —

بجلی کے کرشمے

یہ کتاب مولوی محمد معشوق حسین خانصاحب بی ' اے - نے مختلف انگریزی کتابوں کے مطالعہ کے بعد لکھی ہے - برقیات پر یہ ابتدائی کتاب ہے اور سہل زبان میں لکھی ہے - ہمارے بہت سے ہم وطن یہ نہیں جانتے کہ بجلی کیا چیز ہے' کہاں سے آتی ہے' کیا کام آسکتی ہے - یہ کتاب ان تمام معلومات کو بتاتی ہے - لڑکے لڑکیوں کے لئے بھی مفید ہے - قیمت ایک روپیہ بارہ آنے —

البیرونی

مصنفۂ مسٹر سید حسن برنی بی' اے - اس کتاب میں علامۂ ابوریحان بیرونی کے سوانحی حالات ہیں اور ان کی مشہور و معروف تصنیف کتاب الہند اور دیگر تصانیف پر تفصیل کے ساتھ تبصرہ کیا گیا ہے - یہ کتاب انجمن ترقی اُردو میں باقی نہیں رہی تھی مگر اب اس کی چند جلدیں آگئی ہیں جن اصحاب کے پاس نہ ہو جلد طلب فرما لیں قیمت فی جلد مجلد دو روپیہ - غیر مجلد ڈیڑھ روپیہ —

تاریخ ہند

ہندوستان کی یہ تاریخ مولوی سید ہاشمی صاحب فریدآبادی نے محکمۂ تعلیمات سرکار نظام کی فرمایش پر لکھی ہے اور مڈل اسکولوں میں پڑھائی جاتی ہے اس وقت تک کوئی اور مختصر تاریخ ہند اس نقطۂ نظر اور ایسی خوبی سے نہیں لکھی گئی ہے- تعلیمی حلقوں کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اسے بہت پسند کیا ہے - چھوٹے سائز کے ۲۸۴ صفحہ - قیمت ایک روپیہ ایک آنہ —

لغت اصطلاحات علمیہ

جملہ اہم علوم کی اصطلاحوں کا ترجمہ ' جس میں حسب ذیل علوم داخل ہیں:-
Astronomy, Botany, Economics. History, (Constitutional, Greece

---

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

England etc, Logic, Algebra, Conics, Solid Geometry, Trigonometry, Differential Equations, Statics, Metaphysics, Psychology, Physics, Political Science, Archaelogy, Biology .

کئی سال کی مسلسل محنت اور مختلف ماہرین فن و ماہرین لسان کی کاوش و کوشش کا نتیجہ ہے - مصنفین ' مترجمین اور معلمین کے لئے نا گزیر ہے —

حجم ۵۳۸ صفحہ - قیمت مجلد چھہ روپے—

یہ بیش بہا کتابیں بھی انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن سے مل سکتی ہیں

دیوان غالب جدید و قدیم

یہ وہ نایاب کلام ہے جس کی اشاعت کا اہل ملک کو بے حد انتظار تھا - اس میں مرزا غالب کا قدیم و جدید تمام کلام موجود ہے - مرزا صاحب کا قدیم کلام ملنے کی کسے توقع تھی - یہ محض حسن اتفاق تھا کہ ہاتھہ آگیا اور اب ریاست بھوپال کی سرپرستی میں چھپ کر شائع ہوا ہے - مع مقدمہ ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم مجلد ۵ روپیہ غیر مجلد ۴ روپیہ (بلا مقدمہ مجلد ۳ روپیہ ۸ آنہ - غیر مجلد دو روپیہ ۸ آنہ) —

حقیقت اسلام

یہ کتاب جناب نواب سر امین جنگ بہادر ' کے ' سی ' آئی ' ای ' سی ' ایس ' آئی ' ایم ' اے ' بی ' ایل ' ایف ' آر ' ایس ' چیف سکریٹری گورنمنٹ نظام و صدرالمہام پیشی کی بے نظیر تصنیف نرت آن اسلام کا با محاورہ اور سلیس ترجمہ ہے - اس کتاب میں مصنف نے نہایت خوبی کے ساتھہ موجودہ خیالات سائنس سے اسلام کی تطبیق اور اس کی صداقت کا بیان کیا ہے - فاضل مصنف نے ان تمام مشکل مسائل کی حقیقت کو جن میں اکثر تعلیم یافتہ جوانوں یا غیر مسلموں کو شبہات واقع ہوتے ہیں ' زمانۂ حال کے ترقی یافتہ خیالات کی روشنی میں نہایت دلاویز طریقے اور حکیمانہ استدلال سے بیان کیا ہے - جس سے مصنف ممدوح کے وسیع مطالعہ ' فلسفیانہ طبیعت اور غور و خوض کا پتہ ملتا ہے —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

کتاب بہت عمدہ کاغذ پر مجلد چھپی ہے۔ انجمن سے بارہ آنہ میں مل سکتی ہے

تمدن ہند

مصنفۂ ڈاکٹر گستاؤ لی‌بان مترجمہ مولوی سید علی صاحب بلگرامی مرحوم - اس کتاب سے کون واقف نہیں! ہر جگہ اس کے شائق موجود تھے مگر کہیں نہ ملتی تھی - اب اس کی چند جلدیں انجمن ترقی اُردو میں آگئی ہیں - اور بہت کم قیمت پر پیش کی جا رہی ہیں - جلد منگوا لیجئے ورنہ اس کتاب کا دوبارہ چھپنا مشکل ہے - قیمت کی جلد مجلد پندرہ روپیہ —

تاریخ زوال روما

یہ گبن کی مشہور تاریخ کے ابتدائی (۷) ابواب کا ترجمہ ہے - اصل کتاب اپنی خوبیوں کے اعتبار سے محتاج تعریف نہیں - قیمت فی جلد غیر مجلد سوا روپیہ —

تاریخ عرب

مصنفۂ موسیو سدیو فرانسیسی - عربوں کے متعلق یہ کتاب ان تمام تاریخوں کا نچوڑ ہے جو یورپ و ایشیا کے کتاب خانوں کی زینت ہیں - مسلمانوں کی ترقیوں اور عربوں کے کمالات کا آئینہ ہے - ساتھ ہی یورپ کے کذب و افترا کا بہترین جواب - قیمت مجلد چرمی ۷ روپیہ ۸ آنہ ، مجلد پارچہ ۵ روپیہ —

بانگ درا (مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر سر محمد اقبال کے کلام کا مجموعہ مع دیباچہ شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر ایڈیٹر مخزن لاہور قیمت غیر مجلد ۴ روپیہ —

یادگار غالب

یعنی مرزا اسدالله غالب دهلوي کے مفصل حالات زندگی اور ان کے اقسام نظم و نثر ، اُردو فارسی پر تفصیلی ریویو اور انتخاب - مولفۂ شمس‌العلما مولانا الطاف حسین صاحب حالی مرحوم - قیمت مجلد ۳ روپیہ —

شعر و شاعری

شمس‌العلما خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کے اُردو دیوان کا لاجواب مقدمہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکہ انگریزی میں ہیں —

جس میں شعر و شاعری پر نقادانہ بحث کی گئی ہے - تنقید ي حیثیت سے اُردو زبان میں اب تک ایسا مضمون نہیں لکھا گیا ہے - قیمت مجلد ۲ روپیہ غیر مجلد سوا روپیہ -

موازنۂ انیس و دبیر

میر انیس کی شاعری پر تفصیلی ریو یو اور میر انیس و مرزا دبیر کا موازنہ - مؤلفہ مولانا شبلی نعمانی قیمت فی جلد مجلد چار روپیہ - غیر مجلد تین روپیہ —

وکرم اُروسی

کالیداس کے مشہور ناٹک کا اُردو ترجمہ مع ایک بسیط مقدمہ کے جس میں ہندو ڈرامہ کی تاریخ اور نوعیت پر مفصل بحث کی گئی ہے - مرتبۂ مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی - اے مرحوم - قیمت مجلد دو روپیہ - غیر مجلد ڈیڑھ روپیہ —

خطوط شبلی

علامہ شبلی مرحوم کے یہ وہ لاجواب اور نادر خطوط ہیں جو موصوف نے بمبئی کی مشہور تعلیم یافتہ خواتین عطیہ بیگم صاحبہ فیضی ' زہرا بیگم صاحبہ فیضی کے نام وقتاً فوقتاً کمال اخلاص و محبت اور انداز خاص کے ساتھہ لکھے تھے - یہ جواہر پارے اُردو میں مولانا کے کمال انشا پردازی کی نایاب یادگار ہیں - طرز نگارش اس قدر لطیف اور پاکیزہ ہے کہ شروع کر کے ختم کئے بغیر کتاب کو چھوڑنا دشوار ہے - شروع میں جناب مولوي عبدالحق صاحب ' بی - اے معتمد انجمن ترقی اُردو کا ایک نہایت لطیف و سخن گسترانہ مقدمہ بھی شامل ہے - جس نے ان خطوط کے جذبات - اخلاص و محبت اور نکات ادبی کو بے نقاب کردیا ہے - مرتبۂ محمد امین صاحب مارہروی و جناب قیصر بھوپالی - قیمت ایک روپیہ —

دیوان غالب مطبوعہ جرمنی

غالب کے کلام کی قدر اور جو مانگ ہے ' ہر صاحب ذوق جانتا ہے ' اُس کے دیوان کا ایک اڈیشن نفاست پسند طبایع کے لئے جرمنی کے مشہور کاریانی پریس میں جامعۂ ملیہ نے چھپوایا تھا جو ہاتھوں ہاتھہ نکل گیا - دوسری بار پھر اسی اہتمام و نفاست سے طبع ہوا ہے - ٹائپ ' کاغذ ' چھپائی ' جلد ' سائز ' ہر چیز دیدہ زیب و دلفریب ہے - قیمت چار روپیہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

محشر خیال

یہ سید سجاد انصاری مرحوم وکیل بارہ بنکی کے چند دلکش ادبی و اصلاحی مضامین اور نظموں کا مجموعہ ہے جو شرکت ادبیہ دہلی نے خاص اہتمام سے چھپوایا ہے - سجاد انصاری صاحب خوش فکر و خوش گفتار ادیب تھے ' اُن کے مضامین خاص قدرت و ادبیت اور کلام میں خاص کیف اور بلند خیالی و جذبات نگاری ہوتی ہے - یہ مجموعہ مرحوم کی جوانمرگی کی یاد گار ہے ' جس کو سید منظور حسین صاحب نے مرتب کیا ہے - لکھائی چھپائی بہت پاکیزہ ' سائز مختصر ' جلد نہایت نفیس ' اوپر سنہری حروف میں کتاب کا نام بھی لکھا ہے ' قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ —

چمن

یہ نہایت چھوٹا سا حسین و جمیل مجموعہ اساتذہ اردو کے پاکیزہ کلام کا انتخاب ہے - کارڈ سائز پر نہایت اعلیٰ طباعت و کتابت کے ساتھ عید کے موقعہ پر دوست احباب کو پیش کرنے کے لئے بہترین ادبی تحفہ ہے - قیمت ۵ آنہ —

اُردوے قدیم

مجلس دارالمورخین حیدرآباد کی یہ پہلی کتاب ہے جس میں اُردو اور اُس کے نظم و نثر کی مفصل تاریخ اور عہد بعہد کی ترقیوں کا تذکرہ ہے ابتدائی زمانے سے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد آخر تک شعراء اور مصنفین اُردو کے صحیح حالات تحریر ہیں ' جسے مشہور مورخ مولوی شمس اللہ قادری ماہر علوم آثار قدیمہ نے عربی ' فارسی اُردو ' انگریزی ' فرانسیسی ' جرمنی وغیرہ زبانوں کی مشہور و مستند کتابوں سے مرتب و تالیف کیا ہے - قابل دید ہے - قیمت قسم اول دوروپیہ ' قسم دوم ایک روپیہ آٹھ آنہ —

معراج العاشقین

یہ کتاب بھی مجلس مذکور کے مطبوعات میں ہے اور حضرت مخدوم ابوالفتاح صدرالدین سید محمد حسینی گیسو دراز بندہ نواز (رح) کی تصنیف ہے ' جنھوں نے سنہ ۸۲۵ ھ میں انتقال فرمایا - اس کتاب میں حضرت کے بعض مواعظ و ارشادات قدیم اردو یعنی دکنی اُردو میں لکھے ہیں - مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اُردو کی تصحیح و ترتیب اور مقدمہ کے ساتھ چھپی ہے - قیمت ۶ آنہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

مسکوکات قدیمہ

جلوی ہندوستان کے طلائی سکوں کی تاریخ اور حالات و اقسام جن کو " ہون " کہا جاتا تھا ' آخر میں اُن کی فہرست اور تصاویر بھی شامل ہیں - طلبائے تاریخ تگری کے لئے بہت مفید ہے - مرتبہ مولوی شمس العلما صاحب ' قیمت ۶ آنہ —

ظہیر فاریابی

یہ رسالہ بھی مجلس مذکور کی مطبوعات میں ہے ' اس میں فارسی کے مشہور و غیر فارسی شاعر ظہیر فاریابی کے حالات و سوانح وغیرہ کے علاوہ اُس کے کلام پر قابلانہ تبصرہ کیا گیا ہے - قیمت ۶ آنہ —

طہران مخوف (یا) یادگار یک شب - جلد اول

جدید فارسی زبان کا ایک دلچسپ اور اثر انگیز ناول ہے - جس میں موجودہ ایران کی سیاسی و انتظامی حالت کا ہو بہو خاکہ کھینچا ہے - وہاں کی بد نظمیوں اور قابل اصلاح شعبوں کو دکھلایا ہے ' مرتضیٰ ' مشفق ' کاظمی - تین فاضل ایرانی ادیبوں کی تصنیف ہے اور برلن پایہ تخت جرمنی کے مشہور کاویانی پریس نے نہایت عمدہ طبع کیا ہے - قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ —

انتخاب زریں

نواب مسعود جنگ بہادر ناظم تعلیمات ریاست حیدر آباد دکن نے اُردو شعرائے ماضی و حال کے کلام کا انتخاب فرمایا ہے - اِس میں شعرا کا مختصر حال اور اُن کا کلام اُن کے زمانے کی ترتیب کے لحاظ سے دیا ہے - عمدہ چکنے کاغذ پر نظامی پریس بدایون نے شایع کیا ہے اور جلد بھی بہت خوبصورت ہے - قیمت فی جلد ڈھائی روپیہ —

قاموس المشاہیر (جلد اول و دوم)

اُردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے - یعنے دنیا کے کل مشہور لوگوں کے حالات مختصر طور پر بیان کردئے گئے ہیں - ہندوستان کے لوگوں اور مسلمانوں کے حالات زیادہ تفصیل سے لکھے ہیں - مطبوعہ نظامی پریس بدایوں قیمت جلد اول چھ روپیہ ' جلد دوم چھ روپیہ —

فسانۂ جوش

مسٹر سلطان حیدر جوش کے بعض مضامین کا مجموعہ - مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ قیمت ایک روپیہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

مجموعۂ قصائد مومن

ہندوستان کے مشہور نازک خیال شاعر حکیم مومن خاں مومن دہلوی کے اُردو قصائد - مرتبۂ ضیاء احمد صاحب ایم - اے مع مقدمہ و حواشی مطبوعہ الناظر پریس قیمت ۱۲ آنہ -

گوتم بدھ

ہندوستان کے مشہور رہنما مہاتما بدھ کی مختصر سوانح عمری اور اُن کی تعلیمات کا خلاصہ - مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ قیمت چار آنہ —

مسالک النظر فی نبوت سید البشر

مصنفہ سعید بن حسن الاسکندرانی مترجمہ مولوی محمد نعیم الرحمن صاحب ایم - اے مطبوعہ الناظر پریس قیمت چار آنہ —

حکایۂ لیلیٰ مجنوں

ایک دلچسپ افسانہ مصنفہ مولوی سید سجاد حیدر صاحب بی - اے مطبوعہ الناظر پریس قیمت چار آنہ —

مقتل فریب مغربی معمول خانے

مؤلفہ مولوی سید طالب علی طالب الہ آبادی مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ قیمت چار آنہ -

---

صوفی پنڈی بہاء الدین کی کتابیں

غازی انور پاشا

انجمن اتحاد و ترقی کی خفیہ اور حیرت انگیز کار روائیاں - طرابلس کی تبرد آزمائیاں جنگ بلقان کے معرکے اور جنگ عظیم کے حالات - عالمگیر اتحاد اسلامی کی ایک منظم کوشش - یہ کتاب بتائیگی کہ یورپ نے کس طرح اسلام کی تباہی کے لئے خفیہ سازشیں کیں - غازی موصوف کی زندگی کے مکمل حالات - قیمت تیرہ روپیہ —

مسئلۂ شرقیہ

علامہ مصطفیٰ کمال پاشا کی کتاب " المسئلۃ الشرقیہ " کا اُردو ترجمہ - اس

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

کتاب میں سیاسیات اسلامی کے تمام اسرار اور رموز بےنقاب کردیے گئے ہیں - قیمت دو روپیہ —

امین و مامون

علامہ جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال مصر کے عربی ناول کا ترجمہ - مامون رشید اور امین اور ہارون‌الرشید کی سیاسی چالیں ' تخت خلافت کے لئے جد و جہد - تاریخی ' علمی اور ادبی لحاظ سے قابل دید ہے - قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے —

تاریخ افغانستان

اتحاد اسلامی اور پین‌اسلام ازم کے موجد جمال‌الدین افغانی کی اس کتاب کا ترجمہ جو سید موصوف نے افغانستان کی سوتی بستی کو جگانے کے لئے لکھی - قیمت سوا روپیہ —

سید جمال الدین افغانی

(مرتبہ مولوی ظفر علی خاں صاحب بی - اے ایڈیٹر زمیندار)

یہ اس بزرگ ہستی کے حالات زندگی ہیں جس نے موجودہ ترک احرار پارٹی کا بیج بویا اور آزادی کی روح پھونکی اور غلامی کا جوا گردن سے نکال پھینکنے کا سبق دیا' قیمت ۵ آنے —

دربار علم

عالم خیال میں دربار علم کا انعقاد - افتتاحی تقریر اور سات علمی درباروں کےبعد موجودہ تعلیم و تدریس کی بد عنوانیاں ' علما و طلبا ' شان تعلیم و تعلم کا نہ رہنا ' اور ان خرابیوں کا علاج - مولفۂ مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی قیمت ڈیڑھ روپیہ —

فقرائے اسلام

مولفۂ مولانا عبدالسلام صاحب ندوی-اس میں پیشوایان دین اور علمائے اسلام کے حالات جنھوں نے با وجود فقر و فاقہ اسلام کے اصول و ارکان کو مستحکم کیا - ان کی فیاضی ' ہمدردی' قناعت ' توکل اور بے نیازی کے بے نظیر نمونے درج ہیں - قیمت ڈیڑھ روپیہ —

پھل اور میوہ جات

ہر قسم کے ثمرات اور میوہ دار درختوں کی کاشت اور ان کی نگہداشت کے طریقے قیمت ۸ آنے—

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

ترکاریاں

هر طرح کی ترکاریوں کی کاشت اور نگہداشت کے طریقے - قیمت ۸ آنے —

اسلامی کہانیاں

(مسلمان بچوں کے لئے) صحابۂ کرام ' تابعین ' مجاهدین اور علماے سلف کے ایثار' جوانمردی اور کریم النفسی کے حالات کتاب میں جمع کردیے گئے هیں - قیمت ۴ آنہ —

(دارالمصنفین اعظم گڑھ)

سیرۃالنبی حصۂ اول	۴ روپیہ
سیرۃالنبی حصۂ دوم	۳ روپیہ ۸ آنہ
سیرۃالنبی حصۂ سوم	۶ روپیہ
شعرالعجم مکمل ۵ حصے	۱۳ روپیہ
سفر نامۂ مولانا شبلی	۲ روپیہ
علم الکلام	۲ روپیہ
الکلام	۲ روپیہ
کلیات شبلی	ڈیڑھ روپیہ
اسوۂ صحابہ مکمل دو حصے	۸ روپیہ
انقلاب الامم	۲ روپیہ
برکلے	ڈیڑھ روپیہ
مکالمات برکلے	ڈیڑھ روپیہ
مثنوی بحرالمحبت	۱۲ آنہ
تفسیر ابو مسلم اصفہانی (عربی)	۲ روپیہ
سیر الصحابیات	۲ روپیہ ۴ آنہ
روح الاجتماع	۲ روپیہ
ابن رشد	۴ روپیہ
گل رعنا	۵ روپیہ
سیرالانصار	۳ روپیہ ۸ آنہ
شعرالہند مجلد	۵ روپیہ
شعرالہند غیر مجلد	۴ روپیہ

(مطبع کاویانی برلن)

تیا تر (فارسی)	۲ روپیہ ۸ آنہ
تاریخ سنی ملوک الارض (عربی)	۲ روپیہ ۸ آنہ
نصاب الصبیان (فارسی)	۱ روپیہ
رهنماے پسران (فارسی)	۱ روپیہ ۸ آنہ
تلغراف بی سیم (فارسی)	۱ روپیہ
هزار و یک سخن (فارسی)	۱۱ آنہ

(جامعہ ملیہ دهلی)

الخلافت الکبریٰ	۵ روپیہ
الصراط المستقیم	۲ روپیہ
بصائر	۶ آنہ
سیرۃ الرسول	ڈیڑھ روپیہ
خلافت راشدہ	۲ روپیہ
خلافت بنی امیہ	ڈیڑھ روپیہ
خلافت عباسیہ	۲ روپیہ

نوٹ کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں هیں —

خلافت عباسیۂ بغداد ۲ روپیہ
مبادی معاشیات ۱ روپیہ
انتخاب کلام مہر (از نورالرحمن صاحب) ۱ روپیہ
قواعد عربی ۲ روپیہ
عرض جوہر ۸ آنہ
مجموعۂ کلام جوہر ۶ آنہ
اسلامی تہذیب و قومی تعلیم ۴ آنہ
ازہارالعرب (عربی) ۸ آنہ
انتخاب مضامین جوہر ۱ روپیہ
ترکوں کی کہانیاں ۴ آنہ
خطبۂ شیخ الہند ۲ آنہ
خطبۂ حکیم اجمل خاں صاحب ۲ آنہ
ہمارے نبی ۸ آنہ
تاریخ ہند قدیم ۱ روپیہ
اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر ۱۲ آنہ

(نظامی پریس بدایوں)

قاموس المشاہیر جلد اول ۶ روپیہ
قاموس المشاہیر جلد دوم ۶ روپیہ
نکات غالب مجلد ۱ روپیہ
دیوان غالب مشرح مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ
دیوان جان صاحب مجلد تیرہ روپیہ
دیوان درد ۱ روپیہ ۴ آنہ
دیوان غالب (لائبریری ایڈیشن) تیرہ روپیہ
خطوط سر سید قسم اول ۳ روپیہ
خطوط سر سید قسم دوم ۲ روپیہ
لیتھو گرافی مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ
انتخاب زریں مجلد ۲ روپیہ
مراثی انیس جلد اول مجلد ۱۰ روپیہ
مراثی انیس جلد دوم قسم دوم ۸ روپیہ
قسم دوم ۴ روپیہ
قصائد ذوق ۳ روپیہ

(دائرۂ ادبیہ - لکھنؤ)

یادگار غالب مجلد ۳ روپیہ
مکاتیب امیر مینائی ۲ روپیہ ۸ آنہ
مکاتیب اکبر ۱ روپیہ
میناے سخن ۱ روپیہ
حزن اختر ۸ آنہ
درس عمل ۴ آنہ
خواتین انگورا ۱ روپیہ
بیگمات بنگال ۶ آنہ
اسلام کا اثر یورپ پر ۴ آنہ
مشرقی ترکستان ۶ آنہ
سیاحت زمین ۱ روپیہ
سیاحت ہوا ۱ روپیہ

(الناظر پریس - لکھنؤ)

فلسفیانہ مضامین عبدالماجد صاحب ۱ روپیہ ۸ آنہ
تاریخ عرب مجلد ۷ روپیہ
موازنۂ انیس و دبیر میر مجلد ۳ روپیہ
مقدمۂ شعر شاعری ۱ روپیہ ۴ آنہ
اصول النسخ ۶ آنہ
مسلمانان اندلس ۱ روپیہ
اسرار رنگون ۱ روپیہ
ہوم رول ۵ آنہ
خوان دعوت ۱ روپیہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں۔

مصنوعی شوہر	۲ آنہ
وکرم عروسی	۱ روپیہ ۸ آنہ
مسلمانوں کی تہذیب	۶ آنہ
الاحسان	۸ آنہ
ارض نہرین	۴ آنہ
تذکرۂ حزیں	۴ آنہ
حیات نظامی	۴ آنہ
خطاب	۴ آنہ
میلاد نبوی	۴ آنہ
تصویر درد	۴ آنہ
شمع و شاعر	۲ آنہ
فریاد اُمت	۳ آنہ

(دارالاشاعت پنجاب ۔ لاہور)

صبح زندگی	۱ روپیہ ۸ آنہ
شام زندگی	۱ روپیہ ۴ آنہ
شب زندگی ہر دو حصہ	۲ روپیہ ۴ آنہ
منازل السائرہ	۱ روپیہ
سنجوگ	۱۰ آنہ
جواہر قدامت	۱ روپیہ ۸ آنہ
تحفۂ سائنس	۲ روپیہ ۸ آنہ
مشاہیر ہند	۲ روپیہ ۸ آنہ
نیلی چھتری	۱ روپیہ ۴ آنہ
بہرام کی گرفتاری	۱ روپیہ
اخترالنساء بیگم	۱ روپیہ ۸ آنہ
روشنک بیگم	۲ روپیہ
رانی کرونارت	۱ آنہ
رسوم دہلی	۴ آنہ ۶ پائی
ان پورنا دیوی کا مندر	۱ روپیہ ۸ آنہ

ایام غدر	۱ روپیہ ۴ آنہ
نقش فرنگ	۱ روپیہ ۴ آنہ
پریم پچیسی مکمل	۳ روپیہ
پریم بتیسی حصۂ اول	۱ روپیہ ۸ آنہ
بانگ درا غیر مجلد	۴ روپیہ
نعمت خانہ	۱ روپیہ ۴ آنہ
چندن ہار	۲ آنہ
انمول موتی	۱ آنہ ۹ پائی
سوکن کا جاپا	۶ آنہ
گوہر مقصود	۹ آنہ
لولی	۲ روپیہ
سواء السبیل	۱ روپیہ
سخندان پارس	۱۰ آنہ
توانین دولت	۴ آنہ
ہیلا	۱۲ آنہ
چترا	۱۲ آنہ
امتیاز پچیسی	۸ آنہ
دلپسند کہانیاں	۱۲ آنہ
دلچسپ کہانیاں	۱۰ آنہ

(تصانیف نورالٰہی ومحمدعمر صاحبان)

موجودہ لندن کے اسرار	۱ روپیہ
ناٹک ساگر (یعنی دنیائے ڈراما کی تاریخ) مجلد ۳ روپیہ	
تین توپیاں	۸ آنہ
ظفر کی موت	۴ آنہ
قزاق	۸ آنہ
بگڑے دل	۸ آنہ

——— :●: ———

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں۔

(دوسری قابل قدر کتابیں)

رسائل شبلی	۱ روپیہ ۸ آنہ	زکری	۱۰ آنہ
کتب خانۂ اسکندریہ	۵ آنہ	سیرالمصنفین	۲ روپیہ
بشری	۶ آنہ	جہاں آرا بیگم	۸ آنہ

—— :o: ——

عروس ادب

مولوی سید ناظرالحسن صاحب ہوش بلگرامی کے اخلاقی ادبی تاریخی اور سیاسی مضامین کا مجموعہ - حجم ۲۲۴ صفحہ سایز ۲۹ × ۲۰ کاغذ عمدہ سفید - لکھائی چھپائی بہت خوشنما ہے - قیمت فی جلد غیر مجلد دو روپیہ —

خیالات ارونگ

مشہور امریکن مصنف واشنگٹن ارونگ کے بعض دلچسپ مضامین کا با محاورہ اُردو ترجمہ از مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا وکیل، غازی آباد، ضلع میرٹھ - قیمت آٹھ آنے —

رسالہ اردو کے خریداروں کے ساتھہ خاص رعایت

رسالہ اردو کے خریداروں کو انجمن ترقی اُردو کی شایع کی ہوئی کتابیں فی روپیہ چار آنہ کمی قیمت کے ساتھہ دی جائینگی - اُمید ہے کہ ناظرین اس رعایت سے فائدہ اُٹھا ئینگے —

دیگر مقامات کی کتابیں جو بطور ایجنسی انجمن میں فروخت ہوتی ہیں، ان کی قیمتوں میں کوئی کمی نہیں کی جاسکتی —

——]•[——

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

اپنے اُن مہربان معاونین کی فہرست مرتب کر رہی ہے جو اس بات کی عام اجازت دیدیں کہ آئندہ جو کتاب انجمن سے شائع ہو، وہ بغیر اُن سے دوبارہ دریافت کئے تیار ہوتے ہی اُن کی خدمت میں بذریعہ وی پی روانہ کردی جایا کرے - ہمیں اُمید ہے کہ قدردان زبان اُردو ہمیں عام طور پر اس قسم کی اجازت دیدیں گے کہ ان کے اسمائے گرامی اس فہرست میں درج کرلئے جائیں اور انجمن سے جو نئی کتاب شایع ہو فوراً بغیر دوبارہ دریافت کئے روانہ کردی جایا کرے - یہ انجمن کی بہت بڑی مدد ہوگی اور آئندہ اسے نئی نئی کتابوں کے طبع کرنے میں بڑی سہولت ہوجائے گی۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے معاونین جو اُردو کی ترقی کے دل سے بھی خواہ ہیں اس اعانت کے دینے میں دریغ نہ فرمائیں گے —

ان معاونین کی خدمت میں کل کتابیں جو آئندہ شائع ہوں گی وقوقتاً فوقتاً چوتھائی قیمت کم کر کے روانہ ہوں گی —

المشتہر

انجمن ترقی اردو - اورنگ آباد (دکن)

اردو

جلد ۸ حصہ ۳۱

جولائی سنہ ۱۹۲۸ء

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

کا

سہ ماہی رسالہ

یادگار مولانا شرر مرحوم

تین سالانہ انعام

زبان اُردو کے محسن مولانا عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم کی یادگار میں جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم پروفیسر جامعۂ عثمانیہ، جناب مولوی عبدالحق صاحب بی۔اے، سکرٹری انجمن ترقی اُردو، اور جناب مولوی سید ہاشمی صاحب رکن دارالترجمہ نے حسب ذیل تین سالانہ انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے—

(۱) "عطاے سلیم"

رسالۂ اُردو اورنگ آباد کے سال بھر کے مضامین نثر میں جو مضمون ہر اعتبار سے بہترین اور ادب اُردو کے لئے سب سے مفید ہوگا، اس کے لکھنے والے کی خدمت میں جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم کی طرف سے مبلغ ۲۰۰ روپیہ کلدار پیش کیا جاے گا۔

(۲) "عطاے عبدالحق"

رسالۂ اُردو کے سال بھر کے مضامین نثر میں دوسرے درجے کے سب سے اچھے مضمون پر ۱۲۵ روپیہ کلدار کا انعام جناب مولوی عبدالحق صاحب بی۔اے، عطا فرمائیں گے—

(۳) "عطیۂ ہاشمی"

کے نام سے تیسرا انعام ۱۰۰ روپیہ کلدار کا، مولوی سید ہاشمی صاحب اُن صاحب کی نذر کریں گے جن کی نظم رسالۂ اُردو کے سال بھر کی نظموں میں سب سے اچھی اور اعلیٰ درجے کی ہوگی—

ہر سال کے اخیر مہینے میں جو حضرات اہل سمجھے جائیں گے اُن کی خدمت میں رقم ارسال کر کے رسالے میں اس کا اعلان ہوتا رہے گا۔ انعام کی اہلیت کا فیصلہ صرف معطیان کی متفقہ رائے پر منحصر ہوگا—

المعلن

مدیر رسالۂ اُردو اورنگ آباد دکن

سائنس

انجمن ترقی اُردو کا سہ ماہی رسالہ

جس کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اُردو دانوں میں مقبول کیا جائے، دنیا میں سائنس کے متعلق جو نئی نئی بحثیں یا ایجادیں اور اختراعیں ہورہی ہیں یا جو جدید انکشافات وقتاً فوقتاً ہونگے، اُن کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جائے - ان تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی جائےگی - اس سے اُردو زبان کی ترقی اور اہل وطن کے خیالات میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے —

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان کے سائنس دانوں کے علاوہ یورپ کے فضلائے بھی اس رسالے میں مضمون لکھنا منظور فرمایا ہے- اس رسالے میں متعدد بلاک بھی شائع ہوا کریں گے —

سالانہ چندہ آٹھ روپے سکۂ انگریزی (نو روپیہ چار آنے سکۂ عثمانیہ) —

امید ہے کہ اُردو زبان کے بہی خواہ اور علم کے شائق اس کی سرپرستی فرمائیں گے-

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

فہرستِ مضامین



نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	مرزا غالب کی خودنوشتہ سوانح عمری کا ورق	اڈیٹر	۳۲۷
۲	گل - گلاب	جناب برجموہن دتاتریہ ' کیفی ' صاحب	۳۳۱
۳	مرہٹی شاعری کی کہانی	جناب دتاتر ابھینکر صاحب بی-اے' بی ٹی	۳۳۹
۴	اجنبی	ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم	۳۸۸
۵	جواہرالعجائب (مقدمہ)	جناب حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب	
	(جوہرالعجائب) (تعلقات)	ام - آر - اے - یس	۳۸۹
۶	قدیم اُردو	اڈیٹر	۴۵۰
۷	دیباچۂ قدیم شاہنامہ	جناب حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب ام - آر - اے - یس	۴۶۰
۸	بجواب استفسار محوی	جناب نورالہی و محمد عمر صاحبان	۴۶۵
۹	تبصرے	اڈیٹر و دیگر حضرات	۴۶۷

مرزا غالب کی خود نوشتہ سوانح عمری کا ورق

(از ایڈیٹر)

جب بھوپال کے سرکاری کتب خانے میں مرزا غالب کے قدیم کلام کا نسخہ ملا تو انجمن ترقی اُردو کی جانب سے اس کی ترتیب وغیرہ کا کام ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم کے سپرد کیا گیا تھا - اس کے لئے بہت سی نئی نئی چیزیں جمع کی گئی تھیں - منجملہ ان کے ایک عجیب چیز خود مرزا صاحب کے ہاتھ کے لکھے ہوے اپنے حالات تھے جو انھوں نے کسی تذکرہ نویس کی فرمائش پر لکھے تھے - یہ ورق کہیں سے سید افتخار عالم مرحوم کے ہاتھ لگ گیا تھا اور انھوں نے اپنی عنایت سے مرحوم بجنوری کو بھیج دیا تھا - اگر چہ یہ حالات انھوں نے اس طرح لکھے ہیں جیسے کوئی غیر شخص لکھتا ہے ' لیکن عبارت کا ڈھنگ صاف بتا رہا ہے کہ اس پردے میں خود مرزا نوشہ باتیں کررہے ہیں - دوسرے ایک دو باتیں جو وہ لکھ گئے ہیں وہ مرزا کے دل کی ہیں ' وہ دوسرا شخص کہاں لکھ سکتا تھا - تیسرے خط اُن کا ہے - میرے پاس اُن کے قلمی خط ہیں ' ملا کر جو دیکھا تو عین مین وہی شان پائی —

ان حالات کے پڑھنے سے کم سے کم ایک بات تو پکی ہو جاتی ہے' اگر چہ ان کے کلام اور رقعات میں بھی جا بجا اس کا ذکر آچکا ہے اور ایک صاحب نے جو مرزا صاحب کی حب وطن اور حب قوم کی نسبت (جدید خیالات کے رو سے) جو حسن ظن

قائم کیا تھا' اس کی تردید خود مرزا صاحب کے الفاظ سے ہو جاتی ہے—

سید افتخار عالم مرحوم نے ان حالات کے ساتھ نیر راجستان جلد ۲ نمبر ۵۱ کا بھی ایک مطبوعہ ورق بھیجا تھا جس میں "تذکرۂ مظہرالعجائب" کا اشتہار شایع ہوا تھا - اغلب ہے کہ یہ حالات مرزا صاحب نے اسی تذکرے کے لئے تحریر کئے ہوں - ہم یہاں وہ اشتہار بھی نقل کئے دیتے ہیں - یہ بھی ایک دلچسپ چیز ہے - اس تذکرے کے مؤلف مولوی محمد انوارالحق صاحب مرحوم' مولوی احتشام الدین صاحب ایم - اے' دہلوی کے والد ہیں - معلوم نہیں اس تذکرے کا کیا حشر ہوا—

"خوش مذاقان مائدۂ سخن اور شیریں کامان شربت علم و فن پر واضح و لائح ہو کہ عرصۂ چند سال سے ایک تذکرۃالشعرا فارسی دہلی میں تالیف ہو رہا ہے' آج تک ایسا تذکرہ فراہم نہیں ہوا ہے - مصنف اس کتاب کے جس کو ایک دفتر کہنا چاہئے' عالی مرتبت معانی منصبت سندالمحققین' طراز المدققین' فاضل جلیل' عالم نبیل' شاعر کامل' ثانیء سحبان وائل' برگزیدۂ ایزد مطلق مولوی مظہر حق صاحب خلف الرشید و فرزند سعید یگانۂ همه داں' فرزانۂ دوراں' مہین قاآن کشور شیدا بیانی' زندہ کن نام انوری و خاقانی' گزیدہ خداوند اقلیم زباندانی' مقبول بارگاہ لم یزلی' مولانا مولوی ظہور علی صاحب مدظلہ العالی المتخلص بہ ظہور ہیں - اگرچہ یہ تاریخ سنہ ۱۲۸۱ھ میں ختم ہو چکی تھی اور تقاریظ و تواریخ جو نجم الدولہ بہادر و مولوی نظامی و حضرت ظہور وغیرہم نے عنایت کیں' اُن سے بھی ۱۲۸۱ھ مفہوم ہوتے ہیں' مگر اب یہ تذکرہ دوبارہ ترقیم ہوا اور اب قریب دو ہزار شاعروں کے ترجمے سے مزین ہوا اور اشعار کی تو کچھ حد نہیں' حالات جو اس میں لکھے ہیں بڑی تلاش اور تجسس سے بہت ہی صحیح ایک سو جلد کتب تواریخ سے جمع کئے جن کی فہرست اکثر اخباروں میں چھپ چکی اور جناب مستر ریٹگن صاحب بہادر جج سابق دہلی کے اول اس کے

بانی ہوے تھے اور چھہ سو شاعروں کا ترجمہ بہ زبان انگریزی انھوں نے فرمایا اور خبر ہے کہ ولایت میں چھپا - سوائے ازیں جناب صاحب کمشنر بہادر دھلی اور نواب محمد ضیاءالدین خاں بہادر رئیس لوہارو و نواب اسداللہ خاں بہادر و دیگر رؤسا نے عنایت فرما کر اپنے کتب خانوں سے بڑی مدد دی اور نیز فضائل و کمالات درسگاہ، گوہر درج شرافت، اختر برج نجابت، مولانائے مولوی محمد انوارالحق صاحب میر منشی اجنٹی ماڑواڑ نے چار سو سے زیادہ شعرا کا حال اضافہ کیا اور جناب منشی درگا پرشاد صاحب مدرس اول ریاضی تعلیم المعلمین دھلی نے بھی ہر ایک طرح کی مدد دی - لیکن با اینہمہ جیسا کہ چاہئے شعرائے بمبئی و کلکتہ و ممالک وسط ہند کے کلام فارسی اور حالات سے کچھہ آگہی نہ ہوئی :-

لہذا یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ جمیع شعرائے فارسی اپنا حال مفصل مع تقریظ و تواریخ و اشعار خدمت میں جناب مؤلف صاحب کی بھیج دیں اور جن صاحبوں کو خریداری منظور ہو تو درخواست اپنی تعدادی تین روپیہ علاوہ محصول تاک خدمت میں جناب ممدوح کے دھلی محلہ بہرام خاں میں بذریعہ خط پیتہ ارسال کریں اور اہل مطابع اس اشتہار کو اپنے اپنے اخبار میں درج فرماویں، الدال علی الخیر کفا علہ، والسلام، فقط

گل - گلاب

از

(جناب برجموهن دتاتریہ 'کیفی' صاحب)

فارسی زبان کے ادب کی کتابوں میں آیا ہے کہ "فارسی بر دو نوع بود، فارسی ایران و فارسی توران" - اور فن کی مستند کتابوں میں خراسان کی فارسی کی خصوصیات جو ایران کی زبان سے مابہ‌الامتیاز ہیں اُن کا ذکر بھی ہے۔ اسی طرح ہندوستان کی فارسی کی خصوصیات اور تصرفات بھی مذکور ہیں۔ اس بیان سے اس مسئلے پر روشنی ڈالنی مقصود ہے کہ جب ایک زبان اپنے مولد و منشا سے نکل کر اور ملکوں میں رواج پاتی ہے اور اُس کے زباندان تصنیف و تالیف میں مستند فضیلت حاصل کرلیتے ہیں تو اُنھیں تصرف اور اجتہاد کا حق حاصل ہو جاتا ہے، خواہ اُس میں اس زبان کے مولد و منشا کے مروجات اور مستعملات سے اختلاف ہی کیوں نہ ہو، خراسان اور توران کے اجتہاد کی تفصیل کی اس جگہ ضرورت نہیں ہاں یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ہندوستان کے بعض اجتہادات اور تصرفات ایران میں بھی مقبول ہو چکے ہیں۔ نظیراً "باد فروش" پیش کیا جاتا ہے، ایرانیوں کے محاورے میں اس کے معنی ہیں:-

"تفاخر کنندہ و لاف زنندہ"

لیکن ایران کے ایک مستند شاعر، نواب عاقل خاں "رازی" نے مثنوی "شمع و پروانہ" میں "باد فروش" کو (باتباع محاورۂ ہند) "باد خواں" کے معنی میں استعمال کیا ہے —

بود در بزم مرد باد فروش
باد پیما شده به جوش و خروش

اس کے متعلق مرزا "قتیل" نے یہ لکھا "شاید کہ بموجب محاورۂ ھند آوردہ باشد" اس سے یہ قیاس پختہ ہوتا ھے کہ اھل ھند کے بعض تصرفات اھل ایران نے قبول فرمائے اور اُنھیں استعمال کرنے لگے تھے--

خود عجمیوں نے عربی زبان کے ساتھہ کیا کیا؟ - فہمیدن اور طلبیدن وغیرہ مصادر کو رھنے دیجئے' اعلام بھی تصرف کے عمل سے نہ بچے - "حور" جو عربی میں "حورا" کا صیغۂ جمع تھا فارسی میں مفرد قرار دیا گیا اور اُس کی جمع "حوراں" فارسی قاعدے کے بموجب بنائی گئی - حمل (سائن الاوسط) جو ایک برج فلکی کا نام ھے' متحرک الاوسط ھو کر عمل کے ساتھہ ھم قافیہ کیا گیا - "خالو" اور "خوشدامن" تووان اور ھندوستان کے اختراعات میں سے ھیں - اسی طرح اسم ضمیر "وے" تووان کا محاورہ تھا' ایران میں اس کی جگہ "او" بولتے تھے' لیکن یہ تورانی اختراع جو ھندوستان میں بھی رواج پا گئی تھی ایران میں بھی چل نکلی- شیخ علی 'حزیں' نے کہا:—

سراپا بسکہ لبریز 'ویم' خود را نمی یابم
ھنوزم آں بت دیر آشنا بیگانہ میداند

اور علامہ سراج الدین علی خاں 'آرزو' نے بھی نہ ٹوکا - ذم کا پہلو بھی ھند کے اجتہادات میں آتا ھے - سب سے پہلے علامہ ابوالفضل کی توجہ اس طرف ھوئی - فرمایا:—

"غرض آنست کہ ھنگام گفتگو برآں اساس باشد
کہ لفظ "گوبر" ھندیست' واجب الاحتراز باشد
و ھم بریں قیاس ست لفظ چون و مفتخر....." *

---

* منشآت ابوالفضل - دفتر دوم—

"گوبر" کا لفظ غالباً ایسے شعر میں شیخ کو کھٹکا ہو—

گوے من بردی و بردی گوے من
درمیان گوبراں 'گوبر' توئی

علامہ موصوف کا انتباہ تو کلام کی ایسی بندشوں سے اجتناب کے متعلق تھا جو ہندی میں رکیک یا سخیف معنی اور حیثیت رکھتی ہیں - سراج المحققین خان 'آرزو' نے ذم کے پہلو کے اس نظریے کو وسعت دی اور تاکید کی کہ کلام کے ایسے اسلوب سے بچنا لازم ہے' جس میں دو الفاظ یا اُن کے اجزا باہم مل کر ذم کا پہلو پیدا کریں - مثلاً ایسی ترکیبیں نہ استعمال کرنی چاہئیں جن میں "راز" سے پہلے "بہ" آئے' یا "گو" کے بعد "ز" حرف جار آئے- جیسا اس شعر میں:-

کسے زباں نتواند 'براز' غیب کشود
جرس بہ قافلۂ اہل دل خموش آمد

یہ اجتہاد اور تصرف جس کا مجمل ذکر اُوپر آیا 'تفریس' اور 'تہنید' کی حد سے متجاوز ہیں - یہاں تک بطور اولیات کے لکھ کر اب میں اصل مطلب پر آتا ہوں—

کہا جاتا ہے کہ لفظ 'گلاب' جب ایک خاص پھول کے معنی میں استعمال کیا جاے تو مہنّد ہونے کی وجہ سے اضافت سے وابستگی کی اہلیت نہیں رکھتا - فتح الدولہ بہادر 'برق' لکھنوی نے' اُس زمانے میں جب کہ وہ اصلاح سے مستغنی ہو چکے تھے' یہ شعر کہا:—

اُس گُل نے ایک رات جو پہنا تو بس گیا
بوئے گُلاب آتی ہے موتی کے ہار میں

اُستاد 'ناسخ' نے دوسرے مصرع سے گلاب نکال دیا' جس کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ "جب گلاب ہندی ہے تو مصرع ثانی میں اضافت کیسی"- میرے خیال میں شیخ 'ناسخ' کی اصلاح کی توضیح ٹھیک نہیں کی گئی - اُستاد نے دوسرے

مصرع کو اس طرح بدلا تھا:-

بو موتیے کی آتی ہے موتی کے ہار میں

اس پر دلائل لانے کی ضرورت نہیں کہ اُستاد کا مصرع شاگرد کے مصرع سے بہت اعلیٰ ہے - ایک لفظ کی تبدیلی سے شعر کا رنگ ڈھنگ ہو گیا' موتی اور موتیے کی مناسبت سے شعر چمک اُٹھا - ممکن ہے کہ شیخ مرحوم نے اصلاح کے وجوہ بیان کرتے ہوے یہ بھی فرما دیا ہو کہ ایران والے اِس معنی میں گلاب کا لفظ استعمال نہیں کرتے - بیشک ایران میں گلاب ایک خاص پھول کے معنی میں عام طور پر استعمال نہیں ہوتا' لیکن یہ کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کہ اسے اضافت کے تعلق سے محروم کیا جاے - جب ہندوستان میں "جھروکۂ درشن" جیسی ترکیبیں ثقہ گفتگو اور تحریر میں داخل ہوگئیں اور ایران والوں نے خود اپنی زبان میں یہاں تک تصرفات کئے جیسے:—

'لنگنت' گر ترا کند فربہ
سیر خوردن ترا ز 'لنگن' بہ (حکیم سنائی)

در چاشت کہ از شبنم گل گرد فشان است
آں باد کہ در ہند درآید 'جکر' آید (عرفی)

سیر گشتم ز 'کچری' آیام
ہوس خوان سیم و زر نہ کنم (سالک)

ان اشعار میں لنگن (فا قہ) - جکر (جھکڑ) - کچری (کھچڑی) ہندی الفاظ جوں کے توں یا محض تلفظ کے اختلاف کے ساتھہ استعمال کئے گئے ہیں' ایک لفظ کے نیچے اضافت بھی لگا دی ہے - ایران کے ایک اور مستند شاعر نے "قطرۂ پانی" (قطرۂ آب) بھی شعر میں باندھا ہے - اس سے استدلال کرتے ہوے ایک معقول پسند شخص اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ جب ایرانیوں کی زبان میں لغوی ضرورت اور اصطلاحی حیثیت کے بغیر بھی ہندی الفاظ کا استعمال اور اُن کی کسرۂ اضافت سے

وابستگی کی اهلیت ثابت ہے تو ایک مرکب جو سراسر فارسی ہو یعنی اس کا کوئی جز ہندی نہ ہو اُردو میں اضافت کی اهلیت سے کیوں محروم ہو سکتا ہے—

'گلاب' کو ایک خاص پھول کے معنی میں استعمال کرنا 'خوشدامن' اور 'خالو' کی طرح اهل ہند کا تصرف کہا جا سکتا ہے اور ہندوستان کے ادیبوں کی یہ شان تھی کہ وہ ایسا تصرف کرتے- جیسا کہ مولانا صہبائی فرما گئے ہیں :—

"صاحب قدرتاں تصرفہا دارند ہم در زبان خود

و ہم در زبان غیر*"—

اسی قبیل سے ہے کہ شیخ 'ناسخ' جیسا محتاط انگریزی لفظ غزل میں باندھ گیا اور 'غالب' جیسا ادیب عربی لغت کی جمع فارسی قاعدے کے بموجب بنا گیا :—

ترے رخسار تاباں کا کبھی جو عکس پڑتا ہے

'فریم' آئینے کی بنتی ہے ہالا ماہ کامل کا (ناسخ)

'غلطیہاے' مضامیں مت پوچھہ

لوگ نالہ کو رسا باندھتے ہیں (غالب)

حالانکہ نہ شیخ بیسویں صدی کی کسی یونیورسٹی کے گریجویٹ تھے اور نہ مرزا عربی سے ناواقف —

خیر یہ تو ہوا - میں نہیں جانتا کہ وہ لوگ جو گلاب کے ساتھہ اضافت فارسی کا رشتہ قائم کرنا ننگ ادب سمجھتے ہیں' خواجہ آتش مغفور کی شان اُستادی کی نسبت کیا راے رکھتے ہیں' جنھوں نے فرمایا ہے :—

'عطر گلاب' مل کر حلقے میں یار بیٹھا

بلبل پکڑنے آئے صیاد انجمن میں

اس ضمن میں ایک اور بات ذکر کے قابل ہے' اور وہ یہ کہ ایران اگر چہ صحرا نہیں بلکہ سرسبز اور شاداب ملک ہے اور وہاں طرح طرح کے پھول اور بیل بوٹے

* قول فیصل صفحہ ۵۳—

ہوتے ہیں لیکن اُس کی زبان میں 'پھول' کے لئے یا کہئے 'گلاب' کے لئے کوئی خاص لفظ نہیں - ایک لغت 'گُل' ہے جو ہر پھول اور ایک خاص پھول یعنی گلاب دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے - فارسی زبان کی یہ ناداری حیرت انگیز ہے - چنانچہ پھولوں کے ذکر میں ہمیں یہ نام ملتے ہیں:- گل آتشی' گل شب افروز' گل خطائی' گل نرگس' گل سوسن' گل صد برگ' گل شاموس' گل شب بو' گل سفید' گل احمر' وغیرہ وغیرہ —

فارسی زبان میں ایک لفظ شگوفہ بھی ہے لیکن وہ اُس پھول کے لئے بولا جاتا ہے جو پھل دار درختوں پر آتے ہیں یا اُن پھولوں کے لئے جو ارتقائے نباتات کے تسلسل میں پھل بن جاتے ہیں- جیسے "نار" - ہر پھول کو شگوفہ نہیں کہتے —

مزید تحقیقات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایران کو اس بارے میں اپنی بے بضاعتی کا احساس ہوا اور اُنہوں نے تشکر کی نظر سے اہل ہند کے اجتہاد کو قبول کر لیا - چنانچہ لغات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض خواص نے جسے ہم 'گلاب' کہتے ہیں اُسے 'گل گلاب' بھی لکھا ہے - ملاحظہ ہو:-

"گل آتشی آن گل سرخ نیمرنگ ست کہ در
عرف ہند 'سدا گلاب' خوانند و او ہمیشہ بشگفد
و بصورت 'گل گلاب' باشد"-

اس 'گل گلاب' کو ذہن میں رکھئے گا - لغت میں گلاب کے معنی اس طرح کئے گئے ہیں:—

"گلاب - عرق گل سرخ کہ ترجمۂ ماء الورد ست
و از 'برگ گلاب' کہ بمعنی برگ گل مذکور گزشت
مستفاد می شود کہ مزید علیہ گل یا بمعنی گل
بطریق مجاز بود"-

صاحب چراغ ہدایت کا قول ہے:—

"گل گلاب - باضافت' نام گلے معروف که
گلاب عرق آنست" —

صاحب بہار عجم لکھتے ھیں:—

"گل گلاب - مرادف گل احمر که گذشت" -

ز خوے جمال نبی چوں گل گلاب شد ست
شقایق از حسد بخت گل کباب شد ست (ملا طغرا)

غالباً اسی اجتہاد کے اتباع میں اھل ایران نے ایک رنگ کا نام 'گلابی' قرار دیا - یعنی "گلاب" کے پھول کا سا رنگ - کیونکہ عاءالورد کا رنگ تو کچھہ ھوتا ھی نہیں' وہ ایسا ھی نظر آتا ھے جیسا کنوئیں کا پانی' یہ رنگ 'ورد' کے رنگ سے مشابہ ھوتا ھے' اس لئے یہاں بھی 'ورد' کے لئے 'گلاب' کا استعمال ثابت ھے—

اس بحث سے متعلق ایک بات اور کہنی ھے- سید 'انشا' ایک جگہ لکھتے ھیں:-

"وحال اکثر صیغہاے امر چنیں باشد مانند
'ناچ' و 'پہنچ' و 'سمجھہ' و 'کھینچ' و 'اکڑ'
و 'رھایش' بمعنی ماندن و 'دیوان پن'
بمعنی دیوانگی*"—

جب اھل ھند ایک ھندی مصدر 'رھنا' سے فارسی صرف کے اتباع میں حاصل مصدر 'رھایش' بنا سکتے ھیں اور اُن کے اس تصرف کو سید 'انشا' جیسے نقاد

---

* دریاے لطافت - "شہر چہاردھم خبر دھندہ اُست از حالات مصادر" صفحہ ۱۳۱- یہاں یہ عرض کرنا بے محل نہ ھوگا کہ بعض حضرات 'رھایش' کو فریب پنجابیوں کی جاھلانہ ادبی بدعت خیال کرتے ھیں - یہ ان کی فاش غلطی ھے اور جارحانہ حملہ - سید صاحب نے جا بجا پنجاب اور لاھور کی زبان اور اُردو محاورے پر ایراد و تعریض سے کام لیا ھے' لیکن 'رھایش' کو اُن کا اختراع یا بدعت نہیں بتایا اس سے یہ امر مستنبط ھوتا ھے کہ 'رھایش' 'اھل زبان' کا اختراع ھے نہ کہ فریب پنجابیوں کا—

نے نہیں ٹوکا، تو 'گلاب' کے ساتھہ اضافت لانے میں اب کیا کلام ہو سکتا ہے - میرے خیال میں اگر ادبی سخت جان سند ہی پر زور دیں تو خواجہ آتش کا یہ شعر کافی ہے جو آگے بھی آچکا ہے—

عطر گلاب مل کر حلقے میں یار بیٹھا
بلبل پکڑنے آئے صیاد انجمن میں

امیر مرحوم درست فرما گئے ہیں:—

ہم لغت کے لئے سند میں (امیر)
فصحـــــا کی زبان لیتے ہیں

مرھٹی شاعری کی کہانی

از

(جناب ڈاکٹر اے بھیلکر صاحب بی - اے، بی - ٹی)

(مترجمۂ مولوی سید غلام ربانی صاحب اُستاد مدرسۂ تعلیم المعلمین اورنگ آباد)

کسی قوم کے ادب کی تاریخ بیان کرنا گویا اس قوم کی ذھنی خصوصیات اور خصائل کے پرت کھولنا ھے - جسے عرف عام میں تاریخ کہا جاتا ھے، اس میں زیادہ تر بحث صرف کسی قوم کے تمدن کی اوپری باتوں سے ھوتی ھے - وہ ان کی زندگی کے ظاھری اشکال کا نقشہ اُتارتی اور ھم کو بتاتی ھے کہ انھوں نے دنیا کے عملی کام میں کیا کچھہ کیا یا کیا نہ کرسکے - لیکن اگر ھم ان کی ذھنی اور اخلاقی خصوصیات کو سمجھنا چاھیں یا ان قوتوں کے مد و جزر کو دیکھنا ھمارا مقصد ھو جنھوں نے ان کے جذبات کے لئے مواد فراھم کیا، اور ان کی دماغی اور روحانی زندگی کو ڈھالا، تو ھمیں ان کے ادب کی طرف متوجہ ھونا چاھئے - اس اعتبار سے مرھٹی شاعری کی تاریخ، شعرا اور ان کی تصانیف کا محض تاریخی گوشوارہ نہیں ھے جس میں کلام کے حسن و قبح کی تنقید بھی شامل ھو، اگر چہ شاعری کی تاریخ میں یہ چیز اھم ترین ھے - شاعری کی تاریخ کو ھر مصنف اور دوسرے مصنف میں، اور ھر طبقے اور دوسرے طبقے کے درمیان جو تعلق ھے اسے بتانا چاھئے - اس کا فرض ھے کہ ھر پیہم نسل کی اندرونی زندگی کے محرکات کا پتا لگاکر ''مذاھب شاعری'' کی تحریکات کی ابتدا، نشو و نما اور زوال کو معلوم کرے - پس ضرور ھوا کہ مرھٹی شاعری کی کہانی کو بنظر سہولت ایسے دوروں میں

تقسیم کیا جاے جن میں کا ہر ایک دور موضوع، خیال، رنگ اور طرز بیان کی مشابہت سے ایک ہو؛ اور اسے اس کے خاص الخاص اور نمائندہ شاعر کے نام سے موسوم کیا جاے—

مرہٹی شاعری کی تاریخ کو دو نمایاں دوروں یعنی قدیم اور جدید میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ جدید سے ہمارا مقصد وہ دور ہے جب سے مہاراشٹر مغربی ادب سے متاثر ہوا ہے، قدیم مرہٹی شاعری چار دوروں میں تقسیم ہوتی ہے:—

(۱) زمانۂ قبل دنانیشور ۱۰۰۰ تا ۱۲۰۰ع

(۲) عہد دنانیشور ۱۲۰۰ تا ۱۵۰۰ع

(۳) مکتیشور کا زمانہ ۱۵۰۰ تا ۱۷۰۰ع

(۴) عہد موروپنت ۱۷۰۰ تا ۱۸۵۰ع

سطور آئندہ میں ہم اُن اثرات کا پتہ لگانا چاہتے ہیں، جنھوں نے ہر عہد کے رنگ اور انداز بیان کو ڈھالا۔ اور چونکہ اس مختصر سے خاکے میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ ہر دور کے تمام شعرا کا ذکر فرداً فرداً کیا جاے، لہذا ہم ہر دور کے عالی رتبہ شعرا کے بیان پر اکتفا کریں گے، اور اُن کا رنگ و طرز ادا وغیرہ دکھانے کے لئے اُن کے کلام کا نمونہ پیش کریں گے—

زمانۂ قبل دنانیشور

آج کل یہ عام طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ مرہٹی مہاراشٹری کی ترقی یافتہ شکل ہے جو ان ابتدائی پراکرت بولیوں میں سے ایک اہم بولی ہے جن سے شمالی ہند کی تمام موجودہ زبانوں کی ابتدا ہوئی۔ جب سنسکرت متروک ہوگئی تو مہاراشٹری (پراکرت بولی) علمی مقاصد کے لئے استعمال ہونے لگی۔ آٹھویں صدی عیسوی کے قریب مہاراشٹری سے الگ ایک اور زبان مرہٹی وجود میں آئی، لیکن اس زبان کی کوئی ایسی تحریر جو دسویں صدی سے قبل کی ہو، اب تک دستیاب نہیں ہوئی ہے۔ شاید اس کا سبب سنسکرت زبان کا وہ زبردست احیاء ہے جو

شنکراچاریا کے سناتن دھرم کی تجدید کے باعث ہوا - اس زمانے میں سنسکرت کا اثر پھر عوام الناس کے دلوں پر چھا گیا تھا - مرھٹی ادب کی قطعی ابتدا کا زمانہ صرف دسویں صدی سے ہے—

چونکہ مرھٹی زبان سنسکرت کا ایک شعبہ ہے' اس لئے مرھٹی ادب بھی سنسکرت ادب ھی کی ایک شاخ ہے؛ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سنسکرت ادب نے فرزندان مہاراشٹر کے لئے تہذیب اور بلند خیالی کی ایک بھری پری کان کا کام دیا - یہی وجہ ہے کہ مرھٹی شاعری کا ابتدائی رنگ فلسفیانہ ہے - یہ ایک عجیب بات ہے کہ فلسفہ جو عموماً دوسرے ادبوں کا منتہا ہوتا ہے مرھٹی ادب کی ابتدا بنا' لیکن اس زمانے میں تمام تہذیب یافتہ اور شائستہ مہاراشٹر کی زبان سنسکرت ھی تھی؛ اور تمام سوسائٹی کے خیالات خاص طور پر مذھبی مرکز پر پھرتے تھے - مکتی حاصل کرنا ھر فرد کی زندگی کا مقصد تھا - یہ خیال سماج میں صدیوں پلتا رھا اور سارے ملک کی فضا میں سرایت کر گیا - تمام غور و فکر کرنے والوں کے سامنے صرف یہ مسئلہ رہ گیا تھا کہ نجات حاصل کرنے کے سب سے زیادہ کارگر ذرائع معلوم کریں - اسی زبردست خیال کے گونا گوں جلوے مرھٹی ادب میں نظر آتے ھیں اور یہی وجہ ہے کہ پورا مرھٹی ادب مذھبی اور زیادہ تر سنتوں کی تصنیف ہے - شنکراچاریا نے' جو ساتویں صدی میں گزرا ہے' اپنے اَدویت فلسفے کی تلقین کی - اس فلسفے کا خاص عقیدہ یہ ہے کہ قدرت کی مختلف مخلوقات بشمول انسان صرف ایک ہستی برتر کے مظاھرات ھیں' اور اس علم پر دسترس پانے اور اس پر عمل کرنے ھی پر نجات منحصر ہے - چونکہ اس خیال کا درس عوام الناس کو بھی دینا مطلوب تھا' جو سنسکرت سے بالکل بے بہرہ تھے' اسی لئے مکند راج اور اس کے ھم عصر دوسرے شعرا کی تصانیف ظہور میں آئیں - پس مذکورۂ بالا وجوہ کی بنا پر مرھٹی شاعری کے پہلے مذھب کو "تبلیغی" یا

''اشاعتی'' مذہب کہا جا سکتا ہے' جو فلسفۂ ویدانت کی تعلیم کو پھیلانے میں لگا رہا۔ اس مذہب کا نمایندہ شاعر مکند راج ہے۔ یہ امبا جوگئی (موجودہ مومن آباد) کا باشندہ تھا' اس کی بڑی تصانیف 'وی ویک سندھو' اور 'پرما مرت' ہیں۔ یہ دونوں فلسفیانہ تصانیف ہیں اور نظم کی بحروں میں لکھی گئی ہیں۔ مکند راج کی تخئیل بہت واضح ہے' لیکن اس کی شاعری کے بیشتر حصے پر فلسفے کا رنگ غالب ہے۔ ذیل کی عبارت میں مکند راج اُس شخص کی شادمانی کو بیان کرتا ہے جس نے یہ محسوس کرلیا ہے کہ میری ہستی اُس ہستی برتر کے ساتھ ایک رشتۂ وحدت رکھتی ہے:—

> ''اس شخص کے مانند جو امرت کی مٹھاس چکھتا ہے' صرف وہی شخص معرفت کامل کی مسرتوں کو جانتا ہے جسے اس کا تجربہ ہوا ہے' اس سے ایسی مسرت ہوتی ہے کہ کوئی شخص دنیوی زندگی کا خیال تک نہیں کرسکتا۔ جب ازلی خوشی پانی بھری گھٹا کی طرح برس پڑتی ہے تو آسودگی کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ ''علت آخر'' کی دھن میں آنا کی تمیز تک جاتی رہتی ہے''—

اس مذہب کے شعرا کا تمام تر کارنامہ یہ ہے کہ اُنھوں نے شنکرا چاریا کے فلسفیانہ مسائل کو مرھٹی لباس میں پیش کیا۔ ان کی خاص قابل تعریف بات یہ ہے کہ اُنھوں نے ہمت کرکے مرھٹی زبان میں فلسفیانہ رسائل لکھنے کا ایسے وقت میں بیڑا اُٹھایا' جب کہ وہ صرف عوام اور ادنیٰ طبقے کی زبان خیال کی جاتی تھی—

مکند راج ہی وہ پہلا شخص تھا جس نے سب سے پہلے مرھٹی میں سنجیدہ نظم لکھنا شروع کیا۔ اُس نے مشکل سے مشکل بحث اور نازک سے نازک خیال کو

مرہٹی میں ظاہر کرکے اس زبان کی قدرت اور صلاحیت کا عملی طرز پر ثبوت دیا، اور ایک بحر 'اووی' ایجاد کی جس سے بعد کے شعرا نے خوب کام لیا—

عہد دنانیشور (۱۲۰۰ تا ۱۵۰۰)

اس عہد میں ہمیں مذہبی مفکرین کے طرز عمل میں ایک عجیب و غریب تبدیلی نظر آتی ہے۔ رامانج نے، جو گیارھویں صدی میں ہوا ہے، یہ تلقین کی کہ نجات پانے کے لئے بھکتی (عبادت) وحدت الوجود کے علم سے زیادہ پر تاثیر ہے۔ رامانج پہلا شخص تھا جس نے اس امر پر زور دیا کہ ہستی برتر صفاتی نہیں بلکہ ذاتی ہے۔ اس دور کی کل تصنیفات میں یہی رنگ جھلکتا ہے—

اس عہد کے تمام شعرا کا سرتاج دنانیشور ہے۔ دنانیشور سنہ ۱۲۷۵ ع میں النڈی میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ وٹھل پنت ایک موضع اپاگاؤں (تحصیل پٹن) کا پٹواری تھا، کہتے ہیں کہ اپنے والدین کی موت پر وٹھل پنت بہت دل برداشتہ ہوا اور دنیوی جھمیلوں کے خلاف اس کے جذبات میں اس قدر تغیر ہو گیا کہ اس نے گھر بار کو تج دیا اور مکتی حاصل کرنے کے لئے کسی روحانی پیشوا کی تلاش میں بنارس کو چل دیا، اور اُس زمانے کی رسم کے مطابق سنیاسی ہو گیا۔ لیکن اس نے اپنی بیوی کی اجازت کے بغیر سنیاس لیا تھا۔ وہ بنارس میں اپنے گرو کے ساتھ رہنے لگا۔ گرو کو کسی جاترا کے دوران میں النڈی میں قیام کرنے کا اتفاق ہوا جہاں وٹھل پنت کی بیوی اپنے والدین کے ہاں رہتی تھی۔ اس نے اُس زمانے کے موافق گرو کو دنڈوت کی، گرو نے دعا دی "بھگوان تجھکو سعادت مند بیٹے دے، تم میاں بیوی سکھی رہو"۔ اس دعا پر اِس عورت کے چہرے سے کچھ ایسی حسرت برسنے لگی کہ سوامی پر بڑا اثر ہوا، پس اس نے تحقیق کرنی شروع کی تو معلوم ہوا کہ وہ چیلا جس کو اس نے سنیاسی بنا ڈالا ہے اسی عورت کا شوہر ہے۔ سوامی جلدی سے بنارس واپس گیا اور وٹھل پنت کو تاکید کی کہ وہ گرہست اختیار کرے۔ چنانچہ یہ تارک دنیا پھر دنیادار بن گیا۔ رفتہ رفتہ گرو کی دعائیں پوری ہوئیں

کیونکہ اس کی بیوی کے چار بچے ہوے (۱) نورتھہ ناتھہ (۲) دنان دیو (۳) سوپن دیو - تین بیٹے اور مکتا بائی ایک لڑکی - ان بچوں کے سر سے بہت جلد والدین کا سایہ اُٹھہ گیا - متعصب سوسائٹی نے ان کی کچھہ خبر نہ لی ' کیونکہ وہ ایک سنیاسی کی اولاد ہونے کی وجہ سے سب کی نظروں سے گر گئے تھے - سنیاسی کا گرہست میں پڑنا اُس زمانے کی رسوم کے مطابق ایک عجیب بات تھی - پس چاروں بچے اپنی بسر اوقات اور تربیت کے بارے میں بالکل بے یار و مددگار رہ گئے - اس طرح دنانیشور کو چھوٹی ہی عمر میں دنیا سے سابقہ پڑا - اس کے ذاتی تجربے نے اسے محسوس کرا دیا کہ مذہبی رسوم اور رواج کی پابندی سے خالق و مخلوق کے درمیان کیسی کیسی رکاوٹیں پیدا ہو گئی ہیں - اس کے دل میں مذہبی اصلاح کا شعلہ بھڑکنے لگا تاکہ نجات کے ذرائع کو بادشاہ اور دھقان دونوں کے لئے یکساں طور پر ممکن الحصول بنائے - رامانج کی تلقین اس کے روحانی تجربات کے عین موافق تھی - چنانچہ دنانیشور شعرا کے جس مذہب کا بانی ہے اس کو مذہب ریاضت یا "بھکتی مذہب" کہتے ہیں —

دنان دیو چار کتابوں کا مصنف سمجھا جاتا ہے (۱) امرتا نوبھاوا (۲) ابھنگ (۳) پنچادیشی اور (۴) دنان دیوی - ان میں سے آخری سب سے زیادہ مشہور ہے اور اس تصنیف کی بدولت دنانیشور کا نام مرہٹی ادب میں بقاے دوام حاصل کرچکا ہے - مرہٹی سے اس کی محبت خود اس کے الفاظ میں خوب بیان ہوسکتی ہے:-

"یہ میری مرہٹی تقریر شیرینی و حلاوت میں
آب حیات سے بھی سبقت لے جاے گی" —

دنان دیوی جس نے دنان دیو کو مرہٹی ادب میں حیات جاوید بخش دی ہے ایک سنسکرت کتاب 'بھگوت گیتا' کی شرح ہے' جس میں ویدوں اور اپنشدوں کے ہندو فلسفہ اور مذہب کا عطر نکال لیا گیا ہے - عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ فلسفے کی تصانیف شاعرانہ جولانیوں کا میدان بہت تنگ کر دیتی ہیں' کیونکہ

ان میں پیچیدہ اور ادق مسائل کے متعلق منطقیانہ استدلال کیا جاتا ھے لیکن دنانیشور کے ھاتھہ میں آکر فلسفہ بھی صاف ستھری شاعری بن جاتا ھے - یہ چیز اس کے کمال شاعری کی پوری دلیل ھے - شاعر اپنے مشاھدے اور تخئیل سے خوبصورت خیالات کا تصور قائم کرتا اور اُن کو نہایت مؤثر پیرایے میں ظاھر کرتا ھے - دنانیشور کے کلام میں بھی چمکتے ھوے جذبات اور دلاویز خیالات بہترین پیرایوں میں دست و گریباں نظر آتے ھیں- دنانیشور کی خصوصیات شاعری کا خاص امتیاز یہ ھے کہ وہ لطیف ترین تشبیہات اور استعاروں کا نہایت بر محل استعمال کرتا ھے' جس سے اس کے کلام میں بالکل روحانی رنگ پیدا ھو جاتا ھے' اس لئے کہ وہ تمام ممکنہ میدانوں سے تشبیہات کا انتخاب کرتا ھے - نئی سے نئی اور انوکھی سے انوکھی تشبیہات یکے بعد دیگرے اس کی قلم سے تراوش کرتی ھیں اور جس مسئلے کو اسے سمجھانا ھوتا ھے وہ اس کے گرد ایک جڑاؤ مالا ڈال دیتا ھے جس کا ھر جواھر اپنی آب و تاب کے لحاظ سے بے نظیر ھوتا ھے—

(بھگوت گیتا) کے نویں باب پر جو مقدمہ اس نے لکھا ھے' اس میں حاضرین سے خطاب کرکے کہتا ھے:—

(۱) " لیجیے! میں آپ سب کو دعوت دیتا ھوں کہ اگر آپ تمام ممکن راحتوں کو حاصل کرنا چاھتے ھیں تو صرف ایک کام کریں' یعنی میری بات توجہ سے سنیں (۲) آپ سب علما کے سامنے میری یہ دعوت کہیں تعلی نہ سمجھی جاے' یہ صرف ایک بے تکلفانہ درخواست ھے (۳) آپ لوگ سکھہ کے امرت کے گہرے چشمے ھیں اور صرف آپ ھی کی طرف رجوع ھونے سے مجھے اپنے حسب منشا ٹھنڈک نصیب ھوسکتی ھے - لیکن اگر یہاں پہنچ کر بھی میں رشتۂ اتحاد کو

مضبوط کرنے میں شرماؤں اور تکلف کروں تو پھر اور کونسی جگہ مجھے راحت نصیب ہوگی! (۴) بچہ اگرچہ تتلا کر بولتا اور لڑکھڑاتا ہوا چلتا ہے مگر ماں کا دل اسی چیز سے باغ باغ ہو جاتا ہے (۵) میں بھی آپ کے سامنے بالکل بچہ ہوں• اور میری سعی صرف آپ کی نظر عنایت حاصل کرنا ہے (۶) کوئی نئی چیز نہیں ہے جس کو میں آپ جیسے داناؤں کے سامنے پیش کرسکوں - کیا سرسوتی کو ضرورت ہے کہ وہ علم حاصل کرنے کے لئے کتابیں پڑھے؟ (۷) جگنو ہزار کوشش کرے مگر ناممکن ہے کہ آفتاب کی ہمسری کرسکے - جس خوان میں پہلے ہی شراب طہور موجود ہو اُس میں اور کونسی نعمت زیادہ کی جا سکتی ہے (۸) کیا کوئی ایسا پنکھا ہے جس سے چاند کو ٹھنڈا کیا جا سکے؟ کیا کوئی ایسی شیریں آواز ہے جس کو سحرآمیز موسیقی سن سکے؟ کیا کوئی ایسا زیور ہے جو زیور کے حسن کو دوبالا کردے؟ (۹) مہربانی کرکے مجھے کوئی اتنا بتادے کہ وہ کونسی بو ہے جس کو خوشبو سونگھے؟ سمندر غسل کرنے کے لئے کہاں جاے؟ کیا آسمان کے لئے کوئی ٹھکانا ہے جہاں وہ آرام کرسکے؟ (۱۰) کس کی مجال ہے کہ آپ جیسے دانشمندوں کے سامنے عالمانہ تقریر کرسکے (۱۱) لیکن جب ایک بچہ، جو اپنے باپ کے ساتھ

• دنانیشور کی عمر اس وقت صرف سولہ سال کی تھی—

کھانا کھا رہا ہے، ایک نوالہ پیش کرتا ہے تو باپ نہال ہو جاتا اور خوشی کے مارے منہ کھول دیتا ہے۔ (۱۲) اسی طرح اگرچہ میری تقریر میں طفلانہ لکنت ہے لیکن یہ آپ کو خوش کرے گی اس لئے کہ پریم کا تقاضا یہی ہے (۱۳) بچھڑے کی ہمک سے گائے کے تھن میں دودھ زیادہ اُترتا ہے۔ میری ہرزہ سرائی آپ کے دلوں میں میری محبت بڑھائے گی (۱۴) پس میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ جو کچھ کہوں اُس کو غور سے سنیں۔ آپ کا التفات میرے لئے چاند کی کرن سے زیادہ ٹھنڈا اور امرت سے زیادہ مقوی ہوگا۔ (۱۵) چندرکانتا * رستا ہے مگر اس کو پگلانے والا چاند ہوتا ہے۔ اسی طرح سے ایک مقرر ہیچ ہے اگر اُس کے مخاطبین آپ جیسے نہ ہوں"—

(۲) پارساؤں کے حال میں لکھتا ہے:—

(۱) "اے ارجن! پارسا آدمی کبھی بے راہ نہیں ہوتا اس کے ہاں دوست دشمن کی تمیز نہیں، وہ سب کے لئے یکساں ہے (۲) چراغ اپنے مالک اور پڑوسی دونوں کے گھروں کو برابر روشن کرتا ہے (۳) درخت اپنے لگانے والے کو جو ٹھنڈی چھاؤں دیتا ہے، وہی اس کو بھی دیتا ہے جو اسے اپنی کُلہاڑی سے کاٹنا چاہتا ہے (۴) گنّا اپنی رکھوالی کرنے والے کے لئے میٹھا

---

* یہ ایک قسم کا پتھر ہوتا ہے، مشہور ہے کہ چاند کی روشنی سے یہ پتھر رسنے لگتا ہے۔ مترجم

ہوتا ہے مگر اُن لوگوں کے لئے بھی کڑوا نہیں ہو جاتا جو اس کو کولھو میں پیل کر رس نکالنا چاہتے ہیں۔ (۵) اسی طرح سے ایک بادشاہ کے سامنے تعریف یا مذمت کوئی وقعت نہیں رکھتی (۶) موسموں کے ساتھ آسمان نہیں بدلا کرتا، نیک آدمی کا دل تنگ حالی یا خوش حالی سے متاثر نہیں ہوتا (۷) چاند کی ٹھنڈی روشنی کی طرح وہ سب کو عزیز ہوتا ہے، بادشاہ کو بھی اور فقیر کو بھی (۸) تمام دنیا کو اس کی ایسی ہی ضرورت ہے جیسے پانی کی"—

رحم کی خصوصیات کے متعلق دنانیشور کہتا ہے: —

"پانی اگر چہ ایک حقیر سی شے ہے لیکن گھاس کی جان بچانے کے لئے خود کو مٹا دیتا ہے۔ اسی طرح ایک خدا ترس آدمی دوسروں کے مصائب کم کرنے میں چاہے اپنی جان قربان کردے، اس کو ایک معمولی بات سمجھتا ہے (۲) پانی ایک انچ آگے نہیں بڑھتا تا وقتیکہ وہ اپنے راستے کے چھوٹے سے چھوٹے نشیب کو پر نہ کردے، پس ایک دردمند شخص ایک قدم آگے نہیں بڑھاتا جب تک مصیبت زدوں کے آلام کو دور نہ کردے (۳) کانٹا پاؤں میں چبھتا ہے مگر اُس کی کھٹک روح تک پہنچتی ہے، اسی طرح خدا ترس کا دل غم زدوں کے رنج سے بھر جاتا ہے"—

خدا ہر انسان کے دل میں موجود ہے مگر ہم اسے بھول جاتے ہیں، دنانیشور اس حقیقت کو ذیل کی تشبیہ سے واضح کرتا ہے:—

(۱) چھڑی گائے کے تھن پر چمٹی رہتی ہے اور ایک پتلی سی کھال کی تہ کے نیچے خالص شیریں دودھ ہوتا ہے مگر اس کی پروا نہیں کرتی اور غلیظ خون سے خوش رہتی ہے (۲) مینڈک اور کنول دونوں اکٹھے رہتے ہیں لیکن کنول سے مکھیاں شہد حاصل کرتی ہیں اور مینڈک کیچڑ میں مگن رہتا ہے —

جی تو نہیں چاہتا کہ 'دنانیشور' کی شاعرانہ بلندی ثابت کرنے والے اقتباسات کا سلسلہ ختم کیا جائے مگر ہمیں مجبوراً اُسے ختم کرنا پڑتا ہے' اس لئے کہ ابھی ان سے زیادہ ضروری امور کی طرف ناظرین کو توجہ دلانی ہے —

ادبی نقطۂ خیال سے 'دنانیشور' ایسی نادر اور پاکیزہ کتاب ہے' اس کی تشبیہات و استعارات اور تمثیلوں میں ایسی شاعری کوٹ کوٹ کر بھری ہے' اس کی طرز ادا اتنی سلیس اور تخئیل اتنی اچھوتی ہے کہ باوجود دقت موضوع' اور باوصف اس امر کے کہ مصنف کا برا مقصد کسی قسم کے اضافے کی بجائے اصل کی شرح لکھنا تھا' اس کا پڑھنے والا مسحور اور میٹھے سروں اور نغموں کی فضا میں گم ہوجاتا ہے' حتیٰ کہ اس کی قوت فکر مفقود ہوجاتی ہے اور وہ صرف شکر گزاری کے جذبات میں ڈوب جاتا ہے - یہی در اصل مرہٹی ادبیات کا نقطۂ آغاز ہے اور جہاں تک کہ اس ادبیات کے ایک پہلو یعنی تبلیغی یا اشاعتی پہلو کا تعلق ہے' یہی اس کی تکمیل کی حد بھی ہے- 'دنانیوی' جذبات اور بلند تخئیل سے اس قدر مملو ہے کہ گو اس تصنیف کو آج تقریباً سات سو سال گزرچکے ہیں مگر تمام مرہٹی بولنے والے علاقوں میں بڑے شوق اور احترام سے پڑھی جاتی ہے —

غرض کہ 'دنانیشور' نے 'مکند راج' کے تبلیغی پند آموز فلسفے کو کچھ اس طرح بلند کیا کہ اس کے ڈانڈے حقیقی معنی خیز اور ولولہ انگیز شاعری سے جاملے' کیونکہ تبلیغ و اشاعت کے میدانوں میں رومانی عنصر کو رائج کرنے والا یہی شخص ہے -

'بھگوت گیتا' کی شرح میں وہ رومان نگاروں کی طرح آزاد ہے اور چونکہ وہ اپنے تخئیل کی جولانی کو روکتا نہیں ہے اس لئے اس کے تصورات اور توضیحات میں دل پذیر ندرت پیدا ہوجاتی ہے - وہ شاعر پہلے ہے اور فلسفی بعد کو - جس طرح 'چاسر' انگریزی شاعری کا باوا آدم ہے' اسی طرح 'دنانیشور' بجا طور پر مرہٹی شاعری کا باوا آدم کہا جاسکتا ہے' یہی وہ سرمدی چشمہ ہے جس سے مرہٹی ادبیات کا آب صافی جاری ہوا - 'دنانیشور' کے بھائیوں اور بہن نے بھی کچھ نظمیں لکھی ہیں' مگر ہم ان سے قطع نظر کرکے دوسرے جلیل‌القدر شاعر 'نامدیو' کی طرف متوجہ ہوتے ہیں —

ذات باری کی بھکتی کے عقیدے کا مہاراشٹر کے لوگوں پر ایسا غالب اثر ہوا کہ جذباتی شاعری کا ایک نیا مذہب پیدا ہوگیا - اس کا آغاز سب سے پہلے 'نامدیو' میں نظر آتا ہے - اس کے حالات زندگی کے بارہ میں اب تک کوئی مستند معلومات فراہم نہیں ہوسکی - اس کی تصنیفات کی داخلی شہادتوں سے اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک درزی کا بیٹا تھا اور سنہ ۱۲۷۰ ع میں پیدا ہوا - اس کا باپ ایک سچا عابد تھا لیکن 'نامدیو' اپنے عنفوان شباب میں چوروں اور قزاقوں کے جتھے میں جا پڑا اور اپنے والدین کی ایک نہ سنتا تھا' وہ شاہراہوں پر ڈاکے ڈالتا اور فسق و فجور کی زندگی بسر کرتا رہا' لیکن ایک مرتبہ جب کہ وہ 'ناگناتھہ' میں تھا' اُس نے بیواؤں اور چھوٹے چھوٹے یتیموں کی تباہی کا جو خود اس کی شقاوت کا شکار ہوے تھے' بچشم خود نظارہ کیا اور اُنھیں فاقوں کے مارے ہلاک ہوتے ہوے دیکھا' اس سے اُس کے خیالات میں دفعۃً ایک تغیر سا پیدا ہوا' اس کے نازک جذبات بیدار ہوگئے اور اس کے ذکی الحس قلب پر ٹھیس لگی- غرض کہ جب یہ رد عمل شروع ہوگیا تو 'نامدیو' قدرتاً دوسری حد پر جا پہنچا' اور اب دنیوی زندگی کو خوف سے دیکھنے لگا' اور خدا کی عبادت میں مصروف ہوگیا - اپنی زندگی میں اسے جن مدارج سے گزرنا اور کونا کوں کشمکشوں اور قلبی ہیجانات کا سامنا کرنا پڑا اُن سب کا

عکس اس کی تصنیفات میں جھلکتا ھے —

اس کی تصنیف میں سب سے زیادہ درد انگیز اشعار وہ ھوتے ھیں جن میں وہ اپنا دل چیر کر اس کے سیاہ داغ دنیا کو دکھاتا ھے - یا پھر وہ جن میں وہ متضاد ھیجانات کی کشمکش کا بیان یا وصال ربانی کی آرزو کرتا ھے -

نمونۂ کلام ،

وہ اپنے نفس کو یہ تلقین کرتا ھے :-

"اے دل! دوسروں کی بیویوں کو اپنی ماں خیال کر، اور دولت کو کنکر پتھر یا مٹی کا ایک ڈھیر سمجھ - لوگوں کی بھلائی کے لئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار رہ اور ان کے مصائب کو محسوس کر - ھمیشہ یاد رکھہ کہ تجھے یہاں زیادہ نہیں رھنا ھے، جو کچھہ مل جاے اس پر قناعت کر - بھگتوں کی صحبت میں خدا کے گُن گا - سمجھہ لے کہ تمام مخلوقات میں خدا موجود ھے" —

جلوۂ حق کی تمنا :-

اے خدا! تو مجھے کیوں نہیں دکھائی دیتا ، میں تیری جدائی برداشت نہیں کرسکتا، ایک بچہ جو اپنی ماں سے چھٹ گیا ھو، اس وقت تک برابر روے جاتا ھے جب تک کہ وہ اسے دیکھہ نہ لے - بچھڑا اپنی ماں کے بغیر بے چین رھتا ھے - مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی - اے خدا میں تیری دید کا آرزو مند ھوں، تیری جدائی مجھہ سے برداشت نہیں ھوسکتی" —

" تیرے دھیان کے بغیر ایک لحظہ ، اے خدا مجھہ پر

ایک صدی کی طرح شاق گزرتا ہے - تو ارحم الراحمین کہلاتا ہے ' پھر میرے لئے اسقدر سنگدل کیوں ہے ؟ تو اپنے عابدوں پر مہربان رہا ہے ' اُن کے ساتھہ تجھے تغافل کرتے کبھی نہیں سنا - مجھے یقین ہے کہ تو میرے ساتھہ بے اعتنائی نہیں برتے گا - اے کریم ! مجھے اپنی حضوری میں لے '' —

" چڑیا اپنے بچوں کو گھونسلے میں چھوڑ کر دانے کی تلاش میں جاتی ہے ' ہر چند اس کا جسم دور ہوتا ہے مگر دل اپنے بچوں ہی میں پڑا رہتا ہے ' پس اے خدا ! ایسا کر کہ میں دنیوی کاروبار میں لگا ہوا ہوں تو بھی میرا دل تجھی میں اٹکا رہے - ایک گائے جنگل میں چرنے کو جاتی ہے ' مگر اس کا دل گھر پر اپنے بچھڑے میں لگا رہتا ہے - عورتیں اپنے سروں پر گھڑوں کی جیگھڑ رکھتی ہیں اور جب اپنی سہیلیوں سے باتیں کرتی ہیں تو ان کا دھیان جیگھڑ میں ہوتا ہے - اے خدا ! ' نامدیو' یہ چاہتا ہے کہ اُس کے دل میں بھی تیرا ایسا ہی دھیان ہو '' —

'' بچھڑا اپنے کُھلنے کے لئے کھونٹے کے گرد چکر کاٹتا رہتا ہے لیکن اس سے رسی اور بھی اُلجھہ جاتی ہے ' اسی طرح میں بھی دنیوی علائق اور مکروہات میں گرفتار ہو گیا ہوں ' مجھہ پر رحم کر ' توہی ایک میرا سہارا ہے '' —

'نامدیو' جذباتی شاعری کی ایک نئی طرز کا موجد اور اُس کا بہترین نمائندہ ہے۔

اس کا اثر بعد کے شعرا پر بے انتہا پڑا ہے ' اسی اثر کا تقاضا تھا کہ ہمیں اس کے متبعین کا ایک طویل سلسلہ نظر آتا ہے ' جنھوں نے اس نئی طرز کو ایسے جوش اور سرگرمی سے ترقی دی جس کی کوئی انتہا نہیں—

'نامدیو' کی شاعری کا اثر اس کے سارے گھرانے میں سرایت کر گیا ' چنانچہ اس کی بیوی ' ماں ' بچوں حتیٰ کہ گھر کی خادمہ جنی کے اشعار اب تک موجود ہیں اور ' جنی بائی' کے کہے ہوے ابھنگ تو خلوص اور گرمی جذبات کے اعتبار سے خود ' نامدیو ' کے کلام سے ٹکر کھاتے ہیں —

مہاراشٹر کی مذہبی تخئیل بیدار کرنے میں جو کام 'نامدیو ' نے کیا ' وہ اس واقعے سے ثابت ہے کہ عین اس وقت اور اس کے بعد ہی 'پرلی' کا 'جگاترنابھا' پرسا بھاگوت ' ' وٹھوبا کھیچر' سوانا مالی' ' نرھری سنار' 'گورا کمھار' اور 'چوکھا میلا ' وغیرہ شعرا کا ایک جھمکڑا پیدا ہوا ' (ان میں سے آخرالذکر شاعر ذات کا مہار تھا) یہ ' نامدیو ' ہی تھا جس سے وہ آگ پیدا ہوئی ' جس نے ذات پات کے فرق مراتب کو پھونک کر ایک روحانی جمہوریت قائم کی' یعنی خدا کی عشقیہ عبادت اور محبت کے رشتے میں ساری دنیا کو شریک کرلیا - یہی وہ اثر تھا جو شاعری کو اس عرش بریں سے اُتار کر ' جسے پنڈتوں نے اپنا حق سمجھ لیا تھا ' جمہور کی سطح پر لے آیا - جہاں سب مل جل کر ہم آہنگ ہوسکتے تھے - عاشقان الٰہی کی وارفتگی اور جوش ' اور حقیر سے حقیر ملازم کا بے چینی کے ساتھ اپنے " آقا " کو دیکھ لینے کا اشتیاق ' دل زدہ اور تائب کی ندامت کا کرب یہ سب باتیں ان کے اشعار میں بڑی خوبی سے ظاہر ہوتی ہیں —

بھکتی مذہب کی شاعری کا بیشتر حصہ جذباتی ہے اور عبادت اور خدا پرستی کے خالص گیتوں پر مشتمل ہے ' یہی چیز مرہٹی شاعری کی خصوصیت عالیہ ہے - جذباتی شاعری دل کی گہرائیوں میں جنم لیتی ہے' ذہن میں پرورش پاتی ہے اور دل کی گہرائیوں ہی میں ڈوب جاتی ہے - دل کا یہ گیت دل ہی کے لئے ہوتا ہے -

جب قلب گرمیٔ حیات سے متاثر اور جوش و خروش سے مضطرب ہوتا ہے تو اس کے خزا نے پھٹ پڑ تے ہیں - اگر جذباتی شاعری کی یہی خصوصیت ہے ' جو بیان ہوئی' تو مہاراشٹر کی بھکتی شاعري اصلی اور اعلیٰ ترین قسم کی جذباتی شاعری کہلائے جا نے کی مستحق ہے - جذباتی شاعری وہ پریم کا گیت ہے جو ہر قسم کے جنسی عشق سے بے نیاز ہوتا ہے ' اس شاعری سے کہیں بہتر ہے جو محض " حسن کی دیویوں " کے صدقے ہوتی رہتی ہے ' خواہ یہ دیویاں کیسی ہی دلفریب کیوں نہ ہوں - یوں تو قوت اور تاثیر اس شاعري میں بھی ہوتی ہے جو دنیوی حسن کی مجازی محبت کے گیت گاتی ہے لیکن بھکتی کے گیتوں اور عشق حقیقی کے نغموں کے اعتبار سے مرہٹی شاعري آج عدیم‌المثال اور بے نظیر ہے - تزکیۂ نفس اور روح کو تشفی بخشنے کی قوت میں مغرب کی کوئی شاعري بھکتی مذہب کی جذباتی شاعري کا مقابلہ نہیں کرسکتی - اگر کوئی ادب ایسا ہے جو بشر کی درندگی اور بہیمیت کو دور کر نے ' اس کو بہتر انسان بنانے اور غالباً اُس مقام تک پہنچا نے میں کارگر ہے ' جس کو عموماً الوہیت کہتے ہیں تو بھکتی مذہب کی مرہٹی شاعري ہے - اگر آج مہاراشٹر کے لوگ ہندوستان کے دیگر باشندوں کی نسبت زیادہ فرماں بردار ' زیادہ اطاعت گزار' زیادہ قانع اور زیادہ سلیم‌الطبع ہیں تو اس کی وجہ بھی بھکتی مذہب کی ادبیات کا اثر ہے —

جذباتی شاعری کی داغ بیل ڈالنے کے علاوہ ' نامدیو ' نے " پرا نوں " سے اخذ کرکے مختصر قصص بھی لکھنے شروع کئے- اپنی دوسری نظموں کی طرح یہ قصے بھی اس نے کسی ادبی تحریک سے نہیں لکھے بلکہ اس کے نزدیک یہ خدا کی عبادت کا طریقہ تھا- گویا وہ یہ سمجھتا تھا کہ خدا کی حمد گارہا ہے اور اس کی قدرتیں بیان کررہا ہے- بھکتی مذ ہب کے دوسرے شعرا بھی اسی طریقے پر کار بند ہوے - ان سب شعرا نے ' ابھنگ بحر' اختیارکی- یہ 'اووی سے' جس کو قدیم شعرانے استعمال کیا تھا' مختلف ہے- 'ابھنگ' اووي بحر کی ایک اصلاح یافتہ شکل ہے' اور یہ ان مرہٹی شعراکے جذبات

کے اظہار کےلئے جن کا تعلق بھکتی مذہب کی ادبیات سے ہے ' بہت موزوں ہے —

مکیشور کا زمانہ' سنہ ۱۵۰۰ ع

اب ہم جس دور کا بیان کرنے والے ہیں ' وہ مہاراشٹر کی ادبی تاریخ کا زریں دور ہے - اس عہد میں مرہٹی شعرا کی جولانیاں انسانی زندگی کے صرف ایک شعبہ یعنی مذہب اور نجات کی حد تک محدود نہیں رہیں بلکہ اب انسانوں کے روحانی تعلقات نے بھی ان کی ادبی قابلیتوں کے لئے نئے میدان فراہم کئے- اب تک ادب صرف بہ حیثیت ادب ان کے لئے کوئی وقعت نہیں رکھتا تھا ' ان کے ادبی کارنامے محض اتفاقی یا پھر ان کے واردات قلبی کے اظہار کا ایک ضروری ذریعہ تھے- لیکن جس دور میں ہم اب پہنچتے ہیں' اس میں مرہٹی ادبیات نے ایک مخصوص اور محدود میدان کی بجاے دوسرے میدانوں میں قدم بڑھاے - اس دور میں اگر ایک طرف قدیم ادبیات انتہائی اوج پر پہنچی تو دوسری طرف جدید ادبیات نے بھی اپنا ایک نمایاں قالب تیار کرلیا - قدیم تبلیغی ادبیات کی تکمیل ' ایکناتھ ' اور ' وامن ' پنڈت کے ہاتھوں ہوئی تو رزمیہ اور بیانیہ شاعری جس میں رومانیت کا چٹخارا بھی تھا ' ' مکیشور ' اور' وامن 'کے کلام میں ابھری اور چمکی - اگر ایک طرف قدیم الوھیت' تکا رام 'کی جذباتی شاعری میں معراج کمال کو پہنچتی ہے تو دوسری طرف' رام داس ' ایک نئی قسم کی اخلاقی شاعری سے سننے والوں کے دل ہلادیتا ہے - وہ کونسے اثرات تھے جنھوں نے اس نئے دور کو پیدا کیا ؟—

اگر اس موقع پر مہاراشٹر کی سیاسی تاریخ پر ایک سرسری نظر دوڑالی جائے تو اس سے غالباً ہماری تحقیق میں مدد ملے گی- سولھویں صدی عیسوی میں غیر ملکی حکومت مہاراشٹر میں جڑ پکڑ چکی تھی' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس غیر ملکی قوت کے مخالف مرکز تھے اور حملہ آور اور ملکی باشندے دونوں پہلو بہ پہلو ایک غیر مستقل قسم کی زندگی بسر کرتے تھے- اس زمانے میں اطمینان اور

امن اور بد امنی و انتشار کا باری باری دور دورہ رہا کرتا تھا' چونکہ مسلمانوں اور ہندؤوں کے درمیان تبادلۂ خیالات و افکار بھی ہوتا تھا' اِس لئے اُس وقت کی زبان میں فارسی الفاظ کی فراوانی آمیزش نظر آتی ہے یہ انہی غیر ملکی حکومت کے اثرات کا نتیجہ تھا کہ چودھویں' پندرھویں اور سولھویں صدی کی اکثر ادبیات میں شکایت اور سوز و گداز کی لے بہت بڑھی ہوئی نظر آتی ہے - شہزادوں اور بادشاہوں کا یکے بعد دیگرے بڑہ چڑہ کر دفعۃ دب جانا ضرور تھا کہ قومی تخئیل کو متاثر کرے اور ہوا بھی یہی - وہ آبادی جس پر پہلے ہی 'دنانديو' اور 'نامديو' کی تعلیمات کا رنگ چڑہ چکا تھا اور جن کے قلوب پر تمام دنیوی ہستی کے ناپائدار اور سراب صفت ہونے کا عقیدہ راسخ ہوچکا تھا جلدی سے رشیوں کے ہم آہنگ ہوکر دنیا کو اوگھت گھاٹی سمجھہ بیٹھی - ان لوگوں کے قلوب میں غیر ملکی حکومت کی طرف سے کسی طرح کے غصے کے جذبات نہ تھے - ''تمام فانی چیزیں غائب ہوجانے والی ہیں' پس فانی اشیا کے لئے تم کیوں جنگ کرتے اور اپنا سر پھوڑتے ہو' کوئی حکومت کرے' تم اپنی ابدی بہبودی کا خیال رکھو''- یہ اُس وقت کے عوام کا فلسفہ تھا' یعنی ایک مرنجاں مرنج اور شاکرانہ زندگی بسر کرنا - تمام مذہبی فرقوں نے اپنے آپس کے اختلافات ختم کرلئے تھے - خیالات و عقائد کی اس تبدیلی کی بدولت یوں قائم کی گئی کہ پنڈھری میں ایک مندر بنایا گیا جس میں وجے نگر سے لاکر 'وٹھوبا' کی مورت رکھی گئی - غرض کہ مہاراشٹر کے لوگوں نے دنیوی زندگی کے معاملات سے بے پروائی اور مایوسانہ بے تعلقی اختیار کرلی' البتہ چند اولوالعزم اور جری طبیعتیں' جن کی رگوں میں قدیم شہزادوں کا خون تھا' یا چند مرہٹہ سردار ایسے تھے جو گمنامی کی زندگی بسر کرنا گوارا نہیں کرسکتے تھے' اُنھوں نے جب اُن کو موقع ملا' کبھی اِس قطعۂ زمین پر قبضہ کیا' کبھی اُس ٹکڑے پر ہاتھہ مارا اور اس طرح شہاب ثاقب کی طرح رہ رہ کر چمکتے اور اپنی زندگی کا ثبوت دیتے رہے - چونکہ چودھویں صدی سے لے کر سولھویں صدی تک مہاراشٹر پوری طور سے

ایک فرمانروا کے ماتحت نہیں رہا بلکہ متعدد حکومتوں میں ٹکڑے ٹکڑے رہا' اس لئے من چلوں کو اپنی بے قاعدہ جانبازیاں دکھانے کے لئے اچھا خاصا میدان مل گیا - اگرچہ یہ سیاسی حالات مرھٹی ادب کے ارتقاء کے مساعد نہیں ہوسکتے تھے تاہم یہ واقعہ ہے کہ اعلیٰ مرھٹی ادبیات کا بیشتر حصہ اسی ہل چل اور بد امنی کے زمانے میں پھلا پھولا - اگرچہ عوام‌الناس خاموش تھے' لیکن فضا میں برابر ہیجانی کیفیت موجود تھی اور بلند حوصلہ نوجوانوں میں من چلاپن اور جیوٹ دکھانے کا شوق سرایت کرچکا تھا اس لئے کہ اس طوائف‌الملوکی کے زمانے میں اُن کی سرکوبی کون کرتا - غیر ملکی یا بیرونی حملہ آوروں کی متعصبانہ ایذا رسانی اور شقاوت کے واقعات بھی اکثر ہوتے رہے - ان ایذا دھی اور وحشیانہ سنگدلی کی باتوں سے مرنجاں مرنج باشندوں پر ہیبت چھاگئی اور وہ تائید ایزدی' امداد غیبی اور اس قسم کی دوسری کہانیوں سے اپنے دلوں کو تسکین دینے لگے - چنانچہ لوگوں میں یہ شوق پیدا ہوگیا کہ اگر کوئی سمجھانے والا ملتا تو وہ اس سے پُران پڑھواتے اور کوروں اور پانڈوں کی جنگ کے قصے بڑی غور سے سنتے - غرض کہ جس طرح ملکۂ الزبتھ کے زمانے میں انگلستان کے عوام کا ذھن ڈرامے اور تمثیلی ادبیات کے ظہور کے لئے تیار ہوگیا تھا' اسی طرح سولھویں اور سترھویں صدی میں مہاراشٹر ایسی ادبیات کا تشنہ ہوگیا جو اُس کے دل کی کسک کو کم کرسکے' درد کو تسکین دے' شجاعت کی کجلائی ہوئی چنگاری کو بھڑکائے اور حالات زندگی کے اقتضاء سے جو ہیجانات ناگزیر ہوگئے تھے' اُنھیں بھڑکائے یا دھیما کرے - چنانچہ ایک طرف 'مہابھارت' اور دوسری طرف 'بھاگوت' کا مرھٹی ترجمہ (اول‌الذکر میں قدیم شجاعت کے قصص تھے اور آخرالذکر میں مذھب کے مسلک ریاضت کے مسائل تھے) اور تکا رام کی 'ابھنگ' اور رام داس کی 'داس بودھ' ظہور میں آئیں- اب ہم مہاراشٹر کی ادبی تاریخ کے اس دور زریں کے خاص نمائندوں کے سوانح اور کلام پر مختصر سا تبصرہ کریں گے —

اس مقام پر شکر گزاری کے ساتھہ یہ اعترات کرنا کچھہ بے محل نہ ہوگا کہ بعض مسلمان حکمرانوں نے مرہٹی ادبیات اور مرہٹہ قوم کی حقیقی قدر افزائی کی۔ ابراہیم عادل شاہ کا زمانہ آیا، وہ مرہٹوں کے جنگ جویانہ اوصاف کے باعث اُن کا بڑا مداح تھا، اُس نے مرہٹوں کو سلطنت کے اکثر ممتاز عہدوں پر مامور کیا - مہاراشٹر اور مرہٹی سے اسے اس قدر انس تھا کہ مرہٹي درباری زبان بنائی گئی - دربار میں مرہٹی کے رواج نے قدرتاً اُس کی ترقی کی رفتار کو تیز کردیا —

ایکناتھہ | یہ اپنے زمانے کا ایک بہت بڑا ولی، جیّد عالم اور جلیل القدر شاعر تھا - سنہ۱۵۲۸ع میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۶۰۹ع میں وفات پائی - اس کے حلم، توکل، ضبط نفس، ریاضت اور عالمگیر محبت کے متعلق بہت سے قصے مشہور ہیں جن کو ہم یہاں دہرانا نہیں چاہتے - ان قصوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ایکناتھہ کا روحانی خلوص کس حد تک تھا - اس کا ظاہر اس کے باطن کی سچی تصویر تھا - اس کی تصنیفات عظیم الشان اور ضخیم نہیں - اس کی 'بھاگوت' کی شرح (باب ۱۱) مہاراشٹر کی مقدس ترین کتاب سمجھی جاتی ہے - 'ایکناتھہ' میں اصل سنسکرت تصنیف کی صحیح تشریح اور ترجمانی کا فن کمال کو پہنچ گیا ہے اور جیسا کہ اس کی 'رامائن' سے ظاہر ہوگا وہ طرز بیان میں بھی دوسرے شاعروں سے بہت آگے ہے - 'ایکناتھہ' نے جو کچھہ لکھا، جہلا اور عوام میں صداقت اور نور علم پھیلانے کے لئے لکھا - اس کا دل روحانی اندھوں اور گونگوں کے درد سے تڑپتا تھا اور وہ جانتا تھا کہ اُن کے دلوں تک رسائی پانے کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو صرف ایک یعنی انہی کی زبان لکھنا - پنڈتوں کی تمام مخالفتوں کے باوجود اس نے اپنی تصنیف ملکی زبان میں کی - ایکناتھہ مرہٹی پر فخر کرتا تھا، اس زبان کی حمایت میں وہ کہتا ہے :-

"مانا کہ سنسکرت مصنفین جلیل القدر، ہیں لیکن
مرہٹی میں کونسی قباحتیں ہیں - سونے کے بنے

ہوے نئے اور پرانے پھولوں میں کوئی کیسے تمیز
کر سکتا ہے ؟ سنسکرت خدا کی بنائی ہوئی ہے تو
کیا' پراکرت' چوروں کی پیدا کردہ ہے ؟ خدا زبانوں کا
طرفدار نہیں اُس کے نزدیک مرہٹی اور سنسکرت
دونوں برابر ہیں'' —

ادب جمہوری ہے اور جمہوری ہونا چاہئیے - ' ایکناتھ ' نے سنسکرت پنڈتوں کی مخالفت کے باوجود اس کا اعلان کیا —

بہ حیثیت شاعر کے ' ایکناتھ' خاص طور پر اپنی 'بھاگوت' کے لئے مشہور ہے - اس کتاب کا مضمون اس کا اپنا نہیں ہے لیکن جن تشبیہوں ' استعاروں اور موزوں تمثیلوں سے وہ اصل کی تشریح اور توضیح کرتا ہے ' وہ اس کے اچھوتے تخئیل کا ثبوت ہیں - یہ تصنیف 'اووی' بحر کے تقریباً بیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے - کتاب کا خاص موضوع یہ ہے کہ بھکتی یعنی پرماتما کی لگن سے دلوں کو بھردیا جائے - یہاں بھکتی کو اس کے محدود معنوں میں ہرگز استعمال نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس مسلک میں رفعت اور ہمہ گیری داخل ہے - ' ایکناتھ' بھکتی کی تعریف اِن لفظوں میں کرتا ہے : '' بھکتی کے معنی تمام مخلوق کی خدمت اور اس سے محبت کرنا ہے '' - شاعر کی حیثیت سے ' ایکناتھ ' کو بہت بڑی فضیلت حاصل ہے - وہ انسانی قلب کے تمام مختلف واردات اور خواہشات کی سچی تصویر کھینچنے پر قادر ہے - جذبات کے تمام اصولوں سے واقف ہے اور اپنے الفاظ کی قدرت سے ہر جذبے کو بر انگیختہ کر سکتا ہے - چند مثالیں ملاحظہ ہوں - 'رام' کی بیوی 'سیتا' کا حال بیان کرتے ہوے ' ایکناتھ ' لکھتا ہے :—

'' وہ اس قدر نازک اندام تھی کہ معلوم ہوتا تھا '
چاند کی کرنوں سے اُس کا بدن چھلنی ہو جاے گا '
اور کنول اُس کے مقابلے میں سخت تھا - اُس کے اعضا

آسمان سے بھی زیادہ لطیف چیز کے بنے ہوے معلوم ہوتے تھے (۲) اُس کے چھونے سے تمام اعضا اور دماغ میں ایک پھریری سی پیدا ہوتی تھی اور اُس کے خوبصورت نظارے سے جو انبساط ہوتا تھا اُس کے سامنے امرت کی شیرینی کی کچھہ حقیقت نہ تھی - اُس کے چہرے پر نظر ڈالنے سے آنکھوں پر خوشی کے مارے وجد طاری ہوتا تھا ' وہ اُس کے چہرے پر جمی رہتی تھیں اور کسی دوسری چیز کو دیکھنے سے حظ نہیں پاتی تھیں (۴) اُس کے حسن کی دید ہر مقاومت پر فتح پاتی تھی اور حسن کی ایسی تکمیل یافتہ شکل کہیں اور نظر نہ آسکتی تھی " —

مکتیشور

مکتیشور ہی وہ پہلا شاعر ہے جس نے بھکتی مذہب کی جلائی ہوئی شمع سے کسب سوز کر کے اسے بکثرت اور خاص ادبی اغراض کے لئے استعمال کیا - اُس کا رتبۂ شاعری بہت بلند ہے - ویسے بھی ' ایکناتھہ ' کا نواسا ہونے کی وجہ سے شاعری اُس کی رگ و پے میں موجود تھی - دو عظیم رزمیہ 'رامائن' اور 'مہابھارت' کے ترجمے اُس کی اہم ترین تصنیفات ہیں - 'رامائن' میں ' مکتیشور ' نے 'اووی' کی بجاے سنسکرت بحر استعمال کی ہے - رنگین تصورات ' تخئیل کی بلند پروازی ' استعارے اور بر محل و موزوں الفاظ اور زبان کا استعمال ' مکتیشور ' کی شاعری کے ممتاز خطوخال ہیں - ' مکتیشور' کے بیانات اُس کے شوخ تخئیل کا نتیجہ ہیں اور اُن میں اکثر مقامی رنگ جھلکتا ہے - وہ پہلا شاعر ہے جس نے اپنی فکر میں گرد و پیش کے معاشرتی ' سیاسی اور مذہبی مواد سے کام لیا ' اُس کی تصنیفات فطرت نگاری سے بھری پڑی ہیں ' اُن کا رنگ شوخ اور بیان روشن ہے " چند مثالیں ملاحظہ ہوں - شام کا سماں —

'' شام کے وقت ہزاروں کرنوں والے دیوتا سورج کو
دو شیزۂ مغرب کا بوسہ لیتے دیکھ کر کلیاں کملا
گئیں اور اُن کے چہرے زرد ہوگئے (۲) مرد کی بیوفائی
کا خیال کر کے چکویاں اپنے نروں کو چھوڑ کر دریا کے
دوسرے کنارے چلی گئیں (۳) سورج جیسے فضیلت
مآب دیوتا کو اس طرح معصیت میں آلودہ دیکھ کر
چاند، اگرچہ خود بھی سیاہ داغ رکھتا تھا، زیادہ
روشن ہونے لگا، اور جس طرح بڑوں کے زوال سے
ادنیٰ لوگوں کی بن آتی ہے، ستارے چمکنے لگے،
جس طرح بڑوں کو دیکھ کر حاسدوں کی زبان کھل پڑتی ہے
اسی طرح رات کو کھلنے والے اور کیچڑ میں پیدا ہونے
والے کنول بھی اب ہنس پڑے '' -(آدھی پروا)—

نہائشی لوگوں کے اوپری ملمع کو شاعر ذیل کی تشبیہ سے بیان کرتا ہے :—

'' نہائشی آدمی کی ظاہری شان اور سازو سامان
مردوں اور عورتوں کے دلوں میں اُن کی عزت پیدا
کرتا ہے لیکن اُن کے دل میں چور ہے جس کو صرف
خدا جانتا ہے (۲) وہ ایک فاحشہ عورت کے بنے
سنورے چہرے، زہر کی نرمی، ناگن کی نازکبدنی
اور دہکتے ہوئے کوئلوں کی چمک دمک کی طرح ہے''۔

راجدنل کی عمدہ حکومت کو وہ ان استعاروں میں بیان کرتا ہے —

'' جب زبردست سورج (نل کی دلاوری) نے سطح زمین
کو منور کیا تو کنول (رعایا) کے چہرے خوشی سے روشن

ہوگئے ' چکوے چکوی کا جوڑا (یعنی دولت اور مذہب)
جوصرف شب کی ظلمت میں جدا ہوتاہے ' اب اس
سورج کی روشنی کی وجہ سے ہمیشہ اکھٹارہا (۲) رات
(یعنی افلاس) اور اُس کے برے نتائج کبھی نہیں دیکھے
گئے - ستاروں کے جاے وقوع (یعنی مجرم اورشریر)
کی تمیز نہ ہوسکی (۳) اُلوؤں (بے دینوں) کی آواز
سنائی نہ دیتی تھی اور چوروں کے لئے کہیں رخنے
نہیں تھے - کوئل اور ہنس (یعنی دانشمند لوگ) خوشی
سے گاتے تھے " —

' مکتیشور " دروپدی ' کے اُس خیمے میں داخل ہونے کا حال ' جہاں بہت سے شہزادے
اس کے سوئمبر کے لئے جمع ہوئے ' تھے یوں بیان کرتا ہے :—

(۱) " ہاتھی پر سوار ہوکر جس وقت دروپدی خیمے
کے قریب پہنچی ہے تو ایسامعلوم ہوتاتھا جیسے ابھی
ایک حسن کی کان پھٹ پڑی ہے - سرسوتی بھی اُس کے
جمال کو پوری طورسے بیان نہ کرسکتی تھی - جب اس کے
جسم کی خو شبو میلوں پھیلی تو ہنس (یعنی
شہزادے) اُسے جھیل مانسر ور (عشق کے دیوتا کا مسکن)
سمجھکر تیزی سے اس کی طرف دوڑے - اس کے
خوبصورت جسم کی نزاکت کے آگے کنول کے اندر کا حصہ بھی
کسی قدر سخت معلوم ہوتاتھا اور اُس کے لبوں کے اندر
سے ہیروں (یعنی دانتوں) کی چھوٹ پڑ رہی تھی -
(۴) جب اُس کے بھائی نے اُسے ہاتھی سے زمین پر اُتاراتو اُس
کے سنہری زیوروں کی چمک دمک چاروں طرف پھیل گئی

(۵) وہ آھو چشم حسینہ سونے یا بجلی کی ایک بیل معلوم ھوتی تھی یا چاند کا ٹکڑا انسانی شکل میں نمودار ھوگیا تھا" —

مکتیشور کا کلام اخلاقی نقا ئج سے مالامال ھے ؛ دوسروں کے لئے برے الفاظ استعمال کر نے کا نتیجہ وہ یوں بیا ن کر تا ھے: —

" ایک برا لفظ برسوں کے قائم شدہ رشتۂ دوستی کو توڑ دینے کے لئے کافی ھے' جس طرح چھاچھ کی ایک بوند دودہ کے ایک پورے گھڑے کو خراب کردیتی ھے (۲) جس طرح سا لہا سال کی توبہ ایک ذرا سی بُری خواھش سے بیکار اور رائگاں ھوجا تی ھے' اسی طرح بے اعتنائی یا تحقیر کے اظہارسے مہمانوں کے سامنے رکھے ھوے مرغن اور پر تکلف کھانوں کا مزہ کرکرا ھو جا تا ھے (۳) بخار اور موسم گر ما کی گرمی اُس جلن کے مقا بلے میں کچھہ حقیقت نہیں رکھتی' جو دوسروں کو بُرے الفاظ کہنے سے پیدا ھوتی ھے (۴) لوھےکی گرم کیلوں کے کچوکے برداشت کرنا آسان ھے لیکن برے الفاظ سے جو ایذاپہنچتی ھے وہ کبھی دور نہیں ھوتی - سونے کا ایک زیور یا جسم کی پسلیاں اگر ٹوٹ جائیں تو ماھرین فن اُن کو جوڑ سکتے ھیں' لیکن ٹوٹے ھوے موتی اور ٹوٹے ھوے دل کو خدا بھی ٹھیک نہیں بٹھا سکتا ھے"—

تیرتھوں کے متعلق وہ لکھتا ھے :: —

" وہ شخص جو" صاف قلب اور پاک روح رکھتا اور تمام

دنیوی ہستیوں کو ایک قوت برتر کے مظہرات سمجھتا ہے'
بجائے خود ایک تیرتھ ہے - اور تمام متبرک مقامات کو
پاک و صاف کرنے کی قوت اُسی سے حاصل ہوتی ہے-
(۲) وہ شخص' جو حواس پر قابو رکھتا ہے - میٹھے اور
سچے بول بولتا ہے اور خود غرضی جس کے دل کے پاس
نہیں پھٹکتی' جس کی آنکھیں پرائے مال کے لئے
اندھی ہوں' جس کا دل غیروں کی بیویوں کو دیکھکر
پتھر کی طرح بے حس ہو جائے' جو دوسروں کی
عیب گوئی کے لئے گونگا ہو وہ تمام جاتراؤں اور
تیرتھوں کا بانی مبانی ہے''—

مذکورۂ بالا سطور سے بہ آسانی معلوم ہوگا کہ مکتیشور سب سے پہلا جلیل القدر شاعر ہے جس نے ادب کو ادب سمجھا' وہ ایک ذکی الحس قلب اور تہذیب یافتہ دماغ رکھتا تھا - اُس کی شاعری زور اور ولولے سے بھری ہوئی ہے' اُس کی منظر نگاری رنگ میں شوخ اور بیان میں دلنشیں ہے - اُس کے بیانات حقیقی کی بجائے کسی قدر رومانی ہوتے ہیں' لیکن وہ اُنھیں کچھہ ایسا اُجاگر کر دیتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے ہم بالکل بھول جاتے ہیں کہ یہ اصلی ہیں یا نقلی—

اب ہم اسی عہد کے ایک اور شاعر 'تکا رام' کی طرف متوجہ ہوتے ہیں - 'تکا رام' سنہ ۱۶۰۸ ع میں 'پونہ' کے قریب موضع 'دیہو' میں ایک شودر کے ہاں پیدا ہوا - اُس کے آبا ؤ اجداد 'وٹھوبا' کے بھگت تھے - اُس کا باپ اپنی جوانی ہی کے عالم میں دنیوی زندگی سے کنارہ کش ہوگیا اور گھر کا کار و بار 'تکا رام' کو سونپ دیا' جو ایک مستعد نوجوان تھا اور اپنے بڈھے والدین کی زیر ہدایت ہر کام کو خوش اسلوبی سے انجام دیتا تھا - معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً پانچ سال تک وہ دنیوی عیش و کامرانی میں بسر کرتا رہا' لیکن بہت جلد حالات نے پلٹا کھایا - اُس کے پیارے

والدین ایک ایک کرکے مرگئے - ان مصائب کا 'تکارام' کے دل پر بہت گہرا اثر پڑا - والدین کی موت کے بعد اُس کے بڑے بھائی کی بیوی بھی مر گئی' اُس نے فوراً 'دیہو' کو خیرباد کہا اور ہندوستان کے مقدس مقامات کی جاترا کے لئے روانہ ہوا اور اُسی وقت سے تارک الدنیا ہوکر خدا کی عبادت کرنے لگا —

اُس کے کلام پر ایک سرسری نظر ڈالنے والا بھی یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ 'تکارام' کا دل تائید الہی کے لئے کتنا بے چین ہے اور اُن مظالم کا جو دنیا انسانوں کی روح پر کرتی ہے' اُس کے قلب میں کتنا دردانگیز احساس موجود ہے - وہ اپنے تخئیل کی مدد سے دنیاوی نمود و نمائش کی بے ثباتی کا سچا سچا نقشہ کھینچ کر رکھہ دیتا ہے - وہ کوئی ماہر فن نہیں تھا اور ادبی خوبیوں کو پرکھنے کی قدرت بھی اُس میں کچھہ زیادہ نہ تھی - اُس کے کلام کا بیشتر حصہ مقفیٰ نثر میں ہے' لیکن اس کے باوجود اگر اُس کے کلام کی معقول طور پر چھان بین ہو اور اس کو سلیقے کے ساتھہ پیش کیا جاے تو اُس سے وہ جوھر آشکارا ہوں جو اُس کے پیشرووں میں سے کسی کو میسر نہ تھے - دلیل کی سنجیدگی' تخئیل کی نوک جھوک' نازک خیالی' جوش غضب' کمال ہمدردی اور حساسیت قلبی میں 'تکارام' اپنا جواب نہیں رکھتا —

——(مثالیں)——

یقین کی اہمیت کو 'تکارام' اِس طرح بیان کرتا ہے: —

(۱) چاہے مجھے کھانا میسر نہ آئے' اولاد میسر نہ ہو' لیکن اُس کی رحمت مجھہ پر ضرور ہونی چاہئے' یہی میرے ضمیر کا تقاضا ہے اور یہی نصیحت میں لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں - چاہے میرے جسم کی توہین ہوا کرے اور میں بپتا میں پڑا رہوں - لیکن نارائن میرے من سے جدا نہ ہو - کیونکہ تمام دنیوی

سامان عارضی ہیں اور صرف وہی اکیلا ابدی ہے"—

(۲) "اے خدا! تجھے معلوم نہیں کہ تو اپنے پرستاروں کو کیسی کیسی خوشیاں بخشتا ہے - کنول کا پھول اپنی خوشبو کو نہیں جانتا لیکن شہد کی مکھی اُس سے لطف اُٹھاتی ہے - گائے صرف گھاس کا مزہ جانتی ہے لیکن بچھڑا دودھ کی لذت سے بھی واقف ہے- سیپی کے اندر موتی ہوتا ہے لیکن اس کے پہننے کا لطف دوسرے اُٹھاتے ہیں"—

"بچہ اگر اپنی ماں کو لحظہ بھر نہ دیکھے تو بے چین ہو جاتا ہے، گو بہت سے لوگ اُسے بہلانے کی کوشش کرتے ہیں مگر وہ اپنی ماں ہی کے پاس رہنا چاہتا ہے اور دوسروں کی باتوں میں اُس کا جی ہرگز نہیں لگتا - میرا خدا میری ماں ہے اور میرا جی کسی اور چیز میں نہیں لگتا"—

جلوۂ حق کے شوق کو یوں بیان کرتا ہے:—

(۱) "میری روح تیرے دیدار کی تمنا ہے اور میں تجھے دیکھنے کے لئے دن رات روتا ہوں- چکور ماہ کامل کو دیکھکر جیتا ہے - نئی نویلی دلہن دیوالی کے دن بڑے شوق سے اپنی ماں کے بلاوے کی راہ دیکھتی رہتی ہے - ایک بھوکا بچہ روئے جاتا اور بڑی چاہت سے اپنی ماں کا انتظار کرتا ہے - میں بھی اے خدا تیرا پیاسا ہوں! ذرا اپنے جلوے سے میری پیاس بجھا"—

"(۲) دلھن اپنی سسرال کو جاتے ھوے بار بار مڑمڑکر دیکھتی ھے' اِسی طرح اے کیشوا میں تجھے دیکھنا چاھتا ھوں- بچہ اگر اپنی ماں سے بچھڑجاے تو بے چین ھوجاتا ھے اور مچھلی پانی سے باھر آجاے تو اُسے کبھی قرار نہیں آتا" —

"اے خدا! تو مجھے اب تک کیوں نہیں نظر آیا؟ اگر کسی کروڑ پتی کا نوجوان بچہ چنگلوں میں لپٹا رھے تو لوگ کس پر الزام دھریں گے؟ ایک مشہور آدمی اپنی شہرت قائم رکھنے کے لئے بے قرار رھتا ھے اگر تو حقیقت میں رحیم ھے' جیسا کہ لوگ تجھکو کہتے ھیں' تو مجھہ مصیبت زدہ پر رحم کر" —

"اگر کوئی ماں اپنے بچے کی گردن کاٹنی چاھے' تو کون بچاسکتا ھے؟ اے خدا! اگر تو عالیم ھے تو مجھے کیوں ترسا رھا ھے؟ اگر خود ایک نگہبان قزاقی پر اُتر آے تو اُس کا کیا علاج ھے؟ اگر کوئی بادشاہ رعیت کو کھسوٹنا چاھے تو اور کون حفاظت کرسکتا ھے؟ اے خدا میں تیرے ھاتھہ میں ایک پتلی ھوں جس طرح جی چاھے مجھے نچا" —

عارفوں کی بابت 'تکا رام' کہتا ھے :-

(۱) "صندل کی لکڑی کا ھر ذرہ خوشبو سے پر ھوتا ھے پارس پتھری کا کوئی بھی حصہ ایسا نہیں ھوتا جو دھات کو سونا نہ بنادے' چراغ کی روشنی میں کہیں دھندلا پن نہیں ھوتا' شکر کا ھر

ذرہ میٹھا ہوتا ہے، اسی طرح سے ایک ولی میں کسی قسم کا عیب نہیں ہوتا" —

"اولیاے کرام کے اوصاف کی ستائش کا حق میں کیونکر ادا کرسکتا ہوں - یہ لوگ دنیا میں صرف بنی نوع انسان کی بہبود کی خاطر عارضی قیام کرتے ہیں - دوسروں کی رضا جوئی کے لئے اپنی زندگیاں قربان کردیتے ہیں - اپنے آپ سے محبت نہیں رکھتے - اُن کی تمام پونجی یہی ہے کہ کائنات کی ساری مخلوق سے محبت کریں - دوسروں کو خوش حال دیکھ کر اُن کو مسرت ہوتی ہے - اُن کے بول ایسے میٹھے ہوتے ہیں جیسے امرت" - وغیرہ وغیرہ —

بد خصلت لوگوں کے لئے کہتا ہے :-

" (۱) جس بد آدمی میں درد مندی نہ ہو، وہ جل جاے تو اچھا، اُس کی ماں نے اُس کی پیدائش میں جو تکلیفیں اُٹھائیں، سب رائگاں گئیں - وہ شخص جو دوسروں کی مصیبت کو محسوس نہیں کرتا، پتھر کا دل رکھتا ہے؛ وہ ایک درندے سے بہتر نہیں؛ جو یہ نہیں جانتا کہ اُس کی روح بھی ویسی ہی ہے جیسی دوسروں کی ہے - 'تکا' کہتا ہے کہ وہ دوسروں کے گلے کاٹ کر خوش ہوتا ہے مگر جب خود اُسکی باری آئے گی تو بہت روئے گا"-

'تکا رام' کا اثر متعدد چھوٹے چھوٹے شعرا پر پڑا، جنھوں نے اُس کی تعلیمات کو دھرایا اور اپنی اپنی طرز میں نظمیں لکھیں- ان میں سے بعض دیگر مذاہب کے بھی تھے- مثلاً 'شیخ سلطان' اور 'شیخ محمد'- شیخ محمد قصبۂ شری گونڈا (ضلع احمد نگر)

کا باشندہ تھا، اُس پر بھکتی مذھب کے شاعروں کی تعلیم کا بہت اثر پڑا، اس نے اپنی تصنیف میں ھندو مسلمان دونوں فرقوں کو نصیحت کی ھے کہ وہ ایک ھوکر خدا کی عبادت کریں —

رامداس

سنہ ۱۶۰۶ ع میں موضع جام (ضلع اورنگ‌آباد) میں پیدا ھوا، اُس نے بہت چھوٹی سی یعنی تقریباً آٹھ سال کی عمر میں جوگ رما لیا اور مختلف مقدس مقامات کی جاترا کے لئے ھندوستان کے تمام طول و عرض میں سفر کیا۔ غیر ملکی حکومت کے مظالم کی وجہ سے رعایا کی پریشاں حالی دیکھ کر وہ اس قدر متاثر ھوا کہ سیاسی انقلاب کو ضروری سمجھنے لگا - 'داس بودہ' میں وہ عوام کی حالت کا نقشہ اس طرح کھینچتا ھے :-

> ''چونکہ جوھر حیات بالکل مفقود ھوگیا ھے اور ملک اُجڑ گیا ھے، اس لئے بہت سے خاندانوں کو آنے والے مصائب برداشت کرنا پڑتے ھیں - لوگوں کے پیٹ کو روٹی نہیں، تن کو کپڑا نہیں اور مکان بنانے کے لئے مسالہ نہیں، یہ اپنے آپ کو کیونکر سنبھالیں گے! ھر چیز ھمت شکن اور نفرت انگیز بنی ھوئی ھے - اُمید کی کہیں سے کوئی جھلک ھی نظر نہیں آتی - مصائب کا ایک سیلاب ھے کہ سب کو بہائے لئے جارھا ھے - کوئی ایسا نہیں جو کسی نہ کسی سبب سے تکلیف نہ اُٹھا رھا ھو - میں ایک متلفس کو بھی تو بشاش نہیں پاتا اور بڑی جرات کی بات یہ ھے کہ کوئی ایک دوسرے کی پروا بھی نہیں کرتا '' —

رامداس نے اپنا سارا جوش و خروش عوام میں قومی احساس پیدا کرنے کے لئے صرف کیا اور لوگوں کو غیر ملکی جوا اُتار پھینکنے کا درس دینے لگا -

اِس مقصدکے لئے اُس نے مہاراشٹر اور باھرکے رھنے والے اپنے ھم خیالوں کی ایک جماعت قیار کی - اُن لوگوں کی تبلیغ یہ تھی کہ دنیوی جد و جہد کی طرف سے جو غفلت اور بے پروائی اُس زمانے کے لوگوں میں عام طور سے پھیلی ھوئی تھی کسی طرح اُس کی بیخ کنی کی جاے - ' رامداس ' نے سمجھہ لیا کہ شعرا کے بھکتی مذھب کے بیان کردہ اعلیٰ اخلاقی اصول اس وقت تک مکمل نہیں ھوسکتے' جب تک پر جوش دنیوی مستعدی کا اُن کے ساتھہ سنجوگ نہ ھو ' اِس لئے کہ اِس دنیا کی زندگی بھی ایسی ھی اھم ھے جیسی مر نے کے بعد جنت کی زندگی - اُس کی پاک زندگی' حب وطن اور جوش نے مہاراشٹر کے سپوتوں میں ایک نئی روح پھونک دی --

مختصر یہ ھے کہ جس چیز نے ' رامداس ' کے نام کو بقاے دوام بخشا وہ اس کے یہی سیاسی خیالات تھے جو اُس نے اپنی نظموں میں ظاھر کئے - اُس کی حب الوطنی ھی وہ قومی جذبہ ھے جس نے اُس کے لفظ لفظ میں شعریت کا جادو بھر دیا - اُس کی سر گرمیاں پھل لائیں اور سنہ ۱۶۶۴ ع میں 'سیواجی' نے مہاراشٹر میں مرھٹہ حکومت قائم کردی —

اُس عہد کا ایک اور قابل ذکر شاعر ' وامن ' ھے- وہ سنسکرت کا ایک مشہور عالم متبحر تھا - اُس کو سنسکرت کے ساتھہ ایسی محبت اور اُس پر ایسا فخر تھا کہ شروع شروع میں مرھٹی سے نفرت کر نے لگا تھا لیکن بعد کو جب اپنی مادری زبان کے ساتھہ اِس سلوک پر وہ نادم ھوا تو اُس کی ایسی کایا پلٹ ھوئی کہ اِس کے بعد سے اُس کا تمام کلام مرھٹی میں رھا - وہ بہت پر گو تھا اور اُس کے کلام میں اُس وقت کی مرھٹی شاعری کے تمام اصناف نظر آتے ھیں - وہ اعلیٰ خدا داد قابلیتوں کا شاعر ھے اور اُس کے کلام کا کچھہ حصہ تو سرتاپا تاثیر میں ڈوبا ھوا ھے- کہیں کہیں صنائع بدائع کے گل بھی کھلاتا ھے اور موسیقیت الفاظ کی تانیں اُڑاتا ھے -

اُس زمانے میں' شریدھر' ' وٹھل' ' ماھی پتی' ' رنگ ناتھہ' ' اودھو چت گھن' اور بہت سے شاعروں کی ایک فوج کی فوج پیدا ھوئی' جن کا کلام قابل ذکر ھے'

لیکن اس مختصر سی کہانی میں ہم صرف اُن کے نام ہی لے سکتے ہیں —

عہد موروپنت

اب ہم جس عہد سے بحث کرنے والے ہیں، وہ اپنے رنگ اور موضوعات شاعری کے اعتبار سے تمام سابقہ عہدوں سے الگ تھلگ ہے - وہ اخلاقی جوش اور آخرت کا شوق، جس کے لئے گزشتہ عہد مخصوص تھا، اب آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو رہا تھا - مرہٹہ حکومت نہ صرف مہاراشٹر میں قائم ہوچکی تھی بلکہ اس کے باہر بھی پھیل گئی تھی اور اپنے جلو میں دولت، سامان عیش اور لذات جسمانی کی خواہش لے آئی تھی - اب سنسکرت کے مطالعہ کا شوق پھر تازہ ہو گیا اور بڑے بڑے سنسکرت کے عالم مرہٹی میں شعر کہنے لگے لیکن متقدمین اُن کے برخلاف، جو معنی پر زیادہ نظر رکھتے تھے، یہ نئے شاعر زیادہ قوت بندش پر صرف کرتے تھے - غرض کہ پرانی رومانیت کی جگہ اب "سند جوی" نے لے لی تھی - ایک اور صنف شاعری، جو پہلی مرتبہ اِس دور میں وجود میں آئی، لاؤنی (عشقیہ شاعری) تھی - میدان جنگ کی مصروفیتوں اور سرگرمیوں کے بعد اب سورماؤں کا دل کسی قدر سکون کا طالب تھا، چنانچہ ایسے ہلکے رنگ کی اور لطیف ادبیات کی خواہش پیدا ہوئی جو اُن کے جذبات کو گُد گدائے اور میدان کار زار میں کھائے ہوئے زخموں کے لئے تسکین دینے والے مرہم کا کام دے - غرض کہ اس زمانے سے گوپیوں کے گیتوں اور اس ساری ادبیات کا آغاز ہوا جو کرشن یا کنہیا اور گوالنوں کے ساتھ ان کی رنگ رلیوں سے متعلق ہے اور اُن متفرق قطعات کا ایک طومار بندھ گیا جن کو لاؤنی کہتے ہیں —

اُس عہد کی ایک اور خصوصیت تصنیف (Balleo) ہے - اُن میں اشتعال انگیز قومی واقعات مثلاً پانی پت کا معرکہ، کریلا کی لڑائی، فتح و شکست، جیوت کے کام، جانبازیاں اور فتوحات وغیرہ کا حال بیان کیا جاتا ہے - یہ تصنیفیں

جہاں کہیں بھی گائی جاتی ہیں ' مہاراشٹر کی قومی سرگزشت ' آزادی کے لئے اُس کی شریفانہ جدوجہد اور فاتحانہ ترقی کے زمانے کی یاد تازہ کر دیتی ہیں - پرانے زمانے میں گوندھلی پر جوش اور مسحور مجمعوں کے سامنے ان تصنیفوں کو گا گا کر سناتے تھے - ہم اُس عہد کے سب سے اہم شاعر کی زندگی اور اُس کے کلام پر ایک مختصر تبصرہ کرتے ہیں —

مورو پنت

سنہ ۱۷۲۹ میں ' کوکن ' میں پیدا ہوا - اس کی سنسکرت کی تعلیم 'پنھالا ' میں ہوئی جو ضلع ' ستارا' میں ایک قلعہ ہے - یہیں اُس کا باپ قلعے کے عملے میں ایک اہلکار تھا - 'مورو پنت' بارا متی میں مرہٹہ پیشواؤں کے رشتہ دار بابوجی نائک کے امیر خاندان میں پران خوانی کرتا تھا ' وہ بڑا پرگو ہے ' اُس کے اشعار کی تعداد ۵۷۰۷۵ تک پہنچتی ہے - اس کا کلام رزمیہ یا بیانیہ قسم کا ہے جو تقریباً سب کا سب ' رامائن ' ' مہا بھارت' اور پرانوں پر مبنی ہے - تخئیل اور طرز ادا دونوں حیثیتوں سے اُس کی شاعری متقدمین کے رنگ کی ہے - انگریزی ادب کے دور زریں کا کوئی شاعر کیا بہ اعتبار کیفیت اور کیا بہ لحاظ ضخامت' مورو پنت 'کے کلام کا جواب پیش نہیں کر سکتا - الفاظ کی شوکت ' زبان کی صحت' جملوں کی جامعیت' بدائع کی فراوانی اور ذخیرۂ الفاظ کی کثرت اِن سب میں 'موروپنت' اپنا نظیر نہیں رکھتا وہ قافیہ پیمائی' موسیقیت الفاظ' صنائع وبدائع اور لفظی شگوفوں کا بادشاہ تھا - ظاہر ہے کہ جب شاعر معنی کی بجائے بندش اور لفظی تراش خراش پر اُترآئے تو اُس کے کلام کی شاعرانہ اہمیت ضرور کم ہو جائے گی - مثالیں —

" کیکاولی " اُن حمدیہ نظموں کا مجموعہ ہے' جن میں شاعر نے وصال ربانی کی آرزو ظاہر کی ہے - اُس کے چند خیالات کی تلخیص ذیل میں پیش کی جاتی ہے:—

" تیری عجیب وغریب صناعیوں کی پوری طرح
تعریف کرنا ناممکن ہے ' مبارک ہوگا وہ دن جب ایسے
پیدایشی شاعر ہوسکیں جو تیری حمد کرنے کی قدرتی

صلاحیتیں رکھتے ہوں - اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو قادرمطلق، رحیم وکریم ہے لیکن خود تیرے سامنے تیری تعریف کرتے مجھے شرم آتی ہے ' اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ اِس دنیا میں بھی جو نیک بندے ہیں وہ اپنی تعریف سن کر کانوں کو بند کرلیتے ہیں اورمدح وستائش کو زہر سمجھتے ہیں - کاش اے پرماتما تو اس" مدح و ستاش کے زہر "کو قبول کرلے جس کے چکھتے ہی دنیا کے لوگ مست ہوجاتے ہیں اورجس سے اچھے ناموں کو بٹا لگتا ہے - میری بہبودی اسی میں ہے کہ میں اپنے آپ کو بالکل تیرے حوالے کردوں - چاتک جب آسمان کی طرف پرواز کرتا ہے تو اپنی چونچ کھلی رکھتا ہے ایسے بادلوں سے پانی کی ٹھنڈی بوندیں ضرور مل جاتی ہیں - میں جانتا ہوں کہ توجابر نہیں ہے اور مجھے بے صبرا نہ خیال کرے گا - موت کے دیوتا کا سفید پرچم (ریش سفید) لہرارہا ہے ' اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب موت قریب آرہی ہے 'میری حفاظت تمام‌تر تیرے ہی بس میں ہے" —

(۲) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رکمنی کا شوہر 'سری کرشن' پلنگ پرآرام کررہا تھا اوروہ اُس کے پاؤں دباتی جاتی تھی اوراپنی جڑاؤ مالا سے کھیلتی جاتی تھی - چونکہ اُس کا شوہر ہمیشہ اُس کے ساتھہ رہتا تھا اِس لئے وہ اپنی قسمت پر بہت نازاں تھی' اور دوسری بیویوں کے مقابلے میں اپنے آپ کو محبوب ترین سمجھتی تھی-

۔' سری کرشن ' کو اُس کے ان خیالات کا علم ہوگیا اور اُنھوں نے اُس کے غرور کو توڑنے کے لئے ایک ترکیب کی —

(۲) 'کرشن ' نے اُس سے کہا" تم میں اتنی خوبیاں ہیں کہ مجھ جیسا شوہر تمہارے لئے موزوں نہیں ہے ' اے حسن کی دیوی تو اب بھی کسی دوسرے راجہ سے شادی کرلے' اس لئے کہ عقلمند لوگ ہمیشہ اپنے نقصان کی تلافی کے لئے تیار رہتے ہیں "—

(۳) 'سری کرشن ' نے اپنی بہت سی برائیاں جتائیں اور دوسرے راجاؤں کی خوبیوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا - اس پر تقریر سے اُس کا دل ملول ہوگیا " سری کرشن' کی یہ خلاف معمول باتیں گرم گرم لوہے کے تیروں کی طرح اُس کے دل کے پار اُتر گئیں ' اُسے خیال ہوگیا کہ اب شاید مجھے طلاق دے دی جائے گی —

(۴) جس طرح کہ کیلے کی گیلوں سے لدا ہوا درخت ہوا کے جھونکے سے زمین پر آ رہتا ہے' رانی 'رکمنی' 'سری کرشن' کی اس دل آزار تقریر کو سن کر زمین پر گر پڑی 'سری کرشن' نے اُسے غش کی حالت میں اُٹھا لیا اور دلاسا دینے لگے —

(۵) 'کرشن' نے اُسے پلنگ پر لٹا دیا' اور اپنے ہاتھوں سے اُس کے بکھرے ہوئے بال' اُس کے جڑاؤ ہار اور کڑوں کو ٹھیک کرنے لگے' اُنھوں نے اُس کی آنکھوں ' رخساروں اور سینے کو جو آنسوؤں سے بھیگ گئے تھے ' پونچھا' اِس سے اُسے تھوڑی

سی تسلی ہوئی—

اُنھوں نے رکمنی سے کہا، اے نازک مزاج دیوی! تو میرے الفاظ کی تاب نہ لاسکی، وہ گرم گرم لوہے کے تیروں کی طرح تجھے ناگوار ہوے اور تجھہ کو غش آگیا لیکن میں نے اصل میں مذاق کیا تھا، میں یہ دیکھنا چاھتا تھا کہ غصے کی حالت میں تیرا حسن کیا بہار دیتا ھے - میں تیرا حسین مکھڑا، کمان کی طرح کے ابرو، تیری نیم باز آنکھوں کی غلط انداز نظریں، کانپتے ہوے ہونٹ اور آنکھوں کے سرخ ڈورے دیکھنا چاھتا تھا —

میاں اور بیوی مچھلی کے جوڑے کی طرح ھمیشہ سکھہ کے ساگر میں مگن رھتے ھیں اور روٹھنے اور منانے میں دن رات گزار دیتے ھیں - میں تو صرف مذاق کر رھا تھا - پیاری دیوی تو اس سے کسی قسم کا اندیشہ نہ کر—

مختصر یہ ھے کہ اِس زمانے میں شاعری کی ایک نئی صنف پیدا ہوگئی جس کا بڑا حصہ جذبات کا نہیں، بلکہ عقلی نکتہ آفرینیوں کا آفریدہ تھا - بندش کے ضبط اور لفظی تراش خراش کی مقبولیت نے ایک حد درجے کی مصنوعی اور رسمی طرز قائم کردی جوں جوں آرائش اور ترصیع لفظی کا غلط خیال بڑھتا اور پھیلتا گیا، کلام کی سادگی اور اصلیت رخصت ہوتی گئی، حتیٰ کہ سنجیدہ نظم کا دار و مدار لے دے کر دو مصرعی مقفیٰ اشعار پر رہ گیا—

عصر جدید

اب ھم اِس کہانی کی آخری منزل پر پہنچ گئے ھیں - اُنیسویں صدی کے آغاز

تک مرھٹہ سلطنت تقریباً پارہ پارہ ھوگئی تھی، مرھٹہ اتحاد ٹوٹ چکا تھا اور اس کا ھر رکن اپنے اصل مرکز یعنی پیشواؤں سے الگ ھو گیا تھا، جن کا آخری نو نہال بے تخت ھوکر وظیفہ خوار بن گیا - دوسرے مرھٹہ حکمرانوں نے عہد معاونت (سب سڈی ایری سسٹم) کو قبول کرکے انگریزی شہنشاھیت کو تسلیم کرلیا- برطانوی حکومت اپنے جلو میں مغربی تہذیب اور مغربی شائستگی لائی، جو انگریزی تعلیم کی بدولت ملک کے طول و عرض میں پھیل گئی - لارڈ مکالے نے ھندوستان کے قدیم ادب کو قصص پارینہ اور روایات کہنہ کا دفتر بتایا اور انگریزی تعلیم کو ھندوستانیوں کے حق میں ایک بیش بہا نعمت قرار دیا، نئی تعلیم کی نئی روشنی نے زاویۂ خیال کو بدل دیا اور مرھٹہ لوگوں کی زندگی کے تمام شعبوں میں ایک تغیر عظیم پیدا ھو گیا - اِس تحریک کو یورپ کی تحریک احیاء سے تشبیہ دے سکتے ھیں - نتیجہ یہ ھوا کہ خیالات میں ایک انقلاب پیدا ھو گیا - نئے نظریوں کا پرانوں سے تصادم ھوا- قدیم اصولوں کی بنیادیں ھل گئیں، ریل اور تار برقی نے صوبوں کی حدود فاصل کو توڑ دیا اور تبادلۂ خیال کو سہل اور تیز تر بنا کر قومی روح کو بدل دیا - اس انقلاب نے خیال اور زندگی دونوں میں مادیت پسندی کا رجحان پیدا کر دیا - زندگی کی نئی روح جو اس طرح مہاراشٹر کے لوگوں میں پھونکی گئی، اِس عہد کے مرھٹی ادبیات میں بھی جھلکتی ھے - اب تک مرھٹی شاعری کا موضوع خاص خاص مستثنیات سے قطع نظر کرکے تمام تر روحانی اور فلسفیانہ تھا، یعنی عبادت الٰہی کے ضمن میں 'کرشن' 'رام' اور 'وشنو' کی زندگی کے سوانح بڑے درد سے گائے جاتے تھے، لیکن اب روحانیت کے رجحان کی جگہ مادہ پسندی نے لے لی—

حکومت انگریزی نے زبان کی ایک قواعد مرتب کرا کر مرھٹی کی حقیقی مدد کی، اور مرھٹی میں کتابیں لکھنے کے لئے صلے اور انعام پیش کئے - یہ طویل عہد دو حصوں میں تقسیم ھو سکتا ھے (۱) عہد ترجمہ (۲) عہد تصنیف —

اس عہد کے شروع میں سنسکرت کے علماء نے سنسکرت کی کتابوں کا ترجمہ مرھٹی نظم میں کیا اور 'کالیداس' جیسے مشہور اہل قلم کے کلام کو ترجمے کے لئے انتخاب کیا۔ اس کے بعد وہ لوگ جو انگریزی تعلیم پا چکے تھے' ورڈس ورتھ' بائرن' شیلے اور براؤننگ جیسے مشہور شعرا کی نظموں کا ترجمہ کرنے لگے۔ مجلے' اخبارات اور دیگر رسائل اِن کی نظموں کو اشاعت کا موقع دے کر اس قسم کی نظموں کا میدان وسیع کرنے لگے—

جدید شاعری اپنی نئی اور گونا گوں بحروں کے استعمال' تصوفانہ مضامین' روز مرہ کے واقعات کو موضوعات شاعری بنانے اور زندگی کے موضوعی پہلو پر زور دینے کے لئے ممتاز ہے۔ اُنیسویں صدی کے وسط تک اس قسم کی نظمیں مرھٹی میں تصنیف ہونے لگیں۔ اب ہم عصر جدید کے چند مشاہیر کے کلام پر نظر ڈالتے ہیں—

مترجمین میں قابل ذکر شعرا 'کرشنا شاستری' 'چپلونکر' 'مہاجنی' اور 'کیرتنے' ہیں۔ اِن سب نے اپنے مرھٹی ترجموں میں اصل کے شاعرانہ جذبات کو بڑی احتیاط سے قائم رکھا ہے۔ مرھٹی شاعری کے خزانے میں یہ تراجم انمول جواہر کی سی حیثیت رکھتے ہیں' اس لئے کہ جو شاعرانہ تخیل' نئے نئے موضوعات' نیا رنگ اور نئے نئے انداز بیان ان (ترجموں) کی وجہ سے فراہم ہوے' انھوں ہی نے بعد کی مرھٹی شاعری کے لئے نئے سانچے بہم پہنچاے —

کیشو سُت سنہ ۱۸۶۶ میں 'مال گنڈا' میں (متصل رتنا گری) پیدا ہوا۔ مرھٹی اور انگریزی تعلیم نیو انگلش اسکول پونہ میں حاصل کی اور مختلف مقامات پر فوقانیہ مدارس میں معلمی کی خدمت انجام دیتا رہا۔ سنہ ۱۹۰۵ ع میں انتقال کیا۔ انگریزی شعرا مثلاً شیلے' ورڈس ورتھ' کیٹس اور شیکسپیر کے مطالعے نے اس کے شاعرانہ تخیل میں نئی روح پھونک دی اور اس نے نظمیں لکھنی شروع کیں جو متعدد رسالوں میں شایع ہوتی رہیں اور بعد کو

کتابی صورت میں چھپیں - یہی وہ پہلا شاعر ہے جس نے سرھنّی شاعری میں سونٹ (Sonnets) کا رواج دیا - اُس کی تقریباً تمام نظمیں چھوٹے چھوٹے قطعات پر مشتمل ہیں اور مختلف موضوعوں پر لکھی گئی ہیں - اُس کی ہر نظم پر اس کے روشن تخیل، گہرے مشاہدے، درد مند دل اور قدرت زبان کا نقش بیٹھا ہوا ہے - ذیل میں ہم اُس کی ایک نظم کے مطالب کی تلخیص پیش کرتے ہیں—

"شبنم کے قطرے"

ایک بچہ بیل پر شبنم کے قطرے دیکھ کر اپنی ماں سے کہتا ہے :-

یہاں یہ شبنم کے قطرے کہاں سے آگئے، کل شام کو تو دکھائی نہیں دیے تھے! دیکھو اماں! یہ موتیوں کی طرح کیسے خوبصورت معلوم ہوتے ہیں - سورج کی کرنوں سے کیسے ہیروں کی طرح چمکنے لگتے ہیں - اچھی اماں، مجھے بتاؤ، یہ بوندیں پہلے کہاں تھیں اور یہاں کیسے آگئیں ؟" —

ماں نے بچے کو پیار کیا اور آسمان کی طرف اُنگلی اُٹھاکر کہا :-

"یہ بہت دور دراز سے آئے ہیں، جہاں سورج چاند اور ستارے چمکتے ہیں اور جہاں سے ہمارے ہاں مینہ کی ہلکی ہلکی پھوار آتی ہے، وہیں سے یہ آئے ہیں، تو بھی اُسی جگہ سے ہمارے پاس آیا ہے" —

اس پر بچے نے کہا :- "مجھے ان کے دیکھنے سے بڑی خوشی ہوتی ہے، اماں! کیا میں ان میں سے دو ایک اُٹھالوں" —

ماں نے کہا :- "نہیں نہیں میری جان! تم ان کو نہیں لے سکتے، جب تک یہ یہاں ہیں، اِن کو دیکھ

دیکھہ کر خوش ہو - سو رج ان کو بہت جلد گرم کرنوں
سے اُٹھاکر اپنے گھر لے جائے گا"- یہ آخری جملہ کہتے ہی
ماں کا دم گھٹنے لگا اور اپنے گزرے ہوے بچوں کو یاد
کرکے اُس کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں —

اُس نے سبکیاں لیتے ہوے دعا مانگی "اے خدا!
کم از کم یہی بچہ میری زندگی کی برکت بنا رہے"- یہ
کہہ کر اپنے بچے کو چھاتی سے لگالیا —

مذکورۂ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ 'کیشو سُت' کس طرح اپنے شاعرانہ تخیل و تصور کے ذریعے ہماری روزانہ زندگی کے معمولی واقعات کی شکل بدل دیتا ہے اور یہ دکھاتا ہے کہ ہماری زندگی کے ان بندھے ہوے کاموں میں بھی' جن کو بہت زیادہ مانوس ہونے کی وجہ سے ہم دیکھتے تک نہیں ہیں' کیسی اخلاقی معنویت موجود ہے- دوسری نظموں مثلاً 'صور' اور 'رسوم' میں وہ لوگوں کو یہ سبق دیتا ہے کہ رسم و رواج کی زنجیروں کو توڑ کر قدرتی اصول پر چلیں- "رسم و رواج' جہالت سے' اپنی غذا حاصل کرکے اور زیادہ نفرت انگیز بن جاتا ہے' شاہراہ فطرت سے منحرف ہوجاتا ہے' اور دروغ گوئی کے تخت پر متمکن ہوجاتا ہے لیکن تعجب ہے کہ اس کے باوجود بھی لوگ خوشی سے اُس کے غلام بن جاتے ہیں اور گو کہ یہ شیطانی ذریات میں سے ہے مگر اس کی تعظیم دیویوں کی طرح کی جاتی ہے - اس ظالم ملکہ (رسم و رواج) کے تو سراپ کو بھی اشیر باد سمجھا جاتا ہے لیکن فطرت کی صدا سے لوگ بھڑکتے اور خوف کھاتے ہیں" —

'ریورنڈ تلک' اِس عہد کا ایک اور مشہور شاعر ہے- ورڈس ورتھ کی شاعری کا نقش اُس کے دل پر خصوصیت کے ساتھہ گہرا بیٹھا تھا - اُس کا کلام خاص طور سے مناظر فطرت کے بیان اور شوخیٔ خیال کے لئے مشہور ہے- ہم اُس کی ایک نظم "قدرت کی بھیانک دوج" کا اقتباس پیش کرتے ہیں :-

قدرت کی بھیّا دوج

(بھیا دوج یعنی کاتک کا دوسرا دن' یہ ایک تہوار ھے جس میں بھائی اپنی بہنوں کو اپنی محبت کی نشانی کے طور پر تحفے دیتے ھیں) —

"بھیا دوج کا یہ پرطرب تہوار تمام شہروں' جنگلوں اور تمام روے زمین پر منایا جارھا ھے - تمام بہن بھائی خوشی میں ڈوبے ھوے ھیں —

دھرتی اس جشن کو منانے کے لئے گزشتہ چار ماہ سے تیاریاں کر رھی ھے اور بادلوں سے جو کچھہ اسے لینا تھا' سب لے کر اس نے ایک رنگ برنگ کی نہایت زریں اور بھڑکیلی پوشاک پہنی ھے - اُس نے اُن خوبصورت پھولوں کا سنگار کیا ھے' جن کی تیاری کے لئے عناصر یعنی پانی' روشنی اور ھوا نے لگا تار محنت کی ھے - اپنی خوشی کی ترنگ میں وہ کسی خاص سنگار کو ترجیح نہیں دیتی - قدرت کی اور دوسری ھستیاں اُس کے چھوٹے بھائی ھیں جن کو اُس نے اِس تہوار کی خوشی منانے کے لئے بلایا ھے —

ندی اپنے بھائیوں — کنارے کے درختوں کو اپنی موجوں کے ھلکوروں سے آرتی لیتی ھے اور وہ اُس کو دو ایک پھول نذر کرتے ھیں - اِن میں سے بعض' جن کے پاس دینے کو کچھہ بھی نہیں' صرف اپنی شاخوں ھی کو خوشی سے ھلا ھلا کر اپنی محبت کا اظہار کرتے ھیں - اس ھدیۂ محبت کو ندی ھنس کر قبول کرتی ھے کیونکہ یہ تہوار بے لوث محبت کا تہوار ھے' تحائف کے

قیمتی ہونے نہ ہونے کی اُس روز کچھہ پروا نہیں کی جاتی —

لہریں اپنے چھوٹے بھائی جھاگ کو سروں پر بٹھاکر کھیلتی اور اُن کو پیار کرتی ہیں —

یہ بھیا دوج بہن بھائی کی محبت کا نمونہ ہے ' اے بیل ! مجھے بتا ' تیرا پیارا بھائی کون ہے ؟ کیا یہ خوش نصیب درخت تیرا بھائی ہے جسے اپنی گودی میں لئے ہوے تو ہمیشہ نہال رہتی ہے ؟ بیل نے کہا " یہ جو سنا کرتے تھے کہ ' شاعر دیوا نے ہوتے ہیں ' اُس کا ثبوت آج ملا ' کیا تم نے کسی نیک بخت عورت کو ہمیشہ اپنے ماں باپ اور بھائیوں کے ہاں رہتے دیکھا ہے ؟ تم ایک شاعر ہو اِس لئے شوہر اور بھائی میں تمیز نہیں کرسکتے " میں نے پوچھا " تو پھر بھونرا تیرا بھائی ہے " - بیل نے منہ بنا کر کہا " ارے وہ تو صرف ایک بھکاری اور خوشامدی ہے ' وہ مجھہ سے بے لوث محبت رکھنے والا بھائی کیسے ہو سکتا ہے ' اِسی طرح سے سورج ' ہوا ' بادل یہ بھی میرے بھائی نہیں ہو سکتے - وہ تو خدا کے فرشتے ہیں اور میں رشیوں کی طرح اُن کی عزت کرتی ہوں " - میں نے کہا " آخر پھر تو ہی بتا کہ تیرا بھائی کون ہے ؟ " بیل نے خوش ہو کر چند پھول مجھہ پر برسائے اور کہا " مجھے کا کا کر کون سنایا کرتا ہے ؟ وہ شاعر ہے اور وہی میرا

بھائی ھے " —

" زمان " کے بچے دن اور رات بھی اس تہوار کو منا تے ھیں - بھائی بہت محنتی ھے اور بہن انتہا درجے کی پرسکون - بھائی اور بہن دن میں دو مرتبہ ملتے ھیں ' انھوں نے اس تہوار کے منا نے کی کیا تیاریاں کی ھیں ؟ فیاض بھائی (دن) نے اپنا سب کچھہ جو خصوصیت کے ساتھہ اس کا ھے اپنی بہن رات کو دیدیا ' رات آتشبازی کے چھٹنے اور مکانوں کو روشن کر نے کی وجہ سے دن کے مانند روشن ھوگئی ھے - تمام رنگ رلیاں رات ھی کے لئے اُٹھا رکھی جاتی ھیں - ایک بھائی اپنی بہن کے لئے اس سے زیادہ اور کیا کرسکتا ھے " —

گرکری

یہ ایک مشہور ڈرامہ نویس ھے - اُس کی " میرا چھوٹا ھنس سوتا ھے " تاثیر اور دلگدازی میں اپنا جواب نہیں رکھتی - نظم کا خلاصہ یہ ھے: —

ایک ماں نے جو حال ھی میں بیوہ ھوچکی تھی اور جس کی مصیبت انتہا کو پہنچی ھوئی تھی کہا -

" تم کیوں کہتے ھوکہ میرا چھوٹا ھنس سوتا ھے ' کون بتا سکتا ھے کہ ماں کا دل کسقدر محبت بھرا ھوتاھے ! اُس کوصرف بچوں کی مائیں ھی جان سکتی ھیں -

ماں کی گود میں پڑے ھوے مردہ بچے نے اُس کے دل کو ھلا دیا تھا ' رنج و غم کی انتہا ھوچکی تھی اور اُس کے حواس جا تے رھے تھے - اپنی زندگی کے

پھول کو گود میں اس طرح مرجھایا ہوا دیکھ کر اس کا قلب بالکل بے حس ہو گیا تھا ' وہ سمجھنے لگی تھی کہ میرا چھوٹا راج ہنس سو رہا ہے '' —

جب کچھ لوگ لاش کو اُٹھانے کے لئے اُس کے گرد جمع ہوے تو اُس کو اپنے خاوند کی موت کی نحس گھڑی یاد آگئی ' دل میں وہ تصور اور آنکھوں کے سامنے یہ تصور ! اپنی زبوں حالت کا احساس کر کے اُس نے سبکیاں لیتے ہوے لوگوں سے کہا ' '' میرا چھوٹا راج ہنس سوتا ہے '' خدا کے لئے یہاں غل نہ مچاؤ کیونکہ میرا بچہ سو رہا ہے - وہ بڑا کھلندڑا ہے ' سوتا بہت کم ہے ' کہیں وہ جاگ اُٹھا تو پھر کھیلنے لگے گا - دیکھنا آہٹ نہ ہونے پائے ' ہلو جلو مت ' اگر میرا ہنس جاگ اُٹھا تو پھر سوئے گا نہیں - میرا بچہ ذرا سا دودھ پی کر ابھی سویا ہے ' میں تمہاری منتیں کرتی ہوں ' اُسے جگاؤ مت - میں تمہارے برے تیور پہچانتی ہوں - اِس سے پہلے تم میرے بیش بہا ہیرے کو لے گئے تھے اور اب اس ہیرے کی کنی کو لینے پر تلے ہوے ہو - میں کتنی ہی غریب ' کیسی ہی مصیبت زدہ سہی ' تمہارے اِن منحوس الفاظ کو برداشت نہیں کر سکتی - تم ایک مرتبہ میری روح کو لے گئے تھے ' جس کو اُس وقت سے اب تک پھر نہیں دیکھ پائی ' کیااب میری اِس جان کو لے جاتے

ہوے تمہارے دلوں میں کچھہ اثر نہیں ہوتا؟ میں تمہاری بری نیت کو جانتی ہوں، دیکھو میرا راج ہنس کیسا سو رہا ہے، اُس کے گھونگر یالے بال پیشانی پر بکھرے ہوے ہیں، دیکھو وہ کیسے شوق سے مجھے دیکھہ رہا ہے۔ اُس کے کانوں کی بالیاں ہل رہی ہیں، کیسا مسکرا رہا ہے، میں اپنی روح کے پردے میں اُسے چھپا لوں گی۔ دیکھو کیا میرا دُلارا نیم باز انکھڑیوں سے دیکھہ نہیں رہا ہے۔ کیا وہ نیم بند لبوں سے کچھہ باتیں نہیں کر رہا ہے؟ میں جانتی ہوں، اِس مسکرانے کا کیا مطلب ہے، کیا اِس سے اُس کا اطمینان ظاہر نہیں ہوتا؟ میرا راج ہنس محبت کے اُس پانی میں تیرتا ہے جو میرے دل کی جھیل میں لہریں مار رہا ہے، اُسے تیرنے کی تھکن سے بھوک لگ آئی ہے —

میں اپنے آنسوؤں کے موتی اُسے کھلاتی ہوں، اپنے شوہر کی موت کے بعد سے میں یہ موتیوں کی مالا تیار کر رہی ہوں، تاکہ اس پر چڑھاؤں۔ اِس مالا میں یہ بچہ وہ جواہر ہے جس کو میں نے اپنے دل میں جڑا ہے۔ تم کیسے برے آدمی ہو، اِس کو بھی چھین لے جانا چاہتے ہو۔ کیا کوئی خدا نہیں ہے جو تم کو سمجھے۔ اُف! ایسے برے بول منہ سے نہ نکالو، مجھے یقین ہے کہ خدا مجھہ پر یہ بلا نازل کرنی نہیں چاہتا، بلکہ یہ تمہاری بری نیت ہے۔ دیکھو جب میں اُسے پیار کرتی ہوں تو کیسا ہنستا ہے! تم اپنے منہ پرے کو کیوں پھیرے لیتے ہو! کیا تم کو میری خوشی گوارا نہیں ہوتی۔ میں جانتی ہوں تم

میرے نازک پھول کو پامال کرنا چاہتے ہو، کیا میں ایسی
بیوقوف ہوں جو اِتنا بھی نہ سمجھ سکوں، میں کبھی
اسے اپنے سے جدا نہ ہونے دوں گی۔ میں اپنے دل کی
گہرائیوں میں غم کے پتھروں سے اِس کو چھپاؤں گی۔
یہ کہہ کر اُس نے بچے کو چھاتی سے چمٹا لیا اور پھر ایک
بار اُسے پیار کیا اِس کے بعد وہ سوگئی اور پھر کبھی نہ
جاگی۔ بیلوں نے اپنے پھولوں کے آنسو بہائے، پرند اور
درند روئے، حتیٰ کہ پتھر بھی اِس غم سے پانی ہو گئے۔
اس مقام پر اب تک اِن الفاظ کی گونج باقی ہے "میرا
چھوٹا ہنس سوتا ہے" —

نازک خیالی اور تخئیل کی ایک اور مثال ہمیں ایک مشہور شاعر بالکوی (تھومرے) میں نظر آتی ہے۔ اُس نے قدرت کے معمولی مظاہرات؛ مثلاً شام کو غروب آفتاب کی بہار اور چاند ستاروں کے ساتھ رات کی آمد کو بڑی شوخ خیالی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مغرب کو آفتاب کی محبوبہ اور رات کو چاند کی بیوی خیال کیا گیا ہے۔ اس کی تخئیل یہ ہے —

شام کی آمد اور رات کی کیفیت

"آفتاب نے جاتے جاتے اپنی رنگیلی محبوبہ (مغرب)
کا بوسہ لے لیا، اِس شرم کی وجہ سے اُس کے رخساروں پر
دیر تک سرخی جھلکتی رہی، لیکن ساتھ ہی جدائی
کے غم کے آثار بھی اُس کے چہرے سے نمایاں تھے۔ عین
اُس وقت ایک مسکراتی ہوئی دوشیزہ ایوان مغرب کے
دریچے میں آکر زرنگار پردے کو کھسکاتی ہے اور
اپنی سہیلیوں کو پکارتی ہے، وہ دیکھو! اُس کی آواز

کے ساتھہ ھی اُس کی سہیلیاں دبے پاؤں لجاتی ہوئی آتی ھیں، تھوڑي دیر میں آکاش کی تمام کنیائیں یہاں جمع ھو جائیں گی، رات کی آمد کے ساتھہ ھی ایسا معلوم ھوتا ھے کہ آسمان کے خزانے دنیا والوں کی نظروں کے سامنے بکھیر دئے گئے ھیں، یا پھر دھوتی نے ھیروں اور لالوں جڑا مکٹ بانکپن کے ساتھہ اپنے سر پر رکھہ لیا ھے - یہ کنیائیں رات کی رانی کے دربار میں ناچیں، گائیں گی اور سارے سنسار کو خوشی سے بھر دیں گی - آسمان اور زمین آنکھہ مچولی کھیل رھے ھیں اور اِن کا باپ (خدا) اِنھیں دیکھہ دیکھہ کر خوش ھو رھا ھے - وہ دیکھو! 'پورب' کے منہ پر ھلکی ھلکی مسکراھٹ آرھی ھے - یہ دوسری سمتیں کس کے انتظار میں چشم براہ ھیں؟ اب قرص مہتاب نکلی - یہ رات کا عاشق ھے اور اُس سے ملنے آیا ھے- رات اور چاند یعنی بیوي اور میاں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ھیں - ستارے آسمان کے نرم بچھونے پر چاند کی دی ہوئی سبک چادر اوڑھے سوتے ھیں"-

مذکورۂ بالا شعرا کے علاوہ اور دوسرے شاعر مثلاً 'موگرے' 'اونتھے' 'بھیتھے' 'موتک' 'کیاکر' 'چندرشیکر' وغیرہ بھی عہد جدید کے لئے قابل فخر ھیں، لیکن موجودہ مختصر سے تبصرے میں اِن کا پورا پورا حال لکھنا ممکن نہیں ھے-

قدیم مرھٹی ادبیات چونکہ زیادہ تر انسانی زندگی کے باطنی پہلو سے بحث کرتی تھی، اس لئے یک رخی ھو گئی تھی - ظاھر ھے کہ آدمی صرف روح یا آتما تو ھے نہیں، بلکہ آتما اور شریر، روح اور جسم کا ایک سنجوگ ھے اور دونوں کو

مل کر اپنا متحدہ مقصد زندگی پورا کرنا ہوتا ہے' جو ادبیات اِن دونوں میں سے صرف ایک سے متعلق ہو جائے گی وہ لامحالہ تنگ نظر اور یک رخی ہوگی۔ مغربی ادبیات کے تصادم سے ایک اچھا نتیجہ یہ ظاہر ہوا ہے کہ یہ یک رخا پن مٹ گیا ہے—

خاتمہ:- سطور بالا میں مرہٹی ادبیات کی کہانی مختصر طور پر بیان کی جا چکی ہے۔ ہم نے اپنے ناظرین کو وہ سر چشمہ دکھا دیا ہے' جہاں سے مرہٹی ادبیات کا پاک دریا نکلا۔ اِس دریا کے کنارے کنارے ماضی اور حال کے مشہور معماروں مثلاً 'دنانیشور' 'نامدیو' 'ایک ناتھ' 'تکارام' 'مکتیشور' 'وامن' 'موروپنت' 'کیشو ستو' 'ٹاک' 'گرکری' 'بالکوی' وغیرہم نے جو مقدس مندر بنائے ہیں' اُن کی زیارت بھی آپ کو کرائی جا چکی ہے' اُن کی عمارتوں کے مختلف نمونے بھی آپ کے سامنے پیش کئے جا چکے ہیں اور اُن کے اندر جو کچھ ہے اُس کی جھلک بھی آپ دیکھ چکے ہیں۔ اگر اس سرسری نظارے سے آپ میں سے کسی کو مرہٹی ادبیات کی اُن عمارتوں کی زیادہ چھان بین کا شوق پیدا ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ میری یہ محنت ٹھکانے لگی—

اجنبی

از

(ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم)

صنم فرنگ، قمر جبیں، بت سیم رنگ، غضب حسیں
وہ عذار نازک و شرمگیں کہ رقیب ساغر آتشیں
وہ ہوا میں کاکل عصفریں جوں شہاب ثاقب شب رواں
ورقات غنچہ گلاب گوں، دو لب گداز، پر از فسوں
مژۂ دراز کج و نگوں میں نہاں دو دیدۂ نیلگوں
کہ سحر کے پردۂ ارغواں میں فضاے گنبد آسماں
تجھے میں نے دیکھا ہے اک نگہ، نہیں مجھ سے تو ذرا آشنا
ترے عشق میں ہوں میں مبتلا، بسلاسل الم و بلا
مجھے کیا پتہ کہ ہے اب کہاں، تجھے کیا خبر گئی کس کی جاں

(بحر سفید، جہاز شہر کلکتہ، سنہ ۱۹۱۴ع)

جواهرالعجائب

فارسی زبان کی شاعرہ عورتوں کا تذکرہ

جس کو

مولانا فخری بن امیری ہروی

نے شاہ طہماسپ صفوی (سنہ ۹۳۰ - ۹۸۴ ھ) کے عہد حکومت میں

سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی (سنہ ۹۶۳ - ۱۰۱۴ ھ)

کی تخت نشینی کے بعد سنہ ۹۶۳ ھ اور ۹۶۹ کے مابین تالیف کیا

———— :*: ————

مقدمہ

از

(جناب حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب ام - آر - اے - ایس)

'جواہرالعجائب' اُن عورتوں کا تذکرہ ہے' جنھوں نے زبان فارسی میں شعر کہے ہیں - یہ تذکرہ اگرچہ نہایت مختصر ہے' لیکن اپنی نوعیت کے لحاظ سے ادب فارسی میں اہمیت خاص رکھتا ہے - اس نوعیت کا تذکرہ یا اس کے مثل کوئی اور کتاب' جو اس سے پہلے تالیف ہوئی ہو ہمارے ہاتھوں تک نہیں پہنچتی ہے اور نہ ہم نے اِس نوعیت کی کسی تالیف کا تاریخ و تراجم کی کتابوں میں تذکرہ پڑھا ہے —

'جواهرالعجائب' سے پہلے کی ایسی تالیفات میں جن میں فارسی کی شاعر عورتوں کے حالات ملتے ھیں 'نورالدین محمد عوفی' کا 'لباب الالباب' سب سے قدیم تذکرہ ھے۔ یہ تذکرہ ساتویں صدی کے اوائل میں بعہد حکومت سلطان 'ناصرالدین قباچہ' 'ملتان' میں تصنیف ھوا ھے۔ اس میں 'محمد عوفی' نے شعرائے آل سبکتیں کا تذکرہ کرتے ھوے 'رابعہ بنت کعب القزداری' کا ذکر کیا ھے * اور اُس کی نسبت لکھا ھے کہ عربی فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہا کرتی تھی اور اُس کے متعدد اشعار بھی نقل کئے ھیں - من جملہ اُن کے دو شعر یہ ھیں: -

خبر دھند کہ بارید بر سر ایوب ز آسماں ملخان و سر ھمہ زریں
اگر ببارد زریں ملخ برو از صبر سزد کہ بارد برمن یکے مکس روئیں

'لباب الالباب' میں صرف اسی ایک شاعرہ کا تذکرہ ھے - اِس کے کم و بیش تین سو سال بعد 'امیر دولت شاہ سمرقندی' نے سنہ ۸۹۲ ھجری کے حدود میں اپنا 'تذکرۃ الشعراء' لکھا ھے' اس میں کسی شاعرہ کا حال مستقل عنوان کے تحت میں نہیں ھے' لیکن دوشاعروں کے حالات میں ضمناً دو شاعرہ عورتوں کا تذکرہ لکھ دیا ھے۔ چنانچہ 'عمعق بخاری' کے حالات میں سلطان السلاطین ابوالحارث 'معزالدین سنجر بن ملک شاہ سلجوقی' سنہ (۵۱۱ - ۵۵۲ ھ) کے محامد و محاسن بیان کرتے ھوے 'مہستی' کا تذکرہ کیا ھے † اور اسی طرح 'عبیدزا کافی' کے تذکرے میں ضمناً 'جہان خاتون' کا ایک واقعہ بیان کردیا ھے‡ —

دسویں صدی تک جو تذکرے لکھے گئے ھیں ' اُن میں اِنھیں تین شاعرہ عورتوں کے حالات ملتے ھیں - دسویں صدی کے وسطی ایام میں ' جواھرالعجائب ' تالیف ھوا ھے - اِس کے بعد جو تذکرہ نویس گزرے ھیں' مثلاً : ' امین رازی '

---

* لباب الالباب جلد دوم صفحہ ۶۱ —
† تذکرۂ دولت شاہ - طبع بمبئی صفحہ ۳۴؛ طبع لاھور صفحہ ۳۸ —
‡ تذکرۂ دولت شاہ - طبع بمبئی صفحہ ۱۲۶ - طبع لاھور صفحہ ۱۹۵ —

صاحب ' ہفت اقلیم ' ' تقی کاشی' صاحب ' خلاصۃ الاشعار ' ' تقی اوحدی' صاحب ' عرفات ' ' والہٗ داغستانی' صاحب 'ریاض الشعراء ' ' شیر خان لودھی' صاحب 'مراۃ الخیال ' 'لطف علی آذر' صاحب 'آتشکدہ' وغیرہ - انھوں نے اپنے تذکروں میں شاعر عورتوں کے حالات تھوڑے بہت لکھے ہیں ' لیکن وہ نہایت منتشر اور پراگندہ حالت میں ہیں - بر خلاف اِن کے ' شیرخان لودھی ' اور 'لطف علی' آذر نے اپنے تذکروں میں خاتمے پر اِن حالات کو ایک جا کردیا ہے۔ 'آتشکدے' میں آٹھ اور 'مراۃالخیال' میں پندرہ شاعر عورتوں کے حالات ہیں * —

'جواہرالعجائب' اگرچہ نہایت مختصر تذکرہ ہے اور اِس میں مفید معلومات بھی نہیں ہیں اور نہ حالات کو تفصیل سے بیان کیا ہے' لیکن باوجود اِس کے یہ ایک قابل قدر اور تاریخی حیثیت سے خاص اہمیت رکھنے والی تصنیف ہے - کیونکہ یہ کتاب اگر ہمارے ہاتھوں تک نہ پہنچتی تو اُن شاعرہ عورتوں کے حالات' جو اِس میں مذکور ہیں نہ صرف ناپید ہوجاتے بلکہ ان کا نام و نشان بھی صفحۂ ہستی سے محو ہو جاتا - اِس لئے کہ اِس سے پہلے جو تذکرے لکھے گئے ہیں مثلاً 'لباب الالباب

---

* آتشکدہ - طبع بمبئی صفحہ ۳۶۵ تا صفحہ ۳۶۷ - 'مراۃالخیال' صفحہ ۳۳۴ تا صفحہ ۳۳۹ —

ریاست بھوپال میں 'نواب صدیق حسن خاں بہادر' نے سنہ ۱۲۹۳ ھ میں فارسی شعرا کا ایک تذکرہ 'شمع انجمن' کے نام سے تالیف کیا - اس کے بعد سنہ ۱۲۹۶ ھ تک چار سال کے اندر تین مختلف مصنفین نے اِس کے تین تکملے لکھے' جن کے نام 'نگارستان سخن' 'صبح گلشن' 'روز روشن' ہیں - اِن چاروں تذکروں میں چار ہزار تین سو بیاسی(۴۳۸۲) شعرا کے حالات ہیں' منجملہ ان کے چالیس شاعر عورتوں کا بھی تذکرہ ہے - 'ابوالقاسم محتشم' فرزند 'مولانا ابوالفضل رفعت' نے نواب صاحب مرحوم کے ایما سے چاروں تذکروں سے نقل کرکے چالیس شاعر عورتوں کے حالات ایک جا کئے اور مختلف کتابوں سے اخذ کرکے اور بھالھس کے حالات اور اُن کے نمونۂ کلام کا اضافہ کیا اور اس طرح پر جب اِس مجموعے میں بھاسی شاعر عورتوں کے حالات جمع ہوگئے تو اُسے 'اختر تاباں' کے نام سے موسوم کیا اور سنہ ۱۲۹۹ ھ میں بھوپال کے سرکاری مطبع میں اُسے چھپوایا—

'تذکرۂ دولت شاہ' 'مجمع الفضلا' وغیرہ اُن میں دو تین شاعرہ عورتوں کا حال ہے - اور جو بڑے بڑے تذکرے اِس کے بعد تالیف ہوے ہیں' اُن سب کا ماخذ یہی تذکرہ ہے - اور دسویں صدی تک جس قدر شاعرہ عورتیں گزری ہیں ان سب کے حالات اِسی سے منقول ہوے ہیں —

'جواہر العجائب' کے مصنف 'مولانا فخری' دسویں صدی کے اواسط ایام میں گزرے ہیں - اِن کے حالات بالکل مفقود ہیں - 'میر عماد الدین الٰہی' اور 'تقی اوحدی' نے اپنے تذکروں میں اِن کا ذکر کیا ہے - لیکن اُن سے کسی مفید بات کا پتہ نہیں چلتا - 'مولانا فخری' نے اپنے تصنیفات پر جو دیباچے لکھے ہیں؛ اُن سے بعض واقعات مستنبط ہوتے ہیں جو ذیل میں تحریر ہیں —

'تحفۃ الحبیب' اور 'جواہر العجائب' کے دیباچوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'مولانا فخری' کا نام 'سلطان محمد' ہے - 'ہرات' کے رہنے والے تھے - اِن کے والد کا نام 'محمد یوسف' اور تخلص 'امیری' تھا * - 'دولت شاہ' سمرقندی نے اپنے تذکرے میں 'مولانا امیری' کا ذکر کیا ہے † جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ 'شاہرخ مرزا' بن امیر تیمور (سنہ ۸۰۷ تا ۸۵۰ھ) کے درباری شاعر تھے - اور اِن کا ایک قصیدہ بھی نقل کیا ہے جو 'شاہزادۂ بایسنقر مرزا' بن 'شاہرخ مرزا' کی مدح میں ہے اور اِس کے دو شعر یہ ہیں :—

بتی کہ رونق سہ برد روے رخشانش　　زپستہ تنگ شکر ریخت لعل خندانش
شکست رونق یاقوت و آب لولو برد　　رواج تیزی بازارِ دُرّ و مرجانش

نیز یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ 'ملا فخری' ابتدا میں 'امیر علی شیر' ‡ کے

---

* دیباچۂ تحفۃ الحبیب - ڈاکٹر اسپرنگر بحوالۂ تذکرۂ میر آلٰہی —

† تذکرۂ دولت شاہ - طبع یورپ صفحہ ۴۴۱ - لاہور صفحہ ۲۰۳ —

‡ امیر کبیر میر نظام الدین علی شیر - سلطان حسین مرزا (سنہ ۸۷۳ - ۹۱۱ھ) کے اُمراے دربار سے ہے - ابتدا میں مہر دار کے عہدے پر مامور تھا - پھر وزیر ہو گیا - اِس کے

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

دربار سے وابستہ تھے * اس کے بعد ' امیر کریم الدین خواجہ حبیب اللہ ' † سے توسل پیدا کیا - پھر ' شاہ طہماسپ صفوی ' (سنہ ۹۳۰ تا ۹۸۴ھ) کے دربار میں رسائی حاصل کی اور اس کے ایک عرصے بعد حج بیت اللہ کے لئے ' عراق ' سے نکلے - دوران سفر میں ' بلاد سند ' میں وارد ہوے ‡ - اس وقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

بعد چند روز ' استرآباد' کا حاکم رہا - اہل فضل و کمال کی بڑی قدر کیا کرتا تھا - ترکی زبان میں شعر خوب کہا کرتا تھا - ' نوائی ' اس کا تخلص تھا - اس نے نظم میں چھہ مثنویاں اور چار دیوان تصنیف کئے ہیں - پانچ مثنویاں ' خمسۂ نظامی ' کے جواب میں ہیں - چھٹی مثنوی جس کا نام ' لسان الطیر' ہے' شیخ فریدالدین عطار' کی ' منطق الطیر' کے وزن میں لکھی ہے - دواوین کے نام یہ ہیں - ' غرایب الصغر ' ' نوادرالشباب' ' بدایع الاوسط ' - ' فواید الکبر' - ایک مجموعے میں اپنے منشآت و مکاتیب جمع کئے ہیں - ایک کتاب 'میزان الاوزان ' کے نام سے فن عروض میں لکھی ہے - ایک تذکرہ شعراء کا بھی لکھا ہے جس کا نام ' مجالس النفایس ' ہے - یہ سب کتابیں ترکی زبان میں ہیں - ان کے علاوہ ایک دیوان فارسی زبان میں ہے - اس میں اِس کا تخلص ' فانی ' ہے - سنہ ۸۲۴ھ میں اس کی ولادت ہوئی ہے - اور ۱۱ جمادی الاول سنہ ۹۰۶ ھ کو انتقال کیا ہے - اس کے مزید حالات کے لئے دیکھئے - 'حبیب السیر' جلد سوم' جز سوم'صفحہ ۲۱۷؛ صفحہ ۲۳۱- صفحہ ۲۴۳ - تذکرۂ دولت شاہ -طبع یورپ صفحہ - بمبئی صفحہ - لاہور صفحہ - توزک بابری طبع قازان صفحہ —

* 'محبوب الالباب' بحوالۂ تقی اوحدی' صفحہ ۸۰۸ —

† ' امیر کریم الدین خواجہ حبیب اللہ ' - ' امیر سید شریف الدین علی جوجانی ' کی اولاد سے ہے - شرافت اور عزوجاہ کے لحاظ سے ' فارس' کے جمیع سادات پر فوقیت رکھتا تھا - ' شاہ اسمٰعیل صفوی ' (سنہ) نے اسے شیراز کا قاضی القضاۃ مقرر کیا تھا - ' مورخ غیاث الدین خوند میر ' نے اپنی مشہور تاریخ 'حبیب السیر' اسی کے نام پر لکھی ہے - ' حبیب السیر' جلد سوم' جز چہارم' صفحہ ۱۱۳ —

‡ دیباچۂ جواہر العجائب —

نام رکھا* —

(۲) 'بستان الخیال' - 'مولانا فخری' نے اس میں مشاہیر شعرا کے کلام کا انتخاب کیا ہے† —

(۳) 'تحفۃ الحبیب' - مشاہیر شعرا کی ہم طرح غزلوں کا ردیف وار مجموعہ ہے- اسے 'مولانا فخری' نے 'وزیر کریم الدین خواجہ حبیب اللہ' کے لئے مرتب کیا ہے‡- چنانچہ اس کے دیباچے میں تحریر ہے :—

چنیں داشتم روز و شب در خیال — کہ ہر جا ست نظمے ز اہل کمال
ہمہ جمع سازم بہ سعی تمام — نہایم دران غایت اہتمام
بحمداللہ این دولتم دست داد — بالطاف دستور عالی نژاد
امین شہنشاہ ترک و عرب — حبیب اللہش نام و آصف لقب

'مولانا فخری' کی تالیفات میں 'لطائف نامہ' سب سے زیادہ مشہور ہے - 'مولانا فخری' نے اِس میں نہ صرف 'مجالس النفائس' کا ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا ہے' بلکہ بہت سی مفید و کارآمد معلومات بھی اضافہ کی ہیں- 'تقی اوحدی' نے اپنے تذکرۂ 'غرفات العارفین' میں شعرائے متوسطین کے حالات اسی سے نقل کئے ہیں$-

'جواہر العجائب' کو بھی 'لطائف نامہ' کی طرح ادب فارسی میں کافی شہرت حاصل ہے - 'میر عمادالدین الہی' - 'تقی کاشی' اور 'مرزا اوحدی' نے نہ صرف اِس کا ذکر کیا ہے - بلکہ شاعرہ عورتوں کے احوال میں اِس سے مضامین اخذ کئے ہیں - بالخصوص 'اوحدی' نے اپنے تذکرے میں کتاب کا بہت بڑا حصہ نقل کرلیا ہے—

'جواہر العجائب' مصنف کا رکھا ہوا نام ہے - لیکن عام طور پر مشہور نہیں

---

* ریو - مخطوطات فارسی - جلد دوم صفحہ ۳۶۵ —
† ریو - مخطوطات فارسی - جلد اول صفحہ
‡ ڈاکٹر اسپرنگر صفحہ ۱۲ - محبوب الالباب صفحہ ۸۰۸ —
$ محبوب الالباب صفحہ ۸۰۸ —

ہوا - بلکہ 'تذکرۃ النساء' کے نام سے اُسے شہرت حاصل ہوئی ہے اور اِسی نام سے 'الہی' اور 'اوحدی' وغیرہ نے اپنے تذکروں میں اِس کا ذکر کیا ہے* - چنانچہ 'مہری' کے حالات میں 'اوحدی' نے لکھا ہے:—

''مترجم 'مجالس النفائس' گوید' زنے بودہ حکیم و این اصح ست - و در 'تذکرۃ النسا' نیز مذکور شدہ کہ وے در ایام دولت 'شاہ رخ مرزا' بود†''—

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے 'شہنشاہ اکبر' کے جلوس کے بعد اور 'ماہم بیگم' کی وفات سے پہلے سنہ ۹۶۳ھ اور ۹۶۹ھ کے مابین 'جواہر العجائب' تصنیف ہوا ہے‡- چنانچہ اس کے دیباچے میں تحریر ہے:—

''فی ایام دولت ... 'شاہ طہماسپ الحسینی' بعزم زمین بوس حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً گزرم بملک 'سندہ' افتاد - حسب التقدیر یک چندے دران دیار اتفاق اقامت دست داد' تا آن خجستہ ایام کہ... 'سلطان جلال الدین محمد اکبر' بادشاہ غازی در ملک

---

* اسپرنگر - فہرست کتب خانۂ اودھ صفحہ ۱۰ —

† غرفات (نسخۂ کتب خانۂ آصفیہ - تذکرہ نمبر ۲۰۹) ورق ۲۸۲ —

‡ 'شہنشاہ اکبر' ۳ ربیع الثانی سنہ ۹۶۳ھ کو تخت نشین ہوا ہے- اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۴- تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۴۴ - اقبال نامہ جلد دوم صفحہ ۲۲۶- نظام الدین احمد اور بدایونی نے ۲ ربیع الاول سنہ ۹۶۳ھ کو تاریخ جلوس لکھا ہے- طبقات اکبری صفحہ ۲۴۲ - منتخب التواریخ صفحہ ۱۳۲ —

'ماہم بیگم' نے جلوس اکبری کے ساتویں سال ماہ شوال سنہ ۹۶۹ھ میں انتقال کیا ہے- اکبرنامہ جلد دوم صفحہ ۱۳۵ - منتخب التواریخ صفحہ ۱۴۸- اقبال نامہ جلد دوم صفحہ ۱۸۰ - نظام الدین احمد اور مورخ فرشتہ نے ماہم کے انتقال کو جلوس کے آٹھویں سال سنہ ۹۷۰ کے تحت میں لکھا ہے- طبقات اکبری صفحہ ۲۵۷- تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۵۲—

'هند' قدم بر سریر همایون نهاد ... فقیر قصیدهٔ مدح
در ذکر جمیل آنحضرت انشاء کرد ... و بخاطر رسید
که هدیهٔ نیز لایق مجلس حضرت مهد علیا 'ماهم'
مد ظلها باشد ... مدتے درین اندیشه می بودم ... آخر
بعد از مشاهدهٔ بسیار بدلم چنان تافت و بر خاطرم قرار
یافت که حسب انبساط خاطر آن مسند نشین بلقیس
نشان انچه از طائفهٔ اُناث در لباس نیکو اساس نظم
ظاهر شده' جمع سازم که بغایت غریب است - پس
بترتیب این مختصر کوشیده فراهم آوردم" -

'ڈاکٹر اسپرنگر' نے 'جواهرالعجائب' کا سال تالیف سنہ ۹۴۷ ھ بیان کیا ہے' اور اِس کے ثبوت میں دیباچے سے مصرع ذیل نقل کرکے اُسے مادۂ تاریخ قرار دیا ہے —

تاریخ همه غم ز مصائب دیدم

اور اِس سے بطریق تخرجہ سال تاریخ نکالا ہے - اس طرح پر کہ "همه غم" کے اعداد (۱۰۹۰) ہیں - اُن کے "مصائب" کے اعداد (۱۴۳) خارج کرنے پر (۹۴۷) باقی رہتے ہیں —

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اِس مصرع کو تاریخ سے کوئی تعلق نہیں ہے - 'ڈاکٹر اسپرنگر' سے اس کے پڑھنے میں غلطی ہوئی ہے - اور اس نے 'فارغ' کو 'تاریخ' پڑھا ہے' جس کے باعث یہ مغالطہ واقع ہوا ہے - صحیح مصرع اس طرح ہے :

خود را ز خودی بهر تو غائب دیدم
فارغ ز همه غم و مصائب دیدم

'جواهرالعجائب' میں جن شاعرہ عورتوں کے تراجم مذکور ہیں - مختلف نسخوں میں اُن کی تعداد مختلف ہے - 'شاهان اوده' کے کتب خانے میں اِس کا جو نسخہ موجود تھا اُس کا مفصل حال 'ڈاکٹر اسپرنگر' نے اپنی فہرست میں لکھا ہے-

اور بیان کرتا ہے کہ اس میں بیس شاعرہ عورتوں کے تراجم مذکور ہیں۔ 'شیخ ابوالقاسم محتشم' مصنف 'اختر تاباں' نے اس کا جو نسخہ دیکھا ہے' اُس میں تیئیس (۲۳) تراجم مندرج ہیں - چنانچہ 'اختر تاباں' کے دیباچے میں اس کا ذکر اس طرح کیا ہے :-

"'ملا فخری' هروي که براے مهد علیا 'اماهم' سلطان بیگم بعهد سلطنت 'اکبر' در 'هندوستان' و داراے 'طهماسپ' در 'ایران' 'جواهرالعجائب' تذکرهٔ شاعرات پارسی زبان نوشته' بهزار تلاش بست وسه (۲۳) شاعره یافتد *" —

جو نسخہ اِس وقت ہمارے زیر استعمال ہے - اُس میں چھبیس (۲۶) عورتوں کا تذکرہ مرقوم ہے —

'شیخ ابوالقاسم' نے جس نسخے کا ذکر کیا ہے' اُس کی نسبت ہمیں کوئی واقفیت نہیں ہے - 'ڈاکٹر اسپرنگر' نے اپنی فہرست میں 'کتب خانۂ اودھ' کے نسخے کی فہرست اور اُس کا اقتباس نقل کیا ہے' جس کے باعث ہمارے نسخے سے اِس کے مقابلے میں بہت آسانی ہوگئی ہے - اور اِن دونوں میں جو اختلاف ہے اُس کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں —

نسخۂ حاضرہ	نسخۂ کتب خانۂ اودھ
(۱) مهستی	
(۲) بادشاه خاتون	
(۳) جهان خاتون	
(۴) حیات' زوجۂ خواجه قوام الدین	(۱) حیات' زوجۂ خواجه قوام الدین
(۵) مهری	(۲) مهری

* تذکرۂ اختر تاباں - طبع بهوپال سنه ۱۲۹۹ ھ صفحه ۴ —

نسخهٔ حاضره	نسخهٔ کتب خانهٔ اوده
(۶) مغول خانم	(۳) مغول خانم، زوجهٔ محمد خان شیبانی
(۷) آفاق جلائر	(۴) آفاق جلائر
(۸) نهانی - خواهر خواجه افضل	(۵) نهانی، خواهر خواجه افضل
(۹) بیچه منجمه	(۶) پیچه
(۱۰) عصمتی	(۷) عصمتی
(۱۱) بیدلی	(۸) بیدلی
(۱۲) نهانی شیرازی	
(۱۳) دختر قاضی سمرقند	(۹) دختر قاضی سمرقند
(۱۴) فخرالنسا، دختر امیر یادگار	(۱۰) فخرالنسا، دختر امیر یادگار
(۱۵) خانزاده بیگم، خواهر فخرالنسا	
(۱۶) پرتوی تبریزی	(۱۱) پرتوی تبریزی
(۱۷) سید بیگم	(۱۲) سید بیگم
	(۱۳) دختر غزالی یزدی
(۱۸) آرزوی سمرقندی	(۱۴) آرزوی سمرقندی
(۱۹) ضعیفی معاصر آرزوی	(۱۵) ضعیفی معاصر آرزوی
(۲۰) حیات هروی	
(۲۱) آتون، زوجهٔ بقائی	(۱۶) آتون، زوجهٔ بقائی
(۲۲) عفتی، خادمهٔ آذری	(۱۷) عفتی، خادمهٔ آذری
(۲۳) حجابی، دختر هلالی	(۱۸) حجابی، دختر هلالی
(۲۴) نسائی، دختر درویش زاده	(۱۹) فاطمه خاتون، دختر درویش زاده
(۲۵) تردی، از خویشان آهی	(۲۰) فزدی، از خویشان آهی
(۲۶) نسائی، ساکن بلدهٔ نساء	

دونوں نسخوں کے مقابلے کی جدول جو اُوپر درج ہے، اُس سے ظاہر ہورہا ہے کہ کتب خانۂ ' اودھ ' کے نسخے سے ہمارے نسخے میں سات شاعرہ عورتوں کے حالات زیادہ ہیں - اور ایک شاعرہ ' دختر غزالی یزدی ' کا تذکرہ ہمارے نسخے سے کتب خانۂ ' اودھ ' کے نسخے میں زیادہ ہے —

' جواہرالعجائب ' نہایت کمیاب ہے - اور عام طور پر مشکل سے میسر آتا ہے - اِس کے قلمی نسخوں سے ' لندن ' ' جرمن ' ' فرانس ' اور ' کلکتہ ' کے عظیم الشان کتب خانے خالی ہیں - سنہ ۱۲۹۰ ھ — سنہ ۱۸۷۳ ع میں ' ' لکھنؤ ' میں چھپا ہے ' لیکن عرصہ ہوا کہ آوت آف پرنٹ ہوگیا - اور اس وقت وہ بھی نہیں ملتا ہے - ہمارے یہاں اِس کا صرف ایک نسخہ ہے ' باوجود تلاش کے اس کا دوسرا نسخہ نہیں ملا ' جس کے باعث اِس کی تصحیح نہایت دشوار ہے- مختلف تذکروں سے مقابلہ کر کے ہم نے اس کے صحیح کرنے کی کوشش کی ہے ' لیکن اس بارے میں حسب مراد کامیابی حاصل نہیں ہوئی - اور بہت سے مقامات مشکوک و مغشوش رہ گئے - اس کا ہمیں افسوس ہے کہ اِن کی تصحیح کا ہم سے اہتمام نہیں ہوسکا —

'مرزا اوحدی' نے اپنے تذکرے میں اکثر مواضع پر ' جواہرالعجائب ' کی عبارتوں کو بے کم و زیاد نقل کیا ہے - اس لئے توقع تھی کہ تصحیح میں اس سے بہت مدد ملے گی - لیکن ' غرفات ' کا جو نسخہ کتب خانۂ آصفیہ میں موجود ہے وہ اِس قدر ناقص اور آب رسیدہ ہے کہ اُس سے خاطر خواہ استفادہ حاصل کرنا دشوار ہے- با وجود اس کے تا حد امکان کوشش کر کے بعض مقامات کا مقابلہ کیا ہے - اور اس تدبیر سے چند غلطیاں صحیح ہوگئی ہیں —

دوران تصحیح میں مختلف کتابوں کے مطالعے سے ہمیں بہت سی مفید و کارآمد معلومات حاصل ہوئی ہیں - جن کو ہم نے اختصار کے ساتھ بطور حواشی کے موقع بموقع کتاب میں شامل کردیا ہے - اور اُمید ہے کہ ان توضیحات سے قارئین کو کتاب کے مطالعے میں نہ صرف سہولت ہوگی، بلکہ اُن کی معلومات میں بہت سے

جدید انکشافات کا اضافہ ہوگا —

اس مقدمے کو ختم کرنے سے پہلے ' مولوی سید ہاشمی فریدآبادی ' رکن دارالترجمۂ عثمانیہ یونیورسٹی کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے - کیونکہ اُنھیں کی تحریک و تقاضہ سے یہ کام اختتام کو پہنچا ہے - سید صاحب موصوف تاریخ کے ایک زبردست عالم ہیں - اور بالخصوص ' ہندوستان کی اسلامی تاریخ کے متعلق ' اِن کی معلومات غیر معدود ہیں- اور انھوں نے عثمانیہ یونیورسٹی کے لئے ' ہندوستان کی جو تاریخیں لکھی ہیں ' وہ اپنی بہترین خصوصیات کے باعث اِس موضوع کی دیگر تالیفات پر غیر معمولی تفوق رکھتی ہیں —

جواهر العجائب

خود راز خودی بهر تو غائب دیدم فارغ ز همه غم و مصائب دیدم
کردم نظر و فرش حریم حرمت چون عرش، جواهر عجائب دیدم

جواهر عجائبی که زیور گوش پرده نشینان سرادقات سلطان عقل و هوش تواند بود، حمد و ثنای قادری ست که دست معمار قدرتش قبهٔ لاجوردی فلک دوّار را به درهای شاهوار نجم ثوابت و سیار مزین و مجلی گردانیده. ولآلی منثوری که واسطهٔ خوش حالی خاطر ناظمان عالم معانی تواند گردید، درود نامحدود و صلوات نامعدود سیدی است که ذرهٔ از هوائے حریم عنبر شمیم حرمش کار بآفتاب جهان تاب رسانیده - صلی الله علیه و آله و سلم —

رسول امین قریشی لقب مه یثرب و آفتاب عرب
پئے خدمتش جبرئیل امین همی آمد از آسمان بر زمین

اما بعد تراب - قدام طالبان مقاصد معنوی، فخری بن امیری الهروی، بسمع شریف هوشمندان سخن پرور، واهالی رای فضلیت گستر می رساند که فی ایام دولت سعادت انتظام سلاطین سلاطین عالم و خاقان معظم، مولی ملوک الترک و العرب و العجم، شاه طهماسپ، * الحسینی—

شه آسمان قدر طهماسپ شاه کمین خاک بوسان او مهر و ماه
صف حاجبان درش بیکمان همه شهر یارند و سلطان و خان

خلد الله تعالی ملکه و سلطانه

بعزم زمین بوس حرمین شریفین زاد هماالله شرفاً گزرم بملک سند افتاب، حسب تقدیر یک چندی دران دیار فرخنده آثار اتفاق اقامت دست داد، تا آن خجسته ایام که نورس نهال گلستان شاهی و خورشید جهان تاب عنایت الهی، غیرت

---

* اس کتاب سے متعلق تمام حواشی از (ص ۴۲۸ تا ص ۴۴۸) بذیل تعلیقات دیکھئے—

سلاطین روزگار و رشک خواقین کامگار ، وارث تاج و تخت سر فرازی سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاه غازی خلدالله ملکه ، در ملک هند قدم برسریر همایون نهاد و از اطرات و جوانب هرکس جهت نثار تحف و هدایا بدرگاه فرستاد - چنانکه مور و سلیمان ؛ فقیر قصیدهٔ مدح در ذکر جمیل آنحضرت انشا کرده و این چند بیت از آنجا ست :—

آنکه میکوید صدائی طبل او در گوش چرخ
نوبت سلطان جلال الدین محمد اکبر است
آن شهنشاه فلک قدری که از روی شرف
شمسهٔ ایوان قصرش آفتاب خاور است
آن که دُرد ساغر او صافی جام جم است
آن که نعل توسنش آئینهٔ اسکندر است
بندهٔ دیرین بابش اردشیر بابکان
چون درآید بر در اقبال شمس نوذر است
فارسان رزمگاهش رستم و اسفندیار
حارسان اردو او اردوان و سنجر است

بخاطر رسید که هدیهٔ نیز لائق مجلس شریف فردوس آئین دلشاد زمان و گوهر شاد دوران، مسند نشین بلقیس نشان، مهد علیا حضرت ماهم بیگم، مدظلها باشد-

از شرافت آستانش قبله گاه راستان
چرخ اطلس فرش راهش رفته است از آستین
هم مقامش روح پرور چون بهشت جاودان
هم کلامش فیض گستر چون دم روح الامین
در حضورش مشتری و زهره رابا هم قران
دولت و اقبال باهم در جناب او قرین

ازپئی تقدیم خدمت هر سوی او منتظر
در کمین بخت و سعادت چون کنیزان کمین
بهر در از فیض لطفش سربسر اهل زمان
هرطرف نام نکویش رفته در روی زمین
پس کز و دل شادی خلوت نشین وصالح است
هست در کارش دعائی صالح و خلوت نشین
این یکی را از دعایش دردهن قند و شکر
دیگری را بر زبان آمین ورب العالمین

مدتی دراین اندیشه می بودم، در گوشهٔ کاشانهٔ تخیل می نمودم. آخر شبی مجموعهٔ 'تحفة الحبیب' را مطالعه کردم، بر اشعار دلپزیر مخادم می گزشتم، از تماشائی آن نگار ستان معانی بهره مند می گشتم، ناگاه نظرم برین غزل مسماة 'مهری' افتاد که: —

حل هرنکته که بر پیر خرد مشکل بود
آزمو دیم، بیک جرعهٔ می حاصل بود
گفتم، از مدرسه پر سم سبب حرمت می
دِ هرکس که زدم بیخود و لا یعقل بود
در چمن صبحدم از گریهٔ و از نالهٔ من
لالهٔ سوخته خون در دل و پا درگل بود
انچه از بابل و هاروت روایت کردند
سحر چشم تو بدیدم، همه را شامل بود
دولتی بود تماشاے رخت 'مهری' را
حیف و صد حیف که آن دولت مستعجل بود

آخر بعد از مشاهدهٔ بسیار بدلم چنان تافت و بر خاطرم قرار یافت که جهت

انبساط خاطر آن مسند نشین بلقیس نشان انچه از طایفهٔ اناث درلباس نیکو اساس نظم ظاهر شده، جمع سازم که بغایت غریب است - پس ترتیب این مختصر کوشیده فراهم آوردم - چون چنین جو هر لطیف از معادن طبع ایشان محل تعجب بود، این نسخه را پس از اتمام جواهرالعجائب نام کردم امید که بنظر اشرف رسد و بشرف قبول ملحوظ گردد — و من الله العصمة والتوفیق

ارباب تواریخ چنین آورده اند که بهرام گور بادشاهی بود، بغایت ذی شوکت و زبردست و هیچ کس را تاب سرپنجهٔ دلاوری او نبودے و از صید جانوران بشکار گور میل نمودے و او را ازین سبب بهرام گور می گفتندے - و او محبوبهٔ داشت 'دلارام' نام، به حسن و جمال نادرهٔ روزگار و به فهم و فراست شهرهٔ ایام و بهرام را باو محبت تمام بود - چنانچه بهرام عزیمت می فرمود 'دلارام' باو هم عنانی نمود و بهرام هر لطیفه که بر زبان آوردے او نیز مناسب حال چیزے در برابر انشاء کردے - روزے در شکار بهرام به بیشه رسید - شیر عظیمے قصد او کرد و بهرام متوجه او گردید و از اسب فرود آمده جست و هر دو گوش او را گرفته برهم بست و بآن شجاعت و دلاوری از روے مفاخرت بهرام را این مصرع بر زبان گذشت:—

منم آن شیر ژیان و منم آن ببریله

پس روے بجانب 'دلارام' کرده گفت "این سخن را چه جواب گوئی" - 'دلارام' فی الحال این مصرع را گفت:—

نام بهرام ترا و پدرت بوجبله

بهرام را این طرز به مذاق خوش آمده، چون از عقب لشکر ندماے او رسیدند، بهرام بر فضلا بیان ماجراے گذشته کرد و ایشان اندیشها کرده دو مصرع دیگر بران الحاق کردند و "چهار گانی" نام نهادند و حالا نیز در ملک نیمروز و بعضے ولایات چهارگانی می گویند - غرض از عرض این کلمات آن ست که 'دلارام' نظم گفت—

و دیگر ابواللیث که او را ابو حنیفهٔ ثانی می گفتند کتابی دارد موسوم به 'بوستان' آنجا آورده است که روزی اقربای بی بی عائشه (رض) را به مهمانی الحاح کردند و او از حضرت سید کائنات علیه التحیة والصلوات رخصت طلبیده و بعد از اجازت که اقربا را به شرف قدوم مسرت لزوم نوازش فرموده و بخدمت حضرت مراجعت نمود - حضرت پرسیدند که "از مهمانی برای ما چه آوردی". او گفت "یا رسول الله در خانهٔ خویشان برای ایشان بیتے گفته ام". حضرت تبسم کرده فرمودند که "بخوان" - او این بیت را خواند که :—

آتیناکم آتینا کم فحیونا نحییکم

فلولا الحجوة السوداء ما کنا بواریکم

حضرت بعد از تامل فرمودند که اگر مصرع آخر را چنین میگفتی که :—

فلولا طاعت الرحمن ما کنا بوادیکم

بهتر می بود —

و در کتب آمده است که چون سرور مهتر اولاد آدم صلی الله علیه و آله و سلم رخت هستی از محنت سرای عالم فانی بجهان جاودانی کشید' حضرت خیرالنساء فاطمهٔ زهرا (ع) دران مصیبت ابیات انشا کرد - و این بیت ازان جمله است که :-

صبت علی مصائب لو انها صبت علی الایام صرن لیا لیا

"زلیخا"

آورده اند که در محلی که او را اغلبات شوق حضرت یوسف علیه السلام و کشاکش عشق محنت فرجام از مسند سلطنت کشیده بگوشهٔ محنت خانهٔ بی نوائی انداخت و لوائے بادشاهی یوسف را عنایت بی غایت الهی از حضیض خاک باوج افلاک برافراشت و آخرالامر کار زلیخا از پیری و نابینائی بجاے رسید که از براے او بر سر راه حضرت یوسف خانه ازنی ترتیب کرد - چنانکه حضرت مخدومی در کتاب

یوسف زلیخا در صفت پیری زلیخا می فرماید:—

به او کردند نی بستی حواله چو موسیقار بر فریاد و ناله
بروی تازه چون گل چینش افتاد شکن بر صفحهٔ نسرینش افتاد

مولانا 'هلالی' نیز در کتاب صفات العاشقین درین حال زلیخا می گوید که:—

غم پیری سمن بر سنبلش ریخت ز آسیب خزان برگ گلش ریخت
سیه بادام او از جور ایام شد از عین سفیدی مغز بادام
بیاض موی او شد معجر او به بین کاخر چه آمد بر سر او

تا آنکه مرحمت سبحانی یوسف را بر سر زلیخا فرستاد و او را از ظلمت کفر نجات بخشیده مراد دلش بر کنار نهاد' زلیخا این بیت را برای یوسف گفت که: —

التقی صیرا لعبید ملوکاً والهوی صیرالملوک عبیداً

این نسخه و اهل نظم را همین شرت بس است که چنان مردم به نظم التفات فرموده اند —

---

(۱) "مهستی"

مسماة مهستی از نژاد مردم جلیل القدر بوده ودر مجلس عالی سلطان سنجر ماضی اعزاز و اکرام تمام داشته و انچه از مهستی و امیر احمد نقل می کنند غیر واقع است و مهستی را بدولت سلطان سنجر کثرت مال و جاه بوده- ودر آل سلجوق بادشاهی بعظمت سلطان سنجر نبوده- مملکت روم و شان و حلب و کرمان و خوارزم تا ملک دیلم در تحت فرمان او بوده و همیشه چهل هزار مرد مبارز در رکاب جنیبت او حاضر می بوده اند و او بغایت با مردم خوش طبع مایل بوده و خود نیز گاهی به نظم التفات می نموده و این سه بیت از جملهٔ اشعار اوست —

به ضرب تیغ جهانگیر وگر ز قلعه کشای جهان مسخر من شد چو تن مسخر رای

بسی قلاع کشادم بیک اشارهٔ دست　　بسی سپاه شکستم بیک فشردن پای
چو مرگ تاختن آورد، هیچ سود نداشت　　بقا بقاے خدا هست و ملک ملک خدای

گویند شبی مهستی بر سبیل کسب هوا از مجلس بیرون آمد، دید که برف باریده است، بعد ازانکه مراجعت نمود، سلطان هوا راستفسار فرمود - مهستی در بدیهه این رباعی را گفت که :-

شاها فلکت اسپ سعادت زین کرد　　و از جمله خسروان ترا تحسین کرد
تا در حرکت سمند زرین نعلت　　بر گل نه نهد پای زمین سیمین کرد

سلطان به مهستی التفات بسیار کرد —

---

(۲) "بادشاه خاتون"

بادشاه خاتون بنت قطب الدین محمد سلطان که در ایام دولت سلطان غازان بود - گویند خاتون فاضله و عادله و زیبا طینت بود و بانواع فضائل و کمالات آراسته بود - اکثر اوقات مصاحف و کتب کتابت کردی - و این رباعی ازوست که :-

آن روز که در ازل نشانش کردند　　آسایش جان بے دلانش کردند
دعوی بلب نگار می کرد نبات　　زان روی سه چوب در دهانش کردند

درون پردهٔ عصمت که تکیه گاه من است　　مسافران هوا را گذر بدشواری ست
همیشه باد سر زن بزیر مقنعهٔ او　　که تا رو پودوی ازعصمت نکوکاری است

بر لعل که دید هرگز از مشک رقم　　باغالیه بر بوش کجا رانده رقم
جانان! اثر خال سیه بر لب تو　　تاریکی و آب زندگانی ست بهم

چون بر سریر ملک استقرار یافت، پرتو التفات بر حال ارباب فضل و دانش انداخت - شمسهٔ ترتیب ایشان رقم نمود —

---

(۳) "جهان خاتون"

جهان خاتون از مشاهیر شیراز بوده و در حسن و جمال نظیر خود نداشته و او را از اسباب دنیوی جمعیت تمام بوده، چنانچه همیشه ظرفا و ندما در مجلس او حاضر می شدند و او رعایت این طایفه می کرد و همه او را در ظرافت و لطافت طبع و حسن و ادراک مسلم می داشتند —

گویند عبید زاکانی که در عالم بفضل و فراست مشهور است، روزی قصد مجلس شاه ابو اسحق کرد. بعضی نزدیکان گفتند: جمعی از مسخرها پیش اویند؛ امروز ملاقات متعذرست. عبید برین سبب برنجید و ترک تحصیل علوم و فنون کرده روی به مسخرگی و ندیمی و هزل و مطائبت و هجو آورده این رباعی را گفت :-

در علم و هنر مشو چو من صاحب فن　　تا نزد عزیزان نشوی خوار چو من
خواهی که شوی قبول ارباب ز من　　کنک آور و کنکری کن و کنکره زن

و این قطعه را نیز درین فرصت انشاء کرد که :-

اے خواجه مکن تا به توانی طلب علم　　کاندر طلب روزی هر روزه بهانی
رو مسخرگی پیشه کن و مطربی آموز　　تا داد خود از مهتر و کهتر بستانی

و سر بهزل و هجو و مطائبه بر آورد و درین شهرت کرد و مطائبات و هجویات او مشهور شد. چون از ولایت قزوین داعیهٔ شیراز کرد، متوجه مجلس 'جهان خاتون' شد. آنجا ظرفا و خوش طبعان همه حاضر شدند، میان او و 'جهان خاتون' مشاعرهٔ عظیم شد و بدیهه گفتند و جدل و نکات و دقائق، تا بیگاه کشید. گویند آن‌روز 'جهان خاتون' غالبی کرد و چون روز دیگر عبید باز عزم میدان سخن پردازی کرد، بدر خانهٔ جهان خاتون رفت، دید که اسب بسیار بدرخانه ستاده و مردم هر جا به تماشا حاضر شده اند. چون احوال پرسید، گفتندش خواجه قوام‌الدین وزیر 'جهان خاتون' را بنکاح خویش در آورد. عبید فی الحال این قطعهٔ مطائبه آمیز انشاء کرد و مصراع آخر آن

قطعه * این است - " خدای جهان را جهان تنگ نیست " —

بدرون خانه فرستاد - چون خواجه مطالعه کرد بخندید . ' جهان خاتون ' بفراست دانست که در باب او عبید ظرافت کرده است و از روی عرفان قطعه را خوانده ' شگفته شده ' او را طلبیده صحبت داشتند و رعایت او بجا می آوردند . این مطلع ' از جهان خاتون ' است:—

مصوری ست که صورت‌زآب‌می سازد زذره ذرهٔ خاک آفتاب می سازد

(۴) " حیات "

' حیات' ظریفه و عارفهٔ آن روز گار بوده و خواجه قوام‌الدین حسن او را نیز در نکاح خود داشت - چون خبر تزویج ' جهان خاتون ' را شنید بر نجید و این بیت را گفته بخواجه فرستاد :—

هر که غم ' جهان ' خورد کی خورد از ' حیات ' بر
رو تو غم جهان مخور تا ز حیات بر خوری

آورده اند که جهان خاتون بخواجه حافظ ملاقات کرده ' خواجه این غزل خود باو می خوانده است :—

دردم از یار ست و درمان نیز هم دل فدای او شده جان نیز هم

چون بدین بیت رسید که

اعتمادی نیست بر کار جهان بلکه بر گردون گردان نیز هم

' جهان خاتون ' در بدیهه این بیت را گفت :—

حافظا این مے پرستی تا بکی مے ز تو بیزار و مستان نیز هم

---

* قطعهٔ مشار الیها

وزیرا " جهان " قحبهٔ بی وفا است ترا از چنین قحبهٔ ننگ نیست
برو کُس فراخی دگر را بخواه خدای جهان را جهان تنگ نیست

(۵) " مهری "

'مهری' در ایام دولت شاه رخ مرزا در ملازمت گوهر شاد بیگم طاب ثراها بود و مرتبهٔ خصوصیت و مصاحبت داشته و زن خواجه عبدالعزیز حکیم بوده و در حسن و جمال نادرهٔ ایام بوده و غیر ازان غزل که سبب تحریر این مختصر شده ' ابیات خوب دارد - این مطلع ازان جمله است و شهرت تمام دارد : —

بیخ هر خاری که آن از خاک من حاصل شود زاهد ار مسواک سازدمست لایعقل شود

گویند او را بسلطان مسعود میرزا خواهر زادهٔ بیگم نظر محبت بوده - روز عیدی برسم مبارک باد چنانچه قاعده است بدیدن او رفته بود - سلطان مسعود در برج قلعهٔ اختیارالدین که در شهر هرات ست نشسته بود؛ بعد از دریافت ملاقات از هر جا حکایات مذکور می گشت - دران محل حکیم که شوهر مهری بود از دور در پایان قلعه میگذشت ' سلطان مسعود تبسم فرموده اورا بمهری نموده و او در بدیهه این بیت را انشاء کرده که

کردم بر اوج برج مه خویشتن طلوع
هان ای حکیم طالع مسعود من نگر

و این رباعی از جملهٔ مطائبات اوست که در بدیهه گفته است و آن این چنین بوده که ' مهری ' در پیش ' بیگم ' نشسته بود که حکیم از دور پیدا شد' بیگم کس باستقبال او فرستاده باحضار او استعجال می فرموده و جهت کبرسن و بسط خاطر بیگم عصا زنان دعا می گفت و در قدم برداشتن حرکات میکرد ' درین باب بیگم به 'مهری' گفتند که بدیهه چیزی انشاء کن - چون حکیم به مجلس رسید ' 'مهری' این نظم را گفت که

مرا با تو سر یاری نماند ست دل مهر و وفاداری نماندست
ترا از ضعف وپیری قوت و زور چنانکه پائے برداری نما ندست

روزی در محل سرخ پایان که اهل روزگار به تماشای بهار بیرون آمده بود '

' مهری ' در گوشهٔ نشسته نظاره می کرد ' دید که پیری خرمن صبر باتش مهراو سوخته و پیراهن تحمل چاک زده ' نظر محبت بر جمال او دوخته - مهری او را طلبیده صورت حالش باز پرسید ' پیر گفت چه گویم اے جوان زیبا —

آنجا که عیان است چه حاجت به بیان

مهری تبسم کرده این رباعی را گفت :—

یا رب که سر شتم زچه آب وچه گل است　　میلم همه سوی دلبران چگل است
گر میل مرا بسوی پیران بودی　　از پیر ضعیف ناتوانم چه گل * است

این دو رباعی هم از وست که برای حکیم گفت است —

هرگز کامی زخفت و خوابم ندهی　　شب باتو سخن کنم جوابم ندهی
من تشنه لب و تو خضر وقتم گوئی　　از بهر خدا چه شد که آبم ندهی

درخانهٔ تو آنچه مرا شاید نیست　　بندی ز دلی رمیده بکشاید نیست
گوئی همه چیز دارم از مال و منال　　آری همه هست و آنچه میباید نیست

این رباعی نیز از دست که

شوی زن نوجوان اگر پیر بود　　چون پیر بود همیشه دلگیر بود
آری مثل است این که زنان میگویند　　در پهلو زن تیر به از پیر بود

---

(۲) "مغول خانم"

' مغول خانم ' حرم محترم ' محمدخان شیبانی ' و والدهٔ ' محمدرحیم سلطان ' بود. تعریف او همین بس است که در عقل و فهم و فراست نظیر خود نداشت - فطرتش بجواهر نظم مزین بوده ' از وکاهی نظمی ظاهر می شد ' این مطلع ترکی ازوست و جواب عبید الله خان گفته است:—

---

* یعنی ' چه گله است ' بحذف های مختفی —

دیماکیم در نیکی اظهار ایلاد دلدارالیدا
فایسی هر در و یمنی اظهار ایلا من مارالیدا

مطلع عبیدالله خان است که او جواب گفته است:—

پیر پیرا نیک و دستلار درو یمنی دلدارالیدا
اتیب اتیب بنقلا تکبر زنهار زنهارالیدا

'عبیدالله خان' تتبع 'امیر علی شیر' کرده و مطلع 'امیرعلی شیر' اینست که

کیمسه گر حال من اظهار ایلا اماس مارا الیدا
خاطریم کیم این ملول ادیسون کیم مارالیدا

و جواب امیرعلی شیر بسیار مردم کرده اند از انجمله امیر رستم‌علی ولد قاسم ترکی گوی چنین گفته است —

جان پرور در سجده قبلادیم اول جفادارالیدا
شکر کیم ماشنمی خویدم و عافیت مارا الیدا

دیگر امیر محمد صالح که مشهور روزگار است' نیز جواب گفته و این دوبیت ازوست: —

نی کو نکول کیم قبلاعه مین در و نمی اظهار الیدا
نی کو نکول مزلنع غمین آهو کشیم مارا الیدا
ای صبا در دیمنی سعلات سعلات آهو زمن سکا
اتیب اتیب نیغلا غاسین تقی بار الیدا

مولانا شوقی ججکوهی هم ازین‌جا گفته است و این مطلع از وست که

املادیم فریاد اغیار ایللیدین بار الیدا
شکر کیم عاشق لنعتی فیلدیم اظهار الیدا

'ولی بیگ بمغمور جی' نیز دارد' چنین گفته است که

هجر متبک اقدوهی دین باشنمی اغیار الیدا
ماشفه آوردم کیم بخون باش قویما دیم مارا الیدا

(۷) "آفاق جلائر"

دختر 'امیرعلی جلائر' و همشیرهٔ 'امیرحسن علی جلائر' است که ایشان را امارت موروثی است' بلکه از طبقهٔ ایشان سلطنت نیز کرده اند- و 'شیخ حسن جلائر' پدر 'سلطان اویس' و شوهر 'دلشاد خاتون' که لقب 'ایل کانی' داشته؛ جد 'سلطان احمد' حاکم بغداد بوده - 'خواجهٔ حافظ' شیرازی غزلی در مدح او دارد و مطلعش این ست که

احمدالله علی معدلة السلطان احمد شیخ اویس حسن ایلکانی

و 'آفاق جلائر' در خوش طبعی شهرهٔ آفاق است' و حرم 'امیر درویش علی' کتاب دار بوده' که سالها در قبة الاسلام بلخ ایالت کرده و برادر 'امیر نظام الدین علی شیر' بود - و 'آفاق جلائر' اشعار خوب گفته است و درمیان خواص و عوام شهرت تمام دارد. و این مطلع از آنجمله است:—

آه زان زلفی که دارد رشتهٔ جان تاب ازو
وای زان لعلی که هر دم میخورم خوناب ازو

این مطلع هم ازوست و بسیار خوب گفته است که

اشکی که سر ز گوشهٔ چشمم برون کند
بر روے من نشیند و دعوای خون کند

این مطلع را در محلی که از شراب توبه کرده پیش 'بدیع الزمان مرزا' نشسته بود و مرزا کاسهٔ می خورد' گفته است که

من اگر توبه ز می کرده ام ای سرو سهی
تو خود این توبه نه کردی که مرا می ندهی

این مطلع نیز ازوست که

نتوان دید رخ خوب ترا ماه بماه زانکه آسان نتوان کرد بخورشید نگاه

این رباعی او هم مشهور است:—

آبی که فلک بلب چکاند مارا　　سرگشته به بحر و بر دواند مارا
ای کاش بمنزلی رساند مارا　　کز هستی خود باز رهاند مارا

---

(۸) "نهانی"

'نهانی' همشیرهٔ 'خواجه افضل دیوان' بود' و 'خواجه افضل' از اشراف دارالامان 'کرمان' بود و چندین سال وزارت سلطان حسین میرزا باستقلال کرد و شعر را سلیس میگفت' و اشعار نیک دارد و از جمیع فضائل بهره مند بود و 'نهانی' نیز فاضله بود و طبع خوب داشت و اشعار خوب گفته است- این مطلع ازوست که تتبع غزل 'شیخ کمال خجندی' کرده است که

هزار سرو که در حد اعتدال برآید　　بقامتت فرسد گر هزار سال برآید
اگر چه مهر به تقدیر لا یزال برآید　　بماه من فرسد گر هزار سال بر آید

---

(۹) "بیجهٔ منجمه"

'بیجهٔ منجمه' ظریفهٔ و عارفهٔ و نادرهٔ ایام بود' خصوصاً در علم نجوم که مثل او نبود و از دنیوی نیز جمعیت تمام داشت و اکثر فضائل را کسب کرده بود و منظور امرا و سلاطین بود - گویند درمیان او و حضرت مخدومی مولانا 'نورالدین عبدالرحمن جامی' ظرافتها واقع شد' چنانچه حضرت مخدومی حمام ساختند' او نیز حمام ساخت - ایشان مدرسه بنا کردند' او نیز مدرسه بنا کرد و ایشان مسجد ساختند' او نیز مسجد ساخت' و اکابر را جهت نماز طلبیده تکلفات نمود - اما حضرت مولانا 'عبدالرحمن جامی' نیامد و قطعهٔ گفت - این بیت ازان قطعه است:—

نگذارم به مسجد تو نماز　　زانکه محراب آن نمازی نیست

او شنیده و مضطرب شده گفت: ایشان چه می فرمایند' هرچه ایشان ساخته اند' من هم ساخته ام' و فضائلی که ایشان دارند' من هم دارم' و ایشان شعر میگویند' من هم

میگویم، ایشان چه چیز دارند که من ندارم - ملا فرمودند که چیزی داریم که او ندارد - او جواب داد که ما هم چیزی داریم که او ندارد بلکه او را بما احتیاج ست - حضرت مخدومی را این سخن بغایت خوش آمد و بخانهٔ او تشریف برد و اکابر همه حاضر شدند ' بیجه منجمه' دران مجلس خدمات پسندیده کرد - این مطلع از ' بیجه منجمه' که در فوت شوهر خود انشا کرده است : —

کوکب بختم که بود از وی منور آسمان
بنگرای مه کز فراقت در زمین است این زمان

---

(۱۰) "عصمتی"

'بی بی عصمتی' از ولایت ' خوات' بود و برادری داشته است که آنجا چندگاهی حاکم بوده و بدان مناسبت ' حاکمی' تخلص کرده است و دیوان او درمیان مردم هست - این مطلع ازوست که

کمان ابروے من! فکر من زار بلاکش کن
فگن بر سینه ام تیری و پیکانش در آتش کن

اما 'عصمتی' بغایت صالحهٔ و ساجده بود و موافق حال خود تخلص اختیار کرده - این مطلع ازوست که

از پا شکستگان طلب کعبه مشکل است آن کعبهٔ که دست دهد کعبهٔ دل است

---

(۱۱) " بیدلی"

'بیدلی' حرم 'مولانا شیخ عبدالله دیوانه' بود و 'مولانا شیخ عبدالله' از جملهٔ خوش طبعان مشهور شهر هرات بود - و این مطلع او را امیر علی شیر در کتاب تذکرة الشعرا آورده است که

من مسکین بسر کوي تو هر چند دویدم غیر آهی و سرشکی ز دل و دیده ندیدم

و این مطلع از مسماة 'بیدلی' ست :-

روم بباغ واز نرگس دو دیده دام کنم که تا نظارهٔ آن سرو خوش خرام کنم

---

(۱۲) ''نهانی''

'نهانی شیرازی' را مردم آنجا بسیار در حسن و جمال و فهم و فراست تعریف میکنند و میگویند که دران دیار مثل او از طبقهٔ اُناث در فصاحت و بلاغت کم ست و این مطلع را از و میخواندند که

شب سگ کویت بهر جاے که پهلو می نهد
روز خورشید آن زمین را .وسه بر رومی نهد

و در تتبع آن غزل حضرت مخدومی مولانا عبدالرحمن جامی' که

معلم گو مده تعلیم بیداد آن پری رو را
که جز خوي نکو لائق نباشد روی نیکو را

و دیگر شعرا نیز دارند' مثل مولانا 'بساطی' که می گوید :-

بزنجیر از چه میدارد رقیب این سرو دلجو را
مرا زنجیر می باید که من دیوانه ام اورا

مولانا 'نرگسی' می گوید :-

وفا در دل نگردد هرگز آن شوخ جفا جو را
ز من بهتر نمی داند کسی نیک و به او را

مولانا 'آهی' می گوید :-

سگش را یار خواندم زد گره از چشم ابرو را
من مسکین چه دانم آدمی پنداشتم او را
مه من شام عید از گوشهٔ ننمود ابرو را
فلک چندین چراغ افروخت تا پیدا کند او را

میر 'هادی مشهدی' می گوید :-

بآب زر نشانی هست تمغ آن جفا جو را
که خون هر کرا ریزد، نگیرد هیچ کس او را

مولانا 'قاسم کاهی' می گوید که

مصور تا بصورت کرد نسبت آن پری رو را
نمی خواهم که بر دیوار بینم صورت او را

و این فقیر هم گستاخی کرده ام که

درون دیده خواهم جا مکان آن پری رو را
که من بسیار به می دانم از مردم سگ او را

اما 'نهانی' چنین می گوید :-

شدم دیوانه تا در خواب دیدم آن پری رو را
چه باشد حال گر بیند به بیداری کسی او را

---

(۱۳) "دختر قاضی سمرقند"

بسے نازک خیال بوده است، کیفیت احوال او معلوم نشد - اما لطافت طبعش از نظم او مفهوم می شود، این مطلع ازوست و عاشقانه گفته است :-

مگو رسوائے عشق از مردم عالم غمی دارد
که عاشق گشتن و رسوا شدن هم عالمی دارد

---

(۱۴) "نسائی"

'نسائی' از سادات صحیح النسب ممالک خراسان ست و وطن او از ولایت زادهٔ جنید و فرح‌آباد است، چون در اصل فطرت طبعش بجواهر نظم مزین و محلی واقع شده در ظهور آن اختیار نیست. نامش 'فخرالنسا' است. بدان مناسبت 'نسائی'

تخلص اختیار کرده است، این غزل ازوست، و جواب آن غزل استاد گفته است که

درد م زیاده می شود و کم نمی شود گفتم بصبر چاره کنم هم نمی شود

شادم اگر دلم ز تو بی غم نمی شود باري غم تو از دل من کم نمی شود
مرهم میار بهر دواي من اي طبیب کین درد عاشقی ست بمرهم نمي شود
محراب ابروست فقط تا نبایدم از بهر سجده قامت من خم نمی شود
داغی نهاد بر دلم آن بی وفا که عمر بگذشت و دردمندي آن کم نمی شود
سازد بداغ هجر 'نسائی' خاکسار چون خاطرش به وصل تو خرم نمی شود

این مطلع هم ازوست که

عاشقی بر قامتی ابرو کمندی کرده ام باهمه پستی تمنای بلندی کرده ام

این مطلع هم ازوست که در جواب دختر قاضی سمرقند گفته است :-

به عالم هر کرا بینی بدل درد و غمی دارد
ز دست غم منال ای دل که غم هم عالمی دارد

و در اصل این بحر و قافیه را مولانا 'علمی قانونی' دارد و مشهور است :-

به عالم از جفایت هر کرا بینم غمی دارد
جفا تا کے توان کردن وفا هم عالمی دارد

و امیر 'عیسی لنگ' که یکی از امراي 'ترخان' بود، در نظم چیزها خوب دارد، و این گوشه را گفته و نیک واقع شده و شهرت دارد که

ز هشیاران عالم هر کرا بینی غمی دارد
دلا دیوانه شو دیوانگی هم عالمی دارد

یکے هم از لوندان عالم گفته است که

مگو نو روز عالم بهر می هر کس غمی دارد
که بنگ ساده هم گو باده نبود عالمی دارد

---

(۱۵) "خانم خانزاده تر بنی"

'خانزاده تر بنی' همشیرهٔ 'فخرالنسا' است و دختر امیر یادگارست - در خوش طبعی نظیر ندارد - نظم او خالی از لطافتی نیست، این مطلع از وست :—

شبی در کلبهٔ ماميهمان خواهی شدن یانی انیس خاطر این ناتوان خواهی شدن یانی

---

(۱۶) 'پرتوی'

'پرتوی' از خطهٔ پاک 'تبریز' ست - کیفیت حالاتش معلوم نشد، اما بلطافت طبع از مشاهیر این طایفه است و این مطلع او شهرت عظیم دارد:—

جامهٔ گلگونی در آمد مست در کاشانه ام خیز ای همدم که افتاد آتشی در خانه ام

---

(۱۷) 'سیدبیگم'

'سید بیگم' بنت 'سیدحسن کار کیا' ست و از سادات عالی نسب، قومی حسب ولایت جرجان ست که به 'استرآباد' شهرت دارد و پای تخت 'مازندران' ست و دران دیار این مردم درتتق عصمت و سرادق اعتبار از تعریف مستغنی اند - چون نام اصل نامش 'شاه ملک' ست و در اسلوب نظم طبعش بغایت ملائم و سلیقه اش موافق واقع شده، بمناسبت نام 'ملک' تخلص میکند و در این زمان ملکهٔ طائفهٔ خودست - این جاها او را 'بیگم' شاعر می گویند - فی الواقع دیوانش را دیدم خوب بود این غزل مناسب حال غربت خود و کیفیت احوال گفته است :—

مرا در دیست دل، بی قرار از هجر یار خود
چه گویم پیش بی دردان ز درد بی قرار خود
بدرد دل چنان گریم که خون گردد دل خارا
چو یاد آرم من سر گشته از یار و دیار خود

ازان پیوسته در عالم چنین سر گشته میگردم
که می بینم چو زلف او پریشان روزگار خود
گلی از باغ وصل او نچیدم بر مراد خود
چو غنچه گرچه خون دیدم دل امیدوار خود
ز استغنا نداارد گوش یکبار آن جفا پیشه
اگر در پیش او صد بار گویم حال زار خود
بکار خویش حیرانم که از عشق بتان هرگز
سر و سامان نمی بینم من مسکین بکار خود
ازین سوزی که من دارم زعشق او پس ازمردن
بخواهم سوخت آخرای 'ملک' لوح مزار خود

---

(۱۸) " آرزو سمرقندی"

'آرزوسمرقندی' از خوش گویان سلیم طبع این طایفه دران دیار بوده - اگرچه کم گفته است' اما اشعار او دیده شد' نیک بود- این مطلع او گفته است :—

ماند داغ عشق او بر جانم از هر آرزو 'آرزو' سو ز ست عشق و من سرا سر آرزو

---

(۱۹)"ضعیفی"

'ضعیفی' معاصر بی 'آرزو' بوده' او هم جواب گفته و خالی از لطافت نیست:—

در دلم بود آرزویت بیش از هر آرزو دیدم آن روی و فزون شد آرزو برآرزو

گویند شوهر پیری داشت و او نیز مرد ذی فهم بوده و گاهی باهم مطائبه می کرد و این رباعی را برای شوهر گفته است که

ای مرد ترا بمهرم انگیزی نیست هم پیر و ضعیفی و ترا چیزی نیست
با این همه می دهی نهیبم ز زدن خود قوت آن ترا که برخیزی نیست

شوهرش در جواب میگوید:—

ای زن دگر آنکه بامن آمیزی نیست کار تو بغیر فتنه انگیزی نیست
دارم همه عیبها که گفتی اما عیبی بتر از بلائی بی چیزی نیست

---

(۲۰) "حیات"

'حیات' گوینده از شهر 'هرات' ست و غیر از لطافت طبع' از حسن و جمال نیز آراسته است-این غزل ازوست:—

عجب‌شیرین لبی لیلی عذاری کرده ام پیدا
درین ایام خوشحالم که یاری کرده ام پیدا
بیا ؤ لعل شیرین میکنم چون کوهکن جانی
چو فرهاد از برای خویش کاری کرده‌ام پیدا
زپا افتادم ازاندوه هجران چون کنم یارب
که‌این اندوه از دست نگاری کرده‌ام‌پیدا
چو مجنون می نهم رو برکف‌پای سگ کویش
من دیوانه نیکو غمگزاری کرده ام‌پیدا
بیکدم صرف راه آن بت بیگانه‌وش کردم
'حیاتی' انچه من در روزگاری کرده‌ام پیدا

---

(۲۱) "آتون"

زن مولانا'بقائی' بوده و مولانا را احتیاج بتعریف نیست - هردو محرم و ندیم 'عبید الله خان' بودند و جهت انبساط خاطر 'خان' باهم مطائبه می کردند-این رباعی را مولانا'بقائی' برای او گفته و شهرت گرفت: —

یاران ستم پیر زنی گشت مرا کاواک شده چونی ازو پشت مرا
گر پشت بسوی او دمی خواب کنم بیدار کند بضرب انگشت مرا

آن زن در جواب او این رباعی را گفت:—

ملاّ! همه ناز و غمزه ات کشت مرا تا چند زنی طعنه با نگشت مرا
شبها همه پشت سوی من خواب کنی بگذار که دل گرفته از پشت مرا

---

(۲۲) "عفتی"

از خیل خدمهٔ 'حضرت شیخ آذری' علیه الرحمة بوده است و اشعار خوب دارد و ازو همین مطلع یافته شد :-

قامت سرو که در آب نمودار شده کرده دعوی بقد یار و نگونسار شده

---

(۲۳) "حجابی"

'حجابی' دختر کوکب عالم افروز سپهر فضل و کمال یعنی 'مولانا بدرالدین هلالی' است و مولانا از تعریف مستغنی ست - لطافت طبع 'حجابی' را از نظم او معلوم میتوان کرد - این غزل ازوست' و این بهر دو قافیه را بسیار گفته اند : -

بهار و سبزهٔ و گل خوش بروی جانان است
وگرنه هر یک ازین جمله آفت جان است
به غنچه مهر چه بندد' ز گل چه بکشاید
دلی که خون شده از خار خار هجران است
مران بخواریم ای باغبان زگلشن خویش
که پنج روز دگر گل بخاک یکسان است
حدیث زلف دلاویز آن نگار امشب
ز من مپرس که بس خاطرم پریشان است
بگوی شعر 'حجابی' که نزد سیمبران
هزار بیت و غزل پیش حبه یکسان است

(۲۴) "دختر درویش زاده"

دختر درویش زادهٔ درویش پیر 'قیام الدین' سبزواری بسیار خوش طبع بوده و شعر را خوب می گفت و 'دوستی' تخلص میکرده؛ این غزل ازوست—

هر کجا آن مه بآن زلف پریشان بگذرد
هر که کفر زلف او بیند ز ایمان بگذرد
ای محبان بوالعجب دردیست درد عاشقی
هر که دامن گیرد این دردش ز درمان بگذرد
هر که عاشق شد ازو دیگر سرو سامان مجوی
زانکه عاشق ترک سرگوید ز سامان بگذرد
در فراقش دوستی گرید چو ابر نو بهار
گریهٔ زارش چو بیند یار گریان بگذرد

این مطلع را در بدیهه گفته است :-

ز آشنائی تو عاقبت جدائی بود فغان که با تو مرا این چه آشنائی بود

---

(۲۵) "تروی"

'تروی' از ولایت 'میمنه و قیسار' است و از خویشان مولانا 'آهی' ست - چون همه مردم آنجا تُرک اند' هم بطور خود نظمی میگوید' طبعش خالی از لطافت نیست - این مطلع ترکی ازوست و مناسب روزگار خود گفته است - گویند 'مجلی کیبک میرزا' آنجا رسیده واقع شده—

حیرانیست دوران اراد ولت تلاش انها کیرک
میده ایستار ایل کبک پیرلان معاش انها کیرک

---

(۲۶) "نسائی"

'نسائی' از ولایت 'نسا' بوده و بدان مناسبت 'نسائی' تخلص کرده' و این مطلع از و است :-

مه جمال تو ؤ آفتاب هر دو یکی ست خط عذار تو ؤ مشکناب هر دو یکی ست

دیگر هم ازین طائفه لطیف طبعان باشند' اما انچه یافت شد' فراهم آورد م- و درین قصیده بدعای دولت روز افزون آن حضرت ختم کردم (فی المدح)

ای شکوه معجرت تاج سران را افتخار گشتن از رائی تو خسر خسروان روزگار
چون کنم نسبت بماه و آفتابت کز شرت آفتاب و ماه گردد برسرت بی اختیار
پرده دار بارگاه قدر تو خان خطا زنگی دربان قصرت بادشاه زنگبار
از غلامان یمین تست نصرت بر یمین وز کنیزان کمین تست دولت بر یسار
نور پاکی گشته ظاهر در لباس آب و خاک روح قدسی از لطافت در نهان و آشکار
آن ملک سیرت فلک قدری که پیش رای او ذرهٔ خورشید تابان را نباشد اعتبار
کامگار بخت و دولت 'ماهم' بلقیس قدر آنکه شد پرورده او را در شاهی بر کنار
بر سپهر نیک رای ماه تابانی تمام آن چنان ماهی که خورشیدش بود آئینه وار
گوهر پاک تو از دریای رحمت آمده آنکه در این چنین بیرون نیاید زین بحار
صبح وشام اندر دعایت از دل وجان خاص وعام تابع فرمان و رایت جمله شاه و شهریار
حاتم طائی گر احسان ترا دیدی بخواب چشم نکشادی که تا گاهی نگردد شرمسار
سایه ات هرجا که افتاد ای مه خورشید قدر رست ازانجا نخلی وعیش و نشاط آورد بار
از برای بزم گاه خادمان خیل تو بوستان فضل خزان آمد سراسر زر نگار
هم نسیم از طوف کویت جاودان عنبر شمیم هم صبا از خاکبوس آستانت مشکبار
هم غبار خاک پایت سرمهٔ اهل نظر هم کلام دلکشایت گوش جانرا گوشوار
داغ حسرت بر دل و جان عدوی دولتت خوش بود چون خال بر روی بتان گلعذار
نیست اوصاف ترا پایان حکایت مختصر بهتر آن باشد که کوشم قصه را در اختصار

نکتهٔ دارم که باید عرض کردن پیش تو
آری آری شاعران را این چنین باشد شعار

بس که نیکوئی شنیدم از تو بر خلق خدا
از دعایت در جهان بهتر ندانم هیچ کار

یاد کردم نازنینان را در اقلیم سخن
گفتم از من تحفهٔ پیش تو باشد یادگار

همچو 'فخری' کار من باری دعای جان تست
بندهٔ مخلص نمی داند ازین به کار و بار

بر سپهر لاجوردی تا بود خورشید و ماه
در پئ هم تا بود آمد شد لیل و نهار

تا بود گلهای باغ آدمی را رنگ و بوی
تا بود با آب و تاب این گلشن فیروزکار

دوستانت همچو گل بادا بعالم سرخروی
دشمنانت روی بر دیوار محنت زرد وار

تعلیقات

(۱) شاہ طہماسب الحسینی (ص ۴۰۳ - س ۱۵) شاہ اسمعیل صفوی کا فرزند اور ایران کی سلطنت صفویہ کا دوسرا فرمان روا ہے - بروز دوشنبہ ۱۹ رجب سنہ ۹۳۰ھ کو تخت نشین ہوا - اور شب سہ شنبہ ۱۵ صفر سنہ ۹۸۴ ھ کو انتقال کیا - (تذکرۂ شاہ طہماسب، صفحہ ۲، مفتاح التواریخ، صفحہ ۱۸۶و۱۸۷)

(۲) سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ (ص ۴۰۴ - س ۲) نصیرالدین محمد ہمایون بادشاہ کا فرزند اور ہندوستان کی سلطنت تیموریہ کا تیسرا فرمانروا ہے - بروز جمعہ سوم ربیع‌الثانی، سنہ ۹۶۳ھ کو بر سر حکومت ہوا - اور بروز چہارشنبہ دوازدھم جمادی الآخر سنہ ۱۰۱۴ھ کو انتقال کیا - (اقبال نامۂ جہانگیری، جلد دوم صفحہ ۱۲۶ و ۵۱۰)

(۳) ماہم بیگم (ص ۴۰۴ - س ۱۷) شہنشاہ اکبر کی انا کا نام ہے - درباری مورخین نے اس کو 'ماہم آنکہ' لکھا ہے - ذي مرتبہ اور صاحب ثروت عورت تھی - بادشاہ کے مزاج میں اس نے بڑا رسوخ پیدا کرلیا تھا - جس کے باعث اہل دربار اس کو بادشاہ کی والدہ کہا کرتے تھے - بادشاہ کے حضور میں تمام عرض معروض اسی کی معرفت ہوا کرتی تھی - اس کے دو فرزند تھے - ادھم خاں اور باقی محمد خاں - صمصام‌الدولہ شاہ نواز خاں نے ان کے مفصل حالات لکھے ہیں - (مآثرالامرا، جلد اول - صفحہ ۶۷ و ۳۹۳) یہ دونوں بھائی دربار اکبری کے امرائے کبار سے تھے - بڑے کو پنج ہزاري اور چھوٹے کو سہ ہزاری منصب تھا - (آئین اکبري، جلد اول صفحہ ۲۸۰ و ۲۸۱)

۱۲ رمضان کو 'ادھم خان' نے خان اعظم 'میر شمس‌الدین خان' کو دیوان عام میں مارڈالا - جس کے بدلے میں اُسی وقت بادشاہ نے اُسے قلعے کی دیوار سے گرا کر

مروا دیا - ' ماہم بیگم ' کو اپنے بیٹے کے مرنے کا بڑا ملال ہوا - اور اسی رنج و ملال میں اس واقعہ کے چالیس یوم بعد ۲۷ شوال کو اس نے بھی انتقال کیا - بادشاہ نے دونوں لاشیں آگرہ سے دھلی میں بھیج دیں اور قطب مینار کے قریب دفن کیا اور قبروں پر ایک مقبرہ بنوا دیا - جو اس وقت بھی موجود اور ' بھول بھلیاں ' کے نام سے مشہور ہے - (آثار الصنادید باب سوم - صفحہ ۵۴)

یہ واقعہ کس سن میں ہوا ہے - اس میں مورخین کا اختلاف ہے - علامی ابوالفضل - ملا عبدالقادر بدایونی - بختاور خان عالم گیری نے اس کو جلوس کے ساتویں سال سنہ ۹۶۹ ھ کے تحت میں لکھا ہے - (اکبر نامہ جلد دوم صفحہ ۱۳۵ - منتخب التواریخ صفحہ ۱۴۸ - اقبال نامہ جہاں گیری جلد دوم صفحہ ۱۸۰ - (نظام الدین) احمد اور مورخ فرشتہ نے اس سے جلوس کے آٹھویں سال سنہ ۹۷۰ ھ کا واقعہ بیان کیا ہے - (طبقات اکبری ' صفحہ ۲۵۷ - تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۵۲)

ماہم بیگم مخیر اور فیاض عورت تھی - اور اس کو علم و ہنر کی نشر و ترویج سے خاص دلچسپی تھی - اس نے سنہ ۹۶۹ ھ میں بمقام دھلی قلعۂ جہاں پناہ کے قریب نواب شہاب الدین احمد خاں کے اہتمام سے ایک مدرسہ اور اُس کے قریب مسجد تعمیر کرائی ہے - جو ' خیرالمنازل ' کے نام سے مشہور ہے - اس وقت اس عمارت کی حالت خستہ ہوگئی ہے اور روبہ انہدام ہے - مسجد کی پیشانی پر حسب ذیل کتبہ نصب ہے :

بدور آن جلال الدین محمد — کہ باشد اکبر شاہان عادل
چو ماہم بیگہ عصمت پناہی — بناکرد این بنا بہر افاضل
ولی شد ساعی این بقعۂ خیر — شہاب الدین احمد خان باذل
ز ہی خیریت این منزل خیر — کہ شد تاریخ او " خیرالمنازل "

(آثار الصنادید ' باب سوم صفحہ ۵۴ ' خاتمہ صفحہ ۵۹ ' کتبۂ نمبر ۳۶ - مفتاح التواریخ صفحہ ۱۷۱) —

(۴) تحفۃالحبیب - (ص ۴۰۵ - س ۱۰) اس کے لئے دیکھئے مقدمۂ کتاب کا صفحہ ۳۹۹۔

(۵) بہرام گور - (ص ۴۰۶ - س ۶) ایران قدیم کے خاندان ساسانیہ کا پندرھواں فرمانروا ہے - اور سنہ ۴۲۰ ع سے سنہ ۴۴۰ ع تک قریباً بیس سال اس نے حکومت کی ہے۔

Z . D . M . G . 1854 . VIII . 392 —

بہرام گور اور دلارام کا واقعہ دولت شاہ سمرقندی نے اپنے تذکرہ (طبع بمبئی صفحہ لاہور صفحہ) میں اُسی طرح بیان کیا ہے جیسا کہ اس کتاب میں تحریر ہے - اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا فخری نے اس واقعے کو تذکرۂ دولت شاہ سے اخذ کیا ہے - لیکن دولت شاہ سے پہلے جو تذکرے لکھے گئے ہیں اُن میں دلارام کا تذکرہ نہیں ہے - چنانچہ ' محمد عوفی ' نے ' لباب الالباب ' (جلد اول صفحہ ۲۰) میں اس واقعے کو اس طرح بیان کیا ہے :-

"وقتی آن بادشاہ در مقام نشاط و موقف انبساط' این چند کلمۂ موزون بلفظ راند:

منم آن شیر گلہ ' منم آن پیل یلہ نام من بہرام گور ' و کنیتم بوجبلہ

' امام ابوالمنصور ثعلبی ' نے بھی اپنی ' کتاب الغرر فی سیر ملوک الفرس ' (صفحہ ۵۵۷) میں مشہور سیاح ' ابن خرداد بہ ' کے حوالے سے اس واقعے کو اس طرح تحریر کیا ہے: —

قال ابن خرداد بہ فاما الذی یرویہ اصحابنا لہ فقولہ :

منم آن شیر شلہ' منم آن ببر یلہ منم آن بہرام گور ' (و) منم آن بوجبلہ

اس اختلاف کی نسبت ملا محمد فائق نے کتاب مخزن الفواید (طبع لکھنؤ صفحہ ۸۷) میں لکھا ہے :-

"اول کسے کہ شعر فارسی گفت ' بہرام گور'

بود - شعرش این است : —

منم آن پیل دمان و منم آن شیر یلہ نام 'بہرام' مرا' کنیت من 'بوجبلہ'

بعضے مصرع ثانی را باین طور خوانند :—

نام 'بہرام' ترا و پدرت 'بوجبلہ'

" و گویند کہ این مصرع در جواب مصرع اول 'دلارام'

معشوقۂ ' بہرام'۔گفت ۔قول اول صحیح است زیرا کہ پدر

'بہرام' 'ہرمز'بن 'شاپور'بود'' —

(۶) چون سرور مہتر اولاد ۔ آدم(ص ۴۰۷- س ۱۳) الخ - محدث ' جمال الدین عطاءاللہ' ' بن فضل اللہ شیرازی نے روضۃ الاحباب (طبع لکھنؤ سنہ ۱۲۹۷ ھ صفحہ ۵۶۶) میں اس واقعے کو اسطرح بیان کیا ھے :—

" گویند فاطمۂ زہرا مطہرہ علیہا التحیۃ والرضوان

بزیارت پدر بزرگوار آمد و قبضۂ از خاک آنحضرت

برداشت وبرچشمان خود نہاد وگریہ آغاز کرد وگفت : —

ماذا علی من شم تربت احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

صبت علی مصائب لوانھا صبت علی الایام 'حزن' لیا لیا

وبعضے اھل سیر برانند کہ قائل شعر امیرالمؤمنین

است' و فاطمہ آن را در وقت زیارت پیغمبر صلے اللہ

علیہ وسلم خواندہ۔ و از جملۂ مراثی کہ منسوب است

بفاطمۂ این دو بیت است : —

نفسی علی زفراتھا محبوسۃ بالیتھا خرجت مع الزفرات

لابعد خیرک فی الدنیا وانما ابکی مخافۃ ان تطول حیاتی''۔

(۱)

(۱) ' مہستی ' کے (ص ۴۰۸ - س ۱۴) حالات دیکھئے کتب ذیل میں:- تذکرۂ 'دولت شاہ' طبع بمبئی' صفحہ ۳۴' لاہور صفحہ ۳۸ - ہفت اقلیم 'اقلیم پنجم تحت گنجہ - ' آتشکدہ ' صفحہ ۳۶۶ - نتائج الافکار' صفحہ ۴۲۱ —

'مہستی' کی بہت سی رباعیاں ایران شہر بابت سنہ ۱۳۴۰ ھ نمبر اول صفحہ ۵

و نمبر هشتم صفحه ۲۰۱ میں شایع هوئی هیں—

'امین رازی' نے 'مهستی' کو سلطان 'محمود غزنوی' (سنه - سنه) کا معاصر بیان کیا هے - اور اس کے وطن کی نسبت لکھا هے که ''مهستی' را بعضی نیشا پوری می دانند - اما اصح آن است که از 'گنجه' بوده''—

صاحب 'آتشکده' نے لکھا هے که ''مهستی' کلمهٔ مرکب است - چه 'مه' بفتح میم مخفف ماه است - و بکسر میم بمعنی بزرگ - و 'ستی' مخفف 'سیدتی' است که درین زمان خانم گویند''—

(۲) سلطان سنجر (ص ۴۰۸ - س ۱۵) - سلطان السلاطین معزالدین ابوالحارث سنجر بن ملک شاه برهان امیرالمؤمنین - خاندان سلجوقیه کا ساتواں فرمانروا هے - سنه ۴۷۹ھ میں بمقام 'سنجار' پیدا هوا - اور اپنے بھائی 'رکن الدین بر کیارق' (سنه ۴۸۷ھ سنه ۴۹۸ھ) اور 'غیاث الدین محمد' (سنه ۴۹۸ھ- سنه ۵۱۱ھ) کے ایام حکومت میں بیس سال تک 'خراسان' کا گورنر رها - 'سلطان محمد' کی وفات کے بعد سنه ۵۱۱ھ میں سلاجقهٔ اعظم کے تخت پر رونق افروز هوا - اور ۲۶ ربیع الاول سنه ۵۵۲ھ کو اکتالیس سال حکومت کرنے کے بعد وفات پائی - (حبیب السیر' جلد دوم' جز چهارم صفحه ۹۷)

(۳) بضرب تیغ - الخ (ص ۴۰۸ - س ۲۲) - ان اشعار کو 'دولت شاه سمرقندی' نے بھی سلطان سنجر کی تصنیف بتایا هے (تذکرهٔ دولت شاه - طبع بمبئی' صفحه ۳۵ - لاهور' صفحه ۳۹) 'میر خوند' اور 'خوند میر' نے اپنی تاریخوں میں بیان کیا هے که یه اشعار سلطان 'غیاث الدین محمد بن ملک شاه' برادر سلطان سنجر کے طبع زاد هیں - اور بادشاه موصوف نے انهیں حالت نزع میں موزوں کیا هے - (روضة الصفا - جلد چهارم صفحه - حبیب السیر' جلد دوم' جز چهارم' صفحه ۹۷) برخلاف ان کے 'محمد عوفی' نے ان اشعار کو سلطان 'محمود بن سبکتگین' سے منسوب کیا هے - (لباب الالباب جلد اول صفحه ۲۵)

(۴) گویند شبی 'مهستی' الخ (ص ۴۰۹ - س ۳) - اس واقعے کو دولت شاه نے

بھی اسی طرح بیان کیا ھے (تذکرۂ دولت شاہ، طبع بمبئی، صفحہ۳۵- لاھور صفحہ ۳۸)۔

(۲)

(۱) 'بادشاہ خاتون' (ص۴۰۹ - س ۹) کے حالات کتب ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔ روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ - حبیب السیر، جلد سوم، جز دوم صفحہ ۱۲ - جامع التواریخ، صفحہ ۲۲۹ - آتشکدہ، صفحہ ۳۶۵ - صبح گلشن صفحہ - اختر تاباں، صفحہ ۱۶ - صاحب 'آتشکدہ' نے اس کا نام 'لالہ خاتون' لکھا ھے - 'صبح گلشن' اور 'اختر تاباں' میں محض 'خاتون' کے نام سے اس کا تذکرہ مرقوم ھے - 'میر خوند' اور 'خوند میر' نے اپنی تاریخوں میں بادشاہ خاتون اور اُس کے آباؤ اجداد کے حالات نہایت تفصیل کے ساتھ تحریر کئے ھیں—

(۲) 'قطب الدین محمد سلطان' (ص۴۰۹ - س۱۰) - کرمان کی سلطنت 'قراختائیان' کا تیسرا فرمانروا ھے - اور اس نے سنہ ۶۵۰ھ سے سنہ ۶۵۵ھ تک حکومت کی ھے - اس کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں تھی - (۱) حجاج سلطان (۲) سیو رغتمش سلطان - (۱) بادشاہ خاتون (۲) ترکان خاتون (۳) اردو قتلق (۴) بول قتلق —

بادشاہ نے 'بادشاہ خاتون' کو مثل لڑکوں کے پرورش کیا تھا - اور عوام اس کو 'سلطان حسن شاہ' کہا کرتے تھے - اور اس حقیقت سے کہ وہ لڑکی ھے' صرف چند خواص واقف تھے - اخفا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ سلاطین مغول اطراف ممالک سے خوب صورت لڑکیاں طلب کرتے اور اُنھیں ایک دو روز اپنے حرم میں رکھنے کے بعد اُمرا اور ملازمین کے حوالے کر دیا کرتے تھے - 'بادشاہ خاتون' کا حال جب منکشف ھو گیا تو 'ابقا خان' نے بادشاہ خاتون کو طلب کیا اور اُسے چند سال اپنی ماں کے یہاں رکھنے کے بعد اپنے لڑکے 'کیخاتو خان' کے ساتھ اس کا عقد کر دیا - 'قتلق خاتون' شاھزادہ 'بایدو خان' بن طرغای بن ھلاکو کے عقد میں آئی—

قطب الدین کی وفات کے بعد 'ابقا خان بن ھلاکو' (سنہ ۶۶۳ھ-۶۸۰ھ) نے 'حجاج سلطان' کو 'کرمان' کی حکومت حوالے کی اور 'قطب الدین' کی بیوہ

'قتلق ترکان' کو اُس کا نائب اور مختار کل قرار دیا - 'ابقا خان' کی وفات کے بعد جب 'سلطان احمد تکودار بن ہلاکو' (سنہ ۶۸۰ھ - سنہ ۶۸۳ھ) برسر حکومت ہوا تو اس نے 'قتلق ترکان' کو معزول کرکے 'کرمان' کی حکومت' سیورغتمش' کے تفویض کی - سنہ ۶۹۰ھ میں 'ارغون خان' کی وفات کے بعد جب 'کیخاتو بن ابقا بن ہلاکو' (سنہ ۶۹۰ھ - سنہ ۶۹۴ھ) حکمراں ہوا تو سنہ ۶۹۱ھ میں 'بادشاہ خاتون' نے 'کرمان' میں آکر 'سیورغتمش' کو مقید کرنے کے بعد تخت پر قبضہ کرلیا - لیکن کچھہ عرصے کے بعد 'سیورغتمش' موقع پاکر قید سے فرار ہو گیا - ایک عرصے کے بعد دوسری مرتبہ 'بادشاہ خاتون' نے جب اسے گرفتار کیا تو ۲۷ رمضان سنہ ۶۹۳ھ کو قتل کرا دیا - اور اس کے بعد 'بادشاہ خاتون' 'کرمان' میں بالاستقلال حکمراں ہوگئی—

سنہ ۶۹۴ھ میں جب 'بایدو خان بن طراغای بن ہلاکو' (سنہ ۶۹۴ھ) نے 'بغداد' میں خروج کیا تو 'بادشاہ خاتون' کو سخت خوف و ہراس پیدا ہو گیا اور اسی اثنا میں 'سیورغتمش' کے ہوا خواہوں نے 'بایدو خان' سے سازش کرلی - جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 'بادشاہ خاتون' مجبور ہوگئی اور اس سے مخالفین کا مقابلہ نہ ہو سکا - اسی زمانے میں ایک دن موقع پاکر چند آدمی 'بایدو خان' کے ایما سے اس کے خیمے میں گھس آئے اور شوال سنہ ۶۹۴ھ میں اس کو نہایت بے دردی کے ساتھہ ہلاک کر دیا—

(۳) سلطان غازان (ص۴۰۹-س۱۰) غازان خان بن ارغوان خان بن ابقا خان بن ہلاکو خان (سنہ۶۹۴ھ- سنہ ۷۰۳ھ) 'ایران' کے خواقین اعظم سے ساتواں خاقان ہے - ۶ ذی‌الحجہ سنہ ۶۹۴ھ کو 'بادشاہ خاتون' کی ہلاکت کے کم و بیش دو ماہ بعد برسر حکومت ہوا- خاقان اعظم کے مرتبے کو پہنچنے سے پہلے خواقین اعظم کی طرف سے تیس سال تک 'خراسان' 'سیستان' 'کرمان' اور 'خوارزم' کا گورنر رہا ہے —

(۴) گویند 'خاتون' فاضلہ و عادلہ ص۴۰۹-س۱۱) الخ مورخ 'میر خوند' نے بھی انہیں الفاظ میں 'بادشاہ خاتون' کے اوصاف بیان کئے ہیں- اور اس کے کلام سے انہیں

رباعیات کو درج کیا ہے، جو 'جواہرالعجائب' میں منقول ہیں - (روضۃ الصفا جلد چہارم صفحہ) —

(۳)

(۱) عبید زاکانی (ص ۴۱۰ - س ۶) مشہور ہجو گو شاعر ہے - مضافات 'قزوین' کے قریۂ 'زاکان' کا باشندہ تھا - 'شاہ ابو اسحق' شیرازی کے زمانے میں گزرا ہے - اور سنہ ۷۵۰ھ میں اس نے وفات پائی ہے - (دولت‌شاہ 'طبع بمبئی' صفحہ - لاہور' صفحہ ۱۹۴)

(۲) شاہ ابواسحق شیرازی (ص ۴۱۰ - س ۷) آل مظفر کے خروج سے پہلے شیراز اور فارس میں حکمراں تھا - اور اس کے دربار میں بڑے بڑے شاعر اور صاحبان فضل و کمال جمع تھے - جیسے 'خواجۂ حافظ' - قاضی 'عضد' وغیرہ - سلطان مظفر (سنہ - سنہ) نے سنہ ۷۴۷ ھ میں جب شیراز فتح کرلیا تو اس کو قتل کرا دیا —

(۳) خواجہ قوام‌الدین حسن (ص ۴۱۰ - س ۲۱) شاہ 'ابو اسحق' شیرازی کے وزیر خزانہ کا نام ہے - سنہ ۷۵۴ ھ میں اس نے وفات پائی ہے - خواجۂ حافظ شیرازی نے اس کی حسب ذیل تاریخ وفات لکھی ہے :—

سرور اہل غنایم شمع جمع انجمن — صاحب صاحبقران حاجی قوام‌الدنیا حسن
ہفت صد و پنجاہ و چار از ہجرت خیرالبشر — مہر را جوزا مکان و ماہ را خوشہ وطن
سادس ماہ ربیع‌الاول اندر نیم روز — روز آدینہ بحکم کردگار ذوالمنن
مرغ روحش کان ہمائے آسمان قدر بود — شد سوے دار بہشت آزاد ازین دار محن

دولت شاہ نے اپنے تذکرے (طبع بمبئی' صفحہ - لاہور' صفحہ) میں خواجہ قوام‌الدین حسن کی بجائے 'خواجہ امین الدین' کا نام لکھا ہے - یہ بھی 'شاہ ابو اسحق' کے وزیر تھے - خواجہ حافظ نے اپنے ایک قطعے میں ان کا بھی ذکر کیا ہے :—

بعہد سلطنت شاہ شیخ ابو اسحق — بہ پنج شخص عجب ملک فارس بود آباد
نخست بادشہی ہمچو او ولایت بخش — کہ جان خویش بہ پرورد و داد عیش بداد
دگر مربی اسلام شیخ 'مجدد الدین' — کہ قاضیء بہ از او آسمان ندارد یاد

دگر شهنشهٔ دانش 'عضد' که در تصنیف بنام کار 'مواقف' بنام شاه نهاد
دگر بقیهٔ ابدال 'شیخ امین‌الدین' که یمن همت او کارهای بسته کشاد
دگر قویم چو 'حاجی قوام' دریا دل که نام نیک ببرد از جهان بخشش و داد
نظیر خویش به نگذاشتند و بگذشتند خدای عز و جل جمله را بیامرزد داد

(۴) یک قطعهٔ مطائبه آمیز انشاء کرد' الخ (ص ۴۱۰ - س ۲۲) دولت شاه نے اپنے تذکرے (طبع بمبئی' صفحه لاهور صفحه ۱۶۵) میں اس قطعے کے حسب ذیل چار مصرعے نقل کئے هیں :-

وزیرا 'جهان' قحبهٔ بے وفا است ترا از چنین قحبهٔ ننگ نیست
برو کُس فراخی دگر را بخواه خدای جهان را جهان تنگ نیست

(۵)

(۱) 'مهری' (ص ۴۱۲ - س ۱) کے حالات کتب ذیل میں دیکھئے 'آتشکده' صفحه ۳۶۶ 'اویماق مغول' صفحه ۳۴۸ - 'مرأة الخیال' صفحه ۲۳۴ - 'نتائج الافکار' صفحه ۴۲۲ - 'شمع انجمن' صفحه - 'روز روشن' صفحه ۶۶۵ —

تذکره نویسوں نے ایسی تین شاعره عورتوں کا ذکر کیا هے' جن کا تخلص 'مهری' هے —

اول- 'مهری' زوجهٔ 'حکیم عبدالعزیز' مصاحبهٔ 'گوهرشاد بیگم' —

دوم-'مهری' مصاحبهٔ 'نورجهاں بیگم' حرم محترم 'نورالدین محمد جهانگیر' بادشاه۔

سوم - 'مهری' زوجهٔ 'کریم خاں' وکیل سلطنت ایران —

'مرأة الخیال' - 'شمع انجمن' اور 'روز روشن' کے مصنفین نے ان کے حالات باهم خلط ملط کردئے هیں - 'ملا فخری' نے 'مهری' مصاحبهٔ 'گوهر شاد بیگم' کا تذکره کیا هے —

(۲) شاه رخ مرزا (ص ۴۱۲ - س ۲) امیر تیمور صاحب قران کا فرزند اور جانشین هے- ۱۴ ربیع الآخر ۷۷۹ھ کو پیدا هوا - اور ۲۵ ذی الحجه ۸۵۰ھ کو انتقال

کیا - 'امیر تیمور' کی وفات (۱۰ شعبان سنه ۸۰۷) کے بعد اُس نے تینتالیس سال خراسان میں حکومت کی ہے - بڑا علم دوست بادشاہ گزرا ہے - (حبیب‌السیر' جلد سوم' جز سوم صفحه ۸۰ - صفحه ۹۳ - صفحه ۱۳۸)

(۳) گوهر شاد بیگم (ص ۴۱۲ - س ۲) سلطان شاہ رخ مرزا کی بیگم اور 'امیر قرا یوسف' کی بہن تھی - امیر قرا یوسف' آذر بائیجان کی حکومت 'قراقویون لی' کا دوسرا فرمانروا ہے - اس نے سنه ۷۹۰ ھ سے سنه ۸۰۲ ھ تک پہلی مرتبه - پھر 'امیر تیمور' کی یورش کے بعد سنه ۸۰۸ سے سنه ۸۳۲ تک دوسری مرتبه حکومت کی ہے- 'گوهر شاد بیگم' نہایت ذی علم اور صاحب ثروت عورت تھی- ماہ رمضان سنه ۸۶۱ ھ میں اس کا انتقال ہوا ہے - 'مشہد مقدس' کی مشہور جامع مسجد اسی نے تعمیر کرائی ہے - ہرات میں اس کی قبر ہے اور قبر پر حسب ذیل کتبه نصب ہے :-

"هذا مشهد من و فقها الله تعالی للجمع بین
سلطنة الدنیا و سعادة الآخرة و بقی علی وجه الارض
من همتها العالیه فی طرق الخیر آثار عظیمة باهرة-
وهی المهد العلیا و الستر العظمی' بلقیس الزمان مالک
الملکات فی بلاد الایمان' عصمة الدنیا والدین 'گوهر شاد
آغا' انارالله برهانها - وقعت تلک الواقعة العظیمة فی
منتصف رمضان المبارک فی شهور سنة احدی و ستین
و ثمانمأة - اللهم اغفرلها —

حبیب السیر - جلد سوم' جز صفحه Journal of the Royal Asiatic Society, 1926, p p. 293.

(۴) گویند او را بسلطان مسعود مرزا خواهر زادهٔ بیگم نظر محبت بوده - (ص ۴۱۲ - س ۷) 'بیگم' سے 'گوهر شاد بیگم' مقصود ہے - 'لطف علی آذر' نے آتشکده میں لکھا ہے که "گویند مهری مذکور بسلطان مسعود خواهر زادهٔ بیگم سمت علایقه

داشته، حسب الاستدعاے 'خواجه عبدالعزیز' و حسب الحکم بادشاه (مقصود از شاه رخ مرزا) 'مهری' رامحبوس کردند - و این رباعی را در حبس گفته :-

شه کند نهاد سر و سیمین تن را زین واقعه شیون ست مرد و زن را
افسوس که در کنده نخواهد فرسود پائے که دو شاخه بود صد گردن را

تذکرهٔ 'آفتاب عالم تاب' میں تحریر ھے کہ "وی بوجه پیری و ضعف شوهر خود با شاه رخ مرزا پنهان سری داشته - چون شوهرش برین ماجرا آگاه شد او را محبوس نمود" —

(۶)

(۱) (ابوالفتح) محمد خان شیبانی - (ص ۴۱۳ - س ۱۷) - 'خاندان اوزبک' کی سلطنت 'ماوراءالنهر' کا بانی ھے - سنه ۸۵۵ ھ میں پیدا هوا - سنه ۸۹۳ ھ میں اس نے 'محمد مزید خان ترخان' سے 'ترکستان' چھین لیا - اس زمانے سے اُس کو عروج شروع هوا - اس کے بعد آل تیمور کی طوائف الملوکی سے فائدہ اُٹھا کر 'سمرقند' و 'بخارا' پر قبضه کرلیا - تو اس زمانے سے 'ماوراءالنهر' اس کے تصرف میں آگیا - تیموری شاهزادوں کے علاوہ 'سلطان حسین مرزا' (سنه ۸۷۳ - سنه ۹۱۱ ھ) اور 'شاه اسمعیل صفوی' (سنه ۹۰۷ ھ سنه ۹۳۰ ھ) کے ساتھ اسکے بڑے بڑے معرکے هوے هیں - جن کا مفصل حال تاریخوں میں مذکور ھے - ۲۸ - شعبان سنه ۹۱۶ ھ کو 'مرو شاهجهاں' کے پاس ایک معرکے میں 'شاه اسمعیل' کی فوج نے اسے گرفتار کرلیا - اور شاه اسمعیل نے اُسی روز اُسے قتل کرادیا - اس کے بعد اس کا لڑکا 'محمد تیمور سلطان' 'سمرقند' میں - اور برادر زادہ 'عبیدالله خان' فرزند محمود خان 'بخارا' میں برسر حکومت هوے - (حبیب السیر جلد سوم' جز سوم' صفحه ۲۹۹ - جز چهارم' صفحه ۸۵ - صفحه ۶۰ - صفحه ۶۳) —

(۷)

(۱) 'آفاق جلائر' (ص ۴۱۵ - س ۱) کے حالات دیکھئے کتب ذیل میں :-

مرأۃالخیال صفحہ ۲۳۶ - روز روشن' صفحہ ۱۱ - اختر تابان' صفحہ ۸ —

' مراۃالخیال' اور 'روز روشن' میں اس کا نام 'آقا بیگہ - 'اختر تابان' میں 'بیگی' اور 'ڈاکٹر اسپرنگر' نے 'آپاق بیگہ' لکھا ہے —

صاحب 'مرأۃالخیال' نے 'آفاق جلائر' کا حسب ذیل واقعہ 'جواہرالعجائب' سے زاید لکھا ہے :-

آقابیگہ آباق جلائر - گویند کہ وی در ایام سلطان 'حسین بہادر خان' در بلدۂ ہرات مرجع خاص و عام بود - و جمعیت تمام و اموال باسر انجام داشتہ' و خدم و حشم و زوایات از گاؤ و گوسپند و اسپ و شتر و باغات و دکاکین بسیار داشت- و ہرسال فضلا و شعرا را از غلۂ خود وظیفۂ مقرر ساختہ بود - ناگاہ در یک سال فصل قضیۂ اتفاق افتاد - کہ وظیفۂ 'خواجہ آصفی' تاخیر یافت' ازان جہت خواجہ این قطعۂ محتمل بر شکایت نظم کردہ فرستاد - چون بمطالعۂ 'آقا بیگہ' در آمد بخندید و حسن ادایش را پسندیدہ' غلۂ مقررہ مع شے زاید ارسال داشتہ —

ایا عروس خطا بخش جرم پوش بگو کہ کی وظیفۂ ما را قرار خواہی داد
بوقت غلہ مرا گفتۂ کہ باردہم سرم فدائی درت چند بار خواہی داد

(۲) 'جلائر' - (ص ۴۱۵ - س ۱) - مغلوں کا ایک طائفہ ہے - جو 'چنگیز خان' کے خروج سے ایک مدت پہلے کوہستان 'الطائی' کے دامن میں رہا کرتا تھا - اس کے ایک سردار 'ایلکان جلایر' نے خاقان اعظم 'ابقاخان' بن ہلاکو (سنہ ۶۶۳ ھ - سنہ ۶۸۰ ھ) کے عہد میں امیر کبیر کا درجہ حاصل کرلیا تھا - اس زمانے سے اس قوم کو عروج ہونا شروع ہوا - 'امیر ایلکان' کا لڑکا 'امیرآق بوقای' اور اس کا لڑکا 'امیر' شیخ حسین' خاقان 'کیخاتو' (سنہ ۶۹۰ ھ - سنہ ۶۹۴ ھ) اور سلطان 'ابو سعید بہادر خان' (سنہ ۷۱۶ ھ - سنہ ۷۳۶ ھ) کے امرائے دربار سے تھے - 'امیر شیخ حسین' کے ساتھہ خاقان ارغون خان (سنہ ۶۸۳ ھ - سنہ ۶۹۰ ھ) کی دختر منسوب تھی - اور اسی کے بطن سے امیر 'شیخ حسین' تولد ہوا تھا —

سلطان ' ابو سعید ' کی وفات کے بعد ' شیخ حسن ' دربار کا امیر الامرا مقرر ہوگیا - اور اس قدر مراتب و مدارج حاصل کیے کہ لوگ اُسے 'حسن بزرگ' کہنے لگے - 'حسن بزرگ ' نے اپنے قوت و اقتدار سے فائدہ اُٹھا کر ' عراق ' میں اپنی سلطنت قائم کرلی اور ' بغداد ' کو اپنا دارالحکومت قرار دیا - اس سلطنت کے فرماں روا اپنے جد اعلیٰ سے منسوب ہوکر 'سلاطین ایلکانیہ کہلاتے ہیں —

سنہ ۷۵۱ میں شیخ 'حسن بزرگ' نے انتقال کیا -(حبیب السیر' جلد سوم' جز اول صفحہ ۱۳۵) اس کے بعد اس کا لڑکا ' شیخ اویس ' (جلوس سنہ ۷۵۱ ھ وفات ۲ جمادی الاول سنہ ۷۷۶ ھ) اور اس کے بعد اس کے دو لڑکے ' شیخ حسین ' (جلوس سنہ ۷۷۶ ھ - وفات ۱۱ صفر سنہ ۷۸۴ ھ) اور ' شیخ احمد ' (جلوس سنہ ۷۸۴ ھ - وفات ۲۸ ربیع الآخر سنہ ۸۱۳ ھ) یکے بعد دیگرے بر سر حکومت ہوے - (حبیب السیر - جلد سوم - جز اول - صفحہ ۱۳۷ و صفحہ ۱۳۹ و صفحہ ۱۴۱) یہ سب بڑی شان و شوکت اور جاہ و جلال کے بادشاہ گزرے ہیں - مشہور شاعر ' خواجہ جمال الدین سلمان ' ان کا درباری شاعر تھا - اس کا دیوان ان کی مدح و ستایش سے بھرا ہوا ہے —

' دل شاد خاتون ' - ' شیمور تاش ' ابن 'امیر چوپان' کی لڑکی تھی - پہلے سلطان ابو سعید بہادر خان ' (سنہ ۷۱۶ ھ - سنہ ۷۳۶ ھ) کے ساتھہ اس کا عقد ہوا تھا - جب سلطان کا انتقال ہوگیا تو امیر ' شیخ حسن بزرگ ' نے اس کے ساتھہ عقد کیا اور اس کے بطن سے ' شیخ اویس تولد ہوا- یہ نہایت ذی علم اور صاحب حسن و جمال عورت تھی - ' خواجہ سلمان ' نے اپنے قصاید میں اس کی بھی مدح لکھی ہے- (حبیب السیر' جلد سوم' جز اول' صفحہ ۱۳۵ - مفتاح التواریخ صفحہ ...)

(۳) ' امیر علی جلائر' - (ص ۴۱۵ - س ۲) سلطان احمد جلائر کا نبیرہ ہے - ابوالقاسم 'مرزا بابر' بن بایسنقر بن شاہرخ (سنہ ۸۵۱ ھ - سنہ ۸۹۱ ھ) نے اسے اپنے دربار کا 'میر' مقرر کیا تھا - جب 'یادگار میرزا' نے 'ہرات پر قبضہ کیا تو 'امیر علی'

اُس کے پاس چلا آیا اور شاهزادے نے اُسے امیرالامرا بنا دیا۔ (تزک بابری) طبع قازان، صفحہ ۲۱۹ —

(۴) 'حسن علی' جلائر - ((ص ۴۱۵ - س ۲) 'امیر علی جلائیر' کا لڑکا ہے - اس کا اصلی نام ' حسین علی' تھا لیکن مشہور 'حسن علی' ہو گیا - ' سلطان حسین' مرزا (سنہ ۸۶۴ ھ-سنہ ۹۱۱ ھ) کے دربار میں 'قوس بیگی' کی خدمت پر مامور تھا - شاعر بھی تھا - ' طفیلی تخلص ' کرتا تھا - قصائد خوب کہتا تھا - سنہ ۹۱۲ ھ میں جب 'ظہیرالدین محمد بابر ' نے 'سمر قند ' فتح کیا تو ' هرات ' سے ' بابر ' کے یہاں چلا آیا - اور پانچ چھہ سال ' بابر ' کے دربار میں رہا- نہایت خوش خلق اور زندہ دل آدمی تھا - (بابر نامہ - طبع قازان ' صفحہ ۲۱۹)

(۵) درویش علی (ص ۴۱۵ - س ۸) - امیر علی شیر وزیر کا چھوٹا بھائی تھا - اور کچھہ دنوں کے لئے بلخ کا حاکم مقرر ہوگیا تھا - سلطان حسین مرزا جب 'قندز ' میں آیا تو اس کو بلخ کی حکومت سے معزول کردیا- سنہ ۹۱۷ھ میں جب ظہیرالدین بابر نے 'قندز' پر قبضہ کیا تو 'درویش علی' 'بابر' کے یہاں چلا آیا - اور کئی سال اس کے یہاں مقیم رہا - 'بابر' نے لکھا ہے کہ " بے هنر اور کوڑ دماغ آدمی تھا" - 'علی شیر' کی وجہ سے اس کی قدر و منزلت ہوا کرتی تھی - (بابر نامہ طبع قازان' صفحہ ۲۱۶)

(۶) 'مرزا بدیع الزمان ' (ص ۴۱۵ - س ۱۷) - سلطان حسین مرزا کے بڑے فرزند کا نام ہے - اس کی والدہ 'بیگہ سلطان بیگم ' مرزا 'معزالدین سنجر' کی دختر تھی - سنہ ۹۲۰ ھ میں اس کا انتقال ہوا ہے - (بابر نامہ ' صفحہ ۲۱۰ - حبیب السیر' جلد سوم' جز سوم صفحہ ۳۲۷)

(۸)

(۱) نہانی (ص ۴۱۶ - س ۳) کے لئے دیکھئے - صبح گلشن صفحہ ۵۶۹ —

(۲) خواجہ افضل (ص ۴۱۶ - س ۴) - خواجہ سید افضل الدین محمد بن ضیاءالدین احمد 'کرمان ' کے وزیر زادوں سے ہے - ' سلطان ابو سعید مرزا '(سنہ ۸۵۴ ھ-

سنہ۸۷۳ھ)کے عہد میں منصب استیفا پر مامور تھا۔'سلطان حسین مرزا' نے سنہ۸۷۸ھ میں اسے وزیر مقرر کیا - لیکن خواجہ مجدالدین سے جب اس کی مخالفت ہوگئی تو استعفا دے کر 'مرو' چلا گیا - اور وہاں سے سنہ ۸۹۲ ھ میں 'استرآباد' آیا - اس زمانے میں ' امیر علی شیر ' یہاں کا حاکم تھا - چند ماہ اس کے یہاں مہمان رہ کر عراق و آذر بائجان کی طرف روانہ ہوا - اور وہاں پہنچ کر ' سلطان یعقوب بیگ ' (سنہ ۸۸۴ ھ - سنہ ۸۹۶ ھ) کے دربار میں رسائی پیدا کی - ' سلطان یعقوب ' نے اسے ' قافلۂ حجاج ' کا امیر مقرر کر کے ' حجاز ' کو روانہ کیا - اور جب اس سفر سے واپس آیا تو ' تبریز ' میں سکونت پذیر ہو گیا - سنہ ۹۰۳ ھ میں ' امیر علی شیر ' کے ایما سے سلطان حسین میرزا نے اسے پھر ' ہرات ' میں بلایا اور دوسری بار عہدۂ وزارت سے سرفراز فرمایا - (حبیب السیر ' جلد سوم' جز سوم صفحہ ۲۳۵ - صفحہ ۳۴۳ - صفحہ ۲۴۵ - صفحہ ۲۶۷ - تذکرۂ دولت شاہ ' طبع یورپ صفحہ ۵۱۳ - بمبئی' صفحہ ۲۱۷ - لاہور' صفحہ ۳۴۴) —

(۳) ' سلطان حسین ' (ص ۴۱۶ - س ۵) - ابوالغازی سلطان حسین مرزا بن غیاث الدین منصور بن مرزا بایقرا بن عمر شیخ بن امیر تیمور صاحبقران - 'ماوراءالنہر' کی سلطنت تیموریہ کا آخری فرمانروا ہے - ماہ محرم سنہ ۸۴۲ھ میں بمقام 'سرپل' پیدا ہوا - ماہ ذی الحجہ سنہ ۸۶۴ھ کے عشرۂ اول میں بمقام 'جرجان' تخت سلطنت پر جلوس کیا - ۱۱ ذی الحجہ سنہ ۹۱۱ھ کو بمقام 'ہرات' وفات پائی - ارباب فضل و کمال کا بڑا قدردان تھا - امیر علی شیر' مولانا عبدالرحمن جامی ' معدلت جمال الدین' عطاءاللہ شیرازی ' مولانا بدرالدین ہلالی ' اس کے دربار کے نامور علماء ہیں - (حبیب السیر جلد سوم - جز سوم (صفحہ ۴۰۳ - صفحہ ۴۰۷ - صفحہ ۴۲۶) —

(۹)

(۱) بیچۂ منیجہ (ص ۴۱۶ - س ۱۱) - ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کو " بی بی پیچہ " لکھا ہے - لیکن یہ غلط ہے - صحیح " بیچۂ منیجہ " ہے - 'منیجہ' نام اور 'بیچہ' لقب ہے'

جیسا کہ بی بی، بیگہ، خانم، بیگم، ہوا کرتا ہے - ترکستان کے بادشاہ اور امرا کی خواصوں اور پیش خدمت عورتوں کا لقب بالعموم ' آغاچہ' ' بیچہ ' یا ' بیچکا ' ہوا کرتا تھا - (بابر نامہ صفحہ ۲۱۱ - صفحہ ۱۱۶) •

(۱۰)

(۱) 'عصمتی' (ص ۴۱۷ س ۸) کے لئے دیکھئے مراۃ الخیال صفحہ ۳۳۸ —

(۱۱)

(۱) 'بیدلی (ص ۴۱۷ - س ۱۷) کے لئے دیکھئے مراۃ الخیال صفحہ ۳۳۸ —

(۲) 'تذکرۃ الشعرا' (ص ۴۱۷ - س ۲۰) - اس سے 'مجالس النفایس' مراد ہے—

(۱۲)

(۱) 'نہانی' (ص ۴۱۸ - س ۳) - تذکرہ نویسوں نے اس تخلص کی چھ شاعرہ عورتوں کا تذکرہ کیا ہے:—

(۱) نہانی فایتی - (شمع انجمن' صفحہ)

(۲) نہانی - مصاحبۂ ' خرم بیگم ' والدۂ شاہ سلیمان صفوی - ' نتائج الافکار ' صفحہ ۴۳۸ - مرأۃ الخیال صفحہ ۳۳۵ —

(۳) نہانی اصفہانی - آتون خاتونان سلطان حسین مرزا (صبح گلشن' صفحہ ۵۶۹)

(۴) نہانی اکبر آبادی - از خویشان بہشتی یزدی - والدۂ محمد جعفر میر بحر کشمیر - معاصر اکبر بادشاہ - (منتخب التواریخ صفحہ ۳۸۴)

(۵) نہانی - خواہر خواجہ افضل —

(۶) نہانی - باشندۂ شیراز —

'مولانا فخری' نے 'جواہر العجائب' میں اخیر کی دو شاعرہ عورتوں کا تذکرہ لکھا ہے —

---

* اصل کی غلطی کی وجہ سے یہ نام متن میں (بوجہ ملحقہ) چھپ گیا ہے —

(۱۳)

(۱) دختر قاضی سمرقند(ص ۴۱۹ - س ۱۳) - دیکھئے آتشکدہ ' صفحہ ۳۴۵ - نتائج الافکار' صفحہ ۳۱۳ - صبح گلشن ' صفحہ ۲۸۸ —

اس کا تخلص صاحب ' آتشکدہ 'نے' عظمتی' اور صاحب و نتائج و ' صبح گلشن' نے 'عظمت ' لکھا ھے —

(۱۴)

(۱) زادہ جنید(ص۴۱۹ - س ۲۱) خراسان کے ایک علاقے کا نام ھے اس کو ' تربت ' بھی کہتے ھیں - (ھفت اقلیم - ذکر اقلیم چہارم ' تحفۃالکرام جلد دوم صفحہ) —

(۲) فرع آباد (ص۴۱۹ - س ۱) والایت زادہ کے ایک قریہ کا نام ھے - (استینگاس صفحہ ۹۲۰) ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کو غلطی سے 'دوغ آباد' لکھہ دیا ھے-

(۱۵)

(۱) حانزادہ خانم -(ص۴۲۱ - س ۱) دیکھئے مرأۃ الخیال صفحہ ۳۳۸ - روز روشن صفحہ ۱۹۶ —

صاحب مرأۃ الخیال نے بیان کیا ھے کہ اس کا تخلص 'جمالی' اور 'وطن تبریز ھے - ھمارے نسخے میں 'تبریزی' کے عوض 'تربتی' لکھا ھے اور یہ صحیح ھے - 'تربت' - 'زادہ' کا دوسرا نام ھے - اس کو 'تربت' اس وجہ سے کہتے ھیں کہ یہاں شیخ قطب الدین حیدر کا مزار واقع ھے - صاحب 'فرھنگ انجمن آرائے ناصری' نے لکھا ھے کہ

" زادہ - نام شہری بودہ است بخراسان - و بعد ازان کہ قطب الدین حیدر از ترکستان بخراسان آمدہ و در انجا منزل گزید و بجوار رحمت ایزد رسیدہ در انجا مدفون شد بہ 'تربت حیدری' مشہور و موسوم شد- او

در سنه پانصد و نود و هفت ۵۹۷ رحلت یافته"—

(۲) امیر یادگار (ص۴۲۱ - س ۲)بیگ نبیرۂ امیر جہان ملک - جہان ملک امیر تیمور کا معاصر ہے - ' امیر یادگار' مرزا شاہرخ کے زمانے میں گذرا ہے - نہایت ذی علم اور صاحب ثروت امیر تھا - ' مرزا بابر ' کے زمانے میں ترک دنیا کرکے گوشہ نشین ہو گیا - شعر خوب کہا کرتا تھا - اس کا ایک شعر یہ ہے :—

آمدی اے سرو مجلس را چو گلشن ساختی پائی بر چشم نہادی خانہ روشن ساختی

او یماق مغول صفحہ ۳۴۶—

(۱۷)

(۱) سید بیگم - (ص۴۲۱ ، س۹) اس کے لئے دیکھئے مرأۃ الخیال' صفحہ ۳۳۸ - روز روشن صفحہ ۳۱۲- اختر تاباں ' صفحہ ۲۵—

'روز روشن' اور و اختر تاباں' میں لکھا ہے کہ ' سید ناصر جرجانی' کی دختر اور ' رشید و طواط ' کی معاصر ہے - لیکن یہ صحیح نہیں ہے —

(۲) کارکیا - (ص۴۲۱- س۱۰) اس کے معنی ہیں - سردار' فرمانروا' اور کارفرما - (استینگاس صفحہ ۱۰۰۳) ڈاکٹر اسپرنگر نے اس لفظ کو غلط طور پر " کارا" لکھا ہے—

(۳) 'جرجان' (ص۴۲۱- س ۱۱) 'استرآباد' - قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المؤمنین (صفحہ ۴۳) میں لکھا ہے کہ "جرجان ' آنرا استرآباد نیز گویند- مدینہ ایست بزرگ درمیان طبرستان و خراسان ' و بعضی او را از خراسان می شمارند ' و بعضے او را داخل طبرستان می دارند" —

طبرستان - ماژندران کا دوسرا نام ہے (برہان قاطع)

(۱۸)

(۱) آرزو (ص۴۲۲ - س۱۱) اس کے لئے دیکھئے مرأۃ الخیال صفحہ ۳۳۷- نتائج الافکار صفحہ ۹۵ - صبح گلشن صفحہ ۵ —

(۲۱)

(۱) اتو، آتون - (ص۴۲۳-س۱۷) اس کے لئے دیکھئے مرا ۃ الخیال صفحہ ۳۳۶ - نتائج الافکار صفحہ ۶۴ —

صاحب 'مرأۃ الخیال' نے اس کو 'آتونی' اور صاحب 'نتائج الافکار' نے 'تونی آتون' لکھا ہے —

(۲) مولانا بقائی - (ص۴۲۳-س۱۸) سلطان حسین مرزا (سنہ ۸۶۴ھ - سنہ ۹۱۱ھ) کے معاصر ہیں - 'امیر علی شیر' ان کا معتقد خاص تھا - انھوں نے ظہیرالدین بابر (بادشاہ فرغانہ - سنہ ۸۹۹ھ سنہ ۹۰۸ھ) کے نام پر ایک مثنوی مخزن الاسرار کے وزن میں لکھی ہے - (بابرنامہ صفحہ ۵۰۶ - منتخب التواریخ صفحہ ۹۱)

(۳) عبیداللہ خان شیبانی (ص۴۲۳ - س۱۹) محمود خان کا فرزند اور ابو الفتح محمد خان شیبانی کا برادر زادہ ہے - اپنے چچا کی وفات کے بعد بخارا کا بادشاہ ہوا - اور سنہ ۹۱۶ ھ سے سنہ ۹۴۰ ھ تک حکومت کی - فارسی اور ترکی دونوں زبانوں میں شعر کہا کرتا تھا - ایشیا ٹک سوسائٹی آف بنگال کے کتب خانے میں اس کا دیوان موجود ہے —

(۲۲)

(۱) عفتی (ص۴۲۴ - س ۴) اس کے لئے دیکھئے آتشکدہ، صفحہ ۳۶۵ - روز روشن، صفحہ ۴۶۳ - آفتاب عالمتاب میں اس کو 'عشقی' لکھا ہے —

(۲) آذري - (ص۴۲۴ - س ۵) شیخ جلال الدین حمزہ بن علی الاسفرائینی شاہ نعمت اللہ کرمانی کے معتقد اور شیخ محی الدین طوسی کے مرید ہے - سلطان شاہرخ مرزا (سنہ ۸۰۷ ھ سنہ ۸۵۰ ھ) کے زمانے میں گزرے ہیں - ہندوستان میں بھی آے تھے - اور عرصے تک سلطان احمد شاہ بہمنی والی احمد آباد بیدر (سنہ ۸۲۹ ھ سنہ ۸۳۸ ھ) کے دربار میں تھے - اور اس کی فرمائش سے 'بہمن نامہ' لکھا تھا - جواہرالاسرار عجائب الدنیا - سعی الصفا وغیرہ ان کی مشہور تصنیفات

ہیں - سنہ ۸۶۶ ھ میں بمقام 'اسفرائین' ان کا انتقال ہوا ہے - (حبیب السیر جلد سوم ' جز سوم ' صفحہ ۱۷۳ - تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۳۲۵ و صفحہ ۳۲۷ - آتشکدہ صفحہ ۸۸ - خزانۂ عامرہ صفحہ ۲۱ - نتائج الافکار صفحہ ۲۰ - مرأۃالخیال صفحہ ۶۸ - تذکرۂ دولت شاہ طبع یورپ صفحہ ۳۹۸ - بمبئی صفحہ - لاہور صفحہ ۲۷۲ -

(۲۳)

(۱) حجابی (ص۴۲۴-س ۸) اس کے لئے دیکھئے مرأۃالخیال صفحہ ۳۳۷ - روز روشن صفحہ ۱۶۷ - صاحب مرأۃالخیال نے اس کو دختر خواجہ ہادی استر آبادی لکھا ہے —

(۲) ' ہلالی ' (ص ۴۲۴ - س ۹) - مولانا بدرالدین استرآبادی صاحب حبیب السیر نے ان کا نام نورالدین لکھا ہے - سلطان حسین مرزا (سنہ ۸۶۴ھ سنہ ۹۱۱ھ) کے معاصر اور امیر علی شیر کے ندیم خاص تھے - ان کی تصنیفات سے دو مثنویاں 'شاہ و گدا ' و 'لیلیٰ مجنوں' نہایت مشہور ہیں - اُنھوں نے 'شاہ و گدا' کو سلطان حسین مرزا کے فرزند مرزا بدیع الزمان (سنہ ۹۲۰) کے نام پر لکھا ہے —

'عبیداللہ خان شیبانی' نے جب ہرات پر لشکر کشی کی تو 'ہلالی' نے اُس کے دربار میں رسائی پیدا کی - لیکن بعض حاسدوں نے جب یہ بیان کیا کہ 'ہلالی' مذہب شیعہ رکھتا ہے تو اُسے قتل کرادیا * - سام مرزا صفوی نے 'تحفۂ سامی' میں اس

---

* شاہ طماسپ صفوی نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ "درین اثنا خبر آمد کہ عبید خان اوزبک بر سر ہرات آمدہ و ہرات را حصار کردہ - و او مردی در غایت ظالم بود - کافر و مسلمان در پیش او یک حال داشت - ثانیکبار رسید' عالمی را پیش او می آورند - و بکشتن او فرمان می دہد - جمعی شفاعت میکنند کہ این شخص سید است و بیگناہ - او در جواب می گفت : می گوید بواسطۂ همین کہ سید است و عالم - من او را بکشتم - و دیگر در مجالس او می گفتہ اند کہ ہر کس یک جو بغض حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام ندارد' مسلمان نیست - آن ملعون نارنجی در دست داشتہ است ' گفت کہ من برابر این نارنج آنحضرت را در دل دارم - در آن محل بہرام مرزا در ہرات بود - کس او آمدہ عرضہ داشت آورد کہ کار مردم ہرات بجائے رسیدہ کہ گوشت سگ و گربہ می خورند - بالضرورۃ متوجہ خراسان شدم - عبید ملعون از توجہ ما واقف شدہ فرار نمودہ بجانب' الکاء' خود رفت —

کو سنہ ۹۳۶ ھ کا واقعہ لکھا ہے - ریاض الشعراء' خزانۂ عامرہ' نتائج الافکار میں بھی یہ ہی تاریخ درج ہے - لیکن تذکرۂ شاہ طہماسپ صفوی (طبع کلکتہ صفحہ ۲۰) اور تاریخ 'عالم آرائے عباسی' (طبع طہران صفحہ ۳۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ عبیداللہ خاں نے سنہ ۹۳۸ ھ میں ہرات پر لشکر کشی کی تھی - (حبیب السیر جلد سوم' جز سوم' صفحہ ۳۵۰ - بابر نامہ صفحہ ۲۲۸ - آتشکدہ صفحہ ۲۷ - خزانۂ عامرہ صفحہ ۳۵۶ - نتائج الافکار صفحہ ۳۶۶ —

(۲۴)

(۱) دختر درویش زادہ - (ص ۴۲۵ - س ۱) - اس کے لئے دیکھئے مراۃ الخیال صفحہ ۳۳۷ - ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کا نام 'فاطمہ خاتون' اور صاحب 'مرأۃ الخیال' نے 'آغا دوست' لکھا ہے —

(۲) 'درویش زادۂ درویش پیر' (ص ۴۲۵ - س ۲) صاحب مرأۃ الخیال کا بیان ہے کہ درویش قیام الدین کی دختر ہے —

(۳) 'سبز واری' (ص ۴۲۵ - س ۲) ڈاکٹر اسپرنگر نے قیام الدین کو 'سبزواری' کی بجائے 'شبستری' لکھا ہے —

(۲۵)

(۱) 'تروی خاتون' (ص ۴۲۵ - س ۱۴) ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کو 'نزدی' لکھا ہے —

(۲) 'میمنہ' (ص ۴۲۵ - س ۱۵) نام ہے ایک علاقے کا جو 'جوز جان' میں 'فاریاب' کے قریب واقع ہے - (ہفت اقلیم - ذکر اقلیم چہارم)

(۳) قیسار (قیصار) (ص ۴۲۵ - س ۱۵) نام ہے ایک مقام اور علاقے کا جو میمنہ سے کابل جانے والے راستے پر واقع ہے - (بابر نامہ - صفحہ ۲۳۳ اسٹینگاس صفحہ ۹۹۸) —

(۴) 'آھی' (ص ۴۲۵ - س ۱۵) سلطان قلی بیگ نام ہے - امرائے چغتائیہ

سے تھا - سلطان حسین مرزا (سنہ ۸۶۴ ھ سنہ ۹۱۱ ھ) کے زمانے میں گذرا ھے- شاھزادہ غریب مرزا کا ندیم تھا - سنہ ۹۲۳ ھ یا ۹۲۷ سنہ ھ میں اس کا انتقال ھوا ھے - فارسی اور ترکی دونوں زبانوں میں شعر کہا کرتا تھا - حاجی خلیفہ نے اس کے ترکی دیوان کا ذکر کیا ھے - (بابر نامہ صفحہ ۲۲۷ - حاجی خلیفہ جلد اول صفحہ ... آتشکدہ صفحہ ۱۴ - نتائج الافکار صفحہ ۲۵ —

(۵) 'کیبک مرزا' - (ص ۴۲۵ - س ۱۷) سلطان حسین مرزا کا فرزند ھے- 'لطیف سلطان آغا چہ' کے بطن سے تولد ھوا تھا - اس کا اصلی نام 'محمد محسن مرزا' ھے - (بابر نامہ صفحہ ۲۰۷ - حبیب السیر جلد سوم' جز سوم صفحہ ۳۲۷) —

قدیم اُردو

گجری (گجراتی) زبان

شاہ علی محمد جیو کام دھنی

از اڈیٹر

آپ کا سلسلۂ نسب سید احمد کبیر رفاعی تک پہنچتا ھے اور ننہیال کا سلسلہ حضرت محبوب سبحانی سے ملتا ھے - بقول صاحب تحفۃالکرام آپ سید عبدالرحیم کے پوتے ھیں مگر ابن‌الحسن شیخ محمد جنھوں نے آپ کے کلام کو مرتب کیا ھے' شاہ عمر کا پوتا بتاتے ھیں اور چونکہ وہ اپنے آپ کو "یکے از کمینۂ مریدان و خاکروبان تاج‌العاشقین شاہ عمر مظہر رحمۃ اللہ" کہتے ھیں اس لئے ان کا بیان زیادہ قابل وثوق ھے - آپ کا مولد و منشا احمد آباد گجرات ھے - آپ نے علماے گجرات سے تحصیل علم کیا اور اپنے والد قطب‌العالم شاہ ابراھیم جمال‌اللہ سے خلافت حاصل کی- آپ گجرات کے کامل عارفوں اور درویشوں میں سے ھیں اور اھل گجرات پر آپ کی تعلیم و ھدایت کا بہت اثر تھا —

صاحب تذکرۂ اولیاے دکن کا بیان ھے کہ محمد غوث گوالیری' گوالیر سے گجرات آئے تو آپ سے ملے اور آپ کے کمال کو تسلیم کیا - تذکروں میں آپ کی کرامات کا ذکر بھی آیا ھے —

اسی تذکرے کا مؤلف لکھتا ھے کہ "گاؤں دھنی آپ کا لقب تھا' یعنے گاؤں کے مالک ھیں - جس طرح مالک اپنے ملک کی حفاظت کرتا ھے' اسی طرح آپ بھی

گجرات کی حفاظت فرماتے تھے، گویا آپ کی برکت سے گجرات محفوظ ہے" —

آپ کا کلام جو دیوان کے نام سے مشہور ہے، آپ کے دادا کے مرید اور آپ کے معتقد ابن الحسن شیخ محمد ابن (ابو) عبدالرحمن القریشی الاحمدی نے جمع کیا ہے اور اس پر مختصر سا ایک دیباچہ بھی لکھا ہے، جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں :-

"ابن الحسن شیخ محمد ابن عبدالرحمٰن القریشی الاحمدی
کہ مکاشفات حضرت بندگی سیدی و مرشدی و شیخی
و شیخ العالم المخاطب بہ حضرۃ اللہ تعالیٰ بخمسۃ عشر
خطابا ..... بلسان دُربار و جوہر نثار بطریق نظم
بزبان مبارک خود فرمود، در اثبات توحید و وجود
واحد با دلائل عقلی و برہان نقلی و تمثیلات آن
و اسرار اللہ تعالیٰ درین مختصر آوردہ و جمع کردہ
شد و آن ملفوظ را بہ کتاب جواہر اسرار اللہ نام
داشتیم" —

پروفیسر شیرانی صاحب نے اپنی کتاب "پنجاب میں اُردو" میں اِس کتاب کے دو نسخوں کا ذکر کیا ہے، ایک میں مرتب کا نام بجائے ابن الحسن شیخ محمد کے شیخ حبیب اللہ ابن عبدالرحمن قریشی الاحمدی لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوالحسن شیخ محمد اور شیخ حبیب اللہ ایک ہی باپ کے بیٹے تھے۔ یا تو ابوالحسن شیخ محمد کی جگہ شیخ حبیب اللہ سہواً لکھا گیا ہے یا ممکن ہے کہ شیخ حبیب اللہ نے یہ مجموعہ بطور خود الگ مرتب کیا ہو دوسرا نسخہ جو شاہ علی جیو کے پوتے سید ابراہیم بن شاہ مصطفیٰ کا مرتب کردہ ہے یہ نسخہ میری نظر سے بھی گزرا ہے۔ اس میں سید ابراہیم نے ذکر کیا ہے کہ مجھ سے قبل اس کلام کا ایک نسخہ ابوالحسن شیخ محمد بن عبدالرحمن القریشی الاحمدی نے مرتب کیا تھا، لیکن بعض طالبان وجود واجد نے مجھ سے یہ کہا کہ ابوالحسن شیخ محمد کا دیباچہ بہت

مختصر ہے، تم ایک دوسرا دیباچہ لکھو - چنانچہ اس درخواست کی تعمیل میں اُنھوں نے دوسرا دیباچہ لکھا - مگر اس دیباچے میں سوائے ابتدائی عربی خطبے کے کوئی چیز نئی یا زائد نہیں معلوم ہوتی - اصل کلام وہی ہے جو ابوالحسن کے مجموعے میں تھا - اِس میں ''بطریق نظم'' کے پہلے ''بالفاظ گوجری'' کے لفظ بھی درج ہیں - میرے نسخے میں لفظ نظم کے بعد چند الفاظ کسی نے سیاہی سے اس طرح مٹا دیے ہیں کہ پڑھے نہیں جاتے، ممکن ہے کہ یہ ''بالفاظ گوجری'' ہی کے لفظ ہوں - سیاہی کے رنگ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعد کی کارستانی ہے —

شاہ علی جیو کی زبان گُجري ہے جیسا کہ اُن کے کلام کے ایک مرتب نے اپنے دیباچے میں لکھا ہے - جس طرح دکن میں آکر اُردو کی ایک شاخ دکھنی ہوگئی، اسی طرح گجرات میں آکر اس کا نام گُجری ہوگیا - گجري سے مطلب اردو کي اس شاخ سے ہے جو گجرات میں بولی جاتی تھی اور جس میں مقامی گجراتی لفظ بھی مل جل گئے تھے- یہ زبان اول تو اُن اولیاء اللہ کے فیضان کا اثر ہے، جو اشاعت اسلام کی خاطر اس علاقے میں جا بجا پہنچے، خصوصاً احمدآباد اور پٹن تو ان بزرگوں کے مزاروں سے پٹا پڑا ہے - یہاں تک کہ پٹن، بقول صاحب مراۃ احمدي، پیران پٹن کے نام سے مشہور ہوگیا تھا - دوسرا اثر سلاطین کا ہے - مسلمان سلاطین میں سب سے پہلے علاءالدین خلجی نے دکن پر حملہ کیا - جس طرح اس نے اول اول دولت آباد پر چڑھائی کرکے اسے فتح کیا تھا، اسی طرح سنہ۶۹۶ ھجری میں گجرات پر تسلط کرلیا- اور اپنی طرف سے صوبہ دار مقرر کردیا، یہ صوبہ دار برابر اس کے جانشینوں کی طرف سے بھی مقرر ہوتے آے یہاں تک کہ جب دھلی پر تیمور کا لشکر پہنچا اور وہاں کی حکومت میں ضعف پیدا ہوا تو صوبہ دار ظفر خاں کے بیٹے تاتار خاں نے خود اپنی حکومت گجرات میں قائم کرلی اور محمد شاہ کا لقب اختیار کرکے تخت پر بیٹھا (سنہ ۸۰۶ھ) - شاہان گجرات کی حکومت اکبر کے عہد تک رہی - پھر گجرات کا صوبہ اکبر کی سلطنت میں شامل ہوگیا - غرض دھلی کا اثر اس علاقے پر

امیر خسرو کے زمانے سے تھا - دوسرا اثر صوفیا کا تھا جو اسی زمانے سے بلکہ اس سے قبل یہاں پہنچ گئے تھے اور تلقین و تعلیم اسی عام زبان میں کرتے تھے - اس زبان کا اثر گجرات سے سلطنت بیجاپور اور دور و نزدیک مقامات میں پہنچا —

میں اس رسالے کے گزشتہ اوراق میں میرانجی شاہ اور اُن کے خلفا یا اولاد کے حالات میں اس کا اشارہ کرچکا ہوں - یہاں اس خیال کی تائید میں ان کے کلام سے چند شہادتیں پیش کی جاتی ہیں —

"یو زبان گجری نام" (کلمۃالحقائق' تصنیف حضرت شاہ میرانجی سنہ وفات ۹۰۲ ھ) —

"جے ہویں گیان بچاری' نہ دیکھیں بھاکا گجری
جس ارتھوں کیرا فہام' کیا بولوں سوں ہی کام"

کتاب حجت‌البقا' تصنیف شاہ برہان‌الدین جانم سنہ وفات ۹۹۰ ھ)

یہ سب گجری کیا زبان کر یہ آئینہ دیا نہا

(کتاب ارشاد نامہ' تصنیف شاہ برہان‌الدین جانم)

گجرات کا صوبہ ایک زمانے میں بہت وسیع تھا اور جودھپور سے لے کر مالا بار تک پھیلا ہوا تھا - اس میں تقریباً سترہ بندرگاہ تھے - ان میں سورت بہت بڑا اور مشہور تھا اور تجارت کا خاص مرکز بن گیا تھا - ہندوستان کے مسلمان یہیں سے حج کو جاتے تھے اور ہر سال ملک سے دور دور کے مسلمان یہاں جمع ہوتے تھے - غرض شمالی ہند کی زبان کا جو اثر اس علاقے کی زبان پر پڑا وہ اس وسیع صوبے کے ہر گوشے اور آس پاس کے اضلاع تک پہنچ گیا —

اسی زبان میں شاہ علی جیو کا کلام ہے - اس میں توحید اور وحدت وجود بھرا ہوا ہے - اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب اس رنگ میں مگن ہیں اور جب اس مسئلے کو بیان کرتے ہیں تو خوشی سے پھولے نہیں سماتے - جیسی ان کی زبان سادہ ہے ویسا ہی اُن کا اسلوب بیان بھی سیدھا سادہ ہے اور اگرچہ

وحدت وجود کے مسئلے کو وہ معمولی باتوں اور تمثیلوں میں بیان کرتے ہیں مگر ان کے الفاظ اور بیان میں پریم کا رس گھلا ہوا معلوم ہوتا ہے - وہ عاشق ہیں اور خدا معشوق ہے اور اپنی محبت کو طرح طرح سے جتاتے ہیں - طرز کلام ہندی شعرا کا سا ہے - زبان اُن کی سادہ ہے، لیکن چونکہ پرانی ہے اور اکثر غیر مانوس الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، اس لئے آج کل اس کا سمجھنا مشکل ہے - شاہ صاحب کا انتقال سنہ ۹۷۳ ھ میں ہوا اور ان کا کلام اُس وقت کی زبان کا اچھا نمونہ ہے - یہاں مختلف مقامات سے اُن کا کلام نقل کیا جاتا ہے، جو اشعار مشکل ہیں، اُن کے معنے بھی دے دیے گئے ہیں - نقل کرنے میں الفاظ کی شکل و صورت وہی رکھی گئی ہے جو اصل کتاب میں ہے —

ابتدا اِن اشعار سے ہے :-

آپیں کھیلوں آپ کھلاؤں　　آپیں آپس لیکل لاؤں

(پہلا مصرع صاف ہے - دوسرے کے معنے ہیں "آپ ہی اپنے کو گلے لگاؤں")

میرا ناؤں منجھے ات بھاوے　　میرا جی منجھے پرچاوے

میری نیہ منجھی سوں ماے　　رھری اپنیں روپ لبھاے

(دوسرا شعر - میری محبت مجھی میں سماے اور میں اپنے حسن پر خود ہی فریفتہ ہو رہی ہوں)

کہیں سو مجنوں ہو بِر لاوے، کہیں سو لیلیٰ ہوے دکھاوے

کہیں سو خسرو شاہ کہاوے، کہیں سو شیریں ہوکر آوے

("بِرلاوے" یعنی فریفتہ ہو) —

کہیں سو سا تھی کہیں علی جیو، علی محمد کہیں کہاوے

کہیں سو شاہ حسینی راجا ایویں تل تل بھیس پھراوے

(ایویں = اسی طرح؛ تل تل = لحظہ بہ لحظہ؛ پھراونا = پہنّا یا بدلنا) ۔

ادھر * پروالی† چک اتنالی بیٹی باسک ہور تل کالی
ایہہ جیو مانگیں بھویں دُمالی

(یعنے پان سے لال ہونٹ، سرخ آنکھیں، سانپ سی زلفیں، کالے تل اور دنبالہ دار بھویں جان کی لیوا ہیں)

یوں کرے بناتی سید علی تجھہ سادہ پرم کی سدہ تلی
چک آؤ پیا جیوں پاؤں ولی

(سید علی اس طرح منت سماجت کرتا ہے اور تیری آرزو میں اپنی محبت سے بھی بے خبر ہوگیا ہے ۔ اے محبوب ذرا آؤ کہ میں پھر زندہ ہوجاؤں) —

اپنیں ایسی بوجھی سارو بوجھی تھی ان بوجھیا وارو

(ہماری ساری سمجھہ ایسی ہے کہ سمجھہ سے بے سمجھی بہتر ہے) —

بوجھہ پناں جے تمھوں دیا ہے رتی کا کور بھاگ کیا ہے
اُس منہ بھی اُن بھیس لیا ہے

(جو سمجھہ کہ تمھیں دی گئی ہے وہ گویا کروڑ میں سے ایک رتی ہے اور پھر اس میں بھی انھیں کا جلوہ ہے)

---

* میری رائے میں "ادھر" ہونا چاہئے—
† (ن) پنوالی —

تم ری پیا کو دیکھو جیسا　　ہور جیوں پرتھو سائیں ایسا
سوی تمھیں ہو نانوہ ویسا

(تم پیا کو جیسا دیکھتے ہو یا جیسا سمجھتے ہو سو وہ تم ہو، وہ ویسا نہیں ہے - یعنے تم حق سبحانہ کو اپنے خیال میں جیسا دیکھتے یا سمجھتے ہو وہ تمھارا ہی خیال اور تصور ہے وہ ویسا نہیں ہے)

تن من سوں جیو دیکھیا جاوے　　بوجھہ تمھارے دیتھنہ آوے
لوک ایاناں بھید نہ پاوے

(تن اور من جیسا تم دیکھتے ہو سو وہ تمھاری ہی سمجھہ ہے، نادان لوگ بھید کو نہیں پہنچتے) —

جب تم شد منہ کھوکر جاؤ　　کے تم اپس مانھیں آؤ
دُنہ پر پیو کوں تمھیں نپاؤ

(جب تم اُس میں اپنے ہوش و حواس کھودو یا تم اپنے آپے میں آجاؤ دونوں طرح بھی تم محبوب کو نہیں پاؤگے)

سرک اچھر ہور مندر ساری　　ہرجے اُسمنہ ندیاں باری
مانک موتی سکھ سنکارا　　اے سب بھیس پیا کا ساری

(آسمان اور ستارے اور مکان اور محل جن میں ندیاں اور ہوائیں چلتی ہیں- موتی اور جواہرات، سنکھہ اور سیپیاں یہ سب محبوب کے بھیس میں ہیں)

کبھیں سو ہوے اندھیاری راتا　　سانج بتی کر لاوے دھاتا
ہوکر دیورا راتیں ساری　　لاکر جوت دکھاوے بھاری

(جب کبھی اندھیری رات ہوتی ہے تو شام کو جلدی سے چراغ روشن کر لاتا ہے اور کبھی ساری رات چراغ بن کر خوب خوب روشنی کا سماں دکھاتا ہے)

مکھہ پر بال بکھیر سو ساتھی چھپ کر ہووے رات سنگھاتی
ولی سنبھال سو بکھرے کیسا دن ہو آوے سورج بھیسا

(مکھہ پر بال بکھیرتا ہے اور اس کے ساتھہ ہی چھپ کر رات کو رفیق بن جاتا ہے- پھر بکھرے بال سمیٹ کر سورج کے بھیس میں دن بن کر آجاتا ہے)

ایک سمند وہ سات کہاوے دھونوس بادل میہ ہو آوے
وہی سمند ہو بوند دکھالے ندیاں نالے ہوکر چالے

(سمندر ہے تو ایک مگر مشہور سات ہیں وہی بخار، بادل اور مینہ ہوکر آتا ہے، وہی ایک قطرے میں نظر آتا ہے اور وہی ندی نالے ہوکر بہتا ہے)

کبھیں سو میہا ہو جھر لاوے کبھیں پپوتے اولے تھاوے
کاج بیچ ہنس آپیں کھیلے نار پرکھہ ہو وھیسو جھیلے

(کبھی مینہ ہوکر برستا ہے اور کبھی اولے بن بن کر گرتا ہے، کبھی گرج اور بجلی بن کر ہنس ہنس کر خود کھیلتا ہے، اور کبھی عورت مرد بن کر پانی میں آپ ہی اپنے سے کھیلتا ہے)

اہنس اسہیں کاجیں روؤں جیوں توی ولیسو تیہو نہیں ہوں

(ہمیشہ اسی باعث روتی رہتی ہوں کہ جیسی پہلے تھی ویسی ہی اب ہوں)

جے ہیسو ہے جے نہیں نہیں چھت ایک وہی ہے سہو کہیں

(جو ہست ہے وہ ہست ہے اور نیست ہے نیست ہے۔ ایک وہی ذات ہے جہاں کہیں بھی ہو)

پیو ملا کَل لاک رہیجے سکھہ منہ دکھہ کی بات نہ کیجے

(پیا ملے تو گلے لگ کے رہئے اور سکھہ میں دکھہ کی بات نہ کیجئے) کیا خوب کہا ہے —

بہُ سکھہ منہ جب چُک دکھہ آوے دکھہ بھی تب سکھہ ہوکر جاوے

(یعنے بہت سے سکھہ میں ذرا ذھور دکھہ آجاتا ہے تو وہ بھی سکھہ ھی ہو جاتا ہے)

ادرک منہ جب کھاند بھلای کیری منہ جب سا کر بھای

شیرا حلوا کر کر کھای تب تو ساو انپری پای

(جب ادرک میں کھانڈ ملائی اور کیری (انبیا یا آم) میں شکر ڈالی اور مٹھاس اور حلوا کر کے کھایا ، تبھی تو نادر مزا پایا)

اس قدر نمونہ اس بات کے دکھانے کے لئے کافی ہے کہ دسویں صدی میں گجرات کی اُردو کس قسم کی تھی —

شاہ صاحب کا انتقال سنہ ۹۷۳ ھ میں ہوا اور احمدآباد راےکوٹ میں مدفون ہوے—

یہ کتاب دیوان کے نام سے مشہور ہے - دیوان کے معنے یہاں مجموعۂ کلام کے سمجھنے چاھئیں - مرتب نے اسے کئی ابواب میں تقسیم کیا ہے - ان ابواب میں کوئی

خصوصیت نہیں اور نہ مضامین کی کوئی خاص ترتیب یا تقسیم ہے - ایک آدہ باب کے ساتھہ تو عنوان لکھا ہے ورنہ تقسیم صرف حروف تہجی کے نام سے کردی گئی ہے' یعنے باب الالف' باب البا وغیرہ - حجم کے لحاظ سے بھی ابواب میں کوئی یکسانی نہیں-

ہر باب کا پہلا شعر اُسی حرف سے شروع ہوتا ہے' جس حرف پر اس کا نام ہے - مثلاً باب الالف کا شعر الف سے شروع کیا گیا ہے' اسی طرح باب التا کا 'ت' اور باب الہا کا 'ہ' سے - اس کے بعد ہر باب میں اشعار کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے کہ شروع میں باب کے نام کے بعد " مکاشفہ نکتۂ اول در عقدہ " ہے - اس عنوان کے تحت میں صرف دو مصرعے ہیں ' اس کے بعد نکتۂ دوم ' نکتۂ سوم ' وغیرہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے' کسی باب میں کم کسی میں زیادہ- کبھی کبھی چند نکتے لکھنے کے بعد پھر " مکاشفہ نکتۂ اول در عقدہ " لکھہ کر اس کے تحت میں ایک شعر درج کر دیا گیا ہے - اور پھر نکتۂ دوم ' نکتۂ سوم کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے - بعض ابواب میں یہ عمل کئی کئی بار ہوا ہے - نکتوں کے تحت کبھی تو دو مصرعے ہوتے ہیں ' کبھی تین ' کبھی چار اور کہیں کہیں چھے اور آٹھہ بھی ہیں - مکاشفے اور نکتے میں کوئی خاص فرق معلوم نہیں ہوتا —

میرا نسخہ خط نسخ میں لکھا ہوا ہے' جس میں عموماً قدیم دکنی زبان کی کتابیں لکھی جاتی تھیں - خط صاف اور اچھا ہے اور قلم بھی کسی قدر جلی ہے - د ذ ' ج چ ' ک گ میں کچھہ فرق نہیں کیا گیا - کل اوراق ۱۳۳ ہیں - ہر صفحے میں آٹھہ دس سے زیادہ سطریں نہیں - آخر صفحے کے آخر میں حاشیے پر یہ عبارت درج ہے:

"..... بلدۂ برہان پور ہمراہ لشکر نواب نظام علی خان بہادر نظام الدولہ بقیمت ..... در سنہ ۱۱۸۸ ہجری نبوی برائے مطالعہ حضر..... از مہدی علی خان پسر احسن اللہ خان مرحوم ست " —

افسوس ہے کہ کتاب کا سنہ کہیں درج نہیں ہے —

———:•:———

دیباچۂ قدیم شاهنامه

از

(جناب حکیم سید شمس اللہ صاحب قادری)

عنوان بالا سے ہم نے ایک مضمون اپریل سنہ ۱۹۲۷ ع کے رسالۂ اُردو میں شایع کیا تھا - پروفیسر محمود شیرانی صاحب نے اسکی نسبت فروری سنہ ۱۹۲۸ ع کے اورنٹیل میگزین میں ایک ریویو لکھا ہے - اور اس میں ہمارے بعض بیانات سے اختلاف کیا ہے —

پروفیسر صاحب تحریر فرماتے ہیں :—

" مغربی فضلا کی تقلید میں حکیم شمس اللہ صاحب نے شاہ نامہ کی تین اشاعتیں مانی ہیں - پہلی سنہ ۳۸۴ ھ میں، دوسری سنہ ۳۸۹ ھ میں، تیسری سنہ ۴۰۰ھ میں - بلکہ اس سے بھی کئی سال بعد جو سنہ ۴۰۴ - ۴۰۵ ھ میں انجام کار ختم ہوتی ہے - لیکن ہم اس نظریہ سے متفق نہیں ہوسکتے"-

پروفیسر صاحب کو جب ہمارے نظریہ سے اتفاق نہیں ہے تو اس کی وجہ بیان کرنا ضروری تھا - صرف یہ کہدینا کہ "ہم اس نظریہ سے متفق نہیں ہو سکتے" ناقابل پذیرائی ہے - ہم نے شاہ نامہ کی جو تین اشاعتیں قرار دی ہیں، وہ فرضی اور خیالی نہیں ہیں - بلکہ ان کی تائید و توثیق میں دلائل بھی موجود ہیں —

(۱) شاہ نامہ کے بعض قدیم قلمی نسخوں میں اس کی تاریخ اختتام سنہ ۳۸۴ ھ مذکور ہے —

زھجرت شدہ سی صد از روزگار چو ھشتاد و چار از برش بر شمار

(۲) ابوالفتح علی بن محمد البنداری نے سنہ ۶۲۰ ھ اور سنہ ۶۲۴ ھ کے مابین شاہ نامہ کا نثر عربی میں ترجمہ کیا ہے - اُس میں شاہ نامہ کا سال اختتام سنہ ۳۸۴ ھ بتایا ہے —

(۳) حاجی خلیفہ نے بیان کیا ہے کہ فردوسی نے سنہ ۳۸۴ ھ میں نظم شاہ نامہ سے فراغت حاصل کی ہے —

(۴) فردوسی نے پچاسی (۸۵) سال کی عمر میں دقیقی کے اشعار شاہ نامہ میں شامل کئے - اس کے بعد سلطان محمود کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ کئی سال کی محنت کے بعد میں نے شاہ نامہ کو منظوم کیا اور بیس سال تک اس انتظار میں رہا کہ اُسے ایسے صاحب ذوق بادشاہ کے یہاں پیش کرے جو اس کا سزاوار ہو —

سخن را نگہ داشتم سال بیست بدان تا سزاوار این گنج کیست

پچاسی (۸۵) سال سے جب ہم بیس (۲۰) سال خارج کرتے ہیں تو چونسٹھ (۶۴) سال باقی رہ جاتے ہیں - فردوسی کی عمر کا چونسٹھواں سال سنہ ۳۸۴ ھ کے مساوی ہے - اور اس سے ظاہر ہے کہ فردوسی نے سنہ ۳۸۴ ھ میں شاہ نامہ کو مرتب کر لیا تھا —

(۵) شاہ نامہ کے بعض قلمی نسخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فردوسی نے سنہ ۳۸۹ ھ میں بھی شاہ نامہ کا ایک خاتمہ لکھا ہے - اس امر کو خود پروفیسر شیرانی بھی تسلیم کرتے ہیں - چنانچہ اُن کے ایک مضمون میں جو 'مذھب فردوسی' کے عنوان سے رسالۂ اُردو جلد ۵ نمبر ۱۷ بابت جنوری سنہ ۱۹۲۵ ع میں شائع ہوا ہے' تحریر ہے- صفحہ ۲۹ - سطر ۴ —

" یہ اشعار ایسے نسخوں میں ملتے ہیں - جن میں اختتام

شاہ نامہ کی تاریخ سنہ ۴۰۰ ھ کی بجائے سنہ ۳۸۹ ھ دی گئی ہے" ۔

(۶) مروج و متداول نسخوں میں شاہ نامہ کی تاریخ اختتام سنہ ۴۰۰ ھ درج ہے۔

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے' شاہ نامہ کے مختلف نسخوں میں تین مختلف خاتمے پائے جاتے ہیں - اور اُن میں اُس کے اختتام کی تین تین مختلف تاریخیں مذکور ہیں- بعض میں سنہ۳۸۴ ھ - بعض میں سنہ ۳۸۹ ھ - مروج و متداول نسخوں میں سنہ ۴۰۰ ھ - اس سے ظاہر ہے کہ فردوسی نے مختلف اوقات میں شاہ نامہ پر تین خاتمے لکھے ہیں - اور اُن میں اُس کے اختتام کی تین مختلف تاریخیں بیان کی ہیں - اور اُسے مختلف اوقات میں تین بار شایع کیا ہے —

پروفیسر صاحب تحریر فرماتے ہیں:—

" اسی طرح ان کا خیال ہے کہ فردوسی نے اپنی عمر کے پینتالیسویں (۴۵) سال میں شاہ نامہ نظم کرنا شروع کیا ہے اور پچیاسویں (۸۵) سال ختم کرتا ہے - جس سے تمام مدت نظم شاہ نامہ بجاے فردوسی کی بیان کردہ تیس (۳۰) و پینتیس (۳۵) سال کے پورے چالیس (۴۰) سال بن جاتی ہے- اور ہم حیران ہیں کہ اس بیان کو فردوسی کے بیان سے کس طرح تطابق دیں " —

ہمیں پروفیسر صاحب کی حیرانی پر سخت تعجب ہے - کیونکہ ہم نے اپنے مضمون میں بصراحت لکھا ہے کہ شاہ نامہ کی مدت نظم پینتیس (۳۵) سال ہے' نہ کہ چالیس (۴۰) سال - چنانچہ ہماری اصل عبارت یہ ہے :—

" فردوسی نے خاتمے میں صراحت کی ہے کہ شاہ نامہ سنہ ۴۰۰ھ میں پینتیس (۳۵) سال کی محنت کے بعد تمام ہوا ہے اور اس وقت اُس کی عمر اسی (۸۰) سال کے قریب تھی "

رسالۂ اُردو جلد ۷' بابت اپریل سنہ ۱۹۲۷ ع صفحہ ۳۰۰ - سطر ۱۰

ہم نے شاہنامہ کے بعض اشارات سے یہ امر اخذ کیا ہے کہ فردوسی نے اگرچہ سنہ ۴۰۰ ھ میں شاہنامہ ختم کیا - لیکن اس کے بعد بھی سنہ ۴۰۵ ھ تک اس میں بعض اجزا اضافہ کئے ہیں - لیکن فردوسی نے سنہ ۴۰۵ ھ میں کتاب کا جدید خاتمہ نہیں لکھا ہے اور نہ اس کے اختتام کی تاریخ سنہ ۴۰۵ ھ بیان کی ہے - اس لئے یہ زمانہ نظم شاہنامہ کی مدت میں شامل نہیں ہوسکتا—

پروفیسر صاحب فرماتے ہیں :-

" حکیم صاحب کا قول ہے کہ فردوسی شعر :

از امروز تا سال ہشتاد و پنج بکاہدش رنج و ببالدش گنج

میں اپنی پچاسی سالہ عمر کی طرف اشارہ کر رہا ہے -

لیکن شاہنامہ کا متن ان کے دعوے کا مؤید نہیں ہے " —

اگر شعر مذکور میں فردوسی کی پچاسی سالہ عمر کی طرف اشارہ نہیں ہے تو پروفیسر صاحب کو بتانا چاہئے کہ اس شعر کا صحیح مفہوم کیا ہے - اور اس میں پچاسی سال سے کس عرصۂ مدت کی جانب اشارہ ہے —

پروفیسر صاحب فرماتے ہیں :—

" اسی طرح حکیم صاحب کا عقیدہ ہے کہ فردوسی سلطان محمود کے دربار میں سنہ ۳۹۸ ھ سے سنہ ۴۰۴ ھ تک موجود رہا ہے - لیکن یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے - کیوں کہ شاہنامہ میں ایک سے زیادہ موقعوں پر ابوالعباس فضل بن احمد وزیر اولین سلطان محمود کا ذکر موجود ہے ' جو اکثر تاریخوں کے بیانات کی رو کے صرف دس سال تک وزیر رہا ہے - یعنے سنہ ۳۹۷ ھ تک - اب ظاہر ہے کہ فردوسی شاہنامہ میں ایک معزول شدہ وزیر کا ذکر کیوں کرتا "—

فضل بن احمد کی وزارت سنہ ۳۹۷ ھ میں ختم نہیں ہوئی ہے - بلکہ وہ

سنہ ۴۰۱ ھ تک اس عہدے پر مامور رہا ہے - خود پروفیسر شیرانی نے اپنے مضمون "تنقید شعرالعجم" میں اس کی مدت وزارت سنہ ۳۸۸ ھ سے سنہ ۴۰۰ ھ تک بیان کی ہے - اور اُن کی خاص عبارت یہ ہے :—

"خواجہ ابوالعباس فضل بن احمد اسفرائینی وزیر
اول (از سنہ ۳۸۸ ھ تا سنہ ۴۰۰ ھ) سلطان محمود المتوفی
سنہ ۴۰۳ " رسالۂ اُردو جلد سوم نمبر دہم بابت اپریل
سنہ ۱۹۲۳ ع صفحہ ۱۶۸ سطر ۶ —

مورخ عتبی کی تصریحات سے ظاہر ہے کہ فضل بن احمد سنہ ۴۰۱ ھ کے اختتام تک منصب وزارت کو انجام دیتا رہا ہے - (یمینی عربی طبع دہلی صفحہ ۳۴۲ ؛ اُردو ترجمہ طبع کان‌پور صفحہ .....) ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ سنہ ۹۸۸ ھ کے بعد شاہنامہ میں اس کا ذکر آنا کسی طرح بھی معزول وزیر کی حیثیت سے نہیں ہو سکتا ہے—

بجواب استفسار محوی

از

(جناب نور الٰہی و محمد عمر صاحبان)

رسالۂ اُردو بابت اپریل سنہ ۱۹۲۸ ع میں جناب محوی نے مشورہ طلب کیا ہے کہ ان الفاظ کی تذکیر تانیث کیا قرار دی جاوے جو انگریزی سے اُردو میں منتقل ہو رہے ہیں - اگرچہ ان کا روئے سخن اہل زبان کی طرف ہے اور ہمیں علم نہیں کہ یہ منصب اہل پنجاب کو پہنچتا ہے اور وہ اس کا جواب دینے کے مجاز ہیں - تاہم سوال ایسا دلچسپ ہے کہ اس کا جواب تعزیری جرم کیوں نہ ہو پھر بھی ہم دخل در معقولات سے باز نہیں رہ سکتے - اس استفسار نے ترقی زبان کی ایک نئی طرح ڈالی ہے اور یہ وسعت زبان کے لئے ایک نیک فال ہے - زبان کے کسی سوال کے متعلق ملک سے صلاح لینا اُسے ملک کی زبان بنانے کی دعوت ہے - اگر اہل زبان اور بے زبان کی پخ بھی اُڑا دی جاے تو زبان کی برادری اور وسیع ہونی ممکن ہے- اس قبیل کے کاموں کے لئے نئی مجلس بنانا محض تکلف ہے' انجمن ترقی اُردو اِس فرض کو بوجہ احسن انجام دے سکتی ہے اور رسالۂ اُردو کے چند صفحات کو اس کے لئے وقف کردینا ان کا بہترین مصرف ہے - زبان میں قواعد کا اضافہ اور ان کے ساتھہ مستثنیات کا دم چھلا کوئی مستحسن کام نہیں - قواعد مختصر اور سلجھے ہوے ہوں گے تو زبان کا حلقۂ اثر وسیع ہوگا - بنوع دیگر اس کی تحصیل مشکل ہو جاے گی اور قبولیت عامہ سے محروم رہے گی - آگے ہی ہماری صرف و نحو معمّا بن رہی ہے اس میں اور الجھاؤ کا سامان پیدا کرنا مصلحت سے بعید ہے -

تذکیر و تانیث کا قصہ زبان اُردو کی لعنت ہے اور اس نے زبان میں جو افتراق پیدا کر رکھا ہے وہ مٹائے سے مٹتا نظر نہیں آتا - اس کے متعلق کوئی فیصلہ کن تجویز ہونا جس سے جگہ جگہ کی تذکیر و تانیث میں یکسانیت پیدا ہو جائے بہت بڑی کامیابی ہے - انگریزی الفاظ کے بارے میں جو صورتیں آپ نے پیش کی ہیں ان سے سلجھاؤ ممکن نہیں بلکہ مزید پیچیدگیوں کا اندیشہ ہے —

(اول) پہلے ہی فارسی اور عربی کا پھندا گلوگیر ہو رہا ہے اس سے اُردو کو انگریزی کا بھی ادھین ہونا پڑے گا - زبان کے پاؤں میں نئی زنجیر تالنی مناسب نہیں، انگریزی نے جو لفظ دینا تھا ہبہ کردیا - اس کے بعد واہب کا اس پر کوئی حق نہیں رہا - (دوسری) کسی قدر معقول ہے مگر اصول مبہم رہنے دینا مطابق العنانی پیدا کر دے گا - ایک دم فیصلہ کر دیجئے کوئی نہ مانے تو اس کی مرضی- انجیل، قرآن، اور وید کو ساری دنیا تھوڑی مانتی ہے - بتانا فرض ہے منانا اپنا کام نہیں - مذہب میں بھی لااکراہ کی تاکید ہے - (تیسری) یہ صورت بھی کوہ کندن کے مترادف اور نا قابل عمل ہے (چوتھی) اس سے کتھراج شروع ہوجائے گا - اور گھر گھر تذکیر و تانیث کی ٹکسال کھل جائے گی، اس کا خیال تک نہ کیجئے - کام کی بات وہی ہے جو آپ نے ضمن دوم میں بیان کی - اِسے اصول مستخرجہ کی روشنی میں دیکھئے تو کوئی دقت نہیں رہتی- 'جلال' رسالۂ مفیدالشعرا صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں " جس لفظ کی تذکیر و تانیث مبہم ہو اس کو مذکر استعمال کرنا چاہئے - ہندی گریمر (ویا کرن) میں یہ قاعدہ موجود ہے کہ " جس شبد کے لنگ (تذکیر و تانیث) میں سندیہ (شبہ) ہو اُسے لوانگ (مذکر) وی دار (خیال) کرنا چاہئے " —

پس ایسے جملہ الفاظ کو جو اب یا آئندہ انگریزی سے اُردو میں لائے جائیں مذکر کہنا چاہئے - اس سیدھے سادھے قاعدے سے بہت سی مشکلات کا سدباب ہو جائے گا -

———:o:———

تبصرے

—:o:—

صفحہ

ادب

پنجاب میں اُردو ۴۶۹
خیالات ارونگ ۴۸۴
جذبات یاور ۴۷۵
ابن یمین ۴۷۶
پیکر وفا ۴۷۶
اندر سبھا ۴۷۷
اسلامی لغت جلد اول ۴۷۸

نظم

جام صہبائی ۴۸۰
مثنوی بحرالمحبت ۴۸۰
یاد وطن ۴۸۱
تذکار سلف ۴۸۱

صفحہ

مذہب و افلاق

اسلام اورغلامی ۴۸۲
اسلامی مساوات ۴۸۲
ویدوں کی بہشت ۴۷۳
یجروید کا اُردو ترجمہ ۴۸۳

متفرق

انشائے جدید ۴۷۴

اردو کے جدید رسالے

انجنیرنگ لاہور ۴۸۵
دستور آصفی ۴۸۶
طور ۴۸۶
صوفی ۴۸۷

ادب

پنجاب میں اُردو

(انجمن ترقی اُردو، اسلامیہ کالج لاہور۔ صفحات ۱۱۳، قیمت دو روپے آٹھ آنے)

یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ ہر صوبہ اُردو کو اپنی زبان بتاتا ہے اور مدعی ہے کہ یہ زبان وہیں بنی اور وہیں سے نکلی۔ سب سے پہلے یہ صدا دکن سے اٹھی۔ اور اسے اس کا حق تھا اس لئے کہ ابتدا میں اسی نے اس کی نشو و نما کی اور اس کی ادبی حیثیت کو فروغ دیا۔ اس کے بعد یہ آواز پنجاب سے آئی۔ اِسے بھی حق حاصل ہے کیونکہ زمانۂ حال میں پنجاب نے اُردو کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ پنجاب کے بارے میں اس سے قبل بھی دو ایک صاحبوں نے ایسا خیال ظاہر کیا تھا لیکن وہ محض قیاس ہی قیاس تھا، اب پروفیسر محمود شیرانی صاحب نے اس پر ایک مستقل کتاب لکھ ڈالی ہے —

قابل مصنف اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ "یہ (اُردو) زبان اسلامی دور میں دہلی کے اثرات میں بنی ہے"۔ امیر خسرو اور ابوالفضل اس زبان کو دہلوی کہتے ہیں۔ اب اس پر سے وہ یہ قیاس کرتے ہیں کہ چونکہ مسلمان پنجاب سے ہجرت کرکے دہلی گئے اس لئے ضروری ہے کہ وہ پنجاب سے کوئی زبان اپنے ساتھ لے کر گئے ہوں۔ یہ پروفیسر صاحب کا قیاس ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ از روے انصاف یہ بھی کہتے ہیں کہ "اس نظریہ کے ثبوت میں اگرچہ ہمارے پاس کوئی قدیم شہادت یا سند نہیں لیکن سیاسی واقعات اور اُردو زبان کی ساخت نیز دوسرے حالات ہمیں اس عقیدے کے تسلیم

ہونے پر مجبور کرتے ہیں" —

سیاسی واقعات کی بنیاد صرف اس قیاس پر ہے کہ پنجاب سے مسلمان ہجرت کرکے گئے، اس لئے جو زبان وہ وہاں سے ساتھ لیتے گئے وہی دلی میں بولی جانے لگی اور یہ وہی زبان تھی جو اب اُردو کہلاتی ہے - یہ کسی صورت سے بھی قابل تسلیم نہیں - یہ کیونکر ممکن ہے کہ جو شخص پنجاب سے ہوکر یا وہاں رہ کر دہلی آئے تو وہ اپنی زبان دہلی میں رائج کردے گا - اول تو یہ قیاس ہی صحیح نہیں کہ مسلمانوں کی ہجرت پنجاب سے یکبارگی اس کثیر تعداد میں ہوئی کہ وہ دہلی پر اس طرح چھاگئے کہ انھیں کی زبان رائج ہوگئی اور سب اہل دہلی اور نواح دہلی نے اسے اختیار کرلیا - دوسرے پنجاب کی حالت ایسی نہ تھی کہ وہاں کوئی زبان مستقل طور سے بن سکتی، وہ اُس زمانے میں اس قدر پائمال رہا اور اس کی حالت ایسی ناقابل اطمینان تھی کہ وہاں اس کی توقع ہی نہیں ہوسکتی تھی - باقی رہا یہ امر کہ بعض الفاظ پنجاب سے آئے اور وہ دہلی میں رائج ہوگئے تو اسے تسلیم کرنے میں کسی کو عذر نہیں ہوسکتا - یہ ہر زبان میں ہوا ہے اور اب بھی ہو رہا ہے - دنیا کی کوئی زبان یہ دعویٰ نہیں کرسکتی کہ اس میں دوسری زبانوں کے الفاظ آکر نہیں مل گئے - کسی زبان کے بننے کے لئے امن، استقلال حکومت اور تہذیب و شایستگی کا ہونا ضروری ہے اور یہ دہلی ہی میں میسر ہوا —

مسلمان جو غزنی، ترکستان اور ایران سے آئے تھے اُن کی اپنی زبان فارسی تھی اور آپس میں یہی زبان بولتے تھے - خاص ضرورت کے وقت یا نوکر چاکروں سے جو مقامی زبان میں ایک آدھ فقرہ بول لیا جاتا ہے اُس کی حالت جیسی کچھ ہوتی ہے وہ ظاہر ہے - جسے اس کی شان دیکھنی ہو وہ کسی انگریز کو اردو بولتے ہوئے دیکھ لے - ایک افغانی، ترکی یا ایرانی کے لئے یہاں کی زبان ایسی ہی اجنبی تھی جیسے انگریز کے لئے —

پگ، مٹھہ، انب، گاڈی، گڈی، تل وغیرہ الفاظ کے لئے آٹھویں اور نویں صدی کی کتب تاریخ و لغات کی شہادت تلاش کرنے کی ضرورت نہیں - اب بھی یہ الفاظ اسی طرح دیہات اور بعض شہروں میں برابر بولے جاتے ہیں - یہ صحیح نہیں ہے کہ آٹھویں نویں صدی میں یہ الفاظ پنجابی سے آئے اور اب اہل ہندوستان انھیں پاگ، مات، آم، گاڈی، گڑیا، تالاب بولنے لگے - ان الفاظ کی اصل ایک ہے، دونوں طرح بولے جاتے تھے، ایک صورت ادبی زبان میں متروک ہوگئی، دوسری رہ گئی، لیکن بول چال میں اب تک یہ الفاظ دونوں طرح بولے جاتے ہیں - اصل ایک ہی ہے، البتہ مختلف مقامات میں آوازوں میں اختلاف ہوگیا - مثلاً آم کو سنسکرت میں انبہ کہتے ہیں - اسی سے انب ہوا اور اسی سے آم بنا - مونگ سنسکرت میں مُدگ ہے - اسی سے مونگ اور منگ بن گیا - جامن کو سنسکرت میں جمبوُ

کہتے ہیں اسی سے جامن اور جمو ہوگیا - سنسکرت میں لوک ہے - پہلے لوک ہی لکھتے اور بولتے تھے ' بعد میں لوگ کہنے لگے - پرانی اُردو کی کتابوں میں لوک ہی آتا ہے - آکہنا جو پنجابی اور پرانی (دکنی ' گجراتی) اُردو میں استعمال ہوتا ہے ' سنسکرت کا آکھیان ہے جس سے ویاکھان بھی بنا ہے - ان لفظوں کو پنجابی قرار دینا صحیح نہیں ہے -

فارسی لغات بھی اس معاملے میں مستند نہیں ہو سکتیں' انہوں نے فارسی الفاظ کے مقابل ہندی کے مقامی الفاظ لکھہ دئے ہیں - اُردو یا ہندی اس وقت سیال حالت میں تھی اور فصیح اور غیر فصیح کا کوئی معیار قرار نہیں پایا تھا ' یہ سب باتیں بعد کی ہیں - مثلاً کبھیں ' کبھو ' کبھی تینوں استعمال ہوتے تھے ' کبھو اب تک استعمال ہوتا تھا اور اب بھی بعض بعض مقامات پر بولا جاتا ہے - لیکن ادبی زبان میں غیر فصیح قرار پایا اور کبھی عام طور پر استعمال ہونے لگا - یا' جاے ہے' اور 'جاتا ہے' ذوق و غالب کے وقت تک بولے اور لکھے جاتے تھے اب 'جاے ہے' متروک ہو گیا - اس کے یہ معنے نہ ہوں گے کہ یہ لفظ جو اب فصیح مان کر استعمال ہونے لگے ہیں ' کہیں دوسری جگہ سے آگئے ہیں —

اس معاملے میں اسما و صفات کی شہادت سند نہیں ہوسکتی ' البتہ افعال خاص طور پر قابل لحاظ ہوتے ہیں - یہ خیال کہ پنجابی افعال کے آخر الف آتا ہے اور اُردو میں بھی یہی ' اسی لئے اُردو پنجابی سے بنی ہے صحیح نہیں معلوم ہوتا - ہندی کی کئی شاخوں میں یہ صورت قدیم سے چلی آ رہی ہے اور اس کی سینکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں —

ہیم چندر سوری نے اپنی کتاب سدہ ہیم شبدانشا سن (نحو) میں سمبت ۸۰۰-۹۰۰ کی اب بھرامش (بگڑی) بھاشا کا جو نمونہ دیا ہے اس میں ایک یہ شعر :—

بھلا ہوا جیو ماریا بہینی مہارا کنتو
لجے جنتو ویسنسی‌ہو جد بھگا کھرو اینتو

اس میں ماضی مطلق وہی ہے ' جو اب بھی استعمال ہوتی ہے - امیر خسرو اور کبیر کے ہاں اس کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں - مثلاً

بھید پہلی میں کہی' سن لے میرے لال
عربی فارسی ہندی تینوں کرو خیال (امیر خسرو)

رات گنوای سوے دوس گنوائیو کھاے
ہیرا جنم انمول تھا کوڑی بدلے جاے (کبیر)

دھن راجا توہیں راج بسیکھا
جہ کی رجائس سب کچھہ دیکھا (ملک محمد جائسی)

دوسرے افعال:—

کبھر گرو نہ کیجئے کال گہے کر کیس
نا جانو کت ماری ہے کہا کھر کہا پردیس (کبیر)

سائیں اتنا دیجئے جا میں کٹم سماے
میں بھی بھوکا نا رھوں اور سادھو نہ بھوکا جاے (کبھر)

آیا ہے سو جاے گا راجا انک فکیر
ایک سنگھاسن چڑھ لے ایک بندھے جنجیر (کبیر)

کبیر اور مہرابائی در ایسے شاعر ھیں، جو عوام کی بول چال میں سادہ ھندی لکھتے ھیں اور اس لئے ان کی زبان سند ھوسکتی ھے —

درد کی ماری بن بن ڈولوں ویدملیا نہوں کوے
میرا کی پراھو پیڑ مٹے گی جب وے سانو ملیا ھوے (مہرا)

بھائی چھوڑیا، بندھو چھوڑیا، چھوڑیا سگا ھوے (مہرا)

آج کہے کل بھجوں گا کالے کہے پھر کال
آج کال کے کرت ھی اوسر جاسی چال (کبیر)

سی، علامت مستقبل ھے۔ پنجاب کے بعض ضلعوں میں بھی مستقبل کی یہ صورت مستعمل ھے۔ لیکن یہ علامت پنجاب سے نہیں آئی، بلکہ اس کی اصل سنسکرت سے ھے —

سنسکرت میں لفظ شوتی علامت مستقبل ھے، جو آگے چل کر سوتی بھی ھوگیا ھے، اور پھر ھندی کی مختلف (شاخوں) زبانوں میں یہ لاحقہ مختلف شکلیں اختیار کرلیتا ھے، گجراتی میں یہ جاکر مفرد کے لئے ایش ھوجاتا ھے اور جمع کے لئے (شے) جیسے کہوش (کہے گا) اور جاؤھوں (جائے گا) اور کرشے (کریں گے) آوشے (آئیں گے) پنجابی میں یہ 'سی' ماضی متعدی اور مستقبل کے لئے مستعمل ھے، مشرقی راجستانی میں بھی مستقبل کے لئے آتا ھے۔ (اھے سی، سوں، ساں، سو) اسی طرح ریوائی اور بھوج پوری

زبانوں میں بھی لہجے کے کسی قدر اختلاف کے ساتھ اس کا استعمال مستقبل کے لئے اب تک رائج ہے اور پراکرت میں یہ لاحقہ سنس، سسامی، ھسی، وغیرہ کی صورت میں استعمال ہوتا تھا، سوا سینی میں بھی جس سے برج بھاشا، گجراتی وغیرہ زبانیں نکلی ہیں، یہ لاحقہ اس صورت میں پایا جاتا ہے، اپ بھرنشا، (بگڑی ہوئی پراکرت) میں اس کی صورت سؤن، سسوں، سسی، سسے، سئی وغیرہ ہے پرانی دکنی میں بھی یہ 'سی' فعل مستقبل کے لئے اسی طرح استعمال ہوا ہے، چنانچہ 'سب رس' اور بعض دوسری کتابوں نیز شاہ برہان * وغیرہ کے کلام میں بلا تکلف استعمال ہوا ہے جیسے کرسی، جاسی، ھسیں ناکر سیں، نا دیکھہ سوں، کر سوں، کہہ سوں وغیرہ —

اب پنجابی کے دوسرے افعال دیکھئے - جاوندا، کھاوندا (جانا، کھانا) آیا سی، گیا سی (آیا تھا، گیا تھا) کردا اے (کرتا ہے) ان صورتوں کا کوئی تعلق اُردو سے نہیں —

اسی طرح ضمائر میں فرق ہے - اسی (ہم) تسی (تم) اُردو سے بالکل اجنبی ہیں —

پنجابی اور اُردو کے اکثر الفاظ کی تذکیر و تانیث کی مشابہت بھی کوئی ثبوت اس کا نہیں کہ پنجاب سے اُردو پہنچی ہے - قدیم اُردو کو دیکھا جائے تو اس میں تذکیر و تانیث کے معاملے میں بڑی آزادی تھی اور آج کل کی طرح تشدد نہ تھا - اس وقت یہ ثبوت پیش کرنا کچھہ مفید نہیں ہوسکتا بلکہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اُردو کا اثر پنجابی پر پڑا ہے —

ہمارا خیال یہ ہے کہ پنجابی میں جو تھوڑی بہت مشابہت اُردو سے پائی جاتی ہے وہ اُردو کا اثر ہے نہ پنجابی کا - اُردو مسلمانوں کی ایک عام زبان ہوگئی تھی اور اس لئے ہر صوبے کے نامور شاعر اسی زبان میں شعر کہتے تھے تاکہ ان کے کلام کو زیادہ شہرت اور مقبولیت ہو - چنانچہ دکن، گجرات نیز پنجاب میں اس کا رواج ہوگیا تھا - اسی طرح ہندوؤں میں ہندی عام زبان تھی اور دوسرے مقامات کے لوگ بھی ہندی میں شعر کہتے تھے - مثلاً مرہٹوں میں کئی نامور شاعر ایسے گزرے ہیں جن کا کلام ہندی میں بھی پایا جاتا ہے حالانکہ ہندی اُن کی مادری زبان نہ تھی —

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اصل مضمون کی تحقیق میں ضمنی باتوں زیادہ کارآمد اور قابل قدر نکل آتی ہیں - یہی حال اس کتاب کا ہے - فاضل پروفیسر

---

* شمس العشاق شاہ برہان الدین جانم وفات سنہ ۹۹۰ ھ -

شیرانی کو اگرچہ اصل بحث میں کچھہ کامیابی نہیں ہوئی' لیکن اس ضمن میں انہوں نے ایسی ایسی تحقیق کی ہے جو نہایت قابل قدر ہے - اس میں شمالی ہند اور پنجاب کے قدیم اُردو لکھنے والوں کو جو انہوں نے کھوج لگا کر نکالا ہے ' وہ بالکل نئی چیز ہے - اس کے علاوہ اور بہت سے ادبی اور لسانی نکات ایسے پائے جاتے ہیں جو ہر لحاظ سے لائق تحسین ہیں —

پروفیسر شیرانی کی یہ کوشش اُردو داں طبقے کے لئے قابل فخر ہے —

خیالات ارونگ

مولوی محمد یحییٰ صاحب ' تنہا ' مؤلف سیرالمصنفین نے مشہور امریکی نثار واشنگٹن ارونگ (Washington Irving) کے چند مضامین کا ترجمہ اس نام سے کیا ہے' ترجمے کے لئے چھہ مضامین منتخب کئے گئے ہیں' مضامین کا انتخاب دلچسپ ہے' اور اس سے امید ہے کہ ہمارے ملک کے نوجوان نثر نگاروں کو جولانی دکھانے کے لئے نئے نئے میدان ہاتھہ آئیں گے —

ترجمے کے متعلق جناب مترجم نے خود دیباچے میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ ترجمے زمانۂ طالب علمی میں کئے گئے تھے - اگر جناب مترجم ان کی نظر ثانی کرلیتے تو اچھا ہوتا' ہم نے ایک ایک مضمون کو اصل کے مقابل رکھہ کر پڑھا ہے' بامحاورہ ترجمے پر کسی کو اعتراض نہیں ہوسکتا ' لیکن جب ترجمے کی عبارت نہ صرف اصل سے الگ ہو ' بلکہ نفس مضمون میں اس سے گنجلک اور ابہام پیدا ہوتا ہو' تو اعتراض وارد ہوتا ہے - پہلے ہی مضمون میں Forcign prrts of the city کا ترجمہ ''شہر کے غیر ملکی حصے'' نہ صحیح ترجمہ ہے' اور نہ '' با محاورہ '' - ہم ذیل میں صرف چند صفحات کی طرف جناب مترجم کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں —

صفحہ ۱۵ '' بر اعظم'' یہاں Continent سے مطلب یورپ ہے —

صفحہ ۱۹ ''جب کہ وہ اس کے ساتھہ ہوتی'' اصل میں 'In Company' ہے جس کا مطلب '' اس کے ساتھہ'' نہیں' بلکہ '' سہیلیوں اور ملنے جلنے والوں کے ساتھہ '' ہے —

صفحہ ۱۹ '' چند ماہ شادی میں تاخیر ہوگئی تھی'' یہ غلطی تعجب خیز ہے' اس لئے کہ اس سے تو قصہ کا مطلب ہی خبط ہوجاتا ہے —

''He had been married many months when etc'' اس کا کہا ہوا مطلب یہ ہے کہ '' ان کی شادی ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ '' اگر شادی میں تاخیر ہوگئی

ہوتی' تو بحیثیت بیوی کے مہری کے صفات کیسے ظاہر ہوتیں —

صفحہ۲۲ "مگر اظہار حال کا وعدہ کرلیا" - غلط ترجمہ ہے "but postively" سے مطلب "قطعی انکار" ہے —

صفحہ ۲۳ "کمزور ہمدردیوں" "Fervent Symptthies" کا ترجمہ تو کہری یا جوشیلی ہمدردی ہونا چاہئے —

صفحہ ۳۲ پہلا جملہ بالکل غلط ہے' مصنف نے ظریفانہ انداز میں یہ لکھا ہے کہ مجھے اس پر تعجب ہے کہ اتنے بہت سے سر جنھوں قدرت نے "گنج" کی دولت سے مالا مال کیا ہے' الخ" —

barrenness سے صرف اہل علم افراد کے سروں کا "بالوں سے خالی ہونا" مراد ہے —

افسوس ہے کہ زیادہ طویل تبصرے کی گنجائش نہیں ہے' ورنہ اور بہت سے امور ایسے ہیں جو طبع ثانی میں قابل اصلاح ہیں' ہمارا خیال ہے کہ اگر ان مضامین کی نظر ثانی کرلی جاتی تو اچھا ہوتا' کتاب چھوٹی تقطیع پر جامعہ ملیہ پریس میں چھپی ہے' اور منیجر دارالاشاعت غازی آباد سے ۸ آنے میں مل سکتی ہے —

جذبات یاور

(تصنیف جناب مولوی مرزا محمد بہادر خیر آبادی جج و مجسٹریٹ ضلع پربھنی
قیمت دو روپے — خورشید کمپنی' چھتہ بازار' حیدرآباد دکن)

یہ مولوی مرزا محمد بہادر 'یاور' کے کلام کا مجموعہ ہے' جو چھوٹی خوب صورت تقطیع پر ۲۶۶ صفحوں کے حجم میں شایع ہوا ہے' یاور صاحب جناب مولانا نظم طباطبائی کے شاگرد ہیں' خیرآباد اودھ آپ کا وطن ہے' اور مدت سے حیدرآباد دکن میں قیام پذیر ہیں - اور بچپن ہی سے شعر و سخن کا ذوق رکھتے ہیں - ان کا دیوان جذبات یاور' علمی ادبی' اخلاقی کلام اور اکثر اصناف سخن مثلاً قصیدہ' رباعیات' سلام' قطعات' غزلیات اور جدید طرز کی نظموں' مسدس و مستزاد وغیرہ پر حاوی ہے - اکثر غزلیں بھی اخلاقی ہیں - اور کئی نظمیں بہت پاکیزہ ہیں - قصائد ایک حد تک مبالغہ' غلو وغیرہ سے پاک ہیں' کلام صاف ستھرا ہے' زبان عمدہ اور بیان سلیس ہے- اور اثر و تاثیر سے بھی خالی نہیں - اخلاقی نقطۂ نظر سے خصوصیت کے ساتھ جذبات یاور قابل قدر ہے —

ابن یمین

مؤلف- مولاناعبدالسلام صاحب ندوی- صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ لمیٹڈ کمپنی- باقی بہاؤالدین ' پنجاب - حجم ۲۲۵ صفحات - تقطیع متوسط - لکھائی' چھپائی ' کاغذ متوسط - قیمت ۱ روپیہ ۸ آنے —

ابن یمین فارسی کا اخلاقی شاعر ہے ' مگر اس کے کلام کو وہ شہرت اور مقبولیت حاصل نہیں ہوئی جو سعدی شیراز کو ہے - اگرچہ اس کا کلام ہمارے ہندوستان کی بعض یونیورسٹیوں کے کورس میں ہے - اور نہ صرف اُردو بلکہ خود فارسی میں بھی اس کے کلام کے ساتھہ زیادہ اعتنا نہیں کی گئی' نہ کوئی کتاب اس کے حالات پر لکھی گئی نہ کوئی تبصرہ اس کے کلام پر کیا گیا - اب ایران جدید کے مشہور نامور ادیب و شاعر رشید یاسمی نے ایک رسالہ شائع کیا ہے - جس میں ابن یمین کے حالات بسط و تفصیل سے لکھے - اور اس کے کلام پر مبسوط تبصرہ بھی کیا ہے - اس کا ترجمہ مفید اضافوں کے ساتھہ اُردو میں مولوی عبدالسلام صاحب نے کیا ہے - اس میں اس کے حالات زندگی ' جوانی ' کہولت' اخلاق و مذہب و شعر و شعاعری وغیرہ کو تفصیل سے دکھایا ہے - جو حضرات فارسی کا مذاق رکھتے ہیں ان کے لئے خصوصیت کے ساتھہ اس کا مطالعہ ایک دلچسپ مشغلہ ہے —

پیکر وفا

تصنیف محترمہ خاتون اکرم مرحومہ- دفتر رسالۂ عصمت دہلی- حجم ۴۸ صفحات لکھائی ' چھپائی ' کاغذ بہت عمدہ تقطیع متوسط - قیمت ۶ آنے —

خاتون اکرم صاحبہ اُردو کی انشا پرداز خاتون تھیں ' جن کے اکثر مضامین نسوانی رسائل میں چھپتے رہتے اور عام طور پر پسند کیے جاتے تھے - یہ مختصر افسانہ انہیں کے قلم کی تراوش کا نتیجہ ہے - جس میں انہوں نے دکھایا ہے کہ ظالم مرد بے زبان اور معصوم عورتوں پر کیسے کیسے ستم توڑتے ہیں - نہ صرف غیر تعلیم یافتہ' بلکہ یورپ کے تعلیم یافتہ اور مہذب لوگ بھی جو بھوی کے ہوتے مہموں کو لے آتے ہیں - ہمارے نزدیک جس کی بھوی موجود ہو وہ قانوناً کسی یورپین عورت سے شادی نہیں کر سکتا - اور حالانکہ ایسے افسانے جن میں صرف مردوں کے مظالم کا رونا رویا گیا ہو - یا تمام تر گناہ عورت کے سر تھوپا گیا ہو ' باہمی تنافر اور غلط فہمی پیدا کرنے کا

سبب بن جاتے ہوں - خاص کر ناتجربہکار اور کمسن افراد کے لئے - اور ان سے اصلاح و اخلاق کی غرض مفقود ہو جاتی ہے - قصہ دل چسپ و پر اثر ہے —

اندر سبھا

(مرتبۂ جناب نور الٰہی و محمد عمر صاحبان - دارالاشاعت پنجاب لاہور)

امانت کی اندر سبھا اُردو کی نہایت مشہور اور مقبول کتاب ہے نور الٰہی و محمد عمر صاحبان نے ' جن کا اُردو ڈرامے پر بہت بڑا احسان ہے ' اسے بہت صحت اور احتیاط سے مرتب کیا ہے - شروع میں قابل مرتبوں نے بیس صفحے کا ایک دیباچہ تحریر فرمایا ہے جس میں اس ناٹک کی خصوصیات اور محاسن سے بحث کی ہے- نیز اس کی شان نزول بھی بیان کی ہے - ان کا خیال ہے کہ یہ ناٹک واجد علی شاہ کے فرمانے پر امانت نے لکھا - اور خود " بادشاہ مع مصاحبین کے پارٹ کیا کرتے تھے " یہ بحث بہت دلچسپ ہے - اس کی تائید میں انہوں نے بہت سے دلائل اور قرائن پیش کئے ہیں ' جو قرین قیاس تو ہیں مگر ایسے نہیں کہ بے چون و چرا تسلیم کر لئے جائیں - مثلاً اس شعر کو پیش کر کے کہ :—

راجا ہوں میں قوم کا اندر میرا نام
بن پریوں کی دید کے مجھے نہیں آرام

یہ کہنا کہ اس سے اُن کے " قول کی ضمنی تائید ہوتی ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ واجد علی شاہ کے سامنے کس کا منہ تھا کہ وہ جوتیوں بھی " راجا ہوں میں قوم کا " کا کلمہ زبان پر لا سکتا کہ اس قسم کی بات کا گوارا کرنا مشرقی بادشاہوں کی فطرت کے خلاف ہے - شاہ دہلی اور نواب اودہ کے باہمی تعلقات مدنظر رکھیں تو ان الفاظ کا واجدعلی شاہ کے منہ سے نکلنا اور بھی موزوں ہوجاتا ہے " - یہ بہت دور کا قیاس ہے—

اس میں شک نہیں کے اندر سبھا اُردو ناٹکوں میں بہت قابل قدر تصنیف ہے اور اس میں امانت نے اُن دور ازکار اور بھونڈی صنعتوں سے بھی بہت کم کام لیا ہے جن سے ان کا کلام بھرا پڑا ہے- اس کی زبان بہت صاف ہے- گانے کا بھی خاص التزام رکھا ہے اور خود قصے میں بھی دلچسپی پیدا کی ہے- امانت کے کلام کے زندہ رہنے کی توقع نہیں- مگر اندر سبھا بہت دن تک زندہ رہے گی —

کتاب کے آخر میں تین چار صفحے کے حواشی بھی ہیں جن میں بعض ضروری باتیں جو شرح طلب تھیں' بیان کردی ہیں—

اسلامی لغت جلد اول

(مرتبۂ جناب مولوی سید حامد حسین صاحب رضوی - علیگ)

ہم اس کتاب کا صدق دل سے خیر مقدم کرتے ہیں' اُردو میں اپنی طرز کی یہ پہلی کتاب ہے جس میں ہر قسم کے اسلامی علوم و فنون کے مسائل و مصطلحات مذکور ہیں' اور مشاہیر اسلام کے کچھہ کچھہ تذکرے بھی کئے ہیں - دیا اچھا ہوتا اگر فاضل مصنف انسائیکلو پیڈیا آف اسلام سے بھی اس میں مدد لیتے —

مصنف نے تصریح فرمائی ہے کہ "حتی الامکان مصطلحات شرعیہ کی تشریح کی ابتدا اُنہیں اعتقادات و مسائل سے دی گئی ہے جو اہل تسنن کا معمول بہ ہیں" (دیباچہ - ص پ) لیکن اس ذیل میں ایسی باتیں بھی ہیں کہ اہل تسنن اپنے معتقدات و مسلمات میں اُن کو شامل کرنے پر کبھی آمادہ نہ ہوں گے —

مثلاً ابن عمر کے حالات میں لکھتے ہیں کہ "آپ نے حضرت علی مرتضیٰ سے' جب وہ جناب خلیفہ ہوے' بیعت نہیں کی' لیکن سنہ ۶۰ ھ میں یزید کی بیعت قبول کرلی (ص ۸) —

اس ذیل میں نہ کوئی تشریح کی ہے نہ پورا واقعہ درج ہے --

حضرت ابوبکر کے انتخاب خلافت کی نسبت لکھتے ہیں "آپ کا انتخاب ..... ایک فتنہ انگیز واقعہ تھا جو حالت اضطراب میں عمل میں آیا" —

عہد خلافت صدیقی کو "پانچ مشہور واقعات" پر منحصر رکھا ہے (۱) فدک (۲) قتل ابن نویرہ (۳) قتل مسیلمہ (۴) فتح یرموک (۵) قیام بیت المال —

پہلے واقعے کے الفاظ یہ ہیں "حضرت فاطمۃ الزہراء بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ فدک کو جو جناب سیدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کیا تھا حضرت ابوبکر سے طلب کیا' لیکن حضرت ابوبکر نے "نحن معاشر الانبیاء" والی حدیث روایت کرکے اس جائداد میں سے کچھہ بھی نہ دیا - حضرت فاطمۃ الزہراء اس حدیث کو موضوع کہتی تھیں" الخ (ص ۹) —

امام ابو حنیفہ کی نسبت دو بزرگوں کے حوالے سے "دو متضاد رائیں" بیان کی ہیں (۱) بڑے منطقی تھے (۲) فرقۂ حنفیہ یعنی امام صاحب اور اُن کے تابعین کو مرجیہ کی ایک شاخ اور غیر ناجی قرار دیتے ہیں" (ص ۱۰) —

ابو طالب کا نام (بقول بعض) عمران لکھہ کے فرماتے ہیں "اکثر مورخین و

محققین کی رائے میں قرآن مجید میں آل عمران کا اشارہ اسی پر محمول ہے اور آل عمران سے مراد کبھی آل محمد بھی ہوتے ہیں" (ص ۱۱) —

ابو ہریرہ کے متعلق ایک کتاب کے حوالے سے لکھا ہے کہ "امیر معاویہ نے ابو ہریرہ، عمرو بن عاص، مغیرہ اور عروہ بن زبیر کو جھوٹی حدیثیں وضع کرنے پر مامور کیا تھا" (ص ۱۲) —

اجماع کے بیان میں ارشاد ہوتا ہے "تاریخی لحاظ سے اجماع کی ایجاد آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات حسرت آیات کے چند گھنٹوں کے بعد ..... ہوئی جس کی رو سے حضرت ابو بکر پہلے خلیفہ مقرر ہوئے۔ گویا سیاست نے اجماع کو پیدا کیا - اور نفس الامر یہ ہے کہ سیاست ہی کی حمایت میں اجماع پھولا اور پھلا" (ص ۱۸) —

اجماع کو سیاست کی پیداوار بتا کر اب خود سیاست کی تعریف بھی سن لیجئے جو آپ نے دیباچہ میں کی ہے کہ "اسلام میں فرقہ بندی بجائے تمدن کے سیاست کے ہاتھوں عمل میں آئی اور سیاسی تلوار نے نہایت بے دریغی سے اسلام کی روح حریت و اظہار حق و امر بالمعروف کی قوت کو غارت کیا" (ص ب - پ) — الیٰ غیر ذٰلک۔

امر حق بہر حال قابل اتباع ہے، خواہ کسی مذہب والے اس کو مانیں یا نہ مانیں، لیکن افسوس ہے کہ مصنف نے جو باتیں لکھی ہیں وہ سراسر حق کے منافی ہیں اور تحقیق سے اُن کو قطعاً سروکار نہیں —

یہ تاسف اُس وقت اور بھی بڑھ جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ "اسلامی لغت" جیسی معلومات عامہ کی کتاب میں وہ باتیں درج ہیں جو تشبیہ المطاعن جیسی کتابوں کے لائق تھیں —

پہلی جلد حرف 'ت' تک ہے - دوسری جلدیں زیر ترتیب ہیں - یہ بہت بڑا کام ہے اور ایک شخص کی بساط سے باہر ہے، مگر قابل مؤلف کی ہمت قابل آفریں ہے کہ انہوں نے اِس دشوار کام کے سر انجام دینے کا بیڑا اٹھایا ہے —

نظم

جام صہبائی

(مصنفۂ جناب عبدالسمیع پال صاحب 'اثر' صہبائی' بی - اے (آنرز)
ایل- ایل- بی' تقطیع چھوٹی - حجم ۸۰ صفحے - لکھائی' چھپائی '
کاغذ عمدہ - قیمت ۸ آنے - ملنے کا پتہ: دارالتالیف' بیڈن روڈ - لاہور)

جناب اثر صہبائی سر زمین پنجاب کے نوجوان اور ہونہار شعراء میں امتیازی درجہ اور مذاق پاکیزہ رکھتے ہیں - ان کا کلام اکثر پنجاب کے رسائل میں شائع ہوتا اور پسندیدگی و دل چسپی سے پڑھا جاتا ہے - رباعیات کا ذوق خاص ہے - خیام کا زیادہ اتباع کرتے ہیں ' اور اس مجموعے میں وہی لطیف رنگ نمایاں ہے - شروع میں جناب پنڈت کیفی دہلوی کا ایک مختصر مقدمہ شامل ہے' جس میں موصوف نے کلام اثر کے محاسن شعری پر تبصرہ فرمایا ہے —

یہ رباعیاں اکثر لطیف جذبات مستی و رندی سے لبریز ہیں جو خیام کا امتیازی رنگ ہے —

مثنوی بحرالمحبت

(مصنفۂ شیخ مصحفی' مرتبۂ جناب مولوی عبدالماجد صاحب دریا آبادی-
تقطیع متوسط' لکھائی چھپائی' کاغذ متوسط؛ حجم ۸۶ صفحات -
قیمت ۸ آنے - ملنے کا پتہ : دارالمصنفین اعظم گڈھ - یو - پی)

یہ مثنوی اس سے پہلے بھی شائع ہوچکی ہے' اب دوبارہ جناب مرتب اس کو مزید نے تصحیح ضروری و مفید حواشی' مقدمہ و فرہنگ کے اضافے کے ساتھہ شائع کیا ہے - سے زیادہ مفید و دل چسپ بنا دیا ہے - اساتذۂ قدیم کے شیدایان کلام مغکواکو لطف اندوز ہوں —

یادِ وطن

(مصنفۂ جناب مولوی اعجاز حسین صاحب علوی کاکوروی، سب رجسٹرار تعلقۂ بھوکردن - ضلع اورنگ آباد (دکن) - تقطیع چھوٹی - حجم ۳۲ صفحے - لکھائی، چھپائی، کاغذ متوسط؛ قیمت درج نہیں)

یہ مختصر مثنوی جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، جناب اعجاز نے اپنے وطن عزیز کاکوری اور اس کے ممتاز مشاہیر اسلاف کی یاد میں لکھی ہے - ہر شعر سے مصنف کی اپنے وطن اور اہل وطن سے محبت کا پاک جذبہ نمایاں ہے، کلام میں روانی و مشاقی اور جوش و اخلاص پایا جاتا ہے —

تذکارِ سلف

مصنفۂ جناب مولوی ضیاء احمد صاحب ایم - اے، بدایونی - پروفیسر انٹر میڈیٹ کالج، مسلم یونیورسٹی - علی گڈھ - تقطیع چھوٹی - حجم ۳۲ صفحے - لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ؛ قیمت درج نہیں)

یہ جناب ضیا کے ۹ - ۱۰ اسلامی و تاریخی قطعات کا مجموعہ ہے جن میں عہد رسالت و خلافت وغیرہ کے کسی اخلاقی واقعے کو نہایت عمدگی سے نظم کیا ہے - مولانا شبلی مرحوم کی اس قسم کی نظمیں بہت مقبول ہوچکی ہیں یہ قطعات بھی اُسی انداز پر لکھے گئے ہیں اور اس تقلید میں جناب ضیا کو پوری کامیابی ہوئی ہے —

لطف بیان اور شاعری کے لحاظ بھی بہت خوب ہیں، لیکن اردو میں عربی اشعار کا اختلاط ہم پسند نہیں کرتے، زبان اگر سادہ ہوتی تو مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے بھی یہ مجموعہ کار آمد ہوتا —

مذہب و اخلاق

اسلام اور غلامی

(مؤلفہ جناب مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب پہلواروی - ملنے کا پتہ :
منیجر صاحب مسلم ایسوسی ایشن بک ڈپو - پہلواری شریف - پٹنہ -
حجم ۳۲ صفحات - لکھائی، چھپائی، صاف ؛ قیمت ۳ آنے)

اس چھوٹے سے رسالے میں بتایا گیا ہے کہ اگرچہ اسلام نے غلامی کی رسم کو فنا نہیں کیا، مگر غلاموں کے ساتھ نہایت رواداری و مساوات کا برتاؤ، اور عمدہ سلوک کرنے کی تاکید کی ہے - یہی وجہ ہے کہ اسلام میں بہت سے غلام بڑے بڑے مرتبوں پر فائز ہوئے - مختصراً اُن چند بزرگان دین کے نام اور حالات بھی پیش کئے گئے ہیں، جو غلام تھے، مگر اپنے کمال علم، تقویٰ، اور بزرگی کی وجہ سے اسلامی دنیا میں امتیازی شان رکھتے ہیں، اُن کی زندگیاں، اُن کے آقاؤں کی مساوات و حسن سلوک کا مرقع ہیں - بیان صاف اور پر جوش ہے —

اسلامی مساوات

(تالیف جناب مولوی حفیظ اللہ صاحب - مسلم بک ڈپو - پہلواری شریف پٹنہ
حجم ۸۴ صفحہ - قیمت ۸ آنے، لکھائی چھپائی صاف، کاغذ متوسط)

یہ رسالہ بھی مولوی حفیظ اللہ صاحب کی تالیف ہے - جس میں بتایا گیا ہے کہ اور مذاہب تو زبانی مساوات کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن حقیقی مساوات اور جمہوریت و اخوت اگر کسی مذہب میں عملی طور پر پائی جاتی ہے تو وہ صرف اسلام ہے - اس میں جناب مؤلف نے نہ صرف تاریخی نظائر ثبوت میں پیش کئے ہیں بلکہ قرآن و حدیث سے استشہاد کرکے دعاوی کو مدلل بنا دیا ہے - یہ رسالہ مقبول ہوکر دوبارہ شائع ہوا ہے اور انگریزی میں بھی اس کا ترجمہ ہوچکا ہے، اور اکثر مستند ارباب قلم نے اسے سراہا ہے - جناب مؤلف کا طرز بیان سلجھا ہوا اور معقول ہے - صرف جوش اور

عصبیت سے کام نہیں لیا گیا ہے - ایسے رسالے نہ صرف غیر اقوام بلکہ خود اپنے افراد قوم کی اصلاح اور فرقہ بندی کی لعنت دور کرنے کے لئے کثرت سے شائع کئے جائیں تو بہت مفید اثر ہوگا —

ویدوں کی بہشت

(مؤلف جناب مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی، دارالکتب اسلامیہ، احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ - لاہور - قیمت ۸ آنے - لکھائی، چھپائی، کاغذ معمولی - حجم ڈیڑھ سو صفحات)

اسلام پر آریوں کے جو اعتراضات ہوتے رہتے ہیں - اُن میں ایک اہم اعتراض وجود جنت اور اس کے نعماء پر ہے اور اس پر بڑا زور دیا جاتا ہے، جناب مؤلف نے اُن کے اس قسم کے تمام اعتراضات کا جواب خود قرآن حکیم کی آیات سے دیا ہے، اور تردید کی ہے - نیز ویدوں میں جنت کا جو کچھ ذکر مذکور ہے اُس کا مقابلہ قرآنی جنت سے کیا ہے - آخر میں خود بھی وید اور اس کی تعلیم پر چند اعتراض وارد کئے ہیں - مولوی صاحب موصوف سنسکرت کے بڑے فاضل اور جماعت احمدیہ کے مشہور مبلغ ہیں - جو خاص کر تردید آریہ کا فرض ادا کرتے ہیں - یہ کتاب اپنی قبولیت عام کی وجہ سے اب دوبارہ چھپی ہے؛ جو حضرات اس قسم کے مناظرہ اور خصوصاً تردید آریہ سے دل چسپی رکھتے ہیں، وہ خریدیں اور مطالعہ فرمائیں —

یجروید کا اُردو ترجمہ

(مترجم: جناب مولوی عبدالحق صاحب موصوف - دارالکتب اسلامیہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور - لکھائی، چھپائی، کاغذ عمدہ - حجم ۲۴۰ صفحات - قیمت ایک روپیہ چار آنے)

جناب مترجم نے یجروید کا یہ ترجمہ اگرچہ جوش تبلیغ کے لحاظ سے کیا ہے - مگر اس امر کا بھی بہت خیال رکھا ہے کہ ترجمہ ویدوں کی قدیم و جدید تفسیروں

کے موافق ہو۔ جو اب تک سنسکرت اور دوسری زبانوں میں ہو چکی ہیں۔ اس وجہ سے یہ ترجمہ مستند ہوگیا ہے' اور کئی ہندو آریہ علماء نے اس ترجمہ کی صحت و معقولیت کا اعتراف کیا ہے ' اور اسے سراہا ہے۔ شروع میں جناب مترجم نے ۱۴ صفحے کا ایک مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے جو ویدوں سے متعلق علمی معلومات سے پر ہے۔ اُس سے ہمیں یہ معلوم کرکے بڑی خوشی ہے کہ اردو زبان میں یہ پہلا ترجمہ ہے ۔ اور نیز اس سے پہلے جو ترجمے ہندوستان میں ہو چکے ہیں ۔ وہ غلطیوں اور تحریفات سے خالی نہیں ۔ یہ ترجمہ جماعت احمدیہ نے خاص اہتمام سے چھپوایا ہے' اور جا بجا دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ کی زبان صاف اور بیان سلیس ہے ۔ ہر اُردو دان آسانی سے سمجھ سکتا اور وید کی تعلیمات سے واقفیت پیدا کرسکتا ہے ۔ جو حضرات سنسکرت اور ہندی نہیں جانتے وہ اس سے استفادہ کرسکتے ہیں —

ہر صفحے کے ذیل میں مترجم صاحب نے ضروری نوٹ دے کر اور زیادہ ترجمے کو کار آمد و مفید بنادیا ہے —

متفرق

انشاے جدید

(مؤلف مولوی محمد علی خاں 'اثر' رام پوری۔ خسرو باغ روڈ' ریاست رام پور)

یہ کتاب مولوی محمد علی خاں 'اثر' رام پوری کی مفید تالیف ہے' دور جدید کی فارسی میں جناب مؤلف نے رقعات اور خطوط کا ایک ذخیرہ اس کے اندر جمع کیا ہے۔ جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کل ایران جدید کا طرز نگارش کیا ہے ۔ جدید فارسی پڑھنے اور سیکھنے والوں کے لئے یہ انشا مفید ہے ۔ شروع میں چھہ صفحوں کا ایک مقدمہ ہے جس میں انشا کی مختصر تاریخ اور موجودہ تغیرات کا تذکرہ کیا ہے ۔ اس میں خاص اہل زبان کے رقعات و مکتوبات بھی جناب مؤلف نے بہم پہونچا کر شامل کئے

ھیں۔ ایران کی مطبوعہ کتب انشا کو بھی ماخذ قرار دیا ھے، اور ایک ایرانی فاضل سے مشورہ لے کر کتاب کو مستند بنا دیا ھے، شروع میں ہر قسم کے رقعات، مراسلات کے نمونے اور اور طریقے بتائے ھیں، نیز وہ القاب بھی جو آج کل ایران میں رائج ھیں۔ آخر میں ایران کے مروجہ سکہ جات، اوزان اور پیمانے بھی لکھ دیے ھیں۔ غرض یہ چھوٹی سی کتاب ھمارے خیال میں فارسی کے نصاب میں شامل ھونے کے لائق ھے اور مسلم یونیورسٹی کے نصاب درجۂ ایف۔ اے میں شامل ھوچکی ھے۔ قیمت کہیں درج نہیں —

اُردو کے جدید رسالے

انجنیرنگ لاہور

(ایڈیٹر، ناشر و طابع سیتا رام صاحب۔ سائز رسالۂ اُردو۔ قیمت فی پرچہ ۸ آنے سالانہ ۴ روپیے۔ صفحات ۶۴۔ لکھائی، چھپائی، کاغذ معمولی)

یہ مفید رسالہ ڈاکٹر گیان چند صاحب شرما، ایم۔ ایس۔ سی، کی سرپرستی میں لاہور سے نکلا ھے۔ دنیا کی جدید صنعتوں خصوصاً مشینوں، کلوں، انجنوں، بوئلروں، اور الکٹرسٹی وغیرہ کے متعلق مفید معلومات معہ تصاویر بہم پہنچاتا ھے۔ اُن مشاھیر کے حالات بھی شائع کرتا ھے، جنھوں نے اپنی عملی مساعی سے غیر معمولی ترقیاں کی ھیں۔ نیز صنعت و حرفت کے مفید عام اور معمولی معلومات بھی ھیں۔ غرض اپنے مقاصد خاص کے لحاظ سے اردو میں یہ پہلا رسالہ ھے، ھم اس قسم کے صنعتی رسائل کو ملک کے لئے ضروری اور نیک فال خیال کرتے ھیں۔ جو نوجوانوں میں صحیح صنعتی ذوق اور فنون عملیہ کا رجحان پیدا کریں اور عام لوگوں کے بھی معلومات فنی بڑھائیں۔ اس لحاظ سے یہ رسالہ قابل قدر ھے —

دستور آصفی

(مدیر - جناب مولوی عبدالرحمن صاحب، سکریٹری انجمن اتحاد ترقی تعلیم
حیدرآباد دکن - قیمت عام سالانہ ۴ روپیے ۸ آنے - حجم تقریباً ۶۴ صفحے -
لکھائی، چھپائی، کاغذ عمدہ - سائز رسالۂ اُردو کا)

یہ رسالہ بھی حال ہی میں نکلنا شروع ہوا ہے - اس کا خاص مقصد یہ ہے کہ ملک کو دور عثمانی کی اقتصادی، فنی، آئینی، اور سادی ترقیوں سے رو شناس کرے - اور لوگوں میں ذوق صنعت و تجارت و زراعت بڑھائے - جو اس وقت ضروری ہے اس کے دو حصے ہیں - پہلے حصے میں مضامین اور دوسرے حصے میں وہ قوانین ریاست و فرامین شاہی ہیں، جن کا رفاہ عام سے لگاؤ ہے - عام دل چسپی کے خیال سے غزلیات کو بھی جگہ دے دی ہے - اعلیٰ حضرت اور عالی جناب صدر اعظم صاحب کی تصاویر بھی زیب رسالہ ہیں - اور اُن کی شان میں کچھ قصیدہ خوانی بھی - زراعت و تجارت وغیرہ کے متعلق کئی مفید مضامین ہیں، اِس قسم کے رسالے ملک کے لئے بہت مفید و ضروری ہیں - بشرطیکہ غیر متعلق زوائد سے پاک ہوں - اُمید ہے کہ دکن میں خصوصیت سے یہ رسالہ مقبول ہوگا —

طور

(ایڈیٹر : جناب مولوی جلال الدین صاحب 'اکبر' بی - اے (آنرز)
معاون ایڈیٹر: جناب نذیر احمد صاحب- ملنے کا پتہ: دفتر رسالۂ طور -
شہرانوالہ دروازہ - لاہور - قیمت سالانہ کہیں درج نہیں -
فی پرچہ ساڑھے چار آنے - حجم ۳ جزو - سائز رسالے اُردو کا)

یہ جدید ماہانہ ادبی رسالہ بھی حال ہی میں لاہور سے نکلا ہے، اور جس قسم کے ادبی و علمی رسائل آج کل اس دارالاشاعت (لاہور) سے نکل رہے ہیں - اسی طرح کا یہ بھی ہے - کوئی خاص مقصد اس کا نہیں معلوم ہوتا - مضامین اور نظمیں بھی اکثر اُنہیں نوجوان شعرا اور انشا پردازوں کی ہیں جو پنجاب کے رسالوں میں لکھتے رہتے ہیں - ہمارے سامنے طور کا یہ دوسرا نمبر ہے - سلیقے سے مرتب کیا گیا ہے - نظمیں متوسط درجے کی ہیں، ادب اور افسانے کا رنگ غالب ہے - مولانا ظفر علی خاں کا ایک سیاسی

مضمون "عراق کا شاہ شطرنج" بہت خوب و دلچسپ ہے - اور اس نمبر میں کوئی خاص عملی مضمون نظر نہیں آیا —

صوفی

(ایڈیٹر : ملک محمد اسلم خاں صاحب بی - اے (کنٹب)
پنڈی بہاء الدین پنجاب- لکھائی، چھپائی، کاغذ متوسط ہلکا-
حجم تقریباً ۵۰ صفحے - قیمت سالانہ ۲روپے)

یہ رسالہ مدت سے نکل رہا ہے اور اس نے اردو کی ادبی و علمی خدمت میں بڑا حصہ لیا ہے - اس وقت اپریل اور مئی کا مجموعی نمبر ہمارے سامنے ہے، جو ریویو کی غرض سے بھیجا گیا ہے، اس نے تدریجاً بہت ترقی کی ہے صوفی میں زیادہ تر مضامین ایسے ہوتے ہیں جن میں اسلامی تاریخی رنگ نمایاں ہو - اس نمبر میں افسانے اور نرے مضمون بھی نظر آتے ہیں - عام دل چسپی کے خیال سے شاید یہ جدید اضافہ ہے - لائق ادبی ایڈیٹر اسے مفید و دل چسپ بنانے میں پوری کوشش کر رہے ہیں- اس نمبر میں کئی مضمون اور نظمیں پاکیزہ و قابل قدر ہیں —

یادگار مولانا شرر مرحوم

تین سالانہ انعام

زبان اُردو کے محسن مولانا عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم کی یادگار میں جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم پروفیسر جامعۂ عثمانیہ، جناب مولوی عبدالحق صاحب بی-اے، سکرٹری انجمن ترقی اُردو، اور جناب مولوی سید ہاشمی صاحب رکن دارالترجمہ نے حسب ذیل تین سالانہ انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے—

(۱) "عطائے سلیم"

رسالۂ اُردو اورنگ آباد کے سال بھر کے مضامین نثر میں جو مضمون ہر اعتبار سے بہترین اور ادب اُردو کے لئے سب سے مفید ہوگا، اس کے لکھنے والے کی خدمت میں جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم کی طرف سے مبلغ ۲۰۰ روپیہ کلدار پیش کیا جائے گا۔

(۲) "عطائے عبدالحق"

رسالۂ اُردو کے سال بھر کے مضامین نثر میں دوسرے درجے کے سب سے اچھے مضمون پر ۱۲۵ روپیہ کلدار کا انعام جناب مولوی عبدالحق صاحب بی - اے، عطا فرمائیں گے —

(۳) "عطیۂ ہاشمی"

کے نام سے تیسرا انعام ۱۰۰ روپیہ کلدار کا، مولوی سید ہاشمی صاحب اُن صاحب کی نذر کریں گے جن کی نظم رسالۂ اُردو کے سال بھر کی نظموں میں سب سے اچھی اور اعلیٰ درجے کی ہوگی—

ہر سال کے اخیر مہینے میں جو حضرات اہل سمجھے جائیں گے اُن کی خدمت میں رقم ارسال کر کے رسالے میں اس کا اعلان ہوتا رہے گا - انعام کی اہلیت کا فیصلہ صرف معطیان کی متفقہ رائے پر منحصر ہوگا —

المعـــ

مدیر رسالۂ اُردو اورنگ آباد دکن

رسالہ "ھمایوں" لاھور

ھمایوں پنجاب کا سب سے زیادہ موقر اور غالباً سب سے کثیر الاشاعت رسالہ ھے جو سات سال سے ملک کی شاندار علمی و ادبی خدمات انجام دے رھا ھے - ھمایوں کی عنان ادارت نہایت قابل ھاتھوں میں ھے - اس کے بلند پایہ علمی ادبی اور تاریخی مضامین دلچسپ و دلکش افسانے اور گراں پایہ نظمیں بے نظیر ھوتی ھیں - ھمایوں میں آپ بیک وقت ملک کے تمام نئے اور پرانے انشا پردازوں کی تحریروں سے لطف اندوز ھوسکتے ھیں - محض ادب کے زیر عنوان اُردو کے علاوہ انگریزی ' ھندی ' بنگالی ' گجراتی ' مرھٹی وغیرہ دیگر زبانوں کے مشہور رسائل سے دلچسپ اقتباسات ھر مہینے شائع کئے جاتے ھیں - اِس لحاظ سے ھمایوں کے خریدار تمام دوسرے رسالوں کے بہترین مضامین سے بھی لطف اندوز ھو سکتے ھیں - یہ رسالہ آنریبل جسٹس میاں محمد شاہ دین صاحب ھمایوں سابق چیف جج پنجاب ھائی کورٹ کی یادگار ھے - ھمایوں ایک مستقل سرمایہ سے جاری کیا گیا ھے اور بفضلہ تعالیٰ جاری رھیگا - یہ رسالہ وقت اشاعت کی پابندی میں ضرب المثل ھے - اس کے ظاھری و باطنی محاسن پر دل کھول کر روپیہ صرف کیا جاتا ھے - ھمایوں کے ھر پرچے میں دلکش اور نایاب تصاویر شائع ھوتی ھیں - اس کا کاغذ لکھائی اور چھپائی نہایت نفیس ھے - چندہ سالانہ پانچ روپیہ چھ آنہ معہ محصول ڈاک - ششماھی تین روپیہ تین آنہ معہ محصول ڈاک --

الہ ـــ

Manager رسالہ ھمایوں ' ۲۳ - لارنس روڈ لاھور

انجمن کے مطبوعات

ہماری شاعری

مولوی سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب، ایم۔ اے پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی نے رسالۂ اُردو میں اُردو شاعری پر ایک مضمون تحریر فرمایا تھا جو عام طور پر بہت پسند کیا گیا تھا اب رضوی صاحب نے اس میں بہت کچھ اضافہ کرکے کتابی صورت میں کردیا ہے۔ اور انجمن ترقی اردو نے اُسے نہایت عمدہ طور پر پوری کتاب دو رنگوں میں (لیتھو میں) طبع کرائی ہے۔ اور پورے کپڑے کی خوشنما جلد ہے۔ حجم دو سو صفحے قیمت دو روپیہ —

کلیات ولی

ولی دکنی کے نام سے کون اُردو داں واقف نہ ہوگا۔ اسے اُردو شاعری کا باوا آدم کہتے ہیں۔ اور یہی گویا ہماری قدیم شاعری کا قدیم اور ممتاز ترین علم بردار ہے۔ اور اس کا کلام اس زمانے کی زبان اور شاعری کا بہترین اور کامل مرقع ہے —

یہ کلیات جناب احسن صاحب مارہروی نے نہایت محنت، کاوش اور قابلیت سے مرتب کیا ہے۔ اور انجمن ترقی اردو کے جدید ترین مطبوعات میں ہے۔ اب تک ولی کے جو دیوان کہیں کہیں چھپے اور ملتے ہیں۔ اکثر غلط اور نا مکمل ہیں۔ یہ کلیات ۱۷-۱۸ قدیم، قلمی، نایاب نسخوں سے مقابلہ اور صحیح کرکے کئی سال کی لگاتار محنت و کاوش سے مرتب کیا گیا ہے —

اس قادرالکلام اُستاد کا کلام اور کلیات تقریباً تمام اصناف سخن پر حاوی ہے، اور تقریباً چار سو صفحوں پر پھیلا ہوا ہے۔ شروع میں مرتب صاحب کا ایک بسیط اور قابل قدر مقدمہ ہے جس میں موصوف نے صاحب دیوان کے حالات و سوانح نہایت تحقیق اور کمال محنت و جانفشانی سے فراہم کرکے جمع کئے ہیں اور کلام پر تبصرہ فرمایا ہے۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ اردو کی دنیائے شاعری میں ولی کا کیا مرتبہ ہے —

کلیات کے آخر میں ایک بسیط فرہنگ ہے جس میں ان تمام قدیم، متروک، اجنبی، ہندی دکنی الفاظ کا حل ہے جو کلام ولی میں جا بجا آئے ہیں۔ آخر میں پونے دو سو صفحے کا ایک ضمیمہ اختلاف نسخ ہے جو نہایت محنت و عرق ریزی سے مرتب کیا گیا ہے اس میں تمام نسخوں سے مقابلہ کرنے پر جو جو اختلاف نظر آیا ہے، دیوان کی

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

ہر غزل کے نمبر کا حوالہ دے کر بتادیا ہے۔ یہ نسخہ ارباب فن و تحقیق کے لئے خاص طور سے قدر کی چیز ہے۔ اور کئی ماہ کی مسلسل محنت کے بعد تیار ہوا ہے ان تمام خوبیوں کے علاوہ انجمن نے اپنے مشہور عمدہ ٹائپ میں مضبوط سفید چکنے کاغذ پر طبع کیا ہے' قابل دید اور اس لائق ہے کہ ہر لائبریری اور قدر دانان اردو کے ہر کتب خانے میں اس کا ایک ایک نسخہ موجود رہے۔ حجم تقریباً آٹھ سو صفحات - قیمت مجلد ۵ روپے غیر مجلد ۴ روپے —

مثنوی خواب و خیال

حضرت میر درد دہلوی (رح) کے چھوٹے بھائی میر اثر کی یہ لاجواب مثنوی مدت سے نایاب تھی' بہت کوششوں کے بعد بھی پتہ نہ چلتا تھا' اُردو کی خوش نصیبی سے انجمن ترقی اردو کو دستیاب ہوگئی' اور اب خاص اہتمام کے ساتھہ عمدہ اردو ٹائپ میں اعلیٰ درجے کے کاغذ پر' طبع کی گئی ہے' جس پر انجمن کے فاضل معتمد جناب مولوی عبدالحق صاحب نے ایک زبردست ناقدانہ مقدمہ تحریر فرماکر اس نایاب مثنوی کے خصوصیات اور محاسن کو نمایاں کیا ہے - یہ نادر مثنوی آج تک ناپید تھی' تذکروں میں کہیں کہیں اس کا ذکر آجاتا ہے حضرت میر درد کے اشعار اور کلام کے علاوہ اس میں مصنف کی غزلیں بھی جا بجا آئی ہیں' جو قابل دید اور نہایت لطیف و پاکیزہ ہیں - مثنوی اُردو میں ایک قابل قدر اضافہ اور انجمن کی طرف سے قدردانان اُردو کی خدمت میں اس سال کا جدید علمی ہدیہ ہے جلد بھی مضبوط عمدہ اور جدید طرز کی بنوائی گئی ہے - حجم دو سو صفحے سے زاید' قیمت مجلد ڈیڑھ روپیہ —

انتخاب کلام میر

ملک الشعرا میر تقی میر کے نام اور کلام سے کون قدردان اُردو واقف نہیں' یہ اُنہیں کے کلام کا بہترین انتخاب ہے۔ جو جناب مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اُردو نے کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سارے کلیات کا عطر کھینچ لیا ہے' یہ انتخاب ملک میں بہت مقبول ہو چکا ہے اور کئی یونیورسٹیوں نے اپنے نصاب تعلیم میں شامل کر لیا ہے —

مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اب تیسری بار انجمن ترقی اُردو پریس نے اپنے مشہور' نفیس' ٹائپ میں چھاپ کر شائع کیا ہے۔ کاغذ چکنا' نہایت عمدہ' حجم دو سو صفحات سے زیادہ' جلد نفیس اور مضبوط - شروع میں فاضل مرتب کا نہایت زبردست فاضلانہ و ناقدانہ اور دلچسپ مقدمہ ہے' قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنے —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں -

قواعد اردو

یہ کتاب جناب سکریٹری انجمن ترقی اُردو کی بیش بہا تالیف ہے ، اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ زبان اُردو کے قواعد پر اب تک اس سے بہتر ، سہل ، جامع کتاب تصنیف نہیں ہوئی ہے - ملک میں بیحد پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی اور نہایت مقبول ہوی - جامعہ عثمانیہ کے نصاب ایف اے میں داخل ہے - اب جناب مؤلف و مرتب کی بیحد کاوش اور غور سے نظر ثانی ، ترمیم و اضافہ کے بعد دو بارہ چھاپی گئی ہے ، شروع میں اُردو زبان اور اس کے ادب پر لا جواب بسیط مقدمہ بجاے خود قابل دید ہے انجمن نے اپنے پریس میں ، عمدہ ٹائپ میں چھپوائی ہے ، کاغذ بہت عمدہ جلد نہایت نفیس اور مضبوط ، قیمت مجلد دو روپے آٹھہ آنے

جاپان اور اس کا تعلیمی نظم و نسق

سرکار نظام نے نواب مسعود جنگ بہادر ناظم تعلیمات ممالک محروسۂ سرکار عالی کو جاپان کے تعلیمی نظام کے مطالعہ اور تحقیق کے لئے بھیجا تھا - نواب صاحب موصوف نے وہاں رہ کر اس عجیب و غریب ملک کے حالات اور خاص کر تعلیمی نظم و نسق کو نہایت غور اور تحقیق سے مطالعہ فرمایا - کتاب کے ابتدائی حصے میں جاپان کی تاریخ اور اس کی ترقی کے اسباب پر نہایت دلچسپ اور فاضلانہ بحث کی ہے - جو ہمارے اہل وطن کے لئے بہت سبق آموز ہے - اردو میں یہ پہلی کتاب ہے جو جاپان پر اس طرز میں لکھی گئی ہے - ہر محب وطن کا فرض ہے کہ اس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھے - جو علاوہ دلچسپ ہونے کے پر از معلومات ہے - خاص کر ان لوگوں کے لئے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے جو ملک کی تعلیم سے تعلق رکھتے ہیں (حجم ۴۸۲ صفحہ) قیمت فی جلد مجلد ۳ روپیہ —

سرگذشت حیات (یا) آپ بیتی

اس کتاب میں حیات کے آغاز اور اس کے نشو و نما کی داستان نہایت دلچسپ طرز پر بہت ہی سلیس زبان میں بیان کی گئی ہے - حیات کی ابتدائی حالت سے لیکر اس کا ارتقا انسان تک پہنچایا گیا ہے اور تمام تاریخی مدارج کو اس سہل طریقے سے بتایا گیا ہے کہ ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی سمجھ سکے اور اگرچہ جدید سے جدید علمی تحقیقات بھی اس میں آگئی ہے مگر بیان کی سلاست میں فرق نہیں آیا - یہ کتاب جدید معلومات سے لبریز ہے اور ہر شخص کو اس کا مطالعہ کرنا لازم ہے (حجم ۳۰۰ صفحہ) قیمت فی جلد مجلد ۲ روپیہ ۸ آنے —

نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

تذکرۂ شعرائے اردو

مولفۂ میر حسن دھلوی - میر حسن کے نام سے کون واقف نہیں - اُن کی مثنوی بدر منیر کو جو قبول عام نصیب ہوا شاید ہی اُردو کی کسی کتاب کو نصیب ہوا ہو - یہ تذکرہ اسی مقبول اور نامور استاد کی تالیف ہے - یہ کتاب بالکل نایاب تھی بڑی کوشش سے بہم پہنچا کر طبع کی گئی ہے - میر صاحب کا نام اس تذکرہ کی کافی شہادت ہے - اس پر مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی نے ایک بسیط نقادانہ اور عالمانہ تبصرہ لکھا ہے جو قابل پڑھنے کے ہے - قیمت فی جلد مجلد ایک روپیہ ۱۴ آنہ غیرمجلد ایک روپیہ ۶ آنہ —

تاریخ تمدن

سرتامس بکل کی شہرۂ آفاق کتاب کا ترجمہ ہے - الف سے (ی) تک تمدن کے ہر مسئلہ پر کمال جامعیت سے بحث کی گئی ہے اور ہر اصول کی تائید میں تاریخی اسناد سے کام لیا گیا ہے اس کے مطالعہ سے معلومات میں انقلاب اور ذہن میں وسعت پیدا ہوتی ہے - حصۂ اول غیر مجلد ایک روپیہ ۸ آنہ - مجلد دو روپیہ - حصۂ دوم مجلد دو روپیہ —

مقدمات الطبیعات

یہ ترجمہ ہے مگر انگلستان کے مشہور سائنس داں حکیم ہکسلے کی کتاب کا جس کا نام کتاب کی کافی ضمانت ہے - اس میں بظاہر فطرت کی بحث درج ہے لیکن کتاب علم و فضل کا مرقع ہے - قیمت غیر مجلد ۲ - روپیہ مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ —

القول الاظہر

امام ابن مسکویہ کی معرکۃالآرا تصنیف (فوزالاصغر) کا اُردو ترجمہ ہے - یہ کتاب فلسفۂ الہیین کے اصول پر لکھی گئی ہے اور مذہب اسلام پر انہیں اصول کو منطبق کیا گیا ہے - قیمت غیر مجلد ۸ آنہ - مجلد ایک روپیہ —

القمر

قوانین حرکت و سکون اور نظام شمسی کی صراحت کے بعد چاند کے متعلق جو

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

جدید انکشافات ہوے ہیں ' ان سب کو جمع کردیا ہے - طرز بیان دلچسپ اور کتاب ایک نعمت ہے - قیمت غیر مجلد ۱۰ آنہ - مجلد ایک روپیہ —

فلسفۂ تعلیم

ہربرٹ اسپنسر کی مشہور تصنیف اور مسئلۂ تعلیم کی آخری کتاب ہے - غور و فکر کا بہترین کار نامہ - والدین و معلم کے لئے چراغ ہدایت ہے - تربیت کے قوانین کو اس قدر صحت کے ساتھہ مرتب کیا ہے کہ کتاب الہامی معلوم ہوتی ہے - اس کا نہ پڑھنا گناہ ہے - قیمت مجلد ۲ روپیہ - غیر مجلد ایک روپیہ ۱۲ آنہ —

دریاے لطافت

ہندوستان کے مشہور سخن سنج مہر انشاءاللہ خاں کی تصنیف ہے - اُردو صرف و نحو اور محاورات اور الفاظ کی پہلی کتاب ہے اس میں زبان کے متعلق بعض عجیب و غریب نکات درج ہیں - قیمت غیر مجلد ایک روپیہ ۸ آنہ - مجلد ۲ روپیہ —

طبقات الارض

اس فن کی پہلی کتاب ہے - ۳۰۰ صفحوں میں تقریباً جملہ مسائل قلم بند کئے ہیں - کتاب کے آخر میں انگریزی مصطلحات اور ان کے مرادفات کی فہرست بھی منسلک ہے - قیمت غیر مجلد ۲ روپیہ - مجلد دو روپیہ ۸ آنہ —

مشاہیر یونان و روما

ترجمہ ہے - سیرت نگاری اور انشا پردازی میں اصل کتاب کا مرتبہ دو ہزار برس سے آج تک مسلم الثبوت چلا آتا ہے - ادیبان عالم بلکہ شکسپیر تک نے اس چشمہ سے فیض حاصل کیا ہے - وطن پرستی اور بے نفسی عزم و جواں مردی کی مثالوں سے اس کا ہر ایک صفحہ معمور ہے - قیمت جلد اول غیر مجلد ۳ روپیہ - مجلد ۴ روپیہ جلد دوم مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ —

اسباق النحو

ملک کے ادیب کامل مولانا حمیدالدین صاحب بی - اے کی تالیف ہے - اختصار کے باوجود عربی صرف و نحو کا ہر ایک ضروری مسئلہ درج ہے - قیمت حصۂ اول غیر مجلد ۶ آنہ - حصۂ دوم مجلد ۴ آنہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

علم المعیشت

اس کتاب کی تصنیف سے پروفیسر محمد الیاس صاحب برنی ایم - اے نے ملک پر بہت بڑا احسان کیا ہے- معیشت پر یہ کتاب جامع و مانع ہے - مبہم و مشکل مسائل کو پانی کردیا ہے اس کے اکثر باب نہایت عجیب و غریب ہیں - اشتراکیت کا باب قابل دید ہے حجم ۸۸۵ صفحے قیمت مجلد ۵ روپیہ آٹھ آنے —

تاریخ یونان

یہ کتاب مطالب کے لحاظ سے مستند کتابوں کا خلاصہ ہے اور زبان کے لحاظ سے سلاست و شگفتگی کا نمونہ - اس کا نقطۂ خیال خالصاً ہندوستانی ہے- ایف اے کلاس کے طلبا جو یونان قدیم کی تاریخ سے گھبراتے ہیں' اس کتاب کو انتہا درجہ مفید پائیں گے- قیمت مجلد ۲ روپیہ —

رسالۂ نباتات

اس موضوع کا پہلا رسالہ ہے- علمی اصطلاحات سے معرا - طلباء نباتات جس مسئلہ کو انگریزی میں نہ سمجھ سکیں وہ اس رسالہ میں مطالعہ کریں- قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنے —

دیباچۂ صحت

اس کتاب میں مطالبات صحت پر مثلاً (ہوا ' پانی' غذا' لباس' مکان وغیرہ) مبسوط اور دلچسپ بحث کی گئی ہے- زبان عام فہم اور پیرایہ موثر و دلپذیر ہے ملک کی بہترین تصنیف ہے - اس کا مطالعہ کئی ہزار نسخوں سے زیادہ قیمتی ثابت ہوگا - حجم ایک ہزار صفحے- قیمت مجلد چار روپیہ —

نکات الشعراء

یہ اردو کا تذکرہ استادالشعرا میر تقی مرحوم کی تالیفات سے ہے - اس میں بعض ایسے شعرا کے حالات بھی ملیں گے جو عام طور پر معروف نہیں - نیز میر صاحب کی رائیں اور زبان کے بعض بعض نکات پڑھنے کے قابل ہیں- مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی صدرالصدور امور مذہبی سرکار عالی نے اس پر ایک ناقدانہ اور دلچسپ مقدمہ لکھا ہے- قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں -

فلسفۂ جذبات

کتاب کا مصنف ہندوستان کا مشہور نفسی ہے۔ جذبات کے علاوہ نفس کی ہر ایک کیفیت پر نہایت لیاقت اور زبان آوری کے ساتھہ بحث کی گئی ہے۔ متعلمان نفسیات اسے مفید پائیں گے قیمت مجلد دو روپیہ آٹھہ آنہ۔ غیر مجلد دو روپیہ —

وضع اصطلاحات

یہ کتاب ملک کے نامور انشا پرداز اور عالم مولوی وحیدالدین سلیم (پروفیسر عثمانیہ کالج) نے سالہا سال کے غور و فکر اور مطالعے کے بعد تالیف کی ہے بقول فاضل مولف "یہ بالکل نیا موضوع ہے۔ میرے علم میں شاید کوئی ایسی کتاب نہ آج تک یورپ کی کسی زبان میں لکھی گئی ہے نہ ایشیا کی کسی زبان میں" اس میں وضع اصطلاحات کے ہر پہلو پر تفصیل کے ساتھہ بحث کی گئی ہے اور اس کے اصول قایم کئے گئے ہیں۔ مخالف و موافق رایوں کی تنقید کی گئی ہے اور زبان کی ساخت اور اس کے عناصر ترکیبی، مفرد و مرکب اصطلاحات کے طریقے۔ سابقوں اور لاحقوں۔ اردو مصادر اور ان کے مشتقات۔ غرض سیکڑوں دلچسپ اور علمی بحثیں زبان کے متعلق آگئی ہیں۔ اُردو میں بعض اور بھی ایسی کتابیں ہیں جن کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ زبان میں ان کی نظیر نہیں۔ لیکن اس کتاب نے زبان کی جڑیں مضبوط کردی ہیں۔ اور ہمارے حوصلے بلند کردیے ہیں۔ اس سے پہلے ہم اردو کو علمی زبان کہتے ہوے جھجکتے اور اس کی آئندہ ترقی کے متعلق دعوی کرتے ہوے ہچکچاتے تھے۔ مگر اس کتاب کے ہوتے یہ اندیشہ نہیں رہا۔ اس نے حقیقت کا ایک نیا باب ہماری آنکھوں کے سامنے کھول دیا ہے۔ تعداد صفحات ۳۰۵۔ قیمت مجلد تین روپیہ ۱۲ آنہ —

محاسن کلام غالب

ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم کا معرکۃالآرا مضمون ہے۔ اُردو زبان میں یہ پہلی تحریر ہے۔ جو اس شان کی لکھی گئی ہے۔ یہ مضمون اردو کے پہلے نمبر میں طبع ہوا تھا۔ صاحب نظر قدر دانوں کے اصرار سے الگ بھی طبع کیا گیا ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ۔ غیر مجلد ۸ آنہ —

ملل قدیمہ

ایک فرانسیسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اس میں بعض قدیم اقوام، سلطنت کلدانی، آشوری، بابل۔ بنی اسرائیل و فنیقیہ کی معاشرت۔ عقائد۔ اور صنعت و حرفت وغیرہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

کے حالات دلچسپی اور خوبی کے ساتھہ دیے ہیں - اُردو میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس سے اُن قدیم اقوام کے حالات صحیح طور سے معلوم ہوسکیں اس لئے انجمن نے اِسے خاص طور پر طبع کرایا ہے - حالات کی وضاحت کے لئے جابجا تصویریں دی گئی ہیں - صفحہ ۲۸۴ قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنے —

بجلی کے کرشمے

یہ کتاب مولوی محمد معشوق حسین خانصاحب بی ' اے - نے مختلف انگریزی کتابوں کے مطالعہ کے بعد لکھی ہے - برقیات پر یہ ابتدائی کتاب ہے اور سہل زبان میں لکھی ہے - ہمارے بہت سے ہم وطن یہ نہیں جانتے کہ بجلی کیا چیز ہے' کہاں سے آتی ہے' کیا کام آسکتی ہے - یہ کتاب ان تمام معلومات کو بتاتی ہے - لڑکے لڑکیوں کے لئے بھی مفید ہے - قیمت ایک روپیہ بارہ آنے —

البیرونی

مصنفۂ مسٹر سید حسن برنی بی' اے - اس کتاب میں علامۂ ابوریحان بیرونی کے سوانحی حالات ہیں اور ان کی مشہور و معروف تصنیف کتاب الہند اور دیگر تصانیف پر تفصیل کے ساتھہ تبصرہ کیا گیا ہے - یہ کتاب انجمن ترقی اُردو میں باقی نہیں رہی تھی مگر اب اس کی چند جلدیں آگئی ہیں جن اصحاب کے پاس نہ ہو جلد طلب فرما لیں قیمت فی جلد مجلد دو روپیہ - غیر مجلد ڈیڑھ روپیہ —

تاریخ ہند

ہندوستان کی یہ تاریخ مولوی سید ہاشمی صاحب فریدآبادی نے محکمۂ تعلیمات سرکار نظام کی فرمایش پر لکھی ہے اور مڈل اسکولوں میں پڑھائی جاتی ہے اس وقت تک کوئی اور مختصر تاریخ ہند اس نقطۂ نظر اور ایسی خوبی سے نہیں لکھی گئی ہے- تعلیمی حلقوں کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اسے بہت پسند کیا ہے - چھوٹے سائز کے ۲۸۴ صفحہ - قیمت ایک روپیہ ایک آنہ —

لغت اصطلاحات علمیہ

جملہ اہم علوم کی اصطلاحوں کا ترجمہ ' جس میں حسب ذیل علوم داخل ہیں:-
Astronomy, Botany, Economics. History, (Constitutional, Greece

---

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

England etc, Logic, Algebra, Conics, Solid Geometry, Trigonometry, Differential Equations, Statics, Metaphysics, Psychology, Physics, Political Science, Archaeology, Biology .

کئی سال کی مسلسل محنت اور مختلف ماہرین فن و ماہرین لسان کی کاوش و کوشش کا نتیجہ ہے - مصنفین ' مترجمین اور معلمین کے لئے نا گزیر ہے —

حجم ۵۳۸ صفحہ - قیمت مجلد چھہ روپے—

یہ بیش بہا کتابیں بھی انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن سے مل سکتی ہیں

دیوان غالب جدید و قدیم

یہ وہ نایاب کلام ہے جس کی اشاعت کا اہل ملک کو بے حد انتظار تھا - اس میں مرزا غالب کا قدیم و جدید تمام کلام موجود ہے - مرزا صاحب کا قدیم کلام ملنے کی کسے توقع تھی - یہ محض حسن اتفاق تھا کہ ہاتھہ آگیا اور اب ریاست بھوپال کی سرپرستی میں چھپ کر شائع ہوا ہے - مع مقدمہ ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم مجلد ۵ روپیہ غیر مجلد ۴ روپیہ (بلا مقدمہ مجلد ۳ روپیہ ۸ آنہ - غیر مجلد دو روپیہ ۸ آنہ) —

حقیقت اسلام

یہ کتاب جناب نواب سر امین جنگ بہادر ' کے ' سی ' آئی ' ای ' سی ' ایس ' آئی ' ایم ' اے ' بی ' ایل ' ایف ' آر ' ایس ' چیف سکریٹری گورنمنٹ نظام و صدرالمہام پیشی کی بے نظیر تصنیف نرت آن اسلام کا با محاورہ اور سلیس ترجمہ ہے - اس کتاب میں مصنف نے نہایت خوبی کے ساتھہ موجودہ خیالات سائنس سے اسلام کی تطبیق اور اس کی صداقت کا بیان کیا ہے - فاضل مصنف نے ان تمام مشکل مسائل کی حقیقت کو جن میں اکثر تعلیم یافتہ جوانوں یا غیر مسلموں کو شبہات واقع ہوتے ہیں ' زمانۂ حال کے ترقی یافتہ خیالات کی روشنی میں نہایت دلاویز طریقے اور حکیمانہ استدلال سے بیان کیا ہے - جس سے مصنف ممدوح کے وسیع مطالعہ ' فلسفیانہ طبیعت اور غور و خوض کا پتہ ملتا ہے —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

کتاب بہت عمدہ کاغذ پر مجلد چھپی ہے۔ انجمن سے بارہ آنہ میں مل سکتی ہے

ترجمان ہند

مصنفۂ ڈاکٹر گستاؤ لی‌بان مترجمہ مولوی سید علی صاحب بلگرامی مرحوم۔ کس کتاب سے کون واقف نہیں! ہر جگہ اس کے شائق موجود تھے مگر کہیں نہ ملتی تھی۔ اب اس کی چند جلدیں انجمن ترقی اُردو میں آگئی ہیں۔ اور بہت کم قیمت پر پیش کی جا رہی ہیں۔ جلد ملگوا لیجئے ورنہ اس کتاب کا دوبارہ چھپنا مشکل ہے۔ قیمت کی جلد مجلد پندرہ روپیہ —

تاریخ زوال روما

یہ گبن کی مشہور تاریخ کے ابتدائی (۷) ابواب کا ترجمہ ہے۔ اصل کتاب اپنی خوبیوں کے اعتبار سے محتاج تعریف نہیں۔ قیمت فی جلد غیر مجلد سوا روپیہ —

تاریخ عرب

مصنفۂ موسیو سدیو فرانسیسی۔ عربوں کے متعلق یہ کتاب ان تمام تاریخوں کا نچوڑ ہے جو یورپ و ایشیا کے کتاب خانوں کی زینت ہیں۔ مسلمانوں کی ترقیوں اور یورپ کے کمالات کا آئینہ ہے۔ ساتھ ہی یورپ کے کذب و افترا کا بہترین جواب۔ قیمت مجلد چ‌ـی ۷ روپیہ ۸ آنہ، مجلد پارچہ ۵ روپیہ —

بانگ درا (مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر سر محمد اقبال کے کلام کا مجموعہ مع دیباچہ شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر ایٹ لا مخزن لاہور قیمت غیر مجلد ۲ روپیہ —

یادگار غالب

یعنی مرزا اسدالله غالب دہلوی کے مفصل حالات زندگی اور ان کے اقسام نظم و نثر، اُردو فارسی پر تفصیلی ریویو اور انتخاب۔ مولفۂ شمس‌العلما مولانا الطاف حسین صاحب حالی مرحوم۔ قیمت مجلد ۳ روپیہ —

شعر و شاعری

شمس‌العلما خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کے اُردو دیوان کا لاجواب مقدمہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکہ انگریزی میں ہیں —

جس میں شعر و شاعری پر نقادانہ بحث کی گئی ہے - تنقید ہی حیثیت سے اُردو زبان میں اب تک ایسا مضمون نہیں لکھا گیا ہے - قیمت مجلد ۲ روپیہ غیر مجلد سوا روپیہ -!

موازنۂ انیس و دبیر

میر انیس کی شاعری پر تفصیلی ریویو اور میر انیس و مرزا دبیر کا موازنہ - مؤلفہ مولانا شبلی نعمانی قیمت فی جلد مجلد چار روپیہ - غیر مجلد تین روپیہ —

وکرم اُروسی

کالیداس کے مشہور ناٹک کا اُردو ترجمہ مع ایک بسیط مقدمہ کے جس میں ہندو ڈرامہ کی تاریخ اور نوعیت پر مفصل بحث کی گئی ہے - مرتبۂ مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی - اے مرحوم - قیمت مجلد دو روپیہ - غیر مجلد ڈیڑھ روپیہ —

خطوط شبلی

علامہ شبلی مرحوم کے یہ وہ لاجواب اور نادر خطوط ہیں جو موصوف نے بمبئی کی مشہور تعلیم یافتہ خواتین عطیہ بیگم صاحبہ فیضی ' زہرا بیگم صاحبہ فیضی کے نام وقتاً فوقتاً کمال اخلاص ' محبت اور انداز خاص کے ساتھ لکھے تھے - یہ جواہر پارے اُردو میں مرلانا کے کمال انشا پرداز کی نایاب یادگار ہیں - طرز نگارش اس قدر لطیف اور پاکیزہ ہے کہ شروع کر کے ختم کئے بغیر کتاب کو چھوڑنا دشوار ہے - شروع میں جناب مولوی عبدالحق صاحب ' بی - اے معتمد انجمن ترقی اُردو کا ایک نہایت لطیف و سخن گسترانہ مقدمہ بھی شامل ہے - جس نے ان خطوط کے جذبات - اخلاص و محبت اور نکات ادبی کو بے نقاب کردیا ہے - مرتبۂ محمد امین صاحب مارہروی و جناب قیصر بھوپالی - قیمت ایک روپیہ —

دیوان غالب مطبوعہ جرمنی

غالب کے کلام کی قدر اور جو مالک ہے ' ہر صاحب ذوق جانتا ہے ' اُس کے دیوان کا ایک اڈیشن نفاست پسند طبایع کے لئے جرمنی کے مشہور کاویانی پریس میں جامعۂ ملیہ نے چھپوایا تھا جو ہاتھوں ہاتھ نکل گیا - دوسری بار پھر اسی اہتمام و نفاست سے طبع ہوا ہے - ٹائپ ' کاغذ ' چھپائی ' جلد ' سائز ' ہر چیز دیدہ زیب و دلفریب ہے - قیمت چار روپیہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

محشر خیال

یہ سید سجاد انصاری مرحوم وکیل بارہ بنکی کے چند دلکش ادبی و اصلاحی مضامین اور نظموں کا مجموعہ ہے جو شرکت ادبیہ دہلی نے خاص اہتمام سے چھپوایا ہے - سجاد انصاری صاحب خوش فکر و خوش گفتار ادیب تھے ' اُن کے مضامین خاص قدرت و ادبیت اور کلام میں خاص کیف اور بلند خیالی و جذبات نگاری ہوتی ہے - یہ مجموعہ مرحوم کی جوانمرگی کی یاد گار ہے ' جس کو سید منظور حسین صاحب نے مرتب کیا ہے - لکھائی چھپائی بہت پاکیزہ ' سائز مختصر ' جلد نہایت نفیس ' اوپر سنہری حروف میں کتاب کا نام بھی لکھا ہے ' قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ —

چمن

یہ نہایت چھوٹا سا حسین و جمیل مجموعہ اساتذہ اردو کے پاکیزہ کلام کا انتخاب ہے - کارڈ سائز پر نہایت اعلیٰ طباعت و کتابت کے ساتھ عید کے موقعہ پر دوست احباب کو پیش کرنے کے لئے بہترین ادبی تحفہ ہے - قیمت ۵ آنہ —

اردوے قدیم

مجلس دارالمورخین حیدرآباد کی یہ پہلی کتاب ہے جس میں اردو اور اُس کے نظم و نثر کی مفصل تاریخ اور عہد بعہد کی ترقیوں کا تذکرہ ہے ابتدائی زمانے سے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد آخر تک شعراء اور مصنفین اُردو کے صحیح حالات تحریر ہیں ' جسے مشہور مورخ مولوی شمس اللہ قادری ماہر علوم آثار قدیمہ نے عربی ' فارسی اُردو ' انگریزی ' فرانسیسی ' جرمنی وغیرہ زبانوں کی مشہور و مستند کتابوں سے مرتب و تالیف کیا ہے - قابل دید ہے - قیمت قسم اول دو روپیہ قسم دوم ایک روپیہ آٹھ آنہ -

معراج العاشقین

یہ کتاب بھی مجلس مذکور کے مطبوعات میں ہے اور حضرت مخدوم ابوالفتاح عمادالدین سید محمد حسینی گیسو دراز بندہ نواز (رح) کی تصنیف ہے ' جنھوں نے سنہ ۸۲۵ ھ میں انتقال فرمایا - اس کتاب میں حضرت کے بعض مواعظ و ارشادات قدیم اردو یعنی دکنی اُردو میں لکھے ہیں - مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اُردو کی تصحیح و ترتیب اور مقدمہ کے ساتھ چھپی ہے - قیمت ۶ آنہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

مسکوکات قدیمہ

جنوبی ہندوستان کے طلائی سکوں کی تاریخ اور حالات و اقسام جن کو " ہون " کہا جاتا تھا ' آخر میں اُن کی فہرست اور تصاویر بھی شامل ہیں - طلبائے تاریخ ڈگری کے لئے بہت مفید ہے - مرتبہ مولوی شمس الدہ صاحب ' قیمت ۶ آنہ —

ظہیر فاریابی

یہ رسالہ بھی مجلس مذکور کی مطبوعات میں ہے ' اس میں فارسی کے مشہور و غیر فانی شاعر ظہیر فاریابی کے حالات و سوانح وغیرہ کے علاوہ اُس کے کلام پر قابلانہ تبصرہ کیا گیا ہے - قیمت ۶ آنہ —

طہران مخوف (یا) یادگار یک شب - جلد اول

جدید فارسی زبان کا ایک دلچسپ اور اثر انگیز ناول ہے - جس میں موجودہ ایران کی سیاسی و انتظامی حالت کا ہو بہو خاکہ کھینچا ہے - وہاں کی بد نظمیوں اور قابل اصلاح شعبوں کو دکھلایا ہے ' مرتضیٰ ' مشفق ' کاظمی - تین فاضل ایرانی ادیبوں کی تصنیف ہے اور بران پایہ تخت جرمنی کے مشہور کاویانی پریس نے نہایت عمدہ طبع کیا ہے - قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ —

انتخاب زریں

نواب مسعود جنگ بہادر ناظم تعلیمات ریاست حیدر آباد دکن نے اُردو شعرائے ماضی و حال کے کلام کا اِنتخاب فرمایا ہے - اِس میں شعرا کا مختصر حال اور اُن کا کلام اُن کے زمانے کی ترتیب کے لحاظ سے دیا ہے - عمدہ چکنے کاغذ پر نظامی پریس بدایوں نے شایع کیا ہے اور جلد بھی بہت خوبصورت ہے - قیمت فی جلد ڈھائی روپیہ —

قاموس المشاہیر (جلد اول و دوم)

اُردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے - یعنے دنیا کے کل مشہور لوگوں کے حالات مختصر طور پر بیان کردئے گئے ہیں - ہندوستان کے لوگوں اور مسلمانوں کے حالات زیادہ تفصیل سے لکھے ہیں - مطبوعہ نظامی پریس بدایوں قیمت جلد اول چھ روپیہ ' جلد دوم چھ روپیہ —

فسانۂ جوش

مسٹر سلطان حیدر جوش کے بعض مضامین کا مجموعہ - مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ قیمت ایک روپیہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

مجموعۂ قصائد مومن

ہندوستان کے مشہور نازک خیال شاعر حکیم مومن خاں مومن دہلوی کے اُردو قصائد ۔مرتبۂ ضیاء احمد صاحب ایم ۔ اے مع مقدمہ و حواشی مطبوعہ الناظر پریس قیمت ۱۲ آنہ ۔

گوتم بدھ

ہندوستان کے مشہور رہنما مہاتما بدھ کی مختصر سوانح عمری اور اُن کی تعلیمات کا خلاصہ ۔ مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ قیمت چار آنہ —

مسالک النظار فی نبوت سید البشر

مصنفہ سعید بن حسن الاسکندرانی مترجمہ مولوی محمد نعیم الرحمن صاحب ایم ۔ اے مطبوعہ الناظر پریس قیمت چار آنہ —

حکایۂ لیلیٰ مجنوں

ایک دلچسپ افسانہ مصنفہ مولوی سید سجاد حیدر صاحب بی ۔ اے مطبوعہ الناظر پریس قیمت چار آنہ —

مقتل فریب مغربی معمل خانے

مؤلفہ مولوی سید طالب علی طالب الہ آبادی مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ قیمت چار آنہ ۔

صوفی پنڈی بہاء الدین کی کتابیں

غازی انور پاشا

انجمن اتحاد و ترقی کی خفیہ اور حیرت انگیز کارروائیاں ۔ طرابلس کی نبرد آزمائیاں جنگ بلقان کے بعد کے اور جنگ عظیم کے حالات ۔ عالمگیر اتحاد اسلامی کی ایک منظم کوشش ۔ یہ کتاب بتائیگی کہ یورپ نے کس طرح اسلام کی تباہی کے لئے خفیہ سازشیں کیں ۔ غازی موصوف کی زندگی کے مکمل حالات ۔ قیمت تیرہ روپیہ —

مسئلۂ شرقیہ

علامہ مصطفیٰ کمال پاشا کی کتاب " المسئلۃ الشرقیہ " کا اردو ترجمہ ۔ اس

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

کتاب میں سیاسیات اسلامی کے تمام اسرار اور رموز بےنقاب کردیے گئے ہیں - قیمت دو روپیہ —

امین و مامون

علامہ جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال مصر کے عربی ناول کا ترجمہ - مامون رشید اور امین اور ہارون الرشید کی سیاسی چالیں ' تضعت خلافت کے لئے جد و جہد - تاریخی ' علمی اور ادبی لحاظ سے قابل دید ہے - قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے —

تاریخ افغانستان

اتحاد اسلامی اور پین اسلام ازم کے موجد جمال الدین افغانی کی اس کتاب کا ترجمہ جو سید موصوف نے افغانستان کی سوتی بستی کو جگانے کے لئے لکھی - قیمت سوا روپیہ —

سید جمال الدین افغانی

(مرتبہ مولوی ظفر علی خاں صاحب بی - اے ایڈیٹر زمیندار)

یہ اس بزرگ ہستی کے حالات زندگی ہیں جس نے موجودہ ترک احرار پارٹی کا بیج بویا اور آزادی کی روح پھونکی اور غلامی کا جوا گردن سے نکال پھینکنے کا سبق دیا' قیمت ۵ آنے —

دربار علم

عالم خیال میں دربار علم کا انعقاد - افتتاحی تقریر اور سات علمی درباروں کے بعد موجودہ تعلیم و تدریس کی بد عنوانیاں ' علما و طلبا ' شان تعلیم و تعلم کا نہ رہنا ' اور ان خرابیوں کا علاج - مولفۂ مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی قیمت ڈیڑھ روپیہ —

فقرائے اسلام

مولفۂ مولانا عبدالسلام صاحب ندوی-اس میں پیشوایان دین اور علمائے اسلام کے حالات جنھوں نے با وجود فقر و فاقہ اسلام کے اصول و ارکان کو مستحکم کیا - ان کی فیاضی ' ہمدردی' قناعت ' توکل اور بے نیازی کے بے نظیر نمونے درج ہیں - قیمت ڈیڑھ روپیہ —

پھل اور میوہ جات

ہر قسم کے ثمرات اور میوہ دار درختوں کی کاشت اور ان کی نگہداشت کے طریقے قیمت ۸ آنے—

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

ترکاریاں

ہر طرح کی ترکاریوں کی کاشت اور نگہداشت کے طریقے - قیمت ۸ آنے —

اسلامی کہانیاں

(مسلمان بچوں کے لئے) صحابۂ کرام ' تابعین ' مجاہدین اور علماے سلف کے ایثار' جوانمردی اور کریم النفسی کے حالات کتاب میں جمع کردیے گئے ہیں - قیمت ۴ آنہ —

(دارالمصنفین اعظم گڑھ)

سیرۃالنبی حصۂ اول	۴ روپیہ
سیرۃالنبی حصۂ دوم	۳ روپیہ ۸ آنہ
سیرۃالنبی حصۂ سوم	۶ روپیہ
شعرالعجم مکمل ۵ حصے	۱۳ روپیہ
سفر نامۂ مولانا شبلی	۲ روپیہ
علم الکلام	۲ روپیہ
الکلام	۲ روپیہ
کلیات شبلی	ڈیڑھ روپیہ
اسوۂ صحابہ مکمل دو حصے	۸ روپیہ
انقلاب الامم	۲ روپیہ
برکلے	ڈیڑھ روپیہ
مکالمات برکلے	ڈیڑھ روپیہ
مثنوی بحرالمحبت	۱۲ آنہ
تفسیر ابو مسلم اصفہانی (عربی)	۲ روپیہ
سیر الصحابیات	۲ روپیہ ۴ آنہ
روح الجلساع	۲ روپیہ
ابن رشد	۴ روپیہ
گل رعنا	۵ روپیہ
سیرالانصار	۳ روپیہ ۸ آنہ
شعرالہند مجلد	۵ روپیہ
شعرالہند غیر مجلد	۴ روپیہ

(مطبع کاویانی برلن)

تیا تر (فارسی)	۲ روپیہ ۸ آنہ
تاریخ سلی ملوک الارض (عربی)	۲ روپیہ ۸ آنہ
نصاب الصبیان (فارسی)	۱ روپیہ
رہنماے پسران (فارسی)	۱ روپیہ ۸ آنہ
تلغراف بی سیم (فارسی)	۱ روپیہ
ہزار و یک سخن (فارسی)	۱۱ آنہ

(جامعہ ملیہ دہلی)

الخلافت الکبریٰ	۵ روپیہ
الصراط المستقیم	۲ روپیہ
بصائر	۶ آنہ
سیرۃ الرسول	ڈیڑھ روپیہ
خلافت راشدہ	۲ روپیہ
خلافت بنی امیہ	ڈیڑھ روپیہ
خلافت عباسیہ	۲ روپیہ

نوٹ کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

خلافت عباسیۂ بغداد ۲ روپیہ
مبادی معاشیات ۱ روپیہ
انتخاب کلام میر (از نورالرحمن صاحب)
۱ روپیہ
قواعد عربی ۲ روپیہ
عرض جوہر ۸ آنہ
مجموعۂ کلام جوہر ۶ آنہ
اسلامی تہذیب و قومی تعلیم ۴ آنہ
ازہارالعرب (عربی) ۸ آنہ
انتخاب مضامین جوہر ۱ روپیہ
ترکوں کی کہانیاں ۴ آنہ
خطبۂ شیخ‌الہند ۲ آنہ
خطبہ حکیم اجمل خاں صاحب ۳ آنہ
ہمارے نبی ۸ آنہ
تاریخ ہند قدیم ۱ روپیہ
اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر ۱۲ آنہ

(نظامی پریس بدایوں)

قاموس المشاہیر جلد اول ۶ روپیہ
قاموس المشاہیر جلد دوم ۶ روپیہ
نکات غالب مجلد ۱ روپیہ
دیوان غالب مشرح مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ
دیوان جان صاحب مجلد ڈیڑھ روپیہ
دیوان درد ۱ روپیہ ۴ آنہ
دیوان غالب (لائبریری ایڈیشن) ڈیڑھ روپیہ
خطوط سر سید قسم اول ۳ روپیہ
خطوط سر سید قسم دوم ۲ روپیہ
لیتھو گرافی مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ
انتخاب زریں مجلد ۲ روپیہ

مراثی انیس جلد اول مجلد ۱۰ روپیہ
مراثی انیس جلد دوم قسم دوم ۸ روپیہ
قسم دوم ۴ روپیہ
قصائد ذوق ۳ روپیہ

(دائرۂ ادبیہ - لکھنؤ)

یادگار غالب مجلد ۳ روپیہ
مکاتیب امیر مینائی ۲ روپیہ ۸ آنہ
مکاتیب اکبر ۱ روپیہ
مینائے سخن ۱ روپیہ
حزن اختر ۸ آنہ
درس عمل ۴ آنہ
خواتین انگورا ۱ روپیہ
بیگمات بنگال ۶ آنہ
اسلام کا اثر یورپ پر ۴ آنہ
مشرقی ترکستان ۶ آنہ
سیاحت زمین ۱ روپیہ
سیاحت ہوا ۱ روپیہ

(الناظر پریس - لکھنؤ)

فلسفیانہ مضامین عبدالماجد صاحب
۱ روپیہ ۸ آنہ
تاریخ عرب مجلد ۷ روپیہ
موازنۂ انیس و دبیر فیر مجلد ۳ روپیہ
مقدمۂ شعر شاعری ۱ روپیہ ۴ آنہ
اصول النسخ ۶ آنہ
مسلمانان اندلس ۱ روپیہ
اسرار رنگون ۱ روپیہ
ہوم رول ۵ آنہ
خوان دعوت ۱ روپیہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں-

مصنوعی شوہر	۲ آنہ
وکرم عروسی	۱ روپیہ ۸ آنہ
مسلمانوں کی تہذیب	۶ آنہ
الاحسان	۸ آنہ
ارض نہرین	۴ آنہ
تذکرۂ حزیں	۴ آنہ
حیات نظامی	۴ آنہ
خطاب	۴ آنہ
میلاد نبوی	۴ آنہ
تصویر درد	۴ آنہ
شمع و شاعر	۲ آنہ
فریاد اُمت	۳ آنہ

(دارالاشاعت پنجاب لاہور)

صبح زندگی	۱ روپیہ ۸ آنہ
شام زندگی	۱ روپیہ ۴ آنہ
شب زندگی ہر دو حصہ	۲ روپیہ ۴ آنہ
مذاق السائرہ	۱ روپیہ
سنجوگ	۱۰ آنہ
جواہر قدامت	۱ روپیہ ۸ آنہ
تحفۂ سائنس	۲ روپیہ ۸ آنہ
مشاہیر ہند	۲ روپیہ ۸ آنہ
نیلی چھتری	۱ روپیہ ۴ آنہ
بہرام کی گرفتاری	۱ روپیہ
اخترالنساء بیگم	۱ روپیہ ۸ آنہ
روشنک بیگم	۲ روپیہ
رانی کرونارت	۱ آنہ
رسوم دہلی	۴ آنہ ۶ پائی
ان پورنا دیوی کا مندر	۱ روپیہ ۸ آنہ

ایام غدر	۱ روپیہ ۴ آنہ
نقش فرنگ	۱ روپیہ ۴ آنہ
پریم پچیسی مکمل	۳ روپیہ
پریم بتیسی حصۂ اول	۱ روپیہ ۸ آنہ
بانگ درا فیر مجلد	۴ روپیہ
نعمت خانہ	۱ روپیہ ۴ آنہ
چلدن ہار	۲ آنہ
انمول موتی	۱ آنہ ۹ پائی
سوکن کا جلاپا	۶ آنہ
گوہر مقصود	۹ آنہ
لیلیٰ	۲ روپیہ
سواء السبیل	۱ روپیہ
سخندان پارس	۱۰ آنہ
توانین دولت	۴ آنہ
ملٹا	۱۲ آنہ
چترا	۱۲ آنہ
امتیاز پچیسی	۸ آنہ
دلچسپ کہانیاں	۱۲ آنہ
دلچسپ کہانیاں	۱۰ آنہ

(تصانیف زرالٰہی ومحمدعمر صاحبان)

موجودہ لندن کے اسرار	۱ روپیہ
ناٹک ساگر (یعنی دنیائے ڈراما کی تاریخ) مجلد ۳ روپیہ	
تین ٹوپیاں	۸ آنہ
ظفر کی موت	۴ آنہ
قزاق	۸ آنہ
بگڑے دل	۸ آنہ

——— :•: ———

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں -

(دوسری قابل قدر کتابیں)

رسائل شبلی	۱ روپیہ ۸ آنہ	زکری	۱۰ آنہ
کتب خانۂ اسکندریہ	۵ آنہ	سیرالمصنفین	۲ روپیہ
بشری	۶ آنہ	جہاں آرا بیگم	۸ آنہ

—— :o: ——

عروس ادب

مولوی سید ناظرالحسن صاحب ہوش بلگرامی کے اخلاقی ادبی تاریخی اور سیاسی مضامین کا مجموعہ - حجم ۲۲۴ صفحہ سایز ۲۹ × ۲۰ کاغذ عمدہ سفید - لکھائی چھپائی بہت خوشنما ہے - قیمت فی جلد غیر مجلد دو روپیہ —

خیالات ارونگ

مشہور امریکن مصنف واشنگٹن ارونگ کے بعض دلچسپ مضامین کا با محاورہ اُردو ترجمہ از مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا وکیل، فاروق آباد، ضلع میرٹھ - قیمت آٹھ آنے —

رسالہ اُردو کے خریداروں کے ساتھ خاص رعایت

رسالہ اردو کے خریداروں کو انجمن ترقی اُردو کی شایع کی ہوئی کتابیں فی روپیہ چار آنہ کمی قیمت کے ساتھ دی جائینگی - اُمید ہے کہ ناظرین اس رعایت سے فائدہ اُٹھا ئینگے —

دیگر مقامات کی کتابیں جو بطور ایجنسی انجمن میں فروخت ہوتی ہیں ، ان کی قیمتوں میں کوئی کمی نہیں کی جاسکتی —

——]•[——

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

اب اُن مہربان معاونین کی فہرست مرتب کر رہی ہے جو اس بات کی عام اجازت دیدیں کہ آئندہ جو کتاب انجمن سے شائع ہو، وہ بغیر اُن سے دوبارہ دریافت کئے تیار ہوتے ہی اُن کی خدمت میں بذریعہ وی پی روانہ کردی جایا کرے - ہمیں اُمید ہے کہ قدردان زبان اُردو ہمیں عام طور پر اس قسم کی اجازت دیدیں گے کہ ان کے اسمائے گرامی اس فہرست میں درج کرلئے جائیں اور انجمن سے جو نئی کتاب شایع ہو فوراً بغیر دوبارہ دریافت کئے روانہ کردی جایا کرے - یہ انجمن کی بہت بڑی مدد ہوگی اور آئندہ اسے نئی نئی کتابوں کے طبع کرنے میں بڑی سہولت ہوجائے گی- ہمیں امید ہے کہ ہمارے معاونین جو اُردو کی ترقی کے دل سے بھی خواہ ہیں اس اعانت کے دینے میں دریغ نہ فرمائیں گے—

ان معاونین کی خدمت میں کل کتابیں جو آئندہ شائع ہوں گی وقتاً فوقتاً چوتھائی قیمت کم کر کے روانہ ہوں گی —

المشتہر

انجمن ترقی اردو - اورنگ آباد (دکن)

مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم کے تصانیف

جو دفتر دلگداز کتڑہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

میں موجود ھیں



(تاریخ اور لائف)

جنید بغدادی

سلسلۂ مشاھیر اسلام کی پہلی کتاب ' حضرت جنید قدس سرہ العزیز کے حالات زندگی - آپ کی تعلیمیں' آپ کا تصوف اور آپ کا فلسفۂ الھی ۱ روپیہ—

حسن بن صباح

بانیء فرقۂ باطنیہ کے حالات زندگی - اُس کی تعلیمیں اُس کا علم و فضل اور اس کے جانباز فدائی - ۶ آنہ—

ملکۂ زنوبیہ

ارض شام کی ایک عربی نژاد ملکہ جو ظہور نیر اسلام سے کئی صدی پہلے دولت روم سے لڑی تھی اور بڑی بہادری سے مقابلہ کیا تھا - ۳ آنہ—

افسانۂ قیس

مجنون عامری کے مختصر حالات زندگی - جو ایک مضمون کی حیثیت سے دلگداز میں شایع ھوے تھے - ۳ آنہ—

ابوبکر شبلی

آپ کے حالات ' آپ کا جوش وحدت اور جذب و خروش ۱ روپیہ—

خواجہ معین‌الدین

حضرت قطب‌الہند خواجہ اجمیری کے مستند تاریخی حالات و کمالات - ۶ آنہ—

منیجر دلگداز کتڑہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

سکینہ بنت حسین

جناب امام حسین(رض) کی صاحبزادی کے سچے تاریخی حالات - ۶ آنہ—

قرۃ العین

ایران کی ایک مشہور مجتہد زادی کے دلچسپ حالات - ڈھائی آنہ—

ولادت سرور عالم

مولد شریف مصنفہ علامہ ابوالفرج بن جوزی رحمۃ اللہ کا اُردو زبان میں فصیح و بلیغ ترجمہ - نثر کا نثر میں اور نظم کا نظم میں ۸ آنہ—

ذي النورین

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی ۱۰ آنہ—

ثانی اثنین

حضرت ابوبکر صدیق (رض) کے حالات زندگی ۶ آنہ—

ابوالحسنین

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حالات زندگی ۸ آنہ—

———: o :———

(ناول)

یوسف و زلیخہ مکمل

ایک نہایت دلچسپ تاریخی ناول - ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد کا ایک واقعہ - جگ بیتی نہیں آپ بیتی - کیا موثر ہے کہانی میری اور پھر وہ بھی زبانی میری ۱ روپیہ ۸ آنہ—

شوقین ملکہ

دوسری صلیبی لڑائی کے واقعات الینر ملکۂ فرانس کی عشق بازیاں - مردوں کے پہلو میں زنانہ کیمپ اور اُس کی سحر آفرینیاں - عجب مزے کا ناول ہے ۱ روپیہ ۸ آنہ—

فتح اُندلس

اسپین پر عربوں کا حملہ - جولین حاکم سبطہ کی بیٹی کے ساتھ مسیحی شاہ سپین کی دغابازی - اور آخر اُن مظالم کا مسلمانوں کے ہاتھ سے عجب لطف کے

منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

ساتھہ خاتمہ - صرف ملاحظہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ زور بیان نے سچے واقعات میں کیسی جان ڈالی ہے ۲ روپیہ—

مقدس نازنین

ایک انگریز لڑکی کا علم و فضل اور ظاہری زہد و تقوے میں ترقی کر کے پوپ منتخب ہو جانا - مسند پاپائی پر بیٹھہ کے اس کا وضع حمل - مسیحیوں میں شورش اور مسلمانوں کے ہاتھہ سے اُس کا نجات پانا ۱ روپیہ ۸ آنہ —

فلورا فلورنڈا

ہسپانیہ کے عہد خلافت آل مروان میں عیسائیوں کی حالت اور ان کا مجنونانہ جوش شہادت - ایک مسلمان لڑکی کو بہکا کے خراب کرنا اور اُس خرابی کا تعجب انگیز اور محو حیرت بنا دینے والا انجام - ۱ روپیہ ۸ آنہ —

ایام عرب

[دو حصہ] - جاہلیت عرب کے رسم و رواج - شاعری اور بہادری - رزم اور بزم صحرا کا عشق اور محل کا عشق - دو عربی شاہزادیاں اور دو عربی سچے بہادر نوجوان اور پھر اُس کے ساتھہ عربی مکاری دغابازی اور انتقام لینے کی تصویر - دربار بنی غسان دربار بنی نعمان اور دربار خسرو پرویز کے حالات - شیریں و مریم کی سرگذشت ۲ روپیہ ۸ آنہ —

ملک العزیز ورجنا

تیسری صلیبی لڑائی - رچرڈ شیر دل - اور صلاح الدین اعظم - معرکۂ کارزار- جانبازی اور سرفروشی-اور پھر اُس کے ساتھہ سچا عشق - دس آنہ —

حسن اینجلنا

روس اور روم کی لڑائی-ایرانیوں اور ترکوں کی پھوٹ - اس کا انجام اور پھر آخر میں اتفاق اور اتحاد - دس آنہ —

منصور موھنا

ارض سندہ میں ایک مسلمان انصاری خاندان- اس کی تباہی اور پھر نمود غزنوی کی مدد سے اس کا سنبھلنا - حسن و عشق کی نہایت دلفریب و دلکش تصویریں- مسلمان مجاہدوں کے آگے آگے مسلمان فقرا اور اسلام کے مشنری- دس آنہ—

فردوس بریں

نہایت ہی حیرت انگیز ناول-فرقۂ باطنیہ -حشیشین-اور اُن کے فدائی-جیتے جی

الہ ——— تہر

منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

جنت کی سیر - ایک عازم حج لڑکی کا حور بن جانا - اور اُس کے عاشق کا باطنی لوگوں کے ہاتھہ میں پڑ کے خراب ہونا- اعلیٰ درجے کا ظاہری فلسفۂ الہی اور اُس کا دوسرا نہایت تاریک باطنی رخ - اس مسئلے کی توضیح کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہے- بے مثل و بے نظیر ناول ہے- قیمت ایک روپیہ —

شہید وفا

غرناطہ اور اسپین میں مسلمانوں کا زوال اور اس زوال کی حالت میں بھی ایک سچے عاشق کا راستبازی پر جان دیدینا - بیتابانہ عشق - حسرت و اندوہ کی سچی تصویر قیمت - ایک روپیہ—

درگیش نندنی

بابو بنکم چندر چٹر جی کے اِسی نام کے دلچسپ ناول کا ترجمہ نہایت فصیح اُردو میں-قیمت ایک روپیہ —

دلچسپ

[دو حصے] مصنف کا پہلا زور قلم - عشق اور اُس کی بیتابیاں - خاندانی جھگڑے- بگڑے شریف زادے-اس کا دلکش لٹریچر خاص شان اور خاص رنگ کا ہے — قیمت چودہ آنہ —

دلکش

[دو حصے] طالب علمی اور عشق - نہایت ہی پیاری زبان اور سچا جوش عشق نہایت دلکش و پر لطف- قیمت چودہ آنہ —

ڈاکو کی دولہن

ایک نہایت ہی دلچسپ انگریزی ناول جس کا ترجمہ کرکے دلگداز میں شایع کیا گیا - اور عموماً پسند کیا گیا - قیمت بارہ آنہ —

آغاصادق کی شادی

لکھنؤ کے اگلے دور کی ایک مزہ دار تصویر-جو عورتیں دھوکہ دے کے کوئی اور صورت دکھا دینا معمولی بات سمجھتی ہیں ان کی غفلت کا خمیازہ— قیمت دس آنہ —

بدرالنسا کی مصیبت

ایک حسرت ناک داستان جس میں ریل پر بیبیوں کے بدل جانے سے طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوئیں- قیمت چھہ آنے —

منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

میوۂ تلخ

ایک دلچسپ ڈراما رضامندی اور نا رضامندی کی شادیاں-قیمت آٹھ آنے —

الفانسو

ایک سچا عاشقانہ تاریخی ناول جو بہت دلچسپ ہےقیمت بارہ آنے —

بابک خرمی

سلطنت عباسیہ کے زمانے کا ایک تاریخی ناول ہر دو جلد ایک روپیہ آٹھ آنے-

جویاے حق

حضرت خاتم الانبیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مبارک حالات نہایت دلچسپ عنوان سے ازولادت تا رحلت - حصۂ اول ایک روپیہ چار آنہ حصۂ دوم دو روپیہ بارہ آنہ کامل چار روپیہ —

فلپانا

ارض طرابلس الغرب پر صحابہ کاحملہ-حضرت عثمان ذی النورین کا عہد- صحابہ کی پاکبازی و نیک نفسی- سچی شجاعت اور ایثار نفس - شاہزادی فلپانا اور عبداللہ بن زبیر [رض] قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے—

زاول بغداد

چھ سنیوں کی نااتفاقی کا عبرتناک نتیجہ-بغداد کی تباہی قیمت ایک روپیہ چار آنہ-

رومۃ الکبریٰ

قدیم دولت روم اِس کا کر و فر اور کاتھ لوگوں کا اس پر حملہ - قیمت ایک روپیہ چار آنے —

قیس و لبنیٰ

عرب کا سچا عاشق اور سچے جذبات محبت - ۱ روپیہ ۴ آنہ—

لعبت چین

عہد صحابہ کا ایک تاریخی ناول جس میں فتوح ما وراالنہر کے حالات مذکور ہیں - ۱ روپیہ—

مفتوح فاتح

بنی امیہ کے عہد میں اسپین کا ایک سچا تاریخی واقعہ - کوہ پیرے نیز کے دلچسپ و دلکش مناظر کی سیر - ایک نہایت ہی دلچسپ تاریخی ناول ۱ روپیہ ۴ آنہ —

المشتہر

منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

ماہ ملک

دولت غوریہ کا عروج، سلاطین غوریہ کے کارنامے اور اُس عہد کی معاشرت۔
۲ روپیہ—

طاہرہ

لکھنؤ کے آخری عہد شاہی کا ایک نہایت ہی دلکش اور دلچسپ ناول جس سے ہماری معاشرت کو بہت سے فائدے پہونچ سکتے ہیں بالکل نیا اور اچھوتا۔
۱ روپیہ—

حسن کا ڈاکو

حرام پور کے نواب کا اعمال نامہ حصۂ اول ۱۲ آنہ حصۂ دوم ۱۲ آنہ—

اسرار دربار حرام پور حصۂ اول و حصۂ دوم

نواب مذکور کے رہے سہے حالات۔ فی حصہ ۵ آنہ—

خوفناک محبت

ہندوستانی شریف زادیوں کی پاکدامنی و جہالت کی اس سے اچھی تصویر نہیں ہو سکتی ۱ روپیہ ۴ آنہ—

غیب دان دولہن

بی بی کی حیرت انگیز غیب دانی ۱ روپیہ—

مینا بازار

شاہجہاں کے عہد کا ایک دلچسپ اخلاقی و تاریخی ناول ۱ روپیہ —

نیکی کا پھل

مولانا کا سب سے آخری تاریخی ناول۔ ۱ روپیہ—

———: o :———

(ڈرامے اور نظمیں)

اسیری بابل

گولڈ اسمتھ کے ایک ڈراما کا نظم اُردو میں ترجمہ۔ ۴ آنہ—

زمانہ اور اسلام

ایک پرسوز و گداز نظم۔ ۳ آنہ—

منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

شب غم
فراق کی بیتابیاں اور بیقراریاں - ۱ آنہ—

———: o :———

متفرق تصانیف

الحکم الرفاعیہ
معرفت میں سید احمد رفاعی کے ایک پر مغز رسالے کا ترجمہ - ۳ آنہ—

حلیۃ العذرا (فارسی)
دین برحق حنیفی کی تاریخ جس میں انبیاے سلف کے صحیح مشرح حالات کے سلسلے میں تاریخ قدیم بھی درج کر دی گئی ھے - اسیریا - مصر - یونان - روم کے پورے تاریخی حالات موجود ھیں اور ملت ھاے یہود و نصاریٰ کی سچی تاریخ معلوم ھو جاتی ھے اور کل سنین ولادت محمدی سے نکالے گئے ھیں - اس کتاب کو مولانا نے اپنی صاحبزادی کی تعلیم کے لئے نہایت سلیس و فصیح فارسی میں لکھا اور چکنے سفید ولایتی کاغذ پر چھپوایا ھے - قیمت حصۂ اول' ۱ روپیہ- حصۂ دوم ۲ روپیہ ۸ آنہ' کامل ۳ روپیہ ۸ آنہ—

سرسید کی دینی برکتیں
اِس کا بیان کہ سرسید احمد مرحوم سے مسلمانوں کو کیسا دینی فائدہ پہنچا - ۲ آنہ—

ھندوستان کی موسیقی
مولانا شرر کا ایک عالمانہ لکچر جس میں ھندی موسیقی پر عربی موسیقی کا اثر دکھایا ھے ۴ آنہ—

معیار زندگی
مولانا مرحوم کا ایک قابل قدر لکچر ۴ آنہ—

معتزلہ
فرقۂ معتزلہ کے مفصل حالات - اس فرقے کا عروج و زوال ۱۲ آنہ—

———: ● :———

منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

دلگداز کی جلدیں

جلد دلگداز سنہ ۱۸۹۰ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۰ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۵ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۰۶ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۱۶ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۱۷ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۱۸ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۱۹ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۲۱ ع یہ جلد ۱۹۲۰ ع و ۱۹۲۱ ع میں مرتب (ہوئی مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۲۲ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۲۳ ع (مکمل بارہ پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ
جلد دلگداز سنہ ۱۹۲۴ ع (دس پرچے) ۱ روپیہ ۴ آنہ

—:*:—

متفرق مطبوعات دلگداز پریس

اتالیق بی بی

میاں بی بی کی نوک جھوک خلوت کا جاسوس ۸ آنہ—

پاداش عمل

رینالڈز کے مشہور ناول کنتھہ کا نہایت فصیح اور عام پسند ترجمہ یہ ناول نہایت ہی دلچسپ اور دیکھنے کے قابل ہے جن لوگوں نے دیکھا بہت پسند کیا۔پانچ جلدوں میں پورا ہوا۔حصۂ اول ۱ روپیہ ۴-آنہ حصۂ دوم ۱ روپیہ ۴ آنہ - حصۂ سوم ۱ روپیہ ۴ آنہ - حصۂ چہارم ۱ روپیہ ۴ آنہ - حصۂ پنجم ۱ روپیہ ۱۲ آنہ - مکمل کی قیمت ۶ روپیہ ۱۲ آنہ

دولت ہسپانیہ عرب

خود اسپین کا مورخ کانڈی وہ ہے جس کی نسبت یقین کرنا چاہئے کہ اسلام

الہ ——— شہر

منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

کا دلدادہ اور مسلمان تھا۔ اصل عربی و ھسپانی تاریخوں سے اخذ کرکے ایک صدی پیشتر اِس نے یہ صحیح تاریخ لکھی تھی جو تقریباً پانچ پانچ سو صفحوں کی تین جلدوں میں ھے - اِس کا ترجمہ یورپ کی سب زبانوں میں ھوگیا ھے - اب مولوی محمد صدیق حسن صاحب نے بڑی محنت سے اور عربی ناموں کی تصحیح کے ساتھہ اُس کا ترجمہ اُردو میں کیا - قیمت حصۂ اول ۱ روپیہ حصہ دوم ۱ روپیہ ۴ آنہ حصہ سوم ۲ روپیہ ۶ آنہ۔ حصۂ چہارم ۱ روپیہ ۴ آنہ۔ حصۂ پنجم ۲ روپیہ —

رفع النقاب

مروجہ پردہ کے خلاف ایک مدلل رسالہ ۸آنہ —

رامائن کے بعض سین ۴ آنہ—

مسلمان تاجداران ھند حصۂ اول

یعنے مسلمانوں کے ھندوستان میں آنے اور حکومت کرنے کی مجمل مستند اور نہایت بکارآمد تاریخ جس میں خلافت فاروقی سے آخر عہد سلاطین غوریہ تک کے حالات بہت اچھی اور سادی زبان میں بیان کردیے گئے ھیں قیمت فی جلد ساڑھے ۵آنہ—

مسلمان تاجداران ھند حصۂ دوم

جس میں غلام تاجداروں کے عہد سے صاحبقران تیمور کے حملے تک کے تمام حالات بیان کردیے گئے ھیں - قیمت ساڑھے ۶ آنہ —

مسلمان تاجداران ھند حصۂ سوم

جس میں صاحبقران تیمور کے ھندوستان سے جانے کے بعد جو سلطنتیں قائم ھوئیں اُن کا اور سلاطین سادات اور لودھی و بابر و ھمایوں و شیر شاہ اور اس کے خاندان کے دیگر بادشاھوں کا حال لکھا گیا ھے - قیمت ۸ آنہ—

مجذوب

جنگ کریمیا کے واقعات پر ایک دلچسپ ناول جس میں سباسٹپول اور پیرس کے مناظر اور انگریزی اور فرانسیسی معاشرت کے اختلافات نہایت خوبی کے ساتھہ بیان کئے گئے ھیں قیمت۸ آنہ —

الـــ_____تہر

منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خاں - لکھنؤ

مولانا شرر مرحوم کی یاد گار

دلگداز

لکھنؤ کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ جس نے زبان اُردو کے علمی خزانے کو اعلیٰ لٹیریچر سے بھردیا - خریداروں کو ایک سال خریدار رھنے کے بعد اگر وہ دوسرے برس بھی خریدار رھیں تو ایک نیا ناول مفت نذر کیا جاتا ھے اور وھی سال مابعد کے چندے اور محصولڈاک پر وی پی روانہ کردیا جاتا ھے قیمت سالانہ مع محصولڈاک ایک روپیہ آٹھہ آنے دلگداز کا وي پی ایک روپیہ گیارہ آنے کا اور ناول کا اُس کا محصول بڑھاکے ایک روپیہ بارہ آنے کا بھیجا جاتا ھے —

منیجر دلگداز

کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

یادگار مولانا شرر مرحوم

تین سالانہ انعام

زبان اُردو کے محسن مولانا عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم کی یادگار میں جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم پروفیسر جامعۂ عثمانیہ، جناب مولوی عبدالحق صاحب بی-اے، سکرٹری انجمن ترقی اُردو، اور جناب مولوی سید ہاشمی صاحب رکن دارالترجمہ نے حسب ذیل تین سالانہ انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے —

(۱) "عطائے سلیم"

رسالۂ اُردو اورنگ آباد کے سال بھر کے مضامین نثر میں جو مضمون ہر اعتبار سے بہترین اور ادب اُردو کے لئے سب سے مفید ہوگا، اس کے لکھنے والے کی خدمت میں جناب مولوی وحیدالدین صاحب سلیم کی طرف سے مبلغ ۲۰۰ روپیہ کلدار پیش کیا جائے گا۔

(۲) "عطائے عبدالحق"

رسالۂ اُردو کے سال بھر کے مضامین نثر میں دوسرے درجے کے سب سے اچھے مضمون پر ۱۲۵ روپیہ کلدار کا انعام جناب مولوی عبدالحق صاحب بی - اے، عطا فرمائیں گے —

(۳) "عطیۂ ہاشمی"

کے نام سے تیسرا انعام ۱۰۰ روپیہ کلدار کا، مولوی سید ہاشمی صاحب اُن صاحب کی نذر کریں گے جن کی نظم رسالۂ اُردو کے سال بھر کی نظموں میں سب سے اچھی اور اعلیٰ درجے کی ہوگی —

ہر سال کے اخیر مہینے میں جو حضرات اہل سمجھے جائیں گے اُن کی خدمت میں رقم ارسال کر کے رسالے میں اس کا اعلان ہوتا رہے گا - انعام کی اہلیت کا فیصلہ صرف معطیان کی متفقہ رائے پر منحصر ہوگا —

المعلن

مدیر رسالۂ اُردو اورنگ آباد دکن

سائنس

انجمن ترقی اُردو کا سہ ماہی رسالہ

جس کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اُردو دانوں میں مقبول کیا جائے، دنیا میں سائنس کے متعلق جو نئی نئی بحثیں یا ایجادیں اور اختراعیں ہورہی ہیں یا جو جدید انکشافات وقتاً فوقتاً ہونگے، اُن کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جائے - ان تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی جائےگی - اس سے اُردو زبان کی ترقی اور اہل وطن کے خیالات میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے —

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان کے سائنس دانوں کے علاوہ یورپ کے فضلائے بھی اس رسالے میں مضمون لکھنا منظور فرمایا ہے- اس رسالے میں متعدد بلاک بھی شائع ہوا کریں گے —

سالانہ چندہ آٹھ روپے سکۂ انگریزی (نو روپیہ چار آنے سکۂ عثمانیہ) —

امید ہے کہ اُردو زبان کے بہی خواہ اور علم کے شائق اس کی سرپرستی فرمائیں گے-

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

فہرستِ مضامین

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	بہاری لال کا بیان حسن	جناب پنڈت ونشی دھرودیالنکار صاحب	۴۸۹
۲	حافظ شیراز	جناب سید حسن برنی صاحب بی۔اے ال - ال بی	۵۱۶
۳	تذکرۂ گلزار ابراہیم پر ایک نظر	جناب سید محی الدین قادری صاحب 'زور' بی - اے	۵۲۹
۴	حکیم آغاجان 'عیش' دہلوی	جناب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب بی - اے	۵۵۳
۵	حسن (نظم)	جناب پنڈت برجموہن دتاتریہ صاحب ' کیفی '	۶۳۵
۶	اُردو مخطوطات انڈیا آفس لائبریری میں	جناب حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب ماہر آثار قدیمہ	۶۳۸
۷	تبصرے	ایڈیٹر و دیگر حضرات	۶۷۹

بہاری لال کا بیان حسن

از

(جناب پنڈت ونشی دھر ودیا لنکار صاحب)

بہاری لال، ہندی زبان کے ان نہایت بلند پایہ شاعروں میں سے ہے، جن کی زبان قدرتی اور منجھی ہوئی، سلیس اور بانکی اور دیکھنے میں بہت مختصر ہونے کے باوجود بھی جذبات کی گہرائی میں آتھاہ ہے —

عام طور پر جو شاعر اپنی زبان کو مانجھتے اور سنوارتے ہیں، ان کی شاعری میں ایک طرح کی بناوٹ آجاتی ہے - زبان کو کامل طور پر شستہ رکھتے ہوے آمد اور قدرتی سادگی کو باقی رکھنا نہایت کٹھن ہے - اکثر شاعر جب اپنی زبان کو سجانے لگتے ہیں تو اس میں ایسے ڈوب جاتے ہیں کہ ان کی شاعری لفظوں کے ایک کھیل کے سوا اور کچھ نہیں رہتی - وہ صرف کاغذ کے خوبصورت پھول کے مانند ہوجاتی ہے جس میں کسی طرح کی خوشبو نہیں ہوتی - جیسے ایک پودا اپنی خوشبو پھیلانے کے لئے پھولوں کے روپ میں بھبک اُٹھتا ہے، اسی طرح جس شاعر کی شاعری اپنے جذبات کے جوش میں لبریز ہوکر منجھی ہوئی زبان میں پھوٹ اُٹھتی ہے، وہیں جذبات اور زبان دونوں کا اصلی سنگم ہوتا ہے —

بہاری کی شاعری کا ہر ایک دوہا ایک خوبصورت کھینچی ہوئی، زندگی سے بھری ہوئی اور بولتی چالتی تصویر ہے - جس کے ایک ایک خط کے کھینچنے اور پھر اس میں پر کیف رنگ بھرنے میں شاعر نے اپنے حیرت آفریں

کمال فن کا ثبوت دیا ھے - شاعر کی قوت متخیلہ جتنی باریک بین نکتہ رس ھے، اتنی ھی وسیع بھی ھے —

زندگی کی روح اُس کی رگ رگ میں لہریں مار رھی ھے، وہ ایک گہری بات کو معمولی تشبیہ و استعارہ کے ذریعے اس طرح سمجھا دیتا ھے کہ جیسے وہ چیز بالکل سامنے آگئی ھو، اس کی قوت مشاھدہ اتنی گہری ھے کہ وہ نئی نئی باتوں کو مظاھر قدرت سے چن چن کر ڈھونڈہ لاتی ھے - عام طور پر بہاری کو جذبات محبت کا شاعر کہا جاتا ھے - اس میں شک نہیں کہ اس نے شرنگار (جذبات محبت) کا بیان اپنے کلام میں کثرت سے کیا ھے، لیکن ساتھہ ھی اس نے دوسرے مضامین پر جو طبع آزمائی اور شاعری کی ھے، وہ بھی کسی طرح کم نہیں ھے - چبھنے والی بات کہنے کا تو گویا بہاری لال نے ٹھیکا ھی لے لیا ھے - بہاری کی ایک ایک بات میں وہ بانکا پن، وہ صفائی، وہ حاضر جوابی وہ دنیا اور شاستر کا علم انسانی دلوں کی گہرائی میں پہنچنے کی وہ طاقت، اور پھر ان سب کو ایک ھی جگہ نظم کرنے اور باندھنے کا وہ سلیقہ ھے کہ اسے ایک آدہ شاعر ھی پاسکتا ھے، بہاری کا کلام اکثر ایسا ھے کہ جب وہ سمجھہ میں آجاتا ھے تو آپ ھی آپ دل میں چبھہ کر زبان پر اُتر آتا ھے —

ھندی ادبیات میں گوسائیں تلسی داس جی کی رامائن کی بہت زیادہ جو اشاعت ھوئی ھے اس کا سبب، اس کی مذھبیت ھے، مذھبیت کہنے سے ھمارا یہ مطلب نہیں ھے کہ اس میں شعریت نہیں ھے، اس کی بہت زیادہ مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ یہی ھے - بہاری لال کی " ست سئی " پر سب سے زیادہ شرحوں کی بھرمار ھونے کی وجہ اس کی قوت شعری کا انوکھا اور بانکا پن ھے، ھماری رائے میں، ھمیں صرف یہ نہ دیکھنا چاھئے کہ شاعر نے کونسا مضمون لیا ھے، بلکہ یہ دیکھنا چاھئے کہ اس نے جس مضمون کو لیا ھے اُسے کس طرح اپنا بنالیا ھے - اکثر انشا پرداز ایک اچھا عنوان لے کر بھی ایسا لکھتے ھیں

کہ وہ بالکل بے جان ہوتا ہے اور اُس میں اصل مضمون کی جھلک تک نہیں دکھائی دیتی' اور باوجود الفاظ کی بندش اور شستگی کے اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ سب مل کر بھی اس مضمون کو ادا کرسکیں' جس کے لئے وہ سوچ سوچ کے جمع کئے گئے تھے —

بہاری لال کا زمانہ عاشقانہ زمانہ تھا' عیش و آرام کا وقت تھا۔ اور پھر وہ درباری شاعر تھا۔ اس لئے اگر اس کی شاعری اسی نہج پر ہے تو اس میں کیا تعجب ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نے جس چیز کی تصویر اُتاری ہے' وہ کیسی ہے' اور اس کے کھینچنے میں شاعر نے اپنی مہارت و کمال ہنر کو کہاں تک نمایاں کر دکھایا ہے۔ انسان کی نظر میں کبھی ایک مضمون بہت اہم معلوم ہوتا ہے اور کبھی کوئی دوسرا۔ اس کے دو سبب ہیں۔ ایک تو اس کا ذوق اور طبیعت اور دوسرا گرد و پیش کے حالات کا اثر —

جو شاعر کسی مضمون کو لے کر اسے اپنی پوری قوت متخیلہ اور قوت احساس سے اس طرح پیش کرنے کی استعداد و قدرت رکھتا ہے کہ پڑھتے ہی وہ سیدھا دل میں اُتر جائے۔ اس کا سر رگ رگ میں گونج جائے۔ اور جب کبھی ویسے ہی نظارے آنکھوں کے سامنے آئیں تو اس کی لکھی ہوئی اشعار اصلی نظارے کے مقابلے میں ناچتے ہوئے کھڑے ہوجائیں۔ اور اگر وہ نظارہ آنکھوں کے سامنے نہ ہو تو بھی وہ اشعار اُسے جیتا جاگتا سامنے کھڑا کردیں۔ اور خوشی سے دل کو بے خود بنادیں۔ تو پھر کوئی مضمون بھی کیوں نہ ہو' ایسا شاعر غایت شاعری کی تکمیل کرچکتا ہے —

بہاری کی شاعری' پڑھنے والے کو کچھ مشکل معلوم ہوتی ہے' اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ اس کی زبان کٹھن ہے' اس کی زبان کی دشواری اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ وہ زبان اب پرانی ہوگئی ہے۔ باقی اس میں جو دقت اور مشکل ہے وہ جذبات کا زور اور گہرائی ہے؛ ایک تو اس نے اپنے مضمون کو باندھنے کے لئے

بحر بہت ہی چھوٹی اختیار کی ہے اور پھر ایک ایک دوہے میں اس نے اتنا زیادہ مضمون بھر دیا ہے کہ اُس کا اس میں سما جاناہی حیرت انگیز ہے ۔ اس کی شاعری انسان کے باطنی اسرار کو ڈھونڈہ ڈھونڈہ کر لائی ہے ۔ اس لئے جذ باتی دنیا کے ساتھہ جن کو لگاؤ کم ہے ' اور اس کی بصیرت بھی نہیں رکھتے ' انھیں بہاری کی شاعری کے سمجھنے میں ضرور دشواری محسوس ہوتی ہے ۔ دنیا میں اکثر جتنے بڑے بڑے شاعر ہوے ہیں ' ان کا کلام زبان کے اعتبار سے بالکل سادہ ہے ۔ لیکن باوجود اس سادگی کے وہ پھر بھی جلد سمجھہ میں نہیں آتا کلام میں یہ دقت و دشواری ایک تو شاعر کے جذبات کی گہرائی سے دوسرے ان عمیق باریکیوں کی وجہ سے جن کو وہ باطن کے متواتر مطالعے سے محسوس کرچکاہے ' خود بخود پیدا ہو جاتی ہے ۔ اس لئے ان جذبات تک ' جب تک نہ پہنچا جاے ' اُنھیں پوری طور پر نہیں سمجھا جاسکتا۔ جس طرح ندی جہاں گہری ہوتی ہے وہاں اُس کی تہ نظر نہیں آتی اور وہاں تک کوئی غوطہ خور ہی کا میابی سے پہنچ کر اُس گہرائی کا پتہ لگا سکتا ہے ' نہ کہ کنارے پر بیٹھا ہوا آدمی ۔ ٹھیک اسی طرح شعر کی گہرائی کا پتہ بھی کوئی اس میں ڈوبنے والا ہی لگا سکتا ہے ۔ سرسری پڑھنے یا سننے والا وہاں تک نہیں پہنچ سکتا —

ہم اوپر ہی کہہ چکے ہیں کہ بہاری لال نے جس مضمون کو لکھا ہے ' اُسے پوری طور پر اپنا بنا لیا ہے ' بہاری لال نے جو کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے '' بہاری ست سئی '' ست سئی ' سنسکرت کے لفظ سپت شتی ' کا بگڑا ہوا ہے ' اس کے معنے ہیں '' سات سو '' بہاری نے قسم قسم کے مضامین پر سات سو دوہے لکھے ہیں ۔ یوں تو آج کل جو ' ست سئی ' ملتی ہے اس میں کچھہ اس سے زیادہ دوہے پاے جاتے ہیں ' لیکن ہندی بولنے والی پبلک میں یہ بہاری کی ''ست سئی '' اتنی مقبول و ہر دل عزیز ہوی ہے کہ ست سئی ' کہنے سے بہاری ہی کی ست سئی،

سمجھی جا تی ھے ' حالانکہ اس طرح کی بہت سے شاعروں نے ھندی زبان میں اپنی اپنی ست سیاں لکھی ھیں - اس مضمون میں ھم اُردو پڑھنے والوں کو بہاری کی حسن نگاری سے واقف کرانا چاھتے ھیں ' اگر مضامین کا یہ سلسلہ پڑھنے والوں کو پسند آ یا تو ھم جہاں بہاری کے دوسرے مضمونوں پر جس قدر ھم سے ممکن ھے روشنی ڈالیں گے ' وھاں دوسرے ھندی شاعروں کی دلکش اور عالی درجہ کی شاعری سے بھی وقتاً فوقتاً ناظرین کو واقف کرا نے کی کو شش کریں گے —

(۲)

خوب صورتی اندرونی ھو یا بیرونی ' مگر وہ الفاظ کی قید و بند میں نہیں آ سکتی ' وہ سب بندشوں سے آزاد اور بیان کے احاطے سے پرے ھے - اُس کا بیان یہی ھے کہ اسے بتایا نہیں جا سکتا - ھم اپنے الفاظ کے ذریعے خا کا کھینچ سکتے ھیں ' رنگوں کو بھر سکتے ھیں ' مگر وہ حیرت انگیز ' ھر پل میں نئی ' موہ لینے والی قوت کے ذریعے کھنچنے والا حسن تو دل کے جذبات میں آ سمان کی آخری چمکتی ھوی لکیر کی طرح صرف اپنی جھلک دکھا تا رھتا ھے ' مگر قابو میں نہیں آتا-اور وہ گرفت میں توتب آتا جب کہ کوئی اسے پوری طورپر دیکھہ سکتا-آخر کار پوری طورپر تحلیل کر کے بھی کوئی بتا سکتا ھے کہ حسن کیا چیز ھے - بہاری کہتا ھے کہ -

سمے سمے سندر سبے روپ کروپ نہ کوے
من کی رچی جیتی جتے ' تت تتی رچی ھوے

کیا بات کہی ھے ' سمے سمے پر سب چیزیں سندر ھیں - دنیا میں سروپ (خوب صورت) اور کروپ (بد صورت) کوئی شے نہیں ھے' جدھر من کی جتنی رغبت اور جھکاؤ ھو تا ھے ' وہ اتنا ھی حسین معلوم ھو تا ھے - آ ج جسے ھم کروپ کہہ رھے ھیں ' کوئی وقت ایسا آ جا تا ھے ' جب کہ ھمیں وھی چیز سروپ معلوم ھو نے لگتی ھے - جس شے کو ھم کبھی بھی ایک آ نکھہ اُ ٹھا کر نہیں

دیکھتے آ ج گھنٹوں آنکھیں جماجما کر دیکھتے ھیں تو بھی اس سے ھمیں سیری نہیں ھوتی - تو پھر سندرتا (حسن) معلوم کیسے ھوتی ھے اور کس مقدار میں؟ اس کا جواب بہاری نے دوسرے مصرع میں دیا ھے کہ جدھر من کا جتنا جھکاؤ ھوتا ھے - یہاں ' جتنا' کا مطلب ھے جتنا زیادہ - یعنے ھمارا دل جس چیز کی طرف جتنا زیادہ جھکتا ھے ' اتنی ھی وہ شے ھمیں حسین معلوم ھو تی ھے - اگر کسی چیز کی طرف ھمارا دل مائل ھی نہ ھو ' جھکے اور کھنچے ھی نہیں تو ھمیں وھاں حسن کا احساس بھی نہیں ھو تا - حسن میں طبیعت کا میلان ضرور ھو نا چاھئے - دل کو ضرور کھنچنا چاھئے - اگر یہ کشش ھی نہ ھو ' اگر من باؤلا ھو کر ' کسی شے کی جانب ھمہ تن محو ھو کر بھاگے ھی نہیں تو یوں سمجھو کہ ابھی اس چیز کا احساس ھی نہیں ھوا ھے - ' بہاری ' اپنے ایک دوسرے دوھے میں کہتا ھے :—

انی یارے دیرگھہ دو گنی کتی نہ تروني سمان
وہ چتون اور ے کچھو ' جے ھی بس ھوت سجان

دونوں طرف سے نوک دار اور بڑی بڑی آنکھوں میں تو بہت سی دوشیزائیں برابرھیں ' بڑی بڑی اور نوک دار آنکھیں بہت سی مست شباب عورتوں کی ھیں ' لیکن وہ دیکھنے کا طریقہ ' وہ بھاؤ کچھہ اور ھی چیز ھے ' جس سے قدردان حسن بس میں ھو جا تے ھیں - بڑی بڑی نوک دار اور سندر آنکھیں رکھتے ھوے بھی بہت سی دوشیزاؤں میں وہ چتون ھی نہیں ھے ' جس سے کہ وہ کسی کے من کو اپنے قابو میں کرلیں - آخر وہ چتون کیاھے ' ایک طرح کا زبردست جادوھے کہ جس پر وہ پڑتا ھے ' اُسے اپنے بس میں کر لیتا ھے - یہاں بس میں کرنا کیا ھے ؟ اپنی طرف اس طرح کھینچ لینا کہ بس اسی کا نشہ چڑہ جاے - وہ دیکھنا ایک ایسے بچھو کا ڈنک مارناھے کہ بس وہ جسے لگ جاتا ھے ' اسی کے درد میں تڑپتا رہ جاتاھے -

ھم اگر اسی مضمون پر اظہار خیال کرنے لگیں کہ حسن کیا چیزھے تو وہ بجاے

خود ایک مستقل مقالہ بن جائے گا' یہاں ہم 'بہاری' لال کے صرف بیان حسن پر تھوڑی سی روشنی ڈالنی چاہتے ہیں' اس لئے ہم نے حسن کی ماہیت پر سرسری نظر ڈالی ہے۔ دنیا کے اکثر شاعر اپنے اپنے رجحان کے موافق جدھر وہ مائل ہوئے ہیں' جن آنکھوں کی " چتون " نے ان کو اپنے قابو میں کر لیا ہے ' اسی کو انہوں نے اپنی استعداد کے مطابق بیان کیا ہے —

پہلے پہل حسن سے میلان پیدا ہوتا ہے ' پھر ایک کشش پیدا ہوتی ہے ' پھر اُس کے بعد اُس سے لگاؤ - دھیرے دھیرے یہ لگاؤ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ ہماری ساری زندگی اُسی کے اندر کھنچ کر سما جاتی ہے - گویا ہماری تمام زندگی کی روح نکل کر اسی میں مل گئی ہے۔ اسی لئے وہ چیز جب سامنے رہتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا جان میں جان آگئی ہے - اس وقت ایک ایسی حیرت انگیز خوشی پیدا ہوتی ہے جس کو کسی طرح بیان نہیں کیا جاسکتا - اور جب وہ چیز سامنے نہیں رہتی تو سارا عالم بالکل خالی اور سنسان معلوم ہوتا ہے - ہماری قوت متخیلہ اسی کے چاروں طرف اس طرح لپٹ جاتی ہے کہ وہی ہماری دنیا رہ جاتی ہے - اور اس کے بغیر (یعنے جب وہی چیز سامنے نہیں ہوتی) تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ گویا ہماری دنیا ہی اُجڑ گئی ہے - آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا جاتا ہے ' سب کچھ خالی ہی خالی نظر آتا ہے - زندگی پہاڑ سے زیادہ بھاری معلوم ہوتی ہے ' وقت کاٹے نہیں کٹتا ' یہیں آکر ہجر کا بیان شروع ہوجاتا ہے ؛ اکثر غور و خوض کرنے والے اسے محبت کی حالت کہیں گے - ہم نے اِسی کو لگاؤ کے نام سے تعبیر کیا ہے - اور یہ لگاؤ کشش کے ذریعے پیدا ہوتا ہے اور یہ کشش کیا چیز ہے ؟ من کا رجحان ! ایک ہی طرف زور کے ساتھہ اُس کا دوڑنا - جیسے اوپر پھینکا ہوا گیند لا محالہ زمین پر گرتا ہے' ٹھیک اسی گیند کی طرح من بے قابو ہو کر ایک جگہ پر جا پڑتا ہے - اور یہ کشش جس طرح پیدا ہوتی ہے ' اس کا سبب جہاں کچھہ بیرونی خصوصیات ہیں ' وہاں کچھہ اپنا اپنا فطری رجحان بھی ہے - اور

یہ رجحان بھی ہے - اور یہ رجحان ابتدائی تعلیم و تربیت کے اثرات سے بھی بہت کچھہ پیدا ہوتا ہے —

ہندی شاعری میں حسن کی جن تصویروں کو کھینچا گیا ہے ' اُن میں انسانی حسن ہی سب سے زیادہ ممتاز پایا جاتا ہے ' اور اس میں بھی خصوصیت کے ساتھہ نسوانی حسن - کیونکہ اس شاعري میں خدا بھی انسان ہی کی صورت میں ظاہر ہوا ' اس لئے اس کے رہنے سہنے کو خوب بھگتي بھرے چاؤ سے بیان کیا گیا ہے ' اس کے نکھہ سکھہ کا بیان بھی کچھہ کم نرالا نہیں ' کیونکہ اس کے ساتھہ رادھا وغیرہ کا بیان بھی آ جاتا ہے - بہاری لال نے جو حسن نگاری کی ہے' وہ بھی انسانی حسن پر مبنی ہے - یہ بات دوسری ہے کہ اس نے اپنی گھری باتیں اس طرح لکھی ہیں کہ وہ دوسرے موقعوں پر بھی ہو بہو صادق آ جاتی ہیں - یہ اُس کے کہنے کا مخصوص سلیقہ ہے' چونکہ وہ انسان ہے اس لئے اکثر اس کا خیال انسان ہی کی طرف زیادہ جاتا ہے - نہ صرف ہندی زمان میں ' بلکہ دنیا کی تمام زبانوں میں جہاں جہاں حسن کا بیان کیا گیا ہے' وہاں انسانی حسن ہی مسند صدر پر نظر آتا ہے - اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ انسان کا دل قدرتاً انسان ہی کی طرف کھنچتا ہے اور اُسی سے اس کا زیادہ تعلق رہتا ہے - انسانی حسن نے اپنے سامنے انسانی کائنات کے تمام حسنوں کو پھیکا کردیا ہے - اگر مظاہر قدرت اپنے جذبات کے اظہار کی طاقت رکھتے تو وہ بتاسکتے کہ انسانی حسن کیا قدر و قیمت رکھتا ہے - یہ کہنے سے ہمارا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہندی میں کسی دوسری شے کے حسن کو کمال خوبی سے بیان نہیں کیا گیا ہے - ہمارا مدعا صرف یہ ہے کہ ہندی میں انسانی حسن کا بیان بہت زیادہ پایا جاتا ہے —

انسانی حسن کا بیان اپنی انتہا کو پہنچ کر بھی عالم حیرانی کے روپ ہی میں رہتا ہے - خوب صورت چیز کو دیکھتے ہی پہلے آدمی کچھہ حیرت زدہ سا ہو جاتا ہے ' اُس کے سامنے اُس کی زبان ساکت ہو جاتی ہے - حسن کے کمال کا بیان '

اسی حیرت زدگی سے پیدا شدہ خاموشی میں بتدریج نشو و نما کرتا ہے - اور وہ نشو و نما اپنی حیرانی و خود رفتگی کو ظاہر کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ دوسری طرح کے بیان حسن میں اُسے باہر کے روپ میں دکھانے کے لئے تشبیہات اور استعاروں کا سہارا لینا پڑتا ہے ' اس کو نگاہوں کے سامنے لانے کے قابل بنانے کی کوشش کی جاتی ہے' اور اس کے ذریعے وہ سامنے آتا بھی ہے - مگر اس دوسرے میں وہ حیرت اور تشنگی نہیں پائی جاتی' جو پہلے میں ہوتی ہے - پہلا آسمان کے مانند اپنے لا محدود ہونے کو ظاہر کرتا ہے اور دوسرا اپنے بیرونی لباس میں رنگ جیسا معلوم ہوتا ہے - بہاری کے کلام میں ' دونوں طرح کے حسن کے بیان پائے جاتےہیں۔ ہم دونوں کا سلسلہ وار تھوڑا تھوڑا ذکر کریں گے۔ پہلے میں حیرت سے لبریز نا ممکن البیانی ہے' وہاں زبان چلتی ہی نہیں - دوسرے میں جہاں زبان کھلی ہے ' وہاں اُس نے بیرونی فضاکی تصویر انتہائی ہنر مندی اور نکتہ رسی سے کھینچ دی ہے —

اب ہم بہاری لال کی شاعری کے تھوڑے سے نمونے پیش کرتے ہیں —

(۱) لال تہارے روپ کی اہو ریت یہَ کون
جاسوں لاگت پلکو درگ ' لاگت پلک پلون

اے پیارے ! تیرے حسن کی وہ کون سی انوکھی ادا ہے' وہ کون سا عجیب انداز ہے کہ جس کی بدولت تیرے روپ سے آنکھوں کے ایک پل بھر لگتے ہی پھر ایک پل کے لئے پلکیں نہیں لگتیں ' یعے نہیں جھپکتیں اور کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں - زبان کی نظر سے پلکوٗ ' پلک' پلو' ان تینوں کے آ جانے سے دوہے میں خاص حسن بیان بڑہ گیا ہے - اس دوہے میں حسن کا بیان اس طریقے سے کیا گیا ہے کہ وہ تمہارے روپ کا کونسا غضب کا جادو کردینے والا طریقہ ہے کہ جس سے بس تمہارے روپ سے جب ایک پل کے لئے آنکھیں لگتی ہیں تو پھر ایک پل کے لئے بھی نہیں جھپکتیں ' آپسے آپ کھلی ہی رہ جاتی ہیں - بس اُسی روپ کو ٹکٹکی لگا کر دیکھتی ہیں ' دیکھتی ہیں اور دیکھتی ہی چلی جاتی ہیں ' یہاں اُس حیرت انگیز ' ہر پل

میں نئی حسن کی بوالعجبی کو کس نزاکت سے بیان کردیا ھے ' اس کا کیف دل والے لوگ ھی آسانی سے حاصل کرسکتے ھیں۔ بہاری نے اس خوب صورت دو ھے میں نہ جانے وہ کونسا جادو بھر دیا ھے جس سے اُس کو ایک بار پڑھتے ھی زبان بار بار پڑھنے کو بے اختیار و بیتاب ھو جاتی ھے ' اُس کی وھی حالت ھوجاتی ھے ' جو اُن آنکھوں کی اِس دو ھے میں ھوئی ھے —

(۲) پھری پھری چتو ' اُت ھی رھتو تتی لاج کی لاؤ
انگ انگ چھبی جھوںر میں بھیو بھونر کی ناؤ

پھرپھر چت دل وھیں رھتا ھے' شرم کی رسّی ٹوٹ گئی ھے - اس کے انگ انگ (عضو عضو) کی خوب صورتی کے جھومر میں' قلب بھنور کی ناؤ ھو گیا ھے - جھومر کسی چیز کے گھومتے ھوے گول شکل کے ھجوم کو کہتے ھیں - اسی سے بنا ھے جھونر - بھنور کہتے ھیں گھمر گھیری' یعنی پانی کے چکر کو- گھمر گھیری بھی گول ھوتی ھے ' اور جھومر بھی گول ھوتا ھے —

جس طرح رسی کے ٹوٹ جانے پر دریا کے اندر ' کسی گھمر گھیری میں پڑ کر ' ناؤ پھر پھر کر وھیں چکر کھاتی ھے ' وھاں سے کسی طرح بھی باھر نہیں نکلنے پاتی- ٹھیک اُسی طرح دل بھی وھیں چکر کاٹ رھا ھے ' حیا کی رسی ٹوٹ گئی ھے' کہاں چکر کھا رھا ھے ؟ اُس کے عضو عضو کی چھب کے چمکتے ھوے ' گھومتے ھوے حلقوں میں - ابھی تک شعرا روشنی پر تپنگے کے طواف کی تشبیہ تو دیا کرتے تھے ' لیکن یہ بھنور کی ناؤ کی تشبیہ تو صرف بہاری ھی کو سوجھی ھے - درحقیقت بہاری کے اس دوھے کے ھر ایک حصے کے بیان کی خوب صورتی کے جھومر میں کس کا من بھنور کی ناؤ نہیں بن جاتا - دنیا کے سب بندھنوں کی رسیاں ٹوٹ جاتی ھیں —

(۳) لاج لگام نہ مانھیں ' نیناں مو بس نا نہیں
اےسنہ جور ترنگ لوں ' اینچت ھوں چل جائیں

یہ آنکھیں میرے بس میں نہیں ھیں' ھیں یہ حیا کی لگام کو نہیں مانتیں '

یہ منھہ زور گھوڑے کی طرح (حیا کی) لگام کے ذریعے کھینچنے پر بھی چلے ھی جاتی ھیں —

بھاري نے اس دوھے میں منہ زور گھوڑے کي کیسی زبردست تشبیہ دی ھے - جس طرح ایک منھہ زور گھوڑا لگام کے ھزار بار کھینچنے پر بھی آ گے ھی آ گے بڑھتا اور دوڑتا ھے ' اسی طرح میرا دل بھی وھیں بڑھتا چلا جا تا ھے ' شرم کی لگام کو کچھہ نہیں مانتا ' بس اسی طرح دوڑ تا چلا جا تا ھے ' کیا کروں یہ نگوڑی آنکھیں میرے بس میں نہیں آ تیں —

(۴) تیوں تیوں پیا سے ای رھت' جیوں جیوں پیت اگھائی
سگن سلو نے روپ کی ' جن چکھہ تر شا بچھا ئی

جوں جوں آنکھیں سگھن اور سلو نے ' سرو گن ' کامل اور نمکین روپ کو سیر ھو کر پیتی ھیں ' تیوں تیوں پیاسی ھی رھتی ھیں ' جتنا جتنا جی بھر کر پیتی ھیں ' اتنی ھی پیاس بڑھتی جا تی ھے ' کیونکہ سگن اور سلو نے روپ کو دیکھنے کی پیاس بجھتي ھی نہیں - یہاں روپ کا بیان سگن اور سلو نے دو بڑے ھي چنے ھوے لفظوں میں کیا گیا ھے - سوچتے تھے کہ آ نکھیں جس سگن اور سلو نے روپ کو دیکھنا چاھتی ھیں ' اسے اچھي طرح دیکھنے اور جی بھر کے اُس سگن روپ کے سلو نے روپی رس کو پی لینے دو- سلو نے کے معنے ھیں نمکین- یوں تو اس کا مطلب ھے بہت خوب صورت ' لیکن جو حسن ' سلونا ' نمکین ھو ' اُسے کتنا ھی جی بھر کے کیوں نہ پیا جاے ' اس سے آ نکھوں کی دیکھنے کی پیاس بجھتی نہیں بلکہ بڑھتی جاتی ھے - بھلا نمکین چیز سے بھی کسی کی پیاس بجھتی ھے اور یہ تو بہت زیادہ نمکین چیز ھے ' زیادہ نمکین چیز کھا نے سے تو پیاس اور زیادہ بڑھتی جا تی ھے - ٹھیک اسی طرح سلو نے حسن کی حالت ھے—

آنکھوں کي نہ بجھنے والی پیاس کا بیان یوں تو بہتیرے شاعروں نے کیا ھے - لیکن یہ سلونے کی لاجواب و زبردست صفت لاکر بھاری نے جس‌قدر اپنے مضمون کو

اچھوتا بنادیا ھے وہ قابل دید ھے —

(۵) روپ سدھا آ سو چھلکیو ' آ سو پیت بنیں
پیالیں اوٹھہ پریا بدن ' رھیو لگاے نین

حسن کی امرت سے بھری ھوي شراب سے وہ اس طرح چھک گیا ھے ' اس طرح بدمست ھو گیا ھے کہ اب اس سے شراب پیتے ھی نہیں بنتی - پیالےسےھونٹھہ لگے ھوے ھیں' لیکن آنکھیں پیاري کے بدن کے ساتھہ لگی رہ گئی ھیں —

کو ئی مصو ر ھی بھاری ' کی ان الفاظ کےاذریعے کھینچی ھوی زندہ اور حسین تصویر کو کھینچ کر دکھا سکتا ھے کہ یہ کیسی ٹھیک اُتاري گئي ھے - ھونٹ شراب کے پیالے سے لگے ھوے ھیں ' پھر بھی شراب پیتے ھی نہیں بنتی ' ایک گھونٹ بھی چڑھا یا نہیں جا تا ' کیو نکہ پینے والے کی آنکھیں تو اس کے چہرے کے حسن کی امرت سے لبالب مے کو پی کر مست ھوگئی ھیں ' وہ تو وھیں لگ رھي ھیں ' بے ھوش و مست ھوکر وھیں بے حس و حرکت ھوگئی ھیں ' پھر شراب کا خیال کس‌کو رھے ' اس کا پیالاتو بس ھونٹوں‌سے لگارہ‌گیا ھے- واہ‌ری آنکھوں کي مستی-

(۶) رھی لٹو ہ ھوے لال ھوں ' لکھی وہ بال انوپ
کتو متاس دیو دیی ' اتیں سلو نے روپ

میں تو اس بے نظیر دوشیزہ کو دیکھہ کر لٹو ھورھي ھوں - خدا نے اتنے سلونے اور ناز و انداز سے لبریز حسن میں‌اتني متھاس بھردی ھے- ایک تو سلونا' دوسرے متھاس سے بھرا ھوا ' سلو نے کا مطلب ھے نمکین اور متھاس کا مطلب ھے میٹھا پن - سلونے کا مطلب ھے ناز و انداز سے لبریز' چھلکتا ھوا ' لبالب بھراھوا' امنڈتا ھوا حسن- بہت خوب صورت ' اتنے نمکین' اتنے سلو نے ' اتنے نازوانداز بھرے اوز اتنے اُمنڈ تے ھوے' حسن سے بھرے ھوے روپ میں اللہ نے کہاں سے اتنی متھاس بھردی ھے ' اتنا غضب کا نمکین ھو نے پر بھی اتنی غضب کی متھاس یہاں بیان کی نزاکت کے ساتھہ لفظوں کی بندش کا حسن بھی قابل دید ھے' تبھی تو میں اس دوشیزہ پر اتنی

لگو ہو رہی ہوں ' کیابات کہی ہے 'اتنے سلو نے روپ میں کتنی متھاس بھردی ہے - بہاری نے اپنے ایک ایک لفظ کو کس طرح چن چن کر رکھا ہے - یہ اوپر کے دوہوں سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے —

(۷) لینے ہوں ساھس سہس کینے جتن ہزا ر
لوئن لوئن سندہ تن' پیری نہ پاوت پار

بیچاری آنکھیں ہزار ہمت کرتی ہیں' ہزا ر کو ششیں کرتی ہیں ' لیکن وہ جسم کیا ہے ' ایک حسن کا سمندر ہے ' آنکھیں تیر تیر کر رہ جا تی ہیں' لیکن اس کا کنارہ نہیں پا تیں' ہزار محنت اور جتن اس لئے کر نے پڑ تے ہیں کہ لوگ کچھہ کہنے نہ لگ جا ئیں' پھر ہزار کو شش اور ہمت کر کے جب آنکھیں اس سمندر میں تیر نے لگتی ہیں تو کہیں اُس کا کنارہ ہی نہیں پاتیں' کہیں پر اُن کے پاؤں ہی نہیں ٹکتے' بس آنکھیں بیچاری تیرتی ہی تیرتی رہ جاتی ہیں - یہاں اس دوہے میں دو بار لوئن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے' پہلے لوئن کا مطلب آنکھیں ہیں - یہ لفظ سنسکرت کے لفظ لوچن سے بنا ہے- دوسرے لوئن کا مطلب ہے حسن ' اور اسکی ادائیں' یہاں بھی حسن کے لفظ کا استعمال بہت باریکی کے ساتھہ کیا گیا ہے - سمندر کا پانی بھی نمکین ہوتا ہے اور حسن کے نازوانداز کے نمکین ہونے کی تشریح اوپر ہی کی جاچکی ہے- کہنے کا مطلب یہی ہے کہ بیچاری آنکھوں کی ہزار کوشش اور ہمت کر کے دیکھنے سے بھی تسکین نہیں ہوتی' نہیں ہوتی' نہیں ہوتی —

(۹) اِن دکھیا انکھیاں کو' سکھہ سیر جوئی ناھیں
دیکھت بنے' نہ دیکھتے' بن دیکھے اُلا ھیں

کتنی اونچی چوٹی کا دوہا ہے - کیا پتے کی بات کہی ہے - ہندی لٹریچر ہی کیا ' دنیا بھر کی تمام زبانوں کی ادبیات میں اتنے اونچے درجے کی شاعری مشکل ہی سے ملے گی —

ان بیچاری دکھیا آنکھوں کے لئے سکھہ بنایا ہی نہیں گیا ہے - سکھہ ان کے

نصیب میں لکھا ھی نہیں گیا ھے، کیونکہ نہ تو ان سے دیکھتے ھی بنتا ھے، اور نہ بغیر دیکھے رھا جاتا ھے، اور بغیر دیکھے یہ آنکھیں بے چین ھوجاتی ھیں - اس کا حسن دیکھتے بھی نہیں بنتا - اور بے دیکھے بھی نہیں بنتا - کیا بات کہی ھے، وہ حسن آخر دیکھا بھی تو نہیں جاتا - دیکھہ دیکھہ کر تھک جاتی ھیں لیکن پھر بھی دیکھا نہیں جاتا - کیا کوئی کہہ سکتا ھے کہ اس نے اپنے پریتم (محبوب) کے حسن کو دیکھہ لیا ھے، یہ تو دیکھہ دیکھہ کر بھی دیکھتے نہیں بنتا - آنکھیں کُھلی رہ جاتی ھیں، اور پھر بھی دکھائی نہیں دیتا - اگر دیکھتے نہیں بنتا تو دیکھنا بند کردو، اس کے جواب میں شاعر کہتا ھے کہ بے دیکھے بھی نہیں بنتا - کیونکہ بے دیکھے آنکھیں بے تاب ھوجاتی ھیں - تڑ پھڑانے لگتی ھیں - آنکھیں اگر اس کو ھی نہ دیکھیں گی تو پھر کسے دیکھیں گی - وہ تو اسی لئے بنائی گئی ھیں کہ اس کو دیکھیں - ان آنکھوں کے دیکھنے کی چیز دنیا میں وھی ھے، پھر اسے ھی نہ دیکھیں، یہ کیسے ھوسکتا ھے - اُس کے نہ دیکھنے سے تو آنکھیں تڑپھڑا ھی اٹھتی ھیں- ان میں سے جان ھی سی جاتی رھتی ھے، اس لئے نہ دیکھتے ھی بنتا ھے اور نہ بغیر دیکھے ھی- اسی سبب یہ بیچاری آنکھیں دکھیا ھیں - دکھی ھیں - اُن کے لئے سکھہ بنایا ھی نہیں گیا ھے - نہ یہ ھی ھوسکتا ھے اور نہ وہ ھی ھوسکتا ھے - دونوں طرف سے دکھہ ھی دکھہ ھے - کیا بات کہی ھے :-

دیکھے بنے نہ دیکھتے بن دیکھے اُکلا ھیں

یہ ایک دوھا بھاری اعلیٰ کمال کا نہایت بلند نمونہ ھے -

(۹) تر نہ تُرے، نیند نہ پرے، ھرے نہ کال وپا کو

چھنکو چھاکی اُچھکے نہ پھری کھرو وستم چھوی چھاکو

چھپو کا چھاک، حسن کا نشہ اور سب نشوں سے زبردست ھوتا ھے - اور نشوں کو بار بار چڑھانا پڑتا ھے - لیکن یہ نشہ ایک پل بھی پی لینے پر پھر اُترتا ھی نہیں، اور نشے تر سے اُتر جاتے ھیں، لیکن یہ کسی طرح تر سے

بھی نہیں ٹلتا ' دوسرے نشے نیند کے آجانے سے سرد ہوجاتے ہیں' لیکن حسن کا نشہ تو نیند سے بھی ٹھنڈا نہیں ہوتا - کیونکہ اس میں تو نیند ہی نہیں آتی - دوسری قسم کے نشے اپنا وقت پورا ہوجانے پر خود بخود اُتر جاتے ہیں' لیکن اسے تو وقت کا پورا ہونا بھی دور نہیں کرسکتا یعنے اسے کوئی وقت بھی اتار نہیں سکتا —

اس چھوٹے سے دوہے میں بہاری نے حسن کے نشے کا کیسا حیرت انگیز بیان کیا ہے - اس نشے کے آگے دوسرے نشے کیا چیزیں ہیں - شاعر نے اس کا مقابلہ کرکے صاف دکھا دیا ہے کہ حسن کا نشہ سب سے زیادہ زبردست ہے - کیونکہ کسی طرح بھی اُترنے والا نہیں ہے - اور نشوں کو بار بار چڑھانا پڑتا ہے ' لیکن یہ نشہ ایک پل میں ایسا چڑھتا ہے کہ کبھی نہیں اُترتا - بھلا جو نشہ ایک پل میں ہمیشہ کے لئے چڑھ جاے' دنیا کی کوئی چیز اُسے اُتار ہی نہ سکے' وہ نشہ سچ مچ حیرت انگیز و بے نظیر ہے —

(۱۰) تو تن اودھی انوپ' روپ لگیو سب جگت کو
مودرگ لاگے روپ' درگن لگی اتی چت پتی

تیرے بے نظیر تن کے حدود میں سارے جہاں کا حسن صرف ہوگیا ہے - یعنے تیرے حسین جسم کے بنانے میں خدا نے ساری دنیا کا حسن صرف کردیا ہے' میری آنکھیں تیرے حسن سے لگ گئی ہیں اور تجھہ پر فریفتہ ہوگئی ہیں - اور پھر میری آنکھوں میں اس حسن کو بار بار دیکھنے کی بے قراری لگ گئی ہے - یعنے بار بار دیکھنے کے لئے تڑپنے لگتی ہیں- یہاں شاعر لگانے کے لفظ کو اس شعر میں تین جگہ لایا ہے - اس لئے اس میں ایک خاص حسن پیدا ہوگیا ہے - پہلا' تیرے بدن کو بنانے میں خدا نے ساری دنیا کے حسن کو لگا دیا ہے' پھر اس جسم کے حسن سے آکر آنکھیں لگ گئی ہیں اور پھر ان آنکھوں میں بے قراری لگی ہے- بدن کو سارے جہان کا حسن لگا' حسن سے آنکھیں لگیں' پھر ان آنکھوں کو بے قراری لگی - واہ کیسی لگا لگی ہے —

(۱۲) کب کی دھیان لگاؤں لکھی، یہ گھرولگی ہے کاھی
ترئتو بھرنگی کیت لوں متی وہ ا ی ہوے جاھی

اپنے پیارے کے دھیان میں لگی ہوئی کسی کو اس کی سکھی سمجھاتی ہے کہ کب سے تجھے اسی کے دھیان میں لگی ہوئی دیکھہ رھی ہوں، تجھے اُسی کے خیالوں میں مست دیکھہ رھی ہوں، مجھے ڈر لگتاہے کہ توکہیں بھرنگی کےکیڑوں کی طرح اپنی پیارے کے روپ ھی میں نہ بدل جاے - اگر ایسا ہوگیا تو یہ گھر کس کو لگے گا یعنی کس کے سہارے چلے گا - بھرنگی ایک پردار کیڑا ہے، جو دوسر چھوٹے چھوٹے کیڑوں کو پکڑ کر اپنے مٹی کے گھر میں رکھتا ہے اور ان کے چاروں طرف گھوم گھوم کر اتنا بھنبھناتا ہے کہ کیڑے اس کے ڈر سے اسی کے دھیان میں محو ہوکر اسی کا روپ لے کر بھرنگی بن جاتے ہیں - اس دوھے میں بھی اسی کی تشبیہ دی گئی ہے - جیسے بھرنگی کے دھیان میں محو ہوکر چھوٹے کیڑے بھرنگی بن جاتے ہیں - اسی طرح سکھی کہتی ہے کہ مجھے بھی ڈر ہے کہ تو اپنے پریتم کے دھیان میں اتنی مست ہوگئی ہے کہ کہیں تو بھی خود اپنا پریتم نہ بن جاے، کب سے کھڑی ہوئی میں تجھے دیکھہ رھی ہوں، مگر تو تو اسی کے دھیان میں بےسدہ ہورھی ہے - یہاں اپنے پیارے کی سدہ میں بے سدہ ہونے کی تصویر بھرنگی کیڑے کی تشبیہ سے شاعر نے کس طرح کھینچ دی ہے --

(۱۲) تارے تھوڑی گاڑ گہی، نین بتو ھی مار
چلک چوندہ میں روپ ٹھگ، ھانسی پھانسی ڈار

چمک کی چوندھیاہٹ میں حسن کے لٹیرے نے بچارے (نین بتوھیوں) آنکھہ کے مسافروں کو پکڑ کر ھنسی کی پھانسی دیکر مارا اور مار کر ٹھوڑی کے گڑھے میں ڈال دیا ہے - بچارے مسافر کئی بار تاروں کی جھلملاہٹ کو دھو کے سے سویرا سمجھہ لیتے ہیں اور راستے پر چل پڑتے ہیں، اسی مکر چاندنی کو چوندہ کہتے ہیں - یعنی جو اپنی چمک سے آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے، وہ دھو کے

میں ڈال دیتی ہے ' اسی کو عربی میں ' صبح کاذب ' کہتے ہیں - اس روشنی کے دھوکے میں جو مسافر چل پڑتے ہیں ' انہیں راستے میں ڈاکو لوٹ لیتے ہیں - شاعر نے اس دوہے میں اسی چوندہ سے استعارہ کیا ہے - شاعر اس حیرت انگیز و بے نظیر حسن میں آنکھوں کے گڑ جانے کو ' آنکھوں کے وہیں پر جم جانے کو اس استعارے کے ذریعے سے ادا کرتا اور کہتا ہے - چمک کی چوندہ میں آنکھ کے مسافر چل پڑے - ادھر راستے میں حسن کے ڈاکو نے ان کو پکڑلیا اور پکڑکر ہنسی کی پھانسی دے ڈالی اور مار کر ٹھوڑی کے گھڑھے میں ڈال دیا - کیا اچھا بیان کیا ہے —

(۱۴) لکھن بیٹھی جاکی سبی ' گہی گہی گرب گرور
بھئے نہ کیتے جگت کے چترو چتیرے کور

یہ دوہا بھی بہاری کی بہت ہی اعلیٰ اور بلند پایہ ذہانت کا مظہر ہے - شاعر کہتا ہے کہ جس کی (بسی) شبیہ کو دنیا بھر کے کتنے ہی بڑے بڑے ہوشیار ' چابکدست مصور کھینچنے کے لئے ایک بار نہیں ' کئی بار اپنے کمال پر بہت کچھ غرور کر کے گئے - لیکن اُن کی ذہانت نے کام نہ دیا ' مبہوت ہو گئے ' یعنے وہ اپنے قلم لیے ہوے بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے ' وہ چترائی اور وہ سب گھمنڈ کسی کام نہ آیا ' اور اس کی تصویر کوئی نہ کھینچ سکا (تو پھر بھلا میں اُس کے حسن کا بیان کیونکر کر سکتی ہوں)

اس دوہے میں بہاری نے یہ بالکل نہیں بتایا کہ وہ مصور کیوں قلم پکڑے ' بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور ان کی ساری ہنر مندی کسی کام بھی کیوں نہ آئی ' انہیں اسباب کے نہ بتانے میں بہاری نے اپنی مصوری و نازک خیالی کے ذریعے سب کچھ کہہ ڈالا ہے - جہاں اتنے ہوشیار نقاش گھمنڈ کر کر کے گئے اور بیوقوف بن بن کر رہ گئے ' وہاں ان کی ناکامی کے اسباب بیان کرنے میں شاعر کو بھی بیوقوف بننا پڑتا ہے ' اس لئے بہاری بھی اس بارے میں چپ رہ گئے ہیں - بہاری ست سئی کے سن جیون بھاشے میں ہندی کے مشہور نقاد شری پنڈت رام سنگھہجی شرما

نے بہت اچھی تشریح کی ہے ' جو پڑھنے کے لائق ہے - انھوں نے اس کے بہت سے اسباب گنوائے ہیں کہ تصویر کیوں نہ بن سکی - اتنے بہت سے اسباب کو ایک چھوٹے سے دوھے میں لانا ایک ناممکن سی بات تھی ' بہاری نے اتنا ھی کہدیا کہ دنیا بھر کے ایک نہیں ' بہت سے اور وہ بھی معمولی نہیں ' بڑے بڑے ھو شیار مصور جنھیں اپنے کمال فن تصویر پر غرور اور گھمنڈ تھا ' وہ بھی ایک بار نہیں ' کئی بار اس کی تصویر کھینچنے کے لئے بیٹھے ' مگر وہ بیٹھے کے بیٹھے ھی رہ گئے ' قلم چلنے ھی نہ پائے اور اُس کی تصویر بن ھی نہ سکی ' اس کے حسن کا نمونہ بن ھی نہ پایا ' اس کا پل پل میں بڑھتا ھوا حسن ' اس کی امنڈتی ھوی تابش اور پھر اس کا ایک ایک لحظے میں نو بنو ناز و انداز کیا کسی کے گرفت میں آ سکتے ھیں —

اوپر جتنے دوھے لکھے گئے ھیں' ان سب میں پڑھنے والوں نے اس بات کو محسوس کیا ھوگا کہ ان میں جس قسم کے حسن کا بیان کیا گیا ھے ' یہ وہ حسن ھے ' جس میں اس کی گرفت میں نہ آنے والی گہرائی کی طرف اشارہ اور کنایہ ھے - اس حسن کی طرف آنکھیں بےبس ھوکر لپکتی ھیں - وھاں پھسل پھسل کر بھی جمی پڑی رھتی ھیں ' مگر اس کا راز نہیں کھلتا ' وہ حسن نہ تو دیکھتے ھی بنتا ھے اور نہ بے دیکھے - ان سب دوھوں میں حسن کی وہ چھب دکھائی گئی ھے ' جو پوری طور پر بیان میں نہیں آسکتی - اس بارے میں ھم پہلے بھی لکھہ چکے ھیں کہ اس طرح کے اور بھی نمونے بہاری کی شاعری میں سے دئے جاسکتے ھیں ' لیکن طول کلام کے خوف سے اتنے ھی دوھے کافی خیال کئے گئے - یہ تھوڑے ھونے پر بھی بہاری کی اعلیٰ درجے کی ذھانت و طباعی کا ثبوت دیتے ھیں - اب ھم تھوڑے سے ایسے دوھے پیش کرینگے' جن میں شاعر نے حسن کو بیرونی لباس پہنا کر اس کو مرئی بنانے کی کوشش کی ھے - اس سے یہ نہ سمجھنا چاھئے کہ حسن کو ھم دو حصوں میں تقسیم کر رھے ھیں - ھمارے کہنے کا صرف یہ مطلب ھے کہ حسن حقیقت میں

ایک ھی چیز ھے - لیکن اس کا ایک تو وہ جلوہ ھے جو ھمارے سامنے آتا ھے ' اور جس کی ھم تعریف بھی کر تے ھیں - اور دوسرا وہ ھے جو ھزار آ نکھیں کھول کر دیکھنے پر بھی صاف صاف جلوہ گر نہیں ھوتا - بیان کر نے سے بھی اس کی تصویر سامنے نہیں آتی ' وہ تو پوری طور پر بیان کر نے پر بھی بے بیان ھی رھتا ھے' اس کے دیکھنے سے جو حیرانی یا کشش وغیرہ مختلف حالتیں گزرتی ھیں' محض ان کے بیان سے اس حسن کی بے مثالی ' گہرائی ' اور بوالعجبی کا علم ھوتا ھے ' لیکن خود وہ حسن تو ھمیشہ پرے ھی پرے رھتا ھے - اسی قسم کے بہاری کی حسن نگاری کے نمونے ھم نے اوپر دیے ھیں - اب ھم اس قسم کے کلام کے نمونے دیتے ھیں ' جن میں حسن کے وہ جلوے دکھاے ھیں' جس سے وہ مرئی ھوکر آ نکھوں کے سا منے آ تا ھے —

(۱۵) بھوشن سنبھاری ھیں ' کیوں یہ تن سکمار
سود ھے پاؤں نہ دھر پرت ' سو بھاھی کے بھار

کیا نازک خیالی ھے' کتنی سادگی سے حسن کی فروانی وکمال کو بیان کردیاھے' وہ کہتا ھے کہ نازک بدن گہنے کے بوجھ کو کیونکر سنبھال سکے گا' اس پر تو حسن دوھے ھی کا اتنا بوجھ ھے کہ بچاری کے پاؤں زمین پر سیدھے ھی نہیں پڑ تے' کیا تہ تک پہنچنے والی بات کہی ھے' وہ کونسا اھل دل ھو گا جواس چبھتے ھوے کو ایک بار سنکر پھڑک نہ اٹھے گا —

(۱۶) کہت بسے ' بیند دئے ' آنگ دس گن ھوت
تئے للام بندی دئے ' اگنت بڑھت اُدوت

سب کہتے ھیں کہ اگر کسی عدد کے ساتھہ ایک صفر لگا دیا جائے تو وہ دس گنا ھو جاتا ھے - مثلاً ایک کے آگے ایک بندی (صفر) لگا دیں تو دس کا عدد بن جاتا ھے اور دس کے آگے ایک بندي لگا نے سے سو ھوجاتا ھے) اسے توسب ھی جانتے ھیں' یہ بھی کیاکوئی بات ھے ' لیکن عورت کے ماتھے پر بندی لگانے سے اس

کی خوب صورتی یا چمک کتنی بڑہ جاتی ہے ' یہ کیا کوئی بتا سکتا ہے ' اس کی تو گنتی ہی نہیں کی جا سکتی - کتنے حسن اور سادگی کے ساتھہ حسن کی ترقی کو اس دوہے میں بیان کیا ہے ' وہ قابل داد ہے —

(۱۷) کہا کسم کہہ کہ مدی ' کتک آرسی جوت
جا کی اُجرائی لکھے ' آنکھہ اُجری ہوت

جس کے اُجلے پن کو دیکھہ کر آنکھیں روشن اور منور ہو جاتی ہیں ' اس کی تابش کے سامنے بیچارہ پھول کیا ہے' چاند نی کیا ہے' اور آئینے کی چمک کیا چیز ہے؟ اِن میں بھی چمک ہے ' لیکن اِن کی چمک آنکھوں پر کچھہ بھی اثر پیدا نہیں کرتی' اِن کی چمک سے آنکھوں میں وہ روشنی نہیں آتی جس سے آنکھوں میں نور آ جائے' اس لیے یہ چیزیں اس کے تابش حسن کے سامنے پھیکی ہیں - روشنی و نور تو اُسی حسن میں ہے ' جس کے دیکھنے سے ' جس کی طرف نظر اُٹھانے سے آنکھوں میں اُجالا آ جاتا ہے ' آنکھوں میں نور و سرور بھر جاتا ہے —

(۱۷) کُتل الک چھتی پرت' مکھہ بڑھی کو اِتوادوت
بنک بکاری دیت ' جیوں دام روپیا ہوت

بہاری کے زمانے میں دام ایک پیسے کے پچیسویں حصے کو کہا جاتا تھا - جب کوئی عدد بکاری کے بغیر لکھا جاتا تھا تو وہ دام سمجھا جاتا تھا اور جب اُس پر بکاری دیدی جاتی تھی تو وہ روپیہ ہوجاتا تھا - بکاری اُس لکیر کو کہتے ہیں جو روپے کو بتانے کے لئے ڈالی جاتی ہے یعنے وہ روپے کی علامت ہے- وہ لکیر یہ ہے (/) جیسے ایک روپے کو یوں لکھا جائے گا (۱/) - بہاری کہتا ہے کہ اس کے چہرے پر پُرخم بالوں کے چھوٹ پڑنے سے اس کی چمک دمک اتنی بڑہ گئی ہے ' جیسے تیڑھی لکیر دیدینے سے دام روپیہ بن جاتا ہے - جس طرح دام کے آگے علامت لگادینے سے اکدم اس کی قیمت روپیہ ہو جاتی ہے ' یعنے اک دم بہت بڑہ جاتی ہے - اسی طرح اُس کے منہہ کی چمک پُرخم بالوں کے پڑنے سے اتنی ہی بڑہ گئی ہے - اس بڑھی ہوی چمک

کی تصویر بھاری نے کس معمولی تشبیہ سے آنکھوں کے سامنے کھینچ دی ھے۔ اسی کو کہتے ھیں تنکے سے ھاتھی کو باندھنا*۔ کتنی ادنیٰ تشبیہ سے کتنا بڑا مضمون پیدا کیا ھے—

(۱۸) سہج سیت پنچ توریا پہیرت اِتی چھب ھوت
جل چادر کے دیپ لوں ' جگمگاتی تن جوت

جب وہ معمولی طور پر سفید پچ تولیا ساری پہنتی ھے' تو اُس کی خوب صورتی بہت بڑہ جاتی ھے - پچ تو لیا وہ ھلکی ساری ھوتی ھے' جس کا وزن کل پانچ تولہ † ھوتا ھے ' اُردو میں اُس کپڑے کو ' آب رواں ' کہتے ھیں - اس ساری کے پہننے سے اُس کے بدن کی چمک اس طرح جگمگاتی ھے ' جیسے پانی کی چادر سے چراغ کی جگمگاھٹ بڑہ جاتی ھے - یہاں جل چادر کے چراغ کی تشبیہ جو شاعر نے دی ھے ' وہ سچ مچ حیرت انگیز اور انوکھی ھے - اور اِس سے اُس کی باریک بینی کا پتہ چلتا ھے ' اور یہ جگمگاھٹ ایک دیدنی چیز ھے - اُدے پور میں ایک جھیل ھے' جس کا نام "پچھولا" ھے - اس کے اس کنارے پر اُدے پور بسا ھوا ھے - دوسرے کنارے پر مندر وغیرہ بنے ھوے ھیں- اور اس جھیل کے بیچ میں بھی مندر اور شاھی محلات بنے ھیں' جو ' جگ نواس' کے نام سے مشہور ھیں- پانچ سال میں ایک بار جب ویسراے یا کوئی اور بڑا آدمی یہاں آتا ھے تو اُسے رات کے وقت ناؤ میں بٹھا کر اس چادر آب کے چراغوں کی بہار دکھائی جاتی ھے - اس پر لاکھوں روپیہ خرچ ھوتا ھے' پچھولا جھیل کے دونوں کناروں کی اونچی اونچی بلند عمارتیں چراغوں سے جگمگا رھی ھوتی ھیں - جھیل کے بیچ کے محلوں' مندروں اور دوسرے کنارے کے مندروں وغیرہ کی سیڑھیوں وغیرہ پر بھی اوپر سے نیچے تک چراغوں کی قطاریں لگی ھوتی ھیں' جھیل کے دونوں کنارے چاند گھاٹ سے لے کر راج محلوں تک چراغوں ھی سے' اوپر سے نیچے تک جگمگا رھے ھوتے ھیں - اس بہار کو دیکھنے کے لئے اُدے پور کا سارا شہر ٹوٹ پڑتا ھے - سب کہتے ھیں کہ آج سونے کی لنکا کا

---

* یہ ایک ھندی مثل ھے —

† کیا مانچسٹر یا لنکا شائر کی ملیں پانچ تولہ کی ساری یا چادر بنا سکتی ھیں

نظارہ ہوگا ' اور وہ سچ مچ ہوتا بھی ہے - اس نظارے کو دکھانے کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا ہے - اس جھیل کا پانی اس خاموش اندھیری رات میں ان چراغوں کی چمک کو کس طرح بڑھا دیتا ہے' یہ قابل دید نظارہ ہوتا ہے - بہاری لال نے اس طرح کے نظارے ضرور دیکھے ہوں گے - اس نظارے کو دیکھ کر بہاری کی اس تشبیہ کو پڑھا جائے کہ :

جل چادر کے دیپ اوں جگمگاتی تن جوت

تو اِس تصویر کے کھینچنے کی باریکی کا پتہ چلتا ہے —

(۱۹) چھٹی نہ سسکتا کی جھلک' جھلکیو جوون انگ
دیپتی دیہہ دھوں نہ ملی' دپتی تافتہ رنگ

ابھی بچپنے کی جھلک نہیں چھوٹی ہے - یعنے بچپن تو چلا گیا ہے' لیکن اس کی جھلک ہنوز باقی ہے اور اس کے انگ انگ (جوڑ جوڑ) میں جوانی کی جھلک آگئی ہے ' یعنے جوانی ابھی نہیں آئی ہے ' مگر صرف ابھی اس کی جھلک ہی آئی ہے' دونوں جھلکیوں سے مل کر اس کا بدن چمکتے ہوے تافتے کے کپڑے (دھوپ چھاؤں) کے رنگ کے مانند چمچما رہا ہے - یہاں شاعر نے تافتہ کے رنگ کی بالکل قدرتی اور بچپنے اور جوانی کی جھلکیوں کے رنگوں کی بالکل ٹھیک تصویر کھینچ دینے والی تشبیہ دی ہے - تافتہ ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہوتا ہے' جس کا تانا ایک رنگ کا اور بانا دوسرے رنگ کا ہوتا ہے - دونوں رنگوں کے مل جانے سے اس کی جھلک خوب چمکتی ہے - اسے دھوپ چھاؤں بھی کہتے ہیں - بعض لوگ تافتہ اُس کپڑے کو کہتے ہیں' جس کا تانا سوتی اور بانا ریشمی تاروں کا ہوتا ہے - دونوں مل کر بہت زیادہ چمکتے ہیں - سوت کے تاروں میں چونکہ سادگی معلوم ہوتی ہے اور تانے میں سیدھا پن بھی ' ادھر بچپنے کی جھلکی بھی بھولے پن اور سادگی کی مظہر ہے - اور ریشمی تاروں کی جھلک چمکدار ہوتی ہے' جس کی چمک کی تشبیہ جوانی کی جھلک سے دی گئی ہے - اس تافتے کے رنگ اور چمک

کی تشبیہ سے بہاری کی وسیع قوت مشاہدہ کا پتہ لگتا ہے —

(۲۰) واہی لکھیں لوٹن لگے، کون جوت کی جوت
جا کے تن‌کی چھا نہہ ڈھگ چھانہہ سی‌ہوت

اسے دیکھہ کر کس دوشیزہ کی تابش آنکھوں کو اچھی لگ سکتی ہے ، یعنے نہیں لگ سکتی ، اس کے آگے ساری نوجوان عورتوں کی رونق ماند پڑ جاتی ہے ، کس کو دیکھہ کر ؟ شاعر دوسرے مصرع میں اس کا جواب دیتا ہے : جس کے جسم کی پرچھا ئیں کے سامنے چاندنی بھی چھاؤں سی ہو جاتی ہے ، جس کے بدن کی پرچھائیں کی چمک اتنی زیادہ ہے کہ اس کے سامنے ساری چاندنی چھاؤں سی معلوم ہو نے لگے ، اس کے بدن کی چمک کس قدر زیادہ ہوگی - اس کو خیال میں نہیں لایا جا سکتا ، اس لئے کہ جس کے بدن کی چمک کی چھاؤں کے سامنے بچاری چاندنی بھی چھوٴں بن گئی، اس‌کے بدن کی چمک‌کے سامنے کس دوشیزہ کی‌چمک‌دمک‌آنکھوں کو بھی معلوم ہوسکتی ہے،کس کی نہیں،یعنی اس کی چمک دنیا میں صرف‌ایک ہی ہے، وہ‌دنیامیں بے نظیر حسن کی مالک ہے —

اس دوہے میں بہاری نے بدن کی انوکھی ، اور لبریز جمال تابش کا کیسا نادر بیان کیا ہے —

(۲۱) بھئی جو، چبھی تن و سن ملی، ورن سکیں سو نہ بین
آ نگ روپ آ نگی دری ، آ نگیی آ نگ در ین

اس جسم میں کپڑوں کے مل جا نے سے (کپڑوں کے اس طرح مل جا نے سے کہ وہ الگ نظر نہیں آ تے) جو حسن پیدا ہو گیا ہے ، اسے زبان سے ادا نہیں کیا جاسکتا ، کسی طرح بھی بیان نہیں کیا جا سکتا ، ایک ایک عضو کی چمک سے کپڑا چھپ جاتا ہے ، مگر کپڑوں سے جسم نہیں چھپتا ، کیا بات کہی ہے ، کپڑا بدن کو ڈھکنے کے لئے پہنا جا تا ہے ، لیکن بدن کی چمک اتنی زیادہ ہے کہ کپڑا اس میں چھپ جا تا ہے ، اور اعضا نہیں چھپتے ، وہ تو صاف جھلملا تے ہیں ، ٹھیک ہے :—

کہیں چھپتا ھے ' اکبر ' پھول پتوں میں نہاں ھوکر

کپڑوں سے کہیں اس کے اعضا کی چمک اور تابش چھپائی جا سکتی ھے ' اس کی تا بش تو کپڑوں کے اوپر بھی آ پہنچتی ھے ' اور اس سے کپڑے ھی آپ چھپ جا تے ھیں—

(۲۲) لہلہاتی تن ترو نئی ' لچھی لگ لوں لچھی جائی

لگیں لا نک لو ئن بھری ' لوئن لیتی لگا ئی

اس کے بدن میں اُمید تی ھوی جوانی کی بہار لہلہا رھی ھے' جب آنکھیں اُس کی حسن و نزاکت سے لبریز کمر میں جا لگتی ھیں تو وہ کمر بانس کی پتلی چھڑی کی طرح جھک جاتی ھے ' اور دیکھنے والوں کی آ نکھوں کو شیفتہ کر لیتی ھے ' نظر کے لگتے ھی اس کمر میں کپکپی پیدا ھو جاتی ھے ' اور یہ نظر کا لگنا ' کمر کا لچکنا ' آنکھوں کو لگا لیتا ھے یعنے اپنا عاشق بنا لیتا ھے - اس کی کمر کس قدر نازک ھے کہ آ نکھ کے دیکھنے ھی سے لچک جاتی ھے - کیا نازک خیالی ھے —

(۲۳) مانہ ھو ودھی تن اچھ چھوی سوچھ راکھی بے کاج

درگ پگ پونچھن کو کیو بھو شن پایندا ج (ز)

اس کے تن نازک کے حیرت انگیز حسن کی صفائی کو قائم رکھنے کے لئے ' گو یا خدا نے نظر کے پاؤں پو چھنے کے لئے زیور کو پا انداز بنایا ھے ' اس کے جسم کے حسن کی چمک کے سا منے سو نے کے گہنے کس کام آ ئے ' وہ اس کی خوب صورتی کو تو کیا بڑھا سکتے ھیں ' وہ تو اس کی تابش کے سامنے داغ سے دکھا ئی دیتے ھیں ' پھر آخر انھیں پہنا ھی کیوں گیا ؟ اس کا جواب شاعر دیتا ھے کہ اس جمال و حسن پر جب آ نکھوں کے پاؤں پڑیں گے تو یہ کہیں میلی نہ ھو جاے اس لئے خدا نے ان سو نے کے گہنوں کو آ نکھوں کے پاؤں پو چھنے کے لئے پا انداز بنا دیا ھے - یعنے جب آ نکھیں اس حسن کو دیکھیں تو پہلے ذرا اپنے پاؤں کو (زیوروں کے) پا انداز سے پوچھہ لیں —

(۲۴) چمچات چنچل نین ' بچ گھو نگھت پٹ جھین

مانہو ' سُر سَریتا و مل جل' اُچھرت جُگ مین

اس کی چنچل آنکھیں مہین اور پتلے گھو نگھٹ کے اندر ایسی چھپا رہی ھیں جیسے گنگا کے شفاف پانی میں دو مچھلیاں اچھل رہی ھوں —

جن حضرات نے گنگا کا صاف و شفاف پانی ھر دوار یا رشی کیش میں دیکھا ھے ' اور وھاں اچھلتی ھوی مچھلیوں کا مشاھدہ کیا ھے ' وہ اس باریک گھو نگھٹ میں سے چمچماتی ھو ئی آنکھوں کے دل پذیر نظارے کا موازنہ کر سکتے ھیں —

(۲۵) انگ انگ چھوی کی لپٹ' اُپٹت جاتی اچھیہ

کھری پاتری آوتو ' لگے بھری سی دیہہ

اُس کے عضو عضو میں حسن کے چھب کی لپٹ لگا تار اُبھرتی جاتی ھے - اس وجہ سے گو اس کا بدن بہت پتلا ھے ' مگر وہ پھر بھی بھری سی لگتی ھے - لگا تار ' پل پل میں اُبھرتی اور بڑھتی ھوی خوب صورتی اُس سے بدن کے چاروں طرف ایک ایسی چمک اور تابش کو نمایاں کر رھی ھے ' جس سے اس نازنیں کا دبلا پن ڈھکا جاتا ھے ' اور اس کا بدن بھرا ھوا محسوس ھوتا ھے —

(۲۶) نیک ھنسوں ھی بانی تجی لکھیو پرت منہ نیٹھہ

چوکا چمکنی چوندہ میں' پرتی چوندہ سی دیٹھہ

سکھی! تو اپنی اس ھنسی کی عادت کو ذرا کم کر دے ' تیری اس عادت کی وجہسے تیرا منہہ بڑی مشکل سے دکھائی دیتا ھے - کیونکہ تیرے چوکے(سامنے کے دانتوں) کی چکا چوندہ میں آنکھیں چوندھیاسی جاتی ھیں - اور تیرا منہ دکھائی

نہیں دیتا۔ یہاں ہنسی کی چمک کی چوندہ سے آنکھوں کا چوندھیا جا نا اور پھر چہرے کا نظر نہ آسکنا شاعر نے کس خوبی سے کہا ہے —

تن، بھوشن، انجن، درگن پگنو، سہاور رنگ
نہیں سوبھا کوں، سا جیتُ کہی بیں ہی کون انگ

وہ قدرتی طور پر اس قدر حسین ہے کہ اُس کے بدن میں زیور، آنکھوں میں سرمہ اور پاوں میں مہندی کا رنگ، اس کی خوب صورتی کو نہیں بڑھاتا۔ یہ تو صرف کہنے ہی کے لئے ہے کہ اُس کے جسم پر زیور ہیں، آنکھوں میں سرمہ اور پاوں میں مہندی لگائی گئی ہے۔ کیونکہ اس کا بدن خود گہنا ہے، آنکھیں بغیر سرمے کے اس قدر کالی ہیں کہ سرمہ آگیں معلوم ہوتی ہیں، اور پاؤں خود ہی اتنے سرخ ہیں کہ حنا آلود نظر آتے ہیں، اس لیے زیور، سرمہ، مہندی اس کے حسن کو کیا بڑھا سکتے ہیں —

(۲۸) کن دیہَو سو نہیو سسُر، بہو، تہُر ہتَی جانی
روپ رہ چتّیں لگی، لگیو مانگن سب جگ آنی

نئی بہو گھر میں آئی، سسر نے دیکھا کہ اُس کے ہاتھہ چھوٹے چھوٹے ہیں، اس لیے بھکاریوں کو اناج دینے کی خدمت اُس نے بہو کے سپرد کی، اُس نے سوچا کہ بہو کے ہاتھہ چھوٹے چھوٹے ہیں، اس لئے اناج کم خرچ ہوگا، لیکن ہوا کیا؟ ہوا یہ کہ بہو تھی بلا کی حسین، اُس کے حسن کو دیکھنے کے لیے بھیک مانگنے کے بہانے ساری دنیا اُمنڈ آئی دنیا در حقیقت اناج کی بھوکی نہ تھی، بلکہ جنس حسن کی بھوکی تھی اور اسی کا لالچ اسے اِس در کا بھکاری بنائے ہوے تھا۔ بہاری نے حسن کی تصویر جس ندرت انداز کے ساتھہ کھینچی ہے، وہ لائق دید ہے۔ بہاری کے کلام سے اِس انداز کے اور بھی بہت سے نمونے پیش کیے جا سکتے ہیں؛ لیکن مضمون کی طوالت کا خوف مانع ہے اور اس وقت ہم اتنا ہی کافی سمجھتے

ھیں - امید ھے کہ اِن نمونوں سے بہاری لال کے کمال فن ، اُس کی بالکل اچھوتی ذھانت اور اس کی انوکھی شاعری کا ناظرین کو کچھہ نہ کچھہ ثبوت مل جائے گا ؛ اس کی زبان کا مزہ تو ، اسی کی طرح زبان سے واقف ھونے والوں ھی کو اچھی طرح مل سکتا ھے، لیکن حسن کے اِن مذکورہ بیانات میں بھی جوگہرے اور پاکیزہ جذبات، جو نازک خیالات، جس خوبی و خوش اسلوبی اور نزاکت کے ساتھہ ظاھر کیے گئے ھیں ، ان کا کچھہ کچھہ پتہ ان صفحات کے پڑھنے سے ضرور لگ جائے گا —

حافظ

از

(جناب سید حسن برنی صاحب بی اے - ال ال بی)

[یہ مضمون بھی " عمر خیام " کی طرح ' جو اس سے قبل رسالۂ ھذا میں شائع ھوچکا ھے ' فرانسیسی مستشرق کرادے وو (Carrade Vaux) کی کتاب محققین اسلام (Les Penseurs de l Islam) جلد چہارم مطبوعۂ پیرس سنہ ۱۹۲۳ ع (صفحات ۲۷۷-۲۹۲) سے ماخوذ ھے اور براہ راست فرانسیسی زبان سے ترجمہ کیاگیا ھے- مضمون مختصر ھے' لیکن تنقیدی اعتبار سے پرمغز اور دلچسپ ھے- شروع میں حافظ اور خیام کی اور اخیر میں حافظ اور ترکی شاعر فضولی کی شاعری کا موازنہ و مقابلہ نہایت خوبی سے کیا گیا ھے-

حافظ کو مغرب میں وہ شہرت اور ھر دلعزیزی تو حاصل نہیں ھے' جو خیام کو ھے ' لیکن اور شعرائے فارسی کے مقابلے میں وہ کافی شہرت رکھتا ھے- کرادے وو نے مدام دے تانان بھر (Mme de Tannenberg) کے فرانسیسی ترجمۂ غزلیات حافظ کا ذکر کیا ھے - یہ ترجمہ مدام موصوفہ کے وفات کے باعث شائع نہ ھوسکا - لیکن حال ھی میں ایک اور فرانسیسی ترجمہ شایع ھونا شروع ھوا ھے جو موسیو آرتھر گیوئی (Arthur Guy) قونصل جنرل فرانس نے

کیا ہے - یہ ترجمہ تین جلدوں میں ختم ہوگا' جن میں سے ابھی پہلی جلد چھپی ہے - اس جلد میں ابتدائی پونے دو سو غزلیں ہیں - شروع میں ۳۸ صفحات کا دیباچہ ہے اور فاضل مترجم نے سودی کی شرح سے حواشی بھی نقل کئے ہیں - ترجمے میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ حتی المقدور وہی بحر اور قافیہ قائم رہیں' جو اصل فارسی غزل میں پائے جاتے ہیں - یہ بھی کوشش کی گئی ہے کہ حافظ کے کلام کا صحیح اور قریب ترین ترجمہ کیا جائے - اس ترجمے کا مفصّل پتہ یہ ہے :—

Les Poemes Erotiques ou Ghazels de Chamseddin Mohammed Hafiz, par Arthur Guy Tome Premier XXXVIII et 278 pp, in 8 carre 1927 (Tome II , les Jloyeux de l'Orient) – Librairie Orientaliste Paul Geuthner, Paris)

[سید حسن برنی

حافظ' خیام سے بھی پہلے' مغرب میں شہرت پاچکا تھا - خیام کا تعارف اگر انگلستان میں شروع ہوا' تو حافظ کا جرمنی میں - نامور مستشرق فان ہا میر (Von Hammer) نے حافظ کا دیوان سنہ ۱۸۱۲ ع و ۱۸۱۳ ع میں ترجمہ کیا تھا - گیٹے (Goethe) نے اسی ترجمے کی بدولت شیرا ز کی غزل سرائی کا لطف محسوس کیا اور اپنے دیوان غربی و شرقی (Diwan Ouest-Oriental.) میں حافظ کے رنگ کو پیدا کرنے کی کوشش کی۔ کچھ ہی عرصے بعد بوڈین اسٹیڈٹ (Bodenstedt) نے عہد جدید کے ایک ایرانی شاعر " مرزا شافی " کے کلام ' کا جو حافظ کے رنگ میں ہے' ترجمہ شائع کیا - اس شخص مرزا شافی کا وجود پر اسرار ہے - اُس کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ اس نام کا کوئی شخص نہیں ہوا ' بلکہ وہ صرف بوڈین اسٹیڈٹ کے دماغ کی

آفرینش‌ہے- بوڈین استیڈث کا بیان ہےکہ جس وقت وہ مرزاشافی سے ملا تو مؤخرالذکر سن رسیدہ ہوچکا تھا - وہ ایران ہی میں پیدا ہوا تھا اور وہیں وفات پائی - مرزا شافی کی اصلیت کچھہ ہی ہو ' لیکن اُس کے نام سے جو کتاب منسوب کی گئی ہےاُس نے خوب شہرت پائی - " حکمت فلسطینیہ " (Philisterweisheit) کے دیڑہ سو سے زیادہ ایڈیشن شائع ہوئے :—

حافظ کے واقعات زندگی بہت کم معلوم ہیں اور ایسا خیال ہوتا ہے کہ اُس کی زندگی میں بہت کم قابل توجہ حوادث و سوانح پیش آئے - 'حافظ' شیراز میں پیدا ہوا - وہیں سنہ ۱۳۸۹ ع میں اُس نے وفات پائی - وہیں اُس کی زندگی کا بڑا حصہ گذرا - وہ فقرا کی جماعت سے تعلق رکھتا تھا - اُس کا اصلی نام محمد تھا ' اور اُس کا تخلص ' حافظ ' (جو قرآن کو از بر کرنے والے کو بطور خطاب دیا جاتا ہے) اور لقب شمس الدین ظاہر کرتے ہیں کہ وہ علوم دینیہ میں مہارت رکھتا تھا - اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ' حافظ ' کی بسر اوقات بفراغت ہوتی تھی - بادشاہ اُس کی سرپرستی کرتا تھا اور اپنی زندگی ہی میں اُسے ہردلعزیزی اور عزت حاصل ہوگئی تھی - ہارن (Horn) لکھتا ہے کہ بخلاف اپنے بعض دیگر ہم وطنوں مثلاً رودکی و کسائی کے 'حافظ' پیرانہ سالی میں بھی مغموم نہیں رہتا تھا ' بلکہ وہ برابر زندگی کی مسرتوں کے نغمے گاتا رہا اور اُس کا دل آخر تک جوان اور پر جوش رہا —

'حافظ' زیادہ تر اپنی غزلیات کے سبب مشہور ہے - اُس نے رباعیات بھی لکھی ہیں * اور دوسری چیزیں بھی - حافظ' خیام کا ایک تلمیذ سعید معلوم ہوتا ہے - وہ خیام سے تین سو برس بعد پیدا ہوا - دونوں شاعروں نے تقریباً ایک ہی قسم کے مضامین لکھے ہیں- 'حافظ' بھی اپنے پیشرو کی طرح شراب' زندگی‌کی بے ثباتی' غمہائے نہانی ' دیر مغاں ' مستی ' ہجر ' عشق وغیرہ کے بیان لکھتا ہے اور خیام کی طرح

---

* دیکھو انگریزی ترجمۂ رباعیات حافظ نوشتۂ کرانسر بیگ مع دیباچۂ سید عبدالسجید- مطبوعۂ لندن سنہ ۱۹۱۹ ع —

'حافظ' کے اشعار بھی ذو معنی یعنی رندانہ و متصوّفانہ ہیں - حافظ بھی دینداری کے زعم باطل اور مفتیوں اور متقیوں کی ریا اور جھوٹے زھد و اتقا پر حملہ کرتا ہے - لیکن حافظ کی طبیعت خیام کی طبیعت سے بالکل مختلف ہے —

خیّام زیادہ مہندسانہ (geometrique) اور زیادہ راست رو ہے - وہ مجرّد مضمون سے زیادہ وابستہ رہتا اور صرف اس حد تک آرائش میں مصروف ہوتا ہے' جس حد تک کہ مضمون کو ادبی پیرایہ دینے اور اُسے پڑھنے والوں کے پسند خاطر بنانے کے لئے ضروری ہے - حافظ بہ نسبت خیام کے زیادہ نفیس' زیادہ لطیف' زیادہ شاعرانہ ہے - وہ مضمون سے کم وابستہ رہتا اور اپنے بیان کو آراستہ و پیراستہ کرنے میں زیادہ مصروف رہتا ہے - خیّام کا لہجہ متحکمانہ' درشت' متزجّرانہ بلکہ بعض اوقات وحشیانہ ہوتا ہے - حافظ نرم' لچکدار' رنگین' رنگا رنگ' لطافت آمیز اور خلیق ہے- خیام کے دماغ کی ساخت مردانہ اور حافظ کے احساسات نسائی ہیں - ان دونوں میں تقریباً ایسا ہی فرق ہے' جیسا کہ دوسری صدی ہجری کے مضبوط کوفی خط اور موجودہ زمانے کے نفیس و پر پیچ آرایشی عربی رسم الخط میں - خیام بحیثیت ایک استدلالی کے خلوص لئے ہوے ہے - حافظ بالاے ہمہ مناظر قدرت اور حسن کا والہ و شیفتہ ہے - یہی وجہ ہے کہ غزل' جس کا طول متوسط ہوتا ہے' جس میں مختلف و رنگا رنگ مضامین سما سکتے ہیں' جس کی ہر بیت ایک موتی— ایک خیال یا ایک آہ — ہوتی ہے' جو نہایت باریک ڈورے میں پروئے ہوے ہوتے ہیں' حافظ کی طبیعت کے زیادہ مناسب و موزوں ہے - بر خلاف اس کے رباعی کی ٹھوس اور قوی شکل خیام کے مزاج سے زیادہ موافق ہے —

ایک مثال کے ذریعے یہ فرق زیادہ بہتر طریق پر سمجھ میں آ جاے گا - دونوں شاعروں نے ہمارے فرانسیسی شاعروں (Villon) کی طرح' جس نے اپنے ایک مشہور سرود میں لکھا ہے:—

" لیکن کہاں ہے پچھلے برس کا برف ؟ "

فنا ہو جانے والی اور نہ معلوم کہاں جانے والی چیزوں کا ماتم کیا ہے - خیام نے اس خیال کو اس رباعی میں ' جسے ایک مسافر اصطخر (Persepolis) کے کھنڈروں میں ایک دیوار پر کندہ پاتا ہے' ظاہر کیا ہے —

" یہ محل جس کے ستون آسمان تک بلند ہو رہے ہیں' شاہان سلف کا مرقد بنا ہوا ہے - میں نے ایک فاختہ اُس کے کنگروں پر بیٹھی ہوی دیکھی ' جو لگا تار کو کو کو(کہاں کہاں کہاں ؟) پکار رہی تھی "—

ذیل میں حافظ کے خیالات بھی اس مبحث پر پیش کئے جا تے ہیں - اس نظم میں " کہاں " کا اطلاق ماضی و مستقبل دونوں زمانوں پر کیا گیا ہے —

" ایام خوش و ایام خراب کہاں ہیں ؟ راستہ کی درازی دیکھو یہ راستہ کہاں سے آ تا ہے اور کہاں جاتا ہے؟ " —

" میرے دل کو خانقاہ میں صرف ریا کی گدڑی دکھائی دیتی ہے - دیر مغاں کہاں ہے اور شراب ناب کہاں ؟ " —

" رندی وزہد میں کیا نسبت - کہاں وعظ کا سننا اور کہاں رباب کے نغمے! " -

" دوست کے رخ سے دشمن کے دل کا حال کون جان سکتا ہے - کہاں چراغ مردہ اور کہاں نور آ فتاب !" —

" تیرے در کی خاک میری آ نکھوں کا سرمہ ہے - بتا ہم کہاں جائیں' تیرے کرم کو چھوڑکر کہاں ؟ "—

" سیب زنخداں کو نہ دیکھ کہ راہ میں ایک کنواں ہے - اے میرے دل ایسی تیزی سے کہاں چلا جارہا ہے ؟" —

" وصل کے تازہ ایام کی یاد کیسی بھلی معلوم ہو تی ہے - وہ پیار کر نے والی نظر کہاں گئی؟ اور وہ ملامت کہاں ؟" —

" حافظ سے قرار و خواب کی اُمید نہ رکھ - قرار کہاں اور صبر کہاں اور نیند کہاں! " —

ایک اور غزل سے میں اس نفیس شعر کو جس میں کہاں کا سوال کیا گیا ھے' انتخاب کرتا ھوں :—

" شراب ' گانے والا اور گلاب کا پھول سب خوب ھیں ' لیکن
بغیر دوست کے زندگی خوب نہیں - دوست کہاں ھے ؟ "

دو مشہور ادب دوست خواتین نے حال ھی میں پیرس میں حافظ کے کلام پر بڑی محنت کی ھے-ان میں سے ایک تو مدام دے تانان بیر (Mme de Tannen erg) ھیں ' جو فنک برانتانو (Funck Brenntano) میں پیدا ھو ئیں اور خود بھی شاعرہ ھیں • - خاتون موصوفہ نے ولبر فورس (Wilberforce) کے انگریزی ترجمے سے حافظ کی غزلیات کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا ھے' جو فارسی متن سے نہایت قریب ھے اور موجودہ طرز تحریر کو لئے ھوے شیریں اور مؤثر ھے - دوسری مدموازل (مس) ایلین وکاریسکو (Mlle Helene Vacaresco) ھیں ' جو رومانیا کی ایک مشہور خاتون ھیں ' فرانس میں رھتی اور عرصے سے بحیثیت ایک فرانسیسی شاعرہ کے شہرت رکھتی ھیں - موصوفہ نے مدام دی تانان بیر کے مجموعۂ غزلیات حافظ پر ایک دیباچہ قلمبند فرمایا ھے ' جس میں شیراز کے شاعر (حافظ) کی ذھنیت اور طبیعت کا نہایت ژرف نگاھی کے ساتھہ تجزیہ کیا ھے - یہ دیباچہ از راہ کمال مہربانی میرے پاس بھیجدیا گیا ھے' جس کے چند صفحات کا خلاصہ ذیل میں پیش کرتا ھوں :—

خدائے تعالیٰ کو مخاطب کرتے ھوے شاعر کہتا ھے :—

" کاش تیرے گلزار کی تھوڑی سی خاک ھمیں مل جاے "

مدموازل و کاریسکو صوفیت اور حافظ کے پیشرو شعرا سے بحث کرنے کے

• مدام دے تانان بیر کا حریف سنہ ۱۹۲۲ ع میں انتقال ھو گیا اور ان کا ترجمہ شایع ھونے سے رہ گیا —

بعد حافظ کا تذکرہ اس دل پسند مصرع کے ساتھہ شروع کرتی ھیں :—

" ھماری آہ کا تیر آسمان کے پار نکل گیا"

یہ دکھانے کے لئے کہ یہ تیر اور وھاں کی کشش کس قدر قوی ھے ' حافظ دنیاوی حسن کے نغمے گاتا ھے - " وہ بلبل سے کہتا ھے کہ میں تیرے نغموں سے زیادہ دلکش نغمے جانتا ھوں ' وہ یاسمن سے کہتا ھے کہ جو یاسمن خدا کے ھاتھہ میں پھولتی ھے وہ کبھی نہیں مرجھاتی - اس کے بعد پر اسرار سوار گزرتا ھے' جس سے کہ روح رواں اور جذبۂ مشتعل کا کنایہ ھے —

" اے سوار جس کے رخ کا آئینہ ماھتاب ھے - اُس کے گھوڑے کے نعل کی خاک آفتاب کے لئے بمنزلہ سورج کے ھے - جو آفتاب درخشاں دیکھنا چاھے' وہ اس کے رخ خون آلود کو دیکھے "—

دیبا چہ نگار نے حافظ کے جذبۂ عشق کو جو شاید صوفیت کا سب سے خوشنما جذبہ ھے ' نہایت عمدگی سے نمایاں کر کے دکھایا ھے - وہ حافظ سے حسب ذیل خیالات نقل کرتی ھیں :—

" میرا دل جل چکا ' لیکن اُس کا مقصد حاصل نہ ھوا ..... روشنی میں نکل کر آتا کہ تیرے سینے سے آفتاب چمکے "—

وہ تنقید کرتے ھوے لکھتی ھیں :—

جذبۂ عشق کا شاعر ھوتے ھوے بھی حافظ کے متعلق کہا جاسکتا ھے کہ وہ ایسا نہیں ھے - یہاں اور عالم دوام میں کوئی ایسی شے نہیں ھے جس سے بالا اور ماورا حافظ نہیں پہنچا - صرف سولا میت (Sulamite) اور سنیت تیریز (Ste.Therese) ھی نے' جو ایک دوسرے سے فضا اور وقت میں اس قدر بعید ھیں' اپنے ولولۂ عشق کو اس جوش و خروش کے ساتھہ ظاھر کیا ھے ' جیسا کہ شیراز کے مست الست نے " —

حافظ کا جذبۂ عشق کوئی سادہ ولولہ نہیں ھوتا ' بلکہ اس میں ایذاے شیرینی

اور تلخی کی آمیزش بھی ہوتی ہے' شاعر بے چین اور مضطرب روحوں کو پسند کرتا اور جامد و ساکن قلوب سے نفرت رکھتا ہے :-

" کاش کہ تمام لوگ اپنے دل کو نسیم کی خوشبو پر مائل کرسکتے - اس دل بے تاب کو چھو کر دیکھے' جو باوجود اپنی تکلیف کے لاکھوں قلوب کو مطمئن کرنا چاہتا ہے" —

یہی جوش طلب روح کا اصلی جوہر ہے - مدموازل و کار لیسکو کہتی ہیں کہ یہ امر بین ہے کہ ساکن قلب یا (قلوب مطمئنہ) اس خواب سے جو کہ روح کو بے چین رکھتا ہے دور رہتے ہیں" - شاعر خود فغاں کرتا ہے "آج ہی حافظ کا دل عشق سے نہیں جل رہا ہے' بلکہ روز ازل ہی سے وہ لالۂ شیراز کی طرح داغ داغ ہے"۔ لیکن منزل مقصود دور ہے "خضر کے چشمۂ حیات سے لے کر طلسمات تک بڑا فاصلہ ہے - ہمارے چشمۂ حیات تک جس کا ماخذ خدائے تعالیٰ میں ہے' بڑا فاصلہ ہے' بڑا فاصلہ ہے"۔

ان الفاظ کو جو یاس سے بھرے ہوئے ہیں' ہم پھر دہراتے ہیں:-

"حافظ سے قرار و صبر کی امید نہ رکھو!"

بہر حال یہ ضروری نہیں کہ حافظ کے فلسفے کو ایک مربوط شکل میں پیش کیا جائے - حافظ کے احساسات سیال اور تقریباً متضاد ہیں اور دنیا کی نفرت اس کی روح کو مقید نہیں کرلیتی ہے - وہ مابعدالطبیعیات کے دقیق خیالات کو نظر انداز کرتا ہے' وہ صوفی خود پسند کو زندگی کے لطف کی طرف مائل کرتا ہے' اور زندگی کے لطف کا بیان کرتے ہوئے وہ مادّہ پرست کو عالم بالا کے حسن کی طرف رہبری کرتا ہے "ہمیں ایک ایسے شاعر سے سابقہ پڑتا ہے' جس کے یہاں بہترین طریق پر ان دونوں اجزا کا' جن کے اتحاد سے انسانی ہستی مرکب ہے' اتحاد پایا جاتا ہے- حافظ کے یہاں روحانی و مادی عناصر اس طرح مساوی طور پر تقسیم ہیں کہ وہ نہ ایک طرف کے خیال میں بہ کر رہ جاتا ہے' نہ دوسرے طرف کے خیالات ہی کو نظر انداز کرتا ہے" —

اس کے بعد تمہید نگار نے اُن الفاظ کی طرف متوجہ کیا ہے' جو حافظ نے ادیان و روایات قدیمہ سے لئے ہیں' وہ نہایت لطف آمیز پیرایے میں لکھتی ہیں :-

"سیمرغ کی (جو کہ پرند خرد ہے) صحبت اسے خوش کرتی ہے اور اسی طرح ہد ہد تاجدار کی' جو سابین شاہ سلیمان و ملکۂ سبا ایلچی تھا - وہ پریوں سے واقف ہے' جو ہوا کی خوشگوار مخلوق ہیں اور ہوا میں پرواز کرتی رہتی ہیں - نیز کوہستان کے گردا گرد کی اُس قوس سے جہاں سیمرغ تمام قدیم الہامات کے خزانوں کے ساتھ مخفی ہے ' لیکن دیو پریوں کے مضبوط حلقے کو توڑنا چاہتے ہیں' حافظ کا منظوم کلام پریوں کو دیووں سے بچائے گا - ان کی مدد کے لئے وہ ہوا کے پر لگاتا اور تاریکی میں پرواز کرتا ہے - وہ سرطان کے پر طلسم محل سے اپنا سخت سر ٹکراتا اور ثریا کے نقرئی ہار سے کھیلتا ہے' مشتری اسے اپنی شاندار دعوت میں مدعو کرتا ہے' لیکن تمام دیوتاؤں میں مریخ (یونانی دیوتا ہرمس (Hermis) جو رب الاسرار سمجھا جاتا تھا) کو وہ سب سے زیادہ پسند کرتا ہے" —

مدموازل و کارلیسکو نے حافظ کی دیگر تشبیہات و استعارات و کنایات مثلاً شراب' خاک' یوسف' آئینۂ سکندری جو جہاں نمائی کا کام دیتا تھا' جام جم وغیرہ کے متعلق بھی دلچسپ بحث لکھی ہے' لیکن یہ ایک ایسی بحث ہے' جس میں کاوش کی بجائے احساس سے کام لینے کی زیادہ ضرورت ہے —

حافظ کو اپنے وطن شیراز سے بڑی محبت ہے - شیراز مشرق کے زیبا ترین شہروں میں ہے اور آثار عتیقہ سے پر ہے' ہمارے تخیل میں شیراز پھولوں کا شہر ہے' اگرچہ جغرافیہ نگاروں کے بیانات اس قدر خوش آیند نہیں ہیں - حافظ نے رود رکنا باد کا جو شیراز سے ہوکر گذرتی ہے' گیت گایا ہے - اس نے ان باغات کو جو گلگشت مصلی کے نام سے مشہور ہیں' خلعت جاوید بخشا ہے - کسی شاعر نے حافظ سے بڑھ کر مناظر فطرت کو محسوس نہیں کیا ہے' نہ کسی نے اُس سے بڑھ کر رمز آمیز و دلکش کلام لکھا ہے :-

"باغ کو نوجوانی کی بہار پھر ملی ہے' گلاب کا خوشگوار پیغام بلبل کو نغمہ سرائی پر آمادہ کر رہا ہے' اے صبا اگر تو نونہالان چمن کے پاس سے ہوکر نکلے تو ہمارا سلام سرو گلاب اور نرگس شہلا کو پہنچا دینا — باغ کا کیا قصور ہے' جب کہ جھاڑیاں مرجھاکر رہ جائیں" —

یہاں ہم حافظ کا ایک شعر نقل کرتے ہیں' جس میں اس نے خود اپنے آپ کو مخاطب کیا ہے :-

"اے حافظ غزل کہہ اور موتی پرو - آ میٹھے میٹھے گیت گا' اس طرح کہ تیرے کلام کو سن کر آسمان عقد ثریا تیرے اوپر نثار کرے" —

یہ بات قابل توجہ ہے کہ عقد ثریا کا کنایہ کس قدر موزوں ہے - مختلف ابیات میں اس قدر برائے نام ربط ہوتا ہے کہ پوری غزل پر بغیر اثر ڈالے ترتیب بدلی جاسکتی ہے - چنانچہ قلمی نسخوں میں ابیات کی ترتیب مختلف پائی جاتی ہے :-

"اے ساقی نور بادہ سے ہمارے جام کو روشن کر——اے مطرب کہہ کہ کار جہان ہمارے موافق ہوگیا ہے —

"ہم نے پیالے میں رخ یار کا عکس دیکھا ہے——اے شراب مدام کی لذت سے بے خبر رہنے والے —

"ہرگز وہ شخص جس کا دل عشق سے زندہ ہوا نہ مرے گا——جریدۂ عالم پر ہمارا دوام ثبت ہوچکا ہے —

"سہی قدوں کا کرشمۂ و ناز اتنا ہوتا ہے——کہ ہمارا سرو صنوبر خرام بھی جلوہ دکھا دیتا ہے —

"اے باد اگر گلشن احباب میں ہوکر گذرے——تو ہمارا پیام جاناں کو پہنچانا نہ بھولنا —

"ہمارا نام عمداً یاد سے کیوں بھولتا ہے —— ایسا تو جلد ہونے والا ہے کہ خود بخود ہمارا نام یاد نہ آئے گا —

" دریاے اخضر ' فلک اور کشتی ھلال —— سب ھمارے حاجی قوام کی نعمت میں غرق ھیں —

" روز باز خواست مجھے خوف ھے کہ کسی کام نہ آے گا —— شیخ کی نان حلال بمقابلہ ھمارے آب حرام کے —

" مستی ھمارے شاھد دلبند کی آنکھہ میں بھلی معلوم ھوتی ھے —— اسی لئے ھماری باگ مستی کے سپرد کردی گئی ھے —

" لالے کی طرح ھمارا دل ھواے سرد میں مبتلا ھوکر رہ گیا ھے —— اے مرغ بخت تو کب ھمارا رام ھو گا'' —

ایران میں حافظ کے متبع بہت سے شعرا ھوے اور ترکی میں بھی حافظ کا اتباع کیا گیا - سلاطین و اُمرا نے جو شعر کہتے تھے ' غزلیں لکھی ھیں - غزلیات کا سب سے مشہور ترکی شاعر جو کہ قدیم ترکی کا سب سے بڑا شاعر بھی سمجھا جاتا ھے " فضولی " ھے - جس کا زمانۂ حیات سولھویں صدی عیسوی میں تھا - وہ ترکی کا حافظ کہلاتا ھے - بسمجان نے اپنے " مقالہ بر ادب عثمانیہ " میں اس خطاب کے خلاف صدا بلند کی ھے اور ' فضولی ' کو ایک اوریجنل (با جدّت) شاعر قرار دینا چاھا ھے - فضولی نے بہ نسبت بادہ مستی کے عشق کو زیادہ بیان کیا ھے " اُس نے اپنا الہام اپنے دل ھی میں پایا ھے اور اپنے جذبات کو ایک ایسی زبان میں جو کسی شاعر نے اُس سے پہلے یا اُس کے بعد نہیں لکھی ' ادا کیا ھے - کبھی ترکی زبان میں یہ انداز بیان نہیں دیکھا گیا " - اُس کا عام مضمون عشق ھے - " اس باب میں اُس کے الفاظ غمناک و یاس انگیز ھیں ' جو ایک ایسی روح سے نکلے ھیں - جو نہایت نازک اور ذکی الحس ھے ' جو ایک ایسے شخص کی زبان سے ادا ھوے ھیں ' جس کا دل صدمے اُٹھائے ھوے ھے ' جو ایسے الفاظ ھیں کہ دل سے نکلتے ھی دل میں جا بیٹھتے ھیں —

یہ ممکن ہے کہ فضولی نے انسانی محبت کو بہ نسبت حافظ کے زیادہ شخصی حیثیت سے بیان کیا ہو ' مگر اُس میں صوفیانہ محبت کا عکس یا چہرہ بہت کم دکھائی دیتا ہے - شراب کے کنایے کو کم اہمیت دینا ہی اس کی ایک علامت ہے - اس طرح فضولی کو فلسفی اور صوفی شعرا کے حلقے سے باہر سمجھا جاے گا ' اور وہ مع چند دیگر پرانے عثمانی (ترک) شعرا کے جدید غزل سرا شعراے عشق میں شمار کیا جاے گا - باوجود اس کے فضولی مشککین کے طبقے میں آتا اور امتیاز خاص رکھتا ہے - ذیل میں " منتخبات اشعار عشقیہ ترکی " L' Anthologie de l' Amour ture مرتبۂ فیضی و عبدالعلیم ' ممدوح ' مطبوعۂ پیرس سنہ ۱۹۰۵ ع صفحات ۱۵-۲۷ سے فضولی کے چند ابیات نقل کئے جاتے ہیں ' جن میں کسی قدر مذہبی خیالات کی امانت بھی پائی جاتی ہے :—

" میرے اچھے دوست ! جو شخص اپنی جان نہیں دیتا ' اُسے حیات جاودانی حاصل نہیں ہوتی - ہمیشہ زندہ رہنے والا وہی ہے جو تیرے لئے اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے - تیرا افسون و کرشمہ عاشقوں کو بغیر کسی تکلیف کے دو بارہ زندہ کردیتا ہے - تو اپنے وقت کا مسیحا ہے " —

" میں اُس معشوقہ کو جس کے ابرو بت جیسے ہیں چھوڑ کر محراب کی طرف متوجہ نہیں ہوتا - اے مومن مجھے چھوڑ دے ' مجھے عشق الٰہی کی طرف مائل نہ کر " —

دینداری اور وعظ پر طنز :—

" اے دینداروں ! واعظ جہنم کے تذکرے میں مشغول ہے - ذرا اس کے واعظ میں آؤ اور جہنم کو دیکھو " -

قسمت پر طنز ' جو بہ نسبت ' حافظ ' خیام کے رنگ میں ہے :—

" اس لڑکے کو قرآن پڑھنے پر مجبور کیا جاتا ہے - اُسے اس بارے میں کوئی اختیار نہیں ہے - تقدیر نے روز ولادت ہی سے میرے دل کو تیرے چہرے کی

تازگی کا مطالعہ کرنے پر مجبور کر رکھا ہے —

ذیل میں اُس ہیبا کی کے ساتھ جس کا حافظ کے یہاں کبھی اظہار نہیں ہوتا ' قرآن کی سب سے زیادہ پسندیدہ سورۂ فاتحہ اور روزے کی رسم کا استہزا کیا گیا ہے:-

" ماہ رمضان میں بہشت کا دروازہ کھل جاتا ہے - پھر تو میکدے کا در کیوں بند کرتا ہے - ہمارے لئے میکدے کا در کھول اور سورۂ فاتحہ پڑھ " —

" آفتاب جام جو شراب سے پُر ہے' ماہ رمضان میں نہیں اُٹھا یا جاتا - آہ کیسی بد نصیبی ہے اور کیسا روز سیاہ ہے ! " —

فضولی کے حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں - اُس کے والدین کُرد تھے اور وہ نواح بغداد کے قصبۂ حِلّہ میں سنہ ۹۱۲ ع میں پیدا ہوا تھا - وہ ابتدا میں سنّی تھا' لیکن کہا جاتا ہے کہ حلہ میں شیعوں کی کثرت تھی اور فضولی بعد میں شیعہ ہوگیا تھا - اُس کی شادی اپنے استاد مفتی حلہ کی لڑکی سے ہوئی تھی - بغداد پر قبضہ کر لینے کے بعد سلطان سلیمان نے فضولی کا وظیفہ مقرر کردیا تھا' لیکن وہ قسطنطنیہ نہیں گیا - اُس کی وفات کی تاریخ معلوم نہیں - (شاید سنہ ۹۷۵ ع ہے)

تذکرۂ گلزار ابراھیم پر ایک نظر

از

(جناب سید محی‌الدین قادری صاحب' زور' بی - اے)

گلزار ابراھیم اُردو شاعروں کے اُن تذکروں میں سے ھے' جو معلومات کی وسعت اور صحت دونوں کے لحاظ سے درجۂ اول کے تذکرے کہے جا سکتے ھیں - خصوصاً صحت حالات کے مد نظر شاید ھی کوئی تذکرہ اس پر فوقیت رکھتا ھو —

اُردو شاعروں کے جس قدر تذکرے اس وقت تک لکھے گئے ھیں ' اُن میں بعض تو وہ ھیں ' جو کسی بڑے شاعر کے نتیجۂ قلم ھیں' اکثر وہ ھیں' جن کے مصنف خود بڑے شاعر نہیں' لیکن کسی بڑے شاعر کے گرویدہ شاگرد تھے اور چند وہ ھیں جن کے مصنفوں کو سخن گو نہیں' بلکہ سخن فہم کہا جا سکتا ھے —

ان تینوں قسم کے تذکروں میں چند خاص‌خاص نوعیتوں کے اصولی نقائص ھیں:-

قسم اول کے مصنف چونکہ خود بڑے شاعر ھیں - اس لئے اُن میں زیادہ تر مشہور شاعروں ھی کا تذکرہ کیا گیا ھے ' معمولی شاعر بالکل نظر انداز کر دئے گئے ھیں - جن شاعروں کو مصنف نے قابل ذکر سمجھا بھی اُن کے ذاتی حالات کی طرف توجہ کرنے کی جگہ صرف اُن کی شعر شاعری پر تنقید کرنے کی کوشش کی ھے - اِس طرح سے یہ تذکرے بجائے تذکرے بننے کے ادبی تنقیدیں بن کر رہ گئے —

دوسرے قسم کے تذکرے اگرچہ چھوٹے بڑے سب شاعروں کو فراخ دلی سے پیش کرتے ھیں' لیکن اُن میں اِن سب پر جس حیثیت سے نظر ڈالی جاتی ھے وہ نہایت گمراہ کن ھوتی ھے - اُن کی تحریر کا سب سے اھم مقصد یہ ھوتا ھے کہ

اپنے استاد اور اُن کے دوستوں، یا اپنے استاد بھائیوں یا دوست شاعروں کو روشنی میں لایا جاے - اس مقصد کے مد نظر اُنھیں بے جا مبالغوں اور طرفداریوں سے بھی کام لینا پڑتا ھے- جس کا نتیجہ یہ ھوتا ھے کہ جن جن کو وہ اپنے تذکرے میں پیش کرنا چاھتے ھیں وہ اپنے صحیح خط و خال کے ساتھ نہیں دکھائی دیتے بلکہ ایک ھی نظر میں معلوم ھوجاتا ھے کہ ان پر مصنوعی رنگ آمیزیاں کی گئی ھیں - اور جب اس طرح مصنف کا اعتبار کم ھوجاتا ھے تو یہ معلوم کرنے میں بڑی دقت ھوتی ھے کہ اس کی کس بات کو صحیح سمجھا جاے اور کس کو غلط —

تیسرے قسم کے تذکرے بہت کم ھیں - لیکن جو بھی ھیں اُن سے زیادہ تر شاعروں کا اصلی رتبہ اور ان کی شاعری کی نوعیت کا پتہ چلتا ھے، نہ کہ ان کی زندگی کے حالات کا — کیونکہ ان کا مقصد تحریر ادبی تنقید کے علاوہ اور کوئی نہیں ھوتا —

یہ واقعی اُردو شاعروں کی بد قسمتی ھے کہ کسی نے بھی ایک تہیت مورخ بن کر ان کے حالات کو قلمبند نہیں کیا - لیکن اگر اس طرح کی کوئی کوشش ملتی ھے تو وہ صرف علی ابراھیم کا زیر بحث تذکرہ ھے جو اگرچہ تہیت تاریخی نقطۂ نظر سے نہیں لکھا گیا ھے، تاھم اس لحاظ سے اُردو کے سب تذکروں سے بہتر ھے —

(ب) گلزار ابراھیم تیسرے قسم کے تذکروں میں شامل ھے - اس میں نہ تو شاعرانہ ترنگوں کے مد نظر معمولی شاعروں کو نظر انداز کردیا گیا ھے اور نہ کسی خاص شاعر یا اُس کے دبستان شاعری کی وکالت یا مخالفت کی گئی ھے - علی ابراھیم یوں بھی طبعاً منصف مزاج تھے، اُن کو شاعری کا صحیح ذوق تھا، اور نہ صرف یہی بلکہ اُن کی اِن فطری مناسبتوں کو ان کے پیشے، منصب اور ماحول نے اور بھی پختہ اور راسخ کردیا تھا - اگرچہ یہاں اُن کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے کا موقع نہیں،

کیونکہ وہ تذکرۂ گلزار ابراھیم کے ساتھہ پیش کئے جائیں گے تاھم اس امر کا اظہار نامناسب نہیں کہ اُن کے متعلق ان کے حکام، دوستوں اور دوسرے معاصروں کی جو خانگی تحریریں اس موجود ھیں ان کے دیکھنے سے ان کے اعلیٰ کردار کے متعلق نہایت اچھا خیال پیدا ھوتا ھے خصوصاً اس زمانے کی تمام مشہور شخصیتوں کے جو حالات سدا سکھہ دھری کے ایک غیر جانب دار قلم سے لکھے گئے ھیں اور جو اس وقت برٹش میوزیم کے مخطوطوں میں محفوظ ھیں، صرف انھی کا مطالعہ علی ابراھیم کے ان عمدہ صفات کی شہادت کے لئے کافی ھے —

غرض گلزار ابراھیم میں طرفداری یا رنگ آمیزی کا کوئی شائبہ نہیں، اور اس کے علاوہ، علی ابراھیم اُردو کے وہ واحد تذکرہ نویس ھیں، جنھوں نے شاعروں کے حالات اور ان کے متعلق تاریخیں جمع کرنے کی حتی‌الامکان کوششیں کیں - اور خوبی یہ ھے کہ ان کی کوششیں جس حد تک بارآور ھوسکتی تھیں اور ھوئیں اتنی کسی اور تذکرہ نویس کی نہیں ھوسکتی تھیں اور نہ ھوسکیں —

(ج) اُردو کے دوسرے (خصوصاً ۱۲۰۰ ھجری سے قبل کے) تذکرہ نویسوں نے شاعروں کی پیدایش، وفات یا دوسرے اھم واقعات کی تاریخیں لکھنے کا بالکل خیال نہ کیا - یہ چیز یوں بھی ان کے مذاق شعری کے لئے بار گراں تھی، لیکن اگر کوئی ان کی طرف توجہ بھی کرتا تو وہ علی ابراھیم کے برابر کامیاب نہیں ھوسکتا تھا —

علی ابراھیم انگریزی سرکار کے ملازم تھے، وہ مغربی طرز کی تحریروں اور مغربی مذاق سے روشناس ھوگئے تھے اور چونکہ وہ ایک ذی اقتدار حاکم تھے، اپنے مذاق اور مرضی کے مطابق مواد فراھم کرنے میں انھیں اپنے دوستوں اور عزیزوں کے علاوہ اپنے ماتحتوں اور ملازمین سے بھی مدد ملی، جو اپنے حاکم کو خوش رکھنے کی خاطر اِس کام کی طرف فطرتاً زیادہ سے زیادہ توجہ کرسکتے تھے - اس کے علاوہ چونکہ وہ صاحب ثروت اور ذی اثر آدمی تھے، انھوں نے دور دور کے شاعروں سے بھی ان کے

یہاں آدمی روانہ کرکے یا ڈاک کے ذریعے سے حالات طلب کئے —

ان چند اہم امور کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اور گلزار ابراہیم کی خصوصیات پر نظر ڈالنے سے پہلے اس کے اس نقص کی طرف اشارہ کردینا بھی ضروری ہے کہ وہ تہیت پرانے طریقے پر لکھا گیا ہے - اگر علی ابراہیم شاعروں کے حالات ان کے تخلصوں کے حروف تہجی کے لحاظ سے نہ لکھتے بلکہ ان کے زمانوں کے لحاظ سے لکھتے تو یہ تذکرہ غالباً اُردو کا ایک بہترین تذکرہ بن جاتا —

---

(۲)

گلزار ابراہیم اُردو کے ان چند تذکروں میں سے ہے جو سنہ ۱۲۰۰ ع ھجری سے پہلے لکھے گئے تھے - اگرچہ اس سے بیس پچیس سال قبل ہی میر، کردیزی اور قائم وغیرہ کے تذکرے لکھے جا چکے تھے - حیرت ہے کہ علی ابراہیم نے اپنے دیباچے میں ان کا کوئی ذکر نہیں کیا - یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ انھیں اس علم نہ تھا ، کیونکہ انھوں نے صاف صاف یہ تو نہیں لکھا کہ اس وقت تک اُردو شاعروں کا کوئی تذکرہ نہیں لکھا گیا ہے - اس کے برخلاف خود اُن کے تذکرے میں ایک دو ایسے تذکروں کا بھی ذکر ہے (دیکھو ذکر 'ذھبی' اور 'فخر') جو اس وقت غالباً موجود نہیں ہیں -

یہ معلوم نہیں ہوتا کہ علی ابراہیم نے اس تذکرے کو ٹھیک کس تاریخ سے لکھنا شروع کیا - وہ اس سے پہلے فارسی کے دو تذکرے لکھ چکے تھے - چنانچہ دیباچے میں گلزار ابراہیم کی وجہ تصنیف اور تاریخ تحریر وغیرہ کی نسبت لکھتے ہیں :-

"آشنائے درد و خاک پائے سخن سنجان علی ابراہیم خان
با وصف تالیف دو تذکرۂ اشعار فارسی باستدعائے
بعضے محبان یک دل و یک رو، موزون طبعان ریختہ گو
بخاطر آورد کہ برخے از اشعار ریختہ، باضبط احوال و
اوصاف گویندگان بسلک تحریر پیوند دھد - الحمد

لواهب العطایا که در زمان سلطنت ..... شاه عالم .....
و آوان وزارت ..... آصف‌الدوله ..... و در عهد
حکومت ..... وارن هشتن (وارن هستنگز) ..... این
مامول بحصول انجامید - و بسال یک هزار و هفصد و
هشتاد و چهار عیسوی و یک هزار و یک صد و نود
و هشت هجری از تسوید آن فراغ حاصل شد .....''

اگرچه اس عبارت سے تاریخ اختتام سنه ۱۱۹۸ هجری معلوم هوتی هے، لیکن کتاب کے مطالعے سے ظاهر هے که وہ بعد میں بھی اضافے کرتے رهے - نیز یه که اس سے کئی سال پیشتر هی سے لکھنا شروع کردیا تھا —— انھوں نے یه کام بڑا اچھا کیا که اکثر جگه شاعروں کے حال کے ساتھه یه بھی لکھدیا هے که یه ذکر فلاں سن میں لکھا جارها هے - اس کی وجه سے آئندہ بہت سی تاریخی غلط فہمیوں اور شبہوں کے دور هونے کی اُمید هے —

(ب) گلزار ابراهیم کے صرف ایک سرسری مطالعے هی سے کوئی شخص اس کی اس عدیم‌المثال خصوصیت سے واقف هوے بغیر نہیں رہ سکتا که اس میں شاعروں کے حالات لکھتے وقت نہایت هی معتبر اور مستند ذریعوں سے مدد لی گئی هے - علی ابراهیم نے دوسرے تذکرہ نویسوں کی طرح صرف سنی سنائی باتیں نہیں لکھدیں بلکه زیادہ تر شاعروں سے وہ ذاتی طور پر واقف تھے - کئی ایسے شاعر هیں جو خود ان کے عزیز تھے، بعض عزیزوں کے دوست تھے، بعض بچپن کے ملاقاتی تھے، بعضے ان کے ماتحت دفتروں میں ملازم تھے اور بعضوں کے مقدمے اور کارروائیاں انہی کے هاتھوں سر انجام پائی تھیں —

اس قسم کے شاعروں کی تعداد اس قدر زیادہ هے که یہاں ان کی فہرست پیش کرنا باعث طوالت هے - یه ظاهر هے که جن سے وہ ذاتی طور پر واقف تھے ان کے حالات وہ اپنی هی یاد اور معلومات کی بنا پر لکھه سکتے تھے یا خود ان کے

دوست انھیں لکھ کر دے سکتے تھے مثلاً : -

۱ - شیخ محمد عابد - دل - ..... بسبب محبتے کہ با راقم آثم دارند، ھنگام تالیف این مجموعہ مشارٌ الیھما خلاصۂ دیوان خود را در مرشدآباد سنہ ۱۲۹۳ ھجریہ فرستادند ....." —

۲ - مرزا محمد علی ندوی دھلوی " با راقم آشناست- اشعار منتخبۂ خود را بنابربن کہ در تذکرہ اثبات یابد فرستادہ بود ..... "—

۳ - غلام محمد، دوست، بھاری " ..... باراقم حقیر در مرشدآباد ملاقات کردہ ..... از اشعار خود قریب صد بیت وا نمود ....." —

۴ - شیخ فضل علی- شاہ دانا - دھلوی "..... ھنگام تدوین این تذکرہ اشعارخود را بمؤلف فقیر داد کہ در تذکرہ ارتسام یابد ....." —

۵ - شیخ غلام یحییٰ حضور، عظیم‌آبادی "... .. ھنگام تدوین این تذکرہ منتخب کلام خود را دادہ کہ درین صحیفہ انضمام یابد ..... " وغیرہ —

لیکن جن سے ذاتی طور پر واقف نہ تھے ان کے حالات بھی علی ابراھیم نے نہایت کد و کاوش سے جمع کئے - جو شاعر وفات پاچکے تھے ان کے متعلق ان کی اولاد اور عزیزوں سے معلومات حاصل کیں اور جو زندہ تھے اُن سے اشعار اور حالات لینے کا ھر ممکنہ ذریعہ اختیار کیا مثلاً :-

۱ - رستم علی خاں، احتشام الدولہ، نواب بہادر - رستم " ..... ھر چند راقم حقیر را تا تحریر این اوراق با مشارٌ الیھما اتفاق ملاقات ظاھر نیست اما بہ سماعت صفات حمیدۂ ایشان تعارفی بہم رسانیدہ در بنارس سنہ ۱۱۹۶ ھجریہ برسم اخلاص، اشعار مشارٌ الیھما طلبیدہ در حرف الرا و حرف المیم ترقیم نمود ....." —

۲ - بھاری داس - عزیز "..... و الحال کہ سال ..... (۱۱۹۶) احوال و پارۂ اشعار خود را از الہ آباد باین خاکسار فرستادہ....." —

۳ - نواب محبت خاں - محبت " ..... در لکھنؤ اقامت و مراسلہ باراقم دارد

چنانچه در کمال محبت اشعار خود را با مثنوی موسوم با سرار محبت، که حکایت ..... فرستاده ..... " —

۴ - موتی لال صیف "..... اشعارش در سال مذکور ازانجا طلبیده تحریر یافت ..... " —

۵ - خواجه برهان الدین - اثمی - دهلوی - " ..... این چند بیت از میر حاجی خلف خواجه مذکور بدست آمده ....." —

اس سلسلے میں اس امر کا اظہار بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ علی ابراهیم نے بعض شاعروں کی روانہ کردہ عبارتیں بھی بعینہ نقل کردی ہیں، جن میں سے میر سوز اور میر حسن کے حسب ذیل بیانات خاص اہمیت رکھتے ہیں —

۱ - میر سوز - " ... میر سوز شخصے است که هیچ کس را ازو حلاوتے جز سکوت و اکراه حاصل نشود - این نیز از قدرت کمال الهی است که هر یکے بلکه خارو خسے نیست که بکار چند نیاید - پس اگر منکرے سوال کند که فاکارهٔ محض نیفتاده است این است که نامش سوختنی است" —

۲ - میر حسن " ..... از سائر اقسام شعار، ابیات مدونهٔ من قریب هشت هزار بیت است- و تذکرهٔ درریخته نوشته-و اصلاح سخن از میر ضیاگرفته ام - و مدتیست از دهلی وارد لکهنو گشته با نواب سالار جنگ و خلف ایشان ملقب بمرزا نوازش علی خاں بهادر سرفراز جنگ میگذرانم" —

ساتھه ہی گلزار ابراهیم کا یه امر بھی قابل ذکر ہے که جن جن کے متعلق معلومات نه هوسکیں اس کا بھی موقعه بموقعه ذکر کردیا ہے - مثلاً :-

۱ - رضا - "...تاتحریر این اوراق احوالش معلوم نیست، شعر بسیارے از وے دیده شد ... " —

۲ - میر امام الدین دهلوی رسید - "... راقم حقیر او را ندیده - اما زبانی بعضے از دوستان شنیده که سنجیده اطوار بود ..." —

۳ - رسائے - " ... احوالش هنگام تحریر این اوراق معلوم نشد ....." وغیرہ —

(ج) اردو تذکروں میں ایک عام خامی یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعے سے شاعروں کے خانگی حالات اور کردار و معاشرت پر بہت کم روشنی پڑتی ہے - اور گلزار ابراهیم کی یہ خصوصیت بھی آئندہ ادب اُردو کے طالب علموں کی تحقیق و تفتیش میں بہت مفید ثابت ہوگی کہ اُس میں ایسی ایسی معلومات بھی ہیں جو بالعموم قلمبند نہیں کی جاتیں مثلاً :—

(۱) میر مظفر علی - آزاد - دهلوی - " راقم حقیر میر مذکور را در مرشد آباد دیدہ - در هنگامے کہ بہ نزاکت نام کنیزے عاشق و منازعہ با پنا بیگم داشت ' معاملۂ او مرجوع با حقیر بود ... " —

۲ - مرزا علی رضا - رضا - " ..... و بروهب علی نامی عاشق است ' و مثنوی در بیان عاشقی او دارد ..... " —

۳ - مهتاب راے - رسوا - " .....برمنوں نامی عاشق شدہ ازافراط محبت کارش برسوائی کشیدہ عریاں می گشت و با هر کہ دو چار شد میان می گفت و می گریست ....." —

۴ - میرعبدالحی - تا بان - " ..... جوان رعنائے ' منظور ناظران ' خاصۂ مفتون سلیمان نامی بود ..... زیبائی او روشن تر از سخن سوائی او بود ..... " —

۵ - محمد افضل - "..... بر گوپال نامی عشق ور زیدہ - حسب حال خود بارہ ماسہ مشهور بیکنٹھہ کہانی منظوم نمودہ ..... " —

۶ - محمد چاند - رخشان - " ..... بر زعفران نامی عاشق شدہ ....." وغیرہ

(د) ان خانگی باتوں کے علاوہ بعض ایسے امور بھی اس تذکرے میں

ملتے ھیں جو اردو شاعری کی تاریخ میں ضرور اھمیت رکھتے ھیں - ان سے جہاں خاص خاص شاعروں کی پیدا وار کے متعلق علم ھو تا ھے' یہ بھی معلوم ھو تا ھے کہ سنہ ۱۲۰۰ ھجری سے قبل ھی شمال میں اُردو شاعری کہاں تک ترقی حاصل کر چکی تھی' اس میں کون کون سی اصنات شاعری کس حد تک رائج تھیں اور شاعروں کا خزانہ کہاں تک وسیع ھو گیا تھا —

یہ بات ضرور قابل ذکر ھے کہ اس وقت تک اُردو میں مر ثیہ گوئی کو خاص ترقی ھو چکی تھی - اس امر کے جس قدر ثبوت گلزار ابراھیم سے حاصل ھو تے ھیں اُس زما نے کے شاید ھی کسی اور تذکرے سے مل سکیں - حسب ذیل چند مثالوں سے معلوم ھو گا کہ اُس وقت مرثیہ گوئی کس قدر عام ھو گئی تھی اور کون کون سے شاعر اس میں مشغول تھے :—

۱ - خواجہ بر ھان ا لد ین - اثمی - دھلوی - " ..... از مشاھیر مرثیہ گویان دھلوی است ..... " —

۲ - اسد یا ر خان - ا نسا ن - د ھلو ی " ..... بیشتر بمرثیہ گفتن رغبت دارد ..... " —

۳ - مرزا ظھور علی - خلیق - دھلوی - " ..... در موسیقی ھندی و مرثیہ خواندن بغایت مہارت دارد ..... " —

۴ -خلیفہ سکندر - سکندر - " ..... در مرثیہ گفتن کمال اقتدار وسلیقۂ درستی دارد - اکثر در زبان پوربی و ماروآڑی و پنجابی مرثیہ گفتہ ..... " —

۵ - شاہ قلی خان - شاھی - "..... پیشتر مرثیہ می گفت ..... " —

۶ - میر محمد علی ، صبر - فیض آ با دی " ..... بیشتر مرثیہ می گو ید ..... " وغیرہ —

مرثیہ کے علاوہ مثنویوں اور دیگر نظموں کے متعلق بھی گلزار ابراھیم ' سے کا فی معلومات ھو تی ھیں - مثلاً : —

۱ - میر سعادت علی - سعادت - امر وهوی - " ... مثنوی سیلی سجنوں که در زبان نواب قمرالدین خان وزیر دو عاشق و معشوق در دهلی گذشته اند ' گفته و در اشعار رعایت ایهام می کرد ..... " —

۲ - میر محمد سلیم - سلیم - عظیم آبادی - " ..... مثنوی در ریخته مشتمل برسانحهٔ عجیب واقعهٔ ناحیهٔ عظیم آباد ترتیب داده که خالی از حالتے نیست..." -

۳ - افضل الدین خان - فضلی - دکنی - " ..... در تعریف یکے از شاهزادهاے دکن - مثنوی بمحاورهٔ دکن گفته ..... " —

۴- فدوی - لاهوری - " ..... یوسف زلیخا به زبان ریخته گفته - و میر فتح علی 'شیدا' در هجو او قصه بوم بقال ضبط نموده ....." —

۵ - کمترین - دهلوی - " ..... شهر آشوب در هجو هر قوم گفته ..... " —

۶- حمایت علی - مجنون - " ..... ساقی نامه بحکم ...گفته ..... " —

۷-حافظ فضل علی - ممتاز - دهلوی- "..... مثنوی در تعریف لاٹهی به بحر مخزن اسرار گفته ..... " —

۸- محمد اشرف - اشرف - " ..... بتیر نامه بوے منسوب است ..... " —

۹ - گداعلی بیگ-بسمل - "..... مثنوی ویندک نامه ازوے شهرتے دارد..." وغیره-

---

(۵) گلزار ابراهیم کی ایک اور اهم خصوصیت یه هے که اس وقت اودہ کے مغرب میں اُردو شعر و شاعری نے جو ترقی حاصل کی تهی اس کا یه کم و بیش ایک مکمل تذکره هے - مرشد آباد اور عظیم آباد کے رهنے والے شاعروں کے علاوہ ان اهل کمالوں کا بهی اس میں ضمناً ذکر آ گیا هے' جو هندوستان کے متفرق حصوں سے وهاں پهنچے —

عظیم آباد اور مرشد آباد کے علم و فضل یا شعر و سخن پر جو کچهه بهی آئنده لکها جاے گا اس کی تکمیل اس وقت تک نهیں هوسکے گی جب تک که گلزار ابراهیم

کے مواد سے مدد نہ لی جاے —

---

(۳)

گلزار ابراهیم کی خصوصیتوں کے متعلق چند نوٹ پیش کردینے کے بعد غالبا یہ ضروری ہے کہ اُس کے ترجمے گلشن ہند کے متعلق بھی کچھہ لکھا جائے—

علی لطف نے اس پوری کتاب کا ترجمہ کرنے کا ارادہ کیا تھا ' لیکن اُنھوں نے اس کو دو حصوں میں تقسیم کردیا - پہلے حصے میں '' سلاطین نامدار ' وزراے والا تبار ' امراے عالی مقدار اور شعراے صاحب وقار '' کے حالات جمع کئے ہیں جو اتفاق سے حیدرآباد دکن میں ہاتھہ لگ گیا اور چند صاحب قدروں کی متفقہ کوشش سےاشاعت بھی پا گیا - لیکن دوسرا حصہ جس میں نو مشق اور گم نام شاعروں کے حالات تھے ' نہ معلوم مرتب بھی ہوا تھا یا نہیں —

گلزار ابراهیم میں کل ۳۲۰ شاعروں کا ذکر ہے - جس میں سے علی لطف نے اپنے ترجمے کے پہلے حصے کے لئے صرف ۶۸ شاعروں کا انتخاب کیا تھا - مطبوعہ گلشن ہند کے ۶۸ شاعروں کے علاوہ گلزار ابراهیم میں جن جن شاعروں کا تذکرہ ہے ان کی ایک فہرست ذیل میں پیش کی جاتی ہے ' تاکہ اس امر کا علم ہوسکے کہ اگر علی لطف نے دوسرا حصہ لکھا بھی تھا تو اس میں کون کون سے شاعر شامل تھے ' یہ بھی کہ سنہ ۱۲۰۰ ھجری سے قبل اُردو کے کون کون سے شاعر ایسے تھے جن کا علی ابراهیم جیسے مصنف نے بھی ذکر لکھنا ضروری سمجھا نیز یہ کہ وہ کون ہیں جو علی لطف کی نظروں میں نو مشق یا گم نام قرار پاے تھے :—

۱ - افضل - محمد افضل

۲ - احمد - گجراتی

۳ - امجد

۴ - انصات

۵ - اشرف

۶ - اشرف - محمد اشرف

۷ - آزاد - خواجہ زین العابدین

۸ - آزاد - میر مظفر علی دهلوی

۹ - افصح - شاہ فصیح

۱۰- آثمی - خواجہ برہان‌الدین دہلوی

۱۱- انسان - اسد یار خاں

۱۲- احسن- احسن‌اللہ

۱۳- آشنا - میر زین‌العابدین دہلوی

۱۴ - آشنا

۱۵ - الہام - فضائل بیگ

۱۶ - آگاہ - محمد صلاح دہلوی

۱۷ - آگاہ - نور خاں

۱۸ - افغان- الف خاں

۱۹ - افکار - میر جیون

۲۰ - امیر - محمد یار خاں

۲۱ - اکرم- خواجہ محمد اکرم دہلوی

۲۲ -اسد - میر امانی دہلوی

۲۳ - اولاد - میراولادعلی

۲۴ - انور-غلام علی

۲۵ - اجمل - شاہ محمد اجمل الہ‌آبادی

۲۶ - اعظم - محمد اعظم

۲۷ - اعلیٰ - میراعلیٰ علی

۲۸ - اظہر - میر غلام علی دہلوی

۲۹ - اسامی- خواجہ امام بخش عظیم آبادی

۳۰ - اولیا - میر اولیا مہانی

۳۱ - احمدی - شیخ احمد وارث

۳۲ - انتظار - علی نقی خاں دہلی

۳۳ - آہ - میر مہدی

۳۴ - احسان - میر شمس‌الدین

۳۵ - بہار - ٹیک چند

۳۶ - بے‌نوا -

۳۷ - شاہ بیچھا -

۳۸ - بےقید - سید فضائل علی خاں

۳۹ - پیام - شرف الدین علی خاں

۴۰ - بھکاری لال -

۴۱ - بیرنگ - دلاور خاں

۴۲ - بےکل - عبدالوہاب اورنگ آبادی

۴۳ - بے تاب - محمد اسمعیل

۴۴ - بےتاب - سنتوکھہ سنگھہ

۴۵ - بےتاب - شاہ محمد علیم

۴۶ - پاک باز - میر صلاح الدین

۴۷ - پروانہ - سید پروان علی مراد آبادی

۴۸ - پروانہ - راجہ جسونت سنگھہ

۴۹ - بسمل -

۵۰ - بسمل - گداعلی بیگ

۵۱ - تاباں - میر عبدالحی

۵۲ - تہکین - میر علاح الدین دہلوی

۵۳ - تقی - سید محمد تقی دہلوی

۵۴ - قصور -

۵۵ - تصویر - شاہ جوادعلی مراد آبادی
۵۶ - تمنا - خواجہ محمد علی عظیم آبادی
۵۷ - ثاقب - شہاب الدین
۵۸ - ثابت - شجاعت اللہ خاں
۵۹ - ثابت - اصالت خاں
۶۰ - جواب - کاظم علی دہلوی
۶۱ - جوہر - مرزا احمد علی دہلوی
۶۲ - جودت - ہردے رام مرشد آبادی
۶۳ - جرأت - میر شیر علی
۶۴ - جولاں - میر رمضان علی
۶۵ - مہاں جگنو -
۶۶ - جان عالم خاں -
۶۷ - جنون -
۶۸ - جنون - شیخ غلام مرتضیٰ الہ آبادی
۶۹ - حشمت - میر محتشم خاں
۷۰ - حشمت - محمد علی
۷۱ - حیدر - غلام حیدر
۷۲ - حیدر - علی شاہ دکنی
۷۳ - حبیب اللہ
۷۴ - حیرت - مراد علی - مراد آبادی
۷۵ - حیدری - شیخ غلام علی
۷۶ - میر عابد
۷۷ - حضور، دہلوی

۷۸ - حضور - شیخ غلام یحییٰ
۷۹ - حسن - میر محمد حسن دہلوی
۸۰ - حسن - میر محمد حسن
۸۱ - حیف - موتی لعل
۸۲ - خلیق - مرزا ظہور علی دہلوی
۸۳ - خادم - خادم حسین خاں عظیم آبادی
۸۴ - دانا - شیخ فضل علی شاہ
۸۵ - درد - میر کرم اللہ خاں
۸۶ - دوست - غلام محمد
۸۷ - داؤد - داؤد بیگ
۸۸ - دل - شاہ فتح محمد
۸۹ - درخشاں - ملکو بیگ
۹۰ - ذہین - میر مستعد
۹۱ - ذاکر - حسین دوست مرادآبادی
۹۲ - رند - شاہ حمزہ علی دہلوی
۹۳ - راغب - محمد جعفر خاں دہلوی
۹۴ - رفعت - شیخ محمد رفیع الہ آبادی
۹۵ - رسوا - مہتاب رائے
۹۶ - رسائی
۹۷ - رخشاں - محمد چاند
۹۸ - رضا - میر رضا عظیم آبادی
۹۹ - رضا - مرزا علی رضا
۱۰۰ - رضا -

۱۰۱ – راقم - بندرابن

۱۰۲ – رنگین -

۱۰۳ – رنگین مرزا امان بیگ

۱۰۴ – رشید

۱۰۵ – رضی - سید رضی خاں

۱۰۶ – رستم - رستم علی خاں احتشام الدوله

۱۰۷ – رخصت - میر قدرت الله دهلوی

۱۰۸ – رند - مهربان خاں

۱۰۹ – زکی - جعفر علی خاں دهلوی

۱۱۰ – زار - مغل بیگ

۱۱۱ – زار - میر مظهر علی دهلوي

۱۱۲ – سوزاں - احمدعلی خاں شوکت جنگ

۱۱۳ – سراج - میر سراج الدین اورنگ آبادی

۱۱۴ – سلیمان

۱۱۵ – سامان - میر ناصر جونپوری

۱۱۶ – سعادت - میر سعادت علی خاں

۱۱۷ – سید - میر امام الدین دهلوی

۱۱۸ – سید - میر یادگار علی

۱۱۹ – ساقی - میر حسین علي

۱۲۰ – سکندر - خلیفه سکندر

۱۲۱ – سلیم - میر محمد سلیم عظیم آبادی

۱۲۲ – شاهی - شاه قلی خاں دکنی

۱۲۳ – شاکر - محمد شاکر

۱۲۴ – میر شاه علی خاں دهلوی

۱۲۵ – شفا - حکیم یار علی

۱۲۶ – شاعر - میر کلو

۱۲۷ – شیدا - میر فتح علی

۱۲۸ – شوق - حسین (حسن) علی

۱۲۹ – شاداب - لاله خوش وقت رائے

۱۳۰ – شهرت - مرزا محمد علی دهلوی

۱۳۱ – شافی امین الدین خاں

۱۳۲ – شهید - غلام حسین

۱۳۳ – شرف - میر محمدی

۱۳۴ – شفیع - میر محمد شفیع

۱۳۵ – صمصام الدوله - خواجه محمد عالم

۱۳۶ – صنعت - مغل خاں

۱۳۷ – صفدری - حیدرآبادی

۱۳۸ – صادق - میر جعفر خاں

۱۳۹ – صبر - محمد علی فیض آبادی

۱۴۰ – ضمیر - سید هدایت علی خاں

۱۴۱ – ضاحک - میر غلام حسین

۱۴۲ – طیش - دهلوی

۱۴۳ – طالع - شمس الدین

۱۴۴ – طرز - گردهاری لال

۱۴۵ – ظاهر - خواجه محمد خاں

۱۴۶ – ظهور - لاله شیو سنگهه

۱۴۷ – عارف - محمد عارف

۱۴۸ – عمدہ - سیتارام

۱۴۹ – عاصی - نور محمد برہان پوری

۱۵۰ – عاجز - عارف علی خاں

۱۵۱ - عمر - معتبر خاں دکنی

۱۵۲ – عزیز - بھکاری داس

۱۵۳ – عظیم - محمد عظیم

۱۵۴ – عاشق - میر یحییٰ دکنی

۱۵۵ – عاشق - علی اعظم خاں

۱۵۶ – عاشق - میر برہان الدین

۱۵۷ – عاشق - منشی عجائب رائے

۱۵۸ - غالب - سیدالملک اسداللہ خاں

۱۵۹ – غریب - میرتقی دھلوی

۱۶۰ – فارغ - دھلوی

۱۶۱ – فضل - شاہ فضل علی دکنی

۱۶۲ – فضلی - افضل الدین خاں دکنی

۱۶۳ – فرخ - میر فرخ علی

۱۶۴ – فراق - مرتضیٰ قلی خاں دکنی

۱۶۵ – فراق - ثناء اللہ دکنی

۱۶۶ – فدا - سید امام الدین

۱۶۷ – فرصت - مرزا الف بیگ

۱۶۸ – فدوی - لاہوری

۱۶۹ – فخر - میر فخرالدین

۱۷۰ – فروغ – میر علی اکبر

۱۷۱ – فیض - میر فیض علی

۱۷۲ – فریاد - لالہ صاحب رائے

۱۷۳ – قبول - عبدالغنی بیگ

۱۷۴ – قدر - محمد قدر علی

۱۷۵ - قسمت

۱۷۶ – قلندر - لالہ بدہ سنگھ

۱۷۷ – قربان - میر جیون

۱۷۸ – قناعت - مرزا محمد بیگ

۱۷۹ – کمترین - دھلوی

۱۸۰ – شاہ کاکل دھلوی

۱۸۱ – کافر - میر علی نقی دھلوی

۱۸۲ – گریاں - میر علی امجد

۱۸۳ – گمان - نظر علی خاں

۱۸۴ – لطفی - دکنی

۱۸۵ – لسان - میر کلیم اللہ

۱۸۶ – محقق - دکنی

۱۸۷ – مزمل - محمد مزمل

۱۸۸ – مخلص - رائے انند رام

۱۸۹ – موزوں - راجہ رام نرائن

۱۹۰ – منعم

۱۹۱ – میر مدد اللہ

۱۹۲ – محزوں - سید محمد حسین

۱۹۳ ـ محسن - محمد محسن

۱۹۴ ـ مستمند - دهلوی

۱۹۵ ـ مائل محمدی دهلوی

۱۹۶ ـ مائل - میر هدایت علی

۱۹۷ ـ مسکین - لاله بخت مل

۱۹۸ ـ منتظر - خواجه بخش الله

۱۹۹ ـ مرزائی - محمد علی خاں

۲۰۰ ـ مخلص - بدیع الزماں خاں

۲۰۱ ـ محشر - کشمیری

۲۰۲ ـ مفتوں - کاظم علی

۲۰۳ ـ محترم - خواجه محمد محترم

۲۰۴ ـ مضمون - سید امام الدین خاں

۲۰۵ ـ محب - شیخ ولی الله

۲۰۶ ـ منشی - غلام احمد

۲۰۷ ـ مجروح - منشی کشن چند

۲۰۸ ـ محنت - مرزا حسین علی بیگ

۲۰۹ ـ مروت - سنبهلی

۲۱۰ ـ مرزا - نواب مرزا دهلوی

۲۱۱ ـ مرزا - مرزا علی رضا

۲۱۲ ـ مجنوں - شاه مجنوں

۲۱۳ ـ مجنوں - حمایت علی

۲۱۴ ـ معین - شیخ معین الدین

۲۱۵ ـ مدعا - میر عیوض علی

۲۱۶ ـ مدهوش - میر نبی خاں

۲۱۷ ـ مصیب - شاه غلام قطب الدین

۲۱۸ ـ مهتاز - حافظ فضل علی

۲۱۹ ـ مشتاق - میر حسن دهلوی

۲۲۰ ـ مشتاق - محمد قلی خاں

۲۲۱ ـ مغموم - رام جس (؟)

۲۲۲ ـ نظام - غازی الدین خاں

۲۲۳ ـ میر غلام نبی بلگرامی

۲۲۴ ـ نثار - میر عبدالرسول

۲۲۵ ـ نثار - سدا سکهه

۲۲۶ ـ ندیم - شیخ علی قلی

۲۲۷ ـ نادر - دهلوی

۲۲۸ ـ نالاں - میر احمد علی

۲۲۹ ـ نالاں - میر وارث علی

۲۳۰ ـ نجات - شیخ حسن رضا

۲۳۱ ـ نزار - خواجه محمد اکرم

۲۳۲ ـ نالاں - محمد عسکر علی خاں

۲۳۳ ـ ولایت - میر ولایت الله خاں

۲۳۴ ـ وارث - محمد وارث

۲۳۵ ـ وفائی - لاله نول رائے

۲۳۶ ـ وحشت - میر ابوالحسن

۲۳۷ ـ وحشت - میر بهادر علی

۲۳۸ ـ واقف - شاه واقف

۲۳۹ - وصل - مرزا اسحاق

۲۴۰-وہم-میر محمدعلی

۲۴۱ - واله - میر مبارک علی

۲۴۲ - هادي - دهلوی

۲۴۳ - هویدا - میر محمداعظم

۲۴۴ - هدایت - هدایت علی

۲۴۵ - همدم - عظیم آبادی

۲۴۶ - میر هینکا دهلوی

۲۴۷ - هاتف - مرزا محمد

۲۴۸ - یونس - حکیم یونس

۲۴۹ - یکرو - عبدالوهاب

۲۵۰ - یار - میر احمد دهلوی

۲۵۱ - یاس - حسن علی خان

اس فہرست کے پیش کرنے کے بعد نا مناسب نہ ہو گا اگر ان امور کا بھی ایک اجمالی ذکر کر دیا جاے جو گلزار ابراهیم اور گلشن هند کے ایک سر سری مقابلی مطالعے سے ظاهر هوتے هیں -

---

(ب) گلشن هند میں سب سے نمایاں چیز وہ اضافے هیں جو لطف کی ذاتی معلومات کی پیداوار هیں - یہ کئی حیثیتوں سے اهم هیں ان سے ایک بات تو یہ معلوم هوتی هے کہ کون کون سے شاعر ایسے تھے جن میں سنہ ۱۱۹۸ سے سنہ ۱۲۱۵ هجری کے درمیانی زمانے تک (یعنے ۱۷ سال کے عرصہ میں) کوئی خاص اهمیت پیدا هو گئی تھی - یا جن کے حالات میں کوئی تبدیلیاں هو چلی تھیں - اس کے علاوہ ان سے جہاں علی ابراهیم کی معلومات کی نوعیت کا پتہ چلتا هے ' لطف کے ذاتی معتقدات اور خیالات بھی ظاهر هوتے هیں - اسی سلسلے میں شاید اس امر کا اظہار بھی ضروری هے کہ لطف نے صرف ۳۰ یا ۳۲ شاعروں هی کے ذکر میں اضافے کئے هیں - نیز یہ کہ بعض ایسے شاعروں میں اضافہ نہیں کیا جن میں وہ یقیناً کر سکتے تھے - کیونکہ یا تو وہ لطف کے زمانے تک زیادہ مشہور هو گئے تھے ' یا ان کی زندگی کے حالات میں کوئی ذی کوئی تغیر ضرور هوا تھا - جیسا کہ قائم ' مصحفی ' بے جگر ' سدا سکھ وغیرہ کے بیانات سے معلوم هوتا هے - جن شاعروں

طرف نظر پڑتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ لطف نے عمداً ترجمے کو طویل بنانے کی کوشش کی ہے - مثلاً :—

(۱) گلزار ابراہیم میں جہاں لفظ "دہلوی" لکھا ہوا ہے، اُس موقعہ پر گلشن ہند میں ہمیشہ " شاہ جہاں آبادی " لکھا گیا ہے - حالانکہ لفظ دہلوی کے استعمال میں کوئی قباحت نہ تھی —

(۲) کئی جگہ سادہ سے سادہ باتوں کو اس طرح توڑ مروڑ کر لکھا ہے کہ عبارت میں خواہ مخواہ پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے - ذیل میں مقابلے کے لئے گلزار ابراہیم اور گلشن ہند کی دو تین عبارتیں نمونے کے طور پر پیش کی جاتی ہیں :—

گلزار ابراہیم	گلشن ہند
(۱) میر غلام حسین - شورش	" شورش تخلص، میر غلام حسین
" میر غلام حسین - مشہور بمیر پھینا - خواہر زادۂ ملا میر وحید - و شاگرد میرباقی حزیں است - بایں خاکسار آشنا بود - بمحض پندار التفات بقبائح افکار خود نمی نمود - تذکرۂ در ریختہ تالیف نمودہ - خالی از دردے وحالتے نبود - در سنہ یکہزار و یکصد و نود و پنج ہجری رحلت کردہ - اشعارش مدون - و ایں اشعار خلاصۂ دیوان اوست " (دونوں مخطوطوں میں بعینہٖ یہی عبارت ہے)	نام، متوطن عظیم آباد کے - مشہور میر پھینا کر کے تھے، بھانجے تھے ملا میر وحید کے - اور مشورہ سخن کا کیا تھا میر باقر حزیں تخلص سے - علی ابراہیم خاں مرحوم نے گلزار ابراہیم میں لکھا ہے کہ " میرے آشنا تھے، اور بیماری میں غرور کی مبتلا تھے - فقط اپنے خیال فاسد سے انھوں نے اپنے کلام کی قباحتوں پر التفات نہیں کیا ہے، اس سبب سے سخن ان کا ہمیشہ مورد اعتراض سخن گیروں کا رہا ہے " ایک تذکرہ شعرائے ہند کا زبان ریختہ میں انھوں نے لکھا ہے - لیکن وہ بھی بسبب ان کی خودپسندی کے خالی خلل اور

(۲) نظام الدین احمد 'صانع' بلگرامی

" صانع بلگرامی - نظام‌الدین احمد - از دوستان این خاکسار و محبان مرزا محمد رفیع سودا ست - اشعار فارسی مدون دارد' و ریختہ کمتر می گوید - از خواندن اشعار خوب بسیار متأثر می شود - بعالم اخلاص مستغنی و ذهنش بفهم اشعار رسا است - الحال بسال بیست و پنجم شاه عالم بادشاه در مرشدآباد و کلکته بسر میبرد - از وست ـ "

(دونوں نسخوں میں یہی عبارت ہے اور دونوں میں مثال کے شعر نہیں ہیں)

زلل سے نہ تھا - سنہ ۱۱۹۵ گیارہ سو پچانوے ہجری میں اس سرائے فنا سے جادہ نورد منزل بقا کے ہوے - دیوان ان کا زبان ریختہ میں مرتب ہے ' یہ ان کے کلام کا منتخب ہے ـ "

" صانع تخلص ' نظام الدین احمد نام ' ساکن بلگرام ' علی ابراہیم‌خاں مرحوم نے لکھا ہے کہ " محبان قدیم سے مرزا محمد رفیع سودا کے اور دوستان صمیم سے اس خاکسار کے تھے - بڑے صاحب درد و تاثیر اور طبیعت کی گدازی میں بے نظیر - اچھا شعر جب کسی سے سنتے تو گھڑیوں روتے اور بیچین رہتے - عالم اخلاص اور دوستی میں زمانے کے افتخار ' استقامت طبع اور رسائی ذهن میں مستغنی روز گار تھے - سنہ بائیسویں تک جلوس شاہ عالم بادشاہ غازی کے ہمیشہ مرشدآباد اور کلکتے میں ایام زندگی کے بسر کرتے تھے - آخر سنہ (چھوڑ دیا ہے) ہجری میں ملک وجود سے رخت سفر کا باندہ کے راهی کشور عدم کے ہوے - فارسی دیوان مرتب ہے ان کا - اور ریختہ کا شوق کمتر تھا - یہ اشعار اس نکو کردار کے ہیں - "

(۳) شیخ فرحت اللہ - فرحت -

"..... از دھلی بہ مرشد آباد افتادہ روزگارے بسر بردہ، در فیض احیان رعایت حالش راقم اثم می نمود - تا آنکہ در ھماں بلدہ سنہ ۱۱۹۱ از جہاں در گذشت -"

"..... علی ابراھیم خاں مرحوم نے لکھا ھے کہ " یہ عزیز میرا اخلاص مند تھا اور عسرت کا موزہ گزند تھا - جب کہ دلی سے مرشد آباد میں آیا اور طور سکونت کا وھاں ٹھیرایا - جو مجھہ سے ھوسکتا تھا خبر گیران حال گاہ گاہ ھوتا تھا - غرض بہت تنگی معیشت کے ساتھہ عزیز کا نباہ ھوتا تھا - آخرالامر سنہ۱۱۹۱ گیارہ سو اکانوے ھجری میں اسی بلدے کے اندر انتقال کیا اور اس دارالمحن سے خلاف اپنے تخلص کے ' بہت مغموم گیا..."

---

(۵) اسلوب بیان کی پیچیدگی اور بے جا طوالت کے علاوہ علی لطف کے ترجمے میں چند اور نقائص بھی ھیں - اگر علی لطف، علی ابراھیم کا بعینہ ترجمہ کر دیتے تو غالبا اپنے ترجمے کو گلزار ابراھیم کی بعض اصلی خوبیوں سے محروم نہ کر لیتے —

جہاں جہاں علی ابراھیم کے ذاتی حالات اور خیالات کی جھلک نظر آتی تھی، علی لطف نے اس کو بالکل نیست و نابود کردیا - گلشن ھند سے علی ابراھیم کی دوستیوں اور رشتہ داریوں کا کوئی پتہ نہیں چلتا - مرزا جواں بخت جب بنارس آئے تو علی ابراھیم کا عہدہ دار کی حیثیت سے ان کی خدمت میں حاضر ھونا اور شہزادے کی عنایات وغیرہ کے ذکر سے بھی گلشن ھند محروم ھے- اسی طرح فقیہ صاحب درد مند اور نواب محبت خاں وغیرہ کے ساتھہ خانگی تعلقات کی جو معلومات گلزار ابراھیم میں ھیں ' ان سب کا علی لطف نے خون کردیا ھے —

گلزار ابراهیم میں بعض باتیں ایسی تھیں جو بعینہ پیش کر دینے کے قابل تھیں۔ ان کا ترجمہ کرنا کئی لحاظ سے نا مناسب تھا - مثلاً علی ابراهیم نے جب بعض شاعروں سے حالات طلب کئے تو اُنھوں نے اپنے متعلق جو تحریریں روانہ کی تھیں علی ابراهیم نے اُن کو بعینہ نقل کر دیا ہے - لیکن لطف نے اُن کا ترجمہ کر کے ان کی شان کھودی - اس قسم کی تحریروں میں میر سوز اور میر حسن کے بیانات قابل ذکر ہیں، جو پیش کئے جا چکے ہیں —

---

(۲) علی لطف اِن امور کے غالباً غیر ارادی طور پر مرتکب ہوے تھے، لیکن ان کے علاوہ بعض ایسی باتیں بھی نظر آتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے چند حالات و خیالات کا اپنی جانب سے عمداً اضافہ کیا اور جو اس بات کے کافی شاهد ہیں کہ علی لطف اپنے مذهبی معتقدات کو اپنے ترجمے میں جھلکائے بغیر نہیں رہ سکے —

علی ابراهیم کی حسب ذیل عبارتیں جب علی لطف کے ترجموں کے مقابلے میں پڑھی جائیں گی تو معلوم ہوگا کہ علی لطف اپنے بیانات کے کہاں تک ذمہ دار ہیں —

(۱) شاہ ولی اللہ 'اشتیاق'

" اشتیاق تخلص، سر هندی - اسمش ولی اللہ، از سلسلۂ مجدد الف ثانی است - جدش شاہ محمد گل - در کوٹلۂ فیروز شاہ می ماند - درویشانہ می زیست - کمتر شعر فارسی و بیشتر شعر هندی می گفت - از وست ..."

(۲) مرزا مظہر جان جانان

(حالات کے بعد شہادت کے قصے کو حسب ذیل سادہ طریقے پر لکھا ہے جو لطف کے بیان سے مقابلہ کرنے کے قابل ہے :—)

" ... گویند بسبب تعصب مذهب منع تعزیۂ سیدالشہدا علیہ السلام می نمود ۔ بدیں جہت ز دست یکے از ساکنان دھلی سنہ یکہزار و یکصد و نود و چہار ہجری کہ عمرش قریب صد بود مقتول شد ۔ ... "

اِسی سلسلے میں اِس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ علی لطف نے بعض ایسے امور میں بھی علی ابراہیم سے اختلاف کیا ، یا اُن کے بیان میں اضافے کئے ہیں، جن سے اُن کے ذاتی معتقدات کو بظاہر کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا ۔ ان کا ظہور یا تو خالص ادبی اور تاریخی نقطۂ نظر سے ہوا ہے یا بہت ممکن ہے کہ ان کے پس پردہ بھی کوئی مقصد ہو ۔ لیکن فی الحال کسی کو اتنا زیادہ بد گمان ہونے کی بھی ضرورت نہیں —



حکیم آغا جان عیش دھلوی

از

(جناب مرزا فرحت‌اللہ بیگ صاحب بی - اے)

اگر "خطاے بزرگاں گرفتن خطاست" کے مقولے پر میں بھی عمل کروں تو نہ مجھے اس مضمون پر قلم اُٹھانے کی ضرورت ہو اور نہ آپ کو پڑھنے کی زحمت - خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس مقولہ اور اس خیال نے بعض تاریخی واقعات کو کیا سے کیا کردیا ہے - جہاں کسی ایک بزرگ نے کسی واقعے کے لکھنے میں غلط فہمی ' ضرورت یا تعصب سے کوئی غلطی کی یا رد و بدل کیا تو سمجھ لیجئے کہ اب اس غلطی کا ٹھکانا نہیں - وہ ایک نہ ایک دن تاریخ کا جزو ہوکر رہے گی - رد و قدح کیجئے - مگر "خطاے بزرگاں گرفتن خطاست" کا خیال اس غلطی کو قیامت تک نہ نکلنے دے گا - اسکندریہ کے کتب خانے ہی کے واقعے کو دیکھ لو - دنیا بھر تسلیم کرچکی ہے کہ عربوں کی فتح مصر سے بہت پہلے یہ کتب خانہ جل چکا تھا - مگر جس تاریخ کو اُٹھا کر دیکھوگے یا آئندہ جو تاریخ لکھی جاے گی اس میں یہی ہوگا کہ عربوں نے اس کو تباہ کیا - واقعات سے اورنگ زیب کو بہترین بادشاہ ثابت کردو ' لیکن خافی خان کو کوئی غلط نہ کہے گا - اور تاریخ لکھنے میں ہمیشہ اسی کی پھروی کی جائے گی - بات یہ ہے کہ بعض وقت قلم کا زور واقعات کا رخ اس طرح پھیر دیتا ہے کہ پڑھنے والا جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ مان لیتا ہے اور بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ ضرورت غلط واقعات کو تسلیم کرنے پر مجبور کرتی ہے -

مولوی محمد حسین آزاد مرحوم کے زور قلم نے سید انشا کی ایک ایسی تصویر دلوں میں قائم کردی ہے کہ اب کوئی تاریخ اس کو نہیں متاسکتی - کسی صاحب نے اعتراض کیا تھا کہ جو واقعات انھوں نے سعادت یار خاں رنگیں کی کتاب مجالس رنگیں کے حوالے سے لکھے ہیں اُن کا ذکر اس کتاب میں کہیں نہیں - لیکن کسی نے بھی اس اعتراض کی پروا تک نہ کی اور بچارے معترض کو خاموشی اختیار کرنی پڑی - اب اگر میں یہ کہوں کہ حکیم آغا جان عیش دہلوی کا حال لکھنے میں بھی آزاد مرحوم نے بعض اہم غلطیاں کی ہیں - خواہ وہ عمداً ہوں یا سہواً ' تو بھلا میری کون سنے گا —

آزاد مرحوم نے آب حیات لکھ کر زبان اُردو پر جو احسان کیا ہے ' اس کو نہ ماننا انصاف کا خون کرنا ہے - ہاں یہ ضرور ہے کہ عبارت کے زور اور طبیعت کی روانی میں بعض جگہ واقعات بہہ کر کہیں سے کہیں نکل گئے ہیں - اور بعض جگہ انھوں نے کسی واقعے کو چمکانے کے لئے گرد و پیش کے دوسرے واقعات کو مدھم کردیا ہے ' آزاد مرحوم اُستاد ذوق کے عاشق تھے اور کیوں نہ ہوتے ' وہ اُن کے اُستاد تھے ' بادشاہ کے اُستاد تھے ' قلعہ بھر کے استاد تھے ' ایسے اُستاد کی جتنی بھی تعریف کی جاے وہ تھوڑی ہے - لیکن مشکل یہ تھی کہ اس زمانے میں ساری دلی اُستادوں سے بھری پڑی تھی - استاد ذوق کو آسمان پر بٹھانا آسان نہ تھا - آب حیات کی قدر بڑھانے کے لئے ظلمات پیدا کرنا اور آئینے کو چمکانے کے لئے چولھے کی چمک کو مارنا پڑا - اس گھسنے گھسانے میں چولھے کا ایک کونہ ہی توڑ بیٹھے - دنیا بھر نے غل مچایا کہ حضرت! بچارے حکیم مومن خان مومن نے کیا ظلم کیا تھا کہ وہ اس مرقع میں نظر نہیں آتے - آپ نے جھٹ اِدھر اُدھر سے ٹکڑا ڈھونڈہ گوند سے چپکا دیا - آزاد نے نواب الہی بخش خاں 'معروف' کے دونوں دیوان استاد ذوق سے منسوب کردیے ہیں - اس کے متعلق نواب احمد سعید خاں 'طالب' دہلوی نے اُن سے پوچھا کہ استاد جب 'معروف' کا پہلا دیوان مرتب ہوا ہے' اس وقت ذوق کی عمر ۶ سال کی تھی - ذرا یہ

تو بتادیجئے کہ کیا پیدا ہونے سے پہلے انھوں نے اس دیوان کو لکھنا یا کم سے کم اصلاح دینی شروع کردی تھی' اس کا جواب ملا کہ ہاں غلطی ہوگئی - آئندہ اڈیشن میں درستی کردوں گا - اس کے بعد خود دیوانے ہوگئے' چلو چھٹی ہوئی' معروف کے دونوں دیوان بھی اُستاد ذوق کے قبضے میں آگئے - اب رہے بچارے بادشاہ سلامت - وہ تو شاگرد ہی تھے ' اُن کے متعلق تو جو کچھہ کہو سچ اور درست ہے - اس کی تردید کون کرے گا ایک شاگرد نے دوسرے شاگرد کی تمام عمر کی کمائی اُستاد کو دے دی - اچھا کیا - استاد باپ کی جگہ ہوتا ہے - شاگرد کا مال اُستاد کا اور اُستاد کا مال تو اُستاد کا ہے ہی - میری تو یہ رائے ہے کہ بادشاہ یا امیر کبھی شاعری کریں تو خدا کے لئے کسی کے شاگرد نہ ہوں - دنیا کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ بادشاہ اور امیروں میں شعر گوئی کا مادہ ہی نہیں ہوتا - اور وہ کچھہ لکھہ ہی نہیں سکتے - سب لکھا پڑھا استاد ہی کا ہوتا ہے - ظفر کے جیتے جی ذرا دبی دبی آواز میں پہلو بچاکر حکیم آغا جان عیش نے بھی اس کا اظہار کیا ہے - چنانچہ لکھتے ہیں :-

شاگرد و اوستاد میں ہوتا ہے فرق پر طرز سخن میں ذوق و ظفر دونوں ایک ہیں

غدر ہوا - ظفر قید ہوے اور جلا وطن ہوے - مرگئے - آزاد مرحوم نے ان کے چاروں دیوان اُٹھا اُستاد ذوق کے بستے میں باندہ دیے اب خدا را کوئی انصاف کرے کہ کیا " طرز سخن میں ذوق و ظفر دونوں ایک ہیں" کیا ذوق کے دیوان بھر میں ایک غزل بھی ظفر کے طرز کی نکل سکتی ہے - کیا ظفر کے چاروں دیوانوں میں کوئی غزل بھی ایسی ہے جو ذوق کی غزل کہی جاسکے - اگر نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہوے کہ ذوق کے دو علیحدہ علیحدہ رنگ تھے - اور اگر معروف کے کلام کو بھی شریک کرلو تو گویا تین رنگ تھے اور اُستاد ذوق ان تینوں رنگوں میں ایسے مشاق تھے کہ ایک رنگ کی جھلک تک دوسرے رنگ میں آنے نہیں دیتے تھے - آپ مانیں یا نہ مانیں میں تو یہی کہوں گا کہ صرف اصلاح سے اُستاد کا کچھہ رنگ

شاگردکے کلام میں پیدا ہوجا تا ہے - انشاء اللہ خاں جس کے اُستاد ہوے اس کے ہاں چہل پیدا کردی - میر صاحب کے جو شاگرد ہوے - اُن کے ہاں وہی "ہاے ہاے" کا رنگ آ گیا - پھر آخر یہ کیا بات ہے کہ معروف کا رنگ ظفر کے رنگ سے اور ان دونوں کا رنگ اُستاد ذوق سے بالکل جدا ہے - دراں حالےکہ کہا جا تا ہے کہ دو دیوان معروف کے اور چار دیوان ظفر کے' چھوں کے چھوں بسم اللہ سے لگاکر تمت تک اُستاد ذوق کے لکھے ہو ے ہیں - ذوق کی وفات کے بعد کا جو کلام ظفر کا ہے' اس کے متعلق جواب دہی کرنی خود آزاد مرحوم کو بھی دشوار ہو جاتی - وہ تو خدا بھلا کرے مولانا حالی کا انھوں نے اس بچے بچاے حصے کو اپنے اُستاد کے لئے سمیت کر اس مشکل کو حل کر دیا - شاید مولانا حالی سے بھی دریافت کیا جا تا تو وہ نہ بتاسکتے کہ ظفر کی وہ کون کون سی غزلیں تھیں جن کا صرف ایک مصرعہ لکھہ کر آ یا تھا اور اُن کی تکمیل غالب نے کی تھی - غالب مرحوم کی اصلاح سے تو ان کے شاگردوں کی غزلیں اس طرح کی ہو جا تی تھیں: —

میں نے کہا کہ دعوے الفت مگر غلط
کہنے لگے کہ ہاں غلط اور کس قدر غلط

بھلا کہیں غالب کی لکھی ہوی یہ غزل ہوسکتی ہے: —

پس مرگ میرے مزار پر جو دیا کسی نے جلا دیا
اسے آہ دامن باد نے سر شام ہی سے بجھا دیا
مجھے دفن کرچکو جس گھڑی تو یہ کہنا اس سے کہ اے پری
وہ جو تیرا عاشق زار تھا تہ خاک اُس کو دبا دیا

بات در اصل یہ ہے کہ ظفر کا نام دنیا سے مٹانا چاہتے تھے - سلطنت جا چکی تھی - پھر بھی خاندان مغلیہ کی پرانی محبت لوگوں کے دلوں میں جا گزین تھی - ظفر کا کلام دیکھنے سے دلوں میں جوش آ تا تھا کہ بادشاہ اگر زمین کا بادشاہ نہ تھا تو کم سے کم زبان کا تو بادشاہ تھا - اس نقش کو مٹانا مقصود تھا - آ زاد مرحوم

کے زور قلم نے اس منشا کو بھی پورا کر دیا - ظفر رنگون میں مر گئے - اور ان کا کلام ان دونوں بزرگوں کے ہاتھوں مر نہیں گیا تو کم از کم دوسروں کا ضرور ہو گیا —

بہر حال آزاد مرحوم نے اپنے استاد کو خلعت دوام دینے کے لئے بہتوں کے خلعت یا تو اُتارلئے یا پھاڑ چیر کر گدڑی کر دئے - اور اس غرض کو حاصل کرنے میں کچھہ خود محنت کی، کچھہ دوسروں کے سر تال دی ' ان کی ذاتی عنایت کا اوپر ذکر آچکا ہے - دوسروں کی کارگذاری دیکھنا ہو تو آب حیات میں حکیم آغاجان عیش اور ہد ہد کے واقعات دیکھہ لو - وہ جانتے تھے کہ اگر ہد ہد کو غالب اور مومن جیسے لوگوں سے مشاعرے میں لڑا دونگا تو دنیا بھر میں کوئی بھی میری بات ماننے والا نہیں - اس لئے انھوں نے یہ کیا کہ ہد ہد کو حکیم آغاجان عیش کا پٹھو بنا کر میدان میں اُتارا - جو جانور ہد ہد کے مقابلے میں آیا اس کو کسی نہ کسی بڑے شاعر سے منسوب کر دیا - اور اس پالی کی ہار جیت سے کچھہ نہیں کیا تو کم سے کم ذوق کے برابر والوں کا مذاق اُڑا کر ان کی شان میں بٹہ ضرور لگا دیا —

آزاد مرحوم نے ہد ہد کو ایک نہایت بیوقوف شخص ظاہر کر کے اس کے کلام کو حکیم آغاجان عیش سے منسوب کیا ہے - حکیم صاحب کے سرمایۂ حیات ان کے دو دیوان ہیں - اور دونوں کے دونوں اس وقت میرے پاس موجود ہیں - میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کے کلام اور ہد ہد کے کلام میں زمین آسمان کا فرق ہے - خوش مذاقی ان کو چھوکر نہیں گئی ہے - خدا نخواستہ کسی شعر میں مذاق کا پہلو اختیار کیا ہے تو سبحان اللہ - اس لکھنے سے نہ لکھنا ہی بہتر تھا - ان کے دونوں دیوانوں میں خوش مذاقی کے صرف چند ہی شعر ہیں' وہ سب کے سب لکھے دیتا ہوں' آپ خود اُن کے مذاق کو ہد ہد کی خوش مذاقی سے ملا کر دیکھئے اور انصاف کیجئے کہ کیا ہد ہد کی چونچ میں حکیم صاحب کا دبا ہوا چونگا ہے ' یا وہ یہ آذوقہ کہیں اور سے اُٹھہ کرلایا ہے - حکیم صاحب فرماتے ہیں: —

حکیم صاحب کی خوش مذاقی

بیٹھا جب سونڈ منڈا یا ر کے در پر میں ہوں
کیوں نہ دعوی ہو مجھے یہ کہ قلندر میں ہوں

نہ چھوڑی شیخ جی صاحب کے سر پر
سنا ' رندوں نے کل دستار باقی
تم نے سنا بھی تھا یا ہے رندوں نے کیا ستم
لی شیخ جی کی بزم میں پگڑی اُتار رات

اسی پگڑی اُتارنے کے مضمون کو ذرا سید انشا کی زبانی سنئے - فرماتے ہیں: —

آتا ہے جی میں شیخ کی پگڑی اُتاریے
اور تان کر چٹاخ سے اک دھول ماریے

حضرت شیخ جی کل شب گرو سے کے لئے میکدے میں گئے تسبیح و مصلی لے کر

یہی خیال میر صاحب کا بھی ہے' مگر کیا پاکیزہ رنگ میں ہے:—

تسبیح کو مدتوں سنبھالا ہم نے خرقہ برسوں گلے میں ڈالا ہم نے
اب آخر عمر ' میر' سے کی خاطر سجادہ گرو رکھنے نکالا ہم نے

اور تو اور استاد ذوق جیسے روکھے پھیکے آدمی نے اس مضمون میں کچھ تو لطف رکھا ہے: —

میکدے میں کل ہوئی ہے ایک پگڑی گرو سے
ذوق وہ تیری ہی دستار فضیلت ہو تو ہو

حکیم صاحب کے یہ دو شعر ذرا مزیدار ہیں - اور کنایے ہی کنایے میں سب کچھ کہہ گئے ہیں —

آگئے رفقوں کے گر ہاتھہ تو تم سن لینا
شیخ صاحب کو بتادیویں گے آداب کے ڈھنگ
رند کہتے ہیں کریں گے ان کی خدمت ایک دن
شیخ جی صاحب کو جب شاید نصیحت ہو تو ہو

ایک جاٹ سر پر چار پائی لئے جارہا تھا، ایک خاں صاحب بھی اُدھر سے گزرے، ذرا غور سے جاٹ کو دیکھا، موچھوں پر تاؤ دیا، دماغ پر زور ڈالا اور تمام شاعری کا رس نچوڑ کر جاٹ کو ایک مصرعہ سنایا۔ (ع) جاٹ رے جاٹ ترے سر پر کھاٹ بھلا جاٹ کیا چوکنے والا تھا فوراً ہی جواب دیا (ع) خان رے خان تیرے سر پر کو لھو خاں صاحب کو بہت غصہ آیا اول تو جواب اور اس پر ایسا بے تکا جواب۔ کڑک کر بولے: ابے نامعقول تُک تو مِلا ہی نہیں۔ جاٹ نے کہا۔ خاں صاحب تک ملے نہ ملے بوجھوں تو مروگے۔ بس اسی نمونے پر حکیم صاحب کے یہ شعر ہیں: —

شیخ کی شکل کسی سے نہیں ملتی لیکن
کچھہ مشابہ ہے تو ہے صورت دجّال کے ساتھہ
جناب شیخ جی صاحب کو رند کہتے ہیں
کہ ان کی ذات جہاں میں ہے صورت خنّاس

کیا مکر وہ مضمون ہے اور کیا برے الفاظ ہیں —

عروس ڈھونڈتے ہے دنیا کی نت نیا دھگڑا
زیادہ سب سے برا ہے یہ اس چھنال میں نقص
ٹکڑے کرکر کے بنائی ہے لنگوٹی اپنی
لو یہ رندوں کو ہوا شیخ کی دستار سے فیض

ذرا ان کے معشوق کی زبان ملاحظہ فرمائیے :-

کل بدل تیوری کہنے لگے مجھکو، چل بے نام چاہت کا مرے لیوے، ہوا تو ایسا

لیجئے یہ ہے حکیم صاحب کے دونوں دیوانوں کی خوش مذاقی کا خلاصہ، اس کے بعد

بھی اگر آپ آزاد مرحوم کی اس تحریر کو صحیح سمجھیں اور یہ فیصلہ کریں کہ آغا جان عیش ھی ھد ھد کو شعر لکھہ کر دیا کرتے تھے کہ اس زمانے کے نامور شعرا پر چوٹ کی جاے تو آپ جانیں اور آپ کا دین و ایمان جانے—

حکیم صاحب کے کلام کی تلاش اور تذکروں میں ان کا ذکر

مجھے حکیم صاحب کے دیوان دیکھنے اور ان کے حالات معلوم کرنے کا شوق صرف آب حیات نے دلایا - ورنہ تذکروں میں ان بچارے کا ذکر بہت کم آیا ھے - عبدالغفور 'نساخ' نے اپنے تذکرۂ 'سخن شعراء' میں تحقیق حالات کی انتہا کردی ھے - فرماتے ھیں:- "عیش تخلص- حکیم آغا جان باشندۂ دھلی" اس کے ساتھہ تبرکاً چار شعر بھی دے دیے ھیں - 'گلشن بیخار' میں تو ان کا نام آنے ھی کیوں لگا - مومن خاں کے مد مقابل تھے - بھلا 'شیفتہ' ان کا ذکر کس طرح کرتے- ھاں گلشن بیخار کے توڑ پر قطب‌الدین 'باطن' نے جو 'گلستان بیخزاں' لکھی ھے اس میں عیش کے حال میں دو چار سطریں اور ایک شعر لکھدیا ھے - عبارت ایسی ھے کہ اس سے کوئی نتیجہ نکالنا یا حال معلوم کرنا بے سود ھے - ھاے کیا خوب فرماتے ھیں:-

" عیش تخلص - حکیم آغا جان نام - حکیم سخن - ان کے درمان کا محتاج مدام طبیب طبع مریضان مضمون کا معالج - خواہ کسی کو لقوہ ھو یا فالج - یہ نسخہ ھے یہ دوا - حکیم مطلق کے ھاتھہ شفا" —

دی تاسی کے تذکرۂ شعراے ھند اور کریم‌الدین صاحب کے 'طبقات شعراء ھند' میں عیش کا نام ھی نہیں ھے - البتہ مرزا قادر بخش 'صابر' کی کتاب 'گلستان' سخن میں ان کے بہت سے شعر بھی دیے ھیں اور ان کے کلام پر ریویو بھی کیا ھے —

جوینده یا بنده

میں حکیم صاحب کے حالات معلوم کرنے کی اس اُدھیڑ بن میں تھا کہ ان کے پڑپوتے سے میری ملاقات ھوئی - ان کی زبانی معلوم ھوا کہ حکیم صاحب کا دیوان لالہ سری رام صاحب رئیس دھلی مصنف خمخانۂ جاوید کے پاس ھے - اُنھوں نے یہ بھی بتایا کہ کس طرح یہ دیوان ان کے خاندان سے نکل کر

لالہ صاحب کے پاس پہنچا - ان واقعات کے اظہار کی مجھے ضرورت نہیں ہے - خدا کا کرنا کیا ہوتا ہے کہ گذشتہ محرم میں مجھے دہلی جانا پڑا ' شام کو ریل سے اترا ' صبح ہی لالہ صاحب کے پاس پہنچا - وہ خود میرا مضمون " ۱۲۶۱ ھ میں دہلی کا ایک مشاعرہ" دیکھکر مجھ سے ملنے کے مشتاق تھے - بڑی دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں- آخر میں حرف مطلب زبان پر لایا - انھوں نے کہا کہ دیوان کی نقل میں نے کرالی تھی - وہ کہیں رکھہ کر بھول گیا ہوں ' بھجوادوں گا - اس کے بعد میں حیدرآباد چلا آیا - انھوں نے وہ نقل میرے پاس بھیج دی - دیوان کا آخری حصہ نقل کرنے سے رہ گیا تھا - تھوڑے دنوں بعد وہ بھی آگیا' یہ خوشامد نہیں واقعہ ہے - اگر کسی کو دہلی کی پرانی صحبت دیکھنی ہے تو لالہ سری رام صاحب سے جاکر ملے جس خلوص اور محبت سے ملتے ہیں اور جس طرح زبان اردو پر جان دیتے ہیں اس کا لطف کچھہ ان سے مل کر ہی آسکتا ہے - قلم سے اس کا اظہار نہیں ہوسکتا - خیر ایک دیوان تو مجھے لالہ صاحب سے ملا - دوسرا دیوان خود حکیم صاحب کی پوتی کے پاس تھا - وہ ان سے لیا اور اس‌طرح حکیم صاحب کا پورا کلام میرے پاس آگیا - اب رہے حالات تو وہ خود ان کی پوتی سے زیادہ کون بتا سکتا تھا - جب حکیم صاحب کا انتقال ہوا - اس وقت یہ خاصی جوان تھیں - ان کی ایک ایک بات ان کو یاد تھی - بہت کچھہ حالات ان سے معلوم کئے - تھوڑے بہت واقعات کا خود ان کے دیوان سے پتہ چلا - غرض یہ معلوم ہوگیا کہ حکیم صاحب کون تھے اور کیا تھے —

ہاں ایک چیز کا یہاں ذکر کردینا ضروری سمجھتا ہوں - جب آب حیات میں سے حکیم صاحب کا حال ان کی پوتی کو سنایا تو وہ تعجب سے پوچھنے لگیں "میاں جنھوں نے یہ کتاب لکھی ہے کیا انھوں نے دادا جان کو دیکھا تھا - یا جو جی میں آیا لکھہ دیا " لیجئے یہ ہے آزاد مرحوم کی تحریر کے متعلق خود حکیم آغا جان عیش کی پوتی کی رائے: —

آبحیات میں حکیم صاحب کے حالات

آب حیات میں حکیم صاحب کے متعلق آزاد مرحوم نے جوکچھہ لکھا ہے' اس کو یہاں نقل کئے دیتا ہوں - اس کے بعد جو حالات مجھے معلوم ہوے ہیں وہ کہوں گا - مقابلہ کر کے نتیجہ آپ نکال لیجئے —

" حکیم آغا جان عیش - بادشاہی اور خاندانی طبیب تھے - زیور علم اور لباس کمال سے آراستہ - صاحب اخلاق - خوش مزاج - شیریں کلام - شگفتہ صورت - جب دیکھو یہی معلوم ہوتا تھا کہ مسکرا رہے ہیں - ساتھہ اس کے شعر کا عشق تھا - طبیعت ایسی ظریف ' لطیف اور نکتہ سنج پائی تھی کہ جسے شاعری کی جان کہتے ہیں - غزل ' صفائی کلام ' شوخی مضامین اور حسن محاورہ سے پھولوں کی چھڑی ہوتی تھی - اور زبان گویا لطائف و ظرائف کی پھلجڑی - میں نے دو دفعہ استاد کے ساتھہ مشاعرے میں دیکھا تھا - ہاے افسوس اس وقت تصویر آنکھوں میں پھرگئی - میانہ قد - خوش اندام ' سر پر ایک ایک انگل بال سفید - ایسی ہی داڑھی - اس گورے سرخ و سفید رنگ پر کیا بھلی معلوم ہوتی تھی - گلے میں ململ کا کرتہ ' جیسے چنبیلی کا ڈھیر پڑا ہنس رہا ہے - میں ان دنوں دہلی کالج میں پڑھتا تھا - استاد مرحوم کے بعد ذوق سخن اور ان کے کمال کی کشش نے کھینچ کر ان کی خدمت میں بھجا یا - اب ان صورتوں کو آنکھیں ترستی ہیں اور نہیں پاتیں - ۵۷ ع کے غدر کے چند روز بعد دنیاسے انتقال کیا - خدا مغفرت کرے " —

حکیم صاحب کے متعلق میری دریافت

حکیم آغا جان ' عیش ' کے والد کا نام حکیم عیسیٰ جان اور دادا کا نام حکیم خواجہ عبدالشکور خاں تھا - پشتینی حکیم تھے- یہ خاندان بخارا کی طرف سے آ کر کشمیر میں بسا' وہاں سے دھلی آ یا - ذات کے مغل اور عقیدے کے لحاظ سے سنی المذھب تھے - حکیم عیسیٰ جان کے ایک لڑکی اور دو لڑکے تھے - بڑے لڑ کے آ غا جان تھے اور انھیں کی وجہ سے خاندان کا نام روشن ھوا - چنانچہ اب تک انھیں کی وجہ سے دھلی میں چیلوں کے کوچے میں حکیم آ غا جان کا چھتہ مشہور ھے - ایک منزلہ مکان تھا - زنانے میں دالان در دالان - سامنے کے حصے میں دو چھتی - بہت بڑا صحن - باھر اکہرا دالان - دالان کے سامنے سائبان - صحن باھر کا بھی بڑا تھا - صحن میں چمن تھا - اور جابجا درختوں میں اناج پانی کے بھرے ھوے کونڈے لٹکے رھتے تھے - کبوتروں - چڑیوں - طوطوں کے غول اور جھلڑ کے جھلڑ آ تے' دانا پانی کھا تے پیتے اور چلے جا تے' حکم تھا کہ کسی وقت کوئی کونڈا خالی نہ رھے —

مطب

صبح سے بارہ بجے تک مطب کر تے - کبھی کبھی ضرورت ھوئی تو شام کو بھی مریضوں کو دیکھہ لیتے - غریبوں سے بڑی محبت کر تے - اسی وجہ سے ان کا مطب ھمیشہ بھرا رھتا تھا - خود بھی اس پر فخر کر تے ھیں - فرما تے ھیں :—

پاکے صحت مجھے دیتے ھیں دعا عیش،غریب

دیوے اللہ ترے ھاتھہ میں تا ثیر سوا

روزی سے بے فکر تھے - اس لئے یا تو علاج معالجے میں لگے رھتے - یا شعر شاعری کر تے یا بیٹھے اللہ اللہ کیا کر تے - اپنی اس فارغ البالی کے متعلق اپنے کلام میں کہیں کہیں اشارہ کیا ھے:—

ترے آ رام کو اللہ نے عیش، مہیّا کر دئے اسباب کیا کیا

ملازمت

نواب صاحب جھجر کے ہاں ملازم تھے - بس نام کے ملازم تھے - کبھی ضرورت پڑی تو چلے گئے نہیں تو گھر بیٹھے تنخواہ لیتے تھے - قلعے سے بھی تعلق تھا - بادشاہ کے لڑکے شاہ رخ مرزا کی ڈیوڑھی سے کچھہ مل رہتا تھا - چنانچہ ایک قصیدے میں اس کا ذکر ہے: —

کروں جو صفحۂ کاغذ پہ تیری شرح رقم

عجب نہیں ہے کہ ہو در فشاں زبان قلم

نہ فیض عام ہو کس طرح تیرا عالم میں　　خدا نے تجھہ کو بنایا ہے صاحب عالم

ترا وہ رتبۂ عالی ہے شاہ رخ مرزا　　نہ ہوسکے ترے ہم جنب رتبۂ ' رتبۂ جم

ترے ہی فاخن تدبیر سے جہان میں آج

کھلے ہے عقدہ کا رحجان خدا کی قسم

اب آگے عرض مری تجھہ پہ آپ روشن ہے

زبان پر نہیں لایا - اسی سے ہے مبہم

پر اتنی عرض ضروری ہے - سب رہیں سر سبز

میں تشنہ کام رہوں ایک رہے سحاب کرن

پھر بادشاہ سلامت کے حکم سے مرزا فرخندہ شاہ کی سرکار سے تعلق ہو گیا - اس واقعے کو ایک دوسرے قصیدے میں ظاہر کیا ہے—

نہ کیوں ہو تیری عنایت کا مجھکو شکر ضرور

کہ تیرا شکر ہے بس عین شکر رب غفور

ادائے شکر ترا گر چہ غیر ممکن ہے　　مگر میں حکم الٰہی سے ہوں شہا مجبور

ملا علو فہ ترے خا نہ زاد کو شا ہا　　تصدق سر اقدس - موا فق دستور

علاوہ اس کے عنایت ہوئی غلام پہ یہ　　کہ جس کا حال ہے اس قطعے میں ہوا مذکور

جناب مرزا فرخندہ شاہ کی خدمت میں　　کیا حضور نے اس خا نہ زاد کو مامور

اس کے بعد بڑھتے بڑھتے شاھی طبیب ھو گئے - ھر دوسرے روز قلعے سے پالکی آتی تھی ' اس میں بیٹھہ کر قلعہ جاتے - تھوڑی دیر وھاں ٹھیرے - کوئی مریض ھوا - اس کو دیکھہ لیا - بادشاہ سلامت کو مجرا کیا - اور چلے آئے - قلعے سے تنخواہ ذرا مشکل سے ملتی تھی - غالب کو قصیدہ لکھنا پڑا جب کہیں جا کر تنخواہ ملی - بچارے عیش کے سر پر بھی یہی مصیبت آئی - اُنھوں نے بھی ایک قصیدہ لکھا - جب مشکل آسان ھوئی - لکھتے ھیں :—

نسیم صبح ھوئی آج یہ نوید رسا کہ ھے بہار کی آمد کا ھر طرف جلسا
جلوس شاھد گل کے لئے بچھایا ھے صبا نے باغ میں فرش زمردی ھر جا

خیر بہار یہ حصہ لکھہ کر یہ دبیر خرد سے مل کر پوچھتے ھیں کہ حضرت آج یہ کیا چہل پہل ھے' وہ جواب دیتا ھے کہ بادشاہ سلامت کی سالگرہ کا جلسہ ھے' اس کے بعد بادشاہ سلامت کی تعریف شروع ھوتی ھے - اور پھر :—

یہ میں سن کے کہا اس سے - اے دبیر خرد
خدا کے واسطے تدبیر کوئی مجھہ کو بتا
کہ اس جناب مقدس میں ' میں بھی حاضر ھوں
کہ جس کی ذات سے ھے کامیاب ارض و سما
کہا یہ اس نے کہ کیوں پوچھتا ھے تو تدبیر
ضرور - اس کی تو بخشش کو کچھہ نہیں حیلا
وھاں ھے بخشش عام اس کی بے سبب سب پر
خصوص تو تو قدیمی ھے خانہ زاد اس کا
جو اس پہ بھی ھے تو پابند عالم اسباب
تو ایک بات بتاؤں تجھے میں ' چل اچھا
خدا نے ذات بنائی ھے اس کی مستغنی
اسے بس اور کسی شے کی کچھہ نہیں پروا

مناسبت ہو طبیعت کو تیری شعر سے گر
تو چند شعر دعائیہ کہہ کے تو لے جا
میں عرض حال کو اپنے سمجھ کے ترک ادب
زبان پر نہیں لایا ہوں اب تلک شاہا
مگر یہ عرض کہ بے اس کے زندگی ہے محال
رکا ہے اگلے مہینے سے میرا درماہا
خدا ہی جانے کہ یہ کس نے گل کھلایا ہے
مجھے خبر نہیں - دریافت کر تو داد رسا

حلیہ

جب کوئی روزی سے بے فکر ہوتا ہے تو عمر گزارنے کے لئے ہمارے ہندوستانی بھائیوں کے بس دو ہی طریقے ہیں - یا شعر شاعری کرنا - یا اللہ اللہ کرنا - حکیم صاحب نے دونوں راستوں کو اختیار کیا تھا - مطب سے فرصت ہوئی - کچھہ لکھنے بیٹھہ گئے - اس سے فارغ ہوے تو تسبیح سنبھالی - سارا دن وظیفہ وظائف ہی میں گزار دیتے - رات کو گیارہ بجے گھر میں آتے - کھانا کھاتے اور سو رہتے - چوبیس گھنٹے میں بس ایک ہی دفعہ کھاتے تھے - پھر بھی آخر وقت تک ان کے قویٰ میں فرق نہ آیا - کوئی ۹۸ برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا - لیکن مرتے دم تک نہ کوئی دانت ٹوٹا - نہ بینائی کمزور ہوئی - ان کا حلیہ آزاد مرحوم کی زبانی سن چکے، اب ان کی پوتی کی زبانی بھی سن لیجئے - بہت اونچا قد - نہایت سرخ و سفید رنگ، نیچی گول بھروان داڑھی - کتابی چہرہ - منڈا ہوا سر - ستواں ناک .... بڑی بڑی آنکھیں - شکل پر نور برستا تھا - ہمیشہ نیچی چولی کا انگرکھا پہنتے تھے - آستینوں کے چاک کہنی تک کٹے ہوئے - کرتہ تمام عمر اُنھوں نے کبھی نہیں پہنا - جاڑے میں فرغل یا دگلہ استعمال کرتے تھے - فرغل تو عموماً موسی چھینٹ کی ہوتی تھی - مگر دگلہ اکثر اونی کپڑے کا ہوتا تھا - ایک بر کا پیجامہ۔

پاؤں میں بتھواں چوڑے پنجہ کی ریشم کے کام کی جوتی - ہاتھہ میں سبز رنگ کی جریب —

ان کا زھد و تقوی

ان کے زھد و تقوی کا حال ان کے دیوان سے جا بجا کھلتا ھے- حضرت غلام محمد شاہ صاحب کے مرید تھے - مگر ھر بزرگ سے عقیدت تھی ' اکثر رباعیاں بزرگان دین کی شان میں لکھی ھیں - حضرت امیر خسرو کی شان میں فرماتے ھیں : —

ربا عی

اللہ نے دیا ھے تجھہ کو وہ رتبہ وجاہ آتا ھے ترے درپہ ھرایک حاجت خواہ
کر عیش کے حق میں بھی دعا ازرہ لطف اے طوطی بوستان محبوب اللہ

اپنے پیر کو اسطرح پکارتے ھیں : —

تو حال پہ میرے کر تو جہ یا پیر رھتا ھوں میں فکر سے نہا یت دل گیر
کر حق میں دعا سرے کہ ھوں میں لاچار بن آتی نہیں ھے مجھہ سے کوئی تدبیر

آل رسول اللہ کے عاشق تھے - فرما تے ھیں : —

نہ کھا ؤتم غم دنیاے دوں مگر ھاں 'عیش' جو کھاؤ غم تو غم آل مصطفی کھاؤ

اولیاء اللہ کی محبت کی ضرورت کو کس خوبی سے بیان کیا ھے : —

محبت اولیاء اللہ کی آتی ھے کام آخر کہ ان کے نام میں اللہ کا آتا ھے نام آخر

ھے تو بے موقعہ مگر شعر سنائے دیتا ھوں- یاد نہیں کس کا ھے - مگر خوب کہاھے اور لفظ کے خوب ٹکڑے کئے ھیں: —

ظالموں اس سے تروآہ کو جانو نہ حقیر دیکھو اللہ میں ھے اسکا اثر دوبتے تین

رات دن صدقے نہ ھوں سو جان سے کیوں اس کے ھم
عیش جس دل کو ھے عشق حضرت باری کا شوق

فقیروں سے خاص عقیدت تھی' پوری کی پوری غزل اس بارے میں لکھہ گئے ھیں : -

نہ کر فقیروں سے تو چھیڑ چھاڑ دیوانے　　نہ چھیڑ کر انھیں حق سے بگاڑ دیوانے
تو اپنے حق میں نہ بو ان کو چھیڑ کر کانٹے　　یہ اپنے پیچھے نہ چمٹا تو جھاڑ دیوانے
تو اپنی طرح سے مردان حق کو مردہ نہ جان　　یہ مردے وہ ہیں کہ دھاویں پہاڑ دیوانے
جو اُن کی کرتا ہے کوئی جہاں میں توہین　　حق اُن کو دیتا ہے جڑ سے اکھاڑ دیوانے

جو غیر حق انھیں سمجھے ہیں عیش اُن کو سمجھہ
کہ حق نے ان کو بنا یا ہے آڑ دیوا نے

معلوم ہوتا ہے کے سالک کے دیکھنے والے تھے مجذوبوں سے کچھہ شوق نہ تھا' اپنا عقیدہ یوں بیاں کرتے ہیں : —

مست کیا جانے ہیں لطف مستی　　لطف مستی کسی ہشیار سے سیکھہ

ہاں بالکل سچ ہے ' پی کر جو ہشیار رہے وہی کچھہ پینے کا مزا جانتا ہے' اگر پی کر موری میں جاپڑے تو پینے کا کیا خاک لطف اُٹھا یا —

سلوک کاطریقہ ایک رباعی میں اس طرح بتا تے ہیں : —

رباعی

گر طالب حق ہے چھوڑ دے لات وگزات　　بغض وحسد و کینہ سے کر سینہ صاف
جب ہو چکے عیش بات یہ تجھہ کو حصول　　کر مصقلۂ ذکر سے دل کو شفاف

ایک جگہ دعا کرتے ہیں ' دیکھنا کیا سوز و گداز ہے : —

جان پر میری کر - کرم یارب　　دور کر دل سے میرے غم یارب
بغض و کینہ کو صفحۂ دل سے　　دے مٹا میرے یک قلم یارب
ہم گنہگار تیرے بندے ہیں　　تجھہ سوا کہویں کس سے ہم یارب
مونس جان و دل رہے میرا　　ذکر تیرا ہرایک دم یارب
اور رہ مستقیم پر تیرے　　رہے ثابت مرا قدم یارب
عیش' تیرا ہے دور رکھہ اس سے　　درد و رنج و غم و الم یارب

تاریخ وفات

غرض یوں ہی اللہ اللہ کرتے کرتے ختم ہوگئے۔ مگر کب مرے' اس کا حساب مشکل ہے ۔ آزاد مرحوم فرماتے ہیں کہ غدر کے چند روز بعد انتقال کیا۔

حکیم صاحب کی پوتی کہتی ہیں کہ "اے ہے ابھی تھوڑے ہی دن تو ہوے جب وہ مرے، اس وقت میرا سب سے چھوٹا بھائی تین برس کا تھا - کوئی ایک ہفتہ بیمار رہے- تپ محرقہ تھی - دل پر صندل میں بھگو بھگو کر کپڑے رکھے جاتے تھے، آخر میرانجی* کی گیارہ تاریخ کو ختم ہوگئے" - غدر ۱۲۷۳ھ میں ہوا، اس کے بہت بعد تک وہ زندہ رہے- کیونکہ اُنھوں نے غالب کی تاریخ وفات کہی ہے- اس کے شروع کا حصہ پھٹا ہوا ہے:-

اور برے چین سے گزاری عمر　　جب تلک وہ یہاں مقیم ہوے
اب جو یہاں سے وہاں گئے تو وہ عیش　　مورد بخشش کریم ہوے
رکھتے دل خوش تھے وہ، سو با دل خوش　　داخل جنت نعیم ہوے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۸۵ ہجری تک وہ زندہ سلامت تھے - سب سے آخری تاریخ جو ان کے دیوانوں میں ہے، اس میں اُنھوں نے منشی امّو جان کی تاریخ وفات لفظ "غفور" سے نکالی ہے - گویا ۱۲۸۶ ھ یعنی غدر سے کم سے کم تیرہ سال تک وہ بقید حیات تھے —

اب ان کی پوتی صاحبہ کے بیان سے حساب لگائیے - ان کے چھوٹے بھائی کا نام ڈاکٹر سعید جان ہے - اور اس وقت اُن کی عمر ۵۳ سال کی ہے، وہ ۳ سال کے تھے، جب حکیم صاحب کا انتقال ہوا - اس لحاظ سے اُن کا سنہ وفات ۱۲۹۷ ہجری پڑتا ہے - انتقال کے وقت ان کی عمر دو کم سو برس کی تھی - گویا اُن کا سنہ پیدائش ۱۱۹۹ ھ یا ۱۲۰۰ ھ تھا —

انتقال کے بعد ترکمان دروازے کے باہر ناصر وزیر کی بارہ دری میں خواجہ میر درد کی پائینتی دفن ہوے - پہلے پختہ مزار تھا - اب نشان مٹ کر

---

* دہلی کی عورتوں نے مہینوں کے جو نام رکھ لئے ہیں وہ بھی سن لیجئے —
۲ - تیرہ تیزی　۳ - بارہ وفاتیں　۴ - میرانجی　۵ - مدار　۶ - خواجہ معین الدین
۸ - شب برات　۹ - رمضان　۱۰ - عید　۱۱ - خالی　۱۲ - بقر عید (بقرید)

مٹی کا ڈھیر رہ گیا ہے —

اولاد

اولاد میں ایک لڑکا اور تین لڑکیاں تھیں - مگر ان چار بچوں سے بھی گھبرا گئے تھے - کہتے ہیں :-

کمر شاخ کو توڑے ہے ثمر　　اس سوا لطف تا ہل کیا ہے

توڑ دے جب کہ کمر شاخ ثمر ہی اس کا　　کیا توقع رکھے اپنی کوئی اولاد سے اب

اس مضمون کو استاد ذوق نے خوب باندھا ہے، فرماتے ہیں :-

توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی　　دنیا میں گرانباری اولاد غضب ہے

ابن یمین بھی اسی مصیبت کا غل مچاتے مچاتے مرگئے:-

مرا در وقت پیری بار اطفال　　نہ واحق بود حقّا ثم حقا

فہا انا في الغروبة ذو عیال　　یدق الظہر دقا ثم دقا

(اس عالم غریب میں بال بچوں کے بوجھ نے

میری کمر توڑ دی اور بری طرح توڑ دی)

ان کی شاعری پر غدر کا اثر

غدر کے بعد سے ان کی شاعری نے مرثیے کا رنگ اختیار کرلیا تھا۔ دلّی والوں کو جو صدمہ دلّی کی تباہی کا ہوا - اس کا دھیان کرنے سے دل بھر آتا ہے - بہادر شاہ کو بادشاہ کہو یا شاہ شطرنج - پھر بھی ایک قلعہ ہی تھا جو شریفوں کا ملجا و ماوی تھا - ہر کسی کا قلعے سے کچھہ نہ کچھہ تعلق تھا - سلطنت نہ تھی - پھر بھی سمجھتے تھے کہ سلطنت ہماری ہے - اور کیوں نہ سمجھتے، مال گروی رکھنے کے بعد بھی گروی کرنے والے ہی کا رہتا ہے، خواہ سود اور اصل ملاکر مال کی قیمت سے بڑھ ہی کیوں نہ جائے، بادشاہ کیا گئے، دلّی والوں کا دل مرگیا - اپنا درد دوسروں کو سنا سنا کر خود روتے تھے، دوسروں کو رلاتے تھے - غرض یوں ہی روتے روتے تمام ہوگئے اور ہم کو رلانے کے لئے اپنا کلام چھوڑ گئے- غدر کے کئی برس بعد دلّی میں ایک مشاعرہ ہوا تھا - اس میں کوئی طرح نہیں دی تھی - بس یہی تھا کہ دلّی کا مرثیہ کہو - غزل میں کہو، چاہے رباعی میں،

مخمس میں کہو چاہے مسدس میں - یہ کل کلام ایک کتاب کی شکل میں چھپا ہے - اور ڈھونڈے سے مل جاتا ہے - اسی مشاعرے میں داغ مرحوم نے اپنا شہر آشوب پڑھ کر سننے والوں کو تڑپا دیا تھا - ہاے لکھتے ہیں :-

فلک زمین و ملائک جناب تھی دہلی
بہشت و خلد میں بھی انتخاب تھی دہلی
جواب کا ہے کو تھا لاجواب تھی دہلی
مگر جو دیکھی حقیقت تو خواب تھی دہلی
پڑی ہیں آنکھیں جو پہلے جگہ تھی نرگس کی
خبر نہیں کہ اسے کھا گئی نظر کس کی

دو بند اور سن لیجئے :—

کھلایا زہر ستم گر نے پان کے بدلے پلایا خون جگر پیچوان کے بدلے
نصیب دار ہوئی ہے نشان کے بدلے ملا نہ گور گڑھا بھی مکان کے بدلے
یہ دعوت فلک کینہ ساز تو دیکھو
اور اس پہ اس ستم آرا کے ناز تو دیکھو

الٰہی بخت بد ایسے ہمارے ہو جائیں
کہ ہیں جو لعل و گہر سنگ پارے ہو جائیں
جو دانے مانگیں تو خرمن شرارے ہو جائیں
جو پانی چاہیں تو دریا کنارے ہو جائیں
پئیں جو آب بقا بھی تو زہر ہو جائے
جو مانگیں رحمت باری تو قہر ہو جائے

اس مشاعرے میں مفتی صدرالدین صاحب آزردہ بھی شریک تھے - انھوں نے دہلی کی تباہی پر خدا کا شکر کیا ہے - فرماتے ہیں : —

ہوا اچھا جو مٹنا نام و نشان دہلی
کس کی پاپوش بنے مرثیہ خوان دہلی

تو خیر اس مشاعرے میں حکیم آغا جان عیش نے بھی بہت کچھہ دلی کا رونا رویا - ایک شہر آشوب میں دلی کی شریف بیبیوں کی حالت زار لکھتے ہیں —

فلک کی آنکھہ نہ تھی جن کو دیکھنے پاتی
نہ تھی مجال صبا کی جو ان تلک جاتی
خدا نے دی تھی انھیں ایسی عصمت ذاتی
کہ نام غیر جو سنتیں تو ان کو شرم آتی
فلک نے بخشا ہے ان کو لباس عریانی
ہے ستر ان کے لئے ان کی پاک دامانی

دوسرے شہر آشوب میں قلعے کی بربادی کا یوں ذکر کرتے ہیں: —

سر جھکاتا تھا جہاں ان کے سارا عالم
قبلہ و کعبہ سمجھتے تھے جنھیں اہل حشم
دست بستہ جہاں حاضر تھی سدا شوکت جم
دفعتاً ان سے ہوا ایسا زمانہ برہم
آج تو نان شبینہ کو بھی محتاج ہیں وہ
کل گدا بھی کوئی ایسا نہ تھا جو آج ہیں وہ

شرفا کے گھرانوں کی تباہی کا یوں رونا روتے ہیں: —

تھا وہ جن لوگوں کے ہاتھوں کی نزاکت کا یہ حال
بار سے رنگ حنا کے وہ ہوے جاتے تھے لال
خواب مخمل سے کف پا کو بھی تھا جن کے ملال
میلے ہوتے تھے نظر کرنے سے وہ • چاند سے گال

• (ن) پھول —

اب وہی لوگ ہیں اور بادیہ پیمائی ہے
ملگئی خاک میں سب میری و موزائی ہے

غرض دوسرا دیوان تقریباً سارے کا سارا اس رو نے دھو نے سے بھر دیا ہے - تھوڑا بہت نقل کئے دیتا ہوں - دل سے نکلی ہے دل میں اثر کریگی - ہاں جن کے دل کو لگی نہیں ہے وہ اس حصے کو چھوڑ دیں - یہ اہل درد کی صف ماتم ہے - بے درد خدا کے لئے یہاں سے اُٹھہ جائیں —

جب دلّی بھری ہوی تھی اس وقت کا رنگ دیکھو - معلوم ہوتا ہے کہ باغ میں بلبل چھک رہا ہے —

حوا کے جنت سے حور دیکھے زمیں پہ فصل بہار دھلی
تو ہووے سو جاں سے بےتکلف یقین سمجھو نثار دھلی

جہاں کی جو خوبیاں ہیں ساری وہ سب ہیں دھلی کی سو زمیں میں
نہیں ہے کوئی دیار ہرگز جہاں میں مثل دیار دھلی

مبالغہ اس میں کچھہ نہیں ہے جو نقش اوژنگ آکے دیکھے
تو گم ہو اس کی بھی دیکھہ سنّی، ہیں ایسے نقش و نگار دھلی

دعا ہے یوں 'عیش' خوش زباں کی بصد تضرع جناب حق میں
الٰہی عیش و نشاط و عشرت رہیں سدا ہم کنار دھلی

بادشاہ کے لئے قصیدے لکھتے ہیں - دعائیں دیتے ہیں: —

عیش آباد رکھے خالق اکبر اس کو کیونکہ ہے وہ دل تیمور کے نگیں کا نگینہ
سراج الدین غازی ہے سریرآراجو عالم میں نصیب اسکو اور اسکی ساری محفل کو ہو آرائش

یا ایک دفعہ ہی ایسی ہوا چلی کہ بساط اُلٹ گئی - زمانہ بدل گیا - کچھہ سے کچھہ ہو گیا - اس ناگہانی آفت کا جو کچھہ اثر دلّی والوں کے دلوں پر ہوا ہو - وہ کم ہے - ایک دفعہ ہی گھبرا کر کہتے ہیں کہ: —

یہ ہوا کیسی چلی برہم زمانہ ہو گیا — حال دہلی اہل عالم میں فسانہ ہو گیا
دل کسی فرد بشر کا خالی اس غم سے نہیں — غم یہ شائع کو بکو خانہ بخانہ ہو گیا
بر سر مژگان نہ ہو فوّارۂ خوں کس طرح — غمزدوں کے دل میں جب غم کا خزانہ ہو گیا
ایک ہو تو روئیے، کس کس کو روئیں یاد کر — دیکھ کر اس حادثے کو دل دوانہ ہو گیا
دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں کے آگے اپنے یہاں — دم کے دم میں اور ہی کچھ کارخانہ ہو گیا
آہ گلگون بہار گلشن دہلی کو ' عیش ' — موجۂ باد خزاں کیا تازیانہ ہو گیا

حال عالم آہ کیف و کم میں کیا تھا کیا ہوا
یا اولی الابصار دیکھو دم میں کیا تھا کیا ہوا

غدر میں بڈھے ہو چکے تھے - اس لئے لکھتے ہیں :—

فصل خردی و جوانی تو کٹی اس چین سے
اب رہی پیری تو اس موسم میں کیا تھا کیا ہوا

پھر آپ ہی دل کو تسکین دیتے ہیں :—

اے دل نادان تو اس بات کا شاکی نہ ہو
ربط باہم دیکھ جام و جم میں کیا تھا کیا ہوا

آخر دوستوں کے غم میں روتے روتے تھک جاتے ہیں —

جز خداوند جہاں - حال دل اپنا ' عیش ' اب
کس سے کہئے دوستوں کے غم میں کیا تھا کیا ہوا

عین غدر میں غزل کہی ہے ' کوتوالی کے چبوترے پر پھانسیاں کھڑی ہوئی ہیں - لوگ لٹکائے جا رہے ہیں - حکیم صاحب دیکھ رہے ہیں اور رو رو کر کہہ رہے ہیں :—

کوچۂ زلف میں لاکھوں کے گئے دل مارے
سر زمیں ہند کی کیا ' عیش ' بلا خیز ہے آج

گھبرا گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ الٰہی کیا ہے

کیا ہو گیا ایک مصیبت ہو تو صبر کریں، دو ہوں تو صبر کریں آخر اس غم پر کیسے صبر کیا جاے :—

یا الٰہی یہ ہوا دنیا میں کیسا انقلاب
اک زمانہ گردش چرخ کہن میں آ گیا

معلوم ہوتا ہے کہ غدر ہی میں دہلی سے نکل گئے تھے - امن امان ہونے کے بعد دہلی آنا چاہتے ہیں - لیکن آنے کو جی نہیں چاہتا - جس گھر کو بھرا بھرایا چھوڑ گئے تھے اس کو ویران کن آنکھوں سے دیکھیں - دوست نہیں رہے - جن میں مل بیٹھ کر غم بھلائیں یا کم سے کم آنسو بہا کر دل کو تسکین دیں :—

جب عندلیب چمن سے ہوا چمن خالی تو آ بسے اسے پا، زاغ اور زغن خالی
بتاؤ آ کے وطن میں بھلا لگے دل کیا جب عیش ہو گیا یاروں ہی سے وطن خالی

دل لگی کہتے ہیں جس کو وہ تو ہے یاروں کے ساتھ
جب نہ وہ ہوں تو لگے دل پھر وطن میں کس طرح

ظفر کو یاد کرتے ہیں - اور دل پکڑ کر رہ جاتے ہیں - ایک شعر میں وہ کچھ کہہ گئے ہیں کہ ہزاروں مرثیے اس پر قربان ہیں - ہائے لکھتے ہیں :—

عیش ہی کو کچھ نہیں صدمہ جدائی کا تری
مبتلاے غم ہے ایک عالم 'ظفر' تیرے لئے

بادشاہ مر گئے - ان کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں اور کہتے ہیں :—

رونق * حضرت دہلی تھی اسی کے دم سے بعد مرنے کے کھلی سب پہ ظفر کی خوبی

* اس شعر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ غدر کے بہت بعد تک حکیم صاحب زندہ رہے - ظفر کا انتقال رنگون میں ۱۲ ھ میں ہوا - غدر ۱۲۷۲ ھ میں ہوا تھا - .... حکیم صاحب کے دوسرے دیوان میں ظفر کے انتقال کی تاریخ درج ہے - غدر ہونے، بادشاہ کے قید ہونے، رنگون بھیجے جانے اور وہاں وفات پانے کو فارسی میں نظم کیا ہے - مگر افسوس ہے کہ دیوان میں یہ حصہ اس طرح پھٹ گیا ہے کہ اس کا نقل کرنا دشوار بھی ہے اور بے کار بھی —

سچ ہے قدر نعمت بعد زوال —

دھلی کا حال زار اُنھوں نے اپنے دوسرے دیوان میں اس طرح رو رو کر بیان کیا ہے کہ پڑھنے سے رونا آتا ہے - فرماتے ہیں :—

نہیں حال دھلی سنانے کے قابل — یہ قصہ ہے آنسو بہانے کے قابل
اُجاڑے ہیں وہ قصر ایک ایک اس کے — جو تھے دیکھنے اوز دکھانے کے قابل
نہ خوش آئی آبادی اس کی فلک کو — نہ تھے ورنہ وہ تو مٹانے کے قابل
کیا آہ برباد چن چن کے ان کو — نہ تھے جو کہ برباد جانے کے قابل
ملایا جنھیں خاک میں تو نے وہ تو — نہ تھے خاک میں یوں ملانے کے قابل
ستم سا ستم تو نے ڈھایا ہے ظالم — نہیں بات یہ منہ پہ لانے کے قابل
کہیں ہیں سب احباب دھلی کو چلئے — رہی ہے کہاں اب وہ جانے کے قابل
جسے دیکھہ کہتے تھے سیاح عالم (ق) یہ ہے جائے آرام پانے کے قابل
اسے دیکھہ بلبل بھی کہتی ہے یہ جا — نہیں آشیاں اب بنانے کے قابل
سنا جس نے یہ حال افسوس کھایا — یہ ہے حال افسوس کھانے کے قابل
دکھائے ہیں افسوس وہ دن فلک نے — نہ تھے 'عیش' جو دل دکھانے کے قابل

اسی زمین میں ظفر کے دو شعر بھی سن لیجئے - یہ رنگون میں انہوں نے کہے تھے - ان کے پوتے کی زبانی سنے تھے - ہاے فرماتے ہیں :—

نہ گھر ہی رہا ان کے آنے کے قابل — نہ ہم ہی رہے وہاں کے جانے کے قابل
نہ گھر ہے نہ در ہے رہا اک ظفر ہے — فقط اشک حسرت بہانے کے قابل

حکیم صاحب خدا سے دعا کرتے ہیں اور مشورہ بھی دیتے ہیں :—

الٰہی بسا پھر تو اپنے کرم سے — اِسے کیونکہ ہے یہ بسانے کے قابل

اپنے کلام میں جا بجا لکھنؤ والوں پر چوٹیں کی ہیں - مگر لکھنؤ کی تباہی نہ دیکھہ سکے - دل بھر آیا - دلی کو رو رہے تھے - لکھنؤ کی مصیبت پر بھی

آنسو بہانے لگے - سچ ہے ٹوٹے ہوے دل پر ٹھیس بہت جلدی لگتی ہے —

ہوگیا ویران دہلی اور دیار لکھنؤ
اب کہاں وہ لطف دہلی اور بہار لکھنؤ
جو تھے دہلی میں عمائد، ہوگئے یکسر خراب
اور تباہ سارے ہوے صاحب وقار لکھنؤ
تھا خس و خاشاک دہلی غیرت صد لالہ زار
رشک صد گلزار تھا ایک ایک خار لکھنؤ
غم میں دہلی کے، گلوں کے تو گریباں چاک ہیں
اور سوسن ہے چمن میں سوگوار لکھنؤ
ٹکڑے ہوتا ہے جگر دہلی کے صدمے سن کے "عیش"
اور دل پھٹتا ہے سن کر حال زار لکھنؤ

حکیم صاحب کے دو شعر لکھتا ہوں - ذرا دوسرے شعر پر غور کیجئے، کیا بات پیدا کی ہے —

ہند کہتے ہیں جسے، ملک سلیمان ہے یہ
مل گیا خاک میں، اس پر بھی پرستان ہے یہ
بلبلیں کہتی ہیں، صیاد کا احسان ہے یہ
کہ ہمیں چھوڑ دے یہ کہہ کے گلستان، ہے یہ

دلّی اُت چکی ہے، یہ باہر کسی گاؤں میں پڑے ہیں، وہاں سے لکھتے ہیں کہ اے صیاد بڑا احسان ہوگا اگر تو ہم کو اس اجڑے دیار میں آنے ہی کی اجازت دے دے - یہ ہم کو معلوم ہے کہ دلّی اب دلّی نہیں رہی - گلستان اُجڑ کر ویرانہ ہوگیا - مگر تو یہ کہہ کر ہم کو وہاں چھوڑ دے کہ "لو یہ تمہاری دلّی ہے" - ہم خود یہ سوچ کر دل بہلانے کو پتہ چلا لیں گے کہ "یہاں غنچہ یہاں گل تھا" —

غرض دوسرا دیوان سارے کا سارا انہی شہر آشوبوں سے بھرا ہوا ہے -

روتے ہیں اور دعا کرتے - پھر روتے ہیں پھر دعا کرتے ہیں —

پھلے پھولے الٰہی بھر کے شاخ گل تو اچھا ہو
پھرے پھر ایلی گیلی باغ میں بلبل تو اچھا ہو

دلّی پھر آباد ہوئی - مگر حکیم صاحب کو دیکھنی نصیب نہ ہوئی —

سلسلۂشاگردی

حکیم صاحب کے استاد کا نام قیامت تک معلوم نہ ہوتا اگر انھوں نے خود اپنی ایک غزل میں استاد ہی نہیں - استاد کے استاد بلکہ ان کے بھی استاد کا ذکر نہ کردیا ہوتا - لکھتے ہیں :—

مجرم * کا میں شاگرد وہ بیدار † کے شاگرد
ہے "عیش" سلالہ مرا یوں درد ‡ واثر $ تک

---

* "مجرم" تخلص - رحمت‌اللہ نام - آگرے کے رہنے والے تھے - کنداہ کشی کرتے تھے - پھر فقیر ہوگئے - پھرتے پھراتے دھلی آئے - "بیدار" کے شاگرد ہوے - کچھہ دنوں دھلی میں رہے - یہاں سے بریلی چلے گئے - بڑے ظریف اور طباع تھے - ان کی زبان اور طرز بیان کا رنگ بھی دیکھہ لیجئے :—

نگہ دزدیدہ کیوں پھینکے ہے تو اے امت عیسیٰ
دل و سینہ کو توڑے ہے یہ پستول فرانسیسی
یہی ہے آرزو روز جزا میں اپنی اے 'مجرم'
علی کی فاشیہ داری ہو اور دل دُل کی سائیسی

† میر محمدی نام - "بیدار" تخلص - عرب سرائے دھلی میں رہتے تھے - خواجہ میر "درد" کے شاگرد تھے - خواجہ "اثر" سے بھی اصلاح لی تھی - فارسی کلام مرتضیٰ علی بیگ "فراق" کو دکھاتے تھے - میر اور مرزا کے ہم عصر تھے اور ان لوگوں میں تھے جنھوں نے اُردو کو رعایت لفظی کے پھندوں سے نکال کر اور مانجھہ کر بے ساختگی اور دلاویزی پیدا کی - ان کے کلام میں صفائی اور تصوف کی جھلک ہے - سنہ ۱۷۹۳ع میں آگرے گئے اور وہیں ۱۷۹۷ع میں انتقال کیا - ان کے کلام کا نمونہ یہ ہے :—

جو کچھہ کہ تھا وظائف و اوراد رہ گیا تیرا ہی ایک نام ہمیں یاد رہ گیا

(بقیہ حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

عجیب اتفاق ہے کہ مرے بھی تو دادا استاد ہی کے پائینتی جا پڑے —

کلام

ان کا پہلا دیوان ان کے شاگرد میاں غمگین نے جمع کیا ہے - یہ وہ دیوان ہے جو لالہ سریرام صاحب دہلوی کے پاس ہے —

سعی 'غمگیں' سے فراہم ہوا دیواں ورنہ
تھا پڑا یوں ہی کلام 'عیش' پریشاں اپنا

یہ ایک عجیب لطیفہ ہے کہ 'عیش' کا دیوان اور 'غمگین' جمع کریں -

دوسرا دیوان جو اُن کی پوتی کے پاس ہے وہ خود اُن کا مرتب کردہ ہے - اس میں جا بجا خود ان کے قلم کی اصلاح بھی ہے اور اضافہ بھی - یہ دیوان نہایت خوش خط لکھا ہوا ہے - کہیں کہیں خود حکیم صاحب نے اپنے قلم سے رد و بدل کیا ہے - کہیں کوئی شعر ہو گیا تو وہ بڑھا دیا - ان کا خط ایسا ہے جیسا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷۸)

'بھدار' راہ عشق کسی سے نہ طے ہوئی صحرا میں قیس' کوہ میں فرہاد رہ گیا

‡ "درد" تخلص' خواجہ میر درد نام - بھلا ان پر کسی نوٹ لکھنے کی کیا ضرورت ہے —

$ سید محمد میر - "اثر" - خواجہ میر درد کے چھوٹے بھائی تھے - فن شعر میں انہی کے شاگرد ہوے - زبان صاف اور مضمون تصوف میں ڈوبے ہوے - چھوٹی بحروں میں قہامت کی تحریر ہے - ان کی مثنوی خواب و خیال پہلے بہت کم ملتی تھی' اب انجمن ترقی اُردو نے صحت کے ساتھہ چھاپ کر زبان اُردو پر بڑا احسان کیا ہے - ان کا دیوان لالہ سریرام صاحب دہلوی کے پاس ہے - چھپوانے کے لئے کوشش کررہا ہوں - کسی نہ کسی دن دے ہی دیں گے —

نالہ کرنا کہ آہ کرنا — دل میں 'اثر' اس کے راہ کرنا
کیا لطف ہے لے کے دل مکرنا — اور الٹا مجھے گواہ کرنا
جی اب کے بچا خدا خدا کر — پھر اور بتوں کی چاہ کرنا

دھلی کے حکیموں کا ہوتا ہے - نہایت شکستہ - نقطے اس سرے سے اس سرے تک سب ندارد - اب اس دیوان کا اللہ ہی مالک ہے - کاغذ سخت ہوکر تڑخنے لگا ہے - ہاتھہ لگا اور کاغذ کا ٹکڑا ہاتھہ میں گیا - بعض صفحوں پر ان کے پڑپوتے میاں وحید نے گلکاری کی ہے اور بعض پر جلی قلم سے اپنا نام اور تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا کیسی زمیں بنائی کیا آسماں بنایا لکھا ہے - آخر کے چند صفحے آڑے پھٹ کر آدھے رہ گئے ہیں - ظفر اور غالب کے انتقال کی تاریخیں بھی انہی پھٹے ہوے ٹکڑوں کی نذر ہوگئی ہیں --

لکھنؤ والوں سے بیزاری

خبر نہیں کیا بات ہے کہ حکیم صاحب لکھنؤ والوں سے بڑے بیزار تھے - دھلی اور لکھنؤ کی یوں تو ہمیشہ چلتی رہی ہے - مگر کسی نے اس طرح صاف صاف لکھنؤ والوں کو برا نہیں کہا جس طرح انھوں نے کہا ہے - ایسی کھلی کھلی چوٹ کرتے تھے کہ خدا کی پناہ ' فرماتے ہیں : —

صبا گزر ہو اگر تیرا لکھنؤ کی طرف تو اتنا کہیو تو واں کے زبان دانوں کو
کہ گر ہزار برس - اتنی بات یاد رکھو اس آرزو میں کھپاؤگے اپنی جانوں کو
کہ اہل دھلی کی تقلید ہم زباں میں کریں تو تم نہ پہنچوگے ان کی کبھی زبانوں کو

یہ تو ایک عام حملہ ہوا - اب شخصی حملہ دیکھئے : —

ناسخ و آتش سے یہ کہہ دو کوئی - تم نے بھلا طرز عیش وحضرت ذوق وظفر پائی کہاں

باوجود اس کے جب لکھنؤ تباہ ہوا تو یہ بغیر آنسو بہائے نہ رہ سکے - اور دھلی کے ساتھہ لکھنؤ کا مرثیہ بھی لکھہ گئے —

میر تقی میر کی تعریف اور اس کی وجہ

میر صاحب کو سب ہی استاد مانتے چلے آئے ہیں - اور ایک آدہ شعر میں ہر ایک نے ان کی استادی کو تسلیم کیا ہے ' لیکن حکیم صاحب کا یہ حال ہے کہ ان کے دونوں دیوان میر صاحب کی تعریف سے بھرے

پڑے ھیں - چند شعر پر اکتفا کرتا ھوں —

ھے سچ تو یہ شعرائے جہاں میں 'عیش' فقط کلام 'میر' ھے البتہ دل پذیر اپنا
یوں تو سب مصری کی ڈلیاں ھیں مگر 'عیش' سنا دلپسند اپنے ھیں ایک میر کے اشعار فقط

کیا زباں پائی تھی اس نے اور وہ کیا شخص تھا حق تعالیٰ شاد رکھے - عیش - روح میر کو
یوں تو سب اچھے ھیں پر مجھ سے جو تم پوچھتے ھو دلپسند اپنے ھے طرز سخن میر فقط

ایک جگہ زرا چلتے چلتے 'سودا' کی بھی تعریف کی ھے - مگر اس میں بھی میر صاحب کو آدھے کا ساجھی کر دیا ھے :-

پیدا نہیں 'میر' و 'میرزا' سے اے 'عیش' سنا - جہاں میں اب شخص

اسی طرح صرف ایک شعر لکھکر خواجہ میر 'درد' اور خواجہ 'اثر' کی تعریف کردی اور بس —

آگاہ اس سے 'عیش' دل اھل درد ھیں جو ھے کلام حضرت 'درد' و 'اثر' میں درد

میر صاحب کی اس تعریف میں بھی حکیم صاحب کی حکمت چھپی ھوئی تھی - اپنی تعریف کرتے اور کن انکھیوں سے میر صاحب کی طرف دیکھ لیتے - تمام دنیا سے تو لڑائی باندھ رکھی تھی - آخر کوئی تو تعریف کرنے والا ھوتا - اس لئے ایسے شخص سے تعریف کے طالب ھوے جس کی سب تعریفیں کرتے ھیں —

ھمعصر شعراء سے شکر رنجی پہلے ان کی اور ان کے ھمعصر شعراء کی شکر رنجیوں کا حال لکھ دوں اس کے بعد ان کی تعلیوں کے اشعار لکھوں گا - شعراء ھمیشہ زمانے کی ناقدری کا رونا روتے آئے ھیں - حکیم صاحب بھی اسی گروہ میں شریک ھیں - فرماتے ھیں :-

جو سخن سنج و سخن فہم تھے عالم میں سنا
حیف صد حیف کہ اے 'عیش' وہ انساں نہ رھے

ذرا دیکھنا کس خوبصورتی سے چوٹ کی ہے - شعر کے ایک معنی تو کھلے ہوے ہیں کہ زمانے کے سخن سنج اور سخن فہم مرگئے- دوسرے معنی "انسان نہ رہے" کے یہ نکالے ہیں کہ وہ لوگ اب آدمی نہیں رہے - بلکہ سخن فہمی میں اب جانور ہوگئے ہیں - اسی مضمون میں دو شعر ایسے لکھے ہیں کہ سبحان‌اللہ - اور دوسرے شعر میں قافیہ تو ایسا ڈھونڈ کر نکالا ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی —

جہاں میں کیسی ہے بے قدری گنی دیکھو
کبھی سنی نہ تھی سو اب وہ ان سنی دیکھو
تھے آگے نوبت و نقارہ جن کے ہاں سو اب
لئے وہ پھرتے ہیں ہاتھوں میں تنتنی دیکھو

ذاتی مخالفتوں کا حال آب حیات میں موجود ہے - عین مشاعرے میں 'غالب' پر چوٹ کرنا اور ایسی چوٹ کرنا کہ منہ پھر جاے ہر اردو داں کے پیش نظر ہے —

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے
مزا کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے
زبان 'میر' سمجھے اور کلام 'میرزا' سمجھے
مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

اس کے علاوہ حکیم صاحب نے دیوان میں کئی جگہ اور بھی 'غالب' پر حملہ کیا ہے-

پسند کر لیں خواص اس کو سمجھے میں آئے عوام کے بھی
غرض ہو سب کے پسند خاطر یہی ہے خوبی کلام کی بھی

مومن خان 'مومن' کے نجوم پر بھی پردے پردے میں چوٹ کی ہے :-

وہ بیوقوف ہیں جو لکیروں کو ہاتھ کی
کہتے ہیں - ہے نوشتۂ تقدیر ہاتھ میں

اس کے علاوہ ملاحیاں تو خوب اُڑائی ہیں - فرماتے ہیں :-

(رباعی)

کیں مصلحتیں جو دشمنوں میں ہیں گی
ٹھہرائی جو باتیں ہمتنوں میں ہیں گی
دل میں تو وہ کھوٹ اور ظاہر میں وہ لطف
یہ باتیں ہمارے فاخنوں میں ہیں گی

بظاہر کچھہ تو باعث چاہئے آپس کی ان بن کا
عداوت اہل فن سے کس لئے ہے صاحب فن کو

" بود ہم پیشہ باہم پیشہ دشمن" اور " القاص لا یحب القاص" کا معاملہ ہے —

اے ہمنشیں معاملہ تو چاہئے تھا یوں
ہو مہر اہل مہر سے کیں اہل کیں کے ساتھہ
دل را بدل رہیست دریں گنبد سپہر
از سوے کینہ کینہ و از سوے مہر مہر
یاں برخلاف اس کے ہے اہل جہاں کی رسم
ہے کینہ اہل مہر سے - مہر اہل کیں کے ساتھہ

اسی مضمون میں فارسی کا ایک شعر ہے : —

دل را بہ دل رہے است دریں گنبد سپہر
از سوے کینہ کینہ و از سوے مہر - مہر

' عیش ' ابنائے جہاں میں یک قلم سب کے سب گندم نما و جو فروش

ذرا ملاحظہ ہو کہ قلم کا رخ کس طرح اہل قلم کی طرف پھیرا ہے —

قعلی

اب اس کے بعد دیکھیے کہ کس طرح حکیم صاحب تعلی کی لیتے ہیں - اور میر صاحب کے پہلو میں جاکر چھپ جا تے ہیں: —

مرمٹا عاشق ' رہا انکار ملنے سے تجھے
آفریں ' صد آفریں ' ظالم ' نہیں' اتنی توہو

'عیش' سن یہ شعرروح 'میر' بولی قبر میں
اے جزاک اللہ زباں سحر آفریں اتنی تو ہو

ایک غزل ہے جس کا مطلع ہے:—

چھیڑے نہ بلبل کا آہ کیو نکر، بتاؤ تیر جفا سے پہلو
پڑے ہے گلشن میں دھوم دیکھو - چیداہے گل کا صبا سے پہلو

اس غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں: —

نہیں سخن فہم اب کوئی 'عیش' جو 'میر' ہوتا تو داد دیتا
وہی سمجھتا کہ اس غزل میں بندھا ہے کس کس صفا سے پہلو

تعلی کی اکثر لیتے ہیں - اور اپنے آپ کو بہت دور کھینچتے ہیں؛ ایک غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے :—

سمجھہ تو زیست کو اس عالم خراب میں خواب
زیادہ اس سے نہیں زندگی ہے خواب میں خواب

ایک مشہور مقولہ ہے کہ "زندگی ایک خواب ہے - حشر کے دن آنکھہ کھلیگی" اس کا ترجمہ کیا ہے اور خوب کیا ہے - اس مضمون کو ایک دوسری جگہ بھی ادا کیا ہے - لکھتے ہیں :—

ہستی کا حال اپنے، بھلا تم سے کیا کہیں
دنیا میں آ کے دیکھہ گئے ایک خواب سا

اپنی اس کارگذاری پر ناز کر کے مقطع میں لکھتے ہیں: —

کہی ہے تو نے غزل جس ردیف و قافیہ میں
کہے تو 'عیش' بھلا کوئی اب جواب میں خواب

اسی طرح ایک دوسری غزل میں فرماتے ہیں :—

یہ جس زمین میں تو نے غزل کہی اے 'عیش'
کسی نے طرح کی ایسی کہیں زمین تو ہو

اس غزل میں ایک شعر بڑے لطف کا ہے محاورے کو اس طرح بٹھا یا ہے جیسے نگینہ:—

سخی سے سوم بھلا جو ٹکا سا دیدے جواب
طلب پہ بوسے کے گرھاں نہیں - نہیں تو ہو

اس تعلی میں آخر بڑھتے بڑھتے حد سے بڑہ گئے ہیں: —

کلام غیرملے کب ترے کلام سے 'عیش' ہو ہم صفیر بھلا کیونکہ زاغ بلبل کا

خدا نے کی ہے عنایت زباں جو 'عیش' تجھے
کسی نے نیند میں پائی کہاں زباں اتنی

کیا اچھا خیال ہے - نیند میں انسان اپنے آپ کو کیا کچھہ نہیں دیکھتا - کہتے ہیں کوئی خواب میں بھی میری برا بری کا خیال نہیں کر سکتا —

سچ تو یہ بات ہے اے 'عیش' کہ ہم پاتے ہیں
تیرے اشعار میں طرز سخن 'میر' کی ہو

اس کے بعد جو قلانچ ماری تو 'میر' اور 'مرزا' دونوں سے آگے نکل گئے اور فرمانے لگے:—

محا و رات و مضامین شستہ ورفتہ وہ طرز 'میر' ہے اور طرز 'میرزا' یہ ہے
سو عیش پاتے ہیں تیرے کلام میں دونوں
تری زبان میں اعجاز اک نیا یہ ہے

کلام کے نمو نے

اچھا اب میں ان جھگڑوں کو چھوڑتا ہوں اور حکیم صاحب کے کلام کے نمو نے پیش کرتا ہوں - قصیدوں کے کچھہ نمو نے اوپر دے چکا ہوں - صرف ایک قصیدے کا کچھہ حصہ نقل کئے دیتا ہوں' اس لئے نہیں کہ یہ ان کا سب سے بہتر قصیدہ ہے' بلکہ اس لئے کہ اُس سے اس زمانے کے جلوس شاھی کا حال معلوم ہوتا ہے - قصیدے میں واقعات کا لانا - اور کسی مقام کا نقشہ کھینچنا مشکل ہے' اس کے لئے کچھہ مثنوی ہی موزوں ہے - پھر بھی حکیم صاحب نے دربار کا

نقشہ قصیدے میں کھینچا ہے اور خوب کھینچا ہے - ان کے کلام میں مجھے دو ہی چیزیں بہت پسند آئیں - ایک قصیدہ ہے' دو سرے پہیلیاں - اچھا تو وہ قصیدہ سنئے —

جلوس شاہی

ہلال عید کو ہوتا کبھی نہ شرف کمال
رکاب سے ترے دیتے اگر نہ اس کو مثال

اسی سے خلق میں ہے احترام اس کا شہا کہ آئے ہے ترے پابوس کے لئے ہر سال

اس کے بعد ہلال کی تعریف اور اس کی تشبیہیں دے کر ایک شخص سے سوال کرا دیا:—

کہ بس ہلال کی تو سُن چکا حقیقت میں
مگر بیان تو کر مجھ سے عید کا احوال
وہ عید کیا ہے کہ جس کی خوشی ہے عالم میں
وہ عید کیا ہے کہ جس سے ہر ایک ہے خوش حال

اب یہ اس شخص کے سوال کا جواب دیتے ہیں :—

تجھے خبر نہیں گر عید کی حقیقت کی
تو میں بیان کروں - سن تو اے حمیدہ خصال
یہ عید جشن کا اس کے مقدمہ ہے - سنا
اب اس کے جشن کا بھی حال سن لے' بالا جمال
کہ پہلے جشن سے ہوتی ہے تور بندی وہاں
جہاں میں پہنچے ہے ہر ایک کو اس کا خوان نوال
اور ایک رسم مقرر ہے پیشتر دو دن
جلوس جشن مبارک سے بھیگتی ہے دال
اور اس کے دوسرے دن اس کی پیس کر پیٹھی
بڑا کڑاہی میں ڈالے ہیں مل کے خیر سگال
اور اس کا تیسرا دن' عین دن ہے شادی کا
کہ جمع ہوتے ہیں سب آ کے دیکھنے کو جمال

اور حکم ہوتا ہے دربار عام کا اس دن
جو چاہے رو کے کسی کو کوئی - نہیں ہے مجال
ہے اس مکان کا دیوان خاص نام - سنا
کہ جس میں ہوتا ہے یہ جلوۂ ظہور جمال
رکھے ہیں پہلے وہاں لاکے تخت طاؤسی
وہ تخت چرخ بھی جس کا ہے پایۂ اجلال
حضور آ کے پھر اس تخت عرش عظمت پر
جلوس کرتے ہیں باصد شکوہ و عزّ و جلال
پھر اس کے بعد مقرر ہیں جو قریبی * وہاں
کھڑے ہوے ہیں اسی طرح سب قرین و فصال
ہیں آگے سب سے ولی عہد عصر تخت کے پاس
بزیر سایۂ ظل خدائے با افضال
کھڑے ہوے ہیں اسی طرح شاہ رخ مرزا
بصد متانت و تمکین و عزّت و اجلال
اور ان کے پاس کھڑے ہیں گے فخردین مرزا
بہ پیش تخت شہنشاہ دیں بریں منوال
جناب میرزا فرخندہ شاہ عالی قدر
کہ ان پہ چشم عنایت حضور کی ہے کمال
کھڑے ہوے ہیں وزیرالممالک اور بخشی
ہر ایک اپنی جگہ شاد - غم سے فارغ بال

---

* قریبی ان لوگوں کو کہتے ہیں، جو خاندان شاہی سے ہوتے تھے یا جن کو تخت کے پاس تک جانے کی اجازت ہوتی تھی —

حکیم اور اراکین سلطنت سارے
کھڑے ہوے ہیں قرینے سے سب یمین و شمال
کھڑے ہوے ہیں مؤدب کہیں نظارت خاں
کہیں ہیں شیدی زمرد - کہیں کھڑے ہیں بلال
خواص اپنے قرینے سے سب کھڑی ہیں لئے
اوگالدان کوئی موربھل کوئی رومال
ہیں ایک سمت کھڑے خوشنویس اور شاعر
کھڑے ہوے ہیں نجومی کہیں، کہیں رمّال
نجومیوں میں جو ہندو ہیں ان کا حال ہے یہ
بڑھا بڑھا کے قدم - ہاتھہ کو نکال نکال
وہ اپنی بولی میں آشیر باد دیتے ہیں
کہ رکھے جلوہ یہ قائم سدا سری گوپال
اسی طرح سے غلامی میں اس کے حاضر ہیں
کہاں تلک کہوں ہر ایک فن کے اہل کمال
بجے ہے ایک طرف بین ایک طرف قانون
کوئی رباب بجاتا ہے اور کوئی کھڑتال
ہر ایک اپنی جگہ گاتے ناچتے ہیں کھڑے
چمک چمک کے خوشی سے طوائف اور قوال
عجب طرح کا سماں بندہ رہا ہے کیا کہیے
کہیں ہیں بھانڈ - کہیں بھگتیے کہیں نقال
یہاں تلک کہ جو ہیں تخت پر بنے طاؤس
خوشی سے ناچتے ہیں وہ بھی کھول کر پر و بال

قلار اپنی جگہ اس ہجوم خلقت میں
لئے کھڑے ہیں پئے اہتمام چھریاں لال
ہر ایک کا ہوتا ہے آداب گاہ سے مجرا
بہ پیش گاہ شہنشاہ صاحب اقبال
کھڑے ہوے ہیں وہاں چوبدار اور نقیب
خوشی سے اپنی جریب اور چھڑی سنبھال سنبھال
پکارتے ہیں کہ آداب سے کرو مجرا
جہاں پناہ سلامت کا ہو فزوں اقبال
اِدھر سے گذرے ہے بلکوں کی پیشکش اور نذر
اُدھر سے ہوتے ہیں خلعت علی فرا خور حال
کہیں کھڑی ہیں سلامی کے واسطے توپیں
کہیں کھڑی ہیں شتر نال اور کہیں کھڑ نال
اور اس کے صحن میں بس فیل کوہ پیکر بھی
ہوے ہیں مجرے کو حاضر لگا لگا کر ڈھال
اسی طرح سے جو حاضر ہیں اسپ خوش رفتار
بھرے ہوے ہیں سنا - موتیوں سے ان کے ایال

اس کے بعد نہروں کا ذکر کر کے قصیدے کو دعا پر اس طرح ختم کیا ہے —

الہی ہوویں دعائیں یہ سب قبول تری
بحق سورۂ یٰسین و سورۂ انفال

ان کے کلام پر ریویو

حکیم صاحب کے کلام پر ریویو کرنا مجھ جیسے کا کام نہیں ہے - نہ میں شاعر ' نہ سخن سنج ' نہ سخن فہم ' مضمون لکھنا شروع کردیا ہے - اس لئے کلام کے متعلق بھی کچھہ کہنا ہی پڑیگا - اور تو اور آزاد مرحوم نے تسلیم کیا ہے کہ یہ اُن لوگوں میں ہیں جنھوں نے اُردو زبان کو سانجھا اور

اس میں روانی پیدا کی ہے - " غزل صفائی کلام ' شوخی مضامین اور حسن محاورہ سے پھولوں کی چھڑی ہوتی تھی اور زبان گویا لطافت اور ظرافت کی پھولجھڑی " - مجھے آزاد مرحوم کے اس آخری جملے سے اتفاق نہیں ہے میرے خیال میں حکیم صاحب میں ظرافت کا مادہ تھا ہی نہیں - البتہ شعر میں محاورہ ایسا بٹھاتے تھے جیسے انگوٹھی میں نگینہ - کلام میں صفائی ہے اور مضمون خوب پیدا کئے ہیں —

مرزا وقار بخش " صابر " حکیم صاحب کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان کا کلام صنائع لفظی سے آراستہ ہے - غزل میں محاورہ اور شستگی زبان کا بہت خیال رکھا ہے - یہ بالکل سچی رائے ہے - اور ان کا کلام دیکھہ کر آپ خود اس کا اندازہ کر لیں گے —

رعایت لفظی

غدر سے پہلے دھلی والوں پر بھی لکھنؤ کا کچھہ رنگ چڑہ گیا تھا اور رعایت لفظی ان کے کلام میں بھی داخل ہوگئی تھی - ذوق کا کلام تو از اول تا آخر ان رعایتوں سے بھرا پڑا ہے - البتہ غالب اس رنگ کو برا سمجھتے تھے - مگر وہ بھی اس ہوا سے نہ بچ سکے - اور " ہیہات کیوں نہ ٹوٹ گئے پیر زن کے پاؤں " - لکھہ ہی گئے - حکیم صاحب کے پہلے دیوان میں یہ رنگ موجود ہے - مگر ایسا ہے کہ برا نہیں معلوم ہوتا - دوسرے دیوان میں بھی رعایت لفظی کہیں کہیں برت گئے ہیں —

اُس نے زخموں پہ کی نمک پاشی ہم سے حق نمک ادا نہ ہوا

خدا کے واسطے دیکھو تو یہ کیا کج ادائی ہے

سوال بوسہ پر کہتے ہیں میں سیدھی سناؤں کا

سیدھی سنانا یا سیدھیاں سنانا گالی دینے اور برا بھلا کہنے کے معنوں میں آتا ہے —

جام گل باد عشرت سے جو لبریز ہے آج
چہچہا کرتی ہے بلبل کو نشہ تیز ہے آج

بڑا خوب صورت مطلع ہے - ایک ایک لفظ ایسا جما ہے کہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا - عام طور سے بلبل کا چہچہانا کہتے ہیں - لیکن جو لوگ جانوروں کے شوقین ہیں ' ان کے محاورے میں جب جانور بولنا شروع کرتا ہے - اور تھوڑا تھوڑا بول کر چپکا ہوجاتا ہے اس کو ریز کرنا اور جب مسلسل بولے جاتا ہے تو اس کو چہچہا کرنا کہتے ہیں - ہد ہد کا ایک شعر ہے —

جو آکے ریز کرے میرے آگے موسیقار تو ایسے کان مروڑوں کہ بے سُرا کردوں

حکیم صاحب کے شعر میں ریز کے مقابلے میں چہچہا موجود ہے - مگر یہ رعایت لفظی اس طرح استعمال کر گئے ہیں کہ ذرا غور ہی سے سمجھ میں آتی ہے —

ہاتھ کو پہلے تو اپنے کھینچ لے پھر جدھر چاہے تو لمبے پیر کر

آتش نے بھی اس مضمون کو لیا ہے - مگر یہ لطف پیدا نہ کر سکے - کہتے ہیں :—

ہے سزاوار اہل دولت سے فقیروں کا غرور
ہاتھ کو جو کھینچ لے گا پاؤں دو پھیلائے گا

شعر کے اچھے ہونے میں شک نہیں ' مگر " جدھر چاہے " کا زور نہیں آیا ہے - حکیم صاحب نے دو محاوروں کو ایک شعر میں اس خوبی سے جمع کیا ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی - اہل قناعت کی بڑی سچی تصویر ہے - اسی غزل میں ایک اور شعر کہا ہے ' صبر کی بہترین تلقین ہے :—

قافلے والوں سے کہدو - تم چلو ہم بھی آتے ہیں کوئی دم ٹھیر کر

آئینہ ' صاف دھو کے کی ٹٹی ہے دیکھنا باطن میں کوئی اس سا کدورت بھرا نہیں

آئینے کی رعایت سے صاف - ٹٹی - دیکھنا - کدورت غرض کئی لفظ استعمال

کرگئے ھیں - تتّی کا آئینہ پتلے آئینے کو کہتے ھیں—

قصۂ بے سروپائی کو مرے سن کے کہا
بات وہ کہیے کہ جس بات کا ھو کچھہ سر پاؤں

دوسرا مصرعہ لاجواب ھے - پورا کا پورا محاورہ آگیا ھے - مگر پہلے مصرع کی بے سروپائی نے شعر کو بد مزہ کردیا ھے - ایک مکھیوں بھری غزل شاہ نصیر کی بھی ھے - حکیم صاحب نے بھی مکھیاں ماری ھیں - مفت کی دماغ سوزی ھے - حاصل کچھہ نہیں - کہتے ھیں :-

دور بین دیکھہ کے کہتے ھیں رفل کی مکھی
ھے حقیقت میں وہ پیغام اجل کی مکھی
کیا عجب 'عیش' ترا سن کے کلام شیریں
روح فرھاد بنے تیری غزل کی مکھی

شیرین اور فرھاد کو کسی نہ کسی طرح ملا دیا —

محاورہ بندی

یہ میں بھی مانتا ھوں کہ حکیم صاحب محاورے کے استاد تھے - بعض جگہ تو محاورہ اس طرح باندھ گئے ھیں کہ بے اختیار تعریف کرنے کو جی چاھتا ھے - زبان کی روانی اور اس میں محاورے کی نشست - بس یہ معلوم ھوتا ھے کہ چاندنی رات میں دریا کے پانی میں برف کے ٹکڑے بہے چلے جاتے ھیں - کوئی ان کا دیوان یاد کرلے تو محاوروں کا تو حافظ ھی ھوجاے - غور سے پڑھئے اور داد دیجئے :-

عشق اور مشک چھپائے سے کہیں چھپتا ھے
درد دل لاکھہ چھپایا پہ چھپایا نہ گیا

خدا کے واسطے کر ضبط نالہ اے بلبل
یہ زخم دل مرے جائیں کہیں نہ کھل پھر کے

طبیعت آپ کی رہتی ہے کچھہ اُداس اُداس
خدا کے واسطے بہلاؤ ' عیش ' چل پھر کے

سبحان اللہ - کیا مقطع ہے - کس کا منہ ہے جو اس کی تعریف کر سکے —

طلب وہ کرتے تھے دل تم سے 'عیش' یہ تو کہو
کہ اس معاملے میں تم سے اُن سے کیا ٹھیری

ایک غزل کی غزل محاوروں سے بھری پڑی ہے - مگر حکیم جی عاشق بھی عجیب تھے اور ان کا معشوق بھی عجیب تھا - یہ شاعروں کا معشوق نہیں ہے - یار لوگوں کا معشوق ہے —

کہا جو رحم مرے حال پر ذرا کھاؤ
تو ہنس کے بولے کہ چلتے بنو ' ہوا کھاؤ
کہو یہ حضرت ناصح سے قبلہ و کعبہ
خدا کے واسطے جاؤ ' نہ سر مرا کھاؤ
جو اپنی شدّت غم ان سے ہم لگے کہنے
تو بولے ہو کے خفا ' جاؤ سنکھیا کھاؤ
حصول اُن کی ملاقات سے نہیں کچھہ اور
مگر یہ بات ' کہ ہاں کا لیاں سدا کھاؤ
بتاؤ تو سہی دبتے ہو اس سے کیوں اتنا
بلاد ہے کسی کا ' نہ جب دیا کھاؤ

ایک اور غزل میں بھی محاوروں کو خوب بٹھایا ہے - فرماتے ہیں: —

کہدو یہ حضرت واعظ سے کہ تم کام اپنا کرو - جاؤ - حضرت

بھولے بسرے تو کبھی 'عیش' کو بھی بزم میں اپنی بلاؤ حضرت

شب خواب میں معاملہ اس مہ جبیں سے تھا
وہ پٹ گیا - جو اپنے تئیں وہم و گمان میں تھا

معاملہ پٹنا دکانداروں کی اصطلاح میں سودا بن جانے کو کہتے ہیں —
ذرا دیکھنا کیا اُلٹ پھیر ہے —

' عیش' زلف اس رخ پہ چھٹتی ہے ہوجاتی ہے شام
اور اُٹھتی ہے تو ہو جاتا ہے ترکا نور کا

' نور کا ترکا ' محاورے میں صبح صادق کو کہتے ہیں—

اسی مضمون کو ایک دوسری جگہ باندھا ہے - اور واقعی لاجواب باندھا ہے - فرماتے ہیں : —

ہے زلف سے مکھڑے پہ طلسمات کا عالم
گر چھوڑیں تو ہو شام - اُٹھادیں توسحر ہو

ایک شعر سنا تا ہوں - تعریف کیجئے گا - محاورے کا محاورہ ایک مصرعہ میں آ گیا ہے —

کیا جس کو ترک اس سے پھر کام کیا کہ چھوڑے ہوے گاؤں کا نام کیا

نسیم نے بھی اسی مضمون کا ایک شعر کہا - مگر : ع

ہے ادب شرط منہ نہ کھلوائیں

گھر بار سے کیا فقیر کو کام کیا لیجئے چھوڑے گاؤں کا نام

بس دھواں دیکھا بکھیر اس چرخ کج رفتار کا
چل گیا چھرا کوئی گر آہ آتش بار کا

چھرا چلنے کا محاورہ حکیم صاحب نے بہت جگہ باندھا ہے - بندوق نکل آئی تھی - تیر کمان بے کار ہو گئے تھے - پھر یہ کیوں آہ کے تیر کی بجائے آہ کے چھرے نہ چلائیں —

نہ رہا - ایک ساں کسی کا روپ کبھی ہے چھاؤں اور کبھی ہے دھوپ

اچھی دھوپ چھاؤں ہے —

ایک اور محاورہ سنئے - عامیانہ ہے مگر بڑے مزے کا ہے —

دے کے دل منہ تکیں ہیں جس تس کا نہ الٰہی کسی کو بے بس کر

'عیش' یہ عاشقی ہے کھیل نہیں جو کرے کام ہو کے چوکس کر

تجارت پیشہ اشخاص کو اس آخری مصرعے سے بہتر کوئی نصیحت نہیں ہوسکتی۔

دیکھ حالت ترے بیمار غم ہجراں کی رہ گئے دانتوں میں انگلی کو مسیھالیکر

"کو" بھرتی کا لفظ ہے اصل محاورہ دانتوں میں انگلی لینا ہے - استاد ذوق نے بھی اسی مضمون کو اسی زمین میں خوب باندھا ہے —

تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لے کر چپکے ہی بیٹھ رہے قم کو مسیھا لے کر

اے عند لیب دعوی بے ہودہ پر کہیں ایک آدہ گل کا منہ نہ مسل دیں چمن میں ہم

ایک جگہ اور اسی طرح گل کا منہ مسلا ہے - کہتے ہیں:—

ہمسری کی دھن یار سے گر غنچے نے تو ابھی باد صبا تا لے گی منہ اس کا مسل

مگر یہ کچھ اچھی طرح منہ نہیں مسلا گیا - پہلا شعر لاجواب ہے - بندش بھی خوب ہے - اور "ایک آدہ" کے الفاظ نے شعر میں جان ڈالدی ہے —

ایک خاص دلّی کا اور محاورہ سنئے، بولتے سب ہیں لکھتا کوئی بھی نہیں -

دم میں اُس کے کہیں نہ آ جانا کیوں وہ دل لیکے پھر دواں نہیں

اس زمانے میں 'کیوں' لفظ 'کیونکہ' کی بجائے اکثر استعمال ہوتا تھا - یہاں کیوں نے استفہامیہ ہو کر ایک عجیب لطف پیدا کر دیا ہے - یار دوست کہتے ہیں اجی حضرت کہیں اس کے دم میں آ کر دل نہ دے بیٹھنا - یہ پوچھتے ہیں - کیوں - وہ جواب دیتے ہیں - وہ دل لے کے پھر دیا نہیں کرتا —

ایک غزل کی غزل مرصع ہے - کیا بلحاظ محاورے کے اور کیا بلحاظ زبان کے -

جان ہم اپنی دیے بیٹھے ہیں　　سر ہتیلی پہ لئے بیٹھے ہیں
بول سکتے نہیں اُن کے ڈر سے　　ہونٹ ہم اپنے سئے بیٹھے ہیں

مقطع کیا ہے :—

'عیش' ہم کوچۂ قاتل میں فقط　　سر فروشی کے لئے بیٹھے ہیں

لفظ " فقط" کو دیکھئے - اس نے شعر کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے —

گیا تھا میں تو انھیں درد دل سنانے کو
لگے سنانے وہ الٹی مجھے' لو سو باتیں

" لو " کا لفظ کیا پیارا آیا ہے- صرف ایک لفظ سے عاشق کی کیا کیا گھبراہٹ پریشانی ظاہر کردی ہے —

چھیڑ دے پھر ہاں ذرا او کاوش مژگان یار
زخم دل کچھہ کچھہ ہمارے آج بھر سے آئے ہیں

صرف اہل زبان ہی سمجھہ سکتے ہیں کہ " کچھہ کچھہ " اور " سے " نے شعر کو کیا سے کیا کر دیا ہے - ہاں کیوں نہ ہو - استاد کا شعر ہے :—

ہے تیرے مریض غم ہجراں کی یہ حالت
مانگیں ہیں دعا سب - یہ اِدھر ہو کہ اُدھر ہو

ہائے کیا بے کسی کا عالم ہے اور کیا برا وقت ہے —

تم ایک مجنوں کو کیا پیٹتے ہو عشق میں 'عیش'
ہزاروں مجنوں سے رو پیٹھے اپنی جانوں کو

ایک شعر صرف محاورہ کے لئے کہا ہے - بندش بہت کمزور ہے :—

ہے جو یہ کھٹتی کا پہرا - قدر سب کی گھٹ گئی
نقص اس باعث فن ہر اہل فن میں آ گیا

یہ شعر بھی بس ایسا ہی پھس پھسا ہے :—

ایک عیب تو آئینے میں ہے پردہ دری کا
اور دوسرے لپکا ہے پریشاں نظری کا
دیکھنے والے ہیں اپنے ہی جہاں میں وہ بھی
قیس و فرہاد جو مشہور ہیں دیوانے دو

پیری مریدی کی اصطلاح میں " دیکھنے والے " مریدوں یا عقیدت مندوں کو کہتے ہیں —

چاک دل سیویگا کیا تو آکے میرا بخیہ گر — دھو فقط اک اور پڑیگا بخیہ گر تیرے لئے
کان پر تیرے نہیں جوں بھی چلی ہے آج تک — جان سے اپنے گئے لاکھوں گزر تیرے لئے

پہلا شعر تو ایسا ہے کہ واہ واہ - یہ نہیں کہا کہ میں نوچ کھسوٹ کر تیرے کپڑوں کی دھجیاں کردوں گا - صرف یہ کہہ کر اشارہ کردیا کہ خود آپ کے لئے بخیہ گر بلوانا پڑے گا - دوسرے شعر میں دو محاورے آ گئے ہیں، مگر پہلا محاورہ تو ایسا ہے کہ لکھنے سے اس کا نہ لکھنا ہی بہتر تھا - اسی طرح ایک قطعے میں کئی محاورے لائے ہیں - مگر بس ٹھوسم ٹھانس ہے —

معلوم ہیں سب ان کے فریب 'عیش' وہ جھوٹے
باتیں کہو کس روز بنا یا نہیں کرتے
دکھلاتے نہیں باغ بھلا سبز وہ کس دن
کب ہاتھ پہ سرسوں وہ جمایا نہیں کرتے

فارسی کا اثر

حکیم صاحب کے بعض شعر ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا کسی فارسی شعر یا ضرب المثل کا ترجمہ کر دیا ہے - ایسا کیا تو کیا برا کیا - خدا کرے ایسے بہت سے لوگ پیدا ہوں ' جو دوسری زبانوں کے خیالات سے اردو کا مال خانہ بھر دیں - جب ہم ہر زبان کا لفظ اردو میں لینے کو موجود ہیں تو پھر ان زبانوں کے خیالات لینے میں کیوں شرمائیں - لوگ اسکو چوری کہتے ہیں - میں کہتا ہوں - مال موذی نصیب غازی - تو ہاں اب حکیم صاحب کی چوری دیکھئے :—

میرے بھکا نے کو بد لے لاکھہ روپ اس نے مگر
میں نے پہچانا اسے وہ جس بھن میں آگیا

فارسی کا شعر ہے :—

بہر رنگے کہ خواہی جامہ برپوش من انداز قدت را می شناسم

یقیناً عیش کا شعر اس فارسی کے شعر سے بڑھا ہوا ہے - اس میں معشوق کی شناخت کا دار و مدار محض قد پر رکھا ہے اور کیوں جی اگر وہ اونچی ایڑی کا جوتا پہنکر آجائے تو یہ ایرانی صاحب اس کو کیونکر پہچانیں گے - حکیم صاحب کے ہاں روپ اور بھن کے الفاظ نے مضمون کو بہت وسعت دیدی ہے - پہچاننا دل سے ہوتا ہے نہ کہ ظاہری قدو قامت سے —

نکال منہہ سے نہ تو اپنے دیکھہ فال خراب یہ کیو نکہ کرتی ہے فال خراب حال خراب

دوسرا مصرعہ " کہ چون فال بدآورد حال بد " کا لفظی ترجمہ ہے —

گر نصیب اچھے ہوں تو پھر خاک بھی ہوجائے زر
اور برے ہوویں تو حلوا بھی ہو ' کارا ہاتھہ میں

سعدی کے اس شعر کی وجہ سے یہ مضمون نصیب ہوا ہے :—

بخت گربا ورشود سنداں بدندان بشکند ورشود بر گشتہ 'پالورہ' دندان بشکند

مگر حکیم صاحب کو حلوے اور گارے کی مناسبت خوب سوجھی۔ ہاں شکل تو دونوں کی ایک ہے - حلوا ہے کیا - روے ' کھانڈ اورگھی کا گارا ہے —

سچ ہے منہ سے نکلی اور کوٹھوں چڑھی
چھپ سکے کیونکہ بھلا محفل کی بات

محاورے کی چاشنی دیکر حافظ کے مصرعے کا ترجمہ کردیا ہے- ع نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا —

برا نہ کہئے جوانان رند مشرب کو معاف رکھئے انہیں - عالم شباب ہے یہ سعدی کا مشہور فقرہ ہے " در ایام جوانی چنانکہ افتد دانی " —

معاف رکھئے - معاف دارید کا ترجمہ ہے - اب معاف کیجئے بولتے ہیں —

کوں پہچانے ولی کو جز ولی اہل دل جانے ہے اہل دل کی بات

فارسی کی مثل " ولی را ولی می شناسد " کا صاف ترجمہ ہے —

بہر استقبال آتا ہے قبول حق - سنا جب دعا جاتی ہے یہاں سے بلبلا تی خلق کی

شیخ سعدی سے مضمون لیا ہے —

بترس ازآہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن اجابت از در حق بہر استقبال می آید

حکیم صاحب کا پہلا مصرعہ بہت کمزور ہے - دوسرا مصرعہ لا جواب ہے - اور میری سے پوچھو تو شیخ سعدی کے پہلے مصرے سے زیادہ زوردار ہے - راستے سے بھی کوئی بلبلاتا ہوا جاتا ہے تو گھر والے دیکھنے نکل آتے ہیں - اگر دعا بلبلا تی ہوئی خدا کی درگاہ میں جائے تو کیا تعجب ہے کہ قبولیت استقبال کے لئے پردے سے باہر نکل آئے - شیخ کے ہاں یہ پہلو بالکل نہیں ہے' وہ ہر بات میں لوگوں کو ڈراتے ہیں - اس شعر میں بھی ڈرا دیا — '

جو سخی پیشہ ہیں وہ بافت کے کہاتے ہیں سدا
ان کو ملتا ہے اگر نان جویں کا ٹکڑا

اس میں بھی شیخ سعدی کے شعر سے مضمون لیا ہے —

نیم نانے گر خورد مرد خدا بذل درویشاں کند نیمے دگر

رخ اس کا دیکھہ کے زلفوں میں دل لگا کہنے
کہ جس کو کہتے ہیں " کا لبدر فی الدجا " یہ ہے

نشاط نے اس مضمون کو بڑی خوبصورتی سے ادا کیا ہے - فرماتے ہیں: —

در زلف روے ساقی و در شیشہ عکس مے کا لبدر فی الدجیۃ و البرق فی الغمام

ایلچی کو کہیں سنا ہے زوال وہاں ضرر پہلے نامہ بر کو ہے -

فارسی کی مشہور مثل ہے - " ایلچی راچہ زوال " —

اطلاع و آگہی کے ایک ہی معنی ہیں 'عیش' کہتے ہیں عربی زباں میں آگہی کو اطلاع
میں اس شعر کے معنی نہیں سمجھا - ہاں اس میں قاآنی کے ایک شعر کی سی الت
پھیر ضرور ہے —

بلا تلفظ عرب امتحاں بود یعنی کہ بندہ را بہ بلا امتحاں کند داور

ہاتھہ آئے گر غبار مجھے اس کی راہ کا سرمہ بناؤں قوت نور نگاہ کا

یہ مضمون فارسی کے اس شعر سے انھوں نے بھی لیا ہے - اور بہت سے شعرا نے بھی
لیا ہے —

آرزو دارم کہ خاک آں قدم طوطیا ئے چشم سازم دم بدم

ہاں حکیم صاحب نے " قوت نور نگاہ " کے الفاظ سے ظاہر کردیا ہے کہ یہ کسی حکیم کا

شعر ہے، کسی عطائی کا نہیں ہے —

ان کے اور شعراء اُردو کے ہم معنی اشعار

بعض جگہ عیش کے خیالات اُردو کے دوسرے شاعروں سے جا لڑے ہیں، تھوڑے سے نقل کئے دیتا ہوں -

اے شمع صبح ہوتی ہے، روتی ہے کس لئے — تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گزار دے

اُستاد ذوق فرماتے ہیں :-

اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات — ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے

"ذوق" کے ہاں "عمرطبیعی" نے بڑا ثقل پیدا کردیا ہے - عیش کا شعر یقیناً بہت بڑھا ہوا ہے، کیا نرم نرم الفاظ میں شمع کو سمجھایا ہے -

---

اکڑنا سرو کا ہم دیکھ لیویں گے، اکڑنے دو
کبھی تو آئے گا گلشن میں وہ بھی خوشخرام آخر

اسی مضمون کو میر صاحب نے دوسرے پہلو سے باندھا ہے اور کمال کردیا ہے—

سرو و شمشاد چمن میں قد کشی کی ہے نزاع
تم ذرا واں چل کھڑے ہو، فیصلہ ہوجائے گا

خیر میر صاحب تو میر صاحب ہی ہیں، عیش کا شعر بھی برا نہیں —

شغل کچھ چاہئے بہلانے کی خاطر دل کے
نہیں گر وصل کی امید چلو یاس تو ہے

غالب — چھیڑ خوباں سے چلی جائے 'اسد' — گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

مارے وہ دھول صبا نے کہ ہوا بس تڑکا
ہمسری رخ سے جو اس کے گل شاداب نے کی

ذوق مقابل اس رخ روشن کے شمع گر ہوجاے
صبا وہ دھول لگائے کہ بس سحر ہوجاے

حکیم صاحب کے ہاں پورا محاورہ بندھا ہوا ہے - ذوق نے محاورے میں ذرا تصرف کیا ہے - مگر اچھا کیا ہے - عامیانہ محاورے سے بھلے آدمیوں کا محاورہ ہوگیا- کسی اور کا بھی ایک شعر اسی مضمون کا ہے - کہتا ہے :-

یاں جو برگ گل خورشید کا کھڑکا ہوجاے
دھول دستار فلک پر لگے تڑکا ہوجاے

بھولا کہتے نہیں اس کو یہ مثل ہے مشہور شام کو آئے اگر کوئی سحر کا نکلا
غالب اس کو بھولا نہ چاہئے کہنا صبح جو جاے اور آے شام

عیش نے پورے محاورے کو لانے کی کوشش کی ہے - اسی لئے شعر کی تکمیل بے ضرورت الفاظ بڑھاے بغیر نہ ہوسکی - 'غالب' نے اس کی پروا نہیں کی - پورا محاورہ نہیں آیا - نہ آے شعر تو مزیدار ہوگیا —

عظمت اللہ خاں مرحوم اس بارے میں 'غالب' سے بھی کچھ آگے بڑھ گئے- انھوں نے پورے محاورے کو قلا بازی کھلا دی' کہتے ہیں :-

جسے ہے شوق جہاں میں تماشبینی کا
خبر وہ صبح کی لاتا ہے شام کا نکلا

اعتبار اُس کے ہو کیا قول و قسم کا جو شخص
ابھی دم بھر میں کہے 'ہاں' ابھی دم بھر میں 'نہیں'
داغ آپ کے لطف و عنایت کا بھروسہ کیا ہو
کہ گھڑی بھر میں اگر 'ہے' تو گھڑی بھر میں 'نہیں'

انصاف کی بات ہے کہ حکیم صاحب کا شعر بہت بڑھا ہوا ہے - دوسرا مصرعہ تو لاجواب ہے —

کمال کی ہے یہاں تک کساد بازاری
پھرے ہیں در بدر اب صاحب کمال خراب

ذوق یوں پھرایں اہل کمال آشفتہ حال افسوس ہے
اے کمال افسوس ہے، تجھ پر کمال افسوس ہے

واقعی کمال کا شعر ہے —

ہے زبان خلق نقارہ خدائے پاک کا
منہ سے نکلی بات کب جاتی ہے خالی خلق کی

ذوق بجا کہے جسے عالم، اُسے بجا سمجھو زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

ذوق کے ہاں پورا محاورہ آگیا ہے - حکیم صاحب نے تصرف کیا ہے۔ ذوق کے ہاں رعایت لفظی نے شعر کو بد مزہ کردیا ہے - عیش کا شعر اس کمزوری سے پاک ہے —

'میں' کی گردن پہ چھری 'یوں کہے خورشید فلک
سامنے میرے - رخ یار کا ہمسر میں ہوں

تعقید اور بہت بری تعقید ہے۔ پڑھنے سے اُلجھن ہوتی ہے - اس کے مقابلے میں ذوق کا شعر ملاحظہ ہو :—

وہ کہے کون ہے قربان مری چتون پر
میں کہوں میں، تو کہے 'میں' کے چھری گردن پر

کس خوبصورتی سے عاشق و معشوق کے سوال و جواب میں محاورہ برت گئے ہیں۔

آدمی کو شکل و صورت سے نہ کہئے آدمی
آدمی - جب آدمی میں آدمیّت ہو تو ہو

اس شعر میں بھی بہت بری تعقید ہے - اسی مضمون میں ذوق کا شعر بھی سن لیجئے :—

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ
پست ہمّت یہ نہ ہو اور پست قامت ہوتو ہو

کلام میں روانی

حکیم صاحب کے کلام میں روانی غضب کی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ ایک دریا امنڈا چلا آتا ہے - بہت سے نمو نے آپ پہلے دیکھہ چکے، چند شعر اور لکھتا ہوں - ملاحظہ ہوں :—

عاشق جسے کہتے ہیں وہ پیدا نہیں ہوتا
اور ہوئے بھی بالفرض تو مجھہ سا نہیں ہوتا

پہلے ایک کلیّہ قائم کیا - اس کے بعد قطع حجت کے لئے استثناء قائم کیا - اور اس مستثنیٰ کے مستثنیٰ خود بن گئے—

میں ہوں گوسخت جاں لیکن بوقت ذبح اے ہمدم
یہ ممکن ہے کہ، میں اور بازوے قاتل کو دکھاؤنگا-

الفاظ کیا جھاڑے ہیں موتی، پرو دیے ہیں —

پھاڑ داس مرا تو خار بیاباں ! اچھا
منع کرتا نہیں میں، شوق سے، ہاں ہاں، اچھا

لاجواب شعر ہے - کس مزے سے خار بیاباں کو داس پھاڑ نے کی اجازت دی ہے - الفاظ کی نشست ایسی ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی - کیوں نہ ہو استاد ہیں —

دل مرا صرف تمنا ہو چکا تو جی، لو، بس یہ بھی جھگڑا ہوچکا
اک قدم وحشت میں اُٹھا تھا کہ عیش، دیکھتے کیا ہیں کہ صحرا ہو چکا

دوسرا کیا بلحاظ زبان اور کیا بلحاظ مضمون بے مثل ہے - ابھی قدم بھر نہ چلے تھے کہ صحرا ختم ہو گیا - خدا معلوم اگر دوسرا قدم رکھتے تو کون سے براعظم میں جا کر پڑتا —

بس آب و دانہ کی یہ خوبیاں ہیں سب ورنہ
کہاں میں اور کہاں دام اور کہاں صیاد

رند کا ایک شعر بالکل اس جیسا ہے:—

دکھا یا کنج قفس مجھکو آب و دانہ نے
وگرنہ دام کہاں، میں کہاں، کہاں صیاد

فرق اتنا ہے کہ انھوں نے سبب پہلے مصرعے میں ڈالا ہے اور رند نے دوسرے مصرعے میں۔ حکیم صاحب کا شعر میری رائے میں رند سے بڑھا ہوا ہے۔ رند نے "کنج قفس" کے الفاظ سے مصیبت کو محدود کر دیا ہے۔ اُن کے شعر میں "یہ خوبیاں ہیں" ایسے وسیع الفاظ ہیں کہ سب مصیبتیں اس میں آ گئیں —

کیوں چھپائیں کیا اجارا ہے کسی کا ہم نشیں!
دید یا ہے اپنا دل اس بت کو ہاں ہاں دیکھکر

"ہاں ہاں دیکھ کر" کا مزا کچھ اہل زبان ہی سمجھ سکتے ہیں —

توبہ تو کی ہے ہاتھ پہ واعظ کے۔ ہاں۔ مگر
ساقی پلا دے مے تو کچھ انکار بھی نہیں
کس منہ سے ہم کریں گے بھلا یار کا گلہ
ہم کو تو عیش، شکوۂ اغیار بھی نہیں

پہلے شعر میں "ہاں" اور "مگر" کے الفاظ کو دیکھئے۔ کس طرح دل کی اُلجھن کو رفتہ رفتہ صاف کیا ہے۔ پہلے خیال آتا ہے کہ ہاں توبہ تو کی ہے نہ پینی چاہئے۔ پھر پلانے والے کا خیال آتا ہے۔ جھٹ شرط قائم کر کے راضی ہو جاتے ہیں —

دوسرا شعر تو ایسا ہے کہ ضرب المثل ہونے کے قابل ہے —

زاہد نہ گر گزا، تجھے مے دور تو کیونکہ دیں
قسمت تری۔ اجازت پیر مغاں نہیں

سبحان اللہ - و اما السائل فلا تنہر (اور جو مانگتا ہے اس کو نہ جھڑک) پر کس خوبی سے عمل کیا ہے - بس یہ سمجھ لو - کہ کوئی فقیر خزانۂ سرکاری پر جاتا ہے - گڑ گڑا گڑ گڑا کر پیسہ مانگتا ہے - مہتمم صاحب کو رحم آتا ہے - لیکن کیا کریں خزانے میں سے کوڑی نہیں دے سکتے - کہتے ہیں بھئی کیا کریں - ہم تو تھیلی کی تھیلی اُٹھا کر دے دیتے - سرکار کا حکم نہیں ہے - جاتیری قسمت - شعر میں الفاظ کیا بٹھائے ہیں موتی جڑدیے ہیں - ایک لفظ بیکار نہیں ہے - اور کوئی لفظ ایسا نہیں جو اپنی جگہ سے ہل سکے - صرف یہ ایک شعر حکیم صاحب کی استادی کو منوانے کے لئے کافی ہے —

سب عشق میں کہتے ترے کیا کیا نہیں ہم کو
کہتے ہیں کہیں - اس کی بھی پروا نہیں ہم کو

مضمون معمولی ہے - مگر بندش نے اس کو مطلع خورشید بنا دیا ہے —

ہم کہے دیتے ہیں - تیرِ نگہِ قاتل سے
اک ذرا بچ کے چلے - تیر قضا سے کہدو
عیش جو ہو - سو ہو - اب حال دل زار اپنا
وہ سنے یا نہ سنے تم تو بلا سے کہدو

" وہ سنے یا نہ سنے تم تو بلا سے کہدو " ایسا مصرعہ ہے کہ بڑے بڑے استادوں کو بھی نصیب نہیں ہوتا - معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی باتیں کر رہا ہے - اس مصرعے کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے —

اُٹھایا ہاتھ جو عشق بتاں سے تم نے تو پھر بسر کرو گے بھلا 'عیش' عمر کیا کر کے

گویا دنیا میں بس یہی کام تھا اور اسی کام کے لئے آئے تھے - یہ نہ ہو تو جینا بے کار ہے —

منع بکنے سے نہ کر ناصح نادان کو 'عیش!'
اور گر کچھ نہیں - یہ ہی سہی' بکواس تو ہے

ناصح کی بکواس کو سب روکتے ہیں - حکیم صاحب کہتے ہیں بکنے دو -

تنہائی میں اس سے بھی دل بہلتا ہے - اس کی ماننے والے تو ہم کب ہیں - چلو یونہی وقت کٹ جاتا ہے —

حال دل ہم انہیں گر اپنا سنا دیویں گے
تو یہ لکھہ رکھو کہ اُن کو بھی رلا دیویں گے
دل کے دینے میں تو کچھہ عذر نہیں بسم اللہ
لیجئے - اس کی عوض پر ہمیں کیا دیویں گے

ہاں صاحب معاملہ کی بات ہے - معاہدہ بغیر بدل کے پورا نہیں ہوتا - کچھہ لو تو کچھہ دو بھی —

واعظ بے ہودہ گو بکتا ہے بکنے دو اسے
وہ تو دیوانہ ہے تم اپنے رکھو کام سے کام

واعظ کی ایک رعایت اوپر کر چکے ہیں - یہ دوسری رعایت ہے - ارے میاں بکنے بھی دو دیوانہ ہے - تم کو جو کچھہ کرنا ہے کئے جاؤ - سچ ہے —

سنئے جو ہزار کچھہ سنائے کیجیے وہی جو سمجھہ میں آئے

جی ہاں - بس ان کی عاشقی دیوانہ پن کا کام نہیں ہے اور سب کے کام دیوانہ پن کے ہیں - جو نصیحت کرے وہ بھی دیوانہ اور جو سنے وہ بھی دیوانہ - چلو چھٹی ہوئی - ''اپنے کام سے کام رکھئے'' کا محاورہ میر صاحب نے بھی باندھا ہے اور خوب باندھا ہے - فرماتے ہیں :—

بوسہ لے کر سرک گیا کل میں کچھہ کہو - کام اپنے کام سے ہے

بخیہ گر اپنے گریبان کی تو خیر سنا بازآ - دیکھہ مرے چاک گریبان کو نہ چھیڑ
عیش انسان کو ہے حفظ مراتب لازم اس میں ہے ترک ادب یار کے داماں کو نہ چھیڑ

شعر میں نے لکھدئے - تعریف آپ کر لیجئے —

جو رات شمع کو پروانہ جل بجھا ' چھو کر
تو شمع بولی - چلا تھا مجھے موا چھو کر

ذرا ردیف کو دیکھئے اور شعر کو دیکھئے ' شمع کی پاکدامانی کو دیکھئے - اور اس کی شرمیلی زبان کو دیکھئے - کوئی بیسوا ہوتی تو صاف صاف کہہ دیتی کہ ہاتھہ ڈال کر چلا تھا - بچاری شمع نے شرماتے شرماتے " چھونے " کا لفظ استعمال کیا ہے - ایسے شعر کوئی کہنے لگے تو چلو بس استاد ہے - اس کی استادی میں کون شک لاسکتا ہے —

سئے کا مرا زخم دل چارہ گر کیا رہا ہی نہیں وہ سلانے کے قابل

سلانا خاص اہل زبان کا محاورہ ہے - عام طور سے سلوانا کہتے ہیں - اسی غزل کا ایک قطعہ ملاحظہ ہو - حکیم جی نے غضب کر دیا ہے :—

کہیں حضرت دل کا کیا حال تم سے نہیں حال ان کا سنانے کے قابل
غرض ساتھہ اپنے اُنھوں نے ہمیں بھی نہ رکھا کہیں آنے جانے کے قابل

یہ شعر وہ ہیں کہ پڑھئے اور مزے لیجئے - تعریف کی ضرورت نہیں - ایسے شعر تعریف سے مستغنی ہوتے ہیں - واہ حکیم جی واہ کیا کہنا ہے - خوب زبان پائی ہے - دل خوش ہو گیا —

فارسی ترکیبیں

ان کے کلام میں جو روانی ہے وہ آپ نے ملاحظہ کرلی - اب دو چار شعر ایسے بھی پیش کرتا ہوں جن میں فارسی ترکیبوں سے اُنھوں نے کلام میں زور پیدا کر دیا ہے —

اک نظر اس کی عنایت کی ہو محشر میں تو عیش
رشکِ صد طاعت زہّاد ہو عصیاں میرا

کس کی چھاتی ہے کہ جو سامنے اس کے ٹھیرے
ہدفِ ناوکِ مژگانِ ستمگر میں ہوں

خرمن تاب و تواں کے واسطے اے ہمنشیں
غیرت صد برق اس کا مسکرانا ہو گیا

اپنی آھیں برق آتش ریز ھیں اور آنکھیں ابر طوفاں خیز ھیں
اے دل ان میٹھی نگاھوں پر نہ جا یہ نگاھیں مصلحت آمیز ھیں

رقیب کرتے ھیں باتیں سب اس کی بزم میں 'عیش'
بس ایک ھوتے ھیں واں سو مہ در گلو سے ھم

'ذوق' کی ایک مشہور غزل ھے' جس کا مطلع ھے :—

جو کھل کر اُن کا جوڑا بال آئیں سر سے پاؤں تک
بلائیں آکے ایسی سو سو بلائیں سر سے پاؤں تک

عیش کی بھی اس زمین میں ایک غزل ھے - فرماتے ھیں :—

جوچل کر اپنی وہ سج دھج دکھائیں سر سے پاؤں تک
تو لے لے فتنۂ محشر بلائیں سر سے پاؤں تک

بسان کاغذ آتش زدہ - یہ تفتہ جاں وہ ھیں
جلے پھر بھی بہار اور ھی دکھائیں سر سے پاؤں تک

دوسرے شعر کے پہلے مصرعہ میں غالب کا رنگ آگیا ھے—

انگریزی الفاظ | کہیں کہیں انگریزی کے لفظ بھی باندھ گئے ھیں کہتے ھیں :—

اس فرنگی بچہ سے میں نے جو بوسہ مانگا
ھاتھہ پستول پہ رکھہ کر وہ لگا کہنے کہ ول

کیوں نہ ھو - 'مجرم' کے شاگرد ھیں - جنھوں نے "پستول فرانسیسی" چلایا ھے - ذرا ان شعروں کو دیکھئے' کیا مضمون ھے' کیا زبان ھے' اور کیا قافیہ —

کچھہ اس روش سے ھوا ھے یہاں جلوس چمن
کہ شاخ گل بھی ادب سے ھے پائے بوس چمن
شکست دینے کو فوج خزاں کو گلشن میں
نہیں یہ غنچۂ گل' ھے یہ کارتوس چمن

نئے نئے الفاظ کے استعمال کا شوق

سچ فرمائے گا ' غنچۂ گل کی تشبیہ کارتوس سے کیسی خوبصورت دی ہے - انشاء اللہ خاں کا رنگ ہے - بات یہ ہے کہ حکیم صاحب کو نئے الفاظ استعمال کرنے کا بڑا شوق تھا - ملاحظہ ہو :—

اچھل خزانے پہ اپنے نہ مثل فوّارہ کرے گا دیکھہ یہ تیرا تجھے اُچھال خراب

حکیم صاحب کے دھیان میں اُچھال کا قافیہ اس لئے آیا کہ دلّی میں عورتیں جی متلانے کو اُچھال کہتی ہیں اور حکیموں کے کانوں میں یہ لفظ اکثر پڑتا رہتا ہوگا -

چشم گلگوں ہیں کہ اینڈتے ہیں یہ مستانے دو
یا بھرے ہیں مئے گلرنگ کے پیمانے دو

اینڈتے ہوے مستانوں سے شاید کسی نے چشم یار کو تشبیہ دی ہو تو دی ہو ' مجھے تو بالکل نئی معلوم ہوتی ہے —

لگا کے اس بت غافل نے سرمہ آنکھوں میں
چڑھائی اور بھی تیغ نگاہ سان پہ ہے
میں ریجھہ بوجھہ کا اے 'عیش' اس کے قائل ہوں
طبیعت آئی زلیخا کی کس جوان پہ ہے

ٹھیک ہے آدمی کو سمجھہ بوجھہ کر عاشق ہونا چاہئے -یہ نہیں کہ میاں مجنوں کی طرح کالی کلوٹی لیلیٰ پر لوٹ ہوجاے - غزل کی غزل ملاحظہ فرمائیے کیا بے تکے قافیے برتے ہیں :—

باغ میں کرتی ہے عشق ذکرارا فاختہ — بھر قطع ماسواے اللہ روز مرا فاختہ
ہے اسی کوکو پہ تجھہ کو اپنے غرا فاختہ — بلبل شیدا کے آگے جا نہ ترا فاختہ
ہمسری کا اس سے گر دعوی کیا تونے تو بس — تاقیامت تجھہ پہ ہوے گا تبرا فاختہ

دیکھہ کر بیمار غم کو تیرے یہ بولے مسیح
فاتحہ پڑھ لو کہ مذہب ہے اس کی بیماری کی طرز

حکیم صاحب نے بڑا ھی کڈھب لفظ شعر میں ٹھونسا ھے - خود کسی مریض کے لئے کسی موقعے پر استعمال کیا ھوگا، گھر پہ آکر نظم کرلیا - خود مسیح بن گئے، چلو شعر ھوگیا - اِن کا ایک قصیدہ ھے :—

نسیم صبح نے دی آج وہ خوشی کی خبر کہ غنچہ ھائے دل بستہ کھل گئے یکسر
رھا نہ نام کو عالم میں انقباض کا نام یہ اب کے سال کھلا انبساط کا دفتر

آگے چل کر ایک سراپا دیا ھے - اس میں لکھتے ھیں :-

وہ لب کہ لعل جسے دیکھہ ھونٹ چاٹے ھے
وہ لب کہ سامنے یاقوت جس کے ھے پتھر
وہ لب کہ جس کے ثنا خواں ھیں برگ گل سارے
وہ لب کہ حضرت عیسیٰ ھوں دیکھہ اُنھیں مضطر
قیامت ان میں یہ اعجاز ھے کہ جی اُٹھیں
سبھی جہان کے مردے جو کردیں چھو منتر

چھو منتر خاص مداریوں کا محاورہ ھے اور بڑے مزے سے بندھا ھے —
ایک دوسرا قصیدہ ھے :—

لکھے ھے با خط گلزار اشتہار اب کے
زمیکہ کے صفحے پر یوں واقعہ نگار اب کے
نسیم لائی ھے گلشن میں وہ بہار اب کے
کہ حکم گل کا رکھے ھے ھر ایک خار اب کے

ذرا آگے بڑہ کر فرماتے ھیں :-

میں کیا بیان کروں مستی بہار کا رنگ
غرض صغار سے ھیں مست تا کبار اب کے
قیاس اس پہ کیا چاھئے کہ صوفی کے
یہاں تلک ھے حواسوں میں انتشار اب کے

کہ ایک جرعہ مے کے لئے سر بازار

وہ ساتھہ رندوں کے کرتا ہے تو تکار اب کے

توتکار اور تو تو میں میں ٹھیٹھہ اردو کے محاورے ہیں - بولے بہت جاتے ہیں لکھنے میں کم آتے ہیں - حکیم صاحب کو قافیہ ملا - اب کہاں جانے دیتے تھے- لکھہ گئے اور ایسا کہہ گئے کہ واہ واہ - صوفی کا رنگ دکھانے کے بعد زاھد کہاں بچنے والے تھے ان کو بھی دھر گھسیٹا —

نہ ہوگا پاس اگر کچھہ تو جام مے کے لئے

رکھے گا دیکھنا زاھد گرو ازار اب کے

جورو کی ازار گروی رکھنے کا محاورہ ہے - انھوں نے زاھد کی ازار گروی کرا دی- زاھد کی تہمد اگر گروی کراتے تو اچھا تھا —

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ آسمان اب کسی کو اذیت نہیں دیتا - ترے در سے اس کی گردش کو بھی سکون ہوگیا ہے - مگر مجھہ سے اسے کچھہ خاص دشمنی ہے —

پر اک کُھرینج ہے مجھہ سے کہ اس مہینے میں

یہی کہے ہے کہ تو خرچ کر اودھار اب کے

سو داد خواہ ہوں میں تجھہ سے' اس کے کانوں کو

مروڑ دے تو ذرا شاہ نامدار اب کے

واقعی بڑی خوبی سے تنخواہ نہ ملنے کی شکایت کی ہے - کُھرینج کا لفظ شاید آپ کسی دوسرے شاعر کے ہاں نہ دیکھیں گے —

اپنے ایک قصیدے میں حکیم صاحب ایک ایسا لفظ استعمال کرگئے ہیں کہ شاید دھلی والوں کے سوا کسی اور نے سنا بھی نہ ہوگا - قصیدہ ہے—

جہاں میں دیکھو تو اللہ رے فیض ابر بہار

کہ دھو دیا ہے زمیں تو زمیں دلوں کا بخار

خواص باد بہاری کا میں اگر لکھوں
تو ہوے صفحۂ قرطاس غیرت گلزار
جہاں سے دور ہوئی یہاں تلک پریشانی
کہ گھس لگانے کو ملتی نہیں جو ڈھونڈو ہزار

گھس لگانا اب دلی والے نہیں بولتے - حیدرآباد میں یہ محاورہ اب تک رائج ہے —

آگے ساقی کو پکارتے ہیں:—

پلا دے جلد وہ ساقی مجھے مے گلنار
کہ جس کے پینے سے گلگون طبع ہو رہوار
شتاب دے می گلرنگ بھر کے ساغر میں
کہ سمت قبلہ سے اُٹھا ہے ابر ڈھونڈ و کار

ڈھونڈ و کار کے لفظ کو دیکھئے اور ابر کی اضافت کو دیکھئے' ڈھونڈ وکار ایسے ابر کو کہتے ہیں جو گرجے بھی بہت اور برسے بھی بہت - میری نظر سے صرف ایک شعر اور گزرا ہے جس میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے - خدا معلوم بچارے کس میر شکار کی ہجو تھی کہ دلی کے بچے بچے کی زبان پر رواں ہوگئی - ادھر گھرا ابر آیا اور اُدھر بچوں نے غل مچایا —

کڑکے گی کڑک بجلی برسیں گے ڈھونڈونکار
بہیں گے گو کے ٹوکرے جائیں گے میر شکار

ڈھونڈونکار کا لفظ یا وہاں سنا تھا یا اب حکیم صاحب کے قصیدے میں دیکھا

حال دریافت ہوا عشق کا غم کھانے کے بعد
قدر معلوم ہوئی دل کی تو دل جانے کے بعد

ایک ھی تیر میں شاید ھوا کام عاشق
کیونکہ آواز نہیں آئی پھر اک آئے کے بعد

دوسرے شعر میں "آئے" کا لفظ حکیم صاحب نے غضب کا استعمال کیا ھے۔ کوئی دوسرا ھوتا تو "ھائے" لکھتا - کیونکہ وہ یہی قافیہ تھا - انھوں نے بجاے "ھاے" کے "آئے" لکھا ھے - حکیم تھے اس لئے ھاے اور آئے کا فرق جانتے تھے - جب کسی کو سخت تکلیف ھوتی ھے یا ایسا کاری زخم لگتا ھے کہ پورا سانس پیٹ میں نہیں سماتا تو "ھاے" کا لفظ اس سے ادا نہیں ھوسکتا - کیونکہ "ہ" کے ادا کرنے کے لئے پورا منہ کھولنا پڑتا ھے - اور اس کے لئے سانس کی ضرورت ھے - ایسے موقعے پر بیمار یا زخمی صرف اک دلدوز "آئے" کرتا ھے اور ٹھنڈا ھوجاتا ھے۔ ھاے ھاے تو وہ بیمار کرتے ھیں جن کو تیمارداروں کو دن میں تلکیف دینی اور رات کو جگانا منظور ھوتا ھے - یقین جانئے کہ اردو لٹریچر میں صرف حکیم صاحب ھی نے یہ لفظ استعمال کیا ھے - اور اس طرح استعمال کیا ھے کہ تعریف نہیں ھوسکتی - فرماتے ھیں کہ شاید ایک ھی تیر میں عاشق کا کام تمام ھوگیا - کیونکہ صرف ایک "آئے" کی آواز آنے کے بعد کوئی پھر آواز نہیں آئی - اگر تیر اچٹتا ھوا لگتا تو ھاے ھاے سے اس نے آسمان سر پر اُٹھا لیا ھوتا -

اسی شعر کے متعلق ایک عجیب لطیفہ ھوا - میں چند دوستوں میں بیٹھا اس "آے" کی تعریف کررھا تھا - سب دوستوں نے بھی تعریف کی اور کہا کہ واقعی "ھاے" کے لفظ سے شعر میں وہ خوبی نہ رھتی جو اب پیدا ھوگئی ھے - میرے ایک دوست سنتے رھے - کچھہ سوچتے رھے - آخر کہنے لگے - "کیوں بھئی اگر "آئے" کی جگہ "ھاے" ھوتا تو کیا ھرج تھا - آخر وہ بھی تو قافیہ ھے" اگر آپ کی بھی یہی راے ھے تو میں نے خواہ مخواہ آدھا صفحہ لکھکر آپ کا اور اپنا دونوں کا وقت ضائع کیا - میری ھی غلطی سہی - حکیم صاحب کا دیوان خود ان کا صحیح کیا ھوا ھے - نہایت صاف خط ھے اور "آئے" کے الف پر بڑا موٹا مد دیا ھوا ھے - اگر "ھاے"

اسی طرح لکھتے ھیں تو آپ کی راے صحیح اور میری غلط -

جو ھیں دُھر سے گرفتار محبت اُٹھا تے ھیں وھی بار محبت

'دُھر' روز ازل کے معنی میں استعمال کیا ھے - دُھر محاورے میں پر لے کنارے کو کہتے ھیں —

مجھہ سے بولے ' کل نشہ میں خوب بنکارے ھیں آپ
یہ نہ سمجھے اور ھی وہ بے حیا تھی میں نہ تھا

ایک قصہ مشہور ھے کہ آصف الدولہ ھاتھی پر سوار جا رھے تھے - ایک شرابی نشے میں چور سڑک کے کنارے لیٹے تھے - جب سواری پاس سے گزری تو آپ نے آواز لگائی " ابے او ھاتھی والے - ھاتھی بیچتا ھے " - نواب نے کوتوال کو اشارہ کیا؛ وہ شرابی صاحب کو اٹھا کر لےگئے - چاوڑی پر لیجا کر بہت کچھہ مرمت کی - نشہ ھرن ھوگیا - جب ذرا درست ھوے تو دربار میں لے جا کر پیش کیا - آصف الدولہ نے مسکرا کر پوچھا " کہو بھئی " ھاتھی خریدتے ھو "- شرابی نے کہا " سرکار - بھلا میں اور ھاتھی خریدوں - کہا نے کو تو کوڑی نہیں - ھاتھی خرید کر کس کے گھر باندھونگا - چوھا بل سماے نہیں اور دم سے باندھے چھاج - نواب نے کہا " ارے بھئی ابھی تھوڑی دیر تو ھوئی جو تم نے ھاتھی کی قیمت پوچھی تھی " - شرابی نے کہا " حضور - وہ خریدنے والا دوسرا تھا - وہ چلا گیا - میں رہ گیا " - آصف الدولہ نے خوش ھو کر ھاتھی دے ڈالا - یہ جاتے ھی بیچ کر شراب پی گئے - اس شعر کے لکھتے وقت حکیم صاحب کے پیش نظر یہ قصہ ضرور ھوگا - اسی زما نے کی بات تھی، ایسی باتوں کے چرچے بہت ھو جاتے ھیں - شاعروں کو مضمون مل جاتا ھے - لیلیٰ مجنوں اور شیریں فرھاد کے قصے نہ ھوتے تو اودو شاعری آدھی رہ جاتی—

کسکو ملنے کا اس کے چاؤ نہیں کس کو اس شوخ سے لگاؤ نہیں
دل تھا اپنا دیا جسے چاھا کچھہ کسی کا ھمیں دباؤ نہیں

اس کے رخ کی وہ آب و تاب ہے عیش مہ و خورشید جس کے پاؤ نہیں

" پاؤ " کا خوب قافیہ نکالا ہے - اسی زمانے میں " نان پاو " نکل آتا تو کیا تعجب ہے کہ حکیم صاحب معشوق کے گالوں سے تشبیہ دے جاتے - ان کو تو نئے نئے قافیوں کی تلاش ہی رہتی تھی —

سخت مضامین حکیم صاحب کے دیوان میں بعض شعر ایسے ہیں کہ کسی فلسفہ یا حکمت کی کتاب میں شریک کر دئے جائیں تو بہتر ہے - شعراں حجتوں کی تاب نہیں لاسکتے —

دل کی بیتابی ہے بالذات اور اس کی بالغرض
باعث جنبش سیماب ہے - سیماب میں آب

ہو گئے اس سے قوی اور مقیئے اجزاء
سا تھہ ان کے جو ملا کر یہ کھرل کی مکھی
یاد مژگاں یہاں کیا ہے - کسی نے گویا
نیشتر تال کے اندر ہیں گھنگولے دل کے

نشتر گھنگولنا جراحوں کی اصطلاح میں زخم میں گہرا نشتر لگا کر ادھر اُدھر کے خراب گوشت کے کاٹنے کو کہتے ہیں—

جبر و قدر کا مسئلہ اس طرح حل کرتے ہیں —

رباعی

انساں ہے اختیار میں بھی اپنے مجبور
اس رمز کو سمجھیں وہ جو ہیں اہل شعور
با لغرض ہے اختیار و جبر اس کو حاصل
بالذات نہیں ہے اس کو کچھہ بھی مقدور

مضمون کے ساتھہ زبان

حکیم صاحب کے دیوان میں زبان کے ساتھہ مضمون کی بھی کمی نہیں ہے' ایسے سینکڑوں شعر اوپر لکھہ آیا ہوں - چند شعر اور لکھہ دیتا ہوں - مضمون بہت بڑہ گیا ہے - آپ پڑھتے پڑھتے گھبرا گئے ہونگے - میں لکھتے لکھتے تھک گیا ہوں اب اس قصے کا سمیٹ دیناہی بہتر ہے —

پوچھا جب منصورسے تونے اناالحق کیوں کہا
یہ کہا اس نے کہ وہ شان خدا تھی میں نہ تھا

اناالحق کی اس شان کی وجہ آپنے بہت کم دیکھی ہوگی " شان خدا " نےشعر میں جان ڈال دی ہے اور معنی میں عجیب وسعت پیدا کر دی ہے - اسی غزل میں ایک اور بڑا چبھتا ہوا شعر ہے —

میں نےکیا افشا کیا راز اسکا 'سوچ اے ہمنشیں
باعث افشاء راز اس کی حیا تھی میں نہ تھا

بے حیائی تیراہی آسرا - فرماتے ہیں - میں نے ان کو کیا رسوا کیا - میری طرح وہ بھی بے حیا ہو جاتے - تو کوئی خیال بھی نہ کرتا - ان کی شرمیلی شکل نے بھانڈا پھوڑ دیا - سچ ہے " جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم " —

اسی مضمون کو ایک دوسرے شعر میں بھی باندھا ہے —

میری چاہت کو نہ ملنے سے سبھوں نے جانا تم اگر ملتے تو یہ راز نہ افشاء ہوتا

ادب آداب کے مضمون سنئے—

آداب میکدہ سے نہیں بہرہ آپ کو رسمہ لو ' جاو شیخ جی تم' خانقاہ کا
یہی فتوئے مغاں ہے کہ ہے مے اس پہ حرام
آئے جس شخص کو مے پینے کے آداب نہیں

نصیحتیں | نصیحتیں ملاحظہ فرمائیے - ماننا نہ ماننا آپ کا فعل ہے —

یہ عیش جائے غور ہے شکوہ ہو اس کا کیا
انسانیت سے اپنی جو انساں نکل گیا
'عیش' سب اپنی برائی ہے - نہیں کوئی برا
سب بھلے ہیں یہ اگر آپ ہے انساں اچھا

شکوہ غیروں کا ہے اے عیش - عبث - کیا کہئیے
ان سے بدتر ہیں اگر دیکھئیے احباب کے ڈھنگ
مدار دوستی و دشمنی کا اللہ نے
رکھا جہان میں انساں کی زباں پر ہے

سچ فرماتے ہیں یہ دو انگل کی للو دشمن کو دوست اور دوست کو دشمن کر دیتی ہے --

توڑ سکتا ہے تو بس نفس کو دے اپنے شکست
اور بنانا ہے تو قصر دل احباب بنا

مشاعرے کی غزل ہے - ذوق کے شعر بھی اس زمین میں ہیں - وہ اسی قافیہ کو اس طرح باندھتے ہیں —

سرمۂ چشم عزیزان نہ بنا میں اے چرخ!
کیا بنا خاک غبار دل احباب بنا

مقابلہ کر لیجئیے ' حکیم صاحب کا شعر بڑھا ہوا ہے - دو نصیحتیں ایک شعر میں جمع کردی ہیں اور دونوں ایسی ہیں کہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں —

متفرق اشعار | عاشقانہ رنگ ملاحظہ ہو -

ہے 'عیش' تنگ ظرفی معشوق سے یہ کہنا ہم جان فدا کرتے - گر وعدہ وفا ہوتا

اچھا شعر ہے - عاشق کو جان فدا کرنے کے لئے کسی سبب کی ضرورت نہیں - یہ تو ایرے غیروں کا کام ہے کہ بیمار پڑے بغیر نہیں مرتے —

تھی وصیت سب سے اس نا کام الفت کی یہی
میں کبھی مر جاوں لیکن کیجئیو خالی میں پھول

ذیقعدہ کے مہینے کو دلی میں خالی کا مہینہ کہتے ہیں - جن کا آغوش تہنا ہمیشہ خالی رہا - ان کے پھول کچھہ خالی ہی میں ہونے مناسب ہیں —

کہا مجنوں نے مجھہ کو دیکھہ کر اے ' عیش ' حیرت سے
خداوند جہاں - آشفتہ جان ایسے بھی ہوتے ہیں

دیکھنا کس خوبی سے اپنے کو مجنوں سے بڑھا دیا ہے - دوسرا مصرعہ بندش کا بہترین نمونہ ہے —

پابندی ہے اے ' عیش ' بری سب کے لئے پر
سچ یوں ہے کہ پابندی آزاد غضب ہے

کتنا سچا مضمون کس خوبصورتی سے نظم کیا ہے کہ سبحان‌اللہ - ... عورتیں گھر میں بیٹھنے سے نہیں گھبراتیں - کسی سیلانی جیورہ کو پردہ بٹھا دوتو مزا آئے —

پوچھے وہ حال دل غمزدگاں کا کیوں کر
لب ہلانے کی بھی فرصت جسے انداز نہ دے
مرغ دل چپکے سے کیا تیر نگہ نے مارا
خوبی تیر یہی ہے کہ وہ آواز نہ دے

بھلا اب ہندوستان والے اس دوسرے شعر کی خوبی کیا سمجھیں گے - جنھوں نے تیر چلانا تو کیا تیر دیکھا بھی نہ ہو گا - توپ چلتی دیکھی ہے ' اس کی خوبی یہ ہے کہ کان پھٹ جائیں —

وہ سمجھتے ہیں کہ کھلتا نہیں میرا احوال
یہ نہیں جانتے یاروں کو خبر سب کچھہ ہے
ایک تقدیر کے ہاتھوں سے تو لاچار ہے یہ
ورنہ کرنے کو تو کرتا یہ بسر سب کچھہ ہے

شیخ تو اپنے گریباں میں منہ ڈال کے دیکھہ
تیری تسبیح کو ہے رشتۂ زنار سے فیض

سچ ہے - تسبیح کیا ہے گرہ دار زنار ہے —

ہاے کیا شعر کہہ گئے ہیں :—

سینہ میں اک کھٹک سی ہے بس اور ہم نہیں جانتے کہ کیا ہے دل

کھٹک کا لفظ ایسا آیا ہے کہ کسی کو نصیب نہیں ہوتا - شاعری کے لحاظ سے تو یہ شعر لاجواب ہے - ہاں اس سے حکیم صاحب کی حکمت پر حرف آتا ہے - اگر اتنا بھی نہیں جانتے کہ دل کیا ہے تو خاک حکمت کرتے ہوں گے - اسی رنگ کا ایک شعر شیفتہ نے بھی کہا ہے - اور واقعی خوب کہا ہے :—

شاید اسی کا نام محبت ہے 'شیفتہ' جو آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

گردش ہے اس کی چشم کو مستی میں ' یا کہیں
نرگس کا پھول تیر رہا ہے شراب میں

سبحان اللہ - کس غضب کی تشبیہ دی ہے - شراب کے نشہ میں یار کی آنکھہ کے کوئے گلابی ہو گئے ہیں - نشہ کی وجہ سے آنکھہ قائم نہیں ہوتی - کچھہ آنکھوں میں پانی بھر آیا ہے - بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ " نرگس کا پھول تیر رہا ہے شراب میں " - آنکھہ کو نرگس سے سب ہی تشبیہ دیتے آے ہیں - مگر ایسی تشبیہ دیکھی نہ کبھی سنی - کوئی معشوق نشے میں ہو اس وقت اس کی آنکھیں دیکھو جب اس شعر کا مزا آئے گا —

بخشش کی امید

حکیم صاحب کو بڈھے ہوکر مرنے کا بڑا فکر ہوگیا تھا - اپنی بخشش کے لئے نئی نئی حجتیں سوچتے اور دل کو تسکین دیتے تھے - جوانی میں مر جاتے تو یہ شعر ان کے دیوان میں نہ ہوتے - بات یہ ہے کہ بڈھے مرنے سے بہت ڈرتے ہیں —

اس قدر راہ عدم سیدھی ہے اے 'عیش' کہ واں
کئے بند آنکھ بھلے اور برے جاتے ہیں

نہ پھول زھد پہ' لذت سے بخشش حق کی وہ بے نصیب ہے جب تک گنہگار نہ ہو

اس کے میں تو یہ معنی سمجھا ہوں کہ زھد پر اگر تیری بخشش ہوئی تو کیا کمال ہوا - جو کیا تھا اس کا پھل پایا - ارے میاں نصیبہ ور تو وہ ہیں جو گنہگار تھے اور پھر بخشش ہوئی - بخشش تو گنہگاروں ھی کی ہوتی ہے - بھلا زاھدوں کی بخشش بھی کوئی بخشش ہے - یہ تو ادلے کا بدلہ ہے —

بھلا 'عیش' کیا خوف محشر ہے تم کو وہ بخشندہ ہے اور گنہگار ہم ہیں

وھی اوپر والا مضمون ہے - صرف زاھد پر طعن نہیں ہے - عمر خیام نے اسی مضمون کو کس عمدگی سے ادا کیا ہے کہ سبحان‌اللہ' فرماتے ہیں :—

یا رب تو کریمی و کریمی کرم است عاصی ز چہ رہ بیروں ز باغ ارم است
با طاعتم ار ببخشی آن نیست کرم با معصیتم ار ببخشی کرم است

قدسی کا بھی ایک شعر اس مضمون میں لاجواب ہے —

'قدسی' ندانم چون شود سودا ے بازارے جزا
او نقد آمرزش بکف من جنس عصیاں دربغل

پرانے زمانے کے مولوی اس شعر کے یوں معنی کرتے ہیں - خدا معلوم حشر میں کیسی گزرتی ہے - ہمارے پاس کھوٹی جنس ہے اور اس کے پاس کھرے روپے - یقیناً منہ کالا ہوگا - دھکے دے کر نکلوادئے جائیں گے —

آج کل کے زمانے کے پروفیسر اس شعرکے دوسرے معنی لیتے ھیں۔ وہ اس کا ترجمہ یوں کرتے ھیں کہ وہ جنس عصیاں خرید نے نقد آمرزش لئے بیٹھا ھے - ھم گئے - اپنی پوٹلی نکال اس کو دی - نقد دام وصول کر گھر کو آگئے - ھم کو نہیں معلوم کہ یہ بازار روزجزا جس کا لوگوں نے اتنا غل مچا رکھا تھا ھے کیا بلا —

قدسی کے شعر کے جو معنی ھیں بس وھی معنی حکیم صاحب کے شعر کے ھیں "وہ بخشندہ ھے اور گنہگار ھم ھیں" کا مطلب یہی ھے کہ "اس ھاتھہ دے اس ھاتھہ لے" کا نقد سودا ھوجا ئیگا —

سہرا

جوان بخت کا سہرا غالب نے بھی کہا تھا - ذوق نے بھی کہا تھا - بھلا حکیم صاحب کیوں پیچھے رھتے - اس سے معلوم ھوتا ھے کہ سہرا کہنے کا دستور اس زمانے میں عام تھا - کچھہ مرزا غالب کی ایجاد نہیں ھے جیسا کہ عام طور پر اس زمانے میں سمجھا جاتا ھے —

آج تک چشم فلک نے بھی تودیکھا ھی نہیں اس جواں بخت کے سہرے کے مقابل سہرا
ایسے نوشہ کے لئے ایسا ھی سہرا تھا ضرور بندھتے ھی کیا رخ نوشہ پہ گیا کھل سہرا

نیا مضمون

حکیم صاحب کے مکان میں باغیچہ تھا - کوئی مالی بھی ضرور ھوگا - اسی وجہ سے شاید تھوڑے بہت فن باغبانی سے بھی واقف ھو گئے تھے - ورنہ یہ شعر ان کے قلم سے نکلنا ممکن نہ تھا —

ان دنوں نالۂ دل کو ھے اثر سے پیوند بے ثمر نخل ھوا نخل ثمر سے پیوند

یہ صرف جاننے والے ھی جانتے ھیں کہ بے ثمر درخت کی شاخ ثمردار درخت سے پیوند نہیں کھاتی - اتنا سمجھنے کے بعد شعر بالکل صاف ھو جاتا ھے کہ یا الٰہی آجکل یہ ناممکن بات کیسے ھورھی ھے کہ نالہ جیسی بے ثمر شے اثر جیسی ثمردار چیز سے پیوندکھا رھی ھے —

متروک الفاظ

ان کے دیوان میں بہت کم الفاظ ایسے آئے ہیں جو اب متروک ہو گئے ہیں - اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اردو کو سانجھنے میں کتنی کوشش کی ہے - نمونہ کے طور پر چند شعر لکھتا ہوں —

جفتے تونہ پڑ جاتے کچھہ شان میں اے ظالم کیا حال ہے کہہ تیرا - اتنا تو کہا ہوتا

شعر میں بڑی تعقید ہے اور جفتے پڑنے کا محاورہ بھی اب نہیں بولا جاتا - پہلے عام طور پر خرابی آنے کے معنی میں استعمال ہوتا تھا - اب صرف کپڑوں میں جفتے پڑتے ہیں - دھوبیوں کی اصطلاح رہ گیا ہے —

بہکانے سے غیروں کے کیا کیجئے اب اس کا ہر بات میں وہ مجھہ سے تکرار اٹھاتے ہیں

اب تکرار کرنا بولتے ہیں —

چپ رہو بد زبانیاں نہ کرو ایسی باتیں دیوانیاں نہ کرو

خدا معلوم یہ جمع کا استعمال کیوں ترک کردیا گیا ہے- اس سے تو زبان ایسی میٹھی لگتی تھی کہ کیا کہا جائے - اب آپ خود ہی دیکھہ لیجئے - پہلے کہتے تھے - " ایسی باتیں دیوانیاں نہ کرو " - اب کہتے ہیں " ایسی دیوانی باتیں نہ کرو " - انصاف آپ کے ہاتھہ ہے - سچ کہئے گا کہ پہلا فقرہ نرم نرم ہے یا دوسرا فقرہ —

اس ہستی موہوم پہ نازاں نہ ہو غافل کیوں ' اس کی نمائش ہے تماشا گزری کا

اب ایسے موقعے پر کیوں کی جگہ کیونکہ استعمال ہوتا ہے —

خانۂ دل میں بسا کونسا گلرو ایسا کہ جو آتا ہے پسینہ تجھے خوشبو ایسا

آجکل خوشبو دار کہتے ہیں - فارسی میں خوشبودار کو خوش‌بو اور بدبو دار کو بدبو ہی کہتے ہیں - حکیم غوث کی ہجو میں سودا نے کہا ہے —

صورت و شکل اس کی ہے بدبو وقیر جیسا کہ جلاب کا دست اخیر

' دار ' کی شاخ اُردو دانوں نے لگائی ہے - اچھا کیا - اپنا مال ہے چاہے توڑیں چاہے جوڑیں - جوڑ نے کی مثال کو یہ ہے - توڑ نے کی مثال بھی دیکھہ لیجئے —

صدمہ عشق جس بشر کو ہے شابش اس کے دل و جگر کو ہے

شاد باش سے گھت کر شاباش ہوا - ذوق فرما تے ہیں —

کیا شاد کو خفیف کرے ہے زبان خلق شاباش جس کو کہتے ہین وہ شاد باش ہے

اب شاباش سے اور گھت کر شابش رہ گیا - لکھنے میں شاباش آتا ہے مگر بولنے میں شابش ہی کہتے ہیں —

کلام کی کمزوریاں

حکیم صاحب کی تعریفیں بہت ہوچکیں - اب تھوڑی سی برائیاں بھی ہوجائیں تو اچھا ہے - سب سے زیادہ خرابی تو یہ ہے کہ ان کے کلام میں تعقید بہت ہے - زرا غور سے دیکھئے گا تو جو کلام آپ پڑھ آئے ہیں اس میں ہی بیسیوں ایسی مثالیں‌ملیں گی - مثلاً یہ شعر —

میں کی گردن پہ چھری - یوں کہے خورشید فلک

سامنے میرے - رخ یار کا ہمسر میں ہوں

جب عندلیب چمن سے ہوا چمن خالی تو آ بسے اسے پا ' زاغ اور زغن ' خالی

یا

آدمی کی شکل و صورت سےنہ کہئے آدمی آدمی جب' آدمی میں آدمیت ہو تو ہو

بات در اصل یہ ہے کہ باتیں کرنے میں تعقیدوں کا خیال نہیں رہتا - حکیم صاحب تقریر کو تحریر میں لاتے ہیں' اس لئے یہ الجھاو پڑجاتا ہے - بولنے میں یہ چتر عیب نہیں' لکھنے میں عیب ہے —

ان کے کلام میں سب سے زیادہ قابل اعتراض چیز لفظ " سنا " کا استعمال ہے - معلوم نہیں کہ یہ ان کا تکیہ کلام تھا یا کیا تھا - ایسی ایسی جگہ " سنا " کو ٹھونس دیا ہے کہ سننے کو جی نہیں چاہتا - اوپر کے مضمون میں کئی مثالیں اس کی موجود ہیں - دو تین اور دیکھ لیجئے —

بحر میں عالم فانی کے دل اتنا نہ ابھر بلبلا کیونکہ ہے انسان ' اسنا ' پانی کا

اسی مضمون میں کسی شاعر نے کیا خوب باندھا ہے —

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا آدمی بلبلا ہے پانی کا

وہی ہوگا تری قسمت میں جو لکھا ہے ' سنا بیقراری ہے تجھے اے دل بیتاب عبث

رباعی میں لکھتے ہیں —

کل بزم میں بھر کے ایک پیالی مے کی کرنے لگے یہ صفت کلامی مے کی

اس دور میں سب کے دعوے جھوٹے ہیں سنا ثابت ہے فقط نمک حلالی مے کی

نمک ڈالنے سے شراب سرکہ بن جاتی ہے اور سرکہ حلال ہے اسطرح شراب کی نمک حلالی ثابت کی ہے - اس رباعی میں بھی لفظ " سنا " موجود ہے - خیر یہاں " سنتے ہو" کے معنی تو دیتا ہے دوسری جگہ تو محض بھرتی کا لفظ ہے —

قصیدہ میں لکھتے ہیں —

یہ عید جشن کا اس کے مقدمہ ہے ' سنا

اب اس کے جشن کا بھی حال سن لو بالا جمال

ہر ایک رکھائی ہے باتوں میں باغ سبز ' سنا

جہاں میں باد بہاری کا فیض ہے یہ کثیر

غرض رباعی ہو ' قصیدہ ہو ' غزل ہو' حکیم صاحب کا "سنا" کہیں نہ کہیں ضرور موجود ہوگا - اگر ہدہدہ کے کلام میں ایک جگہ بھی یہ لفظ آیا ہوتا تو میں تسلیم کرلیتا کہ اس کو حکیم صاحب ہی غزلیں لکھہ کر دیا کرتے تھے —

حکیم صاحب اُردو اور فارسی الفاظ میں واو عطف اور اضافت نہایت بے تکلف طور پر استعمال کر جاتے ہیں ' بعض اصحاب اس کو ناجائز سمجھتے ہیں - میری سمجھہ میں نہیں آتا کہ آخر یہ کیوں - جب ہم نے فارسی سے الفاظ لئے اور ان کے ساتھہ اضافت اور واو عطف بھی نہ آئے تو پھر ہمکو اختیار ہے جس طرح چاہیں اس کو استعمال کریں - اُردو میں آنے کے بعد وہ الفاظ اُردو کے ہوگئے - فارسی کی

ترکیبوں سے ان کو کیا غرض - ہمارا مال ہے جس طرح چاہیں استعمال کریں - نہیں تو وہ ساس والی مثل ہوگی کہ بہو سے فرماتی ہیں کہ " بیٹا ' گھر بار تیرا ہے ' کوٹھڑی کٹھلے کو ہاتھہ نہ لگا ئیو " - آتش نے ایسے اعتراض کرنے والوں کا جواب خوب دیا تھا - آپ کا ایک شعر ہے —

دختر رز میری مونس ہے میری ہمدم ہے میں جہاں گیر ہوں وہ نور جہاں بیگم ہے

ایک صاحب نے کہا " اُستاد بیگم ترکی لفظ ہے اس کے گ پر پیش ہے ' گ کو زبر سے باندھنا غلط ہے " آپ بھنگیائے ہوئے بیٹھے ' جواب دیا " ہاں ٹھیک ہے ' ترکستان جائیں گے تو بیگُم ہی بولیں گے " - حکیم صاحب نے تو یہ غضب کیا ہے کہ ہندی اور فارسی الفاظ کے بیچ میں اضافت دینا تو کیا - اُردو کے فقروں اور لفظ میں اضافت ڈال دی ہے - فرماتے ہیں —

یک ہی تیر میں شاید ہوا کام عاشق کیونکہ آواز نہیں آئی بس ایک آئے کے بعد

'کام ہونا' کے معنی ہیں ' کام تمام ہونا ' - یہ ٹھیٹھہ اُردو محاورہ ہے' انھوں نے اس میں اور عاشق میں اضافت ٹھونک دی ہے' بہت اچھا کیا —

شتاب دے مئے گُلرنگ بھر کے ساغر سے کہ سمت قبلہ سے اٹھا ہے دھوندوکار

دو فقروں میں وار عطف ملاحظہ ہو —

عنصر خاک سرد و دل یہ گرم کونسی خاک سے بنا ہے دل

غرض کہاں تک لکھوں سینکڑوں مثالیں ہیں - ذرا اہل زبان پھر غور فرمالیں کہ ہندی اور فارسی الفاظ میں اضافت دینے کو آخر کیوں ترک کیا جائے - ہماری زبان میں آکر دوسری زبان کا لفظ ہمارا ہوگیا ہے - ہم نے گروی نہیں لیا کہ مال پوٹلی میں بندھا ' مہریں ہوا رکھا ہے - اگر استعمال کرنا ہوتو پوٹلی کی پوٹلی گلے میں لٹکالیں اور یہ نہ کرسکیں کہ پوٹلی کھول کر جس مال کو جس طرح چاہیں کام میں لائیں - اس قسم کے شرائط اُردو کی راہ ترقی میں روڑے ہیں ' ان کا ہٹا دینا ہی اچھا ہے —

پہیلیاں | حکیم صاحب کے جودت طبع کا اندازہ ان کی پہیلیوں سے ہوسکتا ہے - بہت ہیں، اور سب ہندی میں ہیں - سودا اور انشا نے بھی پہیلیاں کہی ہیں - مگر ان میں اور حکیم صاحب کی پہیلیوں میں کوئی نسبت ہی نہیں- حضرت امیر خسرو کے بعد اگر مزیدار پہیلیاں ہیں تو بس ان کی ہیں - نمونے کے طور پر چند سن لیجئیے —

نور بصر

ایک پورکھہ وہ سب کو دیکھے اندھے ہیں سب واکے لیکھے
سات پردوں کے اندر رہے سب کچھہ آنکھیں دیکھی کہے

پرچھائیں

ایک ناری کا میلو رنگ لگی رہی وہ پیا کے سنگ
اجیارے میں وہ سنگ براجے اندھیارے میں چھوڑ کے بھاجے

چراغ

لال مکت سر پر، منہ کالا ہے وہ اندھیرے گھر کا اجالا

چھتہ مکس

ایک مندر کے سہنسر در ہر در میں ترایا کا گھر
بیچ میں اس کے امرت تال بوجھہ ہے اس کی بڑی مجال

امیر خسرو کا رنگ ہے، پہیلی کی بوجھہ خود بتا دی ہے، مجال مکھیوں کے چھتے کو کہتے ہیں —

آسمان

ایک تھال موتین سوں بھرا سب کے سر پر اوندھا دھرا
چاروں اوڑ وہ تھال پھرے موتی اس سے ایک نا گرے

دسپنا (دست پناہ)

ایک پورکھہ کا کالو رنگ گول سیس، دو لمبی ٹانگ

نار کو آئے لیت اٹھائے پیار کرے اور چمٹا جائے

اس میں بھی بوجھ بتادی ہے - چمٹا بھی دسپنے کو کہتے ہیں - لفظ نار لکھکر کیا خوبی سے اشارہ کرگئے ہیں —

بتو ۲

وا پورکھہ جو ہاتھہ لگے تم اس سے اور نہ بولو ہاتھہ پکڑ کے بند کرو ' اور کان پکڑ کر کھولو

قمری

ایک ناری نت رہوے جوگی پی کے کارن بھٹی بروگن
رہوے رنگ بھبوت رمائے جھک جھک پی کو کوک سنائے
عربی ہندی کر اک ٹھاؤں اُٹھو ری' سکھی کہہ اس کا ناؤں

حضرت امیر خسرو کی بھی بعض پہیلیاں اسی رنگ کی ہیں - اُٹھہ کی عربی 'قم' ہے - اس کو ہندی کے لفظ ری سے ملاؤ' قمری ہوگیا —

تاریخیں حکیم صاحب نے تاریخیں بھی کہی ہیں - ان کا نمونہ بھی دیکھہ لیجئیے—

تاریخ وفات فخرالشعراء 'میر ممنون'

جگت استاد تھا فخر الشعراء اس نے فرمائی جہاں میں رحلت
جو سخن سنج تھے عالم میں انہیں ناگوارا ہوئی اس کی فرقت
عیش بھی رکھتا تھا از بسکہ کمال ان سے اخلاص و محبت ' الفت
فکر تاریخ میں اس نے جو ذرا عالم غیب سے چاہی ہمت
تو سن لحد سے ہاتف نے کہا میر ممنون علیہ الرحمت
(۱۲۶۰ ھجری)

مرے جب مہاراجہ ہندو راو تو مغموم سارے حواشی ہوے
اور احباب بھی ان کے غمناک سب یہ دلی سے لے تا بہ کاشی ہوے
اسی غم میں جب سال تاریخ کے تہ دل سے ہم بھی تلاشی ہوے

تو هاتف سر رہ سے بولا کہ 'عیش' مہاراج بیکنٹھ باشی ہوے
(۱۲۷۱ ھجری)

اُستاد ذوق کی تاریخ لکھی ہے :-

بگفت از سر درد هاتف که گشته ز یاد اجل شمع بزم گل
(۱۲۷۱ ھجری)

سید نثار الله صاحب کی تاریخ ہوئی ہے —

برآورد دود ز جان و بگفت بجاں آفرین جان شیرین سپرد
(۱۲۷۳ ھجری)

اپنے پیر غلام محمد شاہ صاحب المعروف بہ مسکین شاہ کی تاریخ وفات کہی ہے —

کرد رحلت ازجہاں چوں حضرت مسکین شاہ خار غم در دل خلید از رحلت آن نیکذات

عیش چوں سال وفاتش خواست از پیر خرد "واصل ذات الٰہی" گفت تاریخ وفات
(۱۲۷۵ ھجری)

عمر بخش صاحب کے مکان کی تاریخ "حویلی عمر بخش"-(۱۲۷۶ ھجری) سے نکالی ہے—

غالب کی تاریخ وفات کہی ہے:-

رکھتے دل خوش تھے وہ سو با دل خوش داخل جنت نعیم ہوے
(۱۲۸۵ ھجری)

حکیم صاحب کے دیوان میں مستزاد بھی ہے' مخمس بھی ہیں - مسدس بھی ہیں - مسدس کا نمونہ شہر آشوب میں دیکھہ لیا ہو گا' مخمس کے بھی دو بند لکھے دیتا ہوں —

خمسہ کا نمونہ

حضرت جنید بغدادی (رح) کی مناجات "الٰہی واقفی از حال زارم- تو میدانی کہ جز تو کس ندارم"- پر بند اٹھائے ہیں' فرماتے ہیں :-

جہاں میں جو کہ ہیں ہوشیار یا مست ضعیف و ناتواں ہیں یا زبردست

عدم کی رہ میں ہمت سب کی ہے پست الٰہی راہ مردن سخت راہ است
تو آسان بگذراں زیں رہگذارم

نہیں ہے کوئی ہرگز تیرا ثانی ہے بس ارض و سما کا تو ہی بانی
سوا اس کے ہے باقی سب کہانی الٰہی گر برانی ور بخوانی
تو دانی بندۂ بے اختیارم

قدسی کی مشہور نعت " مرحبا سید مکی مدنی العربی - دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی " کو خمسہ کیا ہے - فرماتے ہیں —

کیا کہوں ذات مقدس تری ایسی ہے نبی کہ ترے شان سے ہر ایک کی شوکت ہے دبی
انبیا کا ہے یہ ورد سحر و نیم شبی مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی عرش سے فرش تلک ایک تیرا فیض ہے عام
ہیں کے گل ابر کرم سے تیرے شاداب تمام مہر الطاف سے شیریں تری ہر میوہ خام
نخل بستان مدینہ ز تو سر سبز مدام زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی
دل میں شرمندہ نہ کیونکر ہوں میں اے شاہ اُمم کیوں نہ ہو بار خجالت سے مری گردن خم
چھوٹا منہ اور بڑی بات، کیا میں نے ستم نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی

مستزاد کا نمونہ | مستزاد کا نمونہ ملاحظہ ہو —

سب مرے ظاہر و باطن سے خبر دار ہے تو اے مرے بار الٰہ
گرچہ عاصی ہوں و لے خوش ہوں کہ غفار ہے تو ہے ترے ہاتھ پناہ
گرچہ ناکارہ و ناچیز ہوں، پر تیرا ہوں تو ہے معبود میرا
بندہ تیرا ہوں، مرا پیدا کرن ہار ہے تو رکھئیو رحمت کی نگاہ

اس تمام مضمون میں میں نے حکیم صاحب کے کلام کے سینکڑوں مختلف نمونے دیدئے ہیں - اس سے ان کی طبیعت کا اندازہ ہوسکتا ہے - لیکن بعض صاحبوں کا خیال ہے کہ جب تک کسی شاعر کی پوری غزل نہ دی جاے اس وقت

تک اس کے کلام کے متعلق صحیح رائے قائم نہیں ہوسکتی - مجھے اس سے اختلاف ہے۔ کوئی خوش نصیب ہی شاعر ہوتا ہے جس کی دیوان بھر میں کوئی غزل ساری مرصع نکل آتی ہو - ورنہ یہی ہوتا ہے کہ غزل میں ایک دو شعر اچھے ہوئے اور باقی سب بھرتی کے - خذ ما صفا و دع ماکدر ' پر عمل کر کے اچھے شعر چن لو ' برے چھوڑ دو - مولانا روم نے تو کلام مجید کے متعلق بھی یہی عمل کیا ہے' فرماتے ہیں—

من قرآن نغز را بر داشتم استخواں پیش سگاں انداختم

پھر بھی دو تین غزلیں پوری کی پوری لکھہ دیتا ہوں تاکہ یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ مضمون ادھورا رہ گیا - غزلیں وہ لیتا ہوں جو دوسرے بڑے شاعروں کی غزلوں پر لکھی ہیں - تاکہ یہ الزام نہ لگایا جائے کہ اچھی اچھی غزلیں چھانٹ کر لکھہ دیں —

غالب کی غزل ہے —

ملتی ہے خوئے یار سے نار التہاب میں کافر ہوں گر نہ ملتی ہو راحت عذاب میں

ذوق فرماتے ہیں —

یاں لب پہ لاکھہ لاکھہ سخن اضطراب میں واں تیری ایک خاموشی سب کے جواب میں

مومن کہتے ہیں —

کیا جانے لکھہ دیا اُسے کیا اضطراب میں قاصد کی لاش آئی ہے خط کے جواب میں

حکیم صاحب کی اسی زمین میں غزل ہے —

وہ نالہ ' لائے چرخ کو انقلاب میں مسکن ہے اس کا اس دل خانہ خراب میں
کیفیت ایسی ہے نگہٗ مست خواب میں زاہد بھی دیکھہ لے تو نہائے شراب میں
کیوں کیا کہیں گے حضرت یوسف جواب میں چوری گیا ہے دل جو زلیخا کے خواب میں
شاید کہ عزم کوچۂ جاناں ہے دل کو آج بھیجا ہے پہلے جان کو جو اضطراب میں
گردش ہے اس کی چشم کو مستی میں' کیا کہیں نرگس کا پھول تیر رہا ہے شراب میں
اپنا بھی وقت یاد کرو تم نے شیخ جی کیا کیا مزے اُڑائے ہیں عہد شباب میں

ضبطفغاں سے ڈر یہ مجھے ہے، کہ دل کہیں سینے کے باہر آ نہ پڑے اضطراب میں
قاتل ! میں عاشق مژۂ چشم مست ہوں خنجر گلے پہ پھیر بجھا کر شراب میں
اس کی گلی میں لاکھوں کی جانیں ہیں پائمال اے دل بھلا ہیں آپ وہاں کس حساب میں
افشاے راز عشق کے باعث تمھیں تو ہو سو بے حجابیاں ہیں تمھارے حجاب میں
پڑہ اس زمیں میں اور غزل 'عیش' اب تو وہ گوش فلک نے بھی نہ سنی ہو جو خواب میں

لکھے ہیں زلفوں کو لام اس کے، مناسبت دیں ہیں شام کی بھی
بتاتے مار سیاہ بھی ہیں، کہے ہیں، ہے شکل دام کی بھی
پسند کرلیں خواص اس کو، سمجھہ میں آئے عوام کی بھی
غرض ہو سب کے پسند خاطر، یہی ہے خوبی کلام کی بھی
دیا ہے جس مہروش کو ہم نے دل اپنا، نام خدا وہ وہ ہے
جو دیکھے اس کو تو گم ہو سدّی فلک پہ ماہ تمام کی بھی
نزول غم ان کو، پہلے ہی تھا خزاں کے موسم میں، اور اب اس پر
گلوں کی صحبت میں بلبلوں کو ہوئی شدت زکام کی بھی
چلے تو ہو پر سمجھہ کے جانا گلی میں اس بت کے حضرت دل
جتا دیا ہے یہ ہم نے تم کو وہاں ہے رسم اتہام کی بھی
چلے ہیں کعبے کو شیخ صاحب، کہیں ہیں بیت الصنم میں ایسا
کہ واں تو جائیں گے وہ، ولیکن خبر ہے یہاں ایک مقام کی بھی
یقیں ہو وعدہ پہ کیونکہ ان کے کیا نہ ایفا کبھی انھوں نے
ہزاروں قسمیں وہ کھا چکے ہیں گے پہلے تیسوں کلام کی بھی
نگیں کو حاصل ہے روسیاہی، جہاں میں ہر چند ہم نے مانا
یہ واقعی ہے ولے جو دیکھو تو بات ہے اس میں نام کی بھی

گیا جو قاصد پیام لے کر ہمارے جانب سے پاس اس کے
پیام کیسا ' ہوئی اجازت نہ اس کو ہرگز سلام کی بھی
تیرا بھی وحشت زدہ ہے ایسا کہ چوکڑی گم ہو آہوؤں کی
جو دشت وحشت میں دیکھ لیں چال تیرے وحشت خرام کی بھی
لکھے ہیں اے ' عیش ' جس زمیں میں یہ شعر تو نے ' سنا ہے ہم نے
کہ اس سے پہلے غزل اسی میں ہے ' میر ' عالی مقام کی بھی

مقابل اس در دنداں کے یہ گہر کیا ہے
اور 'عیش' لعل کی اس لب کے آگے در کیا ہے
خیال یار میں ہوں محو بے خودی ایسا
مجھے خبر نہیں دل کیا ہے اور جگر کیا ہے
کہتے ہے عشق میں ناصح کہ ہے ضرر دل کا
جو واقعی ہے ضرر یہ ہی ' تو ضرر کیا ہے
کیا ہے نوح کے طوفاں کو تو نے شرمندہ
ارادہ اب ترا کہہ اور چشم تر کیا ہے
تو میری آہ سے سینہ سپر نہ ہو اے چرخ
تجھے خبر نہیں اس آہ میں اثر کیا ہے
تو راہ عشق کے صدموں سے مت ڈرا واعظ
جو سر فروش ہیں اس رہ میں ان کو ڈر کیا ہے
تو کس گھمنڈ پہ مثل شرر اچھلتا ہے
خیال دل میں تو کر ' ہستی شرر کیا ہے
خدا نے کھولا ہے یہ راز جن پہ عالم میں
وہ جانتے ہیں کہ ماہیت بشر کیا ہے
بتوں کے سجدۂ در کے سواء بتا اے ' عیش '
جہاں میں تو نے کیا اور عمر بھر کیا ہے

مجھ سے پوچھیں ہیں وہ کہ کیا ہے دل
کیا کہوں خانۂ خدا ہے دل
تیری فرقت میں اے بت دلربا ز
ہوکے آنکھوں سے خوں بہا ہے دل
مل کے اُس سے ہوا مرا دشمن
دیکھو کیا سخت بے وفا ہے دل
عنصر خاک سرد و دل یہ گرم
کون سی خاک سے بنا ہے دل
اے مہوس جو یار کے در پر
خاک ہووے تو کیمیا ہے دل
غم ہجراں میں ہو کے قطرۂ خوں
نوک مژگاں پہ آ رہا ہے دل

سینہ میں اک کھٹک سی ہے اور بس　　ہم نہیں جانتے کہ کیا ہے دل
یاد میں اس کے تیر مژگاں کے　　ہدف ناوک بلا ہے دل
تجھ سے کوئی بھلا ملے کیوں کر　　تیرا ہر حرف خود جدا ہے دل
قدر دل کوئی 'عیش' کیا جانے　　مخزن راز کبریا ہے دل

لیجئے یہ ہیں حکیم آغا جان 'عیش' دہلوی اور یہ ہے اُن کا کلام - اچھے برے کا اندازہ آپ کر لیجئیے - ہم تو یہی کہتے ہیں کہ زبان اُردو پر اُن کا بڑا احسان ہے - انہی لوگوں نے زبان کو مانجھا 'محاوروں کا صحیح استعمال بتایا' رعایت لفظی سے زبان کو پاک صاف کیا' شوخی مضامین سے کلام کو آراستہ کیا' اِسی دشت نوردی میں ساری عمر گذار دی اور چلتے چلاتے اپنی کمائی بندل میں باندہ ہم کو دے گئے کہ لو بھئی یہ تمہارا مال ہے - اب تم جانو اور تمہارا کام جانے - سنبھال کر رکھا اور اس مال میں اضافہ کیا تو ہمارا بھی نام رہ جاے گا تمہارا بھی نام ہوگا - نہیں تو جس طرح دھلی کھو بیٹھے اسی طرح زبان سے بھی ہاتھہ دھو بیٹھو گے —

حسن

از

(جناب پنڈت برجموہن دتاتریہ صاحب 'کیفی')

قدرت کے حسن کا تم دیکھو اگر نظارا
تو یہ جہان سارا محبوب ہو تمہارا

کس میں نہیں تناسب کس میں نہیں توازن
وہ خاک کا ہے ذرہ یا پر ضیا ستارا

رنگین عینک اپنی آنکھوں سے دور کردو
بے پردہ دیکھنا ہے گر حسن کا نظارا

لیلیٰ کو چشم مجنوں سے دیکھنا ہے لازم
یہ ہو تو دل پکارے' ہے حسن عالم آرا

پردہ بنے تقید' گھونگٹ بنے تعین
پھر حسن اور خوبی کا ہو کہاں گزارا

وہ حسن کی پرستش ہے نفس کی پرستش
جب حرص اور غرض نے احساس کو اُبھارا

تم حسیات اسفل کے ہوگئے ہو بندے
لذات نفس سے ہے ذوق سلیم ہارا

اچھے برے کا تم کو احساس ہو تو کیونکر
ہے بد مزاقیوں نے انفس حسوں کو مارا

دریا کا ہے ترنم یا بحر کا تلاطم
شان جلال ہے یہ' وہ ہے جمال آرا

شمع ازل سے روشن بزم جہاں ہے ساری
انسان میں بھی اس کا آ چمکا اک شرارا

انسان و حسن کا تم سمجھے ہو جو تلازم
وہ بھول ہے سراسر اور سادہ پن تمہارا

بیدار ذہن میں ہو حس جمالیاتی
پھر دل کی آنکھ کا ہو' گل کیا ہے خار تارا

گل بوٹے کیا' جہاں کی ایک ایک شے حسیں ہے
وہ چشم حسن بیں ہی تم کو ملی نہیں ہے

سب حسن کا زباں سے ہیں نام لینے والے
حرص و ہوا کے لیکن وہ پڑگئے ہیں پالے

دیدار حسن سے ہو دل کی کلی شگفتہ
اک رخ کی چھب سے کوئی کیوں دل میں داغ ڈالے

گیسو میں دل الجھ کر رہ جائے کیوں تمہارا
کیوں زلف عنبریں سے قس جائیں تم کو کالے

کیوں دیکھ کر وہ قامت ٹوٹے وہیں قیامت
گھائل ہو کیوں جو دیکھے مژگاں کے تیز بھالے

بجلی گرائے دل پر کیوں عشوۂ تبسم
کیوں تیغ ابروؤں کی قلب وجگر کو گھالے

یہ نقص ذہنیت ہے، تنگی ہے یہ نظر کی
خود غرضی وہوس نے آنکھوں پہ پردے ڈالے

عاشق کہو نہ اُس کو وہ بوالہوس ہے انساں
روح اور دل کو کردے جو نفس کے حوالے

جب تک ہے شاخ پر گل، ہے مظہر تجمل
لازم ہے رنگ و بو کا تو دید سے مزا لے

تو چھید کر دل اس کا جو ہار گوندھتا ہے
یہ ہے ہوس پرستی۔ مت نام عشق کا لے

سب راگ سن چکے ہیں جو تو الاپتا ہے
حسن اور عشق کے ہیں دفتر بہت کھنگالے

دل صاف ہو جو تیرا، احساس پاک تیرا
تو حسن تیرے دل سے خار الم نکالے

یہ حسن کے کرشمے، رعنائی کے نظارے
سینوں میں عشق گُل کے چمکاتے ہیں شرارے

کیوں گل کو دیکھکر تو بیخود ہوا چمن میں
جا دیکھ تو بہاریں کہسار اور بن میں

کیا مست دیکھکر ہے گھلوں کی کیفیت کو
کُھل جائیں تیری آنکھیں جاکر جو دیکھے بن میں

باد بہار ہوتی ہے کیف پاش جس دم
مستی سے جھومتے ہیں گویا پہاڑ بن میں

سر جیون آبشاریں نیچر کی وہ بہاریں
سب کیونکہ آ سمائیں اس چپہ بھر چمن میں

صنعت بدل نہ ہوگی فطرت کی خوبیوں کی
نیچر کی نقل ہے وہ، جو ہے کمال فن میں

پاکیزگی نہیں ہے شے کوئی اکتسابی
جو بات ہے لگن میں ہرگز نہیں جتن میں

تو ہے تصنع آگیں، تو ہے تکلف آئیں — پھر حسن عالم آرا کیونکر سمائے من میں

کوزے میں بند ہوں کب دریا کی موجیں — ہو جائے جذب کیونکر تل، حوض کے بدن میں

اپنی جگہ ہے صنعت، پر ہر جگہ ہے فطرت — اعجاز بیش و کم ہے اس کا ہی بن چمن میں

کیا آئینہ کے آگے مغرور ہے کہ ہے بھی — تو بحر حسن کا ہے اک قطرہ تیرے تن میں

جذبات کو اُبھارے کیا بحر کا تموج — بس غرق ہو چکا ہے تو تو چہِ ذقن میں

مستِ ہوس ہے بلبل جو پھول پر فدا ہے
'کیفی' کو ساغر گل جام جہاں نما ہے

اُردو مخطوطات

انڈیا آفس لائبریری میں

از

(جناب حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب - ماہر آثار قدیمہ)

انڈیا آفس کے کتب خانے میں اُردو زبان کی جس قدر قلمی کتابیں ہیں اُن کی ایک مبسوط فہرست پروفیسر بلوم ہارٹ (J. F. Blumhardt) نے مرتب کی ہے اور سکرٹری آف اسٹیٹ کے ایما سے آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے چھپوا کر سنہ ۱۹۲۶ ع میں شایع کیا ہے —

یہ فہرست اُسی انداز پر لکھی گئی ہے جیسی کہ ریو اور ایتھے نے فارسی مخطوطات کی فہرستیں بنائی ہیں - اس میں ہر کتاب کے متعلق توضیحی معلومات کے مہیا کرنے کی سعی کی گئی ہے - کتاب اور مصنف کا نام عہد تصنیف ، مطبوعات کی تفصیل اور بعض ضروری معلومات پر مؤلف نے تا امکان روشنی ڈالی ہے - اور بعض باتیں ایسی بھی لکھی ہیں جن سے ہمارے یہاں کے تذکرہ نویس عموما ناواقف ہیں —

مؤلف نے اس کی ترتیب میں کتب ذیل سے مدد لی ہے اور جگہ جگہ ان کے حوالے دے ہیں —

ایتھے کی فہرست مخطوطات فارسی متعلقۂ کتب خانۂ انڈیا آفس لندن-

ریو کی فہرست مخطوطات فارسی متعلقۂ کتب خانۂ برٹش میوزیم لندن - اسپرنگر کی فہرست مخطوطات فارسی و اُردو متعلقۂ کتب خانہ شاہان اودھ - تاسی کی تاریخ ادبیات ہندی و ہندوستانی —

شعراء کے حالات زیادہ‌تر ذیل کے تذکروں سے ماخوذ ہیں —

مرزا علی لطف کا تذکرۂ گلشن ہند - نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کا گلشن بے‌خار - حکیم قطب‌الدین باطن کا گلستان بے خزاں - عبدالغفور خاں نساخ کا سخن شعرا - محمد حسین آزاد کا آب حیات - درگا پرشاد نادر کی 'خزینۃ‌العلوم' -

اس فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ انڈیا آفس کے کتب خانے میں اُردو مخطوطات کی کل (۲۶۹) جلدیں - ہیں اور فنون کے اعتبار سے ان کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے —

۱	دینیات	Theology	۳۴	(۱ - ۳۴)
۲	تاریخ	History	۱۹	(۳۵ - ۵۱)
۳	سوانح	Biography	۳	(۵۲ - ۵۴)
۴	تذکرے	Tazkirahs	۱۴	(۵۵ - ۶۶)
۵	جغرافیہ	Topography	۴	(۶۷ - ۷۰)
۶	قصص‌وحکایات	Romances and Fables	۲۷	(۷۱ - ۹۸)
۷	منظومات	Poetry	۱۲۸	(۹۹ - ۲۲۷)
۸	اخلاق	Ethics	۳	(۲۲۸ - ۲۲۹)
۹	طب	Medicine	۲	(۲۳۰ - ۲۳۲)
۱۰	موسیقی	Music	۹	(۲۳۳ - ۲۴۱)
۱۱	زراعت	Agriculture	۱	(۲۴۲)
۱۲	فنون حرب	Military Arts	۱	(۲۴۳)

۱۳ مجموعۂ الفاظ	Vocabularies	۱۴	(۲۴۴ - ۲۵۷)
۱۴ لغات	Dictionaries	۲	(۲۵۸ - ۲۵۹)
۱۵ صرف و نحو	Grammar	۲	(۲۶۰ - ۲۶۱)
۱۶ متفرق	Miscellaneous	۸	(۲۶۲ - ۲۶۹)

انڈیا آفس کے کارکنوں نے اس ذخیرے کو مختلف ازمنہ میں مختلف افراد سے حاصل کیا ہے - جس کی تفصیل ذیل میں درج ہے —

سنہ ۱۸۰۴ ع - ۳۰ مئی - ولیم کرک پیاٹرک William Kirkpatrick نے تحفتاً پیش کیا - نمبر ۲۴۰

سنہ ۱۸۰۴ ع - ۲۷ جون - ولیم اوگ William Ogg نے تحفتاً پیش کیا - نمبر ۱۰۷ - ۲۴۷ - ۲۵۵ - ۲۵۷

سنہ ۱۸۰۶ ع - ۱۶ جولائی - سرنگاپٹن کی غارتگری کے بعد فوج کی جانب سے بطور ہدیہ وصول ہوے نمبر ۳ - ۱۶ - ۳۶ - ۵۷ - ۷۸ - ۱۰۳ - ۱۲۲ - ۲۳۴ -

سنہ ۱۸۰۷ ع - ۲۷ فروری - رچرڈ جانسن Richard Johnson سے خریدے گئے - نمبر ۲ - ۴ - ۳۵ - ۸۷ - ۸۸ -

سنہ ۱۸۰۹ ع - ۲۹ ستمبر - مہاراجہ گائیکوار نے بطور تحفہ روانہ کئے - نمبر ۱ - ۷۹ - ۵۶ - ۵۹ - ۹۳ - ۲۱۴ -

سنہ ۱۸۰۹ ع ۹ - مئی - وارن ہیسٹنگس Warren Hastings سے خریدے گئے - نمبر ۱۲۳ - ۱۶۷

سنہ ۱۸۱۶ ع - ۲۶ دسمبر - میر حسن علی نے بطور ہدیہ پیش کیا - نمبر ۳۴

سنہ ۱۸۲۳ ع - ۱۹ جولائی - میکنزی کلکشن Mackenzie Collections سے حاصل کئے گئے - نمبر ۳۷ - ۴۱ - ۱۰۵ - ۱۰۹

سنہ ۱۸۲۴ ع - ۲۵ جون - جان لیڈن John Leyden کے والد سے خریدے گئے -

نمبر ۵۲ - ۵۸ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ -
۷۷ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۹۷ - ۹۹ - ۱۰۰ - ۱۰۱ -
۱۰۲ - ۱۰۴ - ۱۰۶ - ۱۰۸ - ۱۱۱ - ۱۱۲ - ۱۱۸ -
۱۱۹ - ۱۲۱ - ۱۳۴ - ۱۳۷ - ۱۴۵ - ۱۴۸ - ۱۵۸ -
۱۵۹ - ۲۱۸ - ۲۲۳ - ۲۲۷ - ۲۳۳ - ۲۴۵ - ۲۴۶ - ۲۶۲ -

سنہ ۱۸۳۵ ع —— فورٹ ولیم کالج سنہ ۱۸۳۵ ع میں بند کردیا گیا تو وہاں سے کتب ذیل منتقل کی گئیں - نمبر ۱۷ - ۳۲ - ۳۹ - ۱۱۶ - ۱۲۵ - ۱۴۴ - ۱۵۰ - ۱۶۲ - ۲۳۵ - ۲۳۶ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۴ -

سنہ ۱۸۳۶ ع —— سرجان کنیوی Sir John Kennaway نے تحفتاً پیش کیا - نمبر ۲۴۱ -

سنہ ۱۸۵۶ ع - ۱۱ اکتوبر - ڈاکٹر ولسن H.H. Wilson نے بطور ہدیہ پیش کیا - نمبر ۳۳ -

سنہ ۱۸۵۶ ع - ۲۰ جولائی - پیرس کی نمائش سے جو سنہ ۱۸۵۵ ع میں منعقد ہوئی تھی کتب ذیل خریدی گئیں - نمبر ۹۴ - ۲۴۹ -

سنہ ۱۸۶۴ ع - ۲۲ جولائی - بالن ٹین James Ballantyne سے جو انڈیا آفس کا لائبریرین تھا، کتب ذیل خریدی گئیں - نمبر ۹۰ - ۹۸ - ۱۳۵ - ۲۶۱ - ۲۶۹ -

سنہ ۱۸۶۴ ع —— ہال F. Hall نے جو انڈیا آفس کا لائبریرین تھا کتب ذیل ہدیتاً دیں - نمبر - ۱۹ - ۵۶ - ۵۹ - ۶۳ - ۲۱۴ -

سنہ ۱۸۷۶ ع —— رایل سوسائٹی نے کتب ذیل تفویض کیں - نمبر ۹۶ - ۱۲۰ - ۲۱۹ -

سنہ ۱۸۷۶ ع - ۲۲ مئی - کپتان پاگسن W . R . Pogson نے بطور ھدیہ پیش کیا - نمبر - ۱۶۸ -

سنہ ۱۸۷۷ ع - دھلی کے کتب خانۂ شاھی کا بہت بڑا حصہ لارڈ کیننگ (Lord Canning) کے ایما سے سرکاری طور پر انڈیا آفس میں محفوظ کیا گیا - نمبر ۵ سے ۹ تک ۱۰ سے ۱۵ تک ' ۲۰ سے ۲۹ تک ' ۳۸ - ۵۳ - ۵۴ - ۶۴ ۶۵ - ۶۶ - ۸۲ - ۹۳ - ۱۱۷ - ۱۲۴ - ۱۲۸ سے ۱۳۰ تک ' ۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۳۶ - ۱۳۸ سے ۱۴۰ تک ' ۱۴۲ - ۱۴۳ - ۱۴۷ - ۱۵۶ - ۱۵۷ - ۱۶۰ - ۱۶۳ - ۱۶۴ - ۱۶۶ ۱۷۲ سے ۱۸۵ تک ' ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۹۰ سے ۲۱۳ تک ' ۲۱۵ - ۲۱۶ - ۲۱۷ - ۲۲۱ - ۲۲۲ - ۲۲۴ - ۲۲۵ - ۲۲۶ ۲۲۸ - ۲۳۰ - ۲۳۱ - ۲۵۶ - ۲۶۵ -

سنہ ۱۸۹۲ ع ۳ اکتوبر - بھاؤ نگری نے بطور تحفہ پیش کیا - نمبر ۱۱۰ -

سنہ ۱۹۰۷ ع - ۱۳ مئی - اوکنیالی J . O'kinealy کا اسباب نیلام ھوا تو اس میں کتب ذیل خریدی گئیں - نمبر ۱۸ - ۳۱ - ۸۰ ۱۶۸ - ۲۶۸ -

سنہ ۱۹۱۲ ع ۱۶ فروری - ولیم اروین William Irvine کے وارثوں سے کتب ذیل خریدی گئیں - نمبر ۴۳ - ۴۴ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ ۴۹ - ۵۰ - ۵۵ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۱۸۶ - ۲۲۹ - ۲۴۲ -

——— ——— چارلس برون C . Brown متوفی سنہ ۱۸۸۴ ع مصنف تلنگی انگریزی تذکرہ نے ھدیتاً دیا - نمبر ۱۵۲ -

اس ذخیرے میں جو کتابیں خاص خاص خصوصیات رکھتی ہیں ان کو مسٹر تھامس (W. Thomas) مہتمم کتب خانہ نے تین گروپ میں تقسیم کیا ہے —

(۱) کتابت کی قدامت کے لحاظ سے "امواج خوبی" کے دو نسخے (۱ - ۲) قابل توجہ ہیں - جن کی کتابت سنہ ۱۰۱۶ ھ اور سنہ ۱۰۷۸ ھ میں ہوئی ہے —

(۲) باتصویر چھ کتابیں ہیں - خاور نامہ (۳۵) قصۂ سبز و رنگ (۹۲) پھولبن (۱۰۳) - لال و گوہر (۱۱۰) مثنوی میرحسن (۱۴۱) کلیات سودا (۱۴۶) —

(۳) مصنفین کے مسودات سے گیارہ کتابیں خاص "رنگین" کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں - ۱۷۹ - ۱۸۰ - ۱۸۲ - ۱۸۳ - ۱۸۴ - ۱۸۵ - ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۹۲ - ۲۰۸ - ۲۱۰ —

اس فہرست کو جب ہم سرسری نظر سے دیکھتے ہیں تو اس میں دکنی زبان کی اکثر کتابیں نظر آتی ہیں جس سے گمان ہوتا ہے کہ اُن کی وجہ سے ہماری معلومات میں بعض نئی باتوں کا اضافہ ہوگا اور قدیم اُردو کی تاریخ مدون کرنے میں بہت کچھ مدد ملےگی - لیکن غایر نظر ڈالنے کے بعد معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں زیادہ تر وہی کتابیں ہیں جن سے تاریخ اردو کے مطالعہ کرنے والے مدت سے واقف ہیں اور اُن میں سے اکثر کتابوں کا تذکرہ ہماری کتاب اُردو ے قدیم میں بھی آچکا ہے - چنانچہ مثال کے طور پر چند خاص خاص کتابوں کے نام اور ان کی سنین تصنیف ذیل میں درج کرتے ہیں —

خوب ترنگ	میاں خوب محمد	سنہ ۹۸۶ھ	(۱ و ۲)
فسانۂ قطب شاہ	.....	سنہ ۱۰۱۸ھ	(۱۲۲)
قصہ سیف الملوک	ملاغواصی	سنہ ۱۰۳۵ھ	(۹۹)
خاورنامہ	رسمی	سنہ ۱۰۵۹ھ	(۳۵)

پھول بن	ابن نشاطی	سنہ ۱۰۶۶ھ	(۱۰۳)
گلشن عشق	ملا نصرتی	سنہ ۱۰۶۸ھ	(۱۰۴)
علی نامہ	ملا نصرتی	سنہ ۱۰۷۱ھ	(۳۶)
شریعت نامہ	شاہ ملک	سنہ ۱۰۷۷ھ	(۳)
جنگ نامہ	سیوک	سنہ ۱۰۹۵ھ	(۱۰۸)
ظفر نامہ	لطیف	سنہ ۱۰۹۵ھ	(۱۰۹)

ان کے علاوہ دکنی کی چند اور کتابیں بھی ہیں - مثلاً بوجھہ نرنجن (۴) شیخ فریدالدین عطار کے تذکرے کا منتخب (۵۲) ابو شحمہ (۷۱) ابراہیم ادھم (۷۴) بہلول صادق (۷۹) ہشام و قمر (۹۴) چندر بدن (۱۰۰) کے قصے - مرزامحمد اسمعیل کی حکایات (۷۵ - ۷۶) انوار سہیلی (۸۶ - ۸۷) اور گلستاں (۹۶ - ۹۷) کے ترجمے - یہ سب بارھویں صدی ہجری کے اخیر زمانے میں تصنیف ہوی ہیں - اور ان کے مصنف میر اور مرزا سودا کے معاصر ہیں - اس لئے ان کو دور قدیم سے کوئی تعلق نہیں ہے - اور نہ ادبیات اُردو میں کوئی خاص اہمیت رکھتے ہیں —

غرض کہ انڈیا آفس میں ادبیات اُردو کا جو ذخیرہ جمع ہے وہ ہمارے لئے نادر و نایاب نہیں ہے - حیدرآباد اور انجمن ترقی اُردو کے عظیم الشان کتب خانوں میں یہ سب بلکہ اس سے کہیں زیادہ ایسی کتابیں موجود ہیں جن کا پتہ انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے کتب خانوں میں نہیں ہے - ایسی حالت میں جو لوگ اُردو زبان کی ریسرچ کے لئے ولایت کو قدم رنجہ فرماتے ہیں وہ اپنے نفس اور اپنے ملک دونوں کو دھوکا دیتے ہیں —

انڈیا آفس کے تاریخی ذخیرے میں بعض کتابیں ایسی ہیں کہ جن کا ذکر دلچسپی سے خالی نہیں ہے - مثلاً احمد شاہ درانی اور مرہٹوں کے جنگ نامے (۳۷ - ۳۸) انگریزوں کے حملۂ کابل کی سرگذشت (۴۰) حیدر علی خاں والی میسور کا تذکرہ (۴۲) سادات بارہ کی تاریخ اور نسب نامہ (۴۳ - ۴۴)

وغیرہ - یہ سب چھوٹے چھوٹے رسالے ہیں - لیکن معاصرین کے لکھے ہوے ہیں - اس لئے قابل قدر ہیں —

انڈیا آفس میں سعادت یار خاں رنگین کی تمام تصنیفات موجود ہیں اور ان کی مدد سے رنگین کی تصنیفات کی فہرست بآسانی تیار ہو جاتی ہے —

(۱) دیوان ریختہ (۲) دیوان بیختہ (۳) دیوان آمیختہ

(۴) دیوان انگیختہ (۵) مجموعۂ رنگین (۶) مجالس رنگین

(۷) امتحان رنگین (۸) اخبار رنگین (۹)حدیقۂ رنگین- ان کتابوں کا مجموعہ نورتن رنگین کہلاتا ہے —

(۱۰) ایجاد رنگین (۱۱) عجائب وغرایب رنگین (۱۲) داستان رنگین

(۱۳) چہار چمن رنگین(۱۴) پنجۂ رنگین (۱۵) گلدستۂ رنگین -

ان کا مجموعہ شش جہت رنگین کہلاتا ہے —

(۱۶) شہر آشوب رنگین (۱۷) امثال رنگین (۱۸) حکایات رنگین

ان کا مجموعہ مثلث رنگین کہلاتا ہے —

(۱۹) جنگ نامہ رنگین (۲۰) نصاب رنگین (۲۱) حکایت رنگین (۲۲) مرقع رنگین (۲۳) حکایات رنگین - ان کا مجموعہ خمسۂ رنگین کہلاتا ہے - (۲۴) تصنیف رنگین (۲۵) گلدستۂ رنگین (۲۶) سبحۂ رنگین (۲۷) رنگین نامہ (۲۸) ساقی نامۂ رنگین (۲۹) تجربۂ رنگین (۳۰) کلام رنگین - ان کا مجموعہ سبع سیارہ رنگین کہلاتا ہے —

حسب ذیل کتابیں کسی مجموعے میں شامل نہیں ہیں - (۳۱) فرس نامہ رنگین - اس کا دوسرا نام اسب نامہ ہے (۳۲) قوت‌الایمان - عقاید کے بیان میں (۳۳) قصیدۂ قادریہ کا ترجمہ (۳۴) قصیدۂ بانت سعاد کا ترجمہ —

پروفیسر بلوم ہارٹ نے مختلف تذکروں سے اخذ کر کے بعض شعرا کے

حالات اور ان کے تصنیفات کے متعلق متفرق معلومات جمع کی ہیں جن سے بعض مفید و کار آمد باتیں معلوم ہو جاتی ہیں - مثلاً نمبر ۱۱۵ پر دیوان ولی کے ایک ایسے نسخے کا تذکرہ ہے جس کو سیدالمعالی کے فرزند سید محمد تقی نے بتاریخ ۲ ذی‌القعدہ سنہ ۱۱۵۶ ھجری میں تحریر کیا ہے - یہ ابوالمعالی وہی بزرگ ہیں جن کے ساتھہ ولی نے دلی کا سفر کیا تھا - اس کے خاتمے پر جو عبارت کاتب نے لکھی ہے اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ ولی کا نام ولی محمد ہے اور اس نسخے کی کتابت کے وقت فوت ہوچکے تھے - چنانچہ خاتمے کی اصل عبارت یہ ہے —

تمت تمام شد دیوان مغفرت نشان ولی محمد مرحوم متوطن دکن بتاریخ دویم شہر ذیقعدہ سنہ۱۱۵۶ ھجری روز پنجشنبہ بوقت صبح تحریر یافت - مالک و کاتب ایں دیوان عاجز المذنب محمد تقی ولد سید ابوالمعالی ست ، کسے کہ دعوی کند باطل است —

پروفیسر بلوم ہارٹ نے فہرست کی ترتیب و تبویب میں بہت بے احتیاطی سے کام لیا ہے - مثلاً تاریخ History اور جغرافیہ Topography کے دو جدا جدا عنوان قائم کئے ہیں - لیکن تاریخ جمالی (۴۷) کو جس میں قصبۂ جمال پور کا تذکرہ ہے جغرافیہ میں درج کر کے عوض تاریخ میں شامل کر دیا ہے - قصص و حکایات Romances and Fables اور منظومات Poetry کے بھی علیحدہ علیحدہ عنوان ہیں - اس لئے ضروری تھا کہ جملہ منظوم کتابیں منظومات کے تحت میں جمع کردی جاتیں یا نظم و نثر میں جس قدر کتابیں قصص و حکایات کے متعلق ہیں اُن سب کو قصص و حکایات کے تحت میں لکھا جاتا - لیکن بلوم ہارٹ نے ایسا نہیں کیا ہے بلکہ چند منظوم افسانے قصص و حکایات میں (مثلاً نمبر ۷۱ - ۷۲ - ۷۴ - ۸۲ — ۸۳ - ۹۲) اور چند منظومات کے تحت میں (مثلاً ۹۹ — ۱۰۰ - ۱۰۳ - ۱۰۴ —

۱۱۰) درج کئے ھیں - اسی طرح بعض مذھبی نظموں کو منظومات کے تحت میں (۱۶۸ - ۱۶۵) اور بعض کو دینیات Theology کے تحت میں (۱ - ۳ - ۴ - ۲۶) لکھہ دیا ھے - خاور نامہ (۳۵) علی نامہ (۳۶) فتح نامۂ ٹیپو سلطان (۱۴۵) منظوم ھیں اور تاریخی کتابیں ھیں - ان میں سے دو اول الذکر کو تاریخ میں اور فتح نامہ کو منظومات میں درج کیا ھے - عطا حسین خاں تحسین کی نو طرز مرصع (۱۲۹ - ۱۳۰) نثر ھے لیکن منظومات میں شریک کردی گئی ھے - اور ان بے احتیاطیوں سے فہرست کی تقسیم و تبویب میں بے ترتیبی واقع ھوگئی ھے —

اس خرابی کے علاوہ فہرست میں بعض تاریخی اور تحقیقاتی غلطیاں بھی پائی جاتی ھیں - اس میں کئی جگہ سلطان عبداللہ قطب شاہ والی گولکنڈہ کا سنہ جلوس سنہ ۱۰۲۰ ھ مطابق سنہ ۱۶۱۱ عیسوی اور سنہ وفات سنہ ۱۰۸۳ ھجری مطابق سنہ ۱۶۷۲ عیسوی بتا یا گیا ھے (۹۹ - ۱۰۳) حالانکہ جلوس کی صحیح تاریخ ۲ - جمادی الاول سنہ ۱۰۳۵ ھ مطابق یکم فروری سنہ ۱۶۲۶ عیسوی ھے جو اس کی قبر پر کندہ ھے * —

غواصی کی تصنیفات کا تذکرہ کرتے ھوے لکھا ھے کہ محمد قادری نے نخشبی کے طوطی نامے کا خلاصہ کیا تھا - اُس کو غواصی نے دکنی میں منظوم کیا (۹۹) لیکن یہ غلط ھے - کیونکہ غواصی کا طوطی نامہ نخشبی کے طوطی نامے سے حرف بہ حرف مطابقت رکھتا ھے - اور دونوں میں بالترتیب باون حکایات مذکور ھیں - بر خلاف اس کے محمد قادری نے صرف پینتیس حکایات کا خلاصہ کیا ھے —

بعض کتابوں کے مصنفین کی نسبت پروفیسر بلوم ھارٹ سے غلطی ھو گئی ھے - مثلاً قصہ چندر بدن (۱۰۰) کو عزیز کی ' پنجی با چھہ (۱۲۱) کو ضعیف کی اور بکت کہانی (۹۳ - ۱۶۹ - ۱۷۰) کو گوپال کی تصنیف بتایا ھے - لیکن صحیح

۹

* Epigraphia Indo-Moslemica 1915 - 16 PP 40

یہ ہے کہ قصۂ چندر بدن مقیمی کی تصنیف ہے جو ایک دکنی شاعر اورنگ‌زیب کا معاصر ہے - پنجی باچھہ کے مصنف کا تخلص وجدی ہے جو کتاب میں جگہ جگہ آیا ہے - بکٹ کہانی محمد افضل کی تصنیف ہے جن کا تخلص افضل ہے اور یہ بزرگ بقول قائم چاند پوری کے سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں گذرے ہیں —

دیوان قایم (۱۴۳) کے تحت میں قایم کی تاریخ وفات سنہ ۱۲۰۲ھ بیان کی ہے اور اس کی توثیق میں جرأت کی حسب ذیل تاریخ نقل کی ہے - لیکن تاریخ سے از روے جمل سنہ ۱۲۰۸ ھ برآمد ہوتے ہیں —

'جرأت' نے کہی یہ رو کے تاریخ وفات یکتائی کے ساتھہ
'قائم' بنیاد شعر ہندی نہ رہے' کیا کہئے ا ب آ ہ

اس تمہیدی نوٹ کو ختم کر کے ہم پروفیسر بلوم ہارٹ کی فہرست کا اقتباس نقل کرتے ہیں - اس سے ناظرین کو معلوم ہو جائےگا کہ انڈیا آفس کے کتب خانے میں اُردو زبان کی کون کون سی قلمی کتابیں محفوظ ہیں —

کتب خانہ انڈیا آفس کے اردو مخطوطات

پروفیسر بلوم ہارٹ کی فہرست کا اقتباس

۱ — دینیات

۱ - امواج خوبی — ایک صوفیانہ نظم خوب ترنگ کی شرح - خوب ترنگ کو خوب محمد نے سنہ ۹۸۶ ھ میں بزبان دکنی نظم کیا - سنہ ۱۰۰۰ ھ میں بزبان فارسی اس کی شرح لکھی - مکتوبہ ۲ - صفر سنہ ۱۰۱۶ ھ - ۹۶ ورق - شرح متن میں خوب ترنگ حاشیہ پر ہے -

۲ - نسخۂ ثانی — مکتوبہ ۲۸ ربیع الثانی سنہ ۱۰۷۸ ھ - ۱۷۹ ورق - متن میں خوب ترنگ، حاشیہ پر شرح -

۳ - شریعت نامہ — مسائل فقہ میں - منظوم بزبان دکنی - شاہ ملک نے سنہ ۱۰۷۷ ھ میں تصنیف کیا - ۴۸ ورق -

۴ - بوجھہ نرنجن — مسائل فقہ میں - منظوم بزبان دکنی - مصنف کا نام اور عہد تصنیف غیر متحقق - کتابت سنہ ۱۱۲۶ ھ - ۱۴ ورق -

۵ - موضح القرآن — شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمہ قرآن شریف اور مختصر تفسیر جو سنہ ۱۲۰۵ ھ میں تمام ہوئی ہے - صرف ابتدا کے چار سورے - ۱۴۱ ورق -

۶ - ترجمۂ قرآن شریف — بین السطور شاہ رفیع الدین دھلوی کا ترجمہ - حاشیہ پر شاہ عبد القادر کی تفسیر موضح القرآن - صرف چھ سورے ۲۰۸ ورق —

۷ - ترجمۂ قرآن شریف — بین السطور شاہ رفیع الدین کا ترجمہ - صرف تیسواں سیپارہ - ۸۳ ورق —

۸ - ترجمۂ قرآن شریف — بین السطور شاہ رفیع الدین کا ترجمہ اور حاشیہ پر موضح القرآن، صرف آخر کے دو سیپارے - ۲۶ ورق -

۹ - ترجمۂ قرآن شریف — بین السطور شاہ عبدالقادر کا ترجمہ - صرف تیسواں سیپارہ، ۴۰ ورق —

۱۰ - موضح القرآن — صرف تیسواں سیپارہ - آخر میں سورۂ فتح - ۳۷ ورق —

۱۱ - ترجمۂ قرآن شریف — بین السطور شاہ عبدالقادر کا ترجمہ - دوسرا اور تیسرا سورہ - ۴۱ ورق —

۱۲ - تفسیر سیپارۂ عم — منظوم - تصنیف غلام مرتضیٰ - کتابت ۴ - ذیحجہ سنہ ۱۲۴۰ ھ - ۱۵۵ ورق —

۱۳ - تفسیر سورۂ یوسف — نثر - مصنف کا نام اور عہد تصنیف غیر متحقق - کتابت سنہ ۱۲۶۴ ھ، ۷۹ ورق —

۱۴ - تفسیر سورۂ قاف — نثر - مصنف کا نام اور عہد تصنیف غیر متحقق - ۲۳ ورق —

۱۵ - تفسیر سورۂ رحمن — نثر - مصنف کا نام اور عہد تصنیف غیر متحقق - ۱۲ ورق —

۱۶ - خلاصۂ سلطانی — مسائل فقہ میں - قاضی غلام احمد نے ٹیپو سلطان کی فرمایش سے تصنیف کیا - ۸۶ ورق —

۱۷ - احکام النساء — عورتوں کے متعلق مسائل دینیہ - سید غلام احمد نے ٹیپو سلطان کی فرمایش سے نظم اُردو میں تصنیف کی - ۳۳ ورق —

۱۸ - تنبیہ المضلین — منظوم - عقاید وہابیہ میں - مولوی خرم علی کی نصیحت المسلمین کے جواب میں لکھی گئی ہے - ۳۳ ورق —

۱۹ - تنبیہ الغافلین — شاہ رفیع الدین دہلوی کے فارسی رسالے کو اُردو نثر میں بینی نارائن کھتری نے ترجمہ کیا - ۱۱۸ ورق -

۲۰ - برق لامع — منظوم - عقاید اہل تشیع میں - تصنیف مرزا محمد جعفر فصیح - ۸۳ ورق —

۲۱ - اتالیق الصبیاں — نثر - تصنیف سید صالح محمد - ۱۰۵ ورق —

۲۲ - نصیحت المسلمین — نثر - مسائل دینیہ میں - تصنیف مولوی خرم علی ۳۲ ورق —

۲۳ - فضل بہار — نثر - مسایل دینیہ میں مولوی سید فضل علی نے سنہ ۱۲۴۰ ھ میں تصنیف کیا ' ۳۲ ورق —

۲۴ - مایۃ مسائل — نثر - مولانا محمد اسحاق فاروقی کے رسالہ کو سنہ ۱۲۴۵ ھ میں احمداللہ صدیقی نے ترجمہ کیا - کتابت سنہ ۱۲۷۳ ھ ۸۲ ورق —

۲۵ - مثال نامہ — نثر - مسائل دینیہ میں - حکیم مظفر حسین خاں طبیب خاص امیرالدولہ نواب محمد امیر خاں نے سنہ ۱۲۴۷ ھ میں تصنیف کیا - ۳۹ ورق —

۲۶ - حدایق اثنا عشری — نثر - مسائل اہل تشیع میں - سید مہدی علی کے فارسی رسالہ سیفیہ کو سید سیف الدین حیدر نے

سنہ ۱۲۵۵ ھ میں ترجمہ کیا - ۷۶ ورق —

۲۷ - رسالۂ اوقات نماز پنجگانہ — نثر - تصنیف محبوب علی خاں حنفی - کتابت سنہ ۱۲۶۴ ھ - ۴۴ ورق —

۸۲ - ضیاالایمان — نثر - عقاید اہل سنت میں - تصنیف مولوی کفایت علی بریلوی - ۴۷ ورق —

۲۹ - عہد نامہ — نثر - کسی عربی رسالے کا ترجمہ - ۷ ورق —

۳۰ - بحث بطلان تناسخ — نثر - مصنف کا نام غیر متحقق - ۴ ورق —

۳۱ - رسالہ در عقاید اہل سنت — نثر بزبان دکنی - ۶۹ ورق —

۳۲ - ترجمۂ قصیدۂ بردہ — شیخ شرف الدین بوصیری کے قصیدہ کا شعر بہ شعر ترجمہ بزبان دکنی سید محمد نے ترجمہ کیا - عہد ترجمہ غیر متحقق - ۵۰ ورق —

۳۳ - انتخاب نمازوں کا — عیسائیوں کے لئے - نثر میں - ریورینڈ ہنری مارٹین Rev . Henry Martyn نے سنہ ۱۸۰۷ ع میں انگریزی سے ترجمہ کیا - ۸۷ ورق —

۳۴ - ترجمۂ انجیل متی — سنہ ۱۸۱۲ ع میں میر حسن علی نے جان شکسپیر کی مدد سے ترجمہ کیا - ۶۱ ورق مصنف کا مسودہ —

---

۲ - تاریخ

۳۵ - خاور نامہ — ابن حسام کے خاورنامے کا ترجمہ - منظوم بزبان دکنی - کمال خاں رستمی نے خدیجہ بیگم دختر محمد امین بن ابراہیم قطب شاہ و منکوحہ سلطان محمد عادل شاہ

کی فرمایش سے سنہ۱۰۵۹ھ میں تصنیف کیا - ۵۴۳ورق -

۳۶ - علی نامہ — سلطان علی عادل شاہ ثانی کی منظوم تاریخ جس کو نصرتی نے سنہ ۱۰۷۱ھ میں تصنیف کیا - ۲۱۹ ورق -

۳۷ - جنگ نامہ بھاؤ راو — منظوم - احمد شاہ درانی اور مرہٹوں کی لڑائی جو سنہ۱۷۶۱ ع میں بمقام پانی پت ہوئی اُس کا تذکرہ - مصنف کا نام معلوم نہیں - ۳۴ ورق —

۳۸ - جنگ نامہ مرہٹہ اور شاہ درانی — منظوم - ۳۷ نمبر کے علاوہ مصنف کا نام معلوم نہیں - ۲۷ ورق —

مصنف کا نام معلوم نہیں ۳۴ ورق —

۳۹ - آرایش محفل — سو جان رائے کی خلاصۃالتواریخ کے جغرافیائی حصے کا اُردو ترجمہ - ڈاکٹر گلکرسٹ کی فرمائش سے سنہ ۱۲۱۴ ھ میں میر شیر علی 'افسوس' نے ترجمہ کیا - ۲۶۴ ورق —

۴۰ - جنگ خراسان — سنہ ۱۸۳۸ ع میں انگریزوں نے افغانستان پر جو حملہ کیا تھا اُس کے واقعات کریم بخش نے نظم میں لکھے ہیں - اس کا دوسرا نام جنگ نامہ کابل ہے - ۹۹ ورق —

۴۱ - تاریخ شیر شاہی — شیر شاہ بادشاہ دہلی کی تاریخ - عباس خاں شیروانی کی فارسی تاریخ سے مظہر علی خاں ولا نے سنہ۱۲۲۰ھ میں بزبان اردو ترجمہ کیا - ۱۲۲ ورق —

۴۲ - حیدر نامہ — حیدر علی خاں والیٔ میسور کی تاریخ - ابتدا سے سنہ ۱۷۸۲ ع تک - اس کے مصنف کا نام معلوم نہیں —

۴۳ - سیدالتواریخ — نثر - سادات بارہ کی تاریخ - سید روشن علی خاں

ساکن میراں پور ضلع مظفر نگر کی تصنیف —

۴۴ - بیان حسب و نسب سادات بارہ — نثر - تصنیف خورشید علی خاں - ۴ ورق —

۴۵ - تاریخ فرمانروایان بہاول پور — ابتداء سے سنہ ۱۲۲۷ ھ تک - مصنف کا نام معلوم نہیں - ۱۱۰ ورق —

۴۶ - تاریخ اقوام ہند — پورانوں کی تحریر کے مطابق - مصنف کا نام معلوم نہیں - ۳۲ ورق

۴۷ - تاریخ جمالی — جمال‌پور پرگنہ محمدآباد ضلع غازی‌پور کا تاریخی بیان عبدالقدیر وکیل نے مرتب کیا - ۹ ورق —

۴۸ - حالات پنجاب — پنجاب کی تاریخ رنجیت سنگھ کے زمانے کی - مہدی علی زکی نے راجہ نہال سنگھ والیء کپورتھلہ کی فرمائش سے لکھی - ۳۴ ورق —

۴۹ - حالات حملۂ نادر شاہ — تلوک داس کی ہندی نظم کا نثر اردو میں ترجمہ - ۸ ورق -

۵۰ - تاریخ نواب نجیب‌الدولہ — درگاہ پرشاد ساکن نجیب‌آباد نے سنہ ۱۸۹۰ ع میں مرتب کیا —

۵۱ - حالات نواب رشید خاں — بانیء رشیدآباد واقع ضلع فرخ‌آباد - مکتوبہ سنہ ۱۸۹۳ ع - ۱۴ ورق —

۳ - سوانح عمری

۵۲ - منتخب نیکنام — اولیاء اللہ کا تذکرہ - منظوم - شیخ فریدالدین عطار کی تصنیف کا عزیز نے سنہ ۱۲۰۰ ھ میں بزبان دکنی ترجمہ کیا - ۷۶ ورق —

۵۳ - ضیاء الابصار — شہادت امام حسین کا تذکرہ - میر علی اکبر رضوی نے

سنہ ۱۲۳۲ ھ میں عربی سے نثر اُردو میں ترجمہ کیا - ۶۳۴ ورق —

۵۴ ـ داوزدہ مجلس — شہداء کربلا کے واقعات صاف و سادہ نثر اُردو میں مصنف نا معلوم —

۴ — تذکرے

۵۵ ـ مخزن نکات — اُردو شعراء کا تذکرہ - محمد قیام‌الدین قایم نے سنہ ۱۱۶۸ ھ میں مرتب کیا - ۸۶ ورق —

۵۶ ـ تذکرہ‌علی‌حسینی‌گردیزی — اردو شعرا کا تذکرہ جو سنہ ۱۱۶۵ ھ میں مرتب ہوا مکتوبہ ۱۱۸۰ ھ - ۷۲ ورق —

۵۷ ـ نسخۂ دوم — مکتوبہ سنہ ۱۲۱۶ ھ - ۷۹ ورق —

۵۸ ـ نسخۂ سوم — مکتوبہ سنہ ۱۸۰۵ ع - ۱۱۹ ورق —

۵۹ ـ مجموعہ نغز — شعرائے اُردو کا تذکرہ - مصنفہ سید ابوالقاسم مہر قدرت اللہ خاں دہلوی المتخلص بہ قاسم - ۴۵۰ ورق

۶۰ ـ گلشن ہند — نواب علی ابراہیم خاں کے فارسی تذکرۂ گلزار ابراہیم سے مرزا علی لطف نے ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرمائش سے سنہ ۱۸۰۱ ع میں ترجمہ کیا - ۱۹۶ ورق —

۶۱ ـ گلستان بیخزاں — سید قطب‌الدین باطن نے سنہ ۱۸۴۹ ع میں مرتب کیا - ۱۴۶ ورق —

۶۲ ـ تذکرہ سرور — مرتبہ میر محمد خاں سرور - ۴۷۹ ورق —

۶۳ ـ عیارالشعراء — مرتبہ منشی خوب چند ذکا - ۴۷۴ ورق —

۶۴ ـ تذکرۂ شعرائے اُردو — ناقص اول - کتاب اور مصنف کا نام معلوم نہیں - شاہ عالم بادشاہ کی وفات (سنہ ۱۸۰۶ ع) کے بعد تالیف ہوا ہے - ۲۰۸ ورق—

۶۵ - تذکرۂ شعرائے اردو — بلا دیباچہ - کسی نا معلوم‌الاسم مصنف کا مسودہ ہے - ۸۲ تا ۱۱۳ ورق —

۶۶ - بیاض — فارسی اور اُردو شعراء کے منتخب کلام کا مجموعہ جس کو منشی شمس‌الدین نے مرتب کیا ہے —

۵ — جغرافیہ

۶۷ - تاریخ بھدوہی — پرگنہ بھدوہی واقع ضلع مرزا پور کا تاریخی بیان قاضی محمد شریف نے سنہ ۱۸۴۷ ع میں مرتب کیا - ۳۸ ورق —

۶۸ - آئینہ بندیل کھنڈ — بندیل کھنڈ کا تاریخی اور جغرافیائی بیان - سنہ ۱۸۶۷ ع میں سید منظور احمد نے مسٹر لائیڈ (Lloyd) کی فرمائش سے مرتب کیا - ۱۲۱ ورق —

۶۹ - تاریخ هنسوه — مصنف کا نام معلوم نہیں - ۲۸ ورق —

۷۰ - وقایع بنارس و جون پور - سید مہدی حسین کی فارسی کتاب سے سید مبارک علی وکیل بنارس نے ترجمہ کیا - ۱۵ ورق —

۶ — قصص و حکایات

۷۱ - قصہ ابو شحمہ — منظوم بزبان دکنی - تصنیف امین - مصنف نے لکھا ہے کہ ابوالحسن تانا شاہ والیٔ گولکنڈہ کے زمانے میں بعمر سولہ سال فارسی میں لکھا - پھر اُس کا ترجمہ دکنی میں کیا - ۲۰۵ تا ۲۳۷ ورق —

۷۲ - قصہ طالب و موهنی — منظوم بزبان دکنی تصنیف سید محمد والد - مکتوبہ سنہ ۱۱۷۱ ھ = سنہ ۱۷۵۸ ء - ۹۳ تا ۱۵۶ ورق —

۷۳ - مجموعہ دکنی منظومات کا ۷۱ ورق اِس میں حسب ذیل کتابیں شامل ہیں -

(۱) قصه بی بی مریم - (۲)قصۂ ملکه مصر (۳) قصه پدماوت، تصنیف غلام علی (۴) معجزۂ سرور عالم (۵) قصه کرامات پیر دستگیر، تصنیف افضل - (۶) قصه زن و شوهر (۷) قصۂ زن عاشق، تصنیف ضعیفی (۸) نصیحت نکاح، تصنیف مخدوم - (۹) معجزۂ بی بی فاطمه —

۷۴ - قصۂ ابراهیم ادهم — منظوم بزبان دکنی- مصنف غیر متحقق- ۶۳ تا ۸۲ ورق

۷۵ - دو حکایات — تصنیف مرزا محمد اسمعیل - بزبان دکنی نثر میں - ۶۴ ورق - (۱) حکایت سوداگر (۲) حکایت موش که بادشاهی کرد —

۷۶ - چار حکایات — تصنیف مرزا محمد اسمعیل بزبان دکنی نثر میں - ۱۲۹ ورق- (۱)حکایت در باب کید زنان (۲) حکایت زن برهمن (۳) حکایت مسافرت شاهزادۂ بنگاله (۴) حکایت زن راکهش که بشکل شتر سپید بود —

۷۷ - قصه مینا — منظوم بزبان دکنی- مصنف نامعلوم - ۷۲ تا ۹۲ ورق—

۷۸ - نسخۂ ثانی — مکتوبه ۷ ربیع‌الآخر سنه ۱۱۵۲ ھ - ۲۳ ورق—

۷۹ - قصۂ بهلول صادق — منظوم بزبان دکنی - تصنیف لطفی - ۷ ورق —

۸۰ - قصۂ منصور — منظوم- تصنیف احمد علی شیو راجپوری- تخلص 'رسا' مکتوبه سنه ۱۲۸۳ ھ - ۵۹ تا ۷۰ ورق—

۸۱ - هشت کنشت — غلام احمد دهلوي نے هنری مارٹین کی فرمایش سے سنه ۱۲۱۷ ھ میں سید حسین حقیقت کی هشت گلزار کا ترجمه کیا . هشت گلزار نثر هے امیر خسرو کی مثنوی هشت بهشت کی - ۱۴۱ ورق —

۸۲ - قصہ رنگین گفتار — پرتگالی ڈاکٹر زاویردا سیلوا (Xavierda Silva) کی فرمائش سے نو طرز مرصع (نمبر ۱۲۹) کے جواب میں خواجہ عظمت اللہ دہلوی تخلص نیاز نے سنہ ۱۲۲۶ھ میں تصنیف کیا - ۵۱ تا ۱۰۵ ورق --

۸۳ - قصہ گل وہرمز — نثر بزبان دکنی - فارسی سے محمد خاطر اور شمشیرعلی نے ترجمہ کیا - ۱۱۸ ورق —

۸۴ - مجموعہ دو حکایات کا دکنی نثر میں — غیر مشہور - ۶۷ تا ۱۱۴ ورق - (۱) قصہ انار رانی (۲) قصہ ہارون الرشید—

۸۵ - مجموعہ چھوٹے چھوٹے نو قصص و حکایات کا — نثر میں بزبان دکنی - ۲۹ ورق —

۸۶ - انوار سہیلی — غیر مشہور ترجمہ - نثر میں بزبان دکنی ' مصنف کا نام اور زمانۂ تصنیف غیر متحقق - ۴۳۶ ورق —

۸۷ - انوار سہیلی — نمبر ۸۶ کا نسخۂ ثانی - ناقص الاول - ۲۱۹ ورق —

۸۸ - نسخۂ ثالث — صرف باب چہارم - ۲۴۵ ورق —

۸۹ - نسخۂ رابع — مقدمہ اور پہلے دو باب - ۱۵۰ ورق —

۹۰ - نسخۂ خامس — صرف باب اول - ۱۰۲ ورق —

۹۱ - نسخۂ سادس — نہایت ناقص - صرف متفرق - ۸ ورق—

۹۲ - قصہ سبز و رنگ — منظوم - تصنیف عاشق - ۱۶ ورق —

۹۳ - مجموعہ — نظم و نثر کے مختلف رسالوں کا ۱۰۳ ورق - (۱) گربہ نامہ - چوہے بلی کی کہانی ' تصنیف سید غلام علی دہلوی (۲) معجزۂ سرور دو عالم در باب سلطان یمن (۳) ایک نظم ہندی آمیز - غیر مشہور شاعر

فقیر کی لکھی ہوی - (۴) آساس الوھابئین - نثر میں وھابی مذھب کی اصل اور اُس کے دھلی میں رواج پانے کا تذکرہ (۵) سعادت یار خاں رنگین کی مثنوی جس میں نجار، خیاط، زرگر اور زاھد کا قصہ ھے - نمبر ۱۸۳ - (۶) میر تقی کی مثنوی دریاے عشق (۷) ایک غیر معروف شاعر قطبی کا تیرہ ماسہ مکتوبہ سنہ ۱۲۵۳ ھ - (۸) فارسی مثنوی (۹) بکت کہانی یعنی بارہ ماسہ تصنیف محمد افضل نمبر ۱۶۹- (۱۰) رنگین کی مثنوی شش جہت نمبر ۱۸۹ —

۹۴ - قصۂ ھشامہ و قمر — قدیم زبان میں - میر نجیب اللہ شاہ ساکن رھتاس کی تصنیف - ۳۹ ورق —

۹۵ - مجموعۂ لطایف — ۱۰۸ لطایف کا مجموعہ جو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ھے -۸۰ ورق —

۹۶ - گلستان — گلستان سعدی کا اُردو ترجمہ - غیر معروف - افسوس کے ترجمے کے علاوہ - مترجم کا نام اور زمانہ غیرمتحقق- ۱۶۷ ورق —

۹۷ - گلستان — گلستان سعدی کا ترجمہ نظم و نثر میں بزبان دکنی-مترجم کا نام اور زما نہ غیر متحقق - ۲۰۹ ورق —

۹۸ - باغ و بہار — چہار درویش کا فسانہ جس کو میر امن دھلوی نے نو طرز مرصع سے اخذ کر کے ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرمائش سے سنہ ۱۲۱۵ ھ میں تصنیف کیا - ۲۰۰ ورق—

۷ – منظومات

۹۹ – قصہ سیف‌الملوک و بدیع الجمال — دکنی زبان میں - غواصی نے بعہد عبداللہ قطب شاہ سنہ ۱۰۴۷ ھ یا سنہ ۱۰۳۵ ھ میں تصنیف کیا - ناقص اول ' مکتوبہ ۲ جمادی الثانی سنہ ۱۱۳۳ ھ ۶۲ ورق —

۱۰۰ – قصہ چندر بدن و مہیار — بزبان دکنی - تصنیف عزیز معاصر غواصی - مکتوبہ ۲۰ رجب سنہ ۱۱۵۹ ھ - ۱۰۴ تا ۱۵۱ ورق—

۱۰۱ – راگ مالا — راگ اور راگنیوں کا بیان - ہندی اصول پر نظم میں - سید عبدالولی عزلت کی تصنیف - یہ نسخہ ۲۵ محرم سنہ ۱۱۷۳ ھ کو مصنف کی فرمائش سے مکتوب ہوا ہے - ۴۴ ورق —

۱۰۲ – دیوان عزلت — سید عبدالولی کی غزلیات کا مجموعہ - ۴۵ تا ۷۷ ورق—

۱۰۳ - پھولبن — ابن نشاطی نے سنہ ۱۰۶۶ھ میں بعہد عبداللہ قطب شاہ تصنیف کیا - بزبان دکنی - بساتین کا ترجمہ - ۱۳۳ ورق–

۱۰۴ – گلشن عشق — بزبان دکنی - مذہر و مد مالتی کا فسانہ - نصرتی نے سنہ ۱۰۶۸ھ میں بعہد علی عادل شاہ ثانی تصنیف کیا - مکتوبہ ۱۳ شوال سنہ ۱۱۹۹ ھ - ۱۵۵ ورق—

۱۰۵ – نسخۂ ثانی — مکتوبہ ۳ شعبان سنہ ۱۲۱۰ ھ - ۱۵۴ ورق —

۱۰۶ – نسخۂ ثالث — ۲۰۱ تا ۳۳۶ ورق - آخر میں ایک نظم مدح علی عادل شاہ میں ' بزبان دکنی - شیخ میران انصاری کی لکھی ہوی —

۱۰۷ – نسخۂ رابع — جدید الخط - ۱۵۴ ورق —

۱۰۸ جنگ‌نامہ محمد حنیف بزبان دکنی - سیوک نے سنہ ۱۰۹۲ ھ میں تصنیف کیا ' ۱۱۰ ورق —

۱۰۹ ظفر نامہ محمد حنیف کی لڑائیوں کا فسانہ بزبان دکنی - لطیف نے سنہ ۱۰۹۵ ھ میں تصنیف کیا - کتابت سنہ ۱۷۲۳ ع - ۱۵۸ ورق -

۱۱۰ - قصہ لعل و گوہر بزبان دکنی - تصنیف عاجز - مکتوبہ سنہ ۱۱۲۹ ھ - ۳۰ ورق —

۱۱۱ - نسخۂ ثانی جدید الخط - ۸۳ تا ۹۷ ورق —

۱۱۲ - روضۃالشہدا واقعات کربلا میں - بزبان دکنی - ولی نے سنہ ۱۱۳۰ ھ میں تصنیف کیا - مکتوبہ پال گھاٹ سنہ ۱۲۱۶ ھ ۱۸۶ ورق —

۱۱۳ - دیوان ولی مکتوبہ ۲۲ ربیع‌الثانی سنہ ۱۳ جلوس محمد شاہی مطابق سنہ ۱۱۴۴ ھ -

۱۱۴ - نسخۂ دوم مکتوبہ ۲۹ ربیع‌الثانی سنہ ۲۴ جلوس محمد شاہی مطابق سنہ ۱۱۵۵ ھ ۲۱۲ ورق -

۱۱۵ - نسخۂ سوم مکتوبہ ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱۵۶ ھ بخط سید محمد تقی ولد سید ابوالمعالی ۱۳۴ ورق - یہ وہی ابوالمعالی ہیں جن کے ساتھہ ولی نے دہلی کی سیاحت کی تھی -

۱۱۶ - نسخۂ چہارم تاریخ کتابت ندارد - ۱۱۶ ورق -

۱۱۷ - نسخۂ پنجم بلا تاریخ - ۱۰۶ ورق -

۱۱۸ - نسخۂ ششم بلا تاریخ - ۸۵ ورق -

۱۱۹ - نسخۂ ہفتم صرف غزلیات ہیں - ۱۰۷ ورق - بلا تاریخ —

۱۲۰ - نسخۂ ہشتم صرف غزلیات ہیں - مکتوبہ سورت ۲۷ ذیحجہ سنہ ۱۲۸۰ ھ - ۷۲ ورق —

۱۲۱ - منطق‌الطیر — شیخ فریدالدین عطار کی منطق‌الطیر کا ترجمہ بزبان دکنی - پنچھی باچا نام، سنہ ۱۱۳۱ھ میں تمام ہوا - مترجم کا نام ضعیف ہے - مکتوبہ ۲۶ ذیحجہ سنہ ۱۲۰۶ھ - ۱۲۴ ورق —

۱۲۲ - مجموعہ — تین کتابوں کا - مکتوبہ حیدرآباد سنہ ۱۱۳۴ ھ - ۱۲۱ ورق - (۱) ابن نشاطی کی پھولبن دیکھو نمبر ۱۰۳ - (۲) قصہ محمد قلی قطب شاہ اور مشتری کی عشق و محبت کا - بزبان دکنی - یہ مثنوی سنہ ۱۰۱۸ ھ میں تمام ہوئی ہے (۳) ولی روضۃ الشہدا دیکھو نمبر ۱۱۲ حاشیہ پر —

۱۲۳ - دیوان آصف — نواب آصف الدولہ والی ع اودہ کا مجموعۂ نظم - قلمی قلم - ۱۴۲ ورق —

۱۲۴ - دیوان سجاد — حکیم میر محمد سجاد (وفات سنہ ۱۱۹۱ ھ) شاگرد مبارک آبرو - ۱۳۹ ورق —

۱۲۵ - دیوان یقین — انعام‌اللہ خاں مکتوبہ سنہ ۱۱۹۴ ھ ۲۹ ورق —

۱۲۶ - قصہ کام روپ — تصنیف تحسین‌الدین - بزبان دکنی - عہد تصنیف غیر متحقق - گارسان دی تاسی نے اس کو سنہ ۱۸۳۵ ع میں بمقام پیرس چھپوایا ہے - ۱۱ تا ۶۵ ورق —

۱۲۷ - نسخۂ دوم — مکتوبہ سنہ ۱۱۹۳ ھ - ۳۸ ورق —

۱۲۸ - آخر گشت — مذہبی نظم - تصنیف شاہ رمضان علی - ۱۱۰ ورق-

۱۲۹ نوطرز مرصع — امیر خسرو کی چہار درویش کا ترجمہ محمد حسین خاں تحسین نے نواب آصف‌الدولہ کی وفات سنہ ۱۷۹۷ ع سے پہلے مرتب کیا، مکتوبہ ۲۰ رمضان سنہ ۱۲۴۱ ھ

۱۳۲ ورق —

۱۳۰ - نسخۂ دوم — بلا تاریخ - ۶۱ ورق —

۱۳۱ - نسخۂ سوم — بلا تاریخ - ۶۴ ورق —

۱۳۲ - نمبر چہارم — مکتوبہ ۲۹ محرم سنہ ۱۲۴۸ ھ - ۱۷۴ ورق —

۱۳۳ - کلیات جعفر زٹلی — بلا تاریخ - ۴۲ ورق —

۱۳۴ - نسخۂ دوم — بلا تاریخ - ۴۷ ورق —

۱۳۵ - نسخۂ سوم — مکتوبہ ذیقعدہ سنہ ۱۲۱۸ھ - ۱۶۳ ورق —

۱۳۶ - نسخۂ چہارم — مکتوبہ دہلی ۲ مارچ سنہ ۱۸۴۳ع - ۳۹ ورق -

۱۳۷ - دیوان ابجدی — میر محمد اسمعیل خاں ابجدی مصنف انور نامہ - مکتوبہ سنہ ۱۲۹۲ ھ - ۳۲ ورق —

۱۳۸ - دیوان درد — خواجہ میر درد دہلوی - مکتوبہ گنگوہ سنہ ۱۲۳۰ ھ ۴۲ ورق —

۱۳۹ - نسخۂ دوم — بلا تاریخ- ۹۲ ورق —

۱۴۰ - خواب و خیال — مثنوی خواجہ میر اثر برادر خواجہ میردرد - مکتوبہ دہلی سنہ ۱۲۴۸ ھ - ۴۶ ورق —

۱۴۱ - سحرالبیان — میر حسن دہلی کی مشہور مثنوی - مکتوبہ مندرسور ۱۷ رجب سنہ ۱۲۳۶ ھ - ۱۰۲ ورق —

۱۴۲ - نسخۂ دوم — مکتوبہ ذیقعدہ سنہ ۱۲۵۲ ھ - ۸۷ ورق —

۱۴۳ - دیوان قایم — کلام محمد قیام‌الدین ' قایم ' - بلا تاریخ - ۲۰۰ ورق -

۱۴۴ - دیوان سوز — کلام سید محمد میر سوز - مکتوبہ ۱۴ جمادی‌الثانی سنہ ۱۹۱۶ھ - ۱۴۱ ورق —

۱۴۵ - فتح نامہ ٹیپو سلطان — سنہ ۱۷۸۵ ع میں ٹیپو سلطان اور مرہٹوں کے مابین جو لڑائی ہوئی ہے اس کا تذکرہ - بزبان دکنی -

طرب شاعر نے لکھا - بلا تاریخ - ۴۴ ورق —

۱۴۶ - کلیات سودا — مجموعۂ کلام مرزا محمد رفیع سودا بلا تاریخ - ۳۷۰ ورق -

۱۴۷ - نسخۂ دوم — مکتوبہ شاہ جہاں آباد سنہ ۱۲۱۴ھ - بخط میر مقبول نبی فرزند انعام اللہ خاں 'یقین' - خوش خط - کرم خوردہ ۴۶۷ ورق —

۱۴۸ - نسخۂ سوم — مکتوبہ سنہ ۱۲۱۹ ھ - ۳۷۱ ورق —

۱۴۹ - نسخۂ چہارم — بلا تاریخ - ۳۴۹ ورق —

۱۵۰ - نسخۂ پنجم — مکتوبہ ۲۰ جنوری سنہ ۱۸۱۷ ع مسٹر ٹیلر J . W . Taylor پروفیسر فورٹ ولیم کالج کے لئے یہ نسخہ مکتوب ہوا ہے —

۱۵۱ - نسخۂ ششم — بلا تاریخ - ۲۶۵ ورق —

۱۵۲ - نسخۂ ہفتم — مکتوبہ سنہ ۱۸۴۴ ع ' ۳۲۶ ورق - اس کے ابتدا میں ایک دیباچہ شامل ہے جس کا نام گلشن ہند ہے -

۱۵۳ - نسخۂ ہشتم — منتخب کلام کا مجموعہ ہے - بلا تاریخ - ۱۹۱ ورق -

۱۵۴ - نسخۂ نہم — غزلیات و رباعیات وغیرہ کا مجموعہ - بلا تاریخ - ۱۸۴ ورق -

۱۵۵ - نسخۂ دہم — منتخب کلام کا مجموعہ - فورٹ ولیم کالج کا نسخہ ہے - ۱۸۶ ورق -

۱۵۶ - دیوان بیدار — مجموعہ کلام میر محمد علی دہلوی' وفات سنہ ۱۲۱۲ھ

مکتوبہ بداؤن ' ۶ رجب سنہ ۱۶۹۴ ھ - ۸۷ ورق -

۱۵۷ - نسخۂ ثانی — بلا تاریخ - ۱۴۶ ورق - اس میں فارسی کلام بھی شامل ہے -

۱۵۸ - درمجالس — سیف بن ظفر نوبہاری کی درمجالس کو فارسی سے

عبداللہ کمینہ فرزند حافظ علی مطلبی نے نظم دکنی
میں ترجمہ کیا - بلا تاریخ - ۱۱۴ ورق -

۱۵۹ - دیوان افسوس — کلام میر شیر علی افسوس - ابتدا میں فارسی دیباچہ - آخر میں اسی مصنف کی مثنوی بہار سخن بلا تاریخ - ۳۰۵ ورق -

۱۶۰ - دیوان زادۂ حاتم — شیخ ظہورالدین حاتم نے سنہ ۱۱۹۸ ھ میں اپنے کلیات کا انتخاب دیوان زادہ کے نام سے کیا - بلا تاریخ - ۷۸ ورق -

۱۶۱ - دیوان محبت — کلام نواب محبت خاں فرزند حافظ رحمت خاں روہیلہ - وفات ۱۲۲۳ ھ، مکتوبہ ۱۱ شعبان ۱۱۹۶ ھ - ۱۵۵ ورق —

۱۶۲ - نسخۂ ثانی — فارسی کلام کے ساتھ - فورٹ ولیم کالج کا نسخہ ہے - بلا تاریخ —

۱۶۳ - دیوان جرات — مجموعۂ کلام شیخ قلندر بخش دہلوی - بلا تاریخ - ۲۹۷ ورق —

۱۶۴ - دیوان میر — کلام میر محمد تقی دہلوی - مثنویات اور پہلا دیوان - مکتوبہ ۱۳ محرم ۱۲۴۳ ھ - ۲۲۰ ورق -

۱۶۵ - وفات نامہ پیغمبر ۴ — بزبان دکنی - میر دکنی ایک غیر معروف شاعر کی تصنیف - ۸ تا ۲۱ ورق -

۱۶۶ - شمع و پروانہ — راجہ رتن سین اور پدماوتی کے عشق و محبت کا فسانہ ملک محمد جاسی کی ہندی نظم سے ابتدا میں ضیاءالدین عبرت اس کے بعد غلام علی عشرت نے لکھا اور ۱۲۱۱ ھ میں تمام کیا - مکتوبہ ۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۲۴۴ ھ ۷۳ ورق —

۱۲۷ - مجموعۂ کلام — شاہزادۂ جواں بخت جہاں ندار شاہ فرزند شاہ عالم ثانی ۹۸ ورق -

۱۶۸ - نصیحت المومنین مذہبی نظام مولوی خرم علی بلہاوری نے سنہ ۱۲۳۸ ھ میں لکھی ہے - ایک ورق —

۱۶۹ - بکٹ کہانی بارہ ماسہ تصنیف افضل - بلا تاریخ - ۲۰ ورق

۱۷۰ - نسخۂ ثانی بلا تاریخ - ۱۰ ورق —

۱۷۱ - شاہ نامہ مرزا توکل بیگ حسینی کے خلاصہ شاہ نامہ کو جسکا نام شمشیر خانی ہے لالہ مولچند منشی نے سنہ ۱۲۲۵ ھ میں نظم ریختہ میں ترجمہ کیا - بلا تاریخ - ۳۵۷ ورق —

۱۷۲ - دیوان ترقی کلام نواب اسد الدولہ مرزا محمد تقی خاں شاگرد میر سوز - ۱۰۵ ورق —

۱۷۳ - دیوان احسان کلام حافظ عبد الرحمن خاں دہلوی وفات سنہ ۱۲۶۷ ھ - مکتوبہ یکم جمادی الثانی سنہ ۱۲۵۷ ھ - ۱۳۲ ورق —

۱۷۴ - دیوان عشق مجموعۂ کلام حکیم میر عزت اللہ خاں ایاوی شاگرد حکیم ثناء اللہ خاں 'فراق' و فرزند میر قدرت اللہ خاں قاسم (وفات سنہ ۱۲۴۶ ھ) مکتوبہ ۲۵ ذیعقدہ سنہ ۱۲۳۶ ھ ۲۰۷ ورق —

۱۷۵ - دیوان عیش کلام حکیم آغاجان دہلوی - بلا تاریخ - ۱۱۴ ورق—

۱۷۶ - کلیات انشا مجموعۂ کلام حکیم انشاء اللہ خاں دہلوی - بلا تاریخ ۳۸۸ ورق —

۱۷۷ - کلیات ممنون مجموعۂ کلام میر نظام الدین دہلوی (وفات سنہ ۱۲۰۸ ھ) بلا تاریخ - ۳۷۹ ورق —

۱۷۸ - آدمی کی زندگی کا انتظام کپتان پگسن (W . R . P ogson) نے سنہ ۱۸۱۰ ع میں فارسی سے نظم اُردو میں ترجمہ کیا اور سنہ ۱۸۲۸ ع میں سید کریم حسین نے اس پر نظر ثانی کی —

ثانی کی - بلا تاریخ - ۱۲۵ ورق —

۱۷۹ - دیوان ریختہ — سعادت یار خاں رنگین کا پہلا دیوان - نورتن رنگین کا پہلا حصہ - مکتو بہ ۱۹ ربیع الثانی سنہ ۱۲۴۹ ھ - بہ خط مصنف، ۱۰۹ ورق -

۱۸۰ - دیوان بیختہ — رنگین کا دوسرا دیوان - نورتن کا دوسرا حصہ - مکتو بہ ۶ رجب سنہ ۱۲۴۹ ھ - ۱۰۱ ورق - بہ خط مصنف -

۱۸۱ - نسخۂ ثانی — مکتو بہ ۳ محرم سنہ ۱۱۵۵ ھ - ۹۲ ورق -

۱۸۲ - دیوان آمیختہ — رنگین کا تیسرا دیوان - نورتن کا تیسرا حصہ - ہزلیات کا مجموعہ، مکتو بہ ۳ جمادی الثانی سنہ ۱۲۴۹ھ - ۶۳ ورق بہ خط مصنف —

۱۸۳ - دیوان انگیختہ — رنگین کا چوتھا دیوان - نورتن کا چوتھا حصہ - بزبان ریختی - مکتوبہ ۲۵ - رجب سنہ ۱۲۴۹ ھ - ۷۱ ورق - بخط مصنف -

۱۸۴ - مجموعۂ رنگین — نورتن کا پانچواں حصہ - قصاید و غزلیات وغیرہ کا مجموعہ سات زبانوں میں - مکتوبہ ۱۷ ربیع الثانی سنہ ۱۲۴۹ ھ - ۴۰ ورق بخط مصنف -

۱۸۵ - مجالس رنگین — نورتن کا چھٹا حصہ- مکتوبہ ۵ - جمادی الاول سنہ ۱۲۴۹ھ - ۵۳ ورق بخط مصنف -

۱۸۶ - نسخۂ ثانی — مکتوب غازی پور، ۱۴ دسمبر سنہ ۱۸۹۸ ع - ۲۷ ورق

۱۸۷ - امتحان رنگین - نورتن کا ساتواں حصہ - مکتو بہ سنہ ۱۲۴۶ ھ - ۳۴ ورق بخط مصنف -

۱۸۸ - اخبار رنگین — نورتن کا آٹھواں حصہ - رنگین نے بعض چشم دید واقعات اس میں نظم کئے ہیں - مکتوبہ ۱۹ جمادی الاول

سنہ ۱۲۴۹ ھ - ۴۰ ورق - بخط مصنف۔

۱۸۹ - شش جہت رنگین - مکتوبہ ۲۶ ذیحجہ سنہ ۱۲۲۹ھ-۱۶۱ ورق- بخط مصنف رنگین کی تصنیفات ذیل کا مجموعہ (۱) ایجاد رنگین (۲) عجائب و غرایب رنگین (۳) داستان رنگین (۴) چہار چمن رنگین (۵) پنجۂ رنگین (۶) گلدستۂ رنگین —

۱۹۰ - ایجاد رنگین — شش جہت کا پہلا حصہ - مجموعۂ حکایات - مکتوبہ سنہ ۱۸۱۴ ع - ۴۹ ورق -

۱۹۱ - عجائب‌وغرایب رنگین - شش جہت کا دوسرا حصہ - مکتوبہ سنہ ۱۸۱۴ ع - ۴۶ ورق -

۱۹۲ - داستان‌رنگین — شش جہت کا تیسرا حصہ - مکتوبہ ۱۲ محرم سنہ ۱۲۴۹ ف - ۲۴ ورق- بخط مصنف - اس کا دوسرا نام مثلث رنگین ہے - اس میں تین (۳) رسالے ہیں (۱) شہر آشوب (۲) کہاوت‌ہائے رنگین (۳) حکایات رنگین —

۱۹۳ - چہار چمن رنگین — شش جہت کا چوتھا حصہ- مکتوبہ ۱۹ محرم سنہ۱۲۴۹ھ- ۴۰ ورق بخط مصنف - اس میں چار باب ہیں (۱) در معاد (۲) در معاش (۳) درظرافت (۴) در تصوف -

۱۹۴ - پنجۂ رنگین — شش جہت کا پانچواں حصہ - پانچ حکایات کا مجموعہ مکتوبہ ۹ ربیع‌الاول‌سنہ ۱۲۴۸ھ- ۳۱ ورق- بخط مصنف

۱۹۵ - نظم رنگین — پنجۂ رنگین کا چوتھا حصہ - سو حکایات کا مجموعہ - مکتوبہ ۲۸ھ- صفر سنہ ۱۲۴۹ھ- ۴۱ ورق - بخط مصنف۔

۱۹۶ - داستان‌رنگین — پنجۂ رنگین کا پانچواں حصہ - سرگذشت آغا عزیز

سوداگر گجرات - مکتوبہ ۱۳ صفر سنہ۱۲۴۹ھ- ۲۸ورق-

۱۹۷ - خمسۂ رنگین — رنگین کی پانچ کتابوں کا مجموعہ - مکتوبہ دھلی سنہ ۱۲۴۰ھ ' و باندہ - سنہ ۱۲۴۷ھ' و سنہ ۱۲۴۸ ھ - ۹۸ ورق - (۱) جنگ نامۂ رنگین (۲) نصاب رنگین (۳) فارسی مثنوی بطرز مثنوی مولانا روم (۴) حکایات رنگین —

۱۹۸ - جنگ نامۂ رنگین — خمسہ کا پہلا حصہ - مکتوبہ باندہ - ۱ رجب سنہ ۱۲۴۸ ھ ۲۱ ورق بخط مصنف —

۱۹۹ - حکایت رنگین — خمسہ کا دوسرا حصہ مکتوبہ ۴ رجب سنہ ۱۲۴۸ ھ - ۲۲ ورق بخط ' منصف —

۲۰۰ - نصاب رنگین — خمسہ کا تیسرا حصہ - مکتوبہ ۱۴ رجب سنہ ۱۲۴۸ ھ - ۲۴ ورق بخط مصنف —

۲۰۱ - حکایات رنگین — خمسہ کا پانچواں حصہ - مکتوبہ ۱۰ شوال سنہ ۱۲۴۸ھ - ۲۲ ورق بخط مصنف —

۲۰۲ - سبع سیارہ رنگین - — رنگین کی سات کتابوں کا مجموعہ- ۱۰۷ ورق مکتوبہ دھلی و باندہ سنہ ۱۲۲۹ ھ تا سنہ ۱۲۴۸ ھ - بخط مصنف (۱) تصنیف رنگین (۲) گلدسہ رنگین (۳) سبحۂ رنگین (۴) رنگین نامہ (۵) ساقی نامہ رنگین' (۶) تجربۂ رنگین (۷) کلام رنگین —

۲۰۳ - تصنیف رنگین — سبع سیارہ کا پہلا حصہ - مکتوبہ ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۲۴۸ ۱۵ ورق بخط مصنف

۲۰۴ - گلدستہ رنگین — سبع سیارہ کا دوسرا حصہ-مکتوبہ ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۲۴۸ ھ - ۲۳ ورق بخط مصنف —

۲۰۵- رنگین نامہ — سبع سیارہ کا چوتھا حصہ مکتوبہ ۱۷ ربیع الثانی سنہ ۱۲۲۸ ھ - ۱۱ ورق - بخط مصنف—

۲۰۶- ساقی نامہ رنگین — سبع سیارہ کا پانچواں حصہ مکتوبہ ۱۵ ذیحجہ سنہ ۱۲۵۰ ھ - ۱۲ ورق - بخط مصنف —

۲۰۷- تجربۂ رنگین — سبع سیارہ کا چھٹا حصہ مکتوبہ ۱۵ ذیحجہ سنہ ۱۲۲۸ ھ- ۱۶ ورق بخط - مصنف —

۲۰۸ - کلام رنگین — سبع سیارہ کا ساتواں حصہ مکتوبہ ۱۰ شعبان سنہ ۱۲۲۸ھ- ۱۱ ورق بخط مصنف —

۲۰۹ - فرس نامۂ رنگین - اس کا دوسرا نام اسپ نامہ ہے - سنہ ۱۲۱۰ ھ میں تمام ہوا - مکتوبہ ۱۱ صفر سنہ ۱۲۴۵ ھ - ۵۹ ورق -

۲۱۰ - مجموعہ رنگین کی چار تصنیفات کا - مکتوبہ سنہ ۱۲۵۰ ھ - ۳۶ ورق - (۱) قوت الایمان - عقاید اسلام میں سنہ ۱۲۴۳ ھ کی تصنیف (۲) شیخ عبدالقادر جیلانی کے قصیدہ کا منظوم ترجمہ جو سنہ ۱۲۵۰ ھ میں تمام ہوا ہے - (۳) کعب بن زہیر المزنی کے قصیدہ بانت سعاد کا منظوم ترجمہ (۴) سودا کا قصیدہ رنگین کی اصلاح و ترمیم کے ساتھہ -

۲۱۱ - انتخاب مثنویات رنگین- بلا تاریخ - ۶۷ ورق - (۱) گلدستۂ رنگین کی چوتھی مثنوی - (۲) گلدستۂ رنگین کی پہلی مثنوی (۳) پنجۂ رنگین کی تیسری مثنوی (۴) گلدستۂ رنگین کی دوسری مثنوی (۵) کلام رنگین کی ایک حکایت (۶) چہار چمن کی ایک حکایت (۷) دیوان ریختہ و بیختہ کے چند غزلیات و قطعات (۸) مثنوی در تعریف بنارس (۹) پنجۂ رنگین کی پہلی حکایت

(۱۰) مفتوں، نثار، میر اور ذوق کے پانچ مطلعوں کی تضمین —

۲۱۴ - دیوان آتش — کلام خواجہ حیدر علی لکھنوی - بلا تاریخ - ۱۸۵ ورق -

۲۱۳ - دیوان مومن — کلام حکیم مومن خاں دھلوی - مکتوبہ ۱۵ ذیقعدہ سنہ ۱۲۵۴ ھ - ۲۰۳ ورق -

۲۱۴ - مثنوی مومن — کلیات مطبوعہ کی تیسری مثنوی - بلا تاریخ - ۳۶ تا ۵۵ ورق —

۲۱۵ - دیوان حسام — کلام چودھری حسام‌الدین شاگرد کرامت علی خاں 'فرخ' بلا تاریخ - ۸۱ ورق —

۲۱۶ - دیوان شور — مرزا محمود بیگ دھلوی، شاگرد سعادت یار خاں رنگین - بلا تاریخ - ۲۸ ورق -

۲۱۷ - دیوان فقیر — کلام نواب علاءالدولہ یمین‌الملک سید محی‌الدین خاں دھلوی - بلا تاریخ - ۱۲۵ ورق -

۲۱۸ - دیوان چندا — مجموعۂ غزلیات ماہ لقا طوایف حیدر آباد - جو نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے عہد میں گذری ہے- یہ نسخہ خود ماہ لقا نے سنہ ۱۲۱۳ ھ میں سر جان ملکم کو تحفہ دیا تھا —

۲۱۹ - دیوان سراج — منظومات سراج الدین اورنگ آبادی. ناقص، صرف ۱۱ ورق-

۲۲۰ - نسخۂ ثانی — غزلیات و مخمسات کا مجموعہ - آخر میں ایک مسدس شاہ ولایت کا جن کا نام میر ولایت علی خاں ہے - بلا تاریخ - ۱۵۱ ورق —

۲۲۱ - مکاشفات الاسرار — سید علی تخلص، غمگین، عرف حضرت جی کا دیوان - بلا تاریخ - ۱۰۴ ورق —

۲۲۲ - مجموعہ متفرق رسایل کا - بلا تاریخ - ۴۳ ورق - (۱) بارد الاشرار مصنفہ فتح‌اللہ - مذہبی نظم - مکتوبہ سنہ ۱۲۵۱ ھ - (۲) قامع البدعتہ ، مصنفہ زین‌العابدین (۳) رسالہ توحید (۴) مناجات شمس‌الدین گجراتی (۵) نصیحت نامہ شمس‌الدین گجراتی - (۶) محمد ابراہیم ذوق اور اسداللہ خاں غالب کے سہرے جو شاہزادہ مرزا جواں بخت کی تقریب عقد خوانی پر جمادی‌الثانی سنہ ۱۲۶۷ ھ - میں لکھے گئے تھے (۷) میر تقی میر کی مثنوی دریاے عشق (۸) قصہ افیونی مصنفہ مرزا بچھو بیگ اکبر (۹) عرضداشت جعفر زٹلی بدرگاہ حضرت افلاس کھجور خاں ولد ناریل خاں ہمشیرہ زادۂ کشمش بیگم —

۲۲۳ - مجموعہ دکنی شعرا کی چھہ غیر مشہور نظموں کا - بلا تاریخ - ۱۹۹ ورق -

۲۲۴ - مجموعہ مختلف شعراء کی غزلوں کا - بلا تاریخ ۱۲۸ ورق —

۲۲۵ - مجموعہ تین مثنویوں کا - مکتوبہ ۲۴ ذیحجہ سنہ ۱۲۳۸ ھ - ۵۰ ورق - (۱) مثنوی میر حسن دھلوی (۲) مثنوی میر تقی مسمی بہ دریاے عشق (۳) مثنوی میر اثر دھلوی-

۲۲۶ - مجموعہ میر تقی کی تین اور مصحفی کی ایک مثنوی کا - بلا تاریخ ۴۳ تا ۸۱ ورق - (۱) دریاے عشق (۲) مثنوی مصحفی بجواب میرتقی (۳) شعلۂ عشق (۴) اعجازعشق-

۲۲۷ - مجموعہ مختلف شعرا کی غزلوں، مثنویوں اور مرثیوں کا - بلا تاریخ - ۵۵ تا ۷۵ ورق —

۸ - اخلاق

۲۲۸ - سلک جواهر — تصنیف فخر الدین حسین - مکتوبہ ۱۷ جمادی الثانی سنہ ۱۲۶۶ ھ - ۸۳ ورق —

۲۲۹ - تجربہ خاص — تصنیف بشن دیال فرخ آبادی - بلا تاریخ - ۳۱ ورق —

---

۹ - طب

۲۳۰ - فارما کوپیا — یورپین ادویہ کا - مصنف کا نام معلوم نہیں - فورٹ ولیم کالج کے ہندوستانی معلم کپتان جان ولیم ٹیلر (Taylor) نے اس کی نظر ثانی کی ہے - مکتوبہ ۱۸ صفر سنہ ۱۲۲۸ھ - ۶۶ ورق —

۲۳۱ - خواص الادویہ — یورپین ادویہ کی مٹیریا میڈیکا - مصنف کا نام معلوم نہیں - ۸۶ ورق - بلا تاریخ —

۲۳۲ - لغات طبیہ — مخزن الادویہ اور بہاؤ پرکاش میں ادویہ کے جو ہندی نام مذکور ہیں اُن کی عربی اور فارسی مترادفات کی فہرست - مصنف کا نام معلوم نہیں - بلا تاریخ - ۱۳۱ ورق —

---

۱۰ - موسیقی

۲۳۳ - مفرح القلوب — حسن علی عزت نے ٹیپو سلطان کی فرمایش سے

سنہ ۱۷۸۵ ع میں تصنیف کیا - بلا تاریخ - ۱۸۵ ورق۔

۲۳۴ - تا ۲۴۱ - مفلح القلوب کے ۹ مکرر نسخے : —

نسخہ ہشتم (نمبر ۲۴۰) پر ٹیپو سلطان کی دستخط ثبت ہے —

---

۱۱ - زراعت

۲۴۲ - توصیف زراعات — مرزا کلب حسین خاں نے سنہ ۱۲۶۵ ھ میں تصنیف کیا - مکتوبہ ۲ ستمبر سنہ ۱۸۷۵ ع - ۱۳۱ ورق —

---

۱۲ - آئین حرب

۲۴۳ - قواعد انتظام افواج — جو شاہ شجاع الملک والی کابل کے لئے سنہ ۱۸۴۲ ع میں لفٹننٹ بننٹ Bennet نے ترجمہ کیا بلاتاریخ - ۱۷ ورق —

---

۱۳ - فرہنگ الفاظ

۲۴۴ - آموختن — فارسی مصادر ترتتب حروف تہجی اور ان کی معنی بزبان اُردو - مکتوبہ ۱۴ ربیع الثانی سنہ ۱۲۰۴ ھ - ۲۴ ورق

۲۴۵ - فرہنگ — فارسی الفاظ کا ، ترجمہ اور بیان بزبان اُردو —

۲۴۶ - فرہنگ — نمبر ۲۴۵ کے مانند —

۲۴۴ - آمد نامہ — فارسی مصادر بہ ترتیب حروف تہجی معنی بزبان اُردو -

۲۴۸ - فرہنگ — اُردو الفاظ کا معنی پشتو زبان میں - ۱۶۱ ورق --

۲۴۹ - تحفۂ پنجاب — پنجابی الفاظ کے معانی اُردو اور فارسی میں - مرتبہ ایودھیا پرشاد، تحصیلدار لاہور - ۴۸۱ ورق --

۲۵۰ - مصطلحات ٹھگی — ٹھگوں کے اصطلاحات علی اکبر الہ آبادی نے سنہ ۱۸۳۵ ع میں مرتب کیا - ۷۳ ورق —

۲۵۱ - فرہنگ ہندوستانی الفاظ کا : -

بہ ترتیب حرف تہجی - ناقص - صرف حرف الف کا حصہ موجود ہے - ۱۹ ورق —

۲۵۲ - خالق باری — مشہور کتاب - امیر خسرو سے منسوب ہے - کاتب نے خاتمے میں اس کا نام مطبوع الصبیان لکھا ہے —

۲۵۳ - تا ۲۵۵ خالق باری کے مکرر تین نسخے : —

نسخہ نمبر (۲۵۳) ۲۴ ربیع الثانی سنہ ۱۱۳۴ ھ کا مکتوبہ ہے —

۲۵۶ - حمد باری — خالق باری کے مانند عربی فارسی الفاظ کے ہندی مترادفات —

۲۵۷ - رازق باری — خالق باری کے مانند - دکنی زبان میں سنہ ۱۷۹۴ ع میں بعہد ٹیپو سلطان مکتوب ہوئی ہے —

---

۱۴ - لغات

۲۵۸ مدار الافاضل — شیخ الہ داد فیضی سرہندی کی مشہور لغات کا اردو ترجمہ - ابتدا میں مصنف کا دیباچہ نہیں ہے جس کے باعث مترجم

کا نام معلوم نہ ہو سکا - یہ نسخہ مسٹر چنڈلر Chandler
کے لئے تین جلدوں میں ۷ ربیع الثانی سنہ ۱۱۸۸ ھ کو مکتوب
ہوا ہے - ۳۷۰ - ۲۹۳ - ۲۴۵ اوراق —

۲۵۹ - تکشنری ہندوستانی زبان کی - جسکو لفٹننٹ آگسٹس والٹر Walter
نے مرتب کیا ہے - غالباً مصنف کا مسودہ ہے
۴۷۷ - ورق —

---

۱۵ - صرف و نحو

۲۶۰ - ہندوستانی گرامر ' بنجمن شولز کی لاطیني گرامر کا ترجمہ جو ۳۰ جون
سنہ ۱۷۴۱ ع کو مدراس میں مرتب ہوا - اس پر حسب
ذیل نوٹ لکھا ہوا ہے —

A grammar of the Hindustan language by Benjamin Schulzius or Shultz written at Madras the 30th June 1741. Printed at Halle in Saxony 1745 Editorship of IO. Hen. Callenberg.

۱۰۷ ورق - بلاتاریخ —

۲۶۱ - قاعدۂ زبان پنجابی فورٹ ولیم کالج کے طلبہ کے لئے - مارچ سنہ ۱۸۱۱ ع کو
منشی کاشی راج کھتری نے مرتب کیا - مکتوبہ ۱۹ نومبر
سنہ ۱۸۱۱ ع - ۸۴ ورق —

---

۱۶ - متفرقات

۲۶۲ - مجموعہ سرکاری احکام اور متفرق مراسلات کا جو ایسٹ انڈیا کمپنی، نظمائے بنگالہ اور سلاطین مغلیہ سے تعلق رکھتے ہیں - منشی محمد شاکر نے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے سکرٹری مسٹر بولس W.Bolts کے یہاں منشی تھے، سنہ ۱۷۴۰ ع کے قریب جمع کیا - ۲۶۲ ورق —

۲۶۳ - اڈریس زمینداران پنجاب جو ڈیوک آف ارگائیل سکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا کی خدمت میں ۶ فروری سنہ ۱۸۷۹ ع کو پیش ہوا ایک ورق مطلا و مذہب —

۲۶۴ - گوشوارہ جات محاصل زمیداران صوبہ جات متحدہ، بابت سنہ ۱۸۴۴ ع -

۲۶۵ - عجیب اللطایف غیر معروف تصنیف - مصنف کا نام اور زمانہ غیر متحقق ۶۱ ورق —

۲۶۶ - مجموعہ جس میں چھوٹے چھوٹے حکایات، منظوم مکالمات، غزلوں کے انتخابات اور صرف و نحو کے متفرق یاد داشت جمع ہیں - دیوناگری اور فارسی خط میں، آخر میں بزبان انگریزی ایک تحریر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنرل کرک پیاٹرک Genl. KirkPatrick. نے دیوناگری گرامر کے لئے بطور خاکہ یہ مٹیریل جمع کیا تھا —

۲۶۷ - مجموعہ اُردو فارسی عربی اور سنسکرت تصنیفات کا - جس میں اُردو زبان کی حسب ذیل تصنیفات ہیں (۱) بہت بڑا حصہ شولزکی ہندو ستانی گرامر (۲) ہندوستانی

ضرب الامثال (۳) سودا اور تاباں کی ریختہ نظمیں —

۲۶۸ - مجموعہ — متفرق مذہبی رسایل اور استفتاء کا ' عربی فارسی اردو زبانوں میں ' بلا تاریخ ' ۱۰۷ ورق —

۲۶۹ - ذخیرہ — متفرق تحریرات کا ' جس میں بہت سے خطوط ' درخواستیں اشتہارات وغیرہ جمع ہیں —



تبصرے

—:o:—

ادب	صفحہ
انتخاب دیوان مصحفی - دیوان شاہ حاتم	
انتخاب سخن - متروکات سخن	۶۸۱
ارباب اُردو	۶۸۲
پیغام سروش	۶۸۳
جواب شکوہ	۶۸۴
پسند خاطر	۶۸۵
تاریخ و تمدن	
طبقات الامم	۶۸۶
مادر ہند	۶۸۷
آثارالکرام (جلد اول)	۶۸۷
مسلمانوں کی ایجادیں	۱۸۸
تاریخ الامت حصۂ ششم	۶۸۸
خزینۂ تاریخ	۶۹۰
اخلاق و مذہب	
دنیا کا محسن	۶۹۲
اربعین حدیثاً (عربی)	۶۹۳
تعلیم و تعلم	
مکالمات جیمس	۶۹۴
ہمارے نبی	۶۹۴
ہمارے رسول	۶۹۵
سرکار کا دربار	۶۹۶
خطبات عالیہ	۶۹۶
راجہ اور جوگی	۶۹۸
متفرق	
رپوٹ سالانہ انجمن علم و ادب شمالہ	۶۹۹
اُردو کے جدید رسالے	
تعلیم و تربیت - لاہور	۷۰۰
ثریا - لاہور	۷۰۱
انکشاف لکھنؤ	۷۰۱
نوید ناگ پور	۷۰۲

ادب

انتخاب دیوان مصحفی (قیمت ۸ آنے)

دیوان شاہ حاتم (قیمت ۶ آنے)

انتخاب سخن جلد اول و جلد پنجم سلسلہ جرأت فی جلد (قیمت ۱۰ آنے)

متروکات سخن (قیمت ۶ آنے)

(مرتبہ جناب حسرت موہانی)

حسرت موہانی اُردو کے ایک بے مثال شاعر ہی نہیں بلکہ اُردو زبان کے محسن بھی ہیں - اُردوے معلی کے ذریعے، نیز قدیم اساتذہ کے کلام کی اشاعت سے، انہوں نے اُردو کی بہت خدمت کی ہے - جو لوگ ان کے قدردان ہیں انھیں رنج اور افسوس ہے کہ وہ اس کوچہ شریف کو چھوڑ کر کن گلیوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں - ان کتابوں کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں، اس قدر کافی ہے کہ یہ جناب حسرت کے انتخابات ہیں —

انتخاب سخن - جلد اول میں رنگین، نثار، بیدار، تاباں شاگردان شاہ حاتم، ماہر شاگرد سودا، معروف، امیر، افسر، بقا، بیتاب برادر رنگین، عشرت، طالب اور

شاہ نصیر دہلوی کے کلام کا انتخاب ہے - جلد پنجم سلسلۂ جرأت میں حسرت استاد جرأت ' جرات' فضلغر ' رضا ' رقت ' رضوی ' محفت ' نصرت ' معروف ' محبت ' جلال ' مائل ' شایق شاگردان جرات : نساخ و رضا علی وحشت کے دیوان کا انتخاب ہے —

متروکات سخن - کتاب نکات سخن کا پہلا باب ہے - اس میں اگرچہ مولانا حسرت نے صرف ان متروکات کے ذکر کرنے کا دعوی کیا ہے جو دور اول کے زمانے میں عام طور سے رائج تھے مگر ان میں کے بعض الفاظ دور دوم ' سوم اور چہارم تک میں نظر آتے ہیں - خیر یہاں تک درست تھا - لیکن غضب یہ کیا ہے کہ جو الفاظ اب تک لوگوں کی زبانوں پر ہیں اور برابر استعمال میں ہیں ' ان کو بھی زبان سے خارج فرما دیا ہے - یہ غالباً اساتذہ لکھنو کا اثر معلوم ہوتا ہے - لیکن بعض جگہ مولانا حسرت نے بڑی رواداری سے کام لیا ہے - مثلاً وہ " مت " کو متروکات میں داخل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں —

" صرف نہ میں ہ کی آواز خفیف بلکہ معدوم ہوتی ہے اس کے برخلاف مت کا تلفظ کامل ہوتا ہے اور ضروریات شعر کے لحاظ سے اس کا استعمال حرف ' نہ ' کے ناقص تلفظ کے مقابلے میں نا گزیر ہو جایا کرتا ہے ' چنانچہ اس بنا پر راقم حروف کے نزدیک مت کو فہرست متروکات میں داخل کرنا کسی طرح سے مناسب نہیں معلوم ہوتا " یہ کوئی معقول وجہ نہیں - اس کا جواب ' زمانہ ہوا ' ایک صاحب ذوق یہ دے چکا ہے کہ " شعر گفتن چد ضرور " - اصل یہ ہے کہ ان دو لفظوں کے معنوں میں بھی فرق ہے اور نہ مت کا کام نہیں دے سکتا - کتاب بہت دلچسپ اور مفید ہے اور ہر لفظ کے لئے اساتذہ کے کلام سے نظیر میں اشعار دے ہیں —

ان کتابوں کی قیمتیں اس قدر کم ہیں کہ ہر اردو داں آسانی سے خرید سکتا ہے - ہمیں امید ہے کہ ان کی پوری قدر کی جائے گی —

ارباب اُردو

(مولفۂ سید محمد صاحب بی - اے ' عثمانیہ ' مکتبۂ ابراھیمیہ
امداد باھمی اسٹیشن روڈ ' حیدرآباد دکن ' قیمت دو روپیہ)

یہ فورٹ ولیم کالج کے اردو نثر نویسوں کا تحقیقی اور تنقیدی تذکرہ ہے - شروع میں چند صفحے میں فورٹ ولیم کالج کا ذکر ہے اس کے بعد ڈاکٹر جان گل کرائسٹ اور ان لوگوں کا

تذکرہ لکھا ہے جو کالج میں تالیف و ترجمہ کے کام پر مامور تھے - قابل مؤلف نے بڑی محنت اور کوشش سے ان حالات کو جمع کیا ہے اور ساتھہ ساتھہ ہر ایک کی تالیفات پر تبصرہ بھی کیا ہے - اگرچہ دوران بیان میں بعض غیر متعلق بحثیں بھی آگئی ہیں لیکن اب تک اس تفصیل سے ان ارباب نثر کا تذکرہ اُردو میں نہیں لکھا گیا تھا —

کتاب میں جابجا تعریض و تعلی کی جھلک پائی جاتی ہے جو ایک نوجوان مولف سے کچھہ تعجب خیز نہیں - خطا تحقیق کے ساتھہ لگی ہوی ہے - اگلوں کی تحقیق پچھلوں کی رہنمائی کا کام دیتی ہے ' اگر اس میں کوئی فرو گزاشت رہ گئی ہے تو آنے والے اس کی اصلاح کر دیتے ہیں اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہتا ہے - تحقیق اگلوں کی ہو یا پچھلوں کی ' قابل قدر ہے ' اگر اس میں کوئی خطا ہے تو قابل اصلاح ہے نہ کہ لائق سب و شتم - کتاب پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لائق مؤلف کا یہ خیال ہے کہ اگلے ہر سر خطا تھے اور مؤلف کی تحقیق خطا اور غلطی سے پاک ہے - تحقیق اُن کی بھی ایسی ہی قابل قدر ہے جیسی مؤلف کی ' رہی خطا سو ان کی تحریروں میں بھی ایسی ہی پائی جاتی ہے جیسی اس تالیف میں - مثال کی طور پر چند فروگزاشتوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے نہ اس لئے کہ ہم اسے قابل اعتراض سمجھتے ہیں بلکہ اس لئے کہ قابل مؤلف کو معلوم رہے کہ ادبی اور علمی معاملات میں ایسی تحقیق جو خطا و سہو سے بری ہو ' شاذ و نادر ہی ہوتی ہے —

شاہ ولی اللہ ' اشتیاق ' کو مؤلف نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سمجھا ہے - میر تقی میر اور میر حسن کے تذکروں کے شائع ہونے کے بعد یہ غلطی نہیں ہونی چاہئے تھی یہ صاحب مجدد الف ثانی کی اولاد میں سے تھے - سرہند میں پیدا ہوے اور کوچہ فیروز شاہ میں رہتے تھے —

محمد خلیل خاں یا خلیل علی خاں اشک کی تالیفات میں انتخاب سلطانیہ کا مطلق ذکر نہیں کیا گیا —

فورٹ ولیم کالج کے بعض مؤلفین مثلاً حاجی مرزا مغل ' مولوی نورعلی ' سید بخشش علی ' منشی محمد بخش وغیرہ کا کتاب بھر میں کہیں نام نہیں اور نہ اُن کی کسی تالیف کا ذکر ہے جو موجب تعجب ہے —

سر سید احمد خاں مرحوم کے متعلق لکھتے ہیں " اپنی کتاب آثارالصنادید کے پہلے اڈیشن کے وقت اس کو الہی بخش سے لکھواتے ہیں "- الہی بخش کوئی شخص نہیں تھا ' یہ امام بخش صہبائی تھے جو فارسی کے بڑے اُستاد اور ادیب گزرے ہیں —

اسی قسم کی خامیاں کتابوں کے تبصروں میں بھی جابجا پائی جاتی ہیں - مگر اس

سے کتاب کی قدر و قیمت میں کچھہ فرق نہیں آتا - مؤلف کی کوشش اور محنت ہر حال میں قابل قدر ہے —

پیغام سروش

(مؤلفۂ ایم - اسلم صاحب قیمت ایک روپیہ بارہ آنے)

میاں اسلم صاحب کے نام سے اردو داں اصحاب ضرور واقف ہونگے بچوں کے لئے وہ کئی چھوٹی چھوٹی دلچسپ کتابیں لکھہ چکے ہیں- کتاب زیر تبصرہ میں انہوں نے اپنے افسانے ' چند نثر کی مضامین اور چند نظمیں جمع کر کے شایع کی ہیں - یہ افسانے وغیرہ اس سے قبل بعض رسالوں میں شایع ہو چکے ہیں - لیکن رسالوں کے مضمون کسے یاد رہتے ہیں - اس لئے قابل مؤلف نے انہیں کتاب کی صورت میں شایع کر دیا ہے - سارا مجموعہ بہت دلچسپ ہے اور دل بہلانے کے لئے بہت اچھی چیز ہے - میاں صاحب کو جیسا نثر لکھنے کا اچھا سلیقہ ہے ویسے ہی نظم بھی وہ بلا تکلف اور پر درد لکھتے ہیں- اس مجموعے میں فسانے پڑھنے کے قابل ہیں —

جواب شکوہ

(از جناب شمس العلما مولانا سید محب الحق صاحب
مطبوعہ اتحاد پریس ' مرادپور پٹنہ)

شمس العلما حافظ سید محب الحق صاحب چھپے رستم نکلے - ہم انہیں حافظ اور عالم کی حیثیت سے تو جانتے تھے ' حافظ بھی معمولی نہیں بلکہ قرآن کے معانی اور مطالب پر جو انہیں عبور ہے وہ شاید ہی کسی کو ہو ' چنانچہ ان کی تالیفات و تصنیفات اس پر شاہد ہیں ' لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ شاعر بھی ہیں - سر اقبال کے شکوے کا جواب لکھا ہے اور خوب لکھا ہے - مگر اس میں بھی اپنا رنگ نہیں چھوڑا - ہر شعر بلکہ ہر مصرع کی تائید میں قرآن کی آیت موجود ہے اور بقول ان کے یہ جواب شکوہ بھی ہے

اور تبلیغ الہی بھی۔ شکوے کے جواب اور بھی لکھے گئے ہیں لیکن یہ سب سے نرالا ہے ۔ اس کی داد سر اقبال ہی دے سکتے ہیں —

پسند خاطر

ترجمہ "As You Like it" از ولیم شیکسپیر مترجمہ ولایت حسین صاحب تقطیع ۳۰ × ۲۰۔حجم ۱۴۰ صفحہ۔لکھائی چھپائی معمولی کاغذ اوسط درجے کا۔ قیمت ۱ روپیہ ۸ آنے۔ ملنے کا پتہ ۔ اشاعت العلوم پریس ۔ فرنگی محل لکھنؤ

مترجم نے شیکسپیر کی بہترین کامیڈی کا ترجمہ اردو دان پبلک کی خدمت میں پیش کیا ہے ۔ انھوں نے یہ بہت اچھا کیا کہ ترجمہ بجائے نظم کے نثر میں کیا ہے گیتوں کا ترجمہ نظم میں ہے اور یہ ضروری بھی تھا مگر اس میں کسی شاعر سے اصلاح لے لی جاتی تو مناسب تھا ۔ موجودہ صورت میں گیتوں کا ترجمہ بہت ناقص ہے ۔ مثلاً

ہاتھہ میں لے کر کے محبوبہ کا ہاتھہ ایک عاشق گھومنے نکلا تھا ساتھہ
تھا تھلتا مینڈ پر کھیتوں کی وہ اور گیتوں سنتا تھا چڑیوں کی وہ

ہے بہاری رت پسند عاشقاں

اصل قصے کا ترجمہ نثر میں اچھا خاصا ہے ۔ کمپنیوں کے ڈراما نویسوں کی تقلید میں نام ہندوستانی رکھے گئے ہیں ۔ یہ اول تو ترجمے کے اصول کے خلاف ہے دوسرے مذاق سلیم پر گراں گذرتا ہے قصہ اور طرز معاشرت کہیں کا کہیں ہے اور نام سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا ذکر ہے وہ ہندوستانی مسلمان ہیں یہ "سعدی در زلیخا" اچھا نہیں معلوم ہوتا ۔ ان ناموں میں "ذنیح" عجب نام ہے ۔ خود قصے کا نام "پسند خاطر" بھی کچھہ مناسب نہیں "من بھائے کا سودا" زیادہ مناسب ہوتا —

تاریخ و تمدن

طبقات الامم

(سلسلۂ دارالمصنفین نمبر ۳۲) مصنفۂ صاعد بن احمد اندلسی مترجمۂ قاضی احمدمیاں صاحب اختر۔ تقطیع ۲۶ × ۲۰ حجم ۱۵۰ صفحہ قیمت ۸ درج نہیں۔ لکھائی چھپائی اچھی۔ کاغذ نہایت نفیس۔

یہ کتاب سنہ ۴۶۲ ھ میں لکھی گئی تھی۔ مصنف نے اپنے زمانے کی علمی تحقیقات سے پورا فائدہ اُٹھا کر نہایت قابلیت سے اسے ترتیب دیا ہے۔ اس میں امم قدیمہ کی علمی زندگی اور اُن کے علمی کارناموں پر اختصار کے ساتھ تبصرہ کیا ہے۔ مصنف نے قوموں کو دو طبقوں میں تقسیم کیا ہے :- (۱) وہ قومیں جنھوں نے تحصیل علوم کی طرف توجہ کی اور مختلف اقسام علوم کے موجد ہوے (؟) ۔ (۲) وہ قومیں جنھوں نے علوم کی طرف ایسی توجہ نہیں کی جس سے وہ اہل علم طبقے میں شمار ہونے کی مستحق ہوں، اس لئے ان سے نہ کوئی نتیجۂ فکریہ دنیا کو پہنچا، اور نہ فائدۂ حکمیہ۔ طبقۂ اول میں وہ اہل ہند، اہل فارس، کلدانیوں، یونانیوں، عبرانیوں، رومیوں، مصریوں اور عربوں کو شمار کرتا ہے۔ اور طبقۂ دوم میں بقیہ تمام قوموں کو جن میں سب سے پہلے وہ چین کا نام لیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل چین کے متعلق دنیا اس زمانے میں موجودہ زمانے سے بھی زیادہ بے خبر تھی۔ اسی ایک مثال سے اس کتاب کی قدر و قیمت کی حد معلوم ہوتی ہے۔ عربوں کے علوم پر جو تبصرہ ہے وہ آج بھی اسی قدر مفید ہے جتنا سنہ ۴۶۲ ھ میں تھا لیکن دوسری قوموں کے علوم خصوصاً یونانیوں اور رومیوں کی ذہنی زندگی کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ جدید تحقیقات کے مقابلے میں نفس امر کے لحاظ سے بالکل ناقص ہے البتہ تاریخی اہمیت ضرور رکھتا ہے۔ مترجم اپنی "گذارش" میں اگر اس کی طرف اشارہ کردیتے تو اچھا تھا —

ترجمہ بہت خوبی سے کیا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ عنوانات کی ترتیب، کتابوں کے ماخذ کا حوالہ بہم پہنچانے اور مفید ذیلی حاشیوں کا اضافہ کرنے میں مترجم نے نہایت محنت اور دقت نظر سے کام لیا ہے اور وہ یقیناً تعریف کے مستحق ہیں —

مادر ھند

ترجمہ "مدر انڈیا" حصۂ اول مصنفۂ مس کیتھرین میو مترجمۂ خالد کے - بیگ صاحب تقطیع ۲۰ × ۳۰ حجم ۲۸۷ صفحے لکھائی چھپائی اچھی کاغذ اوسط درجے کا - قیمت ۱۶ دو روپیہ - ملنے کا پتہ :- منیجر یوسفی پریس فرنگی محل لکھنو

مس میو کی کتاب اتنی شہرت حاصل کرچکی ہے کہ شاید اگر شیطان اپنی سوانح عمری لکھ کر مغربی دولت کی امداد سے چھپواتا تو وہ بھی اس سے زیادہ مشہور نہ ہوتی - ہندوستان کی عام تمدنی حالت خصوصاً سماجی کمزوریوں کا نقشہ غالباً اس قدر قابلیت اور اس قدر بدیانتی سے کسی نے نہ کھینچا ہوگا —

اس کتاب کا مطالعہ ہر ہندوستانی کے لئے سرمایۂ عبرت ہے - اس سے اسے ایک طرف اپنے عیوب کا اور دوسری طرف اپنے دوست نما دشمنوں کی خباثت کا بخوبی اندازہ ہوجائے گا اور یہ دونوں باتیں مفید ہیں - ترجمہ اچھا ہے اور محمد ادریس انصاری صاحب کا مقدمہ "مطلب سعدی" کے سمجھنے میں خوب مدد دیتا ہے - "پبلشر" کو افسوس ہے کہ مس میو کی تصویر دستیاب نہ ہوسکی لیکن ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور حضرت ناشر کو یقین دلاتے ہیں کہ جس طرح مصنفہ کی گفتگو "فردوس گوش" نہیں اسی طرح ان کی صورت بھی ہرگز "جنت نگاہ" نہیں ہے ان کی تصویر کا شائع کرنا خواہ "گناہ" ہوتا یا نہ ہوتا مگر "بے لذت" ضرور ہوتا —

آثارالکرام جلد اول

(شائع کردہ مکتبۂ ابراھیمیہ حیدرآباد دکن) مؤلفۂ حکیم سید شمس الدین قادری صاحب تقطیع ۲۰ × ۲۶ حجم ۱۴۰ صفحہ - لکھائی چھپائی اوسط درجے کی، کاغذ اچھا، قیمت ایک روپیہ ۱۲ آنے —

اس کتاب میں آل سبکتگین کے عہد سلطنت کے عملی کارناموں پر قابلیت سے نظر ڈالی گئی ہے - مؤلف ان عملی ترقیوں کی مکمل تاریخ لکھنا چاہتے ہیں جو ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہوئیں - یہ کتاب اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے - یہ ارادہ بہت مبارک اور مفید ہے اور پہلی جلد کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہتم بالشان کام بہت خوبی سے انجام کو پہنچے گا - ہمیں امید ہے کہ مؤلف اپنے تبصرے کو عربی فارسی اردو تک محدود نہ رکھیں گے بلکہ ہندوستان کی دوسری زبانوں کی عملی ترقی پر بھی نظر ڈالیں گے —

اپنے فاضلانہ دیباچے میں مؤلف نے علاوہ مفید مقدمات قائم کرنے کے یہ بھی ثابت کرنا چاہا ہے کہ آل سبکتگین کے عہد حکومت کا شمار ہندوستان کی تاریخ میں ہونا چاہئے۔

ہمارے خیال میں معمولی اتنی بات کہ پنجاب کم و بیش مستقل طور پر اس خاندان کے قبضے میں رہا اس کے حکمرانوں کو سلاطین ہند میں شامل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ خصوصاً اس کتاب کے مبحث کے لحاظ سے تو آل سبکتگین کا عہد حکومت ہندوستان کی تاریخ میں ہرگز شامل نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس عہد کی تصانیف و تالیف نہ ہندوستان میں ہوئی اور نہ یہاں پھیلی۔ خود یہ دوسری بحث ہے خواہ اس عہد کی علمی ترقیاں ہندوستان کی تاریخ سے تعلق رکھتی ہوں یا نہ رکھتی ہوں تمہید کے طور پر اس کا بیان کرنا بہت ضروری تھا —

البتہ ایک بات نہایت حیرت انگیز ہے اس عہد کے سب سے بڑے حکیم ابوریحان بیرونی کا ذکر مؤلف نے چند سطروں میں قانون مسعودی کے مصنف کی حیثیت سے کردیا ہے اور اس کی دوسری اہم تصانیف کا یہاں تک کہ " کتاب الہند " کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ " بیرونی " کے ذکر میں یہ دکھانے کا بہترین موقع تھا کہ مسلمانوں کے علمی تعلقات ہندوستان سے کیونکر قائم ہوئے۔ ہمیں امید ہے کہ دوسری جلد میں مولف اس کی تلافی کردینگے —

مسلمانوں کی ایجادیں

از - مولوی محمد حفیظ اللہ صاحب

(شائع کردہ مسلم بک ڈپو - پھلواری شریف - پٹنہ) تقطیع چھوٹی - حجم ۸ صفحہ - لکھائی چھپائی اوسط درجے کی قیمت ۶ پائی —

جائز اور مفید پروپاگنڈے کا اچھا نمونہ ہے —

تاریخ الامت حصۂ ششم

تاریخ داں حضرات پر یہ خوب روشن ہے کہ مولانا محمد اسلم صاحب نے کس کاوش و محنت سے ازمنۂ اسلامیہ کے واقعات جمع کر کے جدید تاریخی پیرایے میں پیش کئے ہیں تاریخ الامت جلد پنجم کے واقعات ہبوط بغداد پر منتہی ہوتے ہیں ان کے بعد مصر کے

دور اسلامی کی تاریخ ہے جو اس جلد میں دی گئی ہے - فاضل مؤلف نے نہایت عرقریزی کے ساتھ مصر کی قدیم تاریخ کے واقعات بھی بیان کئے ہیں دولت قدیمہ وسطیٰ اور اخیرہ یونانی اور رومانی تسلط کے حالات مختصراً درج کئے ہیں اس کے بعد اسلامی زمانے کی تاریخ تفصیل سے بیان کی گئی ہے بنو امیہ اور بنوعباس کے زمانے میں جو مصر کی حالت تھی اس کا پورا خاکہ کھینچا ہے سلطنت عباسیہ کے مرکزی ضعف کے بعد جو سلطنتیں مصر میں یکے بعد دیگرے قائم ہوئیں ان کے واقعات مناسب تفصیل و اختصار سے دئے گئے ہیں - سلطان صلاح الدین کی سیرت اس کے انتظامات، جنگی کامیابیاں اور ان کے اثرات وضاحت سے درج ہیں - بعد کے واقعات آل عثمان کی سیادت تک مختصراً بیان کئے گئے ہیں - ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مؤلف نے اس کتاب کے سلسلے میں زیادہ تحقیق و جستجو سے کام لیا ہے اور وہ مستحق مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اس مہم کو ایک حد تک سر کر لیا ہے - لیکن ہمیں پھر اس امر کا اعادہ کرنا پڑتا ہے کہ کتاب میں اقتباسات اور اسناد جو تاریخی کتابوں کی جان ہوتے ہیں درج نہیں ہیں کہیں کہیں تاریخی واقعات بھی غلط ہیں مثلاً ملاحظہ ہو —

صفحہ ۳۹ " اس کے شکم سے دارا اول جس کو دار یوش اعظم کہتے ہیں پیدا ہوا اور تیس سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا اس کا بیٹا دارا ثانی تھا جس کے عہد میں سکندر مقدونی نے ایران فتح کر لیا " سکندر نے دارا ثالث کو شکست دی ہے نہ کہ دارا ثانی کو - آپ نے ملوک کی فہرست میں سوفدیا نوس کے بعد دارا ثانی کا نام درج کیا ہے لیکن اس پر ایرانی بادشاہوں کا سلسلہ ختم کردیا ہے حالانکہ اس کے بعد اردشیر اور کچھ ابتری کے بعد دارا ثالث ہے جس کے زمانے میں اسس کے مقام پر ایرانی فوجوں کو شکست ہوئی —

صفحہ ۳۵ " لیکن اس سے کچھ نفع نہ ہوا کیونکہ جوں ہی وہ اپنے ملک کو واپس ہوا طہراق پھر تخت پر آ گیا اس کے بعد آشوری فوجیں جاتی رہیں اور سلسلہ وار جنگ ہوتی رہی —

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طہراق سلطنت پر مسلط رہا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ طہراق کا آخری زمانہ غریب الوطنی میں گزرا —

صفحہ ۳۷ " زمانۂ ما بعد میں سولن - فیثا غورس - افلاطون اور اودکس وغیرہ بہت سے یونانی مشاہیر انہیں مصری درسگاہوں سے نکلے " —

ان تمام فلاسفہ نے اپنے علوم کی تکمیل یونان میں کی نہ کہ مصر میں البتہ انہوں نے مصر میں سفر کیا - سفر کرنا اس وقت کے حالات کے اعتبار سے ضروری ہوتا تھا - ان

لوگوں نے وہاں کے حالات سے تھوڑی بہت واقفیت ضرور حاصل کی لیکن وہاں تعلیم تو نہیں پائی —

صفحہ ۹۷ " اوارسہ اور اطالیہ کی جماعتوں نے اس کا ساتھہ دیا جن کی مدد سے رفتہ رفتہ اس نے غلبہ حاصل کرنا شروع کیا " —

واقعات اس کے بالکل خلاف ہیں اوارسہ نے تو بجاے عبدالمہ شیعی کی امداد کرنے کے عبدالرحمن الناصر اندلسی سے امداد طلب کی - اسماعیلی قبضہ تو بربروں کی امداد کرنے سے ہوا —

صفحہ ۱۲۸ " آخرکار مجبور ہوکر اس کے ساتھہ صلح کر کے واپس گئے " —

اصل واقعہ یہ ہے کہ رچرڈ اور فلپ میں سخت رقابت کا احساس پیدا ہوگیا تھا اس لئے رچرڈ سلطان صلاح الدین سے شرائط طے کر کے واپس گیا قوت کے متحد رہنے تک تو یہ تینوں سلاطین (فلپ رچرڈ اور باربروسا) کامیاب رہے —

اس قسم کی غلطیاں کتاب میں موجود ہیں لیکن ان کے باوجود یہ جلد قدیم اسلامی مصر کی نہایت عمدہ تاریخ ہے - ہمیں امید ہے کہ قابل مولف کا یہ سلسلۂ تحقیق و تلاش جاری رہیگا اور اُردو داں پبلک اس سے استفادہ کرے گی —

کتاب کا کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ ہے حجم سوا دوسو صفحے - سائز ۲۰ × ۲۶ - قیمت دو روپیے مکتبۂ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے دستیاب ہو سکتی ہے —

(محمد ابراہیم)

خزینۂ تاریخ

کلیۂ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کی بزم تاریخ کی جانب سے یہ مجموعۂ مضامین انجمن ترقی اُردو کے ٹائپ پریس میں طبع ہوا ہے در ایک مضامین اس میں نہایت عمدہ ہیں اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان حضرات کی تلاش و جستجو کی داد دیں - مولوی خواجہ منہرالدین صاحب کا مضمون " شہری زندگی کا ارتقا " قابل مطالعہ ہے انہوں نے قدیم اور قرون وسطیٰ کے شہروں کے حالات و سیاسیات پر گہری نظر ڈالی ہے اور ان کا باہمی مقابلہ کیا ہے ہندوستان کے شہروں کی حیثیت بھی بیان کی گئی ہے اور یہ حقیقت آشکارا کی گئی ہے کہ قرون وسطیٰ میں ہندوستا کے شہروں کی حالت نہایت عمدہ تھی ' لیکن ہم یہ ضرور عرض کر یلگے کہ کہیں کہیں انہوں نے مبالغے سے کام لیا ہے مثلاً ملاحظہ ہو صفحہ ۷۳ —

" شاہنشاہی رومہ کے استحکام تک جنگ و جدال میں شکست کھانے کے یہ معنی

تھے کہ اس شہر پر عام تباہی آگئی " —

فاضل مضمون نویس کے سامنے غالباً کارتھیج کی تباہی ہے - جمہوریۂ روما کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ کامیابی کے بعد رومی اپنے مفتوحین کے ساتھہ نہایت عمدہ برتاؤ کرتے تھے - تسخیر اطالیہ کے دوران میں ان کے زبردست حریف سمنائٹ تھے لیکن رومیوں نے فتح پانے کے بعد سمنائم کو تباہ نہیں کیا - تسخیر اطالیہ کے سلسلے میں رومیوں نے بہت کم تشدد سے کام لیا - یہ امر تو قطعی ہے کہ جنھیں رومیوں نے اپنے بقا و تحفظ کے لئے خطرناک خیال کیا ان کا استیصال کیا لیکن بالعموم انھوں نے مغلوب قوم کے ساتھہ عمدہ سلوک روا رکھا اور ان کو مختلف درجوں میں سیاسی اور شہری اختیارات عطا کئے یا بحال رکھے —

ازمنۂ وسطیٰ کے یورپی شہر کو انھوں نے عام طور پر کسی سلطنت یا جاگیری امیر کے علاقہ جات کا ایک حصہ بتایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جاگیری شہر مملکت نہیں ہے ' اگر فاضل مضمون نویس شہر فلارنس کی تاریخ کا مطالعہ فرمائیں تو انھیں اپنے اس کلئے کے خلاف ثبوت ملے گا ' فلارنس کا شہر ایک نیم عمومی مملکت کا بہترین نمونہ تھا جنوا ' وینس ' میلان اور دوسرے شہروں کی حثیت بھی آزادانہ تھی اور ان کی شہری مملکت سیاسیات روما کی مقلد تھی —

مضمون میں خامیاں ضرور ہیں لیکن پھر بھی مولوی صاحب کی محنت لائق تحسین ہے —

فلسفۂ تاریخ پر جو مضمون مولوی خلیفہ عبدالحکیم صاحب کا تحریر شدہ ہے وہ نہایت تشنہ ہے - سچ پوچھا جاے تو یہ مضمون صرف چند سیاسی فلاسفہ کے خیالات کا اظہار ہے - جن کے خیالات میں باہمی کوئی ربط نہیں ' ارسطو کو علم تاریخ کا بانی قرار دیا ہے لیکن اس نے سیاسی یا تاریخی نظریات کو بیان نہیں کیا - ارسطو کے بعد فاضل مضمون نویس آگسٹین کے خیالات کو لیتے ہیں اور تمام درمیانی سلسلے چھوڑ جاتے ہیں لیکن آگسٹین کے خیالات کو انھوں نے خوب بیان کیا ہے—

فلسفۂ تاریخ ایک ارتقائی چیز ہے اور اس کو اسی پیرایے میں بیان کیا جانا چاہئے - اس سلسلے میں پہلا تاریخ داں نبانی دس Nabonidas ہے مختلف منزلوں سے گزر کر ارسطو کے ہاتھوں سیاسی نظریات قائم ہوئے اس لئے ان فلاسفہ یا تاریخ دانوں کے خیالات کا ضرور اظہار ہونا چاہئے جو نبانی دس Nabonidas اور ارسطو کے درمیان ہیں—

ہمیں امید ہے کہ فاضل پروفیسر اس سلسلے کے مضامین میں ارتقا کو نظر انداز نہ فرمائیں گے —

مولوی جمیل الرحمن صاحب کا مضمون "ابن خلدون کے خیالات عمرانیات پر" نہایت جامع اور موثر ہے —

جناب مسٹر ہلسلت راؤ صاحب کا مضمون "مملکت میں اقتدار کا مسئلہ" ضرورت سے زیادہ مختصر ہے اُنہوں نے قدیم سیاسی فلاسفہ کے نظریات کو مطلق بیان نہیں کیا اور جدید سیاسی فلاسفہ کے خیالات پیش کئے ہیں تو اُن میں کوئی خاص تحقیق کی بات نہیں - لاک کو تو خیر اُنہوں نے روسو کو بھی نظر انداز کردیا ہے ' جس نے اقتدار اعلیٰ کے مسئلے کو نہایت ہی سلجھی ہوئی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا - ہابز کا صرف نام ہی پیش کیا ہے اور اس کے نظریے کے متعلق کسی رائے کا اظہار نہیں کیا - اقتدار اعلیٰ کا مسئلہ سیاسیات میں نہایت اہم ہے اور اس کو ہمیشہ ارتقائی صورت میں پیش کیا جانا چاہئے اس قسم کے بے جوڑ خیالات سے مضمون کی حیثیت بالکل گرجاتی ہے —

ان تمام خامیوں کے باوجود ہم اس مجموعہ کو نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ہمیں اُمید ہے کہ آئندہ یہ بزم' تاریخ کے بہتر مضامین شائع کرے گی —

کاغذ عمدہ ہے کتاب ٹائپ میں چھپی ہے' حجم پونے دو سو صفحے- سائز ۱۸ × ۲۲- دفتر بزم تاریخ واقع اقامت خانہ ہنود حیدرآباد دکن سے ایک روپیہ آٹھ آنے میں دستیاب ہوسکتی ہے —

(محمد ابراہیم)

مذہب

دنیا کا محسن

مصنفۂ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۂ مسیح ثانی قادیان-
پتہ:- بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان ضلع گورداسپور- قیمت ۴ آنہ -
حجم ۱۱۲ صفحے - لکھائی' چھپائی' کاغذ متوسط - سائز چھوٹا

یہ کتاب مرزا صاحب موصوف کا وہ معرکہ آرا لکچر ہے جو انہوں نے قادیان کے یک مجمع عام میں دیا تھا - اور جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم کی پاکیزہ و بے نظیر سیرت احسانات اور قربانیوں پر مدلل طور پر اظہار خیال کیا تھا - یہ لکچر

جس بنیاد پر دیاگیا ہے - اس کو تمہید میں بتادیا ہے۔ مرزا صاحب کا یہ نہایت مبارک اور قابل قدر خیال ہے کہ دنیا کے تمام آدیان اور اقوام کے جو پیشرو گزرچکے ہیں ۔ اور جن کی تعظیم وہ مذہبی حیثیت سے کرتے ہیں ان کا احترام ہمیں بھی کرنا چاہئے اور سب کو - نیز ان دنیا کے بڑے بڑے مصلحین کے حالات پر ایسی تقریریں ہر جگہ پر عام جلسوں میں ہوں جس میں ہر قوم و ملت کے افراد بکثرت شریک ہوں - اس میں ان بزرگوں کے اخلاقی اور عملی فضائل کو دکھایا جاے نہ کسی پر حملہ ہو، نہ دل شکن پہلو اختیار کیا جاے - اسی اصول پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی سیرت پر یہ لکچر تیار کیا اور دیا گیا تھا اس لحاظ سے دنیا کے ایک مصلح اعظم کی حیثیت سے آپ کی مبارک سیرت پر نہایت قابل قدر تبصرہ فرمایا ہے - مناظرانہ پہلو کو بالکل نظر انداز کردیا ہے - ایسی کتابیں ہندوستان کے تمام مختلف اقوام خاص کر ہندو مسلم اتحاد کے لئے بہت مفید ہوں گی اگر دونوں نے تعصب سے الگ ہوکر یہ خدمت انجام دی، تو ہندوستان پر جو لعنت چھائی ہوئی ہے وہ جلد سے جلد دور ہوسکتی ہے —

اربعین حدیثاً (عربی)

مولفۂ جناب مولانا عنایت اللہ صاحب صدر مدرس مدرسۂ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ - قیمت درج نہیں۔ حجم ۸ صفحے، لکھائی چھپائی، بہت ادنیٰ۔

یہ جناب رسالت مآب علیہ الصلواۃ والسلام کی مختصر چالیس احادیث کا مجموعہ ہے۔ جو احادیث صحیحہ کے بڑے بڑے مجموعوں سے انتخاب کرکے موصوف نے مرتب کیا ہے۔ اس میں صرف وہ احادیث لی ہیں جو امارت شرعیہ اور خلافت و سلطنت کے متعلق ہیں اور جن میں سلاطین و امراء کے لئے عمدہ ارشادات و نصائح نبوی کا مجموعہ ہوگیا ہے۔ اس اربعین کو مولف صاحب نے غازی اعظم فرمانروائے افغانستان دام اقبالہ و خلداللہ ملکہ کے نام تہدیہ کیا ہے —

تعلیم

مکالمات جیمس

مترجمۂ سید وہاج الدین احمد صاحب، شائع کردۂ انجمن ترقی اُردو
(سلسلۂ مطبوعات سررشتۂ تعلیمات سرکار عالی) تقطیع ۱۸ × ۲۲
حجم ۳۳۰ صفحے۔ چھپائی تائپ خوشنما، کاغذ اچھا، قیمت ندارد۔

یہ امریکہ کے مشہور نفسی پروفیسر ولیم جیمس کے لکچر ہیں جو اُنھوں نے کیمبرج (امریکہ) کے معلمین کے سامنے دیے تھے۔ ان میں نفسیات کے اصول اس قدر دلچسپ اور عام فہم طریقے سے بیان کئے گئے ہیں کہ پڑھنے والا قصے کی طرح پڑھتا چلا جاے۔ پتھر کو پانی کردینا اسی کا نام ہے۔ جناب مترجم نے اصل کتاب کی سلاست اور دلچسپی کو ترجمے میں پوری طرح قائم رکھا ہے ابتدا میں ایک مفید اور مختصر مقدمہ بھی ہے —

ہمارے نبی

مولفۂ مولوی سید نواب علی صاحب ایم اے پروفیسر بڑودہ کالج؛ ملنے کا پتہ:
مکتبۂ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، حجم تقریباً ۶۰ صفحہ، قیمت
۴ آنے۔ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، سائز چھوٹا —

جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت پر یوں تو بہت کافی ذخیرہ اُردو میں موجود ہے اور برابر اس کا سلسلہ جاری ہے، کورس کے لئے بھی کثرت سے کتابیں لکھی گئی ہیں نہ صرف مسلمانوں بلکہ دیگر اقوام کے غیر متعصب اور سنجیدہ دار لوگوں نے بھی کئی کتابیں شائع کی ہیں مگر جامعہ ملیہ اسلامیہ کے جو ست (سلسلہ) شائع کیا ہے وہ بچوں کی تعلیم اور ان میں قومی روح پیدا کرنے اسلام کے بانی اور اپنے آقاے امت کی سیرت و حالات سے باخبر ہونے اور اخلاقی تعلیم اور سبق آموز

کارناموں کو رہبر ہدایت بنانے کے لئے بہترین سے سلسلہ ہے اس کی پہلی کڑی ہمارے نبی ہے جو سب سے زیادہ سہل اور میٹھی زبان میں لکھی گئی ہے اور اس کا معیار یہ ہے کہ پانچ چھ برس کا بچہ بے تکلف پڑھ اور سمجھ سکتا ہے صرف ضروری واقعات کو لیکر نہایت سادہ طور سے بیان کیا ہے طرز بیان ایسا ہے کہ چپکے چپکے دل میں کھبتا جاتا ہے اپنے مذہب اور نبی کی محبت و اخلاق کا سکہ بٹھاتا جاتا ہے - یہ کتاب جیسا کہ چاہئے تھا خوب مقبول ہوی اور اب تبا وہ چھپی ہے ہماری رائے ہے کہ یہ پورا سلسلہ ہر مسلمان گھر میں ہونا چاہئے - اور لڑکے لڑکی کو پڑھانا چاہئے - ہر اسلامی مدرسہ کے نصاب تعلیم میں شامل کرنا چاہئے —

ہمارے رسول

مولفہ مولوی خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی استاد جامعہ ملیہ اسلامیہ - ملنے کا پتہ مکتبۂ جامعہ ملیہ دہلی - قیمت ۸ آنے - حجم ۸۵ صفحے لکھائی چھپائی ' کاغذ عمدہ - تقطیع چھوٹی

یہ سیرت نبوی پر مذکورہ سلسلہ کی دوسری کتاب ہے جسے جامعہ ملیہ کے فاضل استاد تفسیر خواجہ عبدالحی صاحب نے تالیف کیا ہے - اس کے شروع میں خانۂ کعبہ کا فوٹو بھی ہے - جو بچوں کے لئے بہت نظر فریب ہوگا فوٹو پر حضرت اقبال کا یہ شعر ہے —

دنیا کے بت کدے میں پہلا یہ گھر خدا کا ہم اس کے پاسباں ہیں یہ پاسباں ہمارا

اس میں ولادت رسول اللہ سے لے کر وفات تک کے واقعات لئے گئے ہیں اور خاص کر ان حالات و واقعات کو انتخاب کیا ہے - جو بچوں کی ذہنیت کے لحاظ سے ان کے لئے فائدہ مند اور نفع بخش ہوسکتے ہیں - اور خاموشی سے ان کی اخلاقی اصلاح کرسکتے ہیں - یہ کتاب ہمارے نبی کے بعد پڑھنے پڑھانے کی ہے - اوربہت خوب ہے - خواجہ صاحب نے بہت خوش اسلوبی سے تمام مضامین کو لکھا ہے - عبارت کا معیار بھی کتاب کے درجہ کے لحاظ سے ہے —

سرکار کا دربار

مرتبۂ جناب الیاس احمد صاحب مجیبی ' ملنے کا پتہ : مکتبۂ جامعہ ملیہ اسلامیہ دھلی - قیمت ایک روپیہ' حجم تیرہ سو صفحے' لکھائی چھپائی ' کاغذ عمدہ - سائز چھوٹا -

---

یہ کتاب بھی اس سلسلے کی تیسری کتاب ھے - مؤلف صاحب جامعہ ملیہ کے قدیم مخلص رکن ھیں - انھوں نے یہ نہایت اخلاص کے ساتھ تیار کی ھے - اور اپنے معیار عبارت و مضامین کے لحاظ سے بہت قابل قدر ھے - موصوف نے اس امر کو ملحوظ رکھا ھے کہ دس بارہ برس کے بچے اس کتاب کو پڑھ سکیں اور مطالب سے فائدہ اٹھا سکیں اور اپنے آقا کی سیرت سے اپنی اصلاح اخلاق کرسکیں - یہ سچ ھے کہ مجیبی صاحب کو اس کتاب کی تالیف میں پوری کامیابی ھوی ھے - ھم ان کو اس تالیف پر مبارک باد دیتے ھیں - ان کی یہ کوشش صرف کامیاب اور ملک وقوم میں مشکور ھوگی - کتاب بچوں کے لئے دل چسپ بنانے کی خاطر ' خانۂ کعبہ ' بیت المقدس اور' مسجد نبوی کے فوٹو بھی شامل کردئے ھیں اس نےکتاب کے محاسن میں اور خوبی پیدا کردی ھے قاعدہ سرورق بھی بہت خوب صورت اور دیدہ زیب ھے جس سے مؤلف صاحب کا سلیقہ ظاھر ھوتا ھے —

خطبات عالیہ (۳ حصے)

مرتبۂ مولوی انوار احمد صاحب زبیری مارھروی ملنے کا پتہ :- صدر دفتر کانفرنس سلطان جہاں منزل علی گڈہ حجم ھر حصہ تقریباً تین سو صفحے قیمت تین روپے ' لکھائی چھپائی کاغذ متوسط سائز ۲۰ × ۲۶

آل انڈیامسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈہ کے نام سے شاید ھی ھندوستان کا کوئی پڑھا لکھا مسلمان ناواقف ھو ' اس کے قیام کو چالیس سال کا طویل زمانہ ھوگیا - اس کی بنیاد جن مقدس ھاتھوں سے ھوئی ھے - ان میں سر سید علیہ الرحمۃ کا نام لے دینا کافی ھے - مسلمانوں کا شاید ھی کوئی ایسا راہ نما اور بڑا آدمی ھو جسے اس کی خدمت کا کسی صورت میں شرف حاصل نہ ھوا ھو - اور اس سے دل چسپی

نہ رکھتا ہو اس تعلیمی مجلس نے ہندوستان کے مسلمانوں میں جدید تعلیمی بیداری پیدا کرنے کے جو مساعی کی ہیں وہ محتاج بیان نہیں ' ہندوستان کا شاید کوئی ایسا بد نصیب بڑا شہر ہوگا جو اس کے کسی سالانہ جلسے سے محروم رہا ہو غرض اس نے دور دراز مقامات میں بھی علمی بیداری پیدا کرنے کی کوشش کی ہے - اگر چہ اب اُس کی حالت خود ایک جسد بے روح کی سی ہو رہی ہے - اس کے سالانہ جلسوں کو بڑے بڑے نامور مسلمان رہنماؤں کی صدارت کا فخر حاصل ہوا ہے - جنھوں نے مسلمانوں کی تعلیم پر اپنے خطبات صدارت میں بیش بہا خیالات و آراء کا اظہار کیا ہے • اور ان پر عمل پیدا ہونے سے ہماری بہت سی تعلیمی مشکلات کا حل ممکن ہے - لیکن یہ سب خطبات کانفرنس کی سالانہ رپوٹوں کے صفحات میں تھے - جو عام طور پر نہیں ملتیں - اور اس طرح یہ گنج گراں مایہ نگاہوں سے پوشیدہ ' کتب خانوں کی الماریوں میں بند اور معطل تھا- کانفرنس نے یہ بہت بڑا کام کیا کہ ان چالیس سالوں کے تمام خطبات کو ایک جگہ مرتب و مدون کر کے چھپوادیا - اب ہمارے رہنماؤں کے تعلیمی خیالات میں اور بیش بہا مشوروں کا قابل قدر ذخیرہ و کتابی صورت میں آگیا ہے. یہ مجموعہ نواب صدریار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شیروانی سکریٹری کانفرنس کے ارشاد و ایما سے مولوی انوار احمد صاحب زبیری نے مرتب کیا ہے - جو ۹۰۰ صفحات کی اچھی خاصی ضخامت رکھتا ہے - بغرض سہولت اس کے تین حصے کر دئے گئے ہیں - ان گراں قدر معلومات کے علاوہ جن سے ان خطبات کے صفحات بھرے ہوے ہیں مرتب صاحب نے یہ کام بہت عمدہ کیا ہے کہ ان تمام حضرات کے فوٹو اور ہر خطبہ سے پہلے ان کے مفصل حالات و بھی سوانح فراہم کردے ہیں - اس طرح اسے ہمارے لئے مفید تر اور مزید دلچسپ بنا دیا ہے - اس میں آپ کو مولانا حالی مرحوم' نواب محسن الملک' نواب عمادالملک جیسے بزرگ مقدس بھی نظر آتے ہیں - خلیفہ محمد حسین پٹیالہ ' منشی امتیاز علی مرحوم جیسے وزراء ریاست - اور سر ابراہیم رحمت اللہ ' نبی اللہ آغا خاں' حشمت اللہ - سر عبدالرحیم- مسٹر امیر علی ' مسٹر حیدری - وغیرہ مہاراجہ صاحب محمود آباد ' نواب صاحب ڈھاکہ ' غرض ہر اعلیٰ طبقے کے مسلمان تاجر ' رئیس ' فاضل' شاعر اور نامور مصنف وغیرہ بھی نظر آتے ہیں اور ان کے چہروں کو کاغذ پر دیکھ کر قومی روح میں ایک حرکت پیدا ہوتی ہے - غرض کہ خطبات عالیہ کا یہ مجموعہ ہر حیثیت سے مفید کام ہے - ابھی ان رپوٹوں کے انبار میں اور بہت سے ایسے گراں مایہ خزینے دفن ہیں - کیا اچھا ہو کہ کانفرنس کے ارباب عمل ان کو بھی بتدریج عام شہود میں لے آئیں کہ یہ ہمارے تعلیمی معاملات اور مشکلات کے لئے مشعل ہدایت کا کام دیں گے —

راجا اور جوگی

مصنفۂ خان صاحب حاجی ڈاکٹر منیرالدین صاحب ایل - ایم - ایس
اسسٹنٹ سرجن - پی - سی - ایم - ایس - ملنے کا پتہ :- حکیم ڈاکٹر
نصیرالدین صاحب کپورتھلہ ریاست - قیمت ایک روپیہ - حجم ۱۲۸
صفحات ' سائز چھوٹا - لکھائی ' چھپائی ' کاغذ متوسط درجہ کا

یہ کتاب ایک راجہ اور جوگی کا مکالمہ ہے - راجہ ' جوگی سے کہتا ہے کہ تم اپنے لڑکے کو پڑھاتے کیوں نہیں - جوگی اس کا جواب دیتا ہے - پڑھتے پڑھتے یہ مکالمہ ۱۲۸ صفحوں تک پہنچ کر ختم ہوتا ہے - اور ان میں بقول مصنف " وہ سب معرکہ آرا مسائل آجاتے ہیں - جو حقیقت میں امن و راحت کا سبب تھے مگر افہام و تفہیم کی غلطی سے بے اطمینانی و آشوبش کا باعث ہو رہے ہیں - یہ بحث لطیف پیرایے میں ہے اور اس کے دوران میں بتدریج کہا ہے کہ علم برداران سیاست نے رفاہ عام کے پردے میں مادیت کا کیا طوفان برپا کردیا ہے - آرام و آسائش کے اسباب خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے ہیں - مذہب اسلام ایک مشعل راہ ہے - اسی کی روشنی میں صراط مستقیم پر چلا جائے تو بآسانی منزل مقصود پر آدمی پہنچ سکتا ہے " مکالمہ دلچسپ ہے اور مصنف صاحب نے اپنے مطالب کو بہت عام فہم اور سہل بنا کر سمجھانے کی کوشش کی ہے - لیکن کئی جگہ بہت طول ہوگیا ہے - جس نے مکالمہ کی دلچسپی کو کم کردیا ہے - پھر بھی اپنے مقاصد کی تفہیم کے لئے ایسی کتابیں خاص اکر عام اور معمولی سمجھ والوں کے لئے تھوس علمی کتب سے زیادہ فائدہ بخش اور کار آمد ہوسکتی ہے - جو حضرات ان مسائل سے دلچسپی رکھتے ہیں اُن کو پڑھنا چاہئے —

متفرق

—— : * : ——

رپوٹ سالانہ انجمن علم و ادب شملہ بابت سنہ ۱۹۲۷ع

(مرتبۂ جناب پرفیسر شجاع منعمی صاحب سکریٹری۔ ملنے کا پتہ : خواجہ شجاع صاحب منعمی پروفیسر کالج بہاولپور۔ قیمت معہ محصول ۶ آنے لکھائی، چھپائی، کاغذ متوسط۔ سائز چھوٹا —

شملے کے ارباب ادب نے عرصے سے اس پر فضا مقام پر ایک ادبی انجمن قائم کررکھی ہے۔ جو کامیابی کے ساتھہ ذوق ادب کو قائم رکھے ہوے ہے۔ بلکہ پھیلا رہی ہے۔ اس کا سالانہ جلسہ بہت شان سے ہوا کرتا ہے۔ یہ رپوٹ سنہ ۲۷ ع کے سالانہ جلسہ کی ہے جو مہاراجہ بھوانی سنگھہ جی والی ریاست جھالاواڑ کی صدارت میں ہوا تھا۔ مشاعرہ کا بھی خاص انتظام کیا گیا تھا اور ہندوستان کے نامور شعرا مدعو کئے گئے تھے شروع میں عذر تاخیر اور نذر کے عنوان سے ۱۸ صفحات میں مشاعرہ وغیرہ کے حالات سکریٹری صاحب نے بہت دلچسپ لکھے ہیں۔ جن سے ہمارے شعرا کی حالت پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ پھر انجمن کی آمدنی اور خرچ کی تفصیل ہے، ۲۵ سے ۸۰ صفحے تک وہ نظمیں اور غزلیں ہیں جو انجمن کے اس سالانہ جلسے میں پڑھی گئی تھیں اور جو اکثر عمدہ اور پاکیزہ ہیں۔ آخری صفحے پر قلعۂ معلی دھلی کا سرخ بلاک ہے۔ غرض کہ کہنے کو تو یہ رپوٹ ہے مگر حقیقت میں نظموں کا ایک عمدہ مجموعہ ہے —

اردو کے جدید رسالے

تعلیم و تربیت

ایڈیٹر: عبدالحمید خاں - پتہ :- ۱۱۹ سرکلر روڈ لاہور - قیمت سالانہ
دو روپے فی پرچہ تین آنے ' سائز رسالۂ اُردو کا (۲۰ × ۳۰) ضخامت
۲۸ صفحے - لکھائی چھپائی متوسط

ایم فیروزالدین اینڈ سنز لاہور کے مشہور ناشر ہیں - جو اُردو کی بہت خدمت کر رہے ہیں خاص کر تعلیمی مفید کتابیں شائع کرتے رہتے ہیں - یہ ماہانہ رسالہ بھی انہوں نے جاری کیا ہے - پہلے یہ سنہ ۱۷ ع میں نکلا تھا - مگر تعلیمی مذاق کی پستی اور ناقدری سے بند ہوگیا تھا - اب پھر ہمت کرکے جاری کیا ہے - مفید عام و سنجیدہ مضامین کے علاوہ بچوں کی تفریح اور افادہ کے لئے بھی مضامین کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے - اکثر ایسے لوگوں کے لکھے ہوئے مضامین ہیں جو فن تعلیم و تربیت سے فرق و واقفیت رکھتے ہیں - نظمیں بھی اچھی اچھی ہیں - اور تصاویر کا اہتمام بھی ہے - تعلیمی خبروں کا انتخاب بھی ہے - اسی نام کا ایک سہ ماہی رسالہ تعلیمی کانفرس علی‌گڈھ سے نکلا ہے جو اشتراک مقاصد کے ساتھ ساتھ اشتراک اسمی بھی رکھتا ہے - گو معیار مضامین کے لحاظ سے اس سے بلند تر ہے - اس پر ہم کسی گذشتہ نمبر میں تبصرہ کرچکے ہیں - بہر حال اس قسم کے جتنے رسالے نکلیں قوم و ملک کے لئے بہت مفید ہوں گے - اس رسالے کے اجرا پر بھی ہم اظہار مسرت کئے بغیر نہیں رہ سکتے - امید ہے کہ ایڈیٹر صاحب بتدریج اسے اور زیادہ مفید ' دلچسپ اور کار آمد بنانے کی کوشش کریں گے —

ثریّا لاهور

ایڈیٹرس ' رضیہ ناصرہ صاحبہ - سلمے بانو - اور ساحل بیگم موج
لکھنؤ ' قیمت سالانہ چار روپے - سرورق خوب صورت رنگین - کاغذ
لکھائی چھپائی متوسط - حروف جلی سائز چھوٹا

یہ ننھا باتصویر پندرہ روزہ رسالہ لاہور سے نیا نکلا ہے - اور کم عمر کی لڑکیوں کے لئے مخصوص ہے اس میں چھوٹے چھوٹے مضامین اور افسانے ' نظمیں ہیں جو سہل اور سادہ زبان میں لکھی گئی ہیں - مضامین عورتوں کے بھی ہیں اور مردوں کے لکھے ہوے بھی رسالے کے اندر ایک سہیلی کی رنگین تصویر بھی بچوں کے لئے دلچسپ ہے آخر میں رسالہ کے مقاصد کے موافق چند خبریں بھی ہیں - ثریا غالباً اُردو میں پہلا رسالہ ہے جو اس موضوع پر نکلا ہے - اب تک بچوں کے لئے تو بہت سے رسالے نکلے - کچھ بند ہوے اور کچھ جاری ہیں - مگر خاص لڑکیوں کے لئے ثریا ہی ہماری نظر سے گزا ہے مضامین اور نظمیں پرچے کے معیار کے لحاظ سے اچھی اور فہمیت ہیں - لیکن سرورق پر ہلال سرخ کے دائرہ میں ثریا کا ہونا کچھ بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے - ہلال کی جگہ ستارے کی شکل ہو تو بہتر ہے - ہم اس قسم کے رسالے کے دل سے حامی ہیں اور اس مزید ترقی کے خواہاں - مگر ایسے رسالوں کا نکالنا آسان کام نہیں - امید ہے کہ جو خواتین فرائض ادارت حاصل ہیں - اسے اور مفید و دلچسپ اور کار آمد بنائیں گی -

---

انکشاف

ایڈیٹر سید محمد نسیم انہونوی پتہ :- صدر دفتر
ایک آنہ فنڈ لکھنؤ - قیمت سالانہ ۱۰ روپے حجم ۶۴ صفحہ
لکھائی چھپائی معمولی - سرورق رنگین و گل کار ' سائز رسالہ اُردو کا

یہ رسالہ درحقیقت لکھنؤ کی مشہور انجمن اسلامیہ ایک آنہ فنڈ کا آرگن اور اس کے مقاصد کا ناشر و مبلغ ہے - اور ایک آنہ فنڈ ایک نیک دل اور درد مند مسلمان کے مساعی جمیلہ کا بہترین مظہر ہے - جس کا مقصد یہ ہے کہ لکھنؤ اور اطراف لکھنؤ کے

ویران و شکستہ مساجد کی تعمیر و مرمت اور آبادی کی کوشش کرے نیز ان کو تباہی و بربادی سے بچائے - اس انجمن نے بہت عمدہ خدمات انجام دی ہیں اور مدت سے ادا کر رہی ہے - مرمت و آبادی مساجد کے علاوہ مذہبی معلومات بہم پہنچانا اور اردو زبان کی اشاعت بھی اسنے اب اپنے فرائض میں داخل کیا ہے - اس کے سکریٹری سید خلیل احمد صاحب ہیں جن کے آن تھک مساعی سے یہ کام نہایت حسن سے انجام پارہے ہیں اور اس نے نہایت قلیل سرمایہ اور نہایت حقیر چندوں سے بڑے بڑے کام کئے ہیں - مساجد میں امام اور موذن کے تقرر کے علاوہ ابتدائی مدارس کے قیام کا انتظام بھی کیا ہے روشنی یافرش اور دیگر ضروریات کا انتظام بھی عمدہ طریقہ سے کیا ہے - انکشاف کا یہ رسول نمبر خاص اہتمام سے شائع کیا گیا ہے جس کا سرورق رنگین اور گل کاریوں سے مزین ہے - مضامین نظمیں ' غزلیں جناب رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام اور مذہب اسلام کے متعلق ہیں - اور دو تین افسانے ہیں مگر وہ بھی مذہبی رنگ میں ڈوبے ہوے ہیں - غرض کہ ایڈیٹر صاحب نے اس نمبر کو بہت کامیاب بنایا ہے آخر میں فنڈ کے چندہ دینے والوں کی فہرست اور دو تین صفحوں میں مختصر حالات ہیں - جن سے اس انجمن کے کار روائیوں کا پتہ چلتا ہے —

نوید-ناگپور

ایڈیٹر - اے - ایس رحمان خاں ایم - اے لکھائی چھپائی کاغذ
معمولی قیمت سالانہ پانچ روپے اور ہر حصے کی الگ الگ قیمت
تین روپے چار آنے - حجم ۵۰ صفحے سائز ۲۰×۲۶

یہ رسالہ انگریزی اور اُردو میں ناگپور سے نکلنا شروع ہوا ہے - اور پہلا پرچہ ہمارے سامنے ہے - اس کے ۲۰ صفحوں میں اُردو نظم و نثر کے مضامین ہیں اور ۳۰ صفحوں میں انگریزی کے - پہلا اُردو مضمون بنگال کے مشہور نواب سراج الدولہ پر ہے - جس کی شخصیت ہندوستان کی تاریخ میں خاص حیثیت رکھتی ہے - دوسرا مضمون پردۂ رحمت ہے یا لعنت ہے - ان کے علاوہ چند نظم و نثر مضامین اور ہیں - اور یہ سب قسمت ہیں - انگریزی حصے میں کئی چھوٹے چھوٹے اور دو بڑے مضمون ہیں - ایس - ایم رحمان خاں صاحب ایم - بل - سی کا مضمون "سیاسی احساس کے نشو و نما اور اصلاحات" پر قابل قدر اور پڑھنے کے قابل ہے - دوسرا مضمون ناصر علی صاحب

عباسی کا " ہمیں کیا ہوگیا ہے " ہے اس میں موصوف نے ہماری سیاسی و تمدنی حالت پر تبصرہ کیا - اور بہت خوب کیا ہے - ہماری کمزوریاں دکھائیں ہیں - نیز ہندو مسلم اتحاد پر زور دیا ہے - باقی مضامین بھی دلچسپ اور اچھے ہیں البتہ حصۂ تنقید کسی قدر کمزور نظر آتا ہے - ناگپور سی پی کا صدر مقام ہے - اور یہاں یونیورسٹی بھی ہے - مگر علم و ادب کی اکثر کساد بازاری رہتی ہے - خصوصاً علم و ادب کی پہلے بھی دو ایک رسالے نکلے مگر مسلمانوں کی غفلت و جمود نے کامیاب نہ ہونے دیا - یہ رسالہ مضامین کے لحاظ سے بہت غنیمت اور اچھا ہے - اس صوبے کے مسلمانوں کا خصوصیت کے ساتھہ فرض ہے کہ وہ اس کی قدر کریں ' اس کی اشاعت کو بڑھائیں اور بند نہ ہونے دیں —

تازہ ترین مطبوعات انجمن

ذکر میر

ہندوستان میں کون ایسا صاحب ذوق ہوگا جو اُردو کے خدائے سخن حضرت میر کے نام اور کلام سے نا آشنا ہو - اُن کے کلام کا پاکیزہ انتخاب عرصہ ہوا کہ انجمن نے شائع کیا تھا جو ملک میں بہت مقبول ہوا - اور کئی بار چھپ چکا ہے - اب خاص اہتمام سے میر صاحب کی یہ نادرۂ روزگار سوانح عمری طبع کی گئی ہے - جو خود انھیں کے پر سوز و گداز قلم کی تراوش ہے - جس میں انھوں نے اپنے حالات زندگی اور اس وقت کی فضا نیز آخری دور مغلیہ کی تصویر نہایت دل کش انداز سے کھینچی ہے - اور اپنے مخصوص و خوش نما ٹائپ میں انجمن نے چھاپی ہے - شروع میں جناب مولوی عبدالحق صاحب مدظلہ سکریٹری انجمن کا مقدمہ بجاے خود قابل دید اور کتاب کی جان ہے - جلد خوب صورت دبدہ زیب حجم ۱۸۰ صفحے قیمت دو روپے سکہ انگریزی

بزم مشاعرہ

گزشتہ ماہ تیر (مئی جون) میں عالی جناب مہاراجہ کشن پرشاد 'شاد' مدظلہ العالی صدر اعظم دولت آصفیہ دکن نے اورنگ آباد میں شرف ورود فرمایا تھا - جناب محتشم کی تشریف آوری پر اور دل چسپ ہنگاموں کے علاوہ ایک نہایت پر تکلف دل فریب مشاعرہ بھی حضرت موصوف کی صدارت میں بمقام مقبرہ ہوا - اس مشاعرہ کا گلدستہ نہایت خوش نما، نظر فریب، دو رنگوں میں طبع کیا گیا ہے - شروع میں جناب صدر مدظلہ کی پاکیزہ تصویر اور جناب محوی صدیقی کے قلم کا دل پذیر دیباچہ بھی ہے - سرورق بھی خوب صورت اور شاندار ہے - آخر میں وہ قصائد بھی شامل کردیے گئے ہیں جو اورنگ آباد کالج میں پڑھے گئے تھے - نفاست پسند ارباب ذوق کے لئے بہت تھوڑی تعداد میں یہ گلدستہ طبع ہوا ہے - جلد منگوائیے قیمت صرف آٹھ آنے

المشتہر

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

عالمگیر

عالمگیر ہندوستان کا ماہوار رسالہ ہے - جو کئی سال سے نہایت آب و تاب کے ساتھہ پنجاب کے دار السلطنت لاہور سے شائع ہوتا ہے —

عالمگیر اپنے بلند پایہ مضامین اور بہترین تصاویر کے اعتبار سے ہندوستان اور بیرون ہندوستان میں ممتاز ترین رسالہ تسلیم کر لیا گیا ہے —

عالمگیر ایک سال میں بڑے سائز پر دو قابل دید خاص نمبر شائع کرتا ہے — اور یہ دونوں خاص نمبر سال بھر کے خریداروں کو مفت ملتے ہیں —

عالمگیر کے خاص نمبروں کو ہندوستان کے مشہور اورمقتدر انگریزی اور اُردو اخبارات نے متفقہ طور پر

ہندی اور انگریزی رسائل کا ہم پایہ قرار دیا ہے

عالمگیر کا ایک معرکۃالآرا اور ہنگامہ آفریں خاص نمبر اگلے مہینے بڑے سائز پر شائع ہو رہا ہے —

اگر آپ اُردو پڑھنا جانتے ہیں تو آپ کا علمی فرض ہے

کہ آپ عالمگیر کا مہتم‌بالشان خاص نمبر ضرور ملاحظہ فرمائیں - آپ اس کا ہر صفحہ ملاحظہ فرماتے ہی بے اختیار کہہ اٹھیں گے

صفحہ کاغذ بنا ہے دامن گل کا جواب

عالمگیر کے اس خاص نمبر کے بغیر آپ کا ذوق ادب اور شوق علم یقیناً تشنہ ہے -

عالمگیر کے اس مہتم‌بالشان خاص نمبر اور عنقریب شائع ہونے والے سالانہ نمبر کو اگر آپ مفت حاصل کرنا چاہیں تو آج ہی

ایک سال کے لئے فرمائش خریداری بھیج دیجئے

عالمگیر کی سال بھر کی قیمت‌صرف چار روپے ہے- اور اسی سالانہ قیمت میں دونوں خاص نمبر بھی مفت ملتے ہیں اعلان ہذا ملاحظہ فرماکر سب سے پہلی فرصت میں

سال بھر کے لئے فرمائش بھیج دیجئے

پتہ :— منیجر رسالہ عالمگیر لاہور شہر

افغان بادشاہ

اعلیٰ حضرت غازی امان اللہ خاں کی عظیم الشان چشمدید داستان حیات

اِس کتاب لاجواب کو محمد حسین خاں بی - اے (علیگ) ڈائرکٹر جنرل پبلک انسٹرکشن افغانستان نے بڑی عرق ریزی سے مرتب کیا ہے شائقین سیر و تاریخ کے لئے خصوصاً اور کافۂ مسلمین کو عموماً لازم ہے کہ اِس کتاب کو غور سے مطالعہ فرما کر استفادہ کریں - کیونکہ اخبار بین حضرات سے پوشیدہ نہیں کہ اعلیٰ حضرت موصوف نے افغانوں کو کس طرح ایک مدت قلیل میں سولائزڈ فرما کر نہ صرف صف اقوام آزاد و متمدن میں کھڑا کیا - بلکہ افغانستان کو دنیا کے ممتاز ترین ممالک میں شمار کرادیا - اگر آپ اس تاجدار جواں بخت کی روشن خیالی کو دیکھنا چاہتے ہیں تو اِس کتاب کو ضرور مطالعہ فرما ویں - اور اُن تمام باتوں کا جو آپ افغانستان جدید کے متعلق ہر ایک سے پوچھکر معلوم کرنے کے شائق ہیں اِس میں خود پڑھکر اطمینان حاصل کریں - کتاب میں اعلیٰحضرت کی تصویر بھی ہے

قیمت فی جلد دو روپیے آٹھ آنے

ملنے کا پتہ

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

اُردو

آٹھویں جلد — سنہ ۱۹۲۸ ع

فہرست مضامین

(الف) مقالے

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	سنہ ۱۲۹۱ ھ کے مشاعرے کی تصویر	اڈیٹر	۱
۲	قدیم اُردو	اڈیٹر	۱
۳	اساتذہ کی اصلاحیں	جناب صفدر مرزا پوری	۱۱
۴	ہندوستانی مصنفین اور ان کی تصانیف	ترجمہ از گارسان دتاسی	۵۳
۵	ایک پرانی کہانی	جناب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب دہلوی بی - اے	۱۰۱
۶	قدیم اُردو	اڈیٹر	۱۵۳
۷	ہندوستانی مصنفین اور ان کی تصانیف	گارسان دتاسی	۱۵۹

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۸	عمر خیام	جناب سید حسین صاحب برنی، بی-اے ال ال بی (علیگ)	۲۰۶
۹	میر طاہر	جناب محمود علی خاں صاحب فرخ آبادی	۲۱۹
۱۰	اساتذہ کی اصلاحیں	جناب صفدر مرزا پوری صاحب	۲۴۴
۱۱	فاول فویسی اور اردو	جناب علی عباس حسین صاحب ایم-اے	۲۵۳
۱۲	ایک ادبی استفسار	مولوی محمد حسین صاحب محوی	۲۹۲
۱۳	مرزا غالب کی خود نوشتہ سوانح عمری کا ورق	اڈیٹر	۳۲۷
۱۴	گل - گلاب	جناب برجموہن دتاتریہ صاحب کیفی	۳۳۱
۱۵	مرہٹی شاعری کی کہانی	جناب دتاترا بھینکر صاحب بی-اے بی ٹی	۳۳۹
۱۶	جواہر العجائب (مقدمہ)	جناب حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب ام - آر - اے - ایس	۳۸۹
	جواہر العجائب (تعلیقات)		
۱۷	قدیم اُردو	اڈیٹر	۴۵۰
۱۸	دیباچۂ قدیم شاہنامہ	جناب حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب ام - آر - اے - ایس	۴۶۰
۱۹	جواب استفسار محوی،	جناب نورالہی و محمد عمر صاحبان	۴۶۵
۲۰	بہاری لال کا بیان حسن	جناب پنڈت ونشی دھر ودیالنکار صاحب	۴۸۹
۲۱	حافظ شیراز	جناب سید حسن برنی صاحب بی - اے ال ال بی	۵۱۶
۲۲	تذکرۂ گلزار ابراہیم پر ایک نظر	جناب سید محی الدین قادری صاحب ' زور ' بی - اے	۵۲۹
۲۳	حکیم آغا جان عیش دہلوی	جناب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب بی-اے	۵۵۳

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۴۴	اُردو مخطوطات انڈیا آفس لائبریری میں	جناب حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب ماہر آثار قدیمہ	۴۳۸

(ب) نظمیں

۱	سراغ مہم	مولوی سید ہاشمی صاحب فریدآبادی رکن دارالترجمہ حیدرآباد دکن	۱۱۵
۲	ہوشیار ! اے مرد عاقل ہوشیار !	جناب شیہر حسن خاں صاحب 'جوش' ملیح آبادی رکن دارالترجمہ	۱۱۸
۳	بادِ کہن۔ لچھمی نرائن صاحب وشفیق (نظم)	اڈیٹر	۱۲۵
۴	تنہائی کی وادی میں (چند لمحے ' غالب کی پرواز خیال کے ساتھہ اضافہ)	جناب اختر شیرانی صاحب	۲۹۵
۵	سندر صورت سندرھی ہے رنگت گوری یا کالی	سید عظمت اللہ خاں بی۔ اے مرحوم	۲۹۷
۶	اجنبی	ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم	۳۸۸
۷	حسن	جناب پنڈت برجموہن دتاتریہ صاحب کیفی	۴۳۵

تبصرے

ادب

انتخاب کلیات سودا ۱۳۳
سیر گل ۱۳۳
الہامی فسانے ۱۳۴
شاما ۱۳۴
مصنوعی بیوی ۱۳۵
چندن ۱۳۵
خیابان خلیل ۱۳۶
جمال ہمنشین ۱۳۶
میرے پھول (ہندی) ۱۳۶
اردو ادب کی تاریخ (انگریزی) ۱۳۸
شیرین و خسرو (فارسی) ۱۴۰
شرح شادمانی بر قصائد حسان العجم
خاقانی ۱۴۱
تصانیف جناب منشی محمد ولایت علی خاں
صاحب صفی پوری (فارسی) ۱۴۱
شعر و شاعری عرفی، شعر و شاعری عصر جدید
ایران (خطبات آقا سید محمد علی صاحب
پروفیسر نظام کالج) شعر فارسی
و سلاطین و اُمرا (خطبۂ مہاراجہ
سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ
صدر اعظم عناصر اربعہ رباعی (خطبۂ
مولوی مسعود علی بی اے) ۱۴۲
حیات فریاد ۳۰۱
مضامین فرحت ۳۰۲
پیغام درا ۳۰۳
تصویر افکار ۳۰۴
نخچیر محبت ۳۰۵
درد دل ۳۰۵
سیلاب حوادث ۳۰۵
حسین بیتی ۳۰۶
سنجوگ ۳۰۶
لمعات اختر ۳۰۷
طفل اشک ۳۰۷
مثنوی میر حسن ۳۰۸
مثنوی گلزار نسیم ۳۰۸

حکیم قا آنی ۳۰۹
پنجاب میں اُردو ۴۶۹
خیالات ارونگ ۴۷۴
جذبات یاور ۴۷۵
ابن یمین ۴۷۶
پیکر وفا ۴۷۶
اندرسبھا ۴۷۷
اسلامی لغت جلد اول ۴۷۸
انتخاب دیوان مصحفی - دیوان شاہ حاتم
انتخاب سخن - متروکات سخن ۶۸۱
ارباب اُردو ۶۸۲
پیغام سروش ۶۸۴
جواب شکوہ ۶۸۴
پسند خاطر ۶۸۵

اخلاق و مذہب

ائمۂ اسلام ۱۴۶
ذکر جمیل - ذکر حبیب ۱۴۷
ذکر مبارک ۱۴۷
الایمان ۱۴۷
آہ بے کساں، المعروف بہ، نالۂ بیوگاں ۱۴۸
امراض نوجواناں حصۂ اول و دوم ۱۴۸
اسلام اور غلامی ۴۸۲
اسلامی مساوات ۴۸۲
ویدوں کی بہشت ۴۸۳
یجروید کا اُردو ترجمہ ۴۸۳
دنیا کا محسن ۶۹۲
اربعین حدیثاً (عربی) ۶۹۳

تاریخ

البیرونی ۳۰۹
دیس کہانی ۳۱۰
تلخیص تاریخ بہادر شاہی ۳۱۱
شاہ و گدا ۳۱۲
میخانۂ درد ۳۱۲
معیارالتواریخ ۳۱۳
طبقات‌الامم ۶۸۶
مادر ہند ۶۸۷
آثارالکرام جلد اول ۶۸۷
مسلمانوں کی ایجادیں ۶۸۸
تاریخ‌الامت حصۂ ششم ۶۸۸
خزینۂ تاریخ ۶۹۰

تعلیم

جواہر التعلیم ۱۴۳
کہوارۂ اُردو ۱۴۴

اتالیق	۱۴۵
اسلامی کہانیاں	۱۴۵
پھولوں کی ڈالی	۱۴۵
مسلمانوں کی تعلیم اور جامعۂ ملیہ	۳۱۵
دنیا کے بسنے والے	۳۱۶
مضامین حکمیہ	۳۱۶
نباتات اور نباتی خوراک	۳۱۷
حفظ العلوم یعنی اُردو انسائیکلو پیڈیا	۳۱۷
ھدایۃ المنطق مع رسالۂ زبدۃ المیزان	۳۱۸
مکالمات جیمس	۶۹۴
ھمارے رسول	۶۹۴
ھمارے نبی	۶۹۵
سرکار کا دربار	۶۹۶
خطبات عالیہ	۶۹۶
راجہ اور جوگی	۶۹۸

نظم

جام صہبائی	۴۸۰
مثنوی بحر المحبت	۴۸۰
یاد وطن	۴۸۱
تذکار سلف	۴۸۱

متفرق

گنجینۂ سلیمانی	۱۴۸
نقشے	۱۴۹
[انگریزی]	
The orients, Pioneers of Western Sciences and Civiliza tion, by I. A. Isaac, Bulugaon (Puri)	۱۵۰
نفسیات ترغیب	۳۱۹
کتاب الہدیٰ حصۂ اول	۳۱۹
انشاے جدید (فارسی)	۴۷۴
رپوٹ سالانہ انجمن علم وادب شملہ	۶۹۹

اردو رسالے

حیدر آباد ٹیچر	۱۵۰
ھنر مند	۱۵۱
تفریح	۱۵۱
معلم العلوم	۱۵۱
تعلیم و تربیت	۳۲۱
جمیل	۳۲۱
صحیفۂ وارث	۳۲۲
کوآپریشن	۳۲۲
چمن	۳۲۲
ایشور بھگتی	۳۲۲
مسیحاے زماں	۳۲۳

انجنیرنگ لاهور	۴۸۵
دستور آصفی	۴۸۶
طور	۴۸۶
صوفی	۴۸۷
تعلیم و تربیت لاهور	۷۰۰
ثریا	۷۰۱
انکشات	۷۰۱
نوید	۷۰۲

رسالوں کے خاص نمبر

زمانہ کا جوبلی نمبر	۳۲۳
نیرنگ خیال ' سالنامہ اور عید نمبر	۳۲۴
مرقع کا فسانہ نمبر	۳۲۴
سرسوتی کا سالانہ نمبر	۳۲۵
مسلم ریویو	۳۲۵

متفرقات

سنہ ۱۹۲۷ ع کے شرر انعامات کی تقسیم	۱۵۲



انجمن کے مطبوعات

ہماری شاعری

مولوی سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب، ایم۔ اے پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی نے رسالۂ اُردو میں اُردو شاعری پر ایک مضمون تحریر فرمایا تھا جو عام طور پر بہت پسند کیا گیا تھا اب رضوی صاحب نے اس میں بہت کچھ اضافہ کرکے کتابی صورت میں کردیا ہے۔ اور انجمن ترقی اردو نے اُسے نہایت عمدہ طور پر پوری کتاب دو رنگوں میں (لیتھو میں) طبع کرائی ہے۔ اور پورے کپڑے کی خوشنما جلد ہے۔ حجم دو سو صفحے قیمت دو روپیہ —

کلیات ولی

ولی دکنی کے نام سے کون اُردو داں واقف نہ ہوگا۔ اسے اُردو شاعری کا باوا آدم کہتے ہیں۔ اور یہی گویا ہماری قدیم شاعری کا قدیم اور ممتاز ترین علم بردار ہے۔ اور اس کا کلام اس زمانے کی زبان اور شاعری کا بہترین اور کامل مرقع ہے —

یہ کلیات جناب احسن صاحب مارہروی نے نہایت محنت، کاوش اور قابلیت سے مرتب کیا ہے۔ اور انجمن ترقی اردو کے جدید ترین مطبوعات میں ہے۔ اب تک ولی کے جو دیوان کہیں کہیں چھپے اور ملتے ہیں۔ اکثر غلط اور نا مکمل ہیں یہ کلیات ۱۷-۱۸ قدیم، قلمی، نایاب نسخوں سے مقابلہ اور صحیح کرکے بڑی سال کی لگاتار محنت و کاوش سے مرتب کیا گیا ہے —

اس قادرالکلام اُستاد کا کلام اور کلیات تقریباً تمام اصناف سخن پر حاوی ہے اور تقریباً چار سو صفحوں پر پھیلا ہوا ہے۔ شروع میں مرتب صاحب کا ایک بسیط اور قابل قدر مقدمہ ہے جس میں موصوف نے صاحب دیوان کے حالات و سوانح نہایت تحقیق اور کمال محنت و جانفشانی سے فراہم کرکے جمع کئے ہیں اور کلام پر تبصرہ فرمایا ہے۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ اردو کی دنیائے شاعری میں ولی کا کیا مرتبہ ہے —

کلیات کے آخر میں ایک بسیط فرہنگ ہے جس میں ان تمام قدیم، متروک، اجنبی، ہندی دکنی الفاظ کا حل ہے جو کلام ولی میں جا بجا آئے ہیں۔ آخر میں پونے دو سو صفحے کا ایک ضمیمہ اختلاف نسخ ہے جو نہایت محنت و عرق ریزی سے مرتب کیا گیا ہے اس میں تمام نسخوں سے مقابلہ کرنے پر جو جو اختلاف نظر آیا ہے، دیوان کی

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

ہر غزل کے نمبر کا حوالہ دے کر بتادیا ہے۔ یہ نسخہ ارباب فن و تحقیق کے لئے خاص طور سے قدر کی چیز ہے۔ اور کئی ماہ کی مسلسل محنت کے بعد تیار ہوا ہے ان تمام خوبیوں کے علاوہ انجمن نے اپنے مشہور عمدہ ٹائپ میں مضبوط سفید چکنے کاغذ پر طبع کیا ہے، قابل دید اور اس لائق ہے کہ ہر لائبریری اور قدر دانان اردو کے ہر کتب خانے میں اس کا ایک ایک نسخہ موجود رہے۔ حجم تقریباً آٹھ سو صفحات۔ قیمت مجلد ۵ روپے غیر مجلد ۴ روپے —

مثنوی خواب و خیال

حضرت میر درد دہلوی (رح) کے چھوٹے بھائی میر اثر کی یہ لاجواب مثنوی مدت سے نایاب تھی، بہت کوششوں کے بعد بھی پتہ نہ چلتا تھا، اُردو کی خوش نصیبی سے انجمن ترقی اردو کو دستیاب ہوگئی، اور اب خاص اہتمام کے ساتھ عمدہ اردو ٹائپ میں اعلیٰ درجے کے کاغذ پر، طبع کی گئی ہے، جس پر انجمن کے فاضل معتمد جناب مولوی عبدالحق صاحب نے ایک زبردست ناقدانہ مقدمہ تحریر فرماکر اس نایاب مثنوی کے خصوصیات اور محاسن کو نمایاں کیا ہے۔ یہ نادر مثنوی آج تک ناپید تھی، تذکروں میں کہیں کہیں اس کا ذکر آجاتا ہے حضرت میر درد کے اشعار اور کلام کے علاوہ اس میں مصنف کی غزلیں بھی جا بجا آئی ہیں، جو قابل دید اور نہایت لطیف و پاکیزہ ہیں۔ مثنوی اُردو میں ایک قابل قدر اضافہ اور انجمن کی طرف سے قدردانان اُردو کی خدمت میں اس سال کا جدید علمی ہدیہ ہے جلد بھی مضبوط عمدہ اور جدید طرز کی بنوائی گئی ہے۔ حجم دو سو صفحے سے زاید، قیمت مجلد دیڑھ روپیہ —

انتخاب کلام میر

ملک الشعرا میر تقی میر کے نام اور کلام سے کون قدردان اُردو واقف نہیں، یہ اُنہیں کے کلام کا بہترین انتخاب ہے۔ جو جناب مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اُردو نے کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سارے کلیات کا عطر کھینچ لیا ہے، یہ انتخاب ملک میں بہت مقبول ہو چکا ہے اور کئی یونیورسٹیوں نے اپنے نصاب تعلیم میں شامل کر لیا ہے —

مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اب تیسری بار انجمن ترقی اُردو پریس نے اپنے مشہور، نفیس، ٹائپ میں چھاپ کر شائع کیا ہے۔ کاغذ چکنا، نہایت عمدہ، حجم دو سو صفحات سے زیادہ، جلد نفیس اور مضبوط۔ شروع میں فاضل مرتب کا نہایت زبردست فاضلانہ و ناقدانہ اور دلچسپ مقدمہ ہے، قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنے —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں۔

قواعد اردو

یہ کتاب جناب سکریٹری انجمن ترقی اُردو کی بیش بہا تالیف ہے ' اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ زبان اُردو کے قواعد پر اب تک اس سے بہتر ' سہل ' جامع کتاب تصنیف نہیں ہوئی ہے - ملک میں بیحد پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی اور نہایت مقبول ہوی - جامعہ عثمانیہ کے نصاب ایف اے میں داخل ہے - اب جناب مؤلف و مرتب کی بیحد کاوش اور غور سے نظر ثانی ' ترمیم و اضافہ کے بعد دو بارہ چھاپی گئی ہے ' شروع میں اُردو زبان اور اس کے ادب پر لا جواب بسیط مقدمہ بجاے خود قابل دید ہے انجمن نے اپنے پریس میں ' عمدہ ٹائپ میں چھپوائی ہے ' کاغذ بہت عمدہ جلد نہایت نفیس اور مضبوط ' قیمت مجلد دو روپے آٹھہ آنے

جاپان اور اس کا تعلیمی نظم و نسق

سرکار نظام نے نواب مسعود جنگ بہادر ناظم تعلیمات ممالک محروسۂ سرکار عالی کو جاپان کے تعلیمی نظام کے مطالعہ اور تحقیق کے لئے بھیجا تھا - نواب صاحب موصوف نے وہاں رہ کر اس عجیب و غریب ملک کے حالات اور خاص کر تعلیمی نظم و نسق کو نہایت غور اور تحقیق سے مطالعہ فرمایا - کتاب کے ابتدائی حصے میں جاپان کی تاریخ اور اس کی ترقی کے اسباب پر نہایت دلچسپ اور فاضلانہ بحث کی ہے - جو ہمارے اہل وطن کے لئے بہت سبق آموز ہے - اردو میں یہ پہلی کتاب ہے جو جاپان پر اس طرز میں لکھی گئی ہے - ہر محب وطن کا فرض ہے کہ اس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھے - جو علاوہ دلچسپ ہونے کے بر از معلومات ہے - خاص کر ان لوگوں کے لئے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے جو ملک کی تعلیم سے تعلق رکھتے ہیں (حجم ۴۸۲ صفحہ) قیمت فی جلد مجلد ۳ روپیہ —

سرگذشت حیات (یا) آپ بیتی

اس کتاب میں حیات کے آغاز اور اس کے نشو و نما کی داستان نہایت دلچسپ طرز پر بہت ہی سلیس زبان میں بیان کی گئی ہے - حیات کی ابتدائی حالت سے لیکر اس کا ارتقا انسان تک پہنچایا گیا ہے اور تمام تاریخی مدارج کو اس سہل طریقے سے بتایا گیا ہے کہ ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی سمجھ سکے اور اگرچہ جدید سے جدید علمی تحقیقات بھی اس میں آگئی ہے مگر بیان کی سلاست میں فرق نہیں آیا - یہ کتاب جدید معلومات سے لبریز ہے اور ہر شخص کو اس کا مطالعہ کرنا لازم ہے (حجم ۳۰۰ صفحہ) قیمت فی جلد مجلد ۲ روپیہ ۸ آنے —

نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

تذکرۂ شعرائے اردو

مولفۂ میر حسن دہلوی - میر حسن کے نام سے کون واقف نہیں - اُن کی مثنوی بدر منیر کو جو قبول عام نصیب ہوا شاید ہی اُردو کی کسی کتاب کو نصیب ہوا ہو - یہ تذکرہ اسی مقبول اور نامور استاد کی تالیف ہے - یہ کتاب بالکل نایاب تھی بڑی کوشش سے بہم پہنچا کر طبع کی گئی ہے - میر صاحب کا نام اس تذکرہ کی کافی شہادت ہے - اس پر مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی نے ایک بسیط نقادانہ اور عالمانہ تبصرہ لکھا ہے جو قابل پڑھنے کے ہے - قیمت فی جلد مجلد ایک روپیہ ۱۴ آنہ غیرمجلد ایک روپیہ ۶ آنہ —

تاریخ تمدن

سرٹامس بکل کی شہرۂ آفاق کتاب کا ترجمہ ہے - الف سے (ی) تک تمدن کے ہر مسئلہ پر کمال جامعیت سے بحث کی گئی ہے اور ہر اصول کی تائید میں تاریخی اسناد سے کام لیا گیا ہے اس کے مطالعہ سے معلومات میں انقلاب اور ذہن میں وسعت پیدا ہوتی ہے - حصۂ اول غیر مجلد ایک روپیہ ۸ آنہ - مجلد دو روپیہ - حصۂ دوم مجلد دو روپیہ —

مقدمات الطبیعات

یہ ترجمہ ہے مگر انگلستان کے مشہور سائنس داں حکیم ہکسلے کی کتاب کا جس کا نام کتاب کی کافی ضمانت ہے - اس میں بظاہر فطرت کی بحث درج ہے لیکن کتاب علم و فضل کا مرقع ہے - قیمت غیر مجلد ۲ - روپیہ مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ —

القول الاظہر

امام ابن مسکویہ کی معرکۃالآرا تصنیف (فوزالاصغر) کا اُردو ترجمہ ہے - یہ کتاب فلسفۂ الہین کے اصول پر لکھی گئی ہے اور مذہب اسلام پر انہیں اصول کو منطبق کیا گیا ہے - قیمت غیر مجلد ۸ آنہ - مجلد ایک روپیہ —

القمر

قوانین حرکت و سکون اور نظام شمسی کی صراحت کے بعد چاند کے متعلق جو

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

جدید انکشافات ہوے ہیں ' ان سب کو جمع کردیا ہے - طرز بیان دلچسپ اور کتاب ایک نعمت ہے - قیمت غیر مجلد ۱۰ آنہ - مجلد ایک روپیہ —

فلسفۂ تعلیم

ہربرٹ اسپنسر کی مشہور تصنیف اور مسئلۂ تعلیم کی آخری کتاب ہے - غور و فکر کا بہترین کار نامہ - والدین و معلم کے لئے چراغ ہدایت ہے - تربیت کے قوانین کو اس قدر صحت کے ساتھ مرتب کیا ہے کہ کتاب الہامی معلوم ہوتی ہے - اس کا نہ پڑھنا گناہ ہے - قیمت مجلد ۲ روپیہ - غیر مجلد ایک روپیہ ۱۲ آنہ —

دریاے لطافت

ہندوستان کے مشہور سخن سنج مہر انشاءاللہ خاں کی تصنیف ہے - اُردو صرف ونحو اور محاورات اور الفاظ کی پہلی کتاب ہے اس میں زبان کے متعلق بعض عجیب و غریب نکات درج ہیں - قیمت غیر مجلد ایک روپیہ ۸ آنہ - مجلد ۲ روپیہ —

طبقات الارض

اس فن کی پہلی کتاب ہے - ۳۰۰ صفحوں میں تقریباً جملہ مسائل قلم بند کئے ہیں - کتاب کے آخر میں انگریزی مصطلحات اور ان کے مرادفات کی فہرست بھی منسلک ہے - قیمت غیر مجلد ۲ روپیہ - مجلد دو روپیہ ۸ آنہ —

مشاہیر یونان و روما

ترجمہ ہے - سیرت نگاری اور انشا پردازی میں اصل کتاب کا مرتبہ دو ہزار برس سے آج تک مسلم الثبوت چلا آتا ہے - ادیبان عالم بلکہ شکسپیر تک نے اس چشمہ سے فیض حاصل کیا ہے - وطن پرستی اور بے نفسی عزم و جواں مردی کی مثالوں سے اس کا ہر ایک صفحہ معمور ہے - قیمت جلد اول غیر مجلد ۳ روپیہ - مجلد ۴ روپیہ جلد دوم مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ —

اسباق النحو

ملک کے ادیب کامل مولانا حمیدالدین صاحب بی - اے کی تالیف ہے - اختصار کے باوجود عربی صرف و نحو کا ہر ایک ضروری مسئلہ درج ہے - قیمت حصۂ اول غیر مجلد ۶ آنہ - حصۂ دوم مجلد ۴ آنہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

علم المعیشت

اس کتاب کی تصنیف سے پروفیسر محمد الیاس صاحب برنی ایم - اے نے ملک پر بہت بڑا احسان کیا ہے- معیشت پر یہ کتاب جامع و مانع ہے - مبہم و مشکل مسائل کو پانی کردیا ہے اس کے اکثر باب نہایت عجیب و غریب ہیں- اشتراکیت کا باب قابل دید ہے حجم ۸۸۵ صفحے قیمت مجلد ۵ روپیہ آٹھ آنے —

تاریخ یونان

یہ کتاب مطالب کے لحاظ سے مستند کتابوں کا خلاصہ ہے اور زبان کے لحاظ سے سلاست و شگفتگی کا نمونہ - اس کا نقطۂ خیال خالصاً ہندوستانی ہے- ایف اے کلاس کے طلبا جو یونان قدیم کی تاریخ سے گھبراتے ہیں' اس کتاب کو انتہا درجہ مفید پائیں گے- قیمت مجلد ۲ روپیہ —

رسالۂ نباتات

اس موضوع کا پہلا رسالہ ہے- علمی اصطلاحات سے معرا - طلباء نباتات جس مسئلہ کو انگریزی میں نہ سمجھ سکیں وہ اس رسالہ میں مطالعہ کریں- قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنے —

دیباچۂ صحت

اس کتاب میں مطالبات صحت پر مثلاً (ہوا ' پانی' غذا' لباس' مکان وغیرہ) مبسوط اور دلچسپ بحث کی گئی ہے- زبان عام فہم اور پیرایہ موثر و دلپذیر ہے ملک کی بہترین تصنیف ہے - اس کا مطالعہ کئی ہزار نسخوں سے زیادہ قیمتی ثابت ہوگا - حجم ایک ہزار صفحے- قیمت مجلد چار روپیہ —

نکات الشعراء

یہ اردو کا تذکرہ استادالشعرا مہر نقی مرحوم کی تالیفات سے ہے - اس میں بعض ایسے شعرا کے حالات بھی ملیں گے جو عام طور پر معروف نہیں - نیز مہر صاحب کی رائیں اور زبان کے بعض بعض نکات پڑھنے کے قابل ہیں- مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی صدرالصدور امور مذہبی سرکار عالی نے اس پر ایک ناقدانہ اور دلچسپ مقدمہ لکھا ہے- قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنے —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں -

فلسفۂ جذبات

کتاب کا مصنف ہندوستان کا مشہور نفسی ہے۔ جذبات کے علاوہ نفس کی ہر ایک کیفیت پر نہایت لیاقت اور زبان آوری کے ساتھہ بحث کی گئی ہے۔ متعلمان نفسیات اسے مفید پائیں گے قیمت مجلد دو روپیہ آٹھہ آنہ۔ غیر مجلد دو روپیہ —

وضع اصطلاحات

یہ کتاب ملک کے نامور انشا پرداز اور عالم مولوی وحیدالدین سلیم (پروفیسر عثمانیہ کالج) نے سالہا سال کے غور و فکر اور مطالعے کے بعد تالیف کی ہے بقول فاضل مولف "یہ بالکل نیا موضوع ہے۔ میرے علم میں شاید کوئی ایسی کتاب نہ آج تک یورپ کی کسی زبان میں لکھی گئی ہے نہ ایشیا کی کسی زبان میں" اس میں وضع اصطلاحات کے ہر پہلو پر تفصیل کے ساتھہ بحث کی گئی ہے اور اس کے اصول قایم کئے گئے ہیں۔ مخالف و موافق رایوں کی تنقید کی گئی ہے اور زبان کی ساخت اور اس کے عناصر ترکیبی، مفرد و مرکب اصطلاحات کے طریقے۔ سابقوں اور لاحقوں۔ اردو مصادر اور ان کے مشتقات۔ غرض سیکڑوں دلچسپ اور علمی بحثیں زبان کے متعلق آگئی ہیں۔ اُردو میں بعض اور بھی ایسی کتابیں ہیں جن کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ زبان میں ان کی نظیر نہیں۔ لیکن اس کتاب نے زبان کی جڑیں مضبوط کردی ہیں۔ اور ہمارے حوصلے بلند کردیے ہیں۔ اس سے پہلے ہم اردو کو علمی زبان کہتے ہوے جھجکتے اور اس کی آئندہ ترقی کے متعلق دعوی کرتے ہوے ہچکچاتے تھے۔ مگر اس کتاب کے ہوتے یہ اندیشہ نہیں رہا۔ اس نے حقیقت کا ایک نیا باب ہماری آنکھوں کے سامنے کھول دیا ہے۔ تعداد صفحات ۳۰۵۔ قیمت مجلد تین روپیہ ۱۲ آنہ —

محاسن کلام غالب

ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم کا معرکۃالآرا مضمون ہے۔ اُردو زبان میں یہ پہلی تحریر ہے۔ جو اس شان کی لکھی گئی ہے۔ یہ مضمون اردو کے پہلے نمبر میں طبع ہوا تھا۔ صاحب نظر قدر دانوں کے اصرار سے الگ بھی طبع کیا گیا ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ۔ غیر مجلد ۸ آنہ —

ملل قدیمہ

ایک فرانسیسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اس میں بعض قدیم اقوام، سلطنت کلدانی، آشوری، بابل۔ بنی اسرائیل و فلیقیہ کی معاشرت۔ عقائد۔ اور صنعت و حرفت وغیرہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

کے حالات دلچسپی اور خوبی کے ساتھہ دیے ہیں۔ اُردو میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی جس سے اُن قدیم اقوام کے حالات صحیح طور سے معلوم ہوسکیں اس لئے انجمن نے اِسے خاص طور پر طبع کرایا ہے - حالات کی وضاحت کے لئے جابجا تصویریں دی گئی ہیں۔ صفحہ ۲۸۴ قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنے —

بجلی کے کرشمے

یہ کتاب مولوی محمد معشوق حسین خانصاحب بی ' اے - نے مختلف انگریزی کتابوں کے مطالعہ کے بعد لکھی ہے - برقیات پر یہ ابتدائی کتاب ہے اور سہل زبان میں لکھی ہے - ہمارے بہت سے ہم وطن یہ نہیں جانتے کہ بجلی کیا چیز ہے' کہاں سے آتی ہے' کیا کام آسکتی ہے - یہ کتاب ان تمام معلومات کو بتاتی ہے - لڑکے لڑکیوں کے لئے بھی مفید ہے - قیمت ایک روپیہ بارہ آنے —

البیرونی

مصنفۂ مسٹر سید حسن برنی بی ' اے - اس کتاب میں علامۂ ابوریحان بیرونی کے سوانحی حالات ہیں اور ان کی مشہور و معروف تصنیف کتاب الہند اور دیگر تصانیف پر تفصیل کے ساتھہ تبصرہ کیا گیا ہے - یہ کتاب انجمن ترقی اُردو میں باقی نہیں رہی تھی مگر اب اس کی چند جلدیں آگئی ہیں جن اصحاب کے پاس نہ ہو جلد طلب فرما لیں قیمت فی جلد مجلد دو روپیہ - غیر مجلد ڈیڑھ روپیہ —

تاریخ ہند

ہندوستان کی یہ تاریخ مولوی سید ہاشمی صاحب فریدآبادی نے محکمۂ تعلیمات سرکار نظام کی فرمایش پر لکھی ہے اور مڈل اسکولوں میں پڑھائی جاتی ہے اس وقت تک کوئی اور مختصر تاریخ ہند اس نقطۂ نظر اور ایسی خوبی سے نہیں لکھی گئی ہے۔ تعلیمی حلقوں کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اسے بہت پسند کیا ہے - چھوٹے سائز کے ۲۸۴ صفحہ - قیمت ایک روپیہ ایک آنہ —

لغت اصطلاحات علمیہ

جملہ اہم علوم کی اصطلاحوں کا ترجمہ ' جس میں حسب ذیل علوم داخل ہیں:-
Astronomy, Botany, Economics. History, (Constitutional, Greece

---

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

England etc, Logic, Algebra, Conics, Solid Geometry, Trigonometry, Differential Equations, Statics, Metaphysics, Psychology, Physics, Political Science, Archaelogy, Biology .

کئی سال کی مسلسل محنت اور مختلف ماہرین فن و ماہرین لسان کی کاوش و کوشش کا نتیجہ ہے - مصنفوں ' مترجموں اور معلموں کے لئے نا گزیر ہے —

حجم ۵۳۸ صفحہ - قیمت مجلد چھ روپے—

یہ بیش بہا کتابیں بھی انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن سے مل سکتی ہیں

دیوان غالب جدید و قدیم

یہ وہ نایاب کلام ہے جس کی اشاعت کا اہل ملک کو بے حد انتظار تھا - اس میں مرزا غالب کا قدیم و جدید تمام کلام موجود ہے - مرزا صاحب کا قدیم کلام ملنے کی کسے توقع تھی - یہ محض حسن اتفاق تھا کہ ہاتھ آگیا اور اب ریاست بھوپال کی سرپرستی میں چھپ کر شائع ہوا ہے - مع مقدمہ ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم مجلد ۵ روپیہ غیر مجلد ۴ روپیہ (بلا مقدمہ مجلد ۳ روپیہ ۸ آنہ - غیر مجلد دو روپیہ ۸ آنہ) —

حقیقت اسلام

یہ کتاب جناب نواب سر امین جنگ بہادر ' کے ' سی ' آئی ' ای ' سی ' ایس ' آئی ' ایم ' اے ' بی ' ایل ' ایف ' آر ' ایس ' چیف سکریٹری گورنمنٹ نظام و صدرالمہام پیشی کی بے نظیر تصانیف نرت آن اسلام کا با محاورہ اور سادس ترجمہ ہے - اس کتاب میں مصنف نے نہایت خوبی کے ساتھ موجودہ خیالات سائنس سے اسلام کی تطبیق اور اس کی صداقت کا بیان کیا ہے - فاضل مصنف نے ان تمام مشکل مسائل کی حقیقت کو جن میں اکثر تعلیم یافتہ جوانوں یا غیر مسلموں کو شبہات واقع ہوتے ہیں ' زمانۂ حال کے ترقی یافتہ خیالات کی روشنی میں نہایت دلاویز طریقے اور حکیمانہ استدلال سے بیان کیا ہے - جس سے مصنف ممدوح کے وسیع مطالعہ ' فلسفیانہ طبیعت اور غور و خوض کا پتہ ملتا ہے —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

کتاب بہت عمدہ کاغذ پر مجلد چھپی ہے۔ انجمن سے بارہ آنہ میں مل سکتی ہے

تمدن ہند

مصنفۂ ڈاکٹر گستاؤ لی‌بان مترجمہ مولوی سید علی صاحب بلگرامی مرحوم - اس کتاب سے کون واقف نہیں ! ہر جگہ اس کے شائق موجود تھے مگر کہیں نہ ملتی تھی - اب اس کی چند جلدیں انجمن ترقی اُردو میں آگئی ہیں - اور بہت کم قیمت پر پیش کی جا رہی ہیں - جلد منگوا لیجئے ورنہ اس کتاب کا دوبارہ چھپنا مشکل ہے - قیمت کی جلد مجلد پندرہ روپیہ —

تاریخ زوال روما

یہ گبن کی مشہور تاریخ کے ابتدائی (۷) ابواب کا ترجمہ ہے - اصل کتاب اپنی خوبیوں کے اعتبار سے محتاج تعریف نہیں - قیمت فی جلد غیر مجلد سوا روپیہ —

تاریخ عرب

مصنفۂ موسیو سدیو فرانسیسی - عربوں کے متعلق یہ کتاب ان تمام تاریخوں کا نچوڑ ہے جو یورپ و ایشیا کے کتاب خانوں کی زینت ہیں - مسلمانوں کی ترقیوں اور عربوں کے کمالات کا آئینہ ہے - ساتھ ہی یورپ کے کذب و افترا کا بہترین جواب - قیمت مجلد چرمی ۷ روپیہ ۸ آنہ ، مجلد پارچہ ۵ روپیہ —

بانگ درا (مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر سر محمد اقبال کے کلام کا مجموعہ مع دیباچہ شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر ایڈیٹر مخزن لاہور قیمت غیر مجلد ۴ روپیہ —

یادگار غالبؔ

یعنی مرزا اسدالله غالب دهلوي کے مفصل حالات زندگی اور ان کے اقسام نظم و نثر ، اُردو فارسی پر تفصیلی ریویو اور انتخاب - مولفۂ شمس‌العلما مولانا الطاف حسین صاحب حالی مرحوم - قیمت مجلد ۳ روپیہ —

شعر و شاعری

شمس‌العلما خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کے اُردو دیوان کا لاجواب مقدمہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکہ انگریزی میں ہیں —

جس میں شعر و شاعری پر نقادانہ بحث کی گئی ہے - تنقید ہی حیثیت سے اُردو زبان میں اب تک ایسا مضمون نہیں لکھا گیا ہے - قیمت مجلد ۲ روپیہ غیر مجلد سوا روپیہ -

موازنۂ انیس و دبیر

میر انیس کی شاعری پر تفصیلی ریویو اور میر انیس و مرزا دبیر کا موازنہ - مؤلفہ مولانا شبلی نعمانی قیمت فی جلد مجلد چار روپیہ - غیر مجلد تین روپیہ —

وکرم اُروسی

کالیداس کے مشہور ناٹک کا اُردو ترجمہ مع ایک بسیط مقدمہ کے جس میں ہندو ڈرامہ کی تاریخ اور نوعیت پر مفصل بحث کی گئی ہے - مرتبۂ مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی - اے مرحوم - قیمت مجلد دو روپیہ - غیر مجلد ڈیڑھ روپیہ —

خطوط شبلی

علامہ شبلی مرحوم کے یہ وہ لاجواب اور نادر خطوط ہیں جو موصوف نے بمبئی کی مشہور تعلیم یافتہ خواتین عطیہ بیگم صاحبہ فیضی ' زہرا بیگم صاحبہ فیضی کے نام وقتاً فوقتاً کمال اخلاص و محبت اور انداز خاص کے ساتھ لکھے تھے - یہ جواہر پارے اُردو میں مولانا کے کمال انشا پردازی کی نایاب یادگار ہیں - طرز نگارش اس قدر لطیف اور پاکیزہ ہے کہ شروع کر کے ختم کئے بغیر کتاب کو چھوڑنا دشوار ہے - شروع میں جناب مولوی عبدالحق صاحب ' بی - اے معتمد انجمن ترقی اُردو کا ایک نہایت لطیف و سخن گسترانہ مقدمہ بھی شامل ہے - جس نے ان خطوط کے جذبات - اخلاص و محبت اور نکات ادبی کو بے نقاب کردیا ہے - مرتبۂ محمد امین صاحب مارہروی و جناب قیصر بھوپالی - قیمت ایک روپیہ —

دیوان غالب مطبوعہ جرمنی

غالب کے کلام کی قدر اور جو مانگ ہے ' ہر صاحب ذوق جانتا ہے ' اُس کے دیوان کا ایک اڈیشن نفاست پسند طبایع کے لئے جرمنی کے مشہور کاویانی پریس میں جامعۂ ملیہ نے چھپوایا تھا جو ہاتھوں ہاتھ نکل گیا - دوسری بار پھر اسی اہتمام و نفاست سے طبع ہوا ہے - ٹائپ ' کاغذ ' چھپائی ' جلد ' سائز ' ہر چیز دیدہ زیب و دلفریب ہے - قیمت چار روپیہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

معشر خیال

یہ سید سجاد انصاری مرحوم وکیل بارہ بنکی کے چند دلکش ادبی و اصلاحی مضامین اور نظموں کا مجموعہ ہے جو شرکت ادبیہ دہلی نے خاص اہتمام سے چھپوایا ہے - سجاد انصاری صاحب خوش فکر و خوش گفتار ادیب تھے ' اُن کے مضامین خاص قدرت و ادبیت اور کلام میں خاص کیف اور بلند خیالی و جذبات نگاری ہوتی ہے - یہ مجموعہ مرحوم کی جوانمرگی کی یاد گار ہے ' جس کو سید منظور حسین صاحب نے مرتب کیا ہے - لکھائی چھپائی بہت پاکیزہ ' سائز مختصر ' جلد نہایت نفیس ' اوپر سنہری حروف میں کتاب کا نام بھی لکھا ہے ' قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ —

چمن

یہ نہایت چھوٹا سا حسین و جمیل مجموعہ اساتذہ اردو کے پاکیزہ کلام کا انتخاب ہے - کارڈ سائز پر نہایت اعلیٰ طباعت و کتابت کے ساتھ عید کے موقعہ پر دوست احباب کو پیش کرنے کے لئے بہترین ادبی تحفہ ہے - قیمت ۵ آنہ —

اردوے قدیم

مجلس دارالمورخین حیدرآباد کی یہ پہلی کتاب ہے جس میں اردو اور اُس کے نظم و نثر کی مفصل تاریخ اور عہد بعہد کی ترقیوں کا تذکرہ ہے ابتدائی زمانے سے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد آخر تک شعراء اور مصنفین اُردو کے صحیح حالات تحریر ہیں ' جسے مشہور مورخ مولوی شمس اللہ قادری ماہر علوم آثار قدیمہ نے عربی ' فارسی ' اُردو ' انگریزی ' فرانسیسی ' جرمنی وغیرہ زبانوں کی مشہور و مستند کتابوں سے مرتب و تالیف کیا ہے - قابل دید ہے - قیمت قسم اول دو روپیہ ' قسم دوم ایک روپیہ آٹھ آنہ —

معراج العاشقین

یہ کتاب بھی مجلس مذکور کے مطبوعات میں ہے اور حضرت مخدوم ابوالفتاح صدرالدین سید محمد حسینی گیسو دراز بندہ نواز (رح) کی تصنیف ہے ' جنھوں نے سنہ ۸۲۵ ھ میں انتقال فرمایا - اس کتاب میں حضرت کے بعض مواعظ و ارشادات قدیم اردو یعنی دکنی اُردو میں لکھے ہیں - مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اُردو کی تصحیح و ترتیب اور مقدمہ کے ساتھ چھپی ہے - قیمت ۶ آنہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

مسکوکات قدیمہ

جنوبی ہندوستان کے طلائی سکوں کی تاریخ اور حالات و اقسام جن کو " ہون " کہا جاتا تھا ' آخر میں اُن کی فہرست اور تصاویر بھی شامل ہیں - طلبائے تاریخ و تذکرہ کے لئے بہت مفید ہے - مرتبہ مولوی شمس اللہ صاحب ' قیمت ۶ آنہ —

ظہیر فاریابی

یہ رسالہ بھی مجلس مذکور کی مطبوعات میں ہے ' اس میں فارسی کے مشہور و غیر فانی شاعر ظہیر فاریابی کے حالات و سوانح وغیرہ کے علاوہ اُس کے کلام پر قابلانہ تبصرہ کیا گیا ہے - قیمت ۶ آنہ —

طہران مخوف (یا) یادگار یک شب - جلد اول

جدید فارسی زبان کا ایک دلچسپ اور اثر انگیز ناول ہے - جس میں موجودہ ایران کی سیاسی و انتظامی حالت کا ہو بہو خاکہ کھینچا ہے - وہاں کی بد نظمیوں اور قابل اصلاح شعبوں کو دکھلایا ہے ' مرتضیٰ ' مشفق ' کاظمی - تین فاضل ایرانی ادیبوں کی تصنیف ہے اور برلن پایہ تخت جرمنی کے مشہور کاویانی پریس نے نہایت عمدہ طبع کیا ہے - قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ —

انتخاب زریں

نواب مسعود جنگ بہادر ناظم تعلیمات ریاست حیدر آباد دکن نے اُردو شعرائے ماضی و حال کے کلام کا اِنتخاب فرمایا ہے - اِس میں شعرا کا مختصر حال اور اُن کا کلام اُن کے زمانے کی ترتیب کے لحاظ سے دیا ہے - عمدہ چکنے کاغذ پر نظامی پریس بدایوں نے شایع کیا ہے اور جلد بھی بہت خوبصورت ہے - قیمت فی جلد ڈھائی روپیہ —

قاموس المشاہیر (جلد اول و دوم)

اُردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے - یعنے دنیا کے کل مشہور لوگوں کے حالات مختصر طور پر بیان کردئے گئے ہیں - ہندوستان کے لوگوں اور مسلمانوں کے حالات زیادہ تفصیل سے لکھے ہیں - مطبوعہ نظامی پریس بدایوں قیمت جلد اول چھ روپیہ ' جلد دوم چھ روپیہ —

فسانۂ جوش

مسٹر سلطان حیدر جوش کے بعض مضامین کا مجموعہ - مطبوعہ الناظر پریس لکھنؤ قیمت ایک روپیہ —

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

مجموعۂ قصائد مومن

ہندوستان کے مشہور نامور خیال شاعر حکیم مومن خاں مومن دہلوی کے اُردو قصائد ۔مرتبۂ ضیاء احمد صاحب ایم ۔ اے مع مقدمہ و حواشی مطبوعۂ الناظر پریس قیمت ۱۲ آنہ ۔

گوتم بدھ

ہندوستان کے مشہور رہنما مہاتما بدھ کی مختصر سوانح عمری اور اُن کی تعلیمات کا خلاصہ ۔ مطبوعۂ الناظر پریس لکھنؤ قیمت چار آنہ —

مسالک النظر فی نبوت سید البشر

مصنفہ سعید بن حسن الاسکندرانی مترجمہ مولوی محمد نعیم الرحمن صاحب ایم ۔ اے مطبوعۂ الناظر پریس قیمت چار آنہ —

حکایۂ لیلیٰ مجنوں

ایک دلچسپ افسانہ مصنفہ مولوی سید سجاد حیدر صاحب بی ۔ اے مطبوعۂ الناظر پریس قیمت چار آنہ —

مقتل فریب مغربی معمل خانے

مولفہ مولوی سید طالب علی طالب الہ آبادی مطبوعۂ الناظر پریس لکھنؤ قیمت چار نہ ۔

صوفی پنڈی بہاءالدین کی کتابیں

غازی انور پاشا

انجمن اتحاد و ترقی کی خفیہ اور حیرت انگیز کارروائیاں ۔ طرابلس کی نبرد آزمائیاں جنگ بلقان کے معرکے اور جنگ عظیم کے حالات ۔ عالمگیر اتحاد اسلامی کی ایک منظم کوشش ۔ یہ کتاب بتائیگی کہ یورپ نے کس طرح اسلام کی تباہی کے لئے خفیہ سازشیں کیں ۔ غازی موصوف کی زندگی کے مکمل حالات ۔ قیمت تیرہ روپیہ —

مسئلۂ شرقیہ

علامہ مصطفیٰ کمال پاشا کی کتاب " المسئلۃ الشرقیہ " کا اردو ترجمہ ۔ اس

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

کتاب میں سیاسیات اسلامی کے تمام اسرار اور رموز بےنقاب کردیے گئے ہیں - قیمت دو روپیہ —

امین و مامون

علامہ جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال مصر کے عربی ناول کا ترجمہ - مامون رشید اور امین اور ہارون الرشید کی سیاسی چالیں ' تخت خلافت کے لئے جد و جہد - تاریخی ' علمی اور ادبی لحاظ سے قابل دید ہے - قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے —

تاریخ افغانستان

اتحاد اسلامی اور پین اسلام ازم کے موجد جمال الدین افغانی کی اس کتاب کا ترجمہ جو سید موصوف نے افغانستان کی سوتی بستی کو جگانے کے لئے لکھی - قیمت سوا روپیہ —

سید جمال الدین افغانی

(مرتبہ مولوی ظفر علی خاں صاحب بی - اے ایڈیٹر زمیندار)

یہ اس بزرگ ہستی کے حالات زندگی ہیں جس نے موجودہ ترک احرار پارٹی کا بیج بویا اور آزادی کی روح پھونکی اور غلامی کا جوا گردن سے نکال پھینکنے کا سبق دیا' قیمت ۵ آنے —

دربار علم

عالم خیال میں دربار علم کا انعقاد - افتتاحی تقریر اور سات علمی درباروں کے بعد موجودہ تعلیم و تدریس کی بد عنوانیاں ' علما و طلبا ' شان تعلیم و تعلم کا نہ رہنا ' اور ان خرابیوں کا علاج - مولفۂ مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی قیمت ڈیڑھ روپیہ —

فقرائے اسلام

مولفۂ مولانا عبدالسلام صاحب ندوی۔اس میں پیشوایان دین اور علمائے اسلام کے حالات جنھوں نے با وجود فقر و فاقہ اسلام کے اصول و ارکان کو مستحکم کیا - ان کی فیاضی ' ہمدردی' قناعت ' توکل اور بے نیازی کے بے نظیر نمونے درج ہیں - قیمت ڈیڑھ روپیہ —

پھل اور میوہ جات

ہر قسم کے ثمرات اور میوہ دار درختوں کی کاشت اور ان کی نگہداشت کے طریقے قیمت ۸ آنے—

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

ترکاریاں

ہر طرح کی ترکاریوں کی کاشت اور نگہداشت کے طریقے - قیمت ۸ آنے —

اسلامی کہانیاں

(مسلمان بچوں کے لئے) صحابۂ کرام ' تابعین ' مجاہدین اور علماے سلف کے ایثار' جوانمردی اور کریم النفسی کے حالات کتاب میں جمع کردیے گئے ہیں - قیمت ۴ آنہ —

(دارالمصنفین اعظم گڑھ)

سیرۃالنبی حصۂ اول	۴ روپیہ	سیرالانصار	۳ روپیہ ۸ آنہ
سیرۃالنبی حصۂ دوم	۳ روپیہ ۸ آنہ	شعرالہند مجلد	۵ روپیہ
سیرۃالنبی حصۂ سوم	۶ روپیہ	شعرالہند غیر مجلد	۴ روپیہ
شعرالعجم مکمل ۵ حصے	۱۳ روپیہ	(مطبع کاویانی برلن)	
سفر نامۂ مولانا شبلی	۲ روپیہ	تیا تر (فارسی)	۲ روپیہ ۸ آنہ
علم الکلام	۲ روپیہ	تاریخ سلی ملوک الارض (عربی)	۲ روپیہ ۸ آنہ
الکلام	۲ روپیہ	نصاب الصبیان (فارسی)	۱ روپیہ
کلیات شبلی	ڈیڑھ روپیہ	رہنماے پسران (فارسی)	۱ روپیہ ۸ آنہ
اسوۂ صحابہ مکمل دو حصے	۸ روپیہ	تلغراف بی سیم (فارسی)	۱ روپیہ
انقلاب الامم	۲ روپیہ	ہزار و یک سخن (فارسی)	۱۱ آنہ
برکلے	ڈیڑھ روپیہ	(جامعہ ملیہ دہلی)	
مکالمات برکلے	ڈیڑھ روپیہ	الخلافت الکبریٰ	۵ روپیہ
مثنوی بحرالمحبت	۱۲ آنہ	الصراط المستقیم	۲ روپیہ
تفسیر ابو مسلم اصفہانی (عربی)	۲ روپیہ	بصائر	۶ آنہ
سیر الصحابیات	۲ روپیہ ۴ آنہ	سیرۃ الرسول	ڈیڑھ روپیہ
روح الجتماع	۲ روپیہ	خلافت راشدہ	۲ روپیہ
ابن رشد	۴ روپیہ	خلافت بنی امیہ	ڈیڑھ روپیہ
گل رعنا	۵ روپیہ	خلافت عباسیہ	۲ روپیہ

نوٹ کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

خلافت عباسیۂ بغداد ۲ روپیہ
مبادی معاشیات ۱ روپیہ
انتخاب کلام مہر (از نورالرحمن صاحب)
۱ روپیہ
قواعد عربی ۲ روپیہ
عرض جوھو ۸ آنہ
مجموعۂ کلام جوھر ۶ آنہ
اسلامی تہذیب و قومی تعلیم ۴ آنہ
ازھارالعرب (عربی) ۸ آنہ
انتخاب مضامین جوھر ۱ روپیہ
ترکوں کی کہانیاں ۴ آنہ
خطبۂ شیخ الہند ۲ آنہ
خطبۂ حکیم اجمل خاں صاحب ۲ آنہ
ھمارے نبی ۸ آنہ
تاریخ ھند قدیم ۱ روپیہ
اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر ۱۲ آنہ

(نظامی پریس بدایوں)

قاموس المشاھیر جلد اول ۶ روپیہ
قاموس المشاھیر جلد دوم ۶ روپیہ
نکات غالب مجلد ۱ روپیہ
دیوان غالب مشرح مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ
دیوان جان صاحب مجلد ڈیڑھ روپیہ
دیوان درد ۱ روپیہ ۴ آنہ
دیوان غالب (لائبریری ایڈیشن) ڈیڑھ روپیہ
خطوط سر سید قسم اول ۳ روپیہ
خطوط سر سید قسم دوم ۲ روپیہ
لیتھو گرافی مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ
انتخاب زریں مجلد ۲ روپیہ

مراثی انیس جلد اول مجلد ۱۰ روپیہ
مراثی انیس جلد دوم قسم دوم ۸ روپیہ
قسم دوم ۴ روپیہ
قصائد ذوق ۳ روپیہ

(دائرۂ ادبیہ - لکھنؤ)

یادگار غالب مجلد ۳ روپیہ
مکاتیب امیر مینائی ۲ روپیہ ۸ آنہ
مکاتیب اکبر ۱ روپیہ
میناے سخن ۱ روپیہ
حزن اختر ۸ آنہ
درس عمل ۴ آنہ
خواتین انگورا ۱ روپیہ
بیگمات پانی پت ۶ آنہ
اسلام کا اثر یورپ پر ۶ آنہ
مشرقی ترکستان ۶ آنہ
سیاحت زمین ۱ روپیہ
سیاحت ھوا ۱ روپیہ

(الناظر پریس - لکھنؤ)

فلسفیانہ مضامین عبدالماجد صاحب
۱ روپیہ ۸ آنہ
تاریخ عرب مجلد ۷ روپیہ
موازنۂ انیس و دبیر مجلد ۳ روپیہ
مقدمۂ شعر شاعری ۱ روپیہ ۴ آنہ
اصول النسخ ۶ آنہ
مسلمانان اندلس ۱ روپیہ
اسرار رنگون ۱ روپیہ
ھوم رول ۶ آنہ
خوان دعوت ۱ روپیہ

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ھیں۔

مصنوعی شوہر	۲ آنہ
وکرم عروسی	۱ روپیہ ۸ آنہ
مسلمانوں کی تہذیب	۶ آنہ
الاحسان	۸ آنہ
ارض نہرین	۴ آنہ
تذکرۂ حزیں	۴ آنہ
حیات نظامی	۴ آنہ
خطاب	۴ آنہ
میلاد نبوی	۴ آنہ
تصویر درد	۴ آنہ
شمع و شاعر	۲ آنہ
فریاد اُمت	۳ آنہ

(دارالاشاعت پنجاب لاہور)

صبح زندگی	۱ روپیہ ۸ آنہ
شام زندگی	۱ روپیہ ۴ آنہ
شب زندگی ہر دو حصہ	۲ روپیہ ۴ آنہ
منازل السائرہ	۱ روپیہ
سنجوگ	۱۰ آنہ
جواہر قدامت	۱ روپیہ ۸ آنہ
تحفۂ سائلس	۲ روپیہ ۸ آنہ
مشاہیر ہند	۲ روپیہ ۸ آنہ
نیلی چھتری	۱ روپیہ ۴ آنہ
بہرام کی گرفتاری	۱ روپیہ
اخترالنساء بیگم	۱ روپیہ ۸ آنہ
روشنک بیگم	۲ روپیہ
رانی کرونارت	۱ آنہ
رسوم دہلی	۴ آنہ ۶ پائی
اُن پورنا دیوی کا مندر	۱ روپیہ ۸ آنہ
ایام غدر	۱ روپیہ ۴ آنہ
نقش فرنگ	۱ روپیہ ۴ آنہ
پریم پچیسی مکمل	۳ روپیہ
پریم بتیسی حصۂ اول	۱ روپیہ ۸ آنہ
بانگ درا غیر مجلد	۴ روپیہ
نعمت خانہ	۱ روپیہ ۴ آنہ
چندن ہار	۲ آنہ
انمول موتی	۱ آنہ ۹ پائی
سوکن کا چلاپا	۶ آنہ
گوہر مقصود	۹ آنہ
لیلیٰ	۲ روپیہ
سواء السبیل	۱ روپیہ
سفندان پارس	۱۰ آنہ
قوانین دولت	۴ آنہ
مہلا	۱۲ آنہ
چترا	۱۲ آنہ
امتیاز پچیسی	۸ آنہ
دلپسند کہانیاں	۱۲ آنہ
دلچسپ کہانیاں	۱۰ آنہ

(تصانیف نورالہی ومحمدعمر صاحبان)

موجودہ للدن کے اسرار	۱ روپیہ
ناٹک ساگر (یعنی دنیائے ڈراما کی تاریخ) مجلد ۳ روپیہ	
تین توپیاں	۸ آنہ
ظفر کی موت	۴ آنہ
قزاق	۸ آنہ
بگڑے دل	۸ آنہ

—— :●: ——

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں -

(دوسری قابل قدر کتابیں)

رسائل شبلی	۱ روپیہ ۸ آنہ	زکری	۱۰ آنہ
کتب خانۂ اسکندریہ	۵ آنہ	سیرالمصنفین	۲ روپیہ
بشری	۶ آنہ	جہاں آرا بیگم	۸ آنہ

—— :o: ——

عروس ادب

مولوی سید ناظرالحسن صاحب ہوش بلگرامی کے اخلاقی ادبی تاریخی اور سیاسی مضامین کا مجموعہ - حجم ۲۲۴ صفحہ سایز ۲۶ × ۲۰ کاغذ عمدہ سفید - لکھائی چھپائی بہت خوشنما ہے - قیمت فی جلد غیر مجلد دو روپیہ —

خیالات ارونگ

مشہور امریکن مصنف واشنگٹن ارونگ کے بعض دلچسپ مضامین کا با محاورہ اُردو ترجمہ از مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا وکیل، غازی آباد، ضلع میرٹھ - قیمت آٹھ آنے —

رسالہ اردو کے خریداروں کے ساتھہ خاص رعایت

رسالہ اردو کے خریداروں کو انجمن ترقی اُردو کی شایع کی ہوئی کتابیں فی روپیہ چار آنہ کمی قیمت کے ساتھہ دی جائینگی - اُمید ہے کہ ناظرین اس رعایت سے فائدہ اُٹھا ئینگے —

دیگر مقامات کی کتابیں جو بطور ایجنسی انجمن میں فروخت ہوتی ہیں ان کی قیمتوں میں کوئی کمی نہیں کی جاسکتی —

———]•[———

(نوٹ) کل قیمتیں سکۂ انگریزی میں ہیں —

انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (دکن)

اپنے اُن مہربان معاونین کی فہرست مرتب کر رہی ہے جو اس بات کی عام اجازت دیدیں کہ آئندہ جو کتاب انجمن سے شائع ہو، وہ بغیر اُن سے دوبارہ دریافت کئے تیار ہوتے ہی اُن کی خدمت میں بذریعہ وی پی روانہ کردی جایا کرے - ہمیں اُمید ہے کہ قدردان زبان اُردو ہمیں عام طور پر اس قسم کی اجازت دیدیں گے کہ ان کے اسمائے گرامی اس فہرست میں درج کرلئے جائیں اور انجمن سے جو نئی کتاب شایع ہو فوراً بغیر دوبارہ دریافت کئے روانہ کردی جایا کرے - یہ انجمن کی بہت بڑی مدد ہوگی اور آئندہ ایسے نئی نئی کتابوں کے طبع کرنے میں بڑی سہولت ہوجائے گی- ہمیں امید ہے کہ ہمارے معاونین جو اُردو کی ترقی کے دل سے بھی خواہاں ہیں اس اعانت کے دینے میں دریغ نہ فرمائیں گے—

ان معاونین کی خدمت میں کل کتابیں جو آئندہ شائع ہوں گی وقوقتاً فوقتاً چوتھائی قیمت کم کر کے روانہ ہوں گی —

المشتہر

انجمن ترقی اردو - اورنگ آباد (دکن)

سرسید فاؤنٹین پن



بیسویں صدی کی صنعت کا بہترین نمونہ

جو ولایت کی مشہور کمپنی سے خاص طور پر بنوا کر منگوائے گئے ہیں - قلم کی نب اصلی ۱۴ کیریٹ گولڈ کی ہے جو سالہا سال تک خراب نہیں ہوتی—

دو قسم کے قلم اسٹاک میں موجود ہیں (۱) اسپشل کوالٹی نب اصلی ۱۴ کیریٹ گولڈ کی جس کی نوک پر ریڈیم لگا ہے' سلف فلنگ نہایت مضبوط اور خوبصورت - ایک دفعہ خریدئیے برسوں کو فراغت - قیمت چھہ روپیہ - قسم اول' یہ قلم دو طرح کے ہیں ایک وہ جن میں خود بخود روشنائی بذریعے لیور بھر جاتی ہے (سلف فلنگ) - دوسرے وہ جن میں روشنائی بذریعے انک فلر بھری جاتی ہے جو قلم کے ساتھہ مفت دیا جاتا ہے- قیمت ۴ روپیہ (ہر قلم کے ساتھہ پاکٹ کلپ مفت) تاجر صاحبان کو زیادہ مال خریدنے پر معقول کمیشن دیا جاتا ہے-ملنے کا پتا:- نظام‌الدین حسین اینڈ سن - بدایوں—

واشرمین انک اکسٹریکٹ

(یعنی روشنائی کا جوہر)

یہ روشنائی بالکل نئی چیز ہے' بلیو' بلیوبلیک - سرخ رنگ اسٹاک میں موجود ہیں - فاؤنٹن پن میں بھی استعمال کی جا سکتی ہے - نمونے کا پیکٹ ایک آنے کا ٹکٹ بھیج کر مفت منگائیے—

ملنے کا پتا:-

نظام‌الدین حسین اینڈ سن- بدایوں

اردو

نرخ نامۂ اُجرت اشتہارات

	ایک بار کے لئے	چار بار کے لئے
۲ کالم یعنے پورا ایک صفحہ	۱۰ روپے سکۂ انگریزی	۴۰ روپے سکۂ انگریزی
ایک کالم (آدھا صفحہ)	۵ روپے سکۂ انگریزی	۲۰ روپے سکۂ انگریزی
نصف کالم (چوتھائی صفحہ)	۲ روپے آٹھ آنے سکۂ انگریزی	۱۰ روپے سکۂ انگریزی

رسالے کے جس صفحے پر اشتہار شایع ہوگا وہ اشتہار دینے والوں کی خدمت میں نمونے کے لئے بھیج دیا جائے گا - پورا رسالہ لینا چاہیں تو اُس کی قیمت بحساب ایک روپیہ بارہ آنے سکۂ انگریزی فی رسالہ اس کے علاوہ لی جائے گی—

المشتہر:- انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد . دکن

جدید فارسی

کا علم صحیح اُردو میں تقریر و تحریر کے لئے ضروری ہے - اسے بغیر اُستاد کے سیکھنے کے واسطے فارسی آموز مع فرہنگ قیمت ایک روپیہ ' پڑھئے جو مہینے دو مہینے میں سلیس زبان میں آسانی سے تقریر و تحریر کے قابل بنا دیتی ہے - مزید ترقی کے لئے لسان العجم حصۂ اول و دوم مع حل' قیمت ۱۰ آنے فی حصہ مطالعہ کیجئے - یہ کتابیں پنجاب کے اسکولوں اور کالجوں میں نیز حیدرآباد دکن - بھوپال اور بلوچستان کے اسکولوں میں سرکاری طور پر منظور شدہ ہیں - دیوان مولاداد - زبان بہت سادہ اور صاف - قیمت ایک روپیہ ۴ آنے —

الہ ـــــــــــــــ شـــــــــــــــ تہر

منیجر جدید فارسی بک ڈپو محلہ چہل پہلیاں لاہور

U-609 ۸۰۹۱۶۲۳۰۵ اردو
آخری تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت میں
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

نسخہ ہائے

جامعہ عثمانیہ

۱۔ اس نسخہ کی عکسی نقل

۲۔

۳۔

۴۔

۵۔

۶۔

۷۔

۸۔

۹۔

۱۰۔

۱۱۔

۱۲۔

۱۳۔

۱۴۔

۱۵۔

۱۶۔

۱۷۔

۱۸۔

۱۹۔

۲۰۔

۲۱۔

۲۲۔

۲۳۔

۲۴۔

۲۵۔

۲۶۔

۲۷۔

۲۸۔

۲۹۔

۳۰۔

۳۱۔

۳۲۔

۳۳۔

۳۴۔

۳۵۔

۳۶۔

۳۷۔

۳۸۔

۳۹۔

۴۰۔

۴۱۔

۴۲۔

۴۳۔

۴۴۔

۴۵۔

۴۶۔

۴۷۔

۴۸۔

۴۹۔

۵۰۔

۵۱۔

۵۲۔

۵۳۔

۵۴۔

۵۵۔

۵۶۔

۵۷۔

۵۸۔

۵۹۔

۶۰۔

۶۱۔

۶۲۔

۶۳۔

۶۴۔

۶۵۔

۶۶۔

۶۷۔

۶۸۔

۶۹۔

۷۰۔

۷۱۔

۷۲۔

۷۳۔

۷۴۔

۷۵۔

۷۶۔

۷۷۔

۷۸۔

۷۹۔

۸۰۔

۸۱۔

۸۲۔

۸۳۔

۸۴۔

۸۵۔

۸۶۔

۸۷۔

۸۸۔

۸۹۔

۹۰۔

۹۱۔

۹۲۔

۹۳۔

۹۴۔

۹۵۔

۹۶۔

۹۷۔

۹۸۔

۹۹۔

۱۰۰۔

۱۰۱۔

۱۰۲۔

۱۰۳۔

۱۰۴۔

۱۰۵۔

۱۰۶۔

۱۰۷۔

۱۰۸۔

۱۰۹۔

۱۱۰۔

۱۱۱۔

۱۱۲۔

۱۱۳۔

۱۱۴۔

۱۱۵۔

۱۱۶۔

۱۱۷۔

۱۱۸۔

۱۱۹۔

۱۲۰۔

۱۲۱۔

۱۲۲۔

۱۲۳۔

۱۲۴۔

۱۲۵۔

۱۲۶۔

۱۲۷۔

۱۲۸۔

۱۲۹۔

۱۳۰۔

۱۳۱۔

۱۳۲۔

۱۳۳۔

۱۳۴۔

۱۳۵۔

۱۳۶۔

۱۳۷۔

۱۳۸۔

۱۳۹۔

۱۴۰۔

۱۴۱۔

۱۴۲۔

۱۴۳۔

۱۴۴۔

۱۴۵۔

۱۴۶۔

۱۴۷۔

۱۴۸۔

۱۴۹۔

۱۵۰۔

۱۵۱۔

۱۵۲۔

۱۵۳۔

۱۵۴۔

۱۵۵۔

۱۵۶۔

۱۵۷۔

۱۵۸۔

۱۵۹۔

۱۶۰۔

۱۶۱۔

۱۶۲۔

۱۶۳۔

۱۶۴۔

۱۶۵۔

۱۶۶۔

۱۶۷۔

۱۶۸۔

۱۶۹۔

۱۷۰۔

۱۷۱۔

۱۷۲۔

۱۷۳۔

۱۷۴۔

۱۷۵۔

۱۷۶۔

۱۷۷۔

۱۷۸۔

۱۷۹۔

۱۸۰۔

۱۸۱۔

۱۸۲۔

۱۸۳۔

۱۸۴۔

۱۸۵۔

۱۸۶۔

۱۸۷۔

۱۸۸۔

۱۸۹۔

۱۹۰۔

۱۹۱۔

۱۹۲۔

۱۹۳۔

۱۹۴۔

۱۹۵۔

۱۹۶۔

۱۹۷۔

۱۹۸۔

۱۹۹۔

۲۰۰۔

۲۰۱۔

۲۰۲۔

۲۰۳۔

۲۰۴۔

۲۰۵۔

۲۰۶۔

۲۰۷۔

۲۰۸۔

۲۰۹۔

۲۱۰۔

۲۱۱۔

۲۱۲۔

۲۱۳۔

۲۱۴۔

۲۱۵۔

۲۱۶۔

۲۱۷۔

۲۱۸۔

۲۱۹۔

۲۲۰۔

۲۲۱۔

۲۲۲۔

۲۲۳۔

۲۲۴۔

۲۲۵۔

۲۲۶۔

۲۲۷۔

۲۲۸۔

۲۲۹۔

۲۳۰۔

۲۳۱۔

۲۳۲۔

۲۳۳۔

۲۳۴۔

۲۳۵۔

۲۳۶۔

۲۳۷۔

۲۳۸۔

۲۳۹۔

۲۴۰۔

۲۴۱۔

۲۴۲۔

۲۴۳۔

۲۴۴۔

۲۴۵۔

۲۴۶۔

۲۴۷۔

۲۴۸۔

۲۴۹۔

۲۵۰۔

۲۵۱۔

۲۵۲۔

۲۵۳۔

۲۵۴۔

۲۵۵۔

۲۵۶۔

۲۵۷۔

۲۵۸۔

۲۵۹۔

۲۶۰۔

۲۶۱۔

۲۶۲۔

۲۶۳۔

۲۶۴۔

۲۶۵۔

۲۶۶۔

۲۶۷۔

۲۶۸۔

۲۶۹۔

۲۷۰۔

۲۷۱۔

۲۷۲۔

۲۷۳۔

۲۷۴۔

۲۷۵۔

۲۷۶۔

۲۷۷۔

۲۷۸۔

۲۷۹۔

۲۸۰۔

۲۸۱۔

۲۸۲۔

۲۸۳۔

۲۸۴۔

۲۸۵۔

۲۸۶۔

۲۸۷۔

۲۸۸۔

۲۸۹۔

۲۹۰۔

۲۹۱۔

۲۹۲۔

۲۹۳۔

۲۹۴۔

۲۹۵۔

۲۹۶۔

۲۹۷۔

۲۹۸۔

۲۹۹۔

۳۰۰۔

۳۰۱۔

۳۰۲۔

۳۰۳۔

۳۰۴۔

۳۰۵۔

۳۰۶۔

۳۰۷۔

۳۰۸۔

۳۰۹۔

۳۱۰۔

۳۱۱۔

۳۱۲۔

۳۱۳۔

۳۱۴۔

۳۱۵۔

۳۱۶۔

۳۱۷۔

۳۱۸۔

۳۱۹۔

۳۲۰۔

۳۲۱۔

۳۲۲۔

۳۲۳۔

۳۲۴۔

۳۲۵۔

۳۲۶۔

۳۲۷۔

۳۲۸۔

۳۲۹۔

۳۳۰۔

۳۳۱۔

۳۳۲۔

۳۳۳۔

۳۳۴۔

۳۳۵۔

۳۳۶۔

۳۳۷۔

۳۳۸۔

۳۳۹۔

۳۴۰۔

۳۴۱۔

۳۴۲۔

۳۴۳۔

۳۴۴۔

۳۴۵۔

۳۴۶۔

۳۴۷۔

۳۴۸۔

۳۴۹۔

۳۵۰۔

۳۵۱۔

۳۵۲۔

۳۵۳۔

۳۵۴۔

۳۵۵۔

۳۵۶۔

۳۵۷۔

۳۵۸۔

۳۵۹۔

۳۶۰۔

۳۶۱۔

۳۶۲۔

۳۶۳۔

۳۶۴۔

۳۶۵۔

۳۶۶۔

۳۶۷۔

۳۶۸۔

۳۶۹۔

۳۷۰۔

۳۷۱۔

۳۷۲۔

۳۷۳۔

۳۷۴۔

۳۷۵۔

۳۷۶۔

۳۷۷۔

۳۷۸۔

۳۷۹۔

۳۸۰۔

۳۸۱۔

۳۸۲۔

۳۸۳۔

۳۸۴۔

۳۸۵۔

۳۸۶۔

۳۸۷۔

۳۸۸۔

۳۸۹۔

۳۹۰۔

۳۹۱۔

۳۹۲۔

۳۹۳۔

۳۹۴۔

۳۹۵۔

۳۹۶۔

۳۹۷۔

۳۹۸۔

۳۹۹۔

۴۰۰۔

۴۰۱۔

۴۰۲۔

۴۰۳۔

۴۰۴۔

۴۰۵۔

۴۰۶۔

۴۰۷۔

۴۰۸۔

۴۰۹۔

۴۱۰۔

۴۱۱۔

۴۱۲۔

۴۱۳۔

۴۱۴۔

۴۱۵۔

۴۱۶۔

۴۱۷۔

۴۱۸۔

۴۱۹۔

۴۲۰۔

۴۲۱۔

۴۲۲۔

۴۲۳۔

۴۲۴۔

۴۲۵۔

۴۲۶۔

۴۲۷۔

۴۲۸۔

۴۲۹۔

۴۳۰۔

۴۳۱۔

۴۳۲۔

۴۳۳۔

۴۳۴۔

۴۳۵۔

۴۳۶۔

۴۳۷۔

۴۳۸۔

۴۳۹۔

۴۴۰۔

۴۴۱۔

۴۴۲۔

۴۴۳۔

۴۴۴۔

۴۴۵۔

۴۴۶۔

۴۴۷۔

۴۴۸۔

۴۴۹۔

۴۵۰۔

۴۵۱۔

۴۵۲۔

۴۵۳۔

۴۵۴۔

۴۵۵۔

۴۵۶۔

۴۵۷۔

۴۵۸۔

۴۵۹۔

۴۶۰۔

۴۶۱۔

۴۶۲۔

۴۶۳۔

۴۶۴۔

۴۶۵۔

۴۶۶۔

۴۶۷۔

۴۶۸۔

۴۶۹۔

۴۷۰۔

۴۷۱۔

۴۷۲۔

۴۷۳۔

۴۷۴۔

۴۷۵۔

۴۷۶۔

۴۷۷۔

۴۷۸۔

۴۷۹۔

۴۸۰۔

۴۸۱۔

۴۸۲۔

۴۸۳۔

۴۸۴۔

۴۸۵۔

۴۸۶۔

۴۸۷۔

۴۸۸۔

۴۸۹۔

۴۹۰۔

۴۹۱۔

۴۹۲۔

۴۹۳۔

۴۹۴۔

۴۹۵۔

۴۹۶۔

۴۹۷۔

۴۹۸۔

۴۹۹۔

۵۰۰۔

۵۰۱۔

۵۰۲۔

۵۰۳۔

۵۰۴۔

۵۰۵۔

۵۰۶۔

۵۰۷۔

۵۰۸۔

۵۰۹۔

۵۱۰۔

۵۱۱۔

۵۱۲۔

۵۱۳۔

۵۱۴۔

۵۱۵۔

۵۱۶۔

۵۱۷۔

۵۱۸۔

۵۱۹۔

۵۲۰۔

۵۲۱۔

۵۲۲۔

۵۲۳۔

۵۲۴۔

۵۲۵۔

۵۲۶۔

۵۲۷۔

۵۲۸۔

۵۲۹۔

۵۳۰۔

۵۳۱۔

۵۳۲۔

۵۳۳۔

۵۳۴۔

۵۳۵۔

۵۳۶۔

۵۳۷۔

۵۳۸۔

۵۳۹۔

۵۴۰۔

۵۴۱۔

۵۴۲۔

۵۴۳۔

۵۴۴۔

۵۴۵۔

۵۴۶۔

۵۴۷۔

۵۴۸۔

۵۴۹۔

۵۵۰۔

۵۵۱۔

۵۵۲۔

۵۵۳۔

۵۵۴۔

۵۵۵۔

۵۵۶۔

۵۵۷۔

۵۵۸۔

۵۵۹۔

۵۶۰۔

۵۶۱۔

۵۶۲۔

۵۶۳۔

۵۶۴۔

۵۶۵۔

۵۶۶۔

۵۶۷۔

۵۶۸۔

۵۶۹۔

۵۷۰۔

۵۷۱۔

۵۷۲۔

۵۷۳۔

۵۷۴۔

۵۷۵۔

۵۷۶۔

۵۷۷۔

۵۷۸۔

۵۷۹۔

۵۸۰۔

۵۸۱۔

۵۸۲۔

۵۸۳۔

۵۸۴۔

۵۸۵۔

۵۸۶۔

۵۸۷۔

۵۸۸۔

۵۸۹۔

۵۹۰۔

۵۹۱۔

۵۹۲۔

۵۹۳۔

۵۹۴۔

۵۹۵۔

۵۹۶۔

۵۹۷۔

۵۹۸۔

۵۹۹۔

۶۰۰۔

۶۰۱۔

۶۰۲۔

۶۰۳۔

۶۰۴۔

۶۰۵۔

۶۰۶۔

۶۰۷۔

۶۰۸۔

۶۰۹۔

۶۱۰۔

۶۱۱۔

۶۱۲۔

۶۱۳۔

۶۱۴۔

۶۱۵۔

۶۱۶۔

۶۱۷۔

۶۱۸۔

۶۱۹۔

۶۲۰۔

۶۲۱۔

۶۲۲۔

۶۲۳۔

۶۲۴۔

۶۲۵۔

۶۲۶۔

۶۲۷۔

۶۲۸۔

۶۲۹۔

۶۳۰۔

۶۳۱۔

۶۳۲۔

۶۳۳۔

۶۳۴۔

۶۳۵۔

۶۳۶۔

۶۳۷۔

۶۳۸۔

۶۳۹۔

۶۴۰۔

۶۴۱۔

۶۴۲۔

۶۴۳۔

۶۴۴۔

۶۴۵۔

۶۴۶۔

۶۴۷۔

۶۴۸۔

۶۴۹۔

۶۵۰۔

۶۵۱۔

۶۵۲۔

۶۵۳۔

۶۵۴۔

۶۵۵۔

۶۵۶۔

۶۵۷۔

۶۵۸۔

۶۵۹۔

۶۶۰۔

۶۶۱۔

۶۶۲۔

۶۶۳۔

۶۶۴۔

۶۶۵۔

۶۶۶۔

۶۶۷۔

۶۶۸۔

۶۶۹۔

۶۷۰۔

۶۷۱۔

۶۷۲۔

۶۷۳۔

۶۷۴۔

۶۷۵۔

۶۷۶۔

۶۷۷۔

۶۷۸۔

۶۷۹۔

۶۸۰۔

۶۸۱۔

۶۸۲۔

۶۸۳۔

۶۸۴۔

۶۸۵۔

۶۸۶۔

۶۸۷۔

۶۸۸۔

۶۸۹۔

۶۹۰۔

۶۹۱۔

۶۹۲۔

۶۹۳۔

۶۹۴۔

۶۹۵۔

۶۹۶۔

۶۹۷۔

۶۹۸۔

۶۹۹۔

۷۰۰۔

۷۰۱۔

۷۰۲۔

۷۰۳۔

۷۰۴۔

۷۰۵۔

۷۰۶۔

۷۰۷۔

۷۰۸۔

۷۰۹۔

۷۱۰۔

۷۱۱۔

۷۱۲۔

۷۱۳۔

۷۱۴۔

۷۱۵۔

۷۱۶۔

۷۱۷۔

۷۱۸۔

۷۱۹۔

۷۲۰۔

۷۲۱۔

۷۲۲۔

۷۲۳۔

۷۲۴۔

۷۲۵۔

۷۲۶۔

۷۲۷۔

۷۲۸۔

۷۲۹۔

۷۳۰۔

۷۳۱۔

۷۳۲۔

۷۳۳۔

۷۳۴۔

۷۳۵۔

۷۳۶۔

۷۳۷۔

۷۳۸۔

۷۳۹۔

۷۴۰۔

۷۴۱۔

۷۴۲۔

۷۴۳۔

۷۴۴۔

۷۴۵۔

۷۴۶۔

۷۴۷۔

۷۴۸۔

۷۴۹۔

۷۵۰۔

۷۵۱۔

۷۵۲۔

۷۵۳۔

۷۵۴۔

۷۵۵۔

۷۵۶۔

۷۵۷۔

۷۵۸۔

۷۵۹۔

۷۶۰۔

۷۶۱۔

۷۶۲۔

۷۶۳۔

۷۶۴۔

۷۶۵۔

۷۶۶۔

۷۶۷۔

۷۶۸۔

۷۶۹۔

۷۷۰۔

۷۷۱۔

۷۷۲۔

۷۷۳۔

۷۷۴۔

۷۷۵۔

۷۷۶۔

۷۷۷۔

۷۷۸۔

۷۷۹۔

۷۸۰۔

۷۸۱۔

۷۸۲۔

۷۸۳۔

۷۸۴۔

۷۸۵۔

۷۸۶۔

۷۸۷۔

۷۸۸۔

۷۸۹۔

۷۹۰۔

۷۹۱۔

۷۹۲۔

۷۹۳۔

۷۹۴۔

۷۹۵۔

۷۹۶۔

۷۹۷۔

۷۹۸۔

۷۹۹۔

۸۰۰۔

۸۰۱۔

۸۰۲۔

۸۰۳۔

۸۰۴۔

۸۰۵۔

۸۰۶۔

۸۰۷۔

۸۰۸۔

۸۰۹۔

۸۱۰۔

۸۱۱۔

۸۱۲۔

۸۱۳۔

۸۱۴۔

۸۱۵۔

۸۱۶۔

۸۱۷۔

۸۱۸۔

۸۱۹۔

۸۲۰۔

۸۲۱۔

۸۲۲۔

۸۲۳۔

۸۲۴۔

۸۲۵۔

۸۲۶۔

۸۲۷۔

۸۲۸۔

۸۲۹۔

۸۳۰۔

۸۳۱۔

۸۳۲۔

۸۳۳۔

۸۳۴۔

۸۳۵۔

۸۳۶۔

۸۳۷۔

۸۳۸۔

۸۳۹۔

۸۴۰۔

۸۴۱۔

۸۴۲۔

۸۴۳۔

۸۴۴۔

۸۴۵۔

۸۴۶۔

۸۴۷۔

۸۴۸۔

۸۴۹۔

۸۵۰۔

۸۵۱۔

۸۵۲۔

۸۵۳۔

۸۵۴۔

۸۵۵۔

۸۵۶۔

۸۵۷۔

۸۵۸۔

۸۵۹۔

۸۶۰۔

۸۶۱۔

۸۶۲۔

۸۶۳۔

۸۶۴۔

۸۶۵۔

۸۶۶۔

۸۶۷۔

۸۶۸۔

۸۶۹۔

۸۷۰۔

۸۷۱۔

۸۷۲۔

۸۷۳۔

۸۷۴۔

۸۷۵۔

۸۷۶۔

۸۷۷۔

۸۷۸۔

۸۷۹۔

۸۸۰۔

۸۸۱۔

۸۸۲۔

۸۸۳۔

۸۸۴۔

۸۸۵۔

۸۸۶۔

۸۸۷۔

۸۸۸۔

۸۸۹۔

۸۹۰۔

۸۹۱۔

۸۹۲۔

۸۹۳۔

۸۹۴۔

۸۹۵۔

۸۹۶۔

۸۹۷۔

۸۹۸۔

۸۹۹۔

۹۰۰۔

۹۰۱۔

۹۰۲۔

۹۰۳۔

۹۰۴۔

۹۰۵۔

۹۰۶۔

۹۰۷۔

۹۰۸۔

۹۰۹۔

۹۱۰۔

۹۱۱۔

۹۱۲۔

۹۱۳۔

۹۱۴۔

۹۱۵۔

۹۱۶۔

۹۱۷۔

۹۱۸۔

۹۱۹۔

۹۲۰۔

۹۲۱۔

۹۲۲۔

۹۲۳۔

۹۲۴۔

۹۲۵۔

۹۲۶۔

۹۲۷۔

۹۲۸۔

۹۲۹۔

۹۳۰۔

۹۳۱۔

۹۳۲۔

۹۳۳۔

۹۳۴۔

۹۳۵۔

۹۳۶۔

۹۳۷۔

۹۳۸۔

۹۳۹۔

۹۴۰۔

۹۴۱۔

۹۴۲۔

۹۴۳۔

۹۴۴۔

۹۴۵۔

۹۴۶۔

۹۴۷۔

۹۴۸۔

۹۴۹۔

۹۵۰۔

۹۵۱۔

۹۵۲۔

۹۵۳۔

۹۵۴۔

۹۵۵۔

۹۵۶۔

۹۵۷۔

۹۵۸۔

۹۵۹۔

۹۶۰۔

۹۶۱۔

۹۶۲۔

۹۶۳۔

۹۶۴۔

۹۶۵۔

۹۶۶۔

۹۶۷۔

۹۶۸۔

۹۶۹۔

۹۷۰۔

۹۷۱۔

۹۷۲۔

۹۷۳۔

۹۷۴۔

۹۷۵۔

۹۷۶۔

۹۷۷۔

۹۷۸۔

۹۷۹۔

۹۸۰۔

۹۸۱۔

۹۸۲۔

۹۸۳۔

۹۸۴۔

۹۸۵۔

۹۸۶۔

۹۸۷۔

۹۸۸۔

۹۸۹۔

۹۹۰۔

۹۹۱۔

۹۹۲۔

۹۹۳۔

۹۹۴۔

۹۹۵۔

۹۹۶۔

۹۹۷۔

۹۹۸۔

۹۹۹۔

۱۰۰۰۔